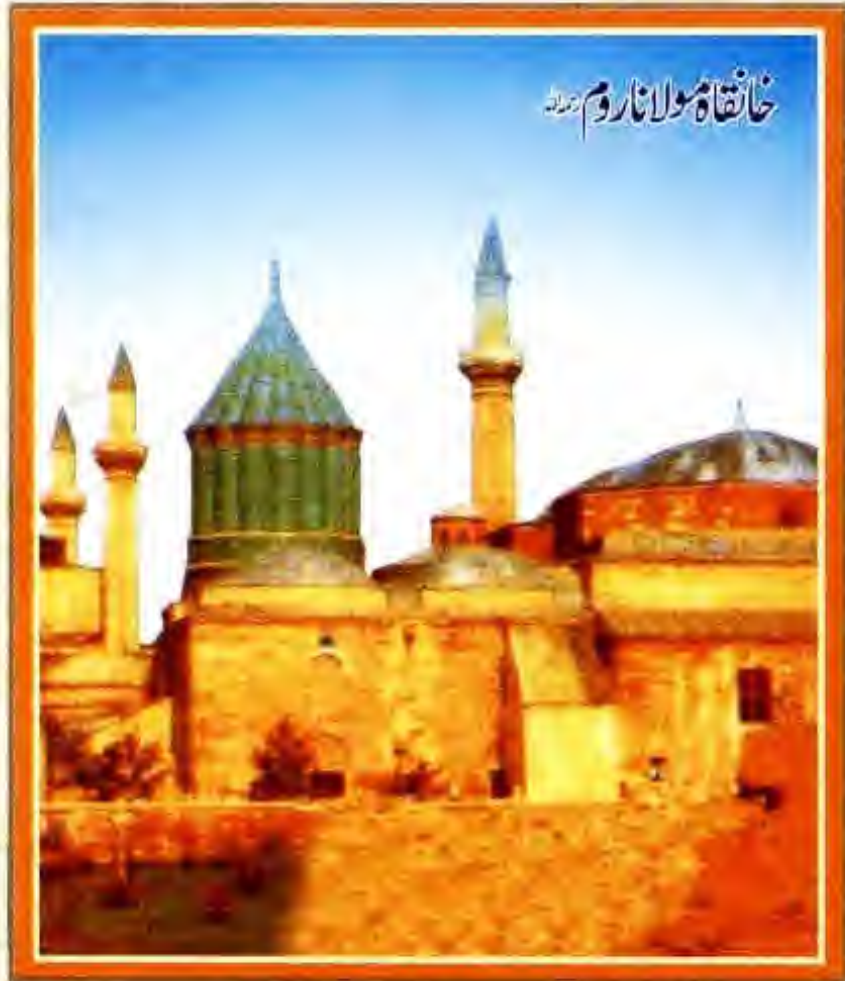


عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار  
اور معرکہ آراء کتاب ”مثنوی مولوی معنوی“ کی جامع اور لا جواب اردو شرح

# کلید مثنوی

مع افادات و ارشادات  
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ  
(ر)  
محکم دلائل و اہل سنت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ  
چوک فوارہ ملت ان پکستان  
(061-4540513-4519240)





## العشر السادس من شرح دفتر السادس من المثنوی للمولوی المعنوی افتح فیہ لمنصف صفر ۱۳۳۳ھ بسم اللہ الرحمن الرحیم

داستان آں سہ مسافر مسلمان و ترسا و جهود و آنکہ بمنزلے قوتے یافتند ترسا و جهود سر  
بودند گفتند آں قوت را فردا خوریم مسلمان صائم بود و گرسنه ماند از اں کہ مغلوب بود  
تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ ان کو راستہ میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ  
بھرے تھے انہوں نے کہا کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا۔

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر	تا نگردی ممتحن اندر ہنر
ایک حکایت سن اس مقام میں اے پسر	تا کہ ہنر میں تیرا امتحان نہ ہونے لگے
آں جهود و مومن و ترسا مگر	ہم رہی کردند باہم در سفر
اس یہودی اور مومن اور عیسائی نے غالباً	سفر میں باہم معیت اختیار کی
باد و گمرہ ہمرہ آمد مومن	چوں خرد با نفس و با آہر یمنے
دو گمراہوں کے ساتھ ایک مومن ہمراہ ہو گیا	جس طرح عقل نفس کے ساتھ اور شیطان کے ساتھ
مروزی و رازی افتند در سفر	ہمرہ وہم سفرہ پیش ہمدگر
ایک مرو کا رہنے والا اور ایک رے کا رہنے والا سفر میں	ہم طریق اور ہم سفرہ ایک دوسرے کے سامنے واقع ہو جاتے ہیں
در نفس افتند زاغ و چغد و باز	جفت شد در جس پاک و بے نماز
نفس میں زاغ اور چغدا اور باز	جس میں ایک پاک اور ایک بے نماز مجتمع ہو گئے
کردہ منزل شب بیک موضع بہم	مشرقی و مغربی قانع بہم
باہم منزل کی شب کے وقت ایک مقام میں	ایک مشرقی اور ایک مغربی نے باہم دگر قانع ہو کر
ماندہ در منزل زرہ خرد و شگرف	روز ہا باہم ز سرما وز برف
منزل میں رہ گئے ہیں راہ سے ایک خرد اور ایک بزرگ	کئی روز تک باہم دگر بوجہ سرما اور برف کے



چوں کشاید راہ و بردارند بند	بکسلند و ہر یکے جائے روند
جب راستہ کھل جاوے گا اور مانع کو مرتفع کر دیں گے	تو ہا ہم قطع تعلق کر دیں گے اور سب ایک جگہ چلے جاویں گے
چوں قفس را بشکند شاہ خرد	جمع مرغاں ہر یکے سوئے پرد
جب قفس کو شاہ عقل توڑ ڈالے	تو جماعت طیور کی ہر ایک ایک طرف کو اڑ جائے
پرکشادہ پیش ازیں پر شوق و یاد	در ہوائے جنس خود سوئے معاد
اس سے پہلے شوق اور یاد میں بھرے ہوئے پر کھولے ہوئے تھے	اپنے ہم جنس کی محبت میں مقام عود کی طرف
پرکشادہ ہر دمے با اشک و آہ	لیک پریدن ندارد روئے و راہ
پر کھولے ہوئے تھے ہر دم اشک و آہ کے ساتھ	لیکن اڑنے کی کوئی صورت اور طریق نہ تھا
چونکہ رہ یا بد پرد ہر یک چو باد	سوئے آں کز یاد آں پرمی کشاد
جب راہ کشادہ ہو گیا ہر ایک ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے	اسی کی طرح جس کی یاد سے وہ پر کھولتا تھا
آں طرف کش بود اشک و سوز و آہ	چونکہ فرصت یافت آں سو کوفت راہ
جس طرف کہ اس کا گریہ اور سوز اور آہ تھا	جب اس نے فرصت پائی اس طرف راہ چلنا شروع کر دیا
در تن خود بنگر ایں اجزائے تن	از کجا جمع آمدند اندر بدن
تو اپنے تن میں ان اجزائے تن کو دیکھ لے	کہ بدن میں کہاں سے جمع ہو گئے
آبی و خاکی و بادی و آتشی	عرشی و فرشی و رومی و کشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی	عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی
از امید عود ہر یک بستہ طرف	اندریں منزل بہم از بیم برف
ہر ایک امید عود سے منٹکی لگائے ہوئے ہے	اس منزل میں مجتمع ہیں خوف برف سے
برف گوناگوں جمود ہر جماد	درشتای بعد آں خورشید داد
برف گوناگوں سکون ہے ہر ساکن کا	اس خورشید عدل کے بعد کے رستان میں
چوں بتابد تف آں خورشید خشم	کوہ گردد کاہ ریگ و کاہ پشم
جب اس خورشید قبر کی گرمی چمکے گی	پہاڑ تو گھاس ہو جاوے گا ریگ اور گھاس مثل اون کے ہو جاوے گا
در گداز آید جمادات گراں	چوں گداز تن بوقت نقل جاں
گدازگی میں آویں گے جمادات ثقیلہ	مثل گدازگی تن کے وقت نقل روح کے



ایک حکایت سن اس مقام میں اے پسر تا کہ ہنر (اور زیر کی) میں تیرا امتحان نہ ہونے لگے (جس کا انجام ناکامی ہوا اور یہ تاغایت کے لئے ہے یعنی حکایت سننے سے یہ فائدہ ہوگا تو ہنر اور زیر کی کہ کا دعویٰ نہ کرے گا جس کی مذمت حکایت کے قبل کے اشعار میں بھی تھی اور اسی کی تائید میں یہ حکایت لائے ہیں اور حکایت سننے سے یہ فائدہ اس لئے ہوگا کہ اس میں چالاکی کی مضرت جو کہ یہودی اور ترسا کو پہنچی مذکور ہے وہ حکایت یہ ہے کہ (اس یہودی اور مومن اور عیسائی نے غالباً) (کسی ضرورت سے قصداً) سفر میں باہم معیت با اختیار کی (یا شاید اتفاق سے مراقت ہو گئی ہو اور) دو گراہوں کے ساتھ ایک مومن ہمراہ ہو گیا جس طرح عقل (کہ) نفس کے ساتھ اور شیطان کے ساتھ (ہمراہ ہو گئی جن کا اجتماع انسان میں ظاہر ہے کہ عقل آمر بالخیر مثل مومن کے لئے اور نفس و شیطان آمر بالشر مثل یہود و ترسا کے ہیں آگے اس اجتماع کی اور مثال ہے کہ جیسے کبھی ایک مرد کارہنے والا اور ایک رے کارہنے والا سفر میں ہم طریق اور ہم سفرہ ایک دوسرے کے سامنے واقع ہو جاتے ہیں۔ (اور جس طرح کبھی) نفس میں زاغ اور چغند (مشابہ یہود و ترسا) اور باز (مشابہ مومن) واقع ہو جاتے ہیں (اور جس طرح) جس میں ایک پاک اور ایک بے نماز مجتمع ہو گئے (اور جس طرح) باہم منزل کی (ہو) شب کے وقت ایک مقام میں ایک مشرقی اور ایک مغربی نے باہم گر قانع ہو کر (اور جس طرح گویا) منزل میں رہ گئے ہیں راہ سی (تجاوز کر کے) ایک خرد اور ایک بزرگ کئی روز تک باہم گر بوجہ سرما اور برف کے (ان سب مثالوں میں ماہہ الاشتراک اجتماع اتفاقی عارضی ہے آگے اس کے عارضی ہونے پر تفریع ہے کہ) جب راستہ کھل جاوے گا اور مانع کو (مرتفع کرنے والے) مرتفع کر دیں گے (مثلاً برف جو کہ مانع تھا موقوف ہو گیا) تو باہم قطع تعلق کر دیں گے اور سب ایک جگہ چلے جاویں گے (سب سے مراد مروزی و رازی اور مشرقی و مغربی اور خرد و بزرگ اسی طرح) جب نفس کو شاہ عقل توڑ ڈالے (شاہ خرد سے مراد انسان صاحب عقل یعنی کوئی آدمی اس کو توڑ ڈالے) تو جماعت طیور کی ہر ایک ایک طرف کواڑ جائے (طیور سے مراد زاغ اور چغند اور باز جو اوپر مذکور تھے یہ حالت تو نفس شکستن کے بعد ہوئی باقی) اس (نفس شکنی) سے پہلے (بھی یہ حالت تھی کہ) شوق اور یاد میں بھرے ہوئے (سب طیور) پر کھولے ہوئے تھے اپنے ہم جنس کی محبت میں (اپنے اپنے) مقام عود کی طرف (پر کھولنے سے مراد مستعد ہونا یعنی اس وقت بھی اڑنے کے لئے کہ اپنے اپنے موطن یعنی مسکن مشارکات فی النوع میں پہنچ جاویں پھر پھڑاتے تھے جس میں پر کا کسی قدر کھلنا ظاہر ہے اور آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ سب (پر کھولے ہوئے تھے ہر دم اشک و آہ کے ساتھ) (کنایہ ہے شوق سے) لیکن اڑنے کی کوئی صورت اور طریق نہ تھا (کیونکہ نفس مانع تھا پس) جب (نفس ٹوٹنے سے) راہ کشادہ ہو گیا ہر ایک (پرنده) ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے اسی (مقام) کی طرف جس کے یاد (اور شوق) سے وہ پر کھولتا تھا (اور پھر پھڑاتا تھا یعنی) جس طرح کہ اس کا گریہ اور سوز اور آہ (یعنی اشتیاق) تھا جب اس نے فرصت پائی اس طرف راہ چلنا شروع کر دیا (حاصل یہ کہ اجتماع عارضی و اتفاقی جو کہ مورد حکایت میں اور اس کے امثلہ میں ہوا تھا اس کے یہ آثار ہیں کہ قسری ہوتا ہے اور اجتماع کے وقت بھی انجذاب الی الجانس ہوتا ہے اور بحر دار تقاع مانع کے سب مجتمعات اپنی اپنی مقتضائے طبعی کی طرف راجع ہوتے ہیں پس اسی کلیہ اور مواد مذکورہ کی موافق) تو اپنے تن میں (بھی) ان اجزائے تن کو دیکھ لے کہ بدن میں کہاں سے جمع ہو گئے (ایک)



آبی (ہے) اور (ایک) خاکی (ہے) اور (ایک) بادی (ہے) اور (ایک) آتشی (ہے) گویا ایک (عرشی) ہے اور (ایک) فرشی (ہے) اور (ایک) رومی (ہے) اور (ایک) کشی (ہے) یعنی باشندہ شہر کش از ماوراء النہر کذا فی الغیاث مراد مطلق موصوف باوصاف مختلفہ چنانچہ اجزائے بدن کا اختلاف بالمہاسیۃ و بالخواص ظاہر ہے اور ان اجزائے بدنہ مختلفہ میں) ہر ایک امید عود (الی الاصل) سے ٹکلی لگائے ہوئے ہے (اور) اس منزل (دنیا) میں مجتمع ہیں خوف برف سے (جیسے وہ مسافرین مختلف الاحوال خوف برف سے جمع ہو گئے تھے آگے اس برف کا مصداق بتلاتے ہیں کہ) برف گونا گوں سکون ہے ہر ساکن کا اس خورشید عدل کے بعد کے زمستان (کے زمانہ) میں (مطلب یہ کہ دنیا عالم ابتلاء ہے اور آخرت عالم ظہور عدل ہے اور یہ وقت حیۃ دنیویہ کا اس عالم آخرت سے بعد کا وقت ہے پس یہ مشابہ ہے موسم زمستان کے کہ اس میں برف گرتا ہے جس سے ہر متحرک چیز جامد ہو جاتی ہے اسی طرح زمانہ بعد ظہور عدل میں کہ زمانہ حیۃ دنیویہ کا ہے ان سب اجزاء مختلفہ الطبع کو حرکت بالفعل الی اصولہا سے سکون ہو گیا ہے چنانچہ ظاہر ہے ورنہ سب میں انفکاک ہو کر حیۃ زائل ہو جاوے پس وہ برف یہ ہے کہ اس کے قسر سے یہ سب جمع ہو رہے ہیں اور) جب اس خورشید قہر کی گرمی چمکے گی (خورشید قہر سے مراد وہی خورشید عدل ہے باوجودیکہ عدل میں لطف اور قہر دونوں ظاہر ہوں گے مگر اس کو خورشید خشم اس لئے کہا کہ لطف تو اس عالم ابتلاء میں بھی ظاہر ہو رہا ہے وہ تو رہے ہی گا صرف خشم اپنے محل پر ظاہر ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ جب عالم عدل ظہور پاوے گا جس کا مبدا قیامت ہے اس وقت) پہاڑ تو گھاس (اور ریگ) ہو جاوے گا (اور پھر وہ) ریگ اور گھاس مثل ان کے (منتشر و متفرق) ہو جاوے گا (قال تعالیٰ وتكون الجبال كالعهن المنفوش وقال تعالیٰ و بست الجبال بسا فکانت هباء منبثا پس اس وقت) گداختگی (اور حرکت) میں آویں گے جمادات ثقیلہ (یعنی جبال وغیرہا) مثل گداختگی (وانحلال اجزاء) تن کے وقت نقل روح کے (کہ روح نکلتی ہے سب اجزاء مضطرب و منحل ہو کر روح اپنے مقر میں اور سب اجزاء کے عناصر اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں جیسا آفتاب نکلنے سے اجزاء مائے منجمدہ گداختہ ہو کر مرکز ماء کی طرف حرکت کرنے لگتے ہیں مطلب یہ کہ مواد مذکورہ سابقہ کو دیکھ کر اپنی حالت میں غور کر اور عبرت پکڑ اور اس اجتماع پر مغرور مت ہو اور روح کی اصل کو یاد کر کے اس عالم سے مناسبت بڑھا آگے رجوع ہے قصہ کی طرف)

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منز لے	ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک منزل میں پہنچے	تو ان کے لئے ہدیہ کے طور پر حلوا لایا ایک صاحب اقبال
برد حلوا پیش آں ہر سہ غریب	محسنے از مطبخ انی قریب
ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا	ایک محسن مطبخ انی قریب سے
نان گرم و صحن حلوائے عسل	برد آکاں کا اندر ثوابش بد امل
نان گرم اور صحن حلوائے شہد کی	لایا وہ شخص کہ ثواب میں اس کی امید تھی
الکیاسیۃ والادب لاهل المدر	الضیافۃ والقری لاهل الوبر
زیر کی اور تہذیب تو اہل شہر میں ہے	ضیافت اور مہمانداری اہل دیہات میں ہے



الضیافۃ للغریب والقری	اودع الرحمن فی اهل القری
مسافر کی ضیافت اور مہمانی	اللہ تعالیٰ نے اہل قریبہ میں ودیعت رکھی ہے
کل یوم فی القری ضیف حدیث	مالہ غیر الالہ من مغیث
ہر روز دیہات میں ایک نیا مہمان ہوتا ہے	جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا
کل لیل فی القری وفد جدید	ماہم ثم سوی اللہ المجید
ہر شب دیہات میں جدید داروین ہوتے ہیں	جن کا اس جگہ سوا اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہوتا
تخمہ بودند آں دو بیگانہ ز خور	بود صائم روز آں مومن مگر
وہ دونوں بیگانے تو خورش سے تخمہ کے قریب تھے	وہ مومن دن میں غالباً روزہ سے تھا
چوں نماز شام آں حلوا رسید	بود مومن ماندہ در جوع شدید
جب نماز مغرب کے وقت وہ حلوا پہنچا	وہ مومن سخت بھوک کی حالت میں رہا ہوا تھا
آں دو کس گفتند ما از خور پریم	امشبش بنہیم و فردایش خوریم
ان دونوں شخصوں نے کہا ہم تو خورش سے پر ہیں	آج کی شب اس کو رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے
صبر گیریم از خور امشب تن ز نیم	بہر فردا لوت را پنہاں کنیم
آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں خاموش رہیں	کل کے واسطے طعام لذیذ کو چھپا کر رکھیں
گفت مومن امشب ایں خوردہ شود	صبر را بنہیم تا فردا بود
مومن نے کہا کہ آج کی شب تو یہ کھا لیا جاوے	مہر کو رکھ دیں تاکہ کل کا روزہ ہو جاوے
پس بدو گفتند زیں حکمت گری	قصد تو آنست تا تنہا خوری
پس وہ دونوں اس سے کہنے لگے کہ اس حکمت سے	تیرا قصد یہ ہے تاکہ تو تنہا کھا لے
گفت اے یاراں کہ نے ماسہ تنیم	چوں خلاف افتاد ما قسمت کنیم
اس نے کہا کہ اے رفیقو یہ بات نہیں ہم تین شخص ہیں	جب اختلاف واقع ہوا تو ہم تقسیم کر لیں
ہر کہ خواہد قسم خود بر جان زند	وانکہ خواہد قسم خود پنہاں کند
جس کا جی چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے	اور جس کا جی چاہے اپنا حصہ چھپا کر رکھ دے
آں دو گفتندش ز قسمت در گزر	گوش کن قسام فی النار از خبر
ان دونوں نے اس سے کہا کہ تقسیم سے درگزر	القسام فی النار کو حدیث سے سن



گفت قسام آں بود کو خویش را	کرد قسمت بر هوانے بر خدا
اس نے کہا کہ قسام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے کو	ہوا پر تقسیم کر دیا نہ کہ خدا پر
ملک حق و جملہ قسم اوستی	قسم دیگر را دہی دوگوستی
تو مملوک حق اور تمام تر اس ہی کا حصہ ہے	تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے دو کا قائل ہے
ایں اسد غالب شدے ہم برسگاں	گر نبودے نوبت آں بدرگاں
یہ شیر کتوں پر غالب بھی ہو جاتا	اگر ان بدطینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا
ایں اسد کہ نیست غالب شدے ہم بر بقور	نوبت گاواں بدو آں گاؤ زور
یہ شیر گایوں پر غالب بھی ہو جاتا	اگر اس گاؤ مکار کا دور دورہ نہ ہوتا
قصداں آں کاں مسلمان غم خورد	شب برو در بینوائی بگذرد
ان کا قصد یہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھاوے	شب اس پر بے سامانی میں گزرے
بود مغلوب او بتسلیم و رضا	گفت سمعاً طاعتاً اصحابنا
وہ مغلوب تھا تسلیم و رضا کے ساتھ	کہنے لگا کہ سن لیا اور مان لیا اے ہمارے ہمراہیو
پس بختند آں شب و برخاستند	بامداداں خویش را آراستند
پس اس شب کو سب سو گئے اور اٹھے	صبح کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کیا
روی شستند و دہان و ہر یکے	داشت اندر ورد راہ و مسلکے
باہر و اندر سے مونہ دکھویا اور ہر ایک	اوراد میں ایک طریق و مسلک رکھتا تھا
یک زمانے ہر یکے آورد روی	سوی ورد خویش از حق فضل جوی
ایک خاص وقت میں ہر شخص اپنے ورد کی طرف متوجہ ہوا	حق تعالیٰ سے فضل کا جویاں تھا
مؤمن و ترسا جہود و گبر و مغ	جملہ را و سوئے آں سلطان الغ
مومن اور ترسا اور یہودی اور گبر و مغ	سب کا رخ اس سلطان معظم کی طرف ہے
مومن و ترسا جہود و نیک و بد	جملگاں را ہست روسوی احد
مومن اور ترسا اور یہودی اور نیک و بد	سب کا رخ احد کی طرف ہے
بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را	ہست و اگشت نہانی با خدا
بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی	ایک رجوع نہانی خدا کے ساتھ ہے



جب یہ تینوں ہمراہی ایک منزل میں پہنچے (کہ وہ کوئی گاؤں تھا بدلیل اشعار عربیہ آئندہ) تو ان کے لئے ہدیہ کے طور پر حلوا لایا ایک صاحب اقبال (یعنی ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا ایک محسن مطبخ انی قریب سے) اشارہ ہے آیت و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب احیب دعوة الداع اذا دعان کی طرف یعنی چونکہ حق تعالیٰ علماً و لطفاً قریب ہیں اور دعا و حاجات عباد کے مجیب ہیں ان کی حاجت کے انجام کے لئے انہوں نے اس مہدی کے واسطے سے حلوا بھیجا اشارہ اس طرف ہے کہ وہ شخص برائے نام مہدی تھا اور معطی حقیقی حضرت حق ہیں کما فی الحدیث انما انا قاسم واللہ یعطی غرض) نان گرم اور صحنک حلوائے شہد کی لایا وہ شخص کہ ثواب میں اس کی امید تھی (قرآن مقالہ سے معلوم ہوتا ہے وہ مہدی مسلمان ہے ورنہ می بلرز و عرش از مدح شقی اس کو قبل اور محسن نہ فرماتے اسی طرح راجی ثواب نہ کہتے کہ یہ رجا مشروط بہ ایمان ہے اور بدوں اس کے وہ رجا نہیں غرور ہے۔ اس کو بدوں رد کے نقل نہ فرماتے اس اثبات اسلام سے ختم قصہ پر کام لیا جاوے گا اور وہاں بھی یہاں کا حوالہ دیا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ آگے دیہاتیوں کا مہمان نواز ہونا بیان فرماتے ہیں اور اس سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ منزل کوئی گاؤں تھا پس ارشاد ہے کہ اکثر) زیر کی اور تہذیب تو اہل شہر میں (ہوتی) ہے (اور) ضیافت اور مہمانداری (اکثر) اہل دیہات میں (ہوتی) ہے (ضیافت و قری میں عطف تفسیری ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) مسافر کی ضیافت اور مہمانی اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ میں ودیعت رکھی ہے ہر روز دیہات میں ایک نیا مہمان ہوتا ہے جس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا (اور ہر شب دیہات میں جدید دارین ہوتے ہیں جنکا اس جگہ سوا اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہوتا) آگے قصہ ہے کہ جس وقت حلوا پہنچا تو وہ دونوں (یہودی و ترسا جو خدا سے) بیگانے (تھے وہ) تو خورش سے (خوب پر ہونے کے سبب) تخمہ کے قریب تھے (اور) وہ مومن دن میں غالباً روزہ سے تھا جب نماز مغرب کے وقت وہ حلوا پہنچا وہ مومن سخت بھوک کی حالت میں رہا ہوا تھا ان دونوں شخصوں نے کہا ہم تو خورش سے پر ہیں (اس لئے) آج کی شب اس کو رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں (اور) خاموش رہیں کل کے واسطے (اس) طعام لذیذ کو چھپا کر رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں (اور) خاموش رہیں کل کے واسطے (اس) طعام لذیذ کو چھپا کر رکھ دیں مومن نے کہا کہ آج کی شب تو یہ کھا لیا جاوے (اور) صبر کو رکھ دیں تاکہ کل کے روز ہو جاوے (نہ یہ کہ آج کے لئے صبر تجویز کیا جاوے اور کل کے لئے کھانا) پس وہ دونوں اس سے کہنے لگے کہ اس حکمت سے تیرا قصد یہ ہے کہ تاکہ تو تنہا کھالے (کیونکہ بوجہ سیری کے ہم سے تو کچھ کھایا نہ جاوے گا تو ہی سارا کھا جاوے گا) اس (مومن) نے کہا کہ اے رفیقو یہ بات نہیں (جو تم سمجھے بلکہ) ہم تین شخص ہیں جب (ہماری رائے میں) اختلاف واقع ہوا تو ہم (سب اس کو باہم) تقسیم کر لیں (پھر بعد تقسیم) جس کا جی چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے (یعنی کھالے) اور جس کا جی چاہے اپنا حصہ چھپا کر رکھ دے (اور پھر کھالے ان دونوں اس سے کہا کہ تقسیم سے درگزر (یعنی اس کو تجویز مت کر اور) القسم فی النار کو حدیث سے سن (ترجمہ اس کا یہ ہے کہ تقسیم کنندہ جہنم میں ہے اگرچہ حدیث ہو جس کی مجھ کو تحقیق نہیں تو اس کے یہ معنی نہیں جو ان قائلین نے سمجھے حقوق مشترکہ میں باہم افراز و امتیاز کر دینا تو تمام ملل میں عبادت ہے بلکہ مراد اس سے وہ قسم ہے جو اپنی نفسانی غرض مثل رشوة وغیرہ کیلئے ایک شریک کے نفع کے لئے دوسرے کو ضرر پہنچاوے جیسے آج



کل اکثر امین تقسیم ہوتے ہیں مگر ان دونوں نے اپنے مطلب کے لئے حدیث میں تحریف کی آگے مومن نے اس کے صحیح معنی بیان کئے یعنی اس (مومن) نے کہا کہ قسام (جہنمی) وہ (قسام) ہوتا ہے جس نے اپنے کو ہوا (نفسانی) پر تقسیم کر دیا نہ کہ خدا پر (آگے بطور التفات کے ایسے قسام کو خطاب ہے کہ) تو مملوک حق اور تمام تر اس ہی کا حصہ ہے (پھر افسوس ہے کہ باوجود اس کے) تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے (اور) دو کا قائل ہے (اس طرح سے کہ دوسرے کی ایسی اطاعت کرتا ہے جیسی اس واحد حقیقی کی اطاعت کرنا چاہئے تھا یہ تفسیر قسام ناری کی لازم کے ساتھ کردی اصل تفسیر وہی ہے جو احقر نے بذیل شعر آں دو گفتندش کے بتلائی ہے جس میں قسام کا مفعول بہ اور متعلق شرکاء کے حقوق ہیں نہ کہ ذات قسام کی لیکن اس کا منشا کہ اس کے لئے لازم ہے یہی ہے کہ اس شخص نے اپنے کو بجائے خدا و حکم خدا کے سپرد کرنے کے ہمہ تن ہوائے نفسانی اور نفس کے کہ دیگر را کا مصداق بھی ہے حوالہ کر دیا پس بعض محشین کا یہ قول مومن اس حدیث را حسب لطن تفسیر کردہ است اھ تکلف غیر ضروری بلکہ عدول عن الصواب ہے غرض مومن نے جواب دے کر ان کو لا جواب تو کر دیا مگر رائے میں اس کو غالب نہیں ہوا کیونکہ یہ ایک تھا وہ دو تھے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ) یہ شیرکتوں پر (رائے میں) غالب بھی ہو جاتا اگر ان بد طینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا (اور) یہ شیرگایوں پر غالب بھی ہو جاتا اگر اس کا دُ مکار کا دور دورہ نہ ہوتا ان (دونوں) کا قصد یہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھاوے (اور) شب اس پر بے سامانی (اور گرسنگی) میں گزرے وہ (مومن) مغلوب تھا (اس لئے) تسلیم و رضا کے ساتھ کہنے لگا کہ سن لیا اور مان لیا اے ہمارے ہمراہیو (تسلیم و رضا سے مراد ان کی رائے ہونے کی حیثیت سے نہیں یہ حیثیت تو کربہ کی تھی بلکہ کائن من اللہ ہونے کی حیثیت سے پس من وجہ عدم رضا تھی اور من وجہ رضا اب شبہ آگے تمام حلوا کھا جانے کے منافات رضا کا نہ ہوگا) پس (اس گفتگو کے بعد) اس شب کو سب سو گئے (خواہ حقیقۃً خواہ صورۃً جیسا مومن کہ شاید اس کو نیند نہ آئی ہو یا کم آئی ہو گی) اور (پھر نیند پوری کر کے) اٹھے (اور) صبح کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کیا (یعنی) باہر اور اندر سے منہ دھویا اور ہر ایک (اپنے اپنے) اور اد میں ایک طریق اور مسلک رکھتا تھا (یعنی ہر شخص کا اس کے مذہب کے موافق کچھ خاص خاص وظیفہ اور معمول بھی تھا اسی کے موافق) ایک خاص وقت میں ہر شخص اپنے ورد کی طرف متوجہ ہوا (اس حالت میں کہ) حق تعالیٰ سے فضل کا جو یاں (تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) مومن اور ترسا اور یہودی اور گبر اور منع (اس میں عطف تفسیری ہے) سب کا رخ (اپنے اپنے قصد کے موافق) اُس سلطان معظم کی طرف سے (خواہ وہ قصد طریق صحیح کے موافق ہو جیسا اہل حق کا قصد ہے یا نہ ہو جیسا اہل باطل کا قصد ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) مومن اور ترسا اور یہودی اور نیک اور بد سب کا رخ احد کی طرف (آگے ترقی ہے یعنی) بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی ایک رجوع (وتوجہ) نہانی اور نیک اور بد سب کا رخ احد کی طرف ہے (آگے ترقی ہے یعنی) بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی ایک رجوع (وتوجہ) نہانی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے (رجوع وتوجہ نصوص سے ظاہر ہے فقال لها وللارض ائتیا طوعاً او كرهاً قالتا اتینا طائعين وقال الم تر ان الله يسجد له من في السموات ومن في الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وغير ذلك اور نہانی ہونا اس لئے کہ عامہ کو محسوس نہیں قال تعالیٰ ولكن لا تفقهون تسبیحہم آگے تہ ہے قصہ کا)۔



ایس سخن پایاں ندارد ہر سہ یار	رو بہم کردند آں دم یار وار
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا تینوں رفیقوں نے	ایک دوسرے کی طرف منہ کیا اس وقت رفقاء کی طرح
آں یکے گفتا کہ ہر یک خواب خویش	آنچہ دید او دوش گو آور بہ پیش
اس ایک نے کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب	جو کچھ اس نے شب گذشتہ میں دیکھا ہو اس سے کہو کہ پیش کر
ہر کہ خوابش بہتر ایں را او خورد	قسم ہر مفضل را فاضل برد
جس کا خواب اچھا ہو اس کو وہ کھا دے	ہر کہتر کے حصہ کو بہتر لے جا دے
آنکہ اندر عقل بالاتر رود	خوردن او خوردن جملہ بود
جو شخص عقل میں فائق تر ہو	اس کا کھانا سب کا کھانا ہو گا
فائق آید جان پر انوار او	باقیاں را بس بود تیمار او
اس کی روح پر انوار فائق ہو گی	باقیوں کے لئے اس شخص کی خدمت ہی کافی ہے
عاقلاں را چوں بقا آمد ابد	پس بمعنی ایں جہاں باقی بود
چونکہ عقلاء کو ابد تک بقاء حاصل ہے	پس معنی یہ عالم باقی ہو گا
پس جہود آورد آنچہ دیدہ بود	تا کجا شب روح او گردیدہ بود
یہودی لایا اس نے جو کچھ دیکھا تھا	کہ کہاں کہاں شب کو اس کی روح پھری تھی
گفت در رہ موسیٰ آمد بہ پیش	گر بہ بیند دنبہ اندر خواب خویش
کہنے لگا کہ راستہ میں موسیٰ میرے سامنے آئے	بلکہ اپنے خواب میں دنبہ ہی کو دیکھتی ہے
درپے موسیٰ شدم تا کوہ طور	ہر سہ ماں کشتیم ناپید از نور
میں موسیٰ کے پیچھے پیچھے کوہ طور تک گیا	ہم تینوں نور سے مستور و غائب ہو گئے
ہر سہ سایہ محوشد زان آفتاب	بعد از اں زان نور شد یک فتاب
تینوں سایہ اس آفتاب سے محو ہو گئے	بعد ازاں اس نور سے ایک فتح باب ہوا
نور دیگر از دل آں نور رست	پس ترقی جست آں ثانیست چست
ایک دوسرا نور اس نور کے وسط سے پیدا ہوا	پھر اسکے ثانی نے بہت جلد ترقی حاصل کی
ہم من وہم موسیٰ وہم کوہ طور	ہر سہ گم کشتیم زان اشراق نور
میں بھی اور موسیٰ بھی اور کوہ طور بھی	ہم تینوں گم ہو گئے اس تابش نور سے



بعد ازاں دیدم کہ کہ سہ شاخ شد	چونکہ نور حق در و نفاخ شد
بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کوہ تین ٹکڑے ہو گیا	جبکہ نور حق اس میں دم ڈالنے والا ہوا
وصف ہیبت چوں تجلی زد برو	می گست از ہم ہی شد سو بسو
صفت ہیبت نے جب اس پر تجلی فرمائی	تو وہ ایک دوسرے منقطع ہو کر ایک ایک طرف جا رہا
زاں یکے شاخے کہ آمد سوی یم	گشت شیریں آب تلخ ہمچو سم
اس میں سے ایک شعبہ تو وہ تھا جو دریا کی طرف آیا	آب تلخ جو مشابہ زہر کے ہے شیریں ہو گیا
آں یکے شاخش فروشد در زمیں	چشمہ زاد و بروں آمد معین
ایک شعبہ اس کا زمین کے اندر اتر گیا	ایک چشمہ پیدا ہوا اور جاری ہو کر باہر نکلا
کہ شفاۓ جملہ رنجوراں شد آب	از ہمایونی وحی مستطاب
کہ پانی تمام مریضوں کے لئے شفا ہو گیا	بسب برکت وحی مستطاب کے
واں یکے شاخے دگر پرید زود	تاجوار کعبہ کہ عرفات بود
اور وہ ایک اور شعبہ جلدی سے	قریب کعبہ تک اڑا کوہ عرفات ہو گیا
باز زاں صعقہ چو با خود آدم	طور بر جا بود نے افزوں نہ کم
پھر اس بے ہوشی سے جب میں خودی میں آیا تو	طور جگہ پر تھانہ زیادہ اور نہ کم
لیک زیرپائی موسیٰ ہمچو تیخ	می گدازید و نماندش شاخ و شیخ
لیکن موسیٰ کے زیر قدم وہ تیخ کی طرح پھل رہا تھا	اور اس میں شاخ اور سخت نہ رہا
باز میں ہموار شد کہ از نہیب	گشت بالالیش ازاں ہیبت نشیب
پہاڑ ہیبت سے زمین کی برابر ہو گیا	اس کا ارتفاع اس ہیبت سے نشیب ہو گیا
باز با خود آدم زاں انتشار	باز دیدم طور و موسیٰ برقرار
پھر اس انتشار سے میں خودی میں آیا	پھر طور اور موسیٰ کو برقرار دیکھا
واں بیاباں سر بسر در ذیل کوہ	پر خلاق شکل موسیٰ باشکوہ
اور وہ صحرا سر بسر دامن کوہ میں	ایسی مخلوق سے پر ہے جو موسیٰ کی ہمشکل باشکوہ ہیں
چوں عصا و خرقة او خرقة شاں	جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں
ان ہی کے عصا اور خرقة جیسا ان کا خرقة ہے	سب کے سب طور کی طرف خوش بخوش دامن کشاں ہیں



جملہ کفہا در دعا افراختہ	نغمہ ارنی بہم در ساختہ
سب نے ہاتھوں کو دعا میں بلند کر رکھا ہے	ترانہ ارنی مل کر آراستہ کر رکھا ہے
باز آں غشیاں چوازمں رفت زود	صورت ہر یک دگر گوئم نمود
پھر جب وہ بیہوش بھلی مجھ سے جلدی جاتی رہی	تو ہر ایک کی صورت مجھ کو اور اور طرح کی دکھائی دی
انبیا بودند ایشاں اہل ود	اتحاد انبیا ام فہم شد
وہ انبیاء تھے جو اہل سودت ہیں	مجھ کو انبیاء کا اتحاد مفہوم ہوا
باز املا کے ہمی دیدم شگرف	صورت ایشاں بد از اجرام برف
پھر میں ملائکہ کو دیکھنے لگا عجیب عجیب	جن کی صورت اجرام برف سے تھی
حلقہ دیگر ملائک مستعین	صورت ایشاں ہمہ بد آتشیں
ایک دوسری جماعت ملائکہ کی استعانت چاہ رہے تھے	ان کی صورت تمام تر آتش کی تھی
زیں نسق می گفت آں شخص جہود	بس جہودے کا خرش محمود بود
اس طرح سے وہ یہودی کہہ رہا تھا	بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے
ہیچ کافر را بخواری منگرید	کہ مسلمان مردنش باشد امید
کسی کافر کو حقارت سے مت دیکھو	کیونکہ اس کے مسلمان ہو کر مرنے کا احتمال ہوتا ہے
چہ خبر داری ز ختم عمر او	تا بگردانی ازو یکبارہ رو
تو اس کے خاتمہ عمر کی کیا خبر رکھتا ہے	تاکہ تو اس سے ایک بارگی اعراض کرتا ہے
بعد ازاں ترسا درآمد در کلام	کہ مسیح رونمود اندر منام
اس کے بعد تمام ترسا کلام میں آیا	کہ مجھ کو مسیح نے خواب میں دیدار دکھلایا
من شدم با او بچارم آسماں	مرکز و مشواے خورشید جہاں
میں ان کے ساتھ آسمان چہارم پر پہنچا	جو مرکز و مقام ہے آفتاب عالم کا
خود عجب ہائے قلاع آسماں	نستش نبود بایات جہاں
خود قلعہائے آسمان کے عجائب کو	کوئی نسبت نہیں عجائب عالم کے ساتھ
ہر کسے دانند اے فخر البنین	کہ فزوں باشندفن چرخ از زمیں
تمام اشخاص جانتے ہیں اے فخر فرزنداں	کہ افضل ہوتا ہے حال آسمان کا زمین سے



یہ مضمون (کہ سب مطیع حق ہیں طوعاً و کرہاً) انتہا نہیں رکھتا (کیونکہ افراد مطیعین ہیں اور وہ خود غیر محصور عادتاً ہیں تو جدا جدا سب کی اطاعت کا مضمون بھی عادتاً غیر محدود ہے اس لئے اس کو ترک کر کے قصہ بیان کر وہ یہ کہ) تینوں رفیقوں نے (اپنے اور اسے فارغ ہو کر) ایک دوسرے کی طرف منہ کیا اس وقت رفقاء کی طرف (یعنی سب آمنے سامنے ہو کر مل کر باتیں کرنے بیٹھے) اس ایک نے کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب جو کچھ اس نے شب گذشتہ میں دیکھا ہو اس سے کہو کہ پیش کر (تا کہ) جس کا خواب (سب سے) اچھا ہو اس (حلوے) کو وہ (تنہا) کھاوے (اور) ہر کہتر کے حصہ کو مہتر لے جاوے (وہ اس کی ترجیح کی یہ ہے کہ اچھا خواب غالباً علامت ہے اس کی عقل کی افزونی کی پس) جو شخص عقل میں فائق تر ہو اس کا کھانا (گویا) سب کا کھانا ہوگا (کیونکہ وہ بوجہ کمال کے اکیلا قائم مقام سب کے ہے کما قیل و لیس علی اللہ مستکر ان بجمع العالم فی واحد نیز عقل کی افزونی دلیل ہے اس کی روح کے فائق ہونے کی پس) اس (اچھا خواب دیکھنے والے) کی روح پر انوار (بھی) فائق ہوگی (ان وجوہ سے اس کو ترجیح ہونا چاہئے اور) باقیوں کے لئے اس شخص کی خدمت ہی کافی ہے (کیونکہ ایسے اچھے شخص کی خدمت کرنا یہ بھی باطنی حصہ ہے تیار غمخواری و خدمت کردن کذا فی الغیث اور اچھا خواب بعادتاً غالبہ عقل اور روح کے فائق ہونے کی علامت اس لئے ہے کہ سچے خواب میں اتصال ہوتا ہے ملاء اعلیٰ کے ساتھ اور عقل اور روح میں جس قدر استعداد کامل ہوگی اس کو اتصال و ادراک زیادہ ہوگا اور مصرعہ بالا خوردن او خوردن جملہ بود سے صاحب عقل کا بجائے سب کے ہونا جو مفہوم ہوتا ہے آگے اس پر ایک تفریع بطور جملہ معترضہ کے ہے یعنی) چونکہ (عقلاء قائم مقام سب کے ہوتے ہیں اور) عقلاء کو ابد تک بقاء حاصل ہے (چنانچہ نصوص قطعیہ میں اہل ایمان کا خلود مع النعیم مصرح ہے اور عاقل حقیقی وہی ہے جو صالح کی بہیمہ وجوہ تصدیق کرے) پس معنی یہ عالم باقی ہوگا (کیونکہ وہ عقلاء اس عالم کے اجزاء میں سے قائم مقام کل اجزاء کے ہیں پس ان کے بقاء کو اس عالم کے کل اجزاء کا بقا کہا جاوے گا اور کل اجزاء کا مجموعہ یہ عالم ہے پس کل اجزاء کے بقاء سے اس عالم کے بقاء کا حکم صحیح ہوگا پس ظاہر یہ عالم فانی ہے اور باطناً تو جہ مذکور سے یہ عالم باقی ہے پس دونوں حکم یعنی خوردن عاقل خوردن جملہ بود اور بقاء عاقل بقاء جملہ بود متناظر اور جزئی ہیں کلیہ قیام العاقل مقام الکلی کی اور مقصود اس تفریع سے مدح ہے عاقل حقیقی کی اور اس فیصلہ میں مومن کا اتفاق معلوم نہیں بلکہ غالباً یہ تدبیر نکالی گئی ہے اس کے محروم کرنے کی یا تو اس لئے کہ اس تجویز کنندہ نے اسی طرح دوسرے نے بھی کوئی عجیب خواب دیکھا ہو جیسا آگے یہودی و ترسا کا خواب آتا ہے اور انہوں نے ان خوابوں کو اتنا عجیب سمجھا ہو کہ یہ گمان نہ ہوا ہو کہ مسلمان نے ایسا خواب دیکھا ہوگا اس لئے دونوں متفق ہو گئے ہوں اور یا خواب وغیرہ کچھ نہ دیکھا ہو ارادہ یہ ہو کہ عجیب سے عجیب خواب گھر کر مستحق ہو جاویں گے اور مومن کو قرآن سے سمجھا ہوگا کہ یہ سلیم ہے یا تو گھر نہ سکے گا یا گھر سے گاہیں پس محروم رہے گا اور خواب دیکھنے کی تقدیر پر بھی دو احتمال ہیں یا تو خیال کا تصرف ہو اور یا قابل تعبیر ہو اس بناء پر کہ آئندہ وہ مومن ہونے والا ہو اور ان ہی دونوں احتمالوں پر مولانا کے آئندہ دو مقولے منطبق ہوتے ہیں احتمال اول پر تو مصرعہ قریبہ گربہ بیند الخ اور احتمال ثانی پر مصرعہ قریب ختم اشعار مقام بس جہودے کا خرش محمود بود مع ما بعد خود جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی رائے میں بھی کوئی احتمال متعین نہیں ہے ہر احتمال پر ایک ایک کلام فرما دیا غرض اس فیصلہ کے بعد (یہودی (معرض بیان میں) لایا اس نے جو کچھ دیکھا تھا کہ کہاں کہاں شب کو اس کی روح پھری تھی کہنے لگا کہ راستہ میں موسیٰ علیہ السلام میرے سامنے آئے (مولانا فرماتے ہیں کہ) بلی اپنے خواب میں دنبہ ہی (کے گوشت) کو دیکھتی ہے (آگے تہہ ہے

خواب کا کہ) میں موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے کوہ طور تک گیا (اور) ہم تینوں نور (حق) سے مستور و غائب ہو گئے (یعنی موسیٰ علیہ السلام بھی اور طور بھی اور میں بھی یعنی ہم) تینوں (کہ اس نور کے سامنے مثل) سایہ (کے تھے) اس آفتاب (نور حق) سے محو ہو گئے بعد ازاں اس نور سے ایک فتح باب ہوا (یعنی ایک اور فیض کا دروازہ کھلا اور وہ یہ تھا کہ) ایک دوسرا نور اس (پہلے) نور کے وسط سے پیدا ہوا پھر اس (نور اول) کے ثانی نے بہت جلد ترقی حاصل کی (یعنی اس نور ثانی میں وسعت و تزائد ہوا اس قدر کہ) میں بھی اور موسیٰ علیہ السلام بھی اور کوہ طور بھی ہم تینوں گم ہو گئے اس نابش نور سے (نور اول میں لفظ غائب تھا اور نور ثانی میں لفظ گم ہے جو استعمال میں غائب سے ابلغ ہے کیونکہ گم ہونے کو تو غائب ہونا لازم ہے اور غائب ہونے کو گم ہونا لازم نہیں جیسے کسی چیز کا نشان معلوم ہو مگر آنکھوں کے رو برو نہ ہو تو اس بناء پر یہ نور ثانی اتنی ترقی جست بھی ظاہر اسی پر دل ہے) بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کوہ (طور) تین ٹکڑے ہو گیا جبکہ نور حق اس میں دم ڈالنے والا ہوا (یعنی حق تعالیٰ کی) صفت ہیبت نے جب اس پر تجلی فرمائی تو وہ ایک دوسرے سے منقطع (وجدا) ہو کر ایک ایک طرف جا رہا (پس) اس میں سے ایک شعبہ تو وہ تھا جو دریا (ئے شور) کی طرف آیا (اور اس کی برکت سے) آب تلخ جو مشابہ زہر کے ہے شیریں ہو گیا (اور اگر اس کو خواب بھی مانا جاوے تو اس کی کوئی تعبیر مناسب ہوگی بالفعل دریا کے شور ہونے سے شبہ نہ کیا جاوے اور) ایک شعبہ اس کا زمین کے اندر اتر گیا (جس کی برکت سے) ایک چشمہ پیدا ہوا اور جاری ہو کر باہر نکلا کہ (وہ) پانی تمام مریضوں کے لئے شفا ہو گیا بسبب برکت وحی مستطاب کے (یعنی کوہ طور کہ محل وحی ہے اس وحی کی برکت اس کے اس شعبہ میں بھی تھی اس سے یہ اثر اس چشمہ میں پیدا ہوا) اور وہ ایک اور (یعنی تیسرا) شعبہ جلدی سے قریب کعبہ تک اڑا (اور) کوہ عرفات ہو گیا (کہ قریب ہے کعبہ سے گوا قرب نہیں) پھر اس بیہوشی سے (جس کو اوپر گم کشتیم سے تعبیر کیا تھا جس کے مدلول کا ایک جزو حواس گم شدن بھی ہے) جب میں خودی میں آیا تو (دیکھا کہ) طور (اپنی) جگہ پر تھا نہ زیادہ اور نہ کم (یعنی اصلی حالت پر تھا پارہ پارہ نہ تھا جس سے کمی ہو جاتی) لیکن (نور اس میں ایک اور تغیر شروع ہوا وہ یہ کہ) موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم وہ بخ کی طرح پکھل رہا تھا اور اس میں شاخ (یعنی جزو مرتفع) اور سخت (یعنی جزو صلب) نہ رہا (یعنی وہ) پہاڑ ہیبت سے زمین کی برابر ہو گیا (اور) اس کا ارتقاع اس ہیبت (تجلی) سے نشیب ہو گیا پھر اس انتشار (حواس) سے میں خودی میں آیا (تو) پھر طور اور موسیٰ علیہ السلام کو (بحالت اصلیہ) برقرار دیکھا اور (ایک بات پھر عجیب دیکھی کہ) وہ صحرا سر بسر دامن کوہ میں ایسی مخلوق سے پر ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل (اور) باشکوه ہیں (یعنی) ان ہی کے عصا اور خرقة جیسا ان کا (عصا اور) خرقة ہے (اور) سب کے سب طور کی طرف خوش بخوش دامن کشاں (جار ہے) ہیں (اور) سب نے ہاتھوں کو دعا میں بلند کر رکھا ہے (اور) ترانہ ارنی مل کر آراستہ کر رکھا ہے پھر جب وہ بیہوشی بھی مجھ سے جلدی جاتی رہی تو ہر ایک کی صورت مجھ کو اور اور طرح کی دکھائی دی (یعنی مختلف جیسی واقع میں ہے) وہ انبیاء علیہم السلام تھے جو اہل مودت (حق) ہیں (ان کی تشابہ اشکال سے) مجھ کو انبیاء کا اتحاد مفہوم ہوا پھر میں ملائکہ کو دیکھنے لگا عجیب عجیب جن کی صورت اجرام برف سے تھی ایک دوسری جماعت ملائکہ کی (حق تعالیٰ سے) استعانت چاہ رہے تھے ان کی صورت تمام تر آتش کی تھی اس طرح سے وہ یہودی کہہ رہا تھا (اور اگر یہ واقعی خواب بھی ہو تو تعجب مت کر کیونکہ) بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے (تو ایسا شخص بوجہ مومن فی علم اللہ ہونے کے ایسا مبارک خواب دیکھ سکتا ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ کسی کافر کو حقارت (کی نظر) سے مت دیکھو کیونکہ اس کے مسلمان ہو کر مرنے کا احتمال ہوتا ہے تو اس کے خاتمہ عمر کی کیا خبر رکھتا ہے) کہ



کس حالت پر ہوگا) تاکہ تو اس سے یکبارگی (اور بالکل بے براہ تحقیر) اعراض کرتا ہے (مراد تحقیر سے وہ اہانت نہیں جو کافر کے لئے) (مامور بہ اور شعبہ ہے بغض فی اللہ کا جس کا منشاء حق تعالیٰ کی محبت ہے بلکہ مراد اس سے وہ تحقیر ہے جس کا منشاء اپنے ایمان پر عجب اور کبر نفس ہے) اس کے بعد ترسا کلام میں آیا کہ مجھ کو سچ علیہ السلام نے خواب میں دیدار دکھلایا (اور) میں ان کے ساتھ آسمان چہارم پر پہنچا جو مرکز اور مقام ہے آفتاب عالم کا (اور ظاہر بات ہے کہ) خود قلعہ ہائے آسمان کے عجائب کو کوئی نسبت نہیں عجائب عالم (سفلی) کے ساتھ (بلکہ) تمام اشخاص جانتے ہیں اے (فرزند) فخر فرزند ان کہ افضل ہوتا ہے حال آسمان کا زمین (کے) حال سے (فن بمعنی حال از غیاث مطلب ان اخیر کے دو شعر کا یہ ہے کہ مجھ کو تطویل کلام کی یہودی کی طرح حاجت نہیں سماء و ما فیہا کا عجب والطف ہونا ظاہر ہے پس میرا خواب یقیناً احسن ہوا اس کے خواب سے اس لئے حلوے کا استحقاق مجھ کو ہے اور اس مضمون کا تمہ یہاں سے تین سرفنی کے بعد تحت عنوان رجوع بتقریر برتر ساتین شعر میں اور آوے گا جملگان دانند الخ اور در میان میں اس مضمون یعنی آیات سماء کے اعظم من آیات الارض ہونے کی تائید میں ایک حکایت شتر اور گاؤں اور گوسفند کی آگئی جس کی ان اشعار اخیرہ میں وجہ تائید مصرح ہے کہ مرا خود حاجت الخ خود ہمہ کس الخ دانند اس را الخ پس بعض محشین کی تقریر جبر ربط میں کہ جہود ترسا بسبب گلہ زنی از خوردن حلوا محروم ماندند و مومن گلہ زنی بگذاشت و آں حلوارا بنجورد چنانکہ قح و گاؤں بسبب گلہ زنی از خوردن بند گیاه بے نصیب شد و شتر آں را بخورداد علاوہ بعید و خلاف مقام ہونے کے قبل از وقت ہے کیونکہ هنوز حلوا خوردن مومن کا ذکر بھی نہیں آیا بلکہ تقریر ترسا بھی پوری نہیں ہوئی۔

فائدہ: عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان چہارم پر ہونا بناء علی المشہور العالم فرما دیا ورنہ حدیثوں میں آپ کا آسمان دوم پر ہوتا مذکور ہے علی ہذا خورشید کا فلک چہارم پر ہونا بناء علی تخمین الریاضیین ہے ورنہ اس پر دلیل نہ ہونے کا اعتراف ان کو بھی ہے۔

حکایت شتر گاؤں قح کہ در راہ بند ہو گیاه یافتند ہر یکے

می گفت کہ من می خورم گفتند ہر کہ از ما پیر تر او بہ برد

اونٹ اور بیل اور دنبہ کا قصہ جنہوں نے راستے میں گھاس کا مٹھا پایا (اور) ہر ایک کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا انہوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا۔

اشتر و گاؤں قح در پیش راہ	یافتند اندر روش بند گیاه
ایک اونٹ اور ایک بیل اور ایک دنبہ نے راستہ کے سامنے	چلنے کی حالت میں ایک گھاس کا پلہ پایا
گفت قح بخش ار کنیم ایس را یقین	ہیچ کس از مانگرد دسیر ازیں
دنبہ نے کہا کہ اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو بھینا	ہم میں سے ایک بھی اس سے سیر نہ ہو گا
لیک عمر ہر کہ باشد بیشتر	ایس علف او راست اولی گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو	یہ گھاس اس کے لئے اولی ہے کہو کہ کھا لے

کہ اکابر را مقدم داشتن	آمدست از مصطفیٰ اندر سنن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا	وارد ہے مصطفیٰ سے حدیثوں میں
گرچہ پیراں را دریں دور لنام	درد و موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑی بوڑھیوں کو لیموں کے اس زمانہ میں	دو موقعہ میں عام لوگ آگے رکھتے ہیں
یادراں لوتے کہ او سوزاں بود	یا براں پل کز خلل ویراں بود
یا تو اس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو	یا اس پل پر جو کہ خلل سے ویران ہو
خدمت شیخے بزرگے قاندے	عام نارد بے قرینہ فاسدے
خدمت کسی شیخ بزرگ پیشوا کی	عام لوگ بدوں شمول کسی غرض فاسد کے نہیں کرتے
خیرشاں اینست چہ بود شرشاں	فتح شاں را بازداں از قرشاں
ان کی خیر تو یہ ہے ان کا شر کیسا ہو گا	تو ان کی فتح کو ان کی خوبی سے پہچان لے

ایک اونٹ اور ایک بیل اور ایک دنبہ نے راستہ کے سامنے چلنے کی حالت میں ایک گھاس کا پولہ پایا دنبہ نے کہا کہ اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو یقیناً ہم میں سے ایک بھی اس سے سیر نہ ہوگا لیکن (یوں کرو کہ) جس کی عمر سب سے زیادہ ہو یہ گھاس اس کے لئے اولیٰ ہے (اس سے) کہو کہ کھالے کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا وارد ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں میں (جیسا حدیث میں ہے کبر الکبر) اگرچہ بڑے بوڑھوں کو لیموں کے اس زمانہ میں دو موقع میں عام لوگ آگے رکھتے ہیں یا تو اس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو (کہتے ہیں کہ آپ شروع کیجئے تاکہ کھانے کے قابل وہ کریں اور اس وقت خود کھاویں اور) یا اس پل پر جو کہ خلل سے ویران ہو (کہتے ہیں آگے چلئے تاکہ جو کچھ ضرر ہو اس کو ہو یہ تو سن کے اکابر سے خود غرض لوگ معاملہ کرتے ہیں اسی طرح رتبہ کے اکابر سے اہل غرض لوگ برتاؤ کرتے ہیں کہ ان کی خدمت و تعظیم دنیوی اغراض کے لئے کرتے ہیں چنانچہ (خدمت کسی شیخ بزرگ پیشوا کی عام لوگ بدوں شمول کسی غرض فاسد کے نہیں کرتے) (آگے اس سے استنباط کرتے ہیں) ان (دنیا پرستوں) کی خیر تو (کہ خدمت اس کی ایک فرد ہے) یہ ہے ان کا شر کیسا ہوگا تو ان کی فتح کو ان کی (اس) خوبی سے پہچان لے (یعنی اس خوبی ظاہری سے کہ وہ بھی شر ہے ان کے شر حقیقی کا اندازہ کر لے قیاس کن زگلستان من بہار مرا) آگے اس پر ایک حکایت ہے ایسوں کی خیر جب مضرب ہے تو شر کیسا ہوگا۔

حکایت در بیان حال خود پرستاں و شرایشاں در لباس خیرات

خود پرستوں کی اور بھلائی کے پردے میں ان کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سوی جامع می شد آں یک شہریار	خلق رامی زد نقیب و چو بدار
جامع مسجد کو ایک بادشاہ جا رہا تھا	خلق کو نقیب اور چو بدار مارتا جاتا تھا



آں یکے راسر شکستے چوب زن	واں دگر رابر دریدے پیر ہمن
چوب زن ایک کا سر توڑتا تھا	اور دوسرے کا کرتہ پھاڑتا تھا
درمیانہ بیدلے وہ چوب خورد	بے گنا ہے کہ برو از راہ گرد
درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس لکڑیاں کھائیں	بدوں خطا کے کہ چل راستہ سے ہٹ
خون چکاں رو کرد باشاہ و بگفت	ظلم ظاہر میں چہ پرسی از نہفت
خون ٹپکتے ہوئے بادشاہ کی طرف منہ کیا اور کہا	ظلم ظاہر دیکھ باطن سے تو کیا پوچھتا ہے
خیر تو اینست جامع میروی	تاچہ باشد شر و ضرت اے غوی
تیری خیر تو یہ ہے تو جامع مسجد جا رہا ہے	سو تیرا شر اور ضرر تو کیا کچھ ہو گا اے گمراہ
یک سلائے نشود پیر از حسے	تانہ پیچد عاقبت از وے بسے
ایک سلام بھی کوئی شیخ کسی خیس سے ایسا نہیں سنتا	جس کے بعد انجام کار اس کے سبب بہت پیچ دتاب نہ کھاتا ہو
گرگ دریا بد ولی را بہ بود	زانکہ دریا بد مراو را نفس بد
کسی ولی کو گرگ مل جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے	کہ اس کو کوئی نفس بد مل جاوے
زانکہ گرگ ارچہ کہ بس استم گریست	لیکش آں فرہنگ و کید و مکر نیست
کیونکہ گرگ اگرچہ بہت ظالم ہے	لیکن اس میں یہ تدبیر اور کید و مکر نہیں ہے
ورنہ کے اندر فتادے او بدام	مکر اندر آدمی باشد تمام
ورنہ وہ جال میں کب واقع ہو جاتا ہے	مگر آدمی ہی میں پورا پورا ہوتا ہے
مکر زان اوست کو دارد درم	بشنود آواز و گوید ننگرم
مگر اس شخص کا حصہ ہے جو روپیہ رکھتا ہے	آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں بہرا ہوں

جامع مسجد کو ایک بادشاہ جارہا تھا خلق کو نقیب اور چو بدار مارتا جاتا تھا چوب زن ایک کا سر توڑتا تھا اور دوسرے کا کرتہ پھاڑتا تھا (اس) درمیان میں ایک آزاد (بزرگ) شخص نے دس لکڑیاں کھائیں بدوں خطا کے (اور چو بدار نے مار کر کہا) کہ چل راستہ سے ہٹ (بے سرو دل بے پروا کذا فی الغیث و در حاشیہ است مراد صاحب کمال پس از مجموع آزاد بزرگ ترجمہ کردم) خون ٹپکتے ہوئے بادشاہ کی طرف منہ کیا اور کہا (یہ تو) ظلم ظاہر دیکھ (کہ خون ٹپکنے سے نظر آ رہا ہے اور ظلم) باطن سے تو کیا پوچھتا ہے (ظلم باطن سے مراد یا تو دل دکھنا ہے اور یا وہ ظلم جس کو بادشاہ سے بھی پوشیدہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ کہا کہ) تیری خیر تو یہ ہے (آگے اس کی تفسیر ہے یعنی) تو جامع مسجد جارہا ہے سو تیرا

شر اور ضرر تو کیا کچھ ہوگا اے گمراہ (یہ شرح ہوگئی شعر سابق علی العنوان کی خیر شاں نیست الخ پھر رجوع ہے اس سے قبل کے شعر کی طرف خدمت شیخ الخ جس سے مضمون خیر شاں نیست الخ کو مستبط فرمایا تھا یعنی ان اہل غرض کی غرض پرستی سے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ) ایک سلام بھی کوئی شیخ کسی خمیس (دنی الطبع غرض پرست) سے ایسا نہیں سنتا جس کے بعد انجام کار اس کے سبب بہت پیچ و تاب نہ کھاتا ہو (یعنی سلام بھی چونکہ غرض سے ہوتا ہے اول بگمان خلوص اس کے ساتھ خصوصیت کا معاملہ کرتا ہے پھر یہ شخص خود شیخ سے یا بذریعہ اظہار تعلق مع الشیخ کے اس کے دوسرے متعینین سے دنیا کی کارروائیاں کرتا ہے جب اخیر میں معلوم ہوتا ہے تو شیخ کو سخت کلفت ہوتی ہے چنانچہ وہ شب روزان واقعات کا جا بجا مشاہدہ ہوتا ہے آگے ان خود غرض نفس پرستوں کا گرگ سے زیادہ ضرر رساں ہونا بیان فرماتے ہیں کہ اگر کسی ولی (بزرگ) کو گرگ مل جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کو کوئی نفس بد (والا) مل جاوے کیونکہ گرگ اگرچہ بہت ظالم ہے لیکن اس میں یہ تدبیر اور کید اور مکر نہیں ہے ورنہ وہ جال میں کب واقع ہو جاتا (یہ) مکر (و فریب) آدمی ہی میں پورا پورا ہوتا ہے (چنانچہ اس کے بعض مکر کا مثال کے طور پر آگے بیان ہے یعنی) مکر اس شخص کا حصہ ہے جو روپیہ رکھتا ہے (اور حاجت مند کی) آواز (بھی) سنتا ہے اور (پھر) کہتا ہے میں بہرا ہوں (تاکہ دینا نہ پڑے پس اس مکر سے گرگ خالی ہے اور نفس پرست خود غرض اس سے مالی ہے پس اس کا ضرر گرگ سے دو وجہ سے زیادہ ہے ایک یہ کہ گرگ کا ضرر آتی ہے اور اس شخص سے ہر وقت کلفت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ گرگ کا ضرر جانی ہے اور اس سے بعض اوقات خود شیخ کو بھی دینی ضرر پہنچتا ہے کہ اپنی غرض فاسد کے لئے مثلاً کسی کی چغلی کھادی اس پر سختی کرادی جس سے ارتکاب ظلم کا گناہ شیخ کو ہوا اور بعض اوقات یہ شخص شیخ کو خلاق کی گمراہی اور ضرر دینی کا آلہ بناتا ہے کہ اپنی غرض کے لئے شیخ کی طرف بعض اقوال و افعال غیر واقعیہ کو منسوب کرتا ہے جس سے لوگوں کو اس سے سوء ظن ہوتا ہے اور سوء ظن کا ان کو گناہ ہوتا ہے اور بعض اوقات دوسرے بزرگوں سے بھی قیاساً علی ہذا الشیخ سوء ظن ہو کر سب کا اتباع چھوڑ کر اپنی رائے کے متبع بن کر گمراہ ہو جاتے ہیں)۔

### بازگشتن بحکایت شتر و گاؤ و وچ و ہر یکے از تاریخ عمر خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قح با گاؤ و اشتر کاے رفاق	چوں چنین افتاد مارا اتفاق
دنبہ نے بیل اور شتر سے کہا کہ اے رفیقو	جب ہم کو ایسا اتفاق واقع ہوا ہے
ہر یکے تاریخ عمر املا کنید	پیر تر اولیٰ ست باقی تن زنید
تو ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرو	جو زیادہ سن ہو وہ حق ہے باقی خاموش رہو
گفت قح مرج من اندر آں عہود	بانج قربان اسماعیل بود
دنبہ نے کہا کہ میری چراگاہ ان زمانوں میں	دنبہ قربانی اسماعیل کے ساتھ تھی



گاؤ گفتا بودہ ام من سالخورد	جفت آں گادم کش آدم زرع کرد
بیل نے کہا میں ہوں کہنہ سال	میں اس بیل کی جوڑی ہوں جس سے آدم نے زراعت کی تھی
جفت آں گادم کش آدم جد خلق	در زراعت بر زمیں میگرد فلق
میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ اس سے آدم جد خلق	زراعت میں زمین کے اندر شگاف کرتے تھے
چوں شنید از گاؤ و قحی اشتر شگفت	سرفرود آورد و آں را برگرفت
جب بیل اور دنبہ نے شتر نے یہ عجیب بات سنی	تو سرفرود بچا کیا اور اس کو لے لیا
در ہوا برداشت آں بند قصیل	اشتر بخشی سبک بے قال و قیل
ہوا میں اس خویہ کے دستہ کو اٹھا لیا	شتر بخشی نے سہولت کے ساتھ بدوں قال و قیل
کہ مرا خود حاجت تارخ نیست	کایں چنین جسم و عالی گرد نیست
کہ مجھ کو خود حاجت تاریخ کی نہیں	کیونکہ ایسا جسم اور ایسی بلند گردن ہے
خود ہمہ کس داند اے جان پدر	کہ نباشم از شامن خرد تر
خود تمام اشخاص جانتے ہیں اے جان پدر	کہ میں تم سے تو چھوٹا نہ ہوں گا
داند ایں راہر کہ ز اصحاب نہاست	کہ نہاد من فزوں تر از شماست
اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو اہل عقل سے ہے	کہ میری سرشت تم سے زیادہ ہی ہے

جواب گفتن مسلمان آنچہ دید بترسا و جہود و حسرت خوردن ایشان

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا ہے اس نے دیکھا اور ان کا حسرت کرنا

پس مسلمان گفت کاے یاران من	پیشم آمد مصطفیٰ سلطان من
پس مسلمان نے کہا کہ اے میرے رفیقو	میرے پاس مصطفیٰ میرے بادشاہ تشریف لائے
سید سادات و سلطان رسل	مفخر کونین و ہادی سبل
سب سرداروں کے سردار اور پیغمبروں کے بادشاہ	مفخر کونین اور رہنما طریقوں کے
پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت	با کلیم اللہ نرد عشق باخت
پس مجھ سے فرمایا کہ ایک تو طور پر پہنچا	اس نے حضرت کلیم اللہ کے ساتھ عشق کی نرد کھیلی
واں دگر را عیسیٰ صاحب قرآن	برد بر اوج چہارم آسمان
اور دوسرے کو حضرت عیسیٰ صاحب قرآن	آسمان چہارم کی بلندی پر لے گئے

خیز اے پس ماندہ دیدہ ضرر	بے توقف زود حلوا را بخور
اے پیچھے رہے ہوئے ضرر دیکھے ہوئے	تو اٹھ ہاں اس رکھے ہوئے طوے کو کھا لے
آں ہنر مندان پر فن راندند	نامہ اقبال و منصب خواندند
وہ ہنر منداں پر فن تو روانہ ہو گئے	انہوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھا
آں دو فاضل فضل خود دریافتند	با ملائک از ہنر دریافتند
ان دو صاحب فضیلت نے اپنی فضیلت کو حاصل کر لیا	ہنر سے ملائکہ کے ساتھ منسلک ہو گئے
اے سلیم گول واپس ماندہ ہیں	برجہ و برکاسہ حلوا نشیں
اے سادہ لوح کم فہم پیچھے رہا ہوا ہاں	جلدی اٹھ اور کاسہ حلوا پر جا بیٹھ

دنبہ نے نیل اور شتر سے کہا کہ اے رفیقو جب ہم کو ایسا اتفاق واقع ہوا ہے (جس کا ذکر شروع قصے کے اس شعر میں ہے) گفت بخش ار کنیم ایں راییں ہیج کس از ماگرد سیرازیں) تو ہر ایک (اپنی) عمر کی تاریخ بیان کرو (اطلاقاً للمقید علی المطلق لان الاملاء هو البیان لغرض خاص ای الاستکتاب) جو زیادہ مسن ہو وہ احق ہے باقی خاموش رہو (پس) دنبہ نے کہا کہ میری چراگاہ ان (پرانے) زمانوں میں دنبہ قربانی اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تھی (پس میں ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا ہوں) نیل نے کہا میں ہوں کہنہ سال میں اس نیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے آدم علیہ السلام نے زراعت کی تھی میں اس نیل کی جوڑی ہوں کہ اس سے آدم جد خلق زراعت میں زمین کے اندر شگاف کرتے تھے (جو قلبہ رانی میں ہوتا ہے تو میں آدم علیہ السلام کے وقت کا ہوا اور دنبہ سے میری زیادہ عمر ہوئی) جب نیل اور دنبہ سے شتر نے یہ عجیب بات سنی تو سر نیچا کیا اور اس (پولہ) کو (منہ میں) لے لیا (اور) ہوا میں اس خویہ کے دستہ کو اٹھالیا شتر بختی نے سہولت کے ساتھ بدوں قال و قیل (یعنی بلا استفسار رفقاء کے اور یہ کہا) کہ مجھ کو خود حاجت تاریخ (بیان کرنے) کی نہیں کیونکہ (میرے پاس) ایسا جسم اور ایسی بلند گردن ہے خود تمام اشخاص جانتے ہیں اے جان پدر کہ میں تم سے تو (کسی حال میں) چھوٹا نہ ہوں گا اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو اہل عقل سے ہے کہ میری سرشت تم سے زیادہ ہی ہے (پس عمر بھی میری تم سے زیادہ ہی ہوگی یہ ایک لطیفہ ہے جو مثال کی تطبیق کے لئے کافی ہے پس ترسا نے کہا کہ اسی طرح آسمان افضل و اعلیٰ ہے زمین سے پس میرا خواب آسمان میں جانے کا اس یہودی کے خواب سے کہ اس نے اپنے کوز میں پردیکھا عجب و اعظم ہے آگے اشعار میں یہی مضمون ہے۔

فائدہ:- فی الغیاث بختی نوے از شتر قوی و بزرگ و سرخ رنگ کہ از جانب خراسان آ رند و ایں منسوب بہ بخت نصر بادشاہ است کہ مادہ شتر عرب و نر شتر عجم را جفت ساختہ بود۔

رجوع بہ تقریر ترسا

جملگاں دانند کایں چرخ بلند	ہست صد چنداں کہ ایں خاک نژند
سب جانتے ہیں کہ یہ چرخ بلند ہے	صد ہا حصہ زیادہ اس خاک پست سے



کو کشاد قلعہائے آسمان	کو نہاد بقعہائے خاکداں
کہاں تو وسعت قلعہائے آسمان کی	کہاں ذات خانہ ہائے خاکدان کی
کو عجائبہائے بام آسمان	کو غرابہائے گنج خاکداں
کہاں عجائب بام آسمان کے	کہاں ویرانے گوشہ خاکدان کے

سب جانتے ہیں کہ یہ چرخ بلند ہے صد ہا حصے زیادہ اس خاک پست سے (کذابی الغیاث فی معنی نثرند) کہاں تو وسعت قلعہائے آسمان کی کہاں ذات خانہ ہائے خاکدان کی۔ کہاں عجائب بام آسمان کے کہاں ویرانے گوشہ خاندان کے 'مقصود ان اشعار کا سرخی ہذا کے قبل مذکور ہوا ہے کہ ترجیح دینا ہے اپنے خواب کو خواب یہودی پر۔

من بفرمان چناں شاہ جہاں	خوردم آل دم کاسہ حلواؤناں
میں ایسے شاہ عالم کے حکم کے موافق	اس وقت کاسہ حلوا اور روٹی کھا گیا
پس بگفتندش کہ اے ابلہ حریص	اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص
پس ان دونوں نے اس سے کہا کہ اے ابلہ حریص	تعب ہے تو نے حلوائے روغن و خرما کھا لیا
گفت چوں فرمود آل شاہ مطاع	من کہ باشم تا کنم زان امتناع
اس نے جواب دیا کہ جب اس شاہ واجب الاطاعت نے حکم دیا	تو میں کون ہوں کہ اس سے انکار کروں
تو جہود از امر موسیٰ سرکشی	گر بخواند در خوشی یا نا خوشی
تو یہودی ہے بھلا حکم موسیٰ سے سرکشی کر سکتا ہے	اگر وہ آسانی یا سختی میں بلاویں
تو مسیحی ہیچ از امر مسیح	سر توانی تافت در خوب و قبیح
تو عیسائی ہے کبھی حکم عیسوی سے	سرتابی کر سکتا ہے اچھی میں اور بری حالت میں
من ز فخر انبیاء چوں سرکشم	خوردہ ام حلوا و ایں دم سرخوشم
میں فخر انبیاء سے کیونکر سرکشی کرتا	میں نے حلوا کھا لیا اور اس وقت خوش ہوں
پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست	تو بیداری ویں بہ از صد خواب ماست
پس دونوں نے اس سے کہا کہ واللہ خواب صادق	تو نے ہی دیکھا ہے اور یہ ہمارے صد ہا خواب سے بہتر ہے
خواب تو بیداری ست اے ذونظر	کہ بہ بیداری عیاستش اثر
خواب تیرا بیداری ہے اے صاحب نظر	کہ بیداری میں اس کا اثر عیاں ہے
خواب تو بیداری ست اے خوش نہاد	کہ تو در خوابت رسیدی بامراد
خواب تیرا بیداری ہے اے خوش نہاد	کہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

خواب تو بیداریست اے نیک خو	کہ ازاں خوابت رسد امر کلو
خواب تیرا بیداری ہے اے نیک خو	کہ اس خواب سے تجھ کو حکم کلو پہنچتا ہے
خواب تو بیداریست اے نیک مرد	کہ ازاں خواب تو روئے ماست زرد
خواب تیرا بیداری ہے اے نیک مرد	کہ تیرے اس خواب سے ہمارا منہ زرد ہے
خواب تو بیداریست اے سیر جاں	کہ ہماں را ظاہراً دیدی عیاں
خواب تیرا بیداری ہے اے سیر جاں	کہ اس کو ظاہراً بھی عیاں دیکھ لیا
خواب تو مانند خواب انبیاست	کہ شد ایں خواب تو بے تعبیر راست
خواب تیرا مانند خواب انبیاء کے ہے	کہ تیرا یہ خواب بدوں تعبیر ہی صادق ہو گیا

پس مسلمان نے کہا کہ اے میرے رفیقو میرے پاس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بادشاہ تشریف لائے سب سرداروں کے سردار اور پیغمبروں کے بادشاہ فخر کونین اور رہنما طریقوں کے پس مجھ سے فرمایا کہ ایک تو طور پر پہنچا (اور) اس نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے ساتھ عشق کی نزدیکی اور دوسرے کو حضرت عیسیٰ صاحب قرآن علیہ السلام آسمان چہارم کی بلندی پر لے گئے اے پیچھے رہے ہوئے ضرر دیکھے ہوئے تو اٹھ ہاں اس رکھے ہوئے حلوے کو کھالے (کہ بالکل خسارہ میں تو نہ رہے فی الغیاث بخنی انچہ بدارند از مال یا طعام کہ بوقت حاجت بکار آید اور مجھ سے فرمایا کہ) وہ ہنرمنداں پرفن تو (طور اور چرخ پر) روانہ ہو گئے (اور) انہوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھا ان دو صاحب فضیلت نے اپنی فضیلت کو حاصل کر لیا (اور) ہنر سے ملائکہ کے ساتھ منسلک ہو گئے اے سادہ لوح کم فہم پیچھے رہا ہوا ہاں جلدی اٹھ اور کاسہ حلو پر جا بیٹھ (پس) میں ایسے شاہ عالم کے حکم کے موافق اس وقت کا سہ حلو اور روٹی کھا گیا۔ پس ان دونوں نے اس (مسلمان) سے کہا کہ اے ابلہ حریص تعجب ہے تو نے (تنہا) حلوئے روغن و خرما کھا لیا (کذا فی الغیاث فی معنی انھیں) اس نے جواب دیا کہ جب اس شاہ واجب الاطاعت نے حکم دیا تو میں کون ہوں کہ اس (حکم) سے انکار کروں تو یہودی ہے بھلا حکم موسوی سے سرکشی کر سکتا ہے اگر وہ (تجھ کو) آسانی یا سختی میں بلاویں (اور) تو عیسائی ہے کبھی حکم عیسوی سے سرتابی کر سکتا ہے اچھی حالت میں اور بری حالت میں (تو) میں فخر انبیاء (کے حکم) سے کیونکر سرکشی کرتا میں نے حلو کھا لیا اور اس وقت خوش ہوں پس دونوں نے اس سے کہا کہ واللہ خواب صادق تو نے ہی دیکھا ہے اور یہ ہمارے صد ہا خواب سے بہتر ہے خواب تیرا بیداری ہے اے صاحب نظر کہ بیداری میں اس کا اثر عیاں ہے (کہ حلو کھایا ہوا ہے) خواب تیرا بیداری ہے اے نیک خو کہ اس خواب سے تجھ کو حکم کلو (بخورید) پہنچتا ہے خواب تیرا بیداری ہے اے نیک مرد کہ تیرے اس خواب سے ہمارا منہ زرد ہے (یعنی ہم شرمندہ ہیں) خواب تیرا بیداری ہے اے سیر جان (کہ تیری جان نعمت سے پر ہے) کہ اس کو ظاہراً بھی عیاں دیکھ لیا خواب تیرا مانند خواب انبیاء کے ہے کہ تیرا یہ خواب بدوں تعبیر ہی صادق ہو گیا (یعنی بلا تاویل بصورتہ واقع ہو گیا)۔

فائدہ:- اگر ان یہود و ترسا کا خواب مخترع تھا تو ظاہر یہ ہے کہ یہ مسلمان اس بات کو سمجھ گیا اور اس نے بھی



حلو اکھا کر خواب تصنیف کیا ہے اور اس صورت میں تائید اس کی ہنر و زیر کی کام نہیں آتی جو کہ مقصود ہے مولانا کا اس حکایت سے جیسا شروع حکایت میں بھی احقر نے لکھ دیا ہے بزم اس یہود و ترسا کے ہوگی کہ وہ اپنے کو بڑا بڑا ہنر و سمجھتے تھے مگر محروم رہے اور خواب بنانا گونا گونا جائز ہے مگر ایک عامی کا فعل موجب اشکال نہیں اور اگر ان دونوں کا خواب واقعی ہے تو اس کا بھی صحیح ہو سکتا ہے اور اس پر یہ اشکال ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حق غیر کھانے کی کیسے اجازت دی جواب یہ ہے کہ مہدی حلوہ کا مومن تھا جس کے قرائن شروع حکایت کے بیس شعر کے بعد اشعار ثلاثہ چوں رسید نالغ کی شرح میں مذکور ہوئے ہیں اور اس نے وہ حلو اس مومن ہی کی ملک کیا ہوگا مگر اس نے براہ مروت ان دونوں کو اباحت کے طور پر شریک کر لیا ہوگا اور حاجت اسی کو زیادہ تھی اس لئے اس کا تنہا کھانا جو نہ شریعت کے خلاف ہے اور نہ مروت کے مامور بہ من النبی ہو سکتا ہے اور ایک اشکال ظاہر اس صورت میں یہ متوہم ہوتا ہے کہ اشعار ہنر مند ان لغ میں کفار کے لئے ایسے مدائح حضورؐ نے کیسے فرمائے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید وہ بعد میں ایمان لانے والے ہوں کما قال مولانا من قبل بس جہودے کا خرش محمود بود۔

در گزر از فضل و از جلدی و فن	کار خدمت دارد و خلق حسن
فضیلت اور چستی اور ہنرمندی سے باز آ	خدمت اور خلق حسن کام آتا ہے
بہر ایں آورد ما یزداں برون	ما خلقت الانس الا ليعبدون
اسی کے واسطے ہم کو حق تعالیٰ باہر لائے ہیں	میں نے انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے
سامری را آں ہنر چہ سود کرد	کاں فن از باب اللہش مردود کرد
سامری کو اس ہنر نے کیا نفع دیا	کہ اس فن نے باب حق سے اس کو مردود کیا
چہ کشید از کیمیا قاروں بہیں	کہ فرو بردش بقعر خود زمیں
قاروں نے کیمیا سے کیا حاصل کیا	کہ اس کو زمین اپنے قعر میں لے گئی
بوالحکم آخر چہ بر بست از ہنر	سرنگوں رفت او ز کفراں در سقر
ابوالحکم نے ہنر سے کیا جمع کیا	وہ کفراں سے سرنگوں دوزخ میں گیا
خود ہنر آں داں کہ دید آتش عیان	نے گپ دل علی النار الدخان
بہ تحقیق ہنر اس کو جان کہ آتش کو معائنہ دیکھ لیا	نہ یہ دعویٰ کہ دخان دلالت کرتا ہے نار پر
اے دلالت گندہ تر پیش لبیب	در حقیقت از دلیل آں طبیب
اے شخص تیری دلیل عاقل کے روبرو زیادہ گندی ہے	حقیقت میں اس طبیب کی دلیل سے بھی
چوں دلالت نیست جز ایں اے پسر	گوہ می خور در گمیزے می نگر
جب تیرے پاس بجز اس کے اور دلیل نہیں ہے	تو گوہ کھاتا رہ موت میں نظر کرتا رہ

اے دلیل تو مثال آں عصا	در کف دل علی عیب العمی
اے شخص تیری دلیل اس عصا کی مثال ہے	جو تیرے ہاتھ میں ہے کہ عیب نابینائی پر دلالت کر رہی ہے
اے دلیل ماچو فکر ما ذلیل	پیشی ما پیش دانایاں قلیل
اے شخص ہماری دلیل ہمارے نتیجہ فکر کی طرح ذلیل ہے	ہمارا پیش ہونا عارفین کے سامنے کم قدر ہے
غلغل و طاق و طرم و گیر و دار	کہ نمی بینم مرا معذور دار
غلغلہ اور دھوم دھام اور آفت برپا ہے	کہ مجھ کو نظر نہیں آتا مجھ کو معذور رکھ

(اس میں بیان ہے مقصود قصہ کا جو کہ قصہ کے قبل ان اشعار میں مذکور تھا اے بسا علم و ذکاوت الابیات السبعة یعنی) فضیلت اور چستی اور ہنرمندی (کے دعویٰ) سے باز آ (کیونکہ) خدمت (یعنی طاعت حق) اور خلق حسن (مع الخلق جس میں تواضع بھی داخل ہے) کام آتا ہے (آگے اس کی دلیل ہے یعنی) اسی (خدمت و طاعات) کے واسطے ہم کو حق تعالیٰ (پردہ عدم سے) باہر لائے ہیں (چنانچہ ارشاد ہے کہ) میں نے انسان (اور جن) کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے (تنگی وزن سے لفظ جن نظم میں نہیں آ سکا مگر مراد پوری آیت ہے آگے ہنرمندی مذموم مانع عن الحق کی مثالیں ہیں کہ دیکھو) سامری کو اس ہنر (اصطناع گو سالہ) نے کیا نفع دیا کہ اس فن نے باب حق سے اس کو مردود کیا قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا کہ اس کو زمین اپنے قعر میں لے گئی ابوالحکام (ابو جہل) نے ہنر سے کیا جمع کیا وہ کفران سے سرنگوں دوزخ میں گیا (آگے بعض ہنر مقصود اور بعض ہنر غیر محمود کی تعین بطور تمثیل ہے یعنی) تحقیق ہنر اس کو جان کہ آتش کو معاینہ دیکھ لیا نہ یہ دعویٰ کہ دھان دلالت کرتا ہے نار پر (مراد اول سے علوم دینیہ و معارف یقینیہ کہ قلب ذو قائل کے معلومات کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے الصدق طمانینت کا تحقق ہوتا ہے اور مراد ثانی سے علوم استدلالیہ تخمینیہ غیر موصلائی الحق کہ خود مدعی کو بھی ان میں تذبذب ہوتا ہے جس سے الکذب ریبہ کا تحقق ہوتا ہے مگر بضرورت صورت دلیل کے اس کی تحقیق کا دعویٰ کرتا ہے آگے بھی اسی کی نسبت فرماتے ہیں کہ) اے شخص تیری دلیل (مذکور بوجہ مانع عن الحق ہونے کے) عاقل (یعنی عارف) کے روبرو زیادہ گندی ہے حقیقت میں اس طبیب کی دلیل سے بھی (مراد اس سے فارورہ ہے جس سے وہ استدلال کرتا ہے اور مقصود اس سے مشبہ بہ کی من حیث الاستدلال یصح شرعی نہیں کیونکہ اس سے استدلال بوجہ مطلوب کے مباح ہونے کے کہ دراک ہے کیفیت مزاج کا شرعاً جائز ہے بلکہ قبیح شرعی کو تشبیہ دینا ہے قبیح عرفی سے تنفیر کے لئے اور اس کو اس سے زیادہ گندہ اس لئے کہا کہ اس کی نجاست ظاہری اور سرلیع الزوال ہے اور اس کے باطنی و صعب العلاج ہے خصوص اس وجہ سے کہ صاحب دلیل اس کو نجس بھی نہیں سمجھتا بلکہ ان خرافات پر فخر کرتا ہے آگے اس نجس پر تفریع ہے کہ) جب تیرے پاس بجز اس (دلیل نجس) کے اور دلیل نہیں ہے (جو کہ عارفین کے پاس ہے اور نہ تجھ کو اس کی طلب ہے بلکہ فرحو ابما عندہم من العلم کی حالت ہے اور اسی پر قناعت ہے تو) تو (جان) گوہ کھاتا رہ (اور) موت میں نظر کرتا رہ (یعنی ان ہی قاذورات باطنیہ میں مبتلا رہ) اے شخص تیری دلیل اس عصا کی مثال ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے کہ عیب نابینائی پر دلالت کر رہی ہے (یعنی نابینا کے ہاتھ میں عصا ہونا جیسے دال ہے اس کے کور ہونے پر اسی طرح تیرے یہ علوم وادلہ جزافیہ دال ہیں علوم صحیحہ سے تیرے کورے ہونے پر) اے شخص



ہماری دلیل ہمارے نتیجہ فکر (یعنی دعویٰ) کی طرح ذلیل ہے (کیونکہ دعویٰ کا مہمل و باطل ہونا مستلزم ہے دلیل کے اہمال و بطلان کو اور) ہمارا (ان علوم جزافیہ کے ساتھ) پیش ہونا (اور رو برو آنا) عارفین کے سامنے (بالکل) کم قدر ہے (ان دونوں مصرعوں میں وما لا عابد کے طرز پر حکم ہے اور مقصود مخاطب بالا کی مذمت ہے اور ان علوم جزافیہ کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اندھا شخص آ رہا ہے اور اس کا ایک (غفلہ اور دھوم دھام اور) (ایک) آفت برپا ہے کہ مجھ کو نظر نہیں آتا مجھ کو معذور رکھ (یعنی اتنے شور و غل و اہتمام سے یہ مہمل مضمون ظاہر کیا اسی طرح ان فلاسفہ کا کروفر و دعویٰ تو اس قدر اور ادلہ و علوم جب پیش کئے تو سب کا حاصل یہ ثابت ہوا کہ ہم اہل مشاہدہ نہیں رجماً بالغیب ہاں تک رہے ہیں اور مقصود سے دور ہیں جس طرح آگے حکایت ہے کہ وہ مسخر ایسے تو اہتمام سے آیا اور کہا تو یہ تم نے جو سمرقند جانے کا اشتہار دیا ہے سن لو کہ میں نہیں جاسکتا۔

منادی کردن سید ملک تر مذ کہ کسے باشد ب سمرقند رو د ب سہ روز بفلاں مہم خلعت و مال بدہم و شنیدن دل لک در دہ و آمدن بالاغ نزد آں سید ملک کہ من بارے نتوانم تر مذ کے بادشاہ کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لئے سمرقند جائے ہم خلعت اور مال دیں اور مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

سید تر مذ کہ آنجا شاہ بود	مسخرہ او دل لک دلخواہ بود
شہر تر مذ کا سردار کہ اس جگہ کا بادشاہ تھا	اس کا مسخرہ دل لک محبوب دل تھا
داشت کارے در سمرقند او مہم	جست الاغے تا شود او مستم
بادشاہ ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا	اس نے ایک قاصد تلاش کیا تاکہ وہ اہتمام کو پہنچانے والا ہو
زد منادی کانکہ او در پنج روز	آردم پیغام خوب با فروز
منادی کرائی کہ جو شخص پانچ روز میں	میرے پاس پیغام خوب بارونق لاوے
بخشم او را زر و گنج بے شمار	تا شود میر و عزیز اندر دیار
میں اس کو زر اور گنج بے شمار دوں گا	یہاں تک کہ وہ امیر اور معزز ہو جاوے گا دیار میں
دل لک اندر دہ بدو آں را شنید	بر نشست و تابہ تر مذی دوید
دل لک کسی گاؤں میں تھا اس نے یہ سنا	بیٹھا اور تر مذ تک دوڑنے لگا
مرکب دو اندراں رہ شد سقط	از دو انیدن فرس را زان نمط
دو مرکب بھی اس راستہ میں ہلاک ہوئے	بسبب اس طرح گھوڑا دوڑانے کے
پس بدیواں درد و ید از گرد راہ	وقت ناہنگام رہ جست او بشاہ
پھر دارالعدالت میں دوڑ کر آیا گرد راہ سے	ناہنگام وقت میں اس نے بادشاہ کے پاس راہ ڈھونڈا

فحجے در جملہ دیواں فتاد	شورشے دروہم آں سلطان فتاد
تمام دارالعدالت میں ایک کچر پچر ہونے لگی	ایک شورش اس بادشاہ کی قوت واہمہ میں واقع ہو گئی
خاص و عام شہر رادل شدزدست	تاچہ تشویش و بلا حادث شدست
شہر کے عوام و خواص کا دل قابو سے نکل گیا	کہ کیا تشویش و بلا پیدا ہوگی ہوگی
یا عدوے قاہرے در قصد ماست	یا بلائے مہلکے از غیب خاست
یا کوئی دشمن جلا ہمارے قصد میں ہے	یا کوئی مہلک بلا غیب سے اٹھی ہے
کہ زدہ دلک بسرائان درشت	چند اسپ قیمتی در راہ کشت
جس کے سبب دلک نے گاؤں سے رفتار سخت میں	کئی گھوڑے قیمتی راستہ میں ہلاک کر دیئے
جمع گشتہ برسرائی شاہ خلق	تاچرا آمد چنیں اشتاب دلق
بادشاہ کی محل سرائے پر خلقت جمع ہو گئی	کہ اس قدر تیز دلک کیوں آیا ہے
از شتاب او وجد و اجتہاد	غلغل و تشویش در ترند فتاد
اس کی تعجل اور کوشش و اہتمام سے	ایک غلغلہ اور تشویش ترند میں واقع ہو گئی
آں یکے دودست برزانو زناں	واں دگر از وہم واویلے کناں
ایک دونوں ہاتھ زانوں پر مار رہا تھا	اور دوسرا وہم سے داویلا کر رہا تھا
از نفیر و فتنہ و خوف و نکال	ہر دے رفتہ بصد گونہ خیال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عقوبت سے	ہر دل صدمہ طرح کے خیال کی طرف جا رہا تھا
ہر کسے فالے ہی زد از قیاس	تاچہ آتش او فتاد اندر پلاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال لگا رہا تھا	کہ کوئی آگ ٹاٹ میں لگ گئی ہوگی
راہ جست و راہ دانش شاہ زود	چوں زمیں بوسید گفتا ہے چہ بود
اس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اس کو جلدی راستہ دیدیا	جب اس نے زمین بوسی کی پوچھا ہائیں کیا ہوا
ہر کہ می پرسید حالے زان ترش	دست بر لب می نہاد او کہ خمش
جو شخص اس ترش رو سے حال پوچھتا تھا	وہ لب پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ
وہم می افزود زیں فرہنگ او	جملہ در تشویش گشتہ دنگ او
اس کی اس ترکیب سے اور وہم بڑھتا تھا	سب تشویش میں اس کے سب دنگ ہو رہے تھے



کرد اشارت دلّی کاے شاہ کرم	یک دے بگزار تا من دم زخم
دلّی نے اشارہ کیا کہ اے بادشاہ ذی کرم	تھوڑی دیر چھوڑ دیجئے پھر بولوں گا
تا کہ باز آید بمن عقلم دے	کہ فقام در عجائب عالمے
تا کہ میری عقل ذرا ٹھکانے ہو جاوے	کیونکہ میں عجیب عالم میں واقع ہو رہا ہوں
بعد یک ساعت کہ شاہ از وہم و ظن	تلخ گشتش ہم گلوو ہم وہن
تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہم و گمان سے	بادشاہ کا حلق اور منہ سب تلخ ہو گیا
کو ندیدہ بود دلّی را چنین	کہ ازو خوشتر نبودش ہمنشین
کیونکہ اس نے دلّی کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا	کیونکہ اس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشین نہ تھا
دائماً دستان و لاغ افراشتے	شاہ را او شاد و خنداں داشتے
بیشہ افسانے اور ظرافت نکالا کرتا تھا	بادشاہ کو وہ شاد اور خنداں رکھا کرتا تھا
آنچناں خنداںش کردے در نشست	کہ گرفتے شہ شکم را با دو دست
اس کو اس قدر خنداں کرتا تھا مجلس میں	کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ پکڑ لیتا تھا
ہم ز زور خندہ خوی کردے تنش	رو در افتادی ز خندہ کردش
نیز غلبہ خندہ سے اس کا جسم عرق لے آتا تھا	منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے یا اپنے خندہ کرنے سے
باز امروز ایں چنین زر دو ترش	دست بر لب میزند کاے شہ خمیش
پھر بھی آج کے دن اس طرح سے زرد اور ترش	لب پر ہاتھ مارتا ہے کہ اے بادشاہ خاموش رہ
وہم در وہم و خیال اندر خیال	شاہ را تا خود چہ آید از نکال
وہم اندر وہم اور خیال اندر خیال	بادشاہ کو ہو گیا کہ دیکھئے کیا وہاں آتا ہے
کہ دلے شہ باغم و پرہیز بود	زانکہ خواز شاہ بس خوزیز بود
وجہ یہ کہ بادشاہ کا دل پر غم اور پر حذر تھا	اس سبب سے کہ خوارزم شاہ بہت خوزیز تھا
جائے تخت او سمرقند گزیں	بد وزیر داہے او را ہمنشین
اس کا پایہ تخت سمرقند پسندیدہ تھا	ایک چالاک وزیر اس کا ہم نشین تھا
بس شہان آں طرف را کشتہ بود	یا بحیلت یا بسطوت آں عنود
اس نواح کے بہت بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا	یا تو کسی حیلہ سے یا غلبہ سے وہ معاند

وایں شہ ترند ازو در وہم بود	وزفن دلک خود آں و ہمیش فزود
اور یہ شاہ ترند اس کی طرف سے وہم میں تھا	اور دلک کی چال سے اس کا وہم اور بڑھتا تھا
گفت زوتر باز گوتا حال چست	ایں چنین آشوب و شور تو ز کیست
بادشاہ نے کہا جلدی سے کہہ کیا حال ہے	تیرا اس قدر آشوب اور شور کس شخص کے سبب ہے
گفت من درودہ شنیدم آنکہ شاہ	زد منادی برسر ہر شاہ راہ
دلک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں سنا تھا کہ بادشاہ نے	ہر سڑک کے کمر پر منادی کرائی ہے
کہ کسے خواہم کہ تازد در سہ روز	تا سمرقند و وہم او را کنوز
کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں کہ تین روز میں وہ	سمرقند کو جا دوڑے مثل پیک شاندار کے
گنجہا بد ہم و را اندر عوض	چوں شود حاصل ز پیغامش غرض
تو اس کو معاوضہ میں خزانے دوں گا	جب اس کے پیغام سے غرض حاصل ہو جاوے
من شتابیدم بر تو بہر آں	تا بگویم کہ ندارم آں تو اں
میں تمہارے پاس اس لئے دوڑ کر آیا ہوں	تاکہ غرض کروں کہ میں ایسی قوت نہیں رکھتا ہوں
ایں چنین چستی نیاید از چو من	تاں ایں امید را بر من متن
ایسا کام مجھ سے نہیں بن سکتا	اس امید کے تار کو مجھ پر نہ بنے
گفت شہ لعنت بریں زودیت باد	کہ دو صد تشویش در شہر اوفاد
بادشاہ نے کہا کہ تیرے اس اضطراب پر لعنت ہو	کہ شہر میں دو سو تشویشیں واقع ہو گئیں
از برائے ایں قدر اے خام ریش	آتش افگندی دریں مرج و حشیش
محض اتنی بات کے واسطے اے احمق مسخرے	تو نے ایک آگ ڈال دی اس چراگاہ اور گھاس میں

(وجہ مناسبت حکایت کی ماقبل میں مذکور ہو چکی ہے یعنی) شہر ترند کا سردار کہ اس جگہ کا بادشاہ تھا اس کا مسخرہ دلک محبوب دل تھا (دلک نام مسخرہ کذافی الغیاث) بادشاہ ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا اس نے ایک قاصد تلاش کیا (کذافی الغیاث فی معنی الاغ بالضم) تاکہ وہ (قاصد اس مہم کا) اتمام کو پہنچانے والا ہو (پس اس غرض کے لئے) منادی کرائی کہ جو شخص پانچ روز میں میرے پاس پیغام خوب (یعنی صحیح) باروق (یعنی باطمینان) لاوے میں اس کو زر اور گنج بيشمار دوں گا یہاں تک کہ وہ امیر اور معزز ہو جاوے گا (اپنے) دیار میں دلک کسی گاؤں میں تھا اس نے (بھی) یہ (اشتہار) سنا (سواری پر) بیٹھا اور ترند تک دوڑنے لگا دو مرکب بھی اس راستہ میں ہلاک ہوئے۔ بسبب اس طرح (تیزی سے) گھوڑا دوڑانے کے پھر دارالعدالت میں دوڑ کر آیا اگر دارہ سے (اور) ناہنگام وقت میں اس نے بادشاہ کے



پاس راہ ڈھونڈا (یعنی گرد بھی نہیں جھاڑی اور بے موقع جلدی کی وجہ سے اسی طرح جا پہنچا پس) تمام دارالعدالت میں ایک کچر پچر ہونے لگی ایک شورش اس بادشاہ کے قوت و اہمہ میں واقع ہو گئی شہر کے عوام و خواص کا دل قابو سے نکل گیا کہ کیا تشویش اور بلا پیدا ہوئی ہوگی یا کوئی دشمن جلاد ہمارے قصد میں ہے یا کوئی مہلک بلا غیب سے اٹھی ہے جس کے سبب دلک نے گاؤں سے رفتار سخت میں کئی گھوڑے قیمتی راستہ میں ہلاک کر دیئے بادشاہ کی محل سرائے پر خلقت جمع ہو گئی کہ اس قدر تیز دلک کیوں آیا ہے اس کی تعجیل اور کوشش و اہتمام سے ایک غلغلہ اور تشویش ترمذ میں واقع ہو گئی ایک دونوں ہاتھ زانوں پر مار رہا تھا اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا فریاد اور فتنہ اور خوف اور عقوبت سے ہر دل صد ہا طرح کے خیال کی طرف جارہا تھا ہر شخص قیاس سے ایک فال لگا رہا تھا کہ کوئی آگ ناٹ میں لگ گئی ہوگی (کنایت از حادثہ عظیم کذافی الحاشیہ) اس (دلک) نے (بادشاہ تک) راستہ چاہا اور بادشاہ نے اس کو جلدی راستہ دے دیا جب اس نے زمین بوسی کی پوچھا ہائیں کیا ہوا (مگر) جو شخص (اہل دربار میں سے) اس ترشرو سے حال پوچھتا تھا وہ لب پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ۔ اس کی اس ترکیب سے اور وہم بڑھتا تھا سب تشویش میں اس کے سبب دنگ ہو رہے تھے دلک نے اشارہ کیا کہ اے بادشاہ ذی کرم تھوڑی دیر (مجھ کو) چھوڑ دیجئے پھر (دم لے کر) بولوں گا تا کہ میری عقل ذرا ٹھکانے ہو جاوے کیونکہ میں ایک عجیب عالم میں واقع ہو رہا ہوں تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہم اور گمان سے بادشاہ کا حلق اور منہ سب تلخ ہو گیا کیونکہ اس نے دلک کو (کبھی) اس حالت میں نہ دیکھا تھا کیونکہ اس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہم نشین نہ تھا ہمیشہ افسانے اور ظرافت نکالا کرتا تھا۔ بادشاہ کو وہ شاد اور خنداں رکھا کرتا تھا اس کو اس قدر خنداں کرتا تھا مجلس میں کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ پکڑ لیتا تھا۔ نیز غلبہ خندہ سے اس کا جسم عرق لے آتا تھا منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے یا اپنے خندہ کرنے سے پھر بھی آج کے دن اس طرح سے زرد اور ترش لب پر ہاتھ مارتا ہے کہ اے بادشاہ خاموش رہ۔ وہم اندر وہم اور خیال اندر خیال بادشاہ کو ہو گیا کہ دیکھئے کیا وبال آتا ہے وجہ یہ کہ بادشاہ کا دل پر غم اور پر حذر تھا اس سبب سے کہ خوارزم شاہ بہت خوریز تھا اس کا پایہ تخت سمرقند پسندیدہ تھا۔ ایک چالاک وزیر اس کا ہم نشین تھا (وہ تدبیریں تسخیر ملک کی بتلاتا تھا) اس نواح کے بہت بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا یا تو کسی حیلہ سے یا غلبہ سے وہ معاند اور یہ شاہ ترمذ اس کی طرف سے وہم میں تھا اور دلک کی (اس) چال سے اس کا وہم اور بڑھتا تھا۔ بادشاہ نے کہا جلدی سے کہہ کیا حال ہے تیرا اس قدر آشوب اور شور کس شخص کے سبب ہے۔ دلک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں سنا تھا کہ بادشاہ نے ہر سڑک کے نکر پر منادی کرائی ہے کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں کہ تین روز میں وہ سمرقند کو جادوڑے مثل پیک شاندار کے تو اس کو معاوضہ میں خزانے دوں گا۔ جب اس کے پیغام سے غرض حاصل ہو جاوے (وہ غرض صرف پیغام رسانی ہے) میں تمہارے پاس اس لئے دوڑ کر آیا ہوں تا کہ عرض کروں کہ میں ایسی قوت نہیں رکھتا ہوں ایسا کام مجھ سے نہیں بن سکتا اس امید کے تار کو مجھ پر نہ تنئے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرے اس اضطراب پر لعنت ہو کہ شہر میں دو سو تشویشیں واقع ہو گئیں۔ (یہ کوئی کہنے کی بات تھی اور پھر کہنا بھی اس قدر اہتمام سے) محض اتنی بات کے واسطے اے احمق مسخرے۔ تو نے ایک آگ ڈال دی اس چراگاہ اور گھاس میں (یعنی جس طرح گھاس میں آگ لگا دینے سے پریشانی ہوتی ہے تو نے ایسا پریشان کیا جزو مقصود حکایت کا تو ختم ہو گیا آگے بترتیب انتقال اور حکایت کا اکمال ہے) یعنی اولاً انتقال ہے اور پھر حکایت کا اکمال ہے ۱۲ منہ

ہمچو ایں خاں باطل و علم	کہ اما مانیم در فقر و عدم
جیسے یہ خاں باطل و علم ہیں	کہ ہم امام ہیں فقر و فنا میں
لاف شیخی در جہاں انداختہ	خویشتن را بایزیدے ساختہ
لاف مشیخت جہاں میں ڈال رکھی ہے	اپنے کو بایزید بنا رکھا ہے
ہم زخود سالک شدہ واصل شدہ	محفلے وا کردہ در دعویٰ کدہ
خود ہی سالک بھی ہو گئے خود ہی واصل بھی ہو گئے	ایک مجلس کھول رکھی ہے دعویٰ خانہ میں
خانہ داماد پر آشوب و شر	قوم دختر را نبودہ زو خبر
دولہا کا گھر تو شور و شر سے پر ہو رہا ہے	دہن کے خاندان کو اس کی خبر بھی نہیں
ولولہ کہ کار نیے راست شد	شرطہائے کاں ز سوئے ماست شد
جوش و خروش ہے کہ آدھا کام تو ٹھیک ہو گیا ہے	جو ضروریات ہماری طرف سے ہیں وہ سب ہو گئیں
خانہارا رو قسیم آراستیم	زیں ہوس سرمست و خوش برخاستیم
ہم نے گھروں کو صاف و آراستہ کر لیا ہے	اس شوق سے ہم مست اور خوش اٹھے ہیں
زاں طرف آمد یکے پیغام نے	آمد ایں سومر غلے زاں بام نے
اس طرف سے ایک پیغام بھی نہیں آیا	اس بام سے اس طرف ایک چھوٹا سا پرندہ بھی نہیں آیا
زیں رسالات مزید اندر مزید	یک جوابے از حوالے شاں رسید
اتنے بسیار در بسیار پیاموں میں سے	ایک جواب بھی ان لوگوں کی طرف سے پہنچا ہے؟
نے، لیکن یار مازیں آگہ ست	زانکہ از دل سوئے دل لابدرہ ست
نہیں۔ لیکن ہمارا محبوب اس سے آگاہ ہے	کیونکہ دل سے دل کی طرف لابد راستہ ہے
پس از اں یارے کہ امید شماست	از جواب نامہ رہ خالی چراست
تو پھر اس محبوب کی طرف سے کہ تمہارا محل امید ہے	جواب نامہ سے راستہ خالی کیوں ہے
صد نشانست از سرا رو از جہار	لیک بس کن پردہ زیں در بردار
صد ہا آثار ہیں باطن سے اور ظاہر سے	لیکن بس کرو پردہ اس راز سے مت اٹھاؤ
باز روتا قصہ آں دلق گول	کہ بلا بر خویش آورد از فضول
پھر رجوع کرو دلق جاہل کے قصہ کی طرف	کہ اپنے اوپر ایک فضول حرکت سے بلا لایا



(یہاں بطور انتقال کے مقولہ ہے مولانا کا کہ اس دلکھ مسخرہ کی اس بے بنیاد طمطراق کی ایسی مثال ہے) جیسے یہ خامان باطل و علم میں (یعنی مشائخ مزورین جنہوں نے شہرت کا سامان فراہم کر رکھا ہے اور بزبان قال یا حال اس بات کے مدعی ہیں) کہ ہم امام ہیں فقر و فنا میں (اور) لاف مشیخت جہان میں ڈال رکھی ہے (اور) اپنے کو بایزید بنا رکھا ہے خود ہی سالک بھی ہو گئے (پھر) خود ہی واصل بھی ہو گئے (یعنی بوجہ عار و کبر کسی شیخ کامل سے استفادہ بھی نہیں کیا اور) ایک مجلس کھول رکھی ہے دعویٰ خانہ میں (اور ان مشائخ کی اس شہرت بے بنیاد کی ایسی مثال ہے جیسے) دولہا کا گھر تو شور و شر سے پر ہو رہا ہے (مگر) دلہن کے خاندان کو اس کی خبر بھی نہیں (آگے اس شور و شر خانہ داماد کا بیان ہے کہ دولہا والوں کو) بوش و خروش ہے کہ آدھا کام تو ٹھیک ہو گیا ہے (یعنی) جو ضروریات ہماری طرف سے ہیں وہ سب ہو گئیں (مثلاً) ہم نے گھروں کو صاف و آراستہ کر لیا ہے (اور) اس شوق سے ہم مست اور خوش اٹھے ہیں (و علیٰ ہذا تو آدھا کام یعنی ہماری طرف کا مکمل ہو گیا ہے آدھے کی کسر رہی ہے یہ تو ادھر ہو رہا ہے اور خانہ عروس کی حالت یہ ہے کہ) اس طرف سے ایک پیغام بھی نہیں آیا (اور) اس بام سے اس طرف ایک چھوٹا سا پرندہ بھی (نامہ لے کر) نہیں آیا (ان دولہا والوں سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمہارے اتنے بسیار در بسیار پیاموں میں سے (کسی پیام کا کوئی) ایک جواب بھی ان لوگوں کی طرف سے (تم کو) پہنچا ہے (وہ جواب دیتے ہیں کہ) نہیں (جواب تو نہیں آیا) لیکن ہمارا محبوب اس سے آگاہ ہے کیونکہ دل سے دل کی طرف لا بد راستہ ہے (یہی حالت ہے شیخان مکار کی کہ نہ ان کو حق تعالیٰ سے کوئی نسبت ہے نہ ادھر سے علامات قبول ہیں اور پھر دعویٰ ہے کہ ہم محبوب و مقبول ہیں گو کوئی علامت نہیں مولانا اس جواب پر جرح فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے اور محبوب حقیقی کے درمیان تعلقات ہیں) تو پھر اس محبوب کی طرف سے کہ تمہارا محل امید ہے جواب نامہ سے راستہ خالی کیوں ہے (یعنی جواب کیوں نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ علامات و آثار قبول کیوں نہیں جو نصوص میں آئے ہیں۔ مثلاً حدیث میں ہے یوضع له لقبول فی الارض اور مثلاً اذا راؤ ذکر اللہ قرآن میں علامات اولیاء میں فرمایا ہے الذین امنوا و کانوا یتقون یہ آثار لازمہ کیوں نہیں اور جب آثار لازمہ نہیں تو موثر ملزوم کا دعویٰ کیسا کہ وجود ملزوم بدوں لازم محال ہے آگے مولانا ان آثار کی نسبت فرماتے ہیں کہ) صد ہا آثار ہیں باطن سے اور ظاہر سے لیکن بس کرو (اور) پردہ اس راز سے مت اٹھاؤ (یہ بات علامات باطنہ کے اعتبار سے فرمائی کیونکہ علامات ظاہرہ جو قرآن و حدیث سے ابھی مذکور ہوئیں ان سے تو پردہ اٹھا چکا ہے اور حفاظت خلق کے لئے اس سے پردہ اٹھنا ضرور بھی تھا۔ اب صرف علامات باطنہ رہ گئیں جن کا ادراک وجدان و فراست صحیحہ سے ہوتا ہے اس کا بیان ضروری تو اس لئے نہیں کہ عوام فاقد قوت قدسیہ اس سے پہچان نہیں سکتے اور خواص کو بتلانے کی ضرورت نہیں اور مناسب اس لئے نہیں کہ عوام شاید اپنے وجدان غیر صحیح کو صحیح سمجھ کر ممکن ہے کسی مزور کو ان علامات سے موصوف اور کسی کامل منتہی لطیف النسبہ کو اس سے معرا سمجھ کر ضرر اور غلطی میں پڑ جاویں۔ پس اس لئے اس کو چھوڑ کر) پھر رجوع کرو دلکھ جاہل کے قصہ کی طرف کہ اپنے اوپر ایک فضول حرکت سے بلا لایا (جو بعد میں مذکور ہے گفت دلکھ را سوائے زنداں برید اور جہالت ہونا اس حرکت کا ظاہر ہے)۔

پس وزیرش گفت اے حق راستن	بشنو از بندہ کمینہ یک سخن
پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اے حق کے ستون	بندہ کمتر سے ایک بات سن لیجے
دلک از دہ بہر کارے آمدست	رائے او گشت و پشیمان شدست
دلک گاؤں سے کسی اور کام کے لئے آیا ہے	اس کی رائے بدل گئی ہے اور اس سے پشیمان ہوا ہے
زاب و روغن کہنہ را نومی کند	او بمسخرگی بروں شومی کند
آب و روغن سے کہنہ کو نیا کرتا ہے	تمسخر سے خلاصی کی صورت کرتا ہے
غمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ	باید افشردن مر او را بیدریغ
اس نے نیام کو ظاہر کیا ہے اور تلوار کو پوشیدہ کر لیا ہے	اس کو بے دریغ شکنجہ میں کسنا چاہئے
او میاں بنمود و پنہاں کرد کارو	بیگماں او را ہی باید فشارد
اس نے غلاف کو ظاہر کیا اور چاقو کو چھپایا ہے	بلاشبہ اس کو شکنجہ میں کسنا چاہئے
پستہ را یا جوز را تا نشکنی	نے نماید دل نہ بدہد روغنی
پستہ گو یا اخروٹ کو جب تک توڑو نہیں	نہ تو وہ مغز ظاہر کرتا ہے اور نہ اجزاء چرب کو دیتا ہے
مشنو این دفع وے و فرہنگ او	در نگر در ارتعاش و رنگ او
آپ اس کے اس ٹالنے کو اور ترکیب کو نہ سنے	آپ اس کے کاپنے کو اور رنگ کو دیکھئے
گفت حق سیمام فی جہم	زانکہ غماز ست و سیمام و منم
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی نشانی اس کے چہرہ میں ہے	کیونکہ یہ نشانی غماز اور غماز ہے
ایں معاین ہست ضد آں خبر	کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر
یہ معائنہ کیا ہوا اس خبر کے خلاف ہے	کہ شرارت میں خمیر کیا ہوا ہے یہ بشر
گفت دلک با فغان و با خروش	صاحباً در خون ایں مسکیں کوش
دلک کہنے لگا فغان و خروش کے ساتھ	کہ اے وزیر اس غریب کے خون میں کوش نہ کیجئے
بس گمان و وہم آید در ضمیر	کاں نباشد حق و صادق اے امیر
بہت سے گمان اور خیال آتے ہیں دل میں	جو کہ واقعی اور راست نہیں ہوتے اے امیر
ان بعض الظن اثم ست اے وزیر	نیست استم راست خاصہ بر فقیر
ان بعض الظن اثم ہے اے وزیر	ظلم کرنا ٹھیک نہیں ہے خاص کر غریب پر



شہ نگیرد آنکہ می رنجاندش	از چہ گیرد آنکہ میں خندانمش
بادشاہ تو اس پر بھی گرفت نہیں کرتے جو ان کو رنجیدہ کرے	کس سب سے گرفت کریں گے ایسے شخص پر جو ان کو ہنساتا ہو
گفت صاحب پیش شہ جاگیر شد	کاشف ایں مکر و ایں تزویر شد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جاگزیں ہو گئی	وہ اس مکر و تزویر کی کاشف ہو گئی
گفت دلک را سوئے زنداں برید	چاپلوس و زرق او را کم خرید
بادشاہ نے حکم دیا دلک کو جیل خانہ میں لے جاؤ	اس کی خوشامد اور فریب کو مت قبول کرو
میزنیش چوں دہل اشکم تہی	تادہل وار او دہد ماں آ گہی
اس کو پینے رہو دہل خالی شکم کی طرح	تاکہ دہل کی طرح وہ تم کو آگاہی دے
زانکہ ہم پر ہم تہی باشد دہل	بانگ او آگہ کند ما راز کل
وجہ یہ ہے کہ دہل پر بھی ہوتا ہے اور تمہی بھی ہوتا ہے	اس کی آواز ہم کو کل صفتوں سے آگاہ کر دیتی ہے
تا بگوید سر خود را از اضطرار	آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار
تاکہ مضطر ہو کر یہ اپنا راز کہہ دے	اس طور سے کہ یہ قلوب مطمئن ہو جاویں
چوں طمانین ست صدق با فروغ	دل نیارامد بگفتار دروغ
چونکہ صدق با فروغ سب طمانیت کا ہے	جھوٹ بات سے دل کو سکون نہیں ہوتا
کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں	خس نگر و درد ہاں ہرگز نہاں
جھوٹ مثل تنکے کے ہوتا ہے اور قلب مثل دہان کے	تنکا دہان کے اندر ہرگز مخفی نہیں رہتا
تادرو باشد زبانی میزند	تابدانش از دہاں بیروں کند
جب تک وہ اس میں رہتا ہے زبان چلاتا رہتا ہے	یہاں تک کہ دانائی سے باہر نکال دیتا ہے
خاصہ کاندہ چشم افتد خس ز باد	چشم افتد درنم و بندد کشاد
خاص کر جبکہ آنکھ میں ہوا سے تنکا پڑ جاوے	آنکھ اشک میں اور بند ہونے اور کھلنے میں واقع ہو جاتی ہے
ما پس ایں خس راز نیم اکنوں لکد	تادہاں و چشم زیں خس وارہد
پس ہم بھی اس خس کو اب لاتیں ماریں گے	تاکہ دہان اور چشم اس خس سے خلاصی پاوے

(برونشو مخلصی کذافی الحاشیہ میان وسط چیزی او ہمیں سبب غلاف تیغ وغیرہ را گویند چرا کہ سلاح در میان آن

میرا کذا فی الغیث لمخصاً صاحب معنی وزیر کذا فی الغیث ایضاً) پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اے حق کے ستون۔ بندہ کمترین سے ایک بات سن لیجئے۔ دلکھ گاؤں سے کسی اور کام کے لئے آیا ہے (اور یہاں آ کر) اس کی رائے بدل گئی ہے اور اس سے پشیمان ہوا ہے (اس لئے اس نے یہ بات بنائی ہے اور اس راز کو آپ سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے پس یہ) آب و روغن سے کہنے کو نیا کرتا ہے (کنایہ ہے تلمیس سے اور) تمسخر سے (اپنی) خلاصی کی صورت کرتا ہے اس نے نیام کو ظاہر کیا ہے اور تلوار کو پوشیدہ کر لیا ہے (یہ بھی کنایہ ہے تلمیس سے اس لئے) اس کو بے دریغ شکنجہ میں کسنا چاہئے اس نے غلاف کو ظاہر کیا اور چاقو کو چھپایا ہے بلاشبہ اس کو شکنجہ میں کسنا چاہئے پستہ کو یا اخروٹ کو جب تک توڑ نہیں نہ تو وہ مغز ظاہر کرتا ہے اور نہ اجزاء چرب کو دیتا ہے آپ اس کے اس ٹالنے کو اور ترکیب کو نہ سنئے آپ اس کے کانپنے کو اور رنگ کو دیکھئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی نشانی ان کے چہرہ میں ہے کیونکہ یہ نشانی غماز اور غما (یعنی منجر) ہے یہ معائنہ کیا ہوا (رنگ و ارتعاش) اس خبر کے خلاف ہے (جو یہ دلکھ زبان سے کہہ رہا ہے پس معائنہ کا اعتبار ہو گا نہ کہ اس کے دعویٰ و خبر کا اور وہ مدلول رنگ و ارتعاش کا یہ ہے) کہ شرارت میں خمیر کیا ہوا ہے۔ یہ بشر (غالب یہ ہے کہ وزیر کو غصہ میں یہ ترکیب اس کے سزا دلوانے کی سوچھی ہے اور غصہ اس بے موقع تمسخر پر آیا تا کہ سزا سے پھر آئندہ یہ ایسی حرکت نہ کرے) دلکھ (بڑا گھبرایا اور) کہنے لگا فغان و خروش کے ساتھ کہ اے وزیر اس غریب کے خون میں کوشش نہ کیجئے۔ بہت سے گمان اور خیال آتے ہیں دل میں جو کہ واقعی اور راست نہیں ہوتے اے امیر ان بعض الظن اثم (ارشاد) ہے اے وزیر ظلم کرنا ٹھیک نہیں ہے خاص کر غریب پر بادشاہ تو اس پر بھی گرفت نہیں کرتے جو ان کو رنجیدہ کرے (پھر) کس سبب سے گرفت کریں گے ایسے شخص پر جو ان کو ہنساتا ہو (یہ بادشاہ کی خوشامد کے لئے کہا مگر) وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جاگزین ہو گئی (اور اس کے خیال میں) وہ (بات) اس مکرو تزیور (دلکھ) کی کاشف ہو گئی (یعنی بادشاہ یہ سمجھا کہ وزیر نے اس کا واقعی مکر کھولا ہے پس) بادشاہ نے حکم دیا دلکھ کو جیل خانہ میں لے جاؤ اس کی خوشامد اور فریب کو مت قبول کرو اس کو پیٹتے رہو دہل خالی شکم کی طرح تاکہ دہل کی طرح وہ تم کو آگاہی (حقیقت حال سے) دے (اور اوپر کے شعر کے دو مصرعوں میں جو اس کو دہل کے ساتھ دو حیثیت سے تشبیہ دی جن میں سے اول مقتضی ہے دہل کے تہی ہونے کو اور ثانی مقتضی ہے دہل کے پر ہونے کو کہ آگاہی موقوف ہے پر ہونے پر تو) وجہ (ان دونوں تشبیہ کی) یہ ہے کہ دہل پر بھی ہوتا ہے اور تہی بھی ہوتا ہے (اور) اس کی آواز ہم کو (ان) کل صنعتوں سے آگاہ کر دیتی ہے (یعنی آواز اس کی اس پر بھی دال ہے کہ یہ ہوا سے پر ہے اور اس پر بھی کہ اس میں کوئی جسم صلب نہیں پس یہی حالت اس کی ہے کہ صدق سے خالی اور کذب سے پر ہے اس لئے اس کو پیٹو) تاکہ مضطر ہو کر یہ اپنا راز کہہ دے (مگر) اس طور سے کہ یہ قلوب مطمئن ہو جاویں (یعنی جی کو لگ جاوے کہ اس نے سچ کہہ دیا ہے) چونکہ صدق با فروغ سبب طمانینت کا ہے جھوٹ بات سے دل کو سکون نہیں ہوتا جھوٹ مثل تنکے کے ہوتا ہے اور قلب مثل دہان کے تنکے دہان کے اندر ہر گز مخفی نہیں رہتا۔ جب تک وہ (تنکے) اس (دہان) میں رہتا ہے زبان چلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ دانائی سے باہر نکال دیتا ہے خاص کر جب کہ آنکھ میں ہوا سے تنکا پڑ جاوے آنکھ (فورا) اشک میں اور بند ہونے اور کھلنے میں واقع ہو جاتی ہے پس ہم بھی اس (دلکھ مشابہ) خس کو اب لاتیں ماریں گے تاکہ دہان اور چشم اس خس سے خلاصی پائے (یعنی سب کو پریشانی سے نجات ہو)۔



گفت دلک کائے ملک آہستہ باش	روی حلم و مغفرت را کم خراش
دلک نے کہا اے بادشاہ ذرا توقف کیجئے	حلم و مغفرت کے چہرہ کو خراش نہ دیجئے
تابدیں حد چست تعجیل نغم	من نمی پر م بدست تو درم
اس حد تک کس لئے ہے تعجیل اور انتقام	میں اڑا تو نہیں جاتا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوں
آں ادب کہ باشد از بہر خدا	اندر اں مستعجلی نبود روا
جو تادیب خدا کے لئے ہوتی ہے	اس میں تعجیل روا نہیں ہوتی
وانچہ باشد طبع و خشم عارضی	می شتابد تا نگرود منقضی
اور جو منقضی طبیعت اور غصہ عارضی کا ہوتا ہے	اس میں تعجیل کرتا ہے تاکہ ختم نہ ہو جاوے
ترسدار آید رضا خشمش رود	انتقام و ذوق آں فائت شود
ڈرتا ہے کہ اگر رضا آ جاوے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا	انتقام اور ذوق اس سے فوت ہو جاوے گا
شہوت کاذب شتابد در طعام	خوف فوت ذوق ہست آں خود سقام
اشہائے کاذب میں تعجیل کرتا ہے طعام میں	بسبب خوف فوت ہو جانے ذوق کے اور وہ بجز مرض کے کچھ نہیں ہے
اشتہا صادق بود تاخیر بہ	تا گوارندہ شود آں بے گرہ
اشتہا صادق ہو تو تاخیر بہتر ہے	تاکہ وہ خوب ہضم ہو گرہ نہ ہو جاوے
تو پئے دفع بلایم می زنی	تاہ بینی زخنہ را بندش کنی
آپ مجھ کو دفع بلا کے لئے مارتے ہیں	تاکہ آپ زخنہ کو دیکھ لیں اس کو بند کر دیں
تا ازاں زخنہ بروں ناید بلا	غیر آں زخنہ بسے دارد قضا
تاکہ اس زخنہ سے بلا ظاہر نہ ہو	اس کے علاوہ اور زخنہ قضا کے پاس ہیں
چارہ دفع بلا نبود ستم	چارہ احسان باشد و عفو و کرم
دفع بلا کا چارہ ظلم کرنا نہیں ہے	چارہ احسان اور عفو و کرم ہے
گفت الصدقہ تردد للبلایا	دا و مرضاک بصدقہ یافتی
ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ رد کرتا ہے بلا کو	دوا کر اپنے مریضوں کی صدقہ سے اے فتنے
صدقہ نبود سوختن درویش را	کور کردن چشم حلم اندیش را
درویش کو جلانا صدقہ نہیں ہے	چشم حلم اندیش کو کور کرنا

گفت شه نیکوست خیر و موعش	لیک چوں خیرے کنی در موعش
بادشاہ نے کہا کہ خیر کرنا اور اس کا واقع ہونا اچھی بات ہے	لیکن جب کہ خیر کرے اس کے موقع پر
موضع رخ شه نہی ویرانی ست	موضع شه پیل ہم نادانی ست
تو شاہ کے موقع پر رخ رکھ دے تو ویرانی ہے	شاہ کے موقع پر پیل یہ بھی نادانی ہے
در شریعت ہم عطا ہم زجر هست	شاہ را صدر و فرس را درگہ است
شریعت میں عطا بھی ہے زجر بھی ہے	بادشاہ کے لئے صدر ہے اور گھوڑے کے لئے دروازہ کی جگہ ہے
عدل چه بود وضع اندر موعش	ظلم چه بود وضع درنا موعش
عدل کیا چیز ہے اس کے موقع پر رکھنا	ظلم کیا چیز ہے اس کے غیر محل میں رکھنا
عدل چه بود آب وہ اشجار را	ظلم چه بود آب دادن خار را
عدل کیا چیز ہے درختوں کو پانی دے	ظلم کیا چیز ہے خار کو پانی دینا
نیست باطل ہر چه یزداں آفرید	از غضب و زحلم و ز نصیح و مکید
عبت کوئی چیز نہیں جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے	غضب اور حلم اور خلوص اور چال میں سے
خیر مطلق نیست زینہا ہیچ چیز	شر مطلق نیست زینہا ہیچ نیز
ان میں سے کوئی چیز نہ تو خیر مطلق ہے	ان میں سے کوئی چیز شر مطلق بھی نہیں
نفع و ضرر ہر یکے از موضع ست	علم زیں رو واجب ست و نافع ست
ہر ایک کا نفع اور ضرر موقع کے اعتبار سے ہے	اس جہت سے علم واجب اور نافع ہے
اے بساز جرے کہ بر مسکیں رود	در ثواب از نان و حلوا بہ بود
اے شخص بہت دفع زجر کہ مسکین پر جاری ہوتا ہے	وہ ثواب میں نان و حلوا سے بھی بہت ہوتا ہے
زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند	سیلش از خبث مستقفا کند
اس سبب سے کہ حلوا تو گرمی اور صفرا کرتا ہے	چنانچہ اس کو گندگی سے صاف کرتا ہے
سیلے در وقت بر مسکیں بزن	کہ رہاند آتش از گردن زدن
طمانچہ وقت میں مسکین پر مار	کہ وہ اس کو گردن مارنے سے رہائی دے گا
زخم در معنی فتد بر خوی بد	چوب برگرد اوفتد نے برنمد
چوٹ حقیقت میں اس غلط مذموم پر واقع ہوگی	کڑی گرد پر پڑتی ہے نہ کہ عمدہ پر



بزم و زنداں ہست ہر بہرام را	بزم مخلص را و زنداں خام را
بزم اور زنداں ہر بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں	بزم تو مخلص کے لئے اور زنداں خام کے لئے
شق باید ریش را مرہم کنی	چرک را در ریش مستحکم کنی
شکاف کی ضرورت ہے زخم کو مرہم کرنے لگے	تو مادہ خبیثہ کو زخم میں اور مستحکم کر دے گا
تا خورد مرگوشت را در زیر آں	نیم سودے باشد و پنچہ زیاں
انجام یہ ہو گا کہ گوشت کو اندر ہی اندر کھا لے گا	آدھا تو فائدہ ہو گا اور پچاس حصہ نقصان ہو گا
از تفت آں اندروں ویراں شود	مرگ ناگہ درمیاں پنہاں شود
اس کی گرمی سے اندر کی جگہ خراب ہو جاوے گی	موت ناگہاں درمیاں میں پوشیدہ ہو جاوے گی

دلک نے کہا اے بادشاہ ذرا توقف کیجئے حلم و مغفرت کے چہرہ کو خراش نہ دیجئے۔ اس حد تک کس لئے ہے تعجیل اور انتقام میں اڑاؤ تو نہیں جاتا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوں۔ جو تادیب خدا کے لئے ہوتی ہے اس میں تعجیل روا نہیں ہوتی اور جو (ادب) مقتضا طبیعت اور غصہ عارضی کا ہوتا ہے اس میں تعجیل کرتا ہے تاکہ ختم نہ ہو جاوے (یعنی) ڈرتا ہے کہ اگر رضا آ جاوے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا (اور اسکے جانے سے) انتقام اور ذوق (نفس) اس سے فوت ہو جاوے گا (اس غصہ کو عارضی اس اعتبار سے کہا کہ اس کا سبب رضائے نفس ہے جو مومن کے اعتبار سے حالت اصلہ نہیں ہے اس کی اصلی حالت رضائے حق ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ اشتہائے کاذب میں تعجیل کرتا ہے۔ طعام میں بسبب خوف فوت ہو جانے ذوق کے اور وہ (تعجیل طعام) بجز مرض کے کچھ نہیں ہے (اور اگر) اشتہا صادق ہو تو تاخیر بہتر ہے تاکہ وہ (طعام) خوب ہضم ہو گرہ (اور سدہ) نہ ہو جاوے آپ مجھ کو دفع بلا کے لئے مارتے ہیں (کہ مارنے سے وہ راز جو آپ کے خیال میں موہوم ہو گیا ہے بتلا دوں تاکہ اس کی وہ مضرت جو آپ کے نزدیک مزعوم ہے دفع ہو جاوے یعنی مجھ کو اس لئے مارتے ہیں) تاکہ آپ (اس) رخنہ کو دیکھ لیں (اور) اس کو بند کر دیں تاکہ اس رخنہ سے بلا ظاہر نہ ہو (لیکن) اس کے علاوہ اور رخنے قضا کے پاس ہیں (اگر بلا مقدر ہے تو ایک رخنہ کے بند کرنے سے کیا ہوتا ہے دوسرے) دفع بلا کا چارہ ظلم کرنا نہیں ہے (بلکہ اس کا) چارہ احسان اور عفو و کرم ہے (چنانچہ) ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ رد کرتا ہے بلا کو (یعنی) دوا کر اپنے مریضوں کی صدقہ سے اے فقی (اور) درویش کو جلانا صدقہ نہیں ہے (اور اسی طرح) چشم حلم اندیش کو کور کرنا (صدقہ نہیں ہے) بادشاہ نے کہا کہ (واقع میں جیسا تو کہتا ہے چارہ احسان باشد الخ) خیر کرنا اور اس کا واقع ہونا (بیشک) اچھی بات ہے لیکن جبکہ خیر کرے اس کے موقع پر (جب اچھی بات ہے ورنہ اچھی بات نہیں چنانچہ اگر) تو شاہ کے موقع پر (شطنج میں) رخ رکھ دے تو (بشاط شطنج کی) ویرانی ہے (اسی طرح) شاہ کے موقع پر پیل (رکھ دے) یہ بھی نادانی ہے (اسی واسطے) شریعت میں عطا بھی ہے زجر بھی ہے۔ بادشاہ کے لئے صدر (مجلس) ہے اور گھوڑے کے لئے دروازہ کی جگہ ہے (در بمعنی دروازہ و گاہ بمعنی موضع چنانکہ آرام گاہ یعنی ہر شے کا جدا موقع ہے

اور یہی عدل ہے کیونکہ (عدل کیا چیز ہے ہر شے کا) اس کے موقع پر رکھنا (اور) ظلم کیا چیز ہے (کسی شے کا) اس کے غیر محل میں رکھنا (مثلاً) عدل کیا چیز ہے درختوں کو پانی دے (اور) ظلم کیا چیز ہے خار کو پانی دینا (وجہ یہ کہ) عبث کوئی چیز نہیں جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے غضب اور حلم اور خلوص اور چال میں سے (بلکہ ہر شے اپنے موقع پر کام کی ہی غرض) اس میں سے کوئی چیز نہ تو خیر مطلق ہے (کہ ہر جگہ نافع ہو اور اسی طرح سے) ان میں سے کوئی چیز شر مطلق بھی نہیں (کہ ہر جگہ مضر ہو بلکہ) ہر ایک کا نفع اور ضرر موقع کے اعتبار سے ہے اس جہت سے علم واجب اور نافع ہے (کہ اس سے) ہر شے کا موقع معلوم ہوتا ہے آگے مثالوں میں موقع کی تفصیل ہے (یعنی) اے شخص بہت دفعہ زجر کہ مسکین پر جاری ہوتا ہے وہ ثواب میں نان و حلوا (دینے) سے بھی بہتر ہوتا ہے (اور ظاہر میں کو اس کی مسکنت پر نظر کر کے اس پر رحم آتا ہے اور وہ بہتر ہونا) اس سبب سے (ہے) کہ حلوا تو (بعض اوقات) گرمی اور (تولید) صفر کرتا ہے (اور) طمانچہ اس کے گم دگی (اخلاق) سے صاف کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ عطا نافع اکثر فی الثواب ہے اعطاء مضر سے) طمانچہ (مناسب) وقت میں مسکین پر مار کہ وہ اس کو گردن مارنے سے رہائی دے گا (یعنی بعض اوقات نرمی و رعایت سے اس مسکین میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جاوے جس سے کوئی فعل گردن زدنی صادر ہو تو یہ سختی اس عیب اور اس کے نتیجہ سے حفاظت کرے گی پس یہ) چوٹ حقیقت میں اس خلق مذموم پر واقع ہوگی (کہ اس کا ازالہ مقصود ہے جیسے) لکڑی (باعبار قصد کے) گرد پر پڑتی ہے نہ کہ عمدہ پر (گو ظاہر اس پر پڑتی ہے) بزم اور زندان (دونوں چیزیں) ہر بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں بزم تو مخلص کے لئے اور زندان خام (فی الاخلاص) کے لئے کہ شکاف کی ضرورت ہے زخم کو (اگر ایسے وقت زخم کا) مرہم کرنے لگے تو مادہ خبیثہ کو زخم میں اور مستحکم (اور قائم) کر دے گا (کیونکہ مرہم سے منہ بند ہو کر سب مادہ فاسدہ اندر ہی رہ جاوے گا) انجام یہ ہو گا کہ گوشت کو اندر ہی اندر کھالے گا آدھا تو فائدہ ہو گا اور پچاس حصہ نقصان ہو گا (کیونکہ) اس (مادہ خبیثہ) کی گرمی (والتهاب) سے اندر کی جگہ خراب ہو جاوے گی (پھر) موت ناگہاں درمیان میں پوشیدہ ہو جاوے گی (یعنی مادہ خبیثہ سرایت کر کے مفضی الی الہلاک ہو جاوے گا)۔

گفت دلک من نمی گویم گزار	لیک می گویم تحری پیش آر
دلک نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ ہی دیجئے	لیکن میں کہتا ہوں کہ تحقیق کو پیش نظر رکھیے
ہیں رہ صبر و تائی در مبند	صبر کن اندیشہ می کن روز چند
ہاں راستہ ضبط و تحمل کا بند نہ کیجئے	توقف کیجئے اور چندے تامل کیجئے
در تانی بر یقینے بر زنی	گوشمال من بايقا نے کنی
تامل کرنے سے امر یقینی پر آپ جا پہنچیں گے	میری سزا یقین کے ساتھ کریں گے
در روش یمشی مکباً خود چرا	چوں ہی شاید شدن در استوا
رفتار میں میٹھے مکباً کا مصداق کیوں بنا جاوے	جب کہ ممکن ہے حالت استواء پر چلنا



مشورت کن با گروه صالحان	بر پیغمبر امر شاور ہم بداں
مشورہ کیجئے گروہ صالحین سے	پیغمبر پر شاور ہم کا حکم کیجئے
امر ہم شوریٰ برائے ایں بود	کز تشاور سہو و کز کمتر شود
امر ہم شورے اس واسطے ہے	کہ با ہم مشورہ کرنے سے سہو اور گنجی کم ہوتی ہے
ایں خود ہا چوں مصابیح انورست	بیست مصباح از یکے روشن ترست
کیونکہ یہ عقول مثل چراغوں کے نورانی ہیں	میں چراغ ایک سے زیادہ نورانی ہیں
بوکہ مصباحے فتد اندر میاں	مشتعل گشتہ ز نور آسماں
ممکن ہے کہ کوئی چراغ درمیان میں ایسا واقع ہو	جو کہ نور آسمان سے مشتعل ہوا ہو
غیرت حق پردہ انگیختہ ست	سفلی و علوی بہم آمیختہ ست
غیرت حق نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے	سفلی و علوی کو با ہم ملا رکھا ہے
گفت سروامی طلب اندر جہاں	بخت و روزی را ہی کن امتحاں
ارشاد فرمایا ہے کہ چلو پھرو عالم میں	طالع اور رزق کو تلاش کرتا رہ امتحان کرتا رہ
در مجالس می طلب اندر عقول	آنچناں عقلے کہ بود اندر رسول
مجالس میں عقول میں	ایسی عقل کو بھی طلب کرو جیسی رسول میں تھی
زانکہ میراث از رسول آنست و بس	کوبہ بیند غیبا از پیش و پس
کیونکہ رسول سے میراث یہی عقل ہے اور بس	جو کہ امور مخفیہ کو آگے اور پیچھے سے دیکھ لے
در بصر ہامی طلب ہم آں بصر	کہ نتابد شرح آں ایں مختصر
ابصار میں بھی اس بصر کو طلب کر	کہ یہ مختصر مجموعہ اس کی شرح کا تحمل نہیں کر سکتا
بہر ایں کردست منع آں باشکوه	از ترہب و ز شدن خلوت بکوه
اسی واسطے منع فرما دیا ہے اس عظیم الشان نے	رہبانیت سے اور پہاڑ میں خلوت سے
تاگرد فوت ایں نوع التقا	کاں نظر بخت ست و اکسیر بقا
تاکہ اسی قسم کی ملاقات فوت نہ ہو جاوے	کیونکہ ایسی نظر طالع ہے اور اکسیر بقا ہے
در میان صالحان یک اصلحے ست	بر سر توفیقیش از سلطان صحے ست
صالحین کے درمیان میں ایک اصلح ہے	اس کے فرمان پر سلطان کی طرف سے ایک صح ہے

کاں دعا شد با اجابت مقترن	کفو او نبود کبار انس و جن
کہ وہ دعا اجابت سے مقرون ہو گئی	اس کے ہمسرا کبار انس و جن بھی نہیں ہیں
در مرے اش آنکہ حلو و حامض ست	حجت ایشاں برحق دا حض ست
ایسے شخص کے ساتھ مجادلہ کرنے میں جو شخص شیریں اور ترش ہے	ان لوگوں کی حجت حق تعالیٰ کے نزدیک لچر ہے
کہ چوما او را بخود افراشتیم	عذر و حجت از میاں برداشتیم
کہ جب ہم نے اس کو خود بلند رتبہ کیا ہے	تو عذر و جدال کو درمیان میں مرتفع کر دیا ہے
قبلہ را چوں کرد دست حق عیاں	پس تحری بعد از اں مردود داں
جب قبلہ کو تصرف حق نے معائن کر دیا	پھر تحری کو اس کے بعد مردود جان
ہیں بگرداں از تحری رو و سر	کہ پدید آمد معاد و مستقر
ہاں تحری سے منہ اور سر پھیر لے	کیونکہ معائن ہو گیا محل رجوع اور محل قرار
یک زماں زیں قبلہ گرد اہل شوی	سخرہ ہر قبلہ باطل شوی
اگر ایک ساعت بھی اس قبلہ سے غافل ہو جاوے گا	تو بیگاری ہر قبلہ باطل کا ہو جاوے گا
چوں شوی تمیز دہندہ را ناسپاس	بجہد از تو خطرہ قبلہ شناس
جب تو تمیز دہندہ کا ناسپاس ہو جاوے گا	تو تجھ سے وہ خیال جو کہ قبلہ شناس ہے سلب ہو جاوے گا
گر ازیں انبار خواہی بر و بر	نیم ساعت روز ہمد رہاں مبر
اگر تو اس انبار سے نیکی اور گندم چاہتا ہے	تو تو آدھی ساعت کے لئے بھی توجہ ہمارا ہوں سے مت قطع کر
کاندراں دم کہ بری ز اں معین	بتلا گردی تو بائیس القرین
کیونکہ جس وقت تو اس معین سے قطع تعلق کرے گا	تو تو بری قبریں کے ساتھ بتلا ہو جاوے گا

دلک نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ (مجھ کو) چھوڑ ہی دیجئے لیکن میں (یہ ضرور) کہتا ہوں کہ تحقیق کو پیش نظر رکھئے (یعنی جو کچھ کرنا ہو تحقیق سے کیجئے ہاں راستہ ضبط اور تحمل کا بند نہ کیجئے توقف کیجئے اور چندے تامل کیجئے) (کیونکہ) تامل کرنے سے امر یقینی پر آپ جا پہنچیں گے (اور) میری سزا یقین کے ساتھ کریں گے (اور) رفتار میں ہمیشہ مکبا کا مصداق کیوں بنا جاوے جبکہ ممکن ہے حالت استوا پر چلنا (اقتباس ہے اس آیت سے افمن یمشی مکبا علی وجہہ اہدی ام من یمشی سویا علی صراط مستقیم ہمیشہ مکبا کا ترجمہ یہ ہے کہ چلتا ہے واژگور خلاصہ یہ کہ یہ تحقیق کر لیجئے کہ واقعی کیا میں کوئی راز رکھتا ہوں جس کو بدل کر میں نے یہ تمسخر کی بات بنائی ہے یا اپنی عادت کے موافق تمسخر ہی مقصود تھا اور اپنے تامل کے علاوہ (مشورہ) (بھی) کیجئے گروہ صالحین سے



(اور مشورہ ایسی چیز ہے کہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاوہم کا حکم سمجھے (آگے منفعت مشورہ کی مذکور ہے کہ) امر ہم شوری اس واسطے ہے کہ باہم مشورہ کرنے سے سہو اور کجی کم ہوتی ہے کیونکہ یہ عقول مثل چراغوں کے نورانی ہیں (اور ظاہر ہے کہ) بیس چراغ ایک (چراغ) سے زیادہ (ہی) نورانی ہیں ممکن ہے کہ کوئی چراغ (ان چراغوں کے) درمیان میں ایسا واقع ہو جو کہ دوسرے عامہ عقول کے درمیان میں ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے گو کہ مصباحے فتد اندر میاں وجہ اس کی خفاء کی یہ ہے کہ) غیرت حق نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے (اور) سفلی و علوی کو باہم ملا رکھا ہے غیرت سے مراد حکمت جو مثل غیرت کے مقتضی ہے اخفاء کو یعنی حکمت اخفاء نے ایسی عقل کو عقول عامہ سے مشتبہ و ملتبس کر رکھا ہے اور وہ حکمت ابتلا ہے آگے تفریع ہے اختلاط مذکور پر کہ اسی واسطے (ارشاد فرمایا ہے کہ) (زمین میں) چلو پھرو (یعنی) عالم میں طالع اور رزق کو تلاش کرتا رہ (اور مواقع احتمال کا) امتحان کرتا رہ (معلوم ہوتا ہے دو آیتوں کا مضمون ملا دیا ہے ایک مضمون یہ ہے سیر وافی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین و سیر وافی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللہ ینشی النشاة الاخرہ اور ایک مضمون یہ ہے فامشوا فی مناكبها و کلوا من رزقه الا یہ طالع سے مراد نظر علمی کہ سبب سعادت ہے جو کہ اول مضمون ہے اور رزق سے مراد دوسرا مضمون اور ظاہر ہے کہ نظر علمی عادتہ موقوف ہے صحبت اہل نظر و اہل علم پر پس امر بنظر علمی مستلزم ہے طلب اہل علم و اہل نظر کو مطلب یہ کہ جس طرح طلب رزق کا امر ہے اسی طرح طلب اہل عقل کا بھی چنانچہ آگے اسی کی تصریح ہے کہ آیت کے معنی میں یہ بھی داخل ہے کہ) مجالس میں (جا کر) عقول میں ایسی عقل کو بھی طلب کرو جیسی رسول اللہ علیہ وسلم میں تھی (یعنی عقل حق ہیں) کیونکہ (بروئے حدیث و لکن و رثوا العلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث یہی عقل ہے اور بس جو کہ امور مخفیہ (غامضہ دینیہ) کو آگے اور پیچھے سے دیکھ لے (آگے پیچھے سے مراد احاطہ ہے ضروریات کا یعنی جمیع ماہو الضوری فی الوصول الی الحق کو محیط ہو اسی طرح) ابصار میں بھی اس بصر کو طلب کر کہ یہ مختصر مجموعہ اس کی شرح کا تحمل نہیں کر سکتا (یعنی میری کتاب اس کی شان کے بیان کے لئے کافی نہیں عقل چونکہ مدرک معقولات کی ہوتی ہے اور بصر مدرک محسوسات کی شاید یہ مطلب ہو کہ نور حق کی مدد سے اس عارف کے ادراک معقولات کی شان بھی دوسرے عقلاء سے متفاوت ہوتی ہے اور اس کے ادراک محسوسات کی شان بھی دوسرے اہل احساس سے متفاوت ہوتی ہے چنانچہ ظاہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بصر سے مراد بصیرت لیا جاوے اور یہ شعر در بصر ہا لنح بطور تفسیر کے ہو شعر در مجالس لنح کی اور لفظ ہم کے یہ معنی نہ ہوں کہ مثل عقل کے ایسی بصر کو بھی طلب کر بلکہ یہ معنی ہوں کہ دوسرے ابصار میں ایسی بصر کو بھی طلب کر آگے اس وجوب طلب اہل عقل و بصر پر تفریع ہے کہ) اسی واسطے منع فرما دیا ہے اس (پیغمبر) عظیم الشان نے رہبانیت سے اور پہاڑ میں خلوت (اختیار کرنے) سے تاکہ اس قسم کی ملاقات (اہل عقل و اہل بصر کے ساتھ) فوت نہ ہو جاوے کیونکہ ایسی نظر (جس کو اوپر عقل اور بصر کہا ہے) طالع ہے اور اکسیر بقا ہے اور طالع کی توجیہ بدلیل شرح گفت سیر و لنح گزر چکی ہے اور اکسیر بقاء اس لئے کہا کہ اس سے حیوۃ حقیقیہ باقیہ حاصل ہوتی ہے غرض ایسا شخص (صالحین کے درمیان ایک اصلح) (یعنی سب سے زیادہ صالح) ہے (اور) اس کے (نام زد) فرمان پر سلطان (حقیقی) کی طرف سے ایک صح (لکھا ہوا) ہے (جو کہ علامت ہے منظوری و اجراء

فرمان کی مطلب یہ کہ اس کی مقبولیت منظور شدہ عند اللہ ہے اور اس صحیح کا حاصل یہ ہے (کہ اس عارف کی) وہ دعا (جو ہر مومن کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ کو مقبول بنالے) اجابت سے مقرون ہوگئی (اور وہ شخص مقبول ہو گیا اور مقبولیت بھی ایسی عظیم ہوئی کہ اس میں) اس کے ہمسرا کا برانس و جن بھی نہیں ہیں (یعنی اپنے زمانہ میں ان اقیاء انس و جن سے جو عارف نہیں وہ افضل ہے آگے ایسے شخص کے مخالف کی حالت کا بیان ہے کہ) ایسے شخص کے ساتھ مجادلہ کرنے میں جو شخص شیریں اور ترش ہے ان لوگوں کی محبت حق تعالیٰ کے نزدیک لچر (اور باطل) ہے (آگے بیان ہے عند الحق اس کی حجت کے باطل ہونے کا یعنی گویا حق تعالیٰ اس باب میں یہ فرماتے ہیں) کہ جب ہم نے اس (عبد مقبول) کو خود بلند رتبہ کیا ہے تو (مخالفین کے) غدر و جدال کو درمیان میں مرتفع کر دیا ہے (یعنی لاشے و باطل قرار دیا ہے چنانچہ اہل حق کے مخالفین کی حجج کا بطلان ظاہر ہے لقولہ تعالیٰ فماذا بعد الحق الا الضلال اور اسی لئے اس میں کوئی اثر معتد بہ بھی نہیں ہوتا لقولہ تعالیٰ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ولقولہ تعالیٰ قل جاء الحق و ما یدئ الباطل و ما یعید الا یہ اور ان اشعار کا دعاشد الا بیات الثلثہ میں اشارہ ہے اس آیت کے مضمون کی طرف والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجۃہم دا حضاۃ عند ربہم الا یہ فقولہ کان دعاشد با اجابت مقترن اشارۃ الی قولہ تعالیٰ من بعد ما استجیب لہ وقولہ درمری اش اشارہ الی قولہ تعالیٰ یحاجون وقولہ حجت ایشاں الخ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ حجۃہم دا حضاۃ اور ہر چند کہ آیت میں محاجہ فی اللہ مذکور ہے اور استجابت بھی للہ مذکور ہے لیکن اہل حق سے محاجہ کرنا بھی حق ہی میں محاجہ ہوگا اور اسی طرح استجابت للہ بواسطہ ایسے ہی عباد کے قبول قول کے ہوگا جن کے مسئلوات مجاب عند اللہ ہو کر وہ عباد مقبول ہو چکے ہیں اس لئے آیت کا اشتمال مضمون اشعار کو صحیح ہے اور حلو و حامض سے مراد متردد و مذذب ہے کہ کبھی نرم ہو جاتا ہے کبھی گرم اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جب ان کے معاملہ میں تردد و شک کرنے والا مطرود ہے تو معاند تو بالا ولی ایسا ہوگا آگے مثال ہے اہل حق کے معاملہ میں اہل باطل کے حجت کے داحض ہونے کی کہ) جب قبلہ کو تصرف حق نے معاین کر دیا پھر تحری (وقیاس محض) کو اس کے بعد مردود جان (حاصل مثال کا ظاہر ہے کہ جس طرح کعبہ معاینہ کے ہوتے ہوئے تحری پر عمل جائز نہیں اسی طرح حق کے سامنے باطل لاشے ہے) اور یہاں سے بیس شعرا و پر گفت و لک الخ میں جو تحری کو واجب الاتباع کہا ہے اور یہاں تحری کو ممنوع الاتباع سو وہاں تحری کے اور معنی ہیں یعنی تحقیق حق میں اجتہاد و کوشش کرنا اور یہاں اور معنی ہیں یعنی دلیل صحیح کے سامنے محض رائے پر عمل کرنا فلا تعارض آگے شعر سابق کی تاکید ہے (یعنی) ہاں تحری سے منہ اور سر پھیر لے کیونکہ معاین ہو گیا (قبلہ جو کہ تیرا) محل رجوع اور محل قرار (قلب ہے اسی طرح اہل حق کو مثل قبلہ کے اپنا مرجع بنا اور اہل باطل سے روگردانی کر ورنہ) اگر ایک ساعت بھی اس قبلہ (مذکورہ) سے غافل ہو جاوے گا تو بیگاری ہر قبلہ باطل کا ہو جاوے گا (یعنی ان کے دست اضلال میں گرفتار ہو جاوے گا اور انجام اس کا اکثر یہ ہے کہ بعد چندے استعداد بھی حق شناسی کی مضحکہ ہو جاتی ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تو تمیز دہندہ کا ناسپاس ہو جاوے گا تو تجھ سے وہ خیال جو کہ قبلہ شناس ہے



سلب ہو جاوے گا (تمیزدہ سے مراد عارف جس کی تعلیم و توجہ سے حق و باطل میں امتیاز کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے اور ناسپاسی سے مراد بے قدری و مخالفت اور اس پر اصرار کرنے سے) استعداد کا اضمحلال مشاہد ہے پس جب اس کی مخالفت و مجاہبت ایسی مضر ہے تو اگر تو اس انبار (معرفت حق) سے نیکی اور گندم (یعنی ذخیرہ) چاہتا ہے تو تو آدھی ساعت کے لئے بھی توجہ (قابل ہمرای) ہمراہوں سے مت قطع کر کیونکہ جس وقت تو اس معین سے قطع تعلق کرے گا تو تو برے قرین کے ساتھ مبتلا ہو جاوے گا (جس کا انجام خسار و ہلاک ہے جس طرح آگے حکایت آتی ہے کہ ایک مینڈیک نے چوہے سے دوستی کی اور ایک ڈورادونوں نے اپنے پاؤں میں باندھ لیا اتفاق سے چوہے کو ایک زاغ پکڑ کر ہوا میں اڑا تو اس ڈورے کے سبب مینڈیک بھی ہوا میں معلق ہوا اور پچھتا یا کہ نا جنس کے ساتھ دوستی کا یہ انجام ہوا پس یہ حکایت مضمون مبتلا گردی تو بانیس القرین کے ساتھ مربوط ہوئی)

حکایت تعلق موش با چغز و بستن پائے ہر دو برشتہ دراز و بر کشیدن زاغ موش را و معلق شدن چغز و نالیدن و پشیمان شدن اواز تعلق با غیر جنس و با جنس خود نا ساختن حکایت چوہے اور مینڈیک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور کوئے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈیک کا لٹک جانا اور رونا اور اس کا اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا موشے و چغزے با وفا	بر لب جو گشتہ بودند آشنا
قضا را ایک چوہا اور ایک مینڈک با وفا	ندی کے کنارہ پر آشنا ہو گئے تھے
ہر دو تن مربوط میقاتے شدند	ہر صبحے گوشہ می آمدند
دونوں پابند ایک معین وقت کے ہو گئے تھے	ہر صبح کو ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے
نزد دل باہمد گرمی باختند	از وساوس سینہ می پرداختند
دل کی نزد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے	اور خیالات سے سینہ کو خالی کرتے تھے
ہر دو را دل از تلافی متسع	ہمدگر را قصہ خوان و مستمع
دونوں کا دل با ہم ملاقات سے کشادہ ہوتا تھا	ایک دوسرے سے قصہ کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے
رازگویاں بازبان و بے زباں	الجماعۃ رحمہ را تاویل داں
رازگو تھے بازبان بھی اور بے زبان بھی	الجماعۃ رحمۃ کے معنی جاننے والے تھے
آں اثرچوں جفت ایں شاد آمدے	پنجسالہ قصہ اش یاد آمدے
وہ سرور جب اس سرور کا قرین ہوتا	تو پانچ پانچ سال کا قصہ اس کو یاد آتا

قضا را ایک چوہا اور ایک مینڈک با وفا ندی کے کنارہ پر آشنا ہو گئے تھے دونوں پابند ایک معین وقت کے ہو گئے

تھے (یعنی) ہر صبح کو ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے دل کی نزدیک دوسرے سے کھیلے تھے اور خیالات سے سینہ کو خالی کرتے تھے (جیسے دو متحابین جمع ہو کر اپنے اپنے مافی الضمیر کو بیان کیا کرتے ہیں) دونوں کا دل باہم ملاقات سے کشادہ ہوتا تھا ایک دوسرے سے قصہ کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے راز گو تھے بازبان بھی اور بے زبان بھی (یعنی قالاً بھی اور حالاً بھی گویا) الجماعۃ رحمۃ کے معنی جاننے والے تھے (کیونکہ جو اس کے معنی جانے کا وہ اس پر عمل کرے گا پس وہ اس پر عامل تھے مثل عالم کے) وہ (ایک) مسرور (محبت) جب اس (دوسرے) مسرور (محبت) کا قرین ہوتا تو پانچ پانچ سال کا قصہ اس کو یاد آتا (مراد اشر و شاد سے مطلق محبت و محبوب اور متحابین میں ایسا ہونا معتاد ہے)۔

جوش نطق از دل نشان دوستی ست	بستگی نطق از بے الفتی ست
جوش گویائی کا دل سے علامت محبت کی ہے	بستگی گویائی کی بسبب بے الفتی کے ہے
دل کہ دلبر دید کے ماند ترش	بلبلے گل دید کے ماند خموش
دل کہ جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ ترش کب رہتا ہے	کسی بلبل نے گل کو دیکھ لیا وہ خاموش کب رہتی ہے
ماہی بریاں ز آسیب خضر	زندہ شد در بحر گشت او مستمر
ماہی بریاں اثر خضر سے	زندہ ہو گئی دریا میں رواں ہو گئی
یار چوں بایار خود بنشستہ شد	صد ہزاراں لوح دل دانستہ شد
جب یار اپنے یار کے پاس بیٹھتا ہے	تو لاکھوں لوح قلب معلوم ہو جاتے ہیں
لوح محفوظ ست پیشانی یار	راز کونینش نماید آشکار
لوح محفوظ ہے یار کی پیشانی	اس کو کونین کے اسرار آشکارا کر دیتی ہے
ہادی راہ است یار اندر قدوم	مصطفیٰ زیں گفت اصحابی نجوم
ہادی طریق ہے یار سلوک میں	اسی سے مصطفیٰ نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم
نجم اندر ریگ و دریا رہنما ست	چشم اندر نجم نہ کو مقتدا ست
ستارہ خشکی اور دریا میں رہنما ہوتا ہے	آنکھ ستارہ سے لگائے رکھ کہ وہ مقتدا ہے
چشم را باروی اومی دار جفت	گرد منگیزاں ز راہ بحث و گفت
تو آنکھ کو اس کے چہرے کے قرین رکھ	غبار ست افحا سباحہ و مکالمات کے طریقہ سے
زانکہ گرد و نجم پنہاں زان غبار	چشم بہتر از زبان باعثار
اس لئے کہ نجم اس غبار سے پوشیدہ ہو جاتا ہے	چشم بہتر ہے زبان بالغرض سے



تا بگوید آنکہ و حشیش شعار	کاں نشانہ گرد و تنگیز و غبار
تاکہ وہ شخص کہے جس کا شعار وحی ہے	کیونکہ یہ عمل گرد کو ساکن کر دیتا ہے غبار کو متحرک نہیں کرتا
چوں شد آدمؑ مظہر وحی و وداد	ناطقہ او علم الاسماء کشاد
جب آدم علیہ السلام وحی اور مودت کے مظہر ہوئے	تو ان کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا
نام ہر چیزے چنانکہ ہست آں	از صحیفہ دل روی گشتش زباں
ہر چیز کا نام جس طرح سے کہ وہ چیز ہے	ان کی زبان صحیفہ دل سے سیراب ہو گئی
فاش می گفتے زباں از رویتش	جملہ را خاصیت و ماہیتش
زبان صاف صاف اس ہر چیز کے دیکھنے سے کہہ رہی تھی	سب کی خاصیت اور ماہیت کو
آ پنجاں نامے کہ اشیا را سرزد	نے چنانکہ چیز را خوانند اسد
ایسے نام جو کہ اشیاء کے مناسب تھے	نہ ایسا کہ چیز کو شیر کہہ دیتے ہیں
نوحؑ نہ صد سال در راہ سوی	بود ہر روزیش تذکیر نوی
نوح علیہ السلام نے نو سو سال تک صراط مستقیم میں	ان کا ہر روز نیا وعظ ہوتا تھا
لعل او تازہ زیا قوت القلوب	نے رسالہ خواندہ نے قوت القلوب
ان کا لب لعل تازہ تھا یا قوت القلوب سے	نہ تو انہوں نے رسالہ پڑھا تھا اور نہ قوت القلوب
وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح	بلیک ینبوع کشوف و شرح روح
انہوں نے وعظ کو کچھ شروح سے بھی نہیں سیکھا تھا	بلکہ چشمہ مکاشفات اور انشراح رو سے سیکھا تھا
زاں مے کاں مے چونوشیدہ شود	آب نطق از گنگ جوشیدہ شود
اس شراب سے کہ وہ شراب جب پی لی جاوے	تو گوگے میں آب نطق جوش کرنے لگے
طفل نو زادہ شود حبر و فصیح	حکمت بالغ بخواند چوں مسیحؑ
طفل نوزادہ عالم اور فصیح ہو جاوے	وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بالغہ پڑھنے لگے
از گہے کہ یافت زاں مے خوش لبی	صد غزل آموخت داؤدؑ نبی
جس وقت سے اس شراب سے خوش لبی حاصل کی تھی	صدہا غزل داؤد علیہ السلام نے سیکھ لی تھی
جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک	ہمزبان و یار داؤدؑ ملکہ
تمام طیور اپنی جیس جیس ترک کر کے	داؤد علیہ السلام صاحب ملک کے ہم زبان اور رفیق ہو گئے

چہ عجب گر مرغ گردد مست او	چوں شنید آہن صدائے دست او
تعب کیا ہے اے پرندہ ان کا مست ہو جاوے	جب کہ لوہے نے ان کے ہاتھ کی آواز سن لی
صرصرے برعاد قتالے شدہ	مر سلیمان را چو جمالے شدہ
وہ صرصر جو عاد پر قتال ہو چکی تھی	سلیمان علیہ السلام کے لئے مثل جمال کے ہو گئی تھی
صرصرے می برد بر سر تخت شاہ	ہر صبح و ہر مسایک ماہہ راہ
وہ صرصر اپنے سر پر تخت شاہی کو لے چلتی تھی	ہر صبح اور ہر شام ایک مہینے کے راستہ تک
ہم شدہ جمال وہم جاسوس او	گفت غائب را کناں محسوس او
وہ ہوا ان کی جمال بھی تھی اور ان کی جاسوس بھی تھی	قاتل غائب کی گفتار کو ان کو محسوس کراتی تھی
باد چوں گفتار غائب یافتے	سوی گوش آں ملک باشتافتے
وہ ہوا جب کسی غائب کی گفتار کو پاتی	تو ان بادشاہ کے کان کی طرف دوڑتی
کاں فلانے ایں چنین گفت ایں زماں	اے سلیمان شہ صاحبقران
کہ فلاں شخص نے ایسی بات اس وقت کہی ہے	اے سلیمان شاہ صاحبقران

(یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا اور چند شعراول کے علت ہیں ماقبل کی کہ دونوں کی ملاقات سے ان کو مضامین یاد آتے تھے پھر اس سے انتقال ہے دوسرے مضامین ارشاد یہ کی طرف یعنی ان دونوں کو جو مضامین کی آمد ہوتی تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ) جوش گویائی کا (جو) دل سے (اٹھتا ہے یہ) علامت محبت کی ہے (پس محبت اس کی علت ہوئی اور) بستگی گویائی کی بسبب بے لفتی کے ہے دل کہ جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ ترش (اور منقبض) کب رہتا ہے (دیکھنے کو دل کی طرف نسبت کرنا باوجودیکہ دیکھنا فعل آنکھ کا ہے اس لئے کہ یہ حواس جو ایس ہیں اصل مدرک قلب یا نفس ہے باختلاف العبارات آگے مثال ہے مضمون مصرعہ اولی کی کہ) کسی بلبل نے گل کو دیکھ لیا وہ خاموش کب رہتی ہے (آگے اور مثال ہے کہ جیسے) ماہی بریاں اثر (پشیمہ) خضر علیہ السلام سے (کہ عین الحیات ہے اور اضافت اس کی خضر علیہ السلام کی طرف بادنی ملاستہ ہے کہ وہ مقام تھا لقاء خضر عم کا پس وہ ماہی) زندہ ہو گئی (اور) دریا میں رواں ہو گئی (جیسا احادیث میں مصرح ہے پس اسی طرح محبوب سے ملنے سے ایک قسم کی حیات و تازگی قلب میں پیدا ہوتی ہے جس سے نطق کو جوش ہوتا ہے آگے بطور انتقال کے صحبت شیخ کے برکات اور پھر چشم رباروی اوانح سے اس کے بعض آداب اور پھر علوم شیخ کامل کا موہوب ہونا چوں شد آدم الخ سے پھر ایسے مقبولین کے بعض دوسرے احوال موہوبہ جملہ مرغاں الخ سے مذکور ہیں پس ارشاد ہے کہ جس طرح متحابین للطبع کی تلاحق مظہر اسرار محبت مجازیہ ہوتی ہے اسی طرح متحابین فی اللہ کی تلاحق مظہر اسرار محبت حقیقیہ یعنی محبت حق ہوتی ہے کہ اس تحاب کا اصلی سبب محبت حق ہی ہے پس جو اثر لقاء حق کا ہوتا وہی اثر لقاء ہادی الی الحق کا ہوتا ہے چنانچہ) جب یار (یعنی طالب) اپنے یار (یعنی مرشد) کے پاس بیٹھتا ہے



(لوقوع الماضی فی موقع الشرط) تو لاکھوں لوح قلب معلوم ہو جاتے ہیں (یعنی مرشد کے قلب سے فیض و برکات و علوم و معارف و واردات جو پہلے سے ظاہر نہ تھے منعکس و منکشف ہوتے ہیں چنانچہ شب و روز سالکین کو اس کا مشاہدہ ہوتا ہے آگے بھی بعنوان دیگر یہی مضمون ہے کہ) لوح محفوظ (کے مشابہ) ہے یار (یعنی مرشد) کی پیشانی (کہ) اس (طالب سالک) کو کونین کے اسرار آشکارا کر دیتی ہے (یعنی اس کی زیارت کو مستلزم ہے صحبت کو کہ اصل موثر یہی ہے سبب ہو جاتی ہے انکشاف اسرار متعلقہ سلوک کا خواہ وہ عالم شہادت کے متعلق ہوں جیسے اپنے امراض و علل و معالجات کا معلوم ہونا خواہ عالم غیب کے متعلق ہوں جیسے معاملات مع الحق کا معلوم ہونا آگے اس پر تفریع ہے کہ پس اس سے ثابت ہوا کہ ہادی طریق ہے یار (بالمعنی المذکور) سلوک میں (کہ جس کی صحبت بھی سبب ہدایت ہے چہ جائیکہ تعلیم) اسی سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اصحابی کا نجوم (یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں یعنی وجہ تشبیہ ذریعہ ہدایت ہونا ہے چنانچہ اسی حدیث میں اس وجہ تشبیہ کی بھی تصریح ہے۔ بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور اسی کو آگے مولانا خود بھی فرماتے ہیں کہ) ستارہ خشکی اور دریا میں رہنما ہوتا ہے (کما قال تعالیٰ و هو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا بها فی ظلمات البر والبحر پس) آنکھ ستارہ سے لگائے رکھ کہ وہ مقتدا ہے (کما مر آنفا من الحدیث آگے آداب مرشد بطور تفریع علم التشبیہ المذکور۔ بتلاتے ہیں کہ جب اس کی شان نجم کی سی ہے تو) تو آنکھ کو اس کے چہرہ کے قرین رکھ (یعنی اس کی زیارت و صحبت و انتظار تعلیم و فیض کو اختیار کر اور) غبار مت اٹھا مباحثہ و مکالمات کے طریقہ سے (یعنی اس کے ساتھ رد و قدح و سوال بطور اعتراض و اشکال مت کرو کہ اس کا اثر مثل غبار کے ہے کہ قلب شیخ کو مکدر کر دیتا ہے جس سے فیض بند ہو جاتا ہے آگے اس کی حلت ہے یعنی) اس لئے کہ نجم اس غبار سے پوشیدہ ہو جاتا ہے (جس کی تطبیق کی توجیہ ابھی گزری پس) چشم (جو اس کی زیارت و توقع و انتظار افادہ میں مشغول ہو) بہتر ہے زبان بالغزش سے (جو مباحثہ میں مشغول ہو جو کہ لغزش اور خطا کی بات ہے پس جب اس زبان سے وہ چشم بہتر ہے تو تو حسب مضمون مصرعہ چشم را باروی او میدار جفت چشم ہی سے کام لے) تاکہ وہ شخص (خود) کہے جس کا شعار (اور طریقہ) وحی (کا اتباع) ہے (علما و عملاً) کیونکہ یہ عمل (یعنی قیل و قال نہ کرنا اور منتظر افادہ رہنا) گرد کو ساکن کر دیتا ہے غبار کو متحرک نہیں کرتا (یعنی اس سے شیخ مکدر نہیں ہوتا اور تا بگوید متعلق میدار حفت کے ہے جیسا میں نے تقریر بھی اسی کے موافق کی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالکل اس کے سامنے مت بولو کیونکہ بالکل نہ بولنا بھی مانع فیض ہے کیونکہ ہر ضرورت شیخ کو خود نہیں معلوم ہوتی تو بالکل نہ بولنے سے بعض احوال مخفی رہیں گے نیز باہم موانست و مناسبت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ بطور معارضہ کے کلام مت کرو چنانچہ اوپر بھی مصرعہ گرد منکیزاں الخ کی تقریر میں اس قید کی تصریح کر دی گئی ہے آگے بمناسبت و حیستش شعار مذکور فی ہذا الشعر کے مرشدین الہی اللہ کے علوم و بعض دیگر برکات کا مستفاد من الوحی و مہوب من اللہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں اور چونکہ اس میں اصل حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں کہ خود بلا واسطہ مستفید و مقتبس ہیں حضرت حق سے کیونکہ ملائکہ کا توسط محض سفارت بطور واسطہ فی الاثبات کے ہے افادہ نہیں اور اولیاء و عارفین اس میں تابع ہیں انبیاء علیہم السلام کے کہ بواسطہ ان حضرات کرام کے وہ ان علوم و برکات سے مستفید و مقتبس ہوتے ہیں اس لئے اس مقام پر حضرات انبیاء ہی کے استفادہ علوم و برکات من اللہ کا ذکر کیا ہے اول آدم علیہ السلام کا پھر نوح علیہ السلام کا پھر عیسیٰ علیہ السلام کا پھر داؤد علیہ السلام کا پھر سلیمان علیہ السلام کا کہیں علوم کا کہیں دوسرے برکات کا اور

اولیاء تابعین کا حکم سوق کلام سے معلوم ہو جاوے گا کیونکہ اوپر سے اولیاء و عارفین ہی کا ذکر چلا آتا تھا اور وحیستش شعار میں ان کا تابع وحی ہونا مذکور تھا آگے اہل وحی کا ذکر فرمایا جس نے واضح طور پر دلالت کی کہ یہ مقبوعین ایسے ہی علوم و برکات میں ان تابعین کے لئے واسطہ فی الثبوت یا واسطہ فی العروض ہیں یعنی اگر ان فیوض ثابۃ الانبیاء کے خصوصیات پر بھی نظر کی جاوے تب تو اولیاء کے لئے یہ حضرات واسطہ فی العروض ہیں کیونکہ وہ خصوصیات اولیاء کے لئے غیر جائز الثبوت ہیں اور اگر اطلاق کا درجہ لیا جاوے تو واسطہ فی الثبوت ہونا موجب کسی اشکال کا نہیں باقی دونوں کے صفات میں حقیقت و مجاز کا تفاوت ہونا ظاہر بھی ہے پس خلاصہ مقصود مقام کا یہ ہوا کہ عارفین جن کے فیوض کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان میں وہ تابع و مشابہ انبیاء کے ہیں جو مدلول ہے جملہ وحیستش شعار کا چنانچہ ان مقبوعین کی یہ شان تھی کہ (جب آدم علیہ السلام وحی اور مودت (یعنی محبت و مقبولیت حق) کے مظہر ہوئے تو ان کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا) پس اتباع کی برکت سے یہی شان ہو جاتی ہے عارفین کی اور جلیسان ان و مستفیدان عارفین کی کماید علی الاول قولہ وحیستش شعار علی الثانی راز کو نیش نماید آشکار آگے شرح ہی علم الاسماء کشادگی کہ ہر چیز کا نام (و وصف) جس طرح سے کہ وہ چیز ہے (اس کے نطق کے ساتھ) ان کی زبان صحیفہ دل سے سیراب ہو گئی (یعنی زبان نے اس کے ساتھ ایسا پورے طور پر سے نطق کیا کہ وہ سیراب ہو گئی۔ کذا فی المنتخب فی معنی روی اور از صحیفہ دل اس لئے بڑھایا کہ اصل محل وحی قلب ہی ہے اور میں نے نام کے ساتھ جو وصف بھی بڑھا دیا دلیل آ کی میری تفسیر میں ہے اور شعر آئندہ میں خود مولانا نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے غرض) زبان (آدم علیہ السلام کی) صاف صاف (سب اسماء کو) اس ہر چیز کے دیکھنے سے (کہ مسمیات میں ان اسماء کے) کہہ رہی تھی (یعنی وہ سب مسمیات ان کے سامنے مرئی اور منکشف تھے دیکھتے جاتے تھے اور زبان سے کہتے جاتے تھے آگے مفعول ہے میگفتے کا یعنی) سب کی خاصیت اور ماہیت کو (اور چونکہ اسماء کی بھی تفسیر ہے اس لئے میں نے اسماء کو مفعول کے طور پر نکال دیا آگے بدل ہے خاصیت و ماہیت کا یعنی) ایسے نام جو کہ (واقع میں ان) اشیاء کے مناسب تھے (یعنی اسماء و اوصاف و خواص و حقائق و افعیہ) نہ ایسا کہ چیز (یعنی بزدل کو) (تمسخر) شیر کہہ دیتے ہیں (یعنی غیر واقعی نہیں اول نام ہر چیز کے کو مفعول کہنا پھر خاصیت و ماہیت کو میگفتی کا مفعول بنانا پھر آنچناں نامی کو اس کا بدل بنانا یہ دلیل ہے اس کی کہ اسماء سے مراد صرف اعلام و الفاظ نہیں بلکہ مع خواص و غیر ہا ہے اسی کو میں نے ابھی کہا تھا کہ مولانا نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ یہ تو بیان ہوا آدم علیہ السلام کے علوم و ہدیہ کثیرہ وافرہ کا آگے بیان ہے نوح علیہ السلام کے علوم موہوبہ غزیرہ متکاثرہ کا کہ (نوح علیہ السلام نو سو سال تک صراط مستقیم (کی دعوت) میں (اس حالت پر رہے کہ) ان کا ہر روز نیا وعظ ہوتا تھا (اور ظاہر ہے کہ علم مکتسب میں اتنی وسعت کہاں کہ نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ ہو کیونکہ اگر سال تین سو ساٹھ دن کا لیا جاوے تو نو سو سال کے تین لاکھ چوبیس ہزار دن ہوتے ہیں اگر کم سے کم ہر وعظ میں دس ہی مضمون رکھے جاویں تو بتیس لاکھ چالیس ہزار مضمون ہوتے ہیں بیچارہ اکتساب کہاں تک ساتھ دے سکتا ہے یہ وسعت و ہب ہی سے ہو سکتی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ مقاصد اتنے تھے مقصود تو چند اصول یا کچھ فروع بھی ہوں گے یہ سب ان مقاصد کے طرق تھے کہ ایک ایک مقصود کو ہزاروں طریق سے بیان فرماتے تھے جو اور بھی زیادہ عجیب ہے کیونکہ مضامین مختلفہ کو اسالیب مختلفہ سے بیان کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک مضمون کو اتنے اسالیب سے بیان کیا جاوے) ان کا لب لعل تازہ تھا یا قوت القلوب سے (مراد اس سے ان کا قلب ہے جو اور قلوب سے افضل



تھا یعنی ان کے قلب سے مضامین کا جوش ہوتا تھا اور لب سے تازہ مضامین نکلتے تھے) نہ تو انہوں نے رسالہ (مکیہ امام قشیری کا) پڑھا تھا اور نہ قوت القلوب (ابوطالب مکی کی پڑھی تھی کذا فی الحواشی اور) انہوں نے وعظ کو کچھ شروع سے بھی نہیں سیکھا تھا (یعنی مکتسب نہ تھا) بلکہ چشمہ مکاشفات اور انشراح روح سے سیکھا تھا (مراد وحی ہے یعنی موہوب تھا آگے اس علم وہی کی خاصیت مدحیہ ہے کہ) اس شراب (الہی) سے (وہ وعظ حاصل کیا تھا) کہ وہ شراب جب پی لی جاوے تو گونگے میں آب نطق جوش کرنے لگے (اور اس سے) طفل نوزادہ عالم اور فصیح ہو جاوے (اور) وہ (طفل) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بالغہ پڑھنے لگے (چنانچہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے بھی طفولیت ہی میں اس علم وہی سے کیسے حکمت آمیز مضامین فرمائے انی عبد اللہ اتانی الکتب الی قوله ابعث حیا تشبیہ کے پیرایہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے علوم کا بھی ذکر ہو گیا آگے داؤد علیہ السلام کے علوم کا ذکر ہے کہ) جس وقت سے اس شراب (الہی) سے خوش لبی حاصل کی تھی صد با غزل (یعنی کلام رقت انگیز و محبت آمیز خواہ از قبیل مناجات باشد) داؤد علیہ السلام نے سیکھ لی تھی (جن علوم و مضامین پر دوسرے آثار عجیبہ و برکات غریبہ اور بھی یہ مرتب ہوئے کہ) تمام طیور اپنی چیں چیں (کی آواز) ترک کر کے داؤد علیہ السلام صاحب ملک (وسلطنت) کے ہم زبان اور رفیق ہو گئے (کما قال تعالیٰ یجبال او بی معہ والطیر آگے مولانا اس سے تعجب کو رفع فرماتے ہیں کہ) تعجب کیا ہے اگر پرندان کا مست ہو جاوے جبکہ لوہے نے ان کے ہاتھ کی آواز سن لی (یہ سننا مجاز ہے یعنی ان کے ہاتھ لگانے سے لوہا نرم ہو گیا گویا وہ ہاتھ کی آہٹ سنتا اور پہچانتا تھا قال تعالیٰ والنالہ الحدید مقصود یہ کہ جب ان کی برکت سے جماد متاثر ہوتا تھا تو حیوان کا تاثر کیا عجیب ہے یہاں داؤد علیہ السلام کے علوم اور دوسرے برکات کا بیان ہو گیا آگے سلیمان علیہ السلام کے بعض برکات علاوہ علوم کے قصداً اور بعض طرق بعض علوم وہیہ کے استطراداً اخیر اشعار میں بیان فرماتے ہیں جس طرح داؤد علیہ السلام کے علوم کا قصداً بیان فرمایا تھا اور دوسرے برکات کا استطراداً جس کی استطرادیت کی طرف احقر نے تمہید شعر جملہ مرغان الخ میں اس قول سے اشارہ بھی کر دیا تھا جن علوم و مضامین پر دوسرے آثار الخ پس فرماتے ہیں کہ) وہ صرصر (یعنی باد تند) جو عاد پر قال ہو چکی تھی سلیمان علیہ السلام کے لئے مثل حمال کے ہو گئی تھی (چنانچہ) وہ صرصر اپنے سر پر تخت شاہی کو لے چلتی تھی ہر صبح اور ہر شام ایک مہینہ کے راستہ تک (کما قال تعالیٰ غدوھا شہر ورواحھا شہر اور صرصر اس کو تیز روی کے سبب کہا کما قال تعالیٰ ولسلیمان الریح عاصفہ نہ کہ سخت روی کے سبب کہ اس کا انتفاء تو دوسری آیت میں مذکور ہے فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء یہ ذکر ہو گیا دوسری برکات کا آگے استطراداً علوم کے متعلق بھی کچھ بیان ہے کہ) وہ ہوا ان کی حمال بھی تھی اور ان کی جاسوس (ومخبر) بھی تھی (یعنی) قائل غائب کی گفتار کو ان کو محسوس (و معلوم) کراتی تھی (اس طرح سے کہ) وہ ہوا جب کسی غائب کی گفتار کو پاتی تو ان بادشاہ کے کان کی طرف دوڑتی کہ فلاں شخص نے ایسی بات اس وقت کہی ہے اے سلیمان شاہ صاحبقران (ظاہر ہے کہ یہ طریقہ علم بالا اقوال کا مکتسب اور اختیاری نہیں پس موہوب ہوا تو ایک قسم علم وہی کی یہ بھی ہوئی جبکہ اس میں یہ لحاظ بھی ہو کہ یہ خبر پہنچنا کسی دینی عمل و غرض سے تعلق رکھے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا مقصود ہر امر میں یہی دین ہوتا ہے تو وہ علم وہی محمود و مقصود بھی ہو اور نہ نفس خبر من حیث خبر علوم وہیہ میں شمار نہیں کی جاتی اور یہ خبر پہنچانا ہوا کا اضطراری بواسطہ تسخیر ہے پس اسناد ایصال خبر کی اس کی طرف ان اشعار میں اسناد مجازی الی السبب ہے آگے عود ہے قصہ کی طرف)۔

تدبیر کردن موش بچغز کہ من نمی توانم آمدن بر تو بوقت حاجت در آب در میان ما وسیلتی باید کہ چوں  
من بر لب آب آیم ترا توانم خبر کردن و چوں تو بر در سوراخ آں موش خانہ آئی مرا توانی خبر کردن  
چو ہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آ سکتا ہوں ہمارے  
درمیان کوئی وسیلہ چاہیے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں تجھے خبر کر سکوں اور جب تو چوہے کے گھر  
کے سوراخ کے دروازے پر آئے مجھے خبر کر سکے۔

ایں سخن پایاں ندارد گفت موش	چغز را روزے کہ اے مصباح حوش
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا چوہے نے کہا	مینڈک سے ایک روز کہ اے فخر و حوش
وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز	تو درون آب داری ترک تراز
بہت اوقات چاہتا ہوں کہ تجھ سے اسرار کہوں	تو پانی کے اندر دوڑ لگاتا پھرتا ہے
بر لب جو من ترا نعرہ زناں	نشوی در آب بانگ عاشقاں
میں ندی کے کنارہ پر تجھ کو آوازیں دیتا ہوں	تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز نہیں سنتا
من دریں وقت معین اے دلیر	من نگردم از محاکات تو سیر
میں اس معین وقت میں اے دلیر	تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا
پنج وقت آمد نماز اے رہنمون	عاشقاں را فی صلوة دائمون
پانچ وقت وارد ہے نماز اے رہنما	عاشقوں کے لئے ہم فی صلوة دانسون ہے
نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار	کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار
نہ پانچ سے سکون حاصل کرتا ہے وہ خمار	جو کہ ان سروں میں ہے نہ پانچ سو سے
نیست ز رغباً نشان عاشقاں	سخت مستقی ست جان صادقاں
نہیں ہے ز رغباً نشان عشاق کا	صادقین کی روح سخت مستقی ہے
نیست ز رغباً وظیفہ ماہیاں	زانکہ بے دریا ندارند انس جاں
ز رغباً معمول مچھلیوں کا نہیں ہے	کیونکہ بدوں دریا کے وہ انس روح نہیں رکھتے
آب ایں دریا کہ ہائل بقعہ ایست	باخمار ماہیاں خود جرعہ ایست
اس دریا کا پانی کہ ایک ہولناک موقع ہے	مچھلیوں کی خمار کے سامنے خود ایک جرعہ ہے



یک دم ہجراں بر عاشق چو سال	وصل سال متصل پیش خیال
ہجر کا ایک لمحہ بھی عاشق کے نزدیک مثل سال کے ہے	متواتر ایک سال کا وصل بھی اس کے سامنے ایک خیال ہے
عشق مستقی ست مستقی طلب	درپے ہم این و آں چوں روز و شب
معشوق بھی مستقی ہے اور مستقی کا طالب ہے	یہ اور وہ ایک دوسرے کے پیچھے مثل روز اور شب کے ہیں
روز بر شب عاشق ست و مضطرب	چوں بہ بنی شب برو عاشق ترست
دن تو شب پر عاشق ہے اور مضطرب ہے	جب دیکھو تو شب اس پر زیادہ عاشق ہے
نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست	ازپے ہم شاں یکے دم ایست نیست
ان کو طلب سے ایک لمحہ بھی توقف نہیں ہے	ایک دوسرے کے پیچھے ان کو ایک دم بھی توقف نہیں ہے
ایں گرفتہ پائے آں آں گوش ایں	ایں براں مدہوش و آں بیہوش ایں
اس نے اس کا پاؤں پکڑ رکھا ہے اس نے اس کا کان	یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بے ہوش ہے
در دل معشوق جملہ عاشق ست	در دل عذرا ہمیشہ و اتمق ست
معشوق کے دل میں بالکل عاشق ہی ہے	عذرا کے قلب میں ہمیشہ و اتمق ہے
در دل عاشق بجز معشوق نیست	در میاں شاں فارق و مفروق نیست
عاشق کے دل میں بجز معشوق کے کچھ نہیں ہے	ان کے درمیان کوئی فارق اور مفروق نہیں ہے
بر یکے اشتر بود ایں دود را	پس چہ زرغباً بگنجد ایں دورا
ایک شتر پر یہ دو جرس ہیں	پھر زرغباً کیا گنجائش رکھتا ہے ان دونوں کے لئے
ہیچکس باخولیش زرغباً نمود	ہیچ کس باخود بنوبت یار بود
کسی شخص نے اپنے ساتھ بھی زرغباً کو ظاہر کیا ہے	کوئی شخص اپنے ساتھ نوبت سے یار ہوا ہے
آں یکی نے کہ عقلش فہم کرد	فہم ایں موقوف شد بر مرگ مرد
وہ ایسا اتحاد نہیں ہے کہ عقل نے اس کو سمجھ لیا ہو	اس کا سمجھنا موقوف ہے موت شخص پر
جز مگر مردے کہ پیش از مرگ مرد	رخت ہستی را بسوی یار برد
مگر بجز اس شخص کے کہ مرنے سے پہلے مر گیا	رخت وجود کو محبوب کی طرف لے گیا
ور بعقل ادراک ایں ممکن بدے	قہر نفس از بہر چہ واجب شدے
اور اگر عقل سے اس کا ادراک ممکن ہوتا	تو مجاہدہ نفس کے لئے ضروری ہوتا

باچناں رحمت کہ دارد شاہ ہش	بے ضرورت چوں بگوید نفس کش
باوجود ایسی رحمت کے کہ سلطان العقول رکھتا ہے	بے ضرورت کیونکر فرماتے کہ نفس کشی کر

(یہاں سے عود ہے قصہ کی طرف پھر چار پانچ ہی شعر کے بعد انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف یعنی) یہ مضمون (مذکورہ فیما قبل متعلق بیان آثار و برکات قبول عند اللہ) انتہا نہیں رکھتا (کما قال تعالیٰ و یزیدہم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب اس لئے قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ) چوہے نے کہا مینڈک سے ایک روز کہ اے فخر و خوش بہت اوقات چاہتا ہوں کہ تجھ سے اسرار (دل) کہوں (مگر) تو پانی کے اندر دوڑ لگاتا پھرتا ہے (اور) میں ندی کے کنارے پر تجھ کو آوازیں دیتا ہوں (اور) تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز نہیں سنتا (یا تو پانی حائل ہونے سے کہ اس میں ہوا نہیں پہنچتی اور یا اس لئے کہ پانی دور تک ہے اور تو بعض اوقات اس کنارہ سے دور چلا جاتا ہے اور) میں (بوجہ غایت محبت کے) اس معین وقت میں (جو کہ میری تیری ملاقات کے لئے مقرر ہے جیسا شروع قصہ میں ہے ہر صبا جے گوشہ می آمدند) اے دلبر تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا (دوسرے وقت بھی جی چاہتا ہے کہ تجھ سے ملوں بات کروں اور تجھ کو خبر نہیں ہوتی اس لئے کوئی ایسی تدبیر ہونا چاہئے کہ تجھ کو خبر کر سکوں جس کا بیان سرخی آئندہ سے آئندہ میں آؤں گا کہ

بدست آرنیک رشتہ دراز تاز جذب رشتہ گردد کشف راز

اب یہاں سے بمناسبت می نگر دم از محاکات تو سیر کے انتقال ہے بیان آثار محبت و فنا کی طرف یعنی) پانچ وقت وارد ہے نماز اے رہنما (لیکن) عاشقوں کے لئے ہم فی صلوٰۃ دائمون ہے (کیونکہ) نہ پانچ سے سکون حاصل کرتا ہے وہ خمار (عشاق کا) جو کہ ان سیروں میں ہے (اور) نہ پانچ سو سے (اس لئے ان کے لئے ارشاد ہے مضمون فی صلوٰۃ دائمون کا مولانا نے اس آیت کی تاویل بطور علم تعبیر کے فرمائی ہے تفسیر مقصود نہیں تقریر یہ ہے کہ نماز گو پانچ وقت ہے مگر یہ باعتبار وجوب کے ہے اور عوام اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور عشاق کی حالت یہ ہے کہ باوجودیکہ فرض ان پر بھی پانچ ہیں لیکن ان کو اس سے سکون نہیں ہوتا اس لئے باشتنائے اوقات مکروہہ ہمہ وقت نوافل میں مشغول ہوتے ہیں اور فضائل نا جین میں جو ارشاد ہے والذین ہم علی صلوٰتہم دائمون اس کا یہی محمل ہے بطور علم اعتبار کے اور فضائل میں مذکور ہونا مستلزم افتراض کوئی نہیں ہوگا اور مضمون مقام اس تاویل پر موقوف نہیں اگر آیت اپنی تفسیر منقول پر رہے کہ دوام سے مراد محافظت علی الخمس ہے تب یہی حدیث جعلت قوۃ عینی فی الصلوٰۃ وغیرہ سے عشاق کی کثرت صلوٰۃ کی مرغوبیت پھر مشاہدہ سے اس میں ان کی مشغولیت ظاہرہ ثابت ہے اور حدیث لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل میں مشروعیت نوافل کی ترقی قرب محبین کے لئے ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اس مجموع سے مقصود مقام حاصل ہو گیا اور جس طرح اس آیت میں تخصیص بالعشاق کا حکم کیا آگے ایک حدیث میں تخصیص العشاق کا حکم ہے یعنی آیت میں تو یہ کہا تھا کہ یہ عاشقوں کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث میں یہ کہیں گے کہ اس سے عاشق مخصوص ہیں یعنی آیت سے تو غیر عشاق خارج ہیں اور حدیث سے عشاق خارج ہیں لیکن آیت میں تعبیراً کلام تھا اور حدیث میں تفسیراً ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) نہیں ہے (مضمون حدیث) زرغباً (کا یعنی ملاقات کیا کر ایک دن فصل کر کے پس یہ مضمون) نشان عشاق کا



(یعنی یہ امر جو کہ شرعی نہیں ارشادی ہے عشاق کے حق میں نہیں کیونکہ) صادقین (یعنی طالبان صادق کی روح سخت مستقی (و مشتاق سیرناشوندہ) ہے) بلکہ ان کی وہ شان ہے جیسا حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کنت الربہم لصحبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لزوم کو جائز رکھنا جس سے یہ حدیث مرفوع تقریری ہو گئی صریح دلیل ہے حدیث زرغباء کے مطلق نہ ہونے کی چنانچہ اس کا شان و رد بھی قرینہ ہے اس کی تفسیر کا جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے کہ ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ کل تم کہاں تھے انہوں نے کہا کہ بعض اعزہ کی ملاقات کو گیا تھا آپ نے فرمایا ابابھریرہؓ زرغباء نزد حبا ظاہر یہی ہے کہ جس ملاقات کا ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا اسی کی نسبت یہ فرمایا گیا پس معلوم ہوا کہ ایسے تعلقات کے حق میں فرمایا جیسا عام اعزہ سے ہوتا ہے پس اس مجموع لزوم و شان و رد مذکور سے دونوں میں تطبیق اس طرح ہوئی کہ لزوم کا موقع تعلق شدید و محبت قوی ہے اور غلبہ کا موقع تعلق غیر قوی و محبت غیر شدید ہے فصل ماقالہ المولویٰ اور مقاصد میں اس حدیث کے طرق جمع کئے ہیں اور باوجود درجہ صحت کے نہ پہنچنے کے ایک گونہ اس میں قوت کا حکم کیا ہے آگے بھی یہی مضمون شعر ہذا کا ہے (یعنی) زرغباء معمول مچھلیوں کا نہیں ہے کیونکہ بدوں دریا کے وہ انس روح نہیں رکھتے (عشاق کو ماہی سے اور خدمات و تعلقات محبوب کو دریا سے تشبیہ وہی ہے آگے بھی اسی کے مناسب تعبیر ہے کہ) اس دریا کا پانی کہ ایک ہولناک موقع ہے مچھلیوں کی خمار (اشتیاق) کے سامنے خود ایک جرم ہے (جس سے سیری نہیں ہوا کرتی اسی طرح ان کو دریا سے سیری نہیں ہوتی) ہجر کا ایک لحظہ بھی عاشق کے نزدیک مثل سال کے (کثیر) ہے (اور) متواتر ایک سال کا وصل بھی اس کے سامنے (مثل) کی خیال (کے قلیل) ہے (یہاں تک امر زرغباء کے مخصوص بغیر اہل المحبت ہونے کا مقتضی جانب محبت سے ہونے کا بیان ہوا تھا آگے اس کا مقتضی جانب محبوب سے بھی ہونیکا بیان ہے تو اس میں سابق سے مبالغہ ہو گیا عاشق تو عاشق عشق کا اثر معشوق پر بھی ہوتا ہے اور بھی اس قول میں جانب محبوب سے بھی اس لئے کہا گیا کہ محبت کی جانب سے تو مقتضی ہے ہی اس کے ساتھ محبوب کی جانب سے بھی وجود مقتضی کا حکم کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ تعلق محبت جانبین سے اسی کو مقتضی ہے کہ نہ وہ اس سے سیر ہو نہ یہ اس سے اگرچہ حیثیت عدم سیری کی متفاوت ہے پس فرماتے ہیں کہ) معشوق بھی مستقی (و سیرناشوندہ و مشتاق) ہے اور مستقی (یعنی عاشق) کا طالب ہے (اور عاشق کا مستقی و طالب ہونا تو معلوم ہی ہے پس یہ امر متحقق ہوا کہ) یہ اور وہ (یعنی عاشق و معشوق) ایک دوسرے کے پیچھے مثل روز اور شب کے ہیں (کہ وہ اس کا طالب ہے اور وہ اس کا کمال قال تعالیٰ یغشی اللیل النہار یطلبہ حیثا الایہ علی الاحتمالین کون ضمیر الفاعل النہار و المفعول اللیل و بالعکس اسی طرح عاشق و معشوق کا حال ہے پس شعر ہذا میں عشق بمعنی معشوق ہے مبالغہ جیسا دفتر اول کے دیباچہ کے اس شعر میں یہی معنی تھے۔

چوں نباشد عشق را پروائے او      او چو مرغے ماند بے پروائے او  
اور معشوق من حیث المعشوقیہ کا طالب ہونا بایں معنی ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھ پر کوئی عاشق ہو اور یہ عاشق خواہ کتنے ہی ہو جاویں یا ایک ایک عاشق کسی حد محبت تک بھی پہنچ جاوے مگر معشوق اس میں بس نہیں کرتا زیادہ کثرت اور قوت چاہتا ہے اور اگر وہ معشوق کسی وجہ سے عاشق بھی ہو جاوے جیسے بعض دو شخص میں دونوں جانب سے عشق ہوتا ہے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں یہاں وہ طالب مراد ہے جو من حیث المعشوقیہ ہو اور عاشق کے طالب ہونے کے معنی ظاہر اور معلوم ہیں آگے تشبیہ چوں روز و شب کی شرح ہے کہ) دن تو شب پر عاشق ہے اور مضطر ہے جب (بغور) دیکھو تو شب اس پر زیادہ عاشق

ہے ان (روز و شب) کو طلب سے ایک لحظہ بھی توقف نہیں ہے ایک دوسرے کے پیچھے ان کو ایک دم بھی توقف نہیں ہے اس نے اس کا پاؤں پکڑ رکھا ہے (اور) اس نے (یعنی دن نے اس کا) (یعنی رات کا) کان یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بیہوش ہے (یہ سب تعبیرات ہیں طلب کی اور طلب بمعنی مطلق تعاقب ہے اور طلبہ حثیثاً میں یہی تعاقب مراد ہے آگے مشبہ یعنی محبت و محبوب کے متعلق احکام جو کہ مقصود مقام ہے مذکور ہیں کہ) معشوق کے دل میں بالکل عاشق ہی ہے (یہ مطلب نہیں کہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ عاشق اس کے دل میں اتنا ہے کہ گویا دوسری چیز نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے کو سب سے زیادہ مترفع رکھنا چاہتا ہے اور معشوق ہونے سے اس کا ترفع بہت زیادہ بڑھتا ہے اور اس کا ذریعہ کسی کا عاشق ہونا ہے اس لئے یہ خیال کہ عاشق مجھ پر عاشق رہے بہت زیادہ اس کو پسند اور دل نشین ہوگا آگے مصرعہ اولیٰ کلیہ کا ایک جزئیہ ذکر فرماتے ہیں کہ) عذرا کہ قلب میں ہمیشہ واثق ہے (عذرا نام معشوقہ خاصہ و واثق نام عاشق خاص یہ حکم تو جانب معشوق میں تھا آگے جانب عاشق کا حکم بتلاتے ہیں کہ) عاشق کے دل میں بحسن معشوق کے کچھ نہیں ہے (اور یہ ظاہر ہے آگے مجموعہ حکم میں مذکور ہیں طلب من جانب العاشق و طلب من جانب المعشوق پر تفریع ہے کہ) ان کے درمیان کوئی فارق اور مفروق نہیں ہے (بہتر یہ ہے کہ مفروق سے مراد مفروق بہ ہو یعنی ان میں ایسا تعلق ہے کہ نہ کوئی بالاختیار و المباشرة اس کو قطع کر سکتا ہے اور فارق سے یہ مراد ہے اور نہ کوئی بالاولیۃ و التسبب اس کو قطع کر سکتا ہے اور مفروق بہ سے یہ مراد ہے اور یہ حکم بالکل ظاہر ہے جب تک دونوں وصف عاشقیت و معشوقیت سے موصوف ہوں گے اس وقت تک اس حکم کا ثبوت لازم ہے آگے اس تعلق و عدم فرق کی مثال ہے کہ گویا) ایک شتر پر یہ دو جرس ہیں (کذا فی الغیاث فی معنی درالفتح بالکسر پس جس طرح ان دونوں جرس میں تقارب و تعلق ہے کہ جب تک ایک شتر کی گردن میں ہیں ان میں فصل و فرق نہیں ہو سکتا اسی طرح جب تک دونوں اس وصف سے موصوف ہیں ان میں بھی عدم فرق لازم ہے آگے دونوں جانب سے مقتضی مخصوصیت زرغباً بغیر اہل المحبت کے تحقق پر تفریع ہے۔ اس مقتضی یعنی مخصوصیت مذکورہ کی جس کا اوپر بھی ذکر تھا یعنی جب دونوں طرف سے یہ مقتضیہ مذکور متحقق ہے) پھر زرغباً کیا گنجائش رکھتا ہے ان دونوں کے لئے (آگے اس کی مزید توضیح ہے کہ بھلا) کسی شخص نے اپنے ساتھ بھی زرغباً کو ظاہر کیا ہے (یعنی) کوئی شخص اپنے ساتھ نوبت (اور باری) سے (مراد نائغ کرنا ہے) یار (و مصاحب) ہوا ہے (کیونکہ اپنے ساتھ تو ہر وقت ہی رہے گا تو جس شخص سے ایسی محبت ہو جیسی اپنے سے اس کے ساتھ زرغباً کا تعلق کیسے ہوگا یہاں تک مطلق محبت کے آثار و احکام کا بیان تھا جو کہ محبت مجازیہ کو بھی شامل تھی مگر چونکہ مقصود مولانا و جملہ عارفین کا محبت مجازیہ کے آثار کے ذکر سے بھی محبت حقیقیہ کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے اور وہ صرف توطیہ ہوتا ہے اس لئے آگے احکام محبت حق کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے محبت و محبوب مجازی میں تشبیہ مذکور شعر ہذا یعنی ہیج کس باخویش الخ میں اتحاد کا حکم کیا ہے ایسے ہی اتحاد کا فیما بین المحب و المحبوب حقیقی حکم جا بجا عارفین کے کلام میں پاؤں گے مگر اس کو اس مجازی پر قیاس مت کر لینا کیونکہ) وہ ایسا اتحاد نہیں ہے کہ عقل نے اس کو سمجھ لیا ہو اس کا سمجھنا موقوف ہے موت شخص پر (حاصل یہ کہ محبت مجازیہ میں تو عاشق کو معشوق کے سامنے اپنے وجود سے محض ذہول ہو جاتا ہے مگر واقع میں اس کا وجود بھی ایسا ہی مستقل ہوتا ہے جیسا معشوق کا بخلاف محبت حقیقیہ کے کہ وہاں ذہول بھی ہوتا ہے اور اضمحلال واقعی بھی مکشوف ہوتا ہے اور اسی مکشوفیت کے اعتبار سے اس کو محبت پر مبنی کہا گیا اور نہ اضمحلال تو واقع میں پہلے سے بھی ہے مگر محبت سے اس کا انکشاف بھی ہو گیا اسی کو اصطلاح میں اتحاد و فنا بھی کہتے ہیں اور چونکہ یہ امر ذوقی ہے



مدرک بالعقل نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ پر موقوف ہے اور موت سے سب کو مشاہدہ ہو جاوے گا اس لئے اس شعر میں دو حکم فرمائے ایک غیر مفہوم بالعقل ہونا دوسرا مفہوم بالموت ہونا اور چونکہ علاوہ موت کے ایک اور طریق بھی ہے اس کے مشاہدہ کا اس لئے آگے حکم کلی مذکور فی المصراع الثانی سے بطور استثناء کے فرماتے ہیں کہ (مگر بجز اس شخص کے مرنے سے پہلے مر گیا (اور) رخت وجود کو محبوب کی طرف لے گیا (اور اس کے نذر کر دیا یعنی موت قبل الموت حاصل کر لی اس کو بھی ذوق اس کا ہو سکتا ہے) اور اگر عقل (نظری) سے اس کا ادراک ممکن ہوتا تو مجاہدہ نفس کے لئے ضروری ہوتا (کیونکہ) باوجود ایسی رحمت (و شفقت) کے کہ سلطان العقول (یعنی حق تعالیٰ) رکھتا ہے بے ضرورت کیونکر فرماتے کہ نفس کشی کر (مگر باوجود اس کے جو پھر مجاہدہ کا حکم فرمایا حیث قال اتقوا الله حق تقاته وقال تعالیٰ جاهدوا فی سبیلہ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی بڑی ضرورت ہے اور وہ ضرورت اصل تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت ہو لیکن اس کی معرفت اور اپنے وجود ہستی کا مضحمل سمجھنا متلازم ہیں اور وہ کشف اضمحلال موقوف ہے مجاہدہ پر اس لئے مجاہدہ ضروری ہوتا کہ اس سے اضمحلال دفناؤفا منکشف ہو اور اس کے ساتھ معرفت حق نصیب ہو کما قیل من عرف نفسه فقد عرف ربه پس امر بوجوب المجاہدہ سے توقف انکشاف اضمحلال وفناء کا کہ دوسری تعبیر اس کی اتحاد ہے ذوق پر اور عقل فکری کا اس کے لئے کافی نہ ہونا ثابت ہوا اور یہی مقصود تھا کلام سابق میں پس مقصوداً تو یہ حکم مذکور ثابت ہوا اور چونکہ مقصود اس انکشاف و علم سے حصول ہے فناء و اتحاد مذکور کا اس لئے اس کے ضمن میں توقف حصول فناء و اتحاد کا بھی مجاہدہ پر ثابت ہوا اور یہ حصول و معرفت حق چونکہ متلازم ہیں اس لئے معرفت حق کی مقصودیت بھی مجاہدہ سے ثابت ہو گئی گو اس مقام میں اس کا ذکر صراحتہ نہیں ہے مگر بوجہ اس کی مقصودیت کے اس کی مدلولیت کی بھی تقریر کر دی گئی)

## مبالغہ کردن موش در لایہ وزاری کردن و وصلت جستن از چرخ آبی

خوشامد میں چو ہے کا مبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جوڑ چاہنا

گفت اے یار عزیز مہر کار	من ندارم بے رخت یکدم قرار
چو ہے نے کہا اے یار عزیز مہر کار	میں بدوں تیرے رخ کے ایک دم قرار نہیں رکھتا
روز نور و مکسب و تاہم توئی	شب قرار و سلوت و خوابم توئی
دن کو میرا نور اور کسب اور روشنی تو ہی ہے	شب کو میرا قرار اور تسلی اور نیند تو ہی ہے
از مروت باشد ارشادم کنی	وقت و بے وقت از کرم یادم کنی
مروت کی بات ہوگی اگر تو مجھ کو شاد کر دیا کرے	وقت بے وقت سے مجھ کو یاد کر لیا کرے
در شبہ روزے وظیفہ چاشتگاہ	راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ
شب و روز میں معمول چاشت کے وقت	تو نے معین کر لیا وصال کو اے خیر خواہ
من بدیں یکبار قانع نیستم	در ہوایت طرفہ انسا نیستم
میں اس ایک بار پر قانع نہیں ہوں	تیری محبت میں ایک عجیب انسان کے ہوں

پانصد استقامت اندر جگر	باہر استقامت قریں جوع البقر
میرے جگر میں پانسو استقامت ہیں	ہر استقامت کے ساتھ جوع البقر مقرون ہے
بے نیازی از غم من اے امیر	وہ زکات جاہ و بنگر در فقیر
تو میرے غم سے بے پروا ہے اے امیر	حسن کی زکوٰۃ دے اور محتاج میں نظر کر
اس فقیر بے ادب نادر خورست	لیک لطف عام تو زان برترست
یہ محتاج بے ادب نالائق ہے	لیکن آپ کا لطف عام اس سے ارفع ہے
می نجوید لطف عام تو سند	آفتابے برحد شہامی زند
آپ کا لطف عام سند نہیں ڈھونڈتا	آفتاب نجاستوں پر اثر کرتا ہے
نور او را زان زیانے نابده	واں حدث از خشکی ہیزم شدہ
اس کے نور کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا	اور وہ نجاست خشک ہونے کے سبب ہیزم ہو گئی
تا حدث در گلخنی شد نور یافت	بر در و دیوار حمای بتافت
نجاست چولے میں پہنچی روشنی ہو گئی	حمام کے درو دیوار پر تاباں ہوئی
بود آلائش شد آرائش کنوں	چوں بروبرخواند خورشید آں فسوں
وہ آلائش تھی اب آرائش ہو گئی	جبکہ اس پر آفتاب نے وہ افسوں پڑھ دیا
شمس ہم معدہ زمیں را گرم کرد	تاز میں باقی حدشہا را بخورد
آفتاب نے نیز معدہ زمین کو گرم کر دیا	یہاں تک کہ زمین باقی نجاستوں کو کھا گئی
جزو خاک کی گشت و رست ازوے نبات	ہکذا یمحو الالہ السیات
وہ جزو خاک کی ہو گئی اور اس سے نباتات اگے	اسی طرح اللہ تعالیٰ سیات کو محو کر دیتے ہیں
جزو خاک کی گشت و رست ازوے پر ز نور	ہکذا یغفر لمن یعطی الغفور
جزو خاک اس سے پر از نور ہو گیا	اسی طرح مغفرت فرماتا ہے غفور اس شخص کیلئے جس پر عطا فرماتا ہے
جزو خاک کی گشت و رست ازوے بارشاد	ہکذا یرحم الہ للعباد
جزو خاک اس سے باسامان ہو گیا	اسی طرح رحمت فرماتا ہے اللہ بندوں کیلئے
باحث کاں بدترین ست ایں کند	کش نبات و نرگس و نسریں کند
وہ نجاست کے ساتھ جو کہ سب سے بدتر ہے یہ کرتا ہے	کہ اس کو نبات اور نرگس اور نسریں کر دیتا ہے



تابہ نسرین مناسک در وفا	حق چہ بخشد در جزا و در عطا
تو نسرین عبادات کے ساتھ ایفاء حق کی حالت میں	حق تعالیٰ کیا کچھ دیں گے جزاء اور عطاء میں
چوں خمیاں را چنین خلعت دهد	طہیں را تا چہ بخشد در رسد
جب خبیثوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں	تو طہیں کو تو کیا کچھ بخش دیں گے حصہ میں
آں دہد حق شاں کہ لایعین رأت	کہ نلجد در زبان و در لغت
حق تعالیٰ ان کو وہ دیں گے جو آنکھ نے نہیں دیکھا	جو کہ زبان اور لغات میں نہیں سما سکتا
ماکنیم ایں را بیاں کن یار من	روز من روشن کن از خلق حسن
ہم کون ہیں اس کو آپ ہی بیان کیجئے اے میرے محبوب	میرے دن کو خلق حسن سے روشن کیجئے
منگر اندر زشتی و مکر و ہنیم	کہ زیر زہرے چو مار کو ہیم
آپ میری زشتی اور مکروہیت کو نہ دیکھئے	کیونکہ میں پر زہر ہونے کی وجہ سے مثل پہاڑی سانپ کے ہوں
ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت	چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت
اے محبوب میں بھی زشت ہوں اور میرے تمام خصائل بھی زشت ہیں	میں گل کیسے ہو جاؤں جب اس نے مجھ کو خار پیدا کیا
نو بہارا حسن گل وہ خار را	زینت طاؤس وہ ایں مار را
اے نو بہار آپ خار کو گل کا حسن دیدیجئے	اس سانپ کو زینت طاؤس دیدیجئے
در کمال زشتیم من منتہی	لطف تو در فضل و در فن منتہی
عین کمال زشتی میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہوں	آپ کا لطف فضل میں اور ہنر میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہے
حاجت ایں منتہی زان منتہی	تو برآر اے غیرت سرو سہی
حاجت اس کامل کی اس کامل سے	بر لائیے اے غیرت سرو سہی
چوں بمیرم فضل تو خواہد گریست	از کرم گرچہ ز حاجت او بریست
جب میں مر جاؤں گا تو تیرا ہی لطف روئے گا	بوجہ کرم کے اگرچہ وہ محتاج ہونے سے بری ہے
بر سر گورم بے خواہد نشست	خواہد از چشم لطیفش اشک جست
میری گور پر بہت دنوں بیٹھا رہے گا	اس کی چشم پر لطف سے اشک نکلے گا
نوحہ خواہد کرد بر محرومیم	چشم خواہد بست از مظلومیم
وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا	اور وہ میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا

اند کے زان لطفہا اکنوں بکن	حلقہ در گوش من کن بے سخن
تھوڑا سا ان الطاف میں سے ابھی کر دے	ان باتوں میں سے میرے کان میں ایک ہی حلقہ ڈال دے
آنکھ خواہی گفت تو با خاک من	برفشاں بر مدرک غمناک من
تو جو جو باتیں میری خاک سے کہے گا	میری جان با ادراک غمناک پر چھڑک دے
دست گیرم در چینیں بیچارگی	شاد گردانم دریں غمخوارگی
میری دھیری کر ایسی بیچارگی میں	مجھ کو شاد کر دے اس غمخوارگی میں

لابہ کردن موش مرچخز را کہ بہانہ میندیش و درنیہ مینداز انجاء آل حاجت مرا  
کہ فی التاخیر آفات و الصوفی ابن الوقت و ابن دست از دامن پدر باز ندارد و اب  
مشفق صوفی کہ وقت ست اورا بنگرش فردا محتاج نگرداند چندانش مستغرق دارد در  
گلزار مرتع الحسنات خویش کہ چون عوام منتظر مستقبل نباشد نہ دہری باشد نہ قدری  
نہ نہری باشد نہ دہری کہ لیس عند اللہ صباح و لا مساء ماضی و مستقبل وازل وابد آنجا  
نباشد آدم سابق و دجال مسبوق نباشد کہ ایں رسوم در خطہ عقل جزوی ست و روح  
حیوانی را در عالم لامکان و لا زمان ایں رسوم نباشد پس او ابن وقت ست کہ لا تفہم  
منہ الا تفرقة لازمۃ چنانکہ ان اللہ تعالیٰ واحد فہم شود و نفی دوئی نہ حقیقت واحدی  
چو ہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا کرنے کو ادھار میں نہ ڈال کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی  
ابن الوقت ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان باپ جو کہ وقت ہے اس کی نگہداشت کرتا ہے آئندہ  
کے لئے اس کو محتاج نہیں بناتا ہے اور اس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اس قدر مصروف رکھتا ہے کہ وہ عوام کی طرح آنے  
والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے وہ نہ دہری ہوتا ہے نہ قدری نہ منع کرنے والا ہوتا ہے اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا کیونکہ اللہ تعالیٰ  
کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گزرا ہوا زمانہ اور آنے والا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے آدم پہلے اور دجال بعد میں نہیں ہوتا ہے کیونکہ  
یہ باتیں جزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالم لامکان و لا زمان میں حیوانی روح کے لئے یہ رسمیں نہیں ہیں تو وہ ابن الوقت ہے کہ اس  
سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ نہ نہیں آتا جس طرح اللہ (تعالیٰ) ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی کہ واحدی حقیقت

صوفی را گفت خواجه سیم پاش	اے قدمہائے ترا جانم فراش
کسی صوفی سے کسی خواجه سیم بخش نے کہا	کہ تیرے قدم کے لئے میری جان فرش ہے
یک درم خواہی تو امروز اے شہم	یا کہ فردا چاشتگا ہے سہ درم
اے میرے شاہ صاحب تو آج ایک درم چاہتا ہے	یا کہ کل چاشت کے وقت تین درم



گفت امروز ایں درم راضی ترم	زانکہ امروز ایں و فردا صد درم
اس نے کہا کہ میں ایک درم پر زیادہ راضی ہوں	جو کہ تو آج ہی دے دے اور کل کو سو درم
سیلیئے نقد از عطائے نیہ بہ	نک قفا پشت کشیدم نقد وہ
نقد چیت بھی ادھار عطا سے بہتر ہے	اب تیرے سامنے قفا پیش کرتا ہوں نقد دیدے
خاصہ آں سیلی کہ از دست تو است	کہ قفا و سیلش مست تو است
خاص کر وہ چیت جو تیرے ہاتھ سے ہے	کیونکہ قفا اور اس کا چیت تیرے عاشق ہیں
ہیں بیا اے شادی جان و جہاں	خوش غنیمت دار نقد ایں زماں
ہاں آ جا اے - جان کے اور جہان کے	اس وقت کے نقد کو خوب غنیمت رکھ
درمزد آں روی ماہ از شب رواں	سرکش زیں جوئے اے آب رواں
وہ چاند کا سامنے رات کے چلنے والوں سے مت چھپا	اے آب رواں اس ندی سے سر مت پھیر
تالب جو خند از مای معین	وز لب جو سر بر آرد یا سمیں
تاکہ آب رواں سے ندی کا لب خندہ ہو جاوے	اور لب جو سے یا سمیں ظاہر ہو
چوں بہ بنی بر لب جو سبزہ مست	پس بداں از دور کا نجا آب ہست
تو ندی کے کنارہ پر جب سبزہ مست دیکھے	پس دور سے جان لے کہ اس جگہ پانی ہے
گفت سیماہم و جوہم کردگار	کہ بود غماز باراں سبزہ زار
سیماہم فی و جوہم فرمایا ہے کردگار نے	کیونکہ بارش کا خیر سبزہ زار ہوتا ہے
گر بار و شب نہ بیند ہیچ کس	کہ بود در خواب ہر نفس و نفس
اگر شب کو بارش ہو کوئی نہ دیکھے	کیونکہ نیند میں ہوں ہر شخص اور ہر سانس والا
تازگئی ہر گلستان جمیل	ہست بر باران پنہانی دلیل
ہر باغ با جمال کی تازگی	باران مخفی پر علامت ہو گی

چو ہے نے کہا اے پار عزیز مہر کار میں بدوں تیرے رخ کے ایک دم قرار نہیں رکھتا۔ دن کو میرا نور اور کسب اور روشنی تو ہی ہے (یعنی دن ان منافع کے لئے موضوع ہے تو بجائے ان منافع کے تو ہی میرا مطلوب ہے اور اسی معنی کر) شب کو میرا قرار و تسلی اور نیند تو ہی ہے۔ مروت کی بات ہوگی اگر تو مجھ کو شاد کر دیا کرے۔ وقت بے وقت کرم سے مجھ کو یاد کر لیا کرے (مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ذریعہ باہمی اطلاع کا تجویز کر کے کبھی میں بلایا کروں تو آ جایا کر اور یہ مصرع

اول میں ہے اور کبھی تو بھی مجھ کو بلا لیا کر اور یہ مصرعہ ثانی میں ہے اور مجموعہ (شب دروز میں معمول چاشت کے وقت تو نے معین کر لیا ہے وصال کو اے خیر خواہ) (اور صبح کا لفظ آیا ہے مگر صبح عرفا عام ہے قبل زوال تک کو) میں اس ایک بار (کی ملاقات) پر قانع نہیں ہوں (اور) تیری محبت میں (بمزلہ) ایک عجیب انسان کے ہوں (کہ جیسے انسان دور دور کے خیالات سوچتا ہے اسی طرح مجھ کو تیری محبت میں دور دور کے خیالات آتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی تدبیر اطلاع باہمی کی ہونا چاہئے) میرے جگر میں پانسواستقاء ہیں (لان سببہ بردالکبد کما صرحوا بہ اور) ہر استقاء کے ساتھ جوع البقر مقرون ہے (یعنی میری حالت شدت اشتیاق سے مشابہ اس شخص کے ہے جس کو استقاء اور جوع البقر دونوں مرض ہوں کہ پیاس بھی نہ بجھے اور بھوک بھی نہ بھرے) تو میرے غم (عشق) سے بے پروا (و بے خبر) ہے اے امیر (ور نہ اتنی بے فکری تجھ کو نہ ہوتی کہ میں جس چیز کو سوچ رہا ہوں تو نہیں سوچتا مجھ کو اپنے) حسن کی زکوٰۃ دے اور (اس) محتاج میں نظر کر (زکوٰۃ اور فقیر کے لفظ سے اے امیر کا تناسب کس قدر باموقع ہے) یہ محتاج بے ادب نالائق ہے لیکن آپ کا لطف (ورحم) عام اس سے ارفع ہے (یعنی وہ میری بے ادبی و نالائقی کو مانع عن التوجہ نہیں سمجھتا میرے نزدیک اس شعر اس فقیر الخ سے دور تک انتقال ہے خطاب الی المحبوب المجازی سے طرف خطاب الی المحبوب الحقیقی کے جیسا سیاق میں نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے اور اسی لئے ضمیر مخاطب کا ترجمہ میں نے عنوان ادب سے کیا ہے پھر جہاں سے عود ہو گا خطاب الی المجازی کی طرف وہاں بھی متنبہ کر دیا جاوے گا یعنی اے محبوب حقیقی آپ کا لطف ایسا عام ہے کہ لیاقت کا ملہ کے ساتھ مشروط نہیں اور لیاقت میں کاملہ کی قید اس لئے لگائی کہ ضروری درجہ لیاقت کا کہ مصداق اس کا مطلق ایمان ہے نصاً شرط ہے توجہ لطف کی کیونکہ مراد یہاں لطف سے رحمت مخصوصہ باہل الایمان ہے دلیل اس کے مراد ہونے کی یہ ہے کہ اس لطف کو طلب کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو رحمت عام ہے کفار کو بھی اس کی طلب پر مومن اکتفا نہیں کرتا۔ پس اس لطف کو جو شعر میں عموم کے ساتھ موصوف کیا ہے مراد اس سے وہ عموم نہیں جو رحمت شاملہ الکفار میں عموم ہے بلکہ اس عموم کے مقابل خصوص کا اعتبار کرنے کے بعد پھر اس میں عموم بایں معنی معتبر ہے کہ سب اہل ایمان کو جن میں عصاة بھی ہیں شامل ہے خصوصیت متیقن کی نہیں پس یہ لطف من وجہ خاص بھی ہے یعنی بمقابلہ عام الکفار کے اور من وجہ عام بھی ہے یعنی بمقابلہ خاص للابرار کے کہ ایک رحمت ایسی خاص بھی ہے جو اتقیا و ابرار ہی کے ساتھ متعلق ہے ایک اس سے بھی اخص ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ متعلق ہے خوب سمجھ لو آگے اسی لطف خاص مذکور کے عموم کے احکام و افعال بیان کرتے ہیں کہ) آپ کا لطف عام سند (استحقاق کی یعنی علت و شرط نہیں ڈھونڈھتا) (بلکہ) آفتاب (کی طرح) نجاستوں پر اثر کرتا ہے (جس کا آگے تتمہ ہے کہ) اس (آفتاب) کے نور کو اس (نجاست) سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور وہ نجاست (اس آفتاب کے اثر سے) خشک ہونے کے سبب (بمزلہ) ہیزم (کے) ہو گئی (یہاں تک کہ وہ) نجاست (حمام کے) چولہے میں پہنچی (اور) روشنی ہو گئی (اور) حمام کے درود یوار پر تاباں ہوئی (چنانچہ ظاہر ہے کہ سوختہ حمام کا اگرچہ سرگیں وغیرہ ہی ہو جلنے کے وقت خود بھی صاحب نور ہوتا ہے اور حمام کے درود یوار کو بھی اس پر عکس پڑنے سے منور کرتا ہے پس) وہ (پہلے) آلاش تھی (اور) اب آرائش (کا آلہ) ہو گئی (چنانچہ تنویر کا موجب آرائش ہونا ظاہر ہے) جبکہ اس پر آفتاب نے وہ افسوں پڑھ دیا (آفتاب کے اثر پہنچنے کو افسوں خوانی سے تشبیہ دی کہ افسوں کا بھی اثر پہنچتا ہے اور جو نجاست سرگیں وغیرہ حمام وغیرہ میں نہیں پہنچا جس سے وہ متنور اور منور ہوتا بلکہ وہ زمین ہی پر مدت دراز



تک پڑا رہا اس پر آفتاب کا اور طرح فیض پہنچا وہ یہ کہ (آفتاب نے نیز معدہ زمیں کو گرم کر دیا یہاں تک کہ زمیں باقی نجاستوں کو کھا گئی) اور جس طرح معدہ کی گرمی سے کھانا ہضم ہو کر جزو بدن ہو جاتا ہے اسی طرح (وہ نجاست گرمی زمین سے) جزو خاک کی ہو گئی اور اس سے نباتات اگے (چنانچہ کھاد سے پیداوار زمین میں قوت ہونا مشاہد ہے اور اس استحالہ کو حرارت کا مسبب بنانا اس لئے ہے کہ برودت کا خاصہ حفظ صورت ہے چنانچہ برف میں گوشت تک نہیں بگڑتا پس باوجود برودت مزاج ارض کے اس سے ایسا استحالہ ہونا یہ عارض حرارت سے ہے جو آفتاب سے مکتسب ہے خواہ سطح ارض پر ہو یا اعماق ارض میں ہو جیسا احتباس کے وقت اور مصرعہ آفتابے بر حد ثانی زند سے اس مصرعہ جزو خاک کی گشت درست ازوے نباتات تک خواص مشبہ بہ کے بیان کئے اب تطبیق تشبیہ کے ساتھ مشبہ کا وصف بیان کرتے ہیں کہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ سینات کو محو کر دیتے ہیں (اور حسنات سے مبدل کر دیتے ہیں کما ہو منصوص یعنی جس طرح آفتاب سے بعد تصرفات مذکورہ کے وہ انجاس متبدل ہو کر ان میں سے نجاست کا وصف زائل ہو گیا اور وہ سبب ہو گیا انوار جمع نور بالضم بمعنی روشنی اور انوار جمع نور بمعنی شکوفہ کا اسی طرح رحمت حق سے بعد مغفرت کے وہ سینات متبدل ہو کر ان میں سے وصف انجاس کا زائل ہو گیا اور اس کا بدل یعنی حسنات سبب ہو گیا انوار رضوان و انوار جنان کا آگے بھی یہی تطبیق ہے کہ جس طرح جزو خاک کی اس (آفتاب) سے پر از نور ہو گیا (جیسا مثال حمام میں بیان کیا) اسی طرح مغفرت فرماتا ہے غفور اس شخص کے لئے جس پر عطا فرماتا ہے (اور جس طرح) جزو خاک کی اس (آفتاب) سے با سامان ہو گیا (ہکذانی المنتخب فی معنی رشاد جیسا مثال انبات میں بیان کیا اور از ہار و اشجار کا سامان فرحت و حاجت ہونا ظاہر ہے) اسی طرح رحمت فرماتا ہے الہ (حق) بندوں کے لئے (یہاں تک ذکر کرتھانا قابل کے ساتھ رحمت فرمانے کا آگے اسی سے استنباط کر کے ذکر فرماتے ہیں قابل تام کے ساتھ رحمت فرمانے کا و کون هذا القابل تاما بمقابلة الناقص المذكور والافالکل ناقص بالنظر الی عظمتہ حق الحق تعالیٰ یعنی) وہ (آفتاب معنوی جب) نجاست (سینات) کے ساتھ جو کہ سب سے بدتر ہے یہ (معاملہ لطف کا) کرتا ہے کہ اس کو نبات اور نرگس اور نسریں (یعنی حسنات) کر دیتا ہے تو نسریں عبادات (و حسنات) کے ساتھ ایفاء حق کی حالت میں حق تعالیٰ کیا کچھ دے دیں گے جزاء (ثواب موعود) اور عطا (ثواب مزید غیر موعود) میں (حاصل اس کا یہ ہے کہ) جب خبیثوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں تو طہین کو تو کیا کچھ بخش دیں گے حصہ میں (کذا فی الغیاث فی معنی رسد آگے اس دینے کا اجمالاً بیان ہے کہ) حق تعالیٰ ان کو وہ دیں گے جو آنکھ نے نہیں دیکھا جو کہ زبان اور لغات میں نہیں سما سکتا (اشارہ ہے طرف حدیث قدسی اعدت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر کے آگے مناجات ہے جس میں اول درخواست ہے بیان نعم کی بطور تفریع کے اپنے عجز عن البیان پر جو اوپر مذکور تھا پھر درخواست ہے ان نعم فضل و کرم کے عطا کی اور ساتھ ساتھ اپنے ناقابل ہونے کا مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) ہم کون (چیز) ہیں (کہ نعم مذکورہ کو بیان کر سکیں) اس کو آپ ہی بیان کیجئے اے میرے محبوب (مطلب یہ کہ آپ ہی پورا بیان کر سکتے ہیں لیکن ہماری استعداد کے موافق ہم پر بھی ذوق ظاہر کر دیجئے کہ طلب میں ترقی ہو اور اس کے ساتھ) میرے دن کو خلق حسن سے روشن کیجئے (یعنی وہ نعمتیں خلق حسن یعنی فضل و کرم سے عطا بھی کیجئے کہ یوم السرور نورانی ہوتا ہے اور گو میں اس کے قابل نہیں ہوں لیکن) آپ میری زشتی اور مکروہیت کو نہ دیکھئے کیونکہ میں پر زہر ہونے کی وجہ سے مثل پہاڑی سانپ کے ہوں (کہ خشک پہاڑ کے سانپ زیادہ زہری ہوتے

ہیں اور اسی قرینہ سے مراد خشک پہاڑ ہے) اے محبوب میں بھی زشت ہوں اور میرے تمام خصال بھی زشت ہیں میں گل کیسے ہو جاؤں جب اس نے مجھ کو خار پیدا کیا (اس میں التفات ہے خطاب سے غیبت کی طرف اور مقصود اس سے اپنا بیان عذر نہیں ہے بلکہ اپنا عجز بیان کرنا ہے تاکہ زشتی کا درجہ بالغہ ثابت ہو جاوے مگر عجز بدرجہ جبر نہیں ورنہ زشتی کو اپنی اور اپنے خصال و افعال کی طرف منسوب نہ کرتے کیونکہ افعال اضطراریہ موصوف با لفتح والذم نہیں ہوتے آگے پھر خطاب کے صیغوں سے کلام ہے کہ) اے نو بہار (کے مشابہ فی اعطاء النضرة) آپ خار کو گل کا (سا) حسن دے دیجئے (لان من شائک تبدیل السینات بالحسنات کما مر اور) اس سانپ کو زینت طاؤس دے دیجئے۔ (مصرعہ اول ناظر ہے مصرعہ بالا چوں شوم گل الخ کی طرف اور مصرعہ ثانیہ ناظر ہے مصرعہ سابقہ از بالا کہ پرزہرے چو مار کو نیم کی طرف) میں کمال زشتی میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہوں (اور) آپ کے لطف فضل میں اور ہنر میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہے (یہ مشاکلہ و مجاز اکہہ دیا ورنہ فضل و لطف کی تو کوئی نہایت ہی نہیں مراد دونوں مصرعوں میں کامل ہے گواہیک کا کمال بوصف بتاہی ہے دوسرے کا کمال بوصف عدم بتاہی اور جب میں فتح میں کامل ہوں اور آپ کا لطف حسن میں تو) حاجت اس (فتح) کامل کی اس (حسن) کامل سے بر لائیے اے غیرت سرو سہی (یعنی اے جامع المحاسن اور میرے نزدیک یہاں خطاب الی محبوب الحقیقی ختم ہو گیا آگے عود ہے خطاب الے المحبوب المجازی کی طرف جیسا کہ تمثیل آئندہ کا انطباق اسی پر موقوف ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے معاملہ عاجلہ کو ان کے معاملہ آجلہ پر ترجیح دینا لازم آوے گا۔ اس قول میں سیلئے نقد از عطائے نسیہ بہ اور اس کا کون قابل ہو سکتا ہے اور اس صورت میں یہ احکام آئندہ کہ خواہد گریست اور اشک خواہد جست اور نوحہ خواہد کرد اور نیز اثبات اپنی مظلومی کا سبب بے تکلف درست ہو جاوے گا صرف دو خدشے خفیف رہیں گے ایک لفظی کہ اوپر بھی فضل کا ذکر آیا ہے لطف تو در فضل الخ اور آئندہ بھی ہے چوں بمیرم فضل تو الخ تو ظاہر دونوں فضل کا فاعل ایک ہوگا مگر یہ ضروری نہیں دوسرا معنوی کہ آگے فضل کو حاجت سے بری کہا ہے لیکن خاص حاجت الی استکلم سے بری کہنا صحیح ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ وہ موش اس غوک سے اس شعر سابق علی الانتقال الی الخطاب محبوب الحقیقی بے نیازی از غم من اے امیر الخ کے مضمون سے مرتبط کر کے کہتا ہے کہ تو آج تو میرے غم عشق سے بے نیاز و بے پرواہ ہے لیکن) جب میں مرجاؤں گا تو تیرا ہی لطف (مجھ کو) روئے گا بوجہ کرم کے اگرچہ وہ (میری طرف) محتاج ہونے سے بری ہے (یعنی وہ رونا اس لئے نہ ہوگا کہ میرے مرنے سے اس کی کوئی حاجت جو مجھ سے متعلق تھی فوت ہو گئی بلکہ وہ رونا مقتضا کرم کا ہوگا کہ اہل کرم دوسروں کی مصیبت سے کڑھا کرتے ہیں اور موت کا مصیبت ہونا ظاہر ہے قال تعالیٰ فاصابتکم مصیبة الموت مطلب یہ ہوا کہ میرے مرنے پر کل تو ہی بیٹھ کر رووے گا تو آج اتنی بے پروائی مت کر آگے بھی یہی مضمون بلفظ دیگر بطور التفات من الخطاب الی الغیبة ہے کہ) وہ (محبوب) میرے گور پر بہت دنوں بیٹھا رہے گا (اور) اس کی چشم پر لطف سے اشک نکلے گا (اور) وہ (محبوب) میری محرومی (عن وصلہ) پر نوحہ کرے گا (یعنی افسوس کرے گا کہ میں نے اس کو اپنے وصل سے باوجود اس کی درخواست کے کیوں محروم رکھا اور) وہ (محبوب) میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا کہ میں نے اس کو اپنے وصل سے باوجود اس کی درخواست کے کیوں محروم رکھا اور) وہ (محبوب) میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا (یعنی یہ یاد کر کے شرمندہ ہوگا کہ میں نے ناحق اس پر ظلم کیا۔ آگے پھر التفات ہے غیبت سے طرف خطاب کے کہ اے محبوب جب انجام کار یہ سب الطاف میرے حال پر تو مبذول کرے ہی گا تو) تھوڑا سا ان الطاف میں سے



ابھی (مجھ پر مبذول) کر دے (اور جو جو باتیں اس وقت میری قبر پر بیٹھ کر کرے گا) ان باتوں میں سے میرے کان میں ایک ہی حلقہ ڈال دے (یعنی تیری باتیں کہ بمنزلہ حلقہ وزیور گوش کے ہیں اس میں سے ایک ہی بالی میرے کان میں ڈال دے یعنی ایک ہی آدھ بات کر لے چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) تو جو جو باتیں میری خاک (گور) سے کہے گا (ان میں سے کچھ) میری جان باادراک غمناک پر اب (چھڑک دے) (غرض) میری دستگیری کرایسی بے چارگی میں (اور) مجھ کو شاد کر دے اس غمخواری میں (اور جو کچھ قلیل و کثیر کرنا ہوا بھی کر دے وعدوں سے قناعت نہیں ہوتی کہ نقد قلیل بہتر ہے نیسہ کثیر سے جیسا کہ ایک تمثیلی قصہ ہے کہ) کسی صوفی سے کسی خواجہ سم بخش نے کہا کہ تیرے قدم کے لئے میری جان فرش ہے (یعنی تیرے قدموں کے نیچے اپنی جان بچھاتا ہوں یہ مدح و تعظیم ہے یہ بتلا کہ) اے میرے شاہ صاحب تو آج ایک درم (لینا) چاہتا ہے یا کہ کل چاشت کے وقت تین درم۔ اس نے کہا کہ میں ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں جو کہ تو آج ہی دے دے اور کل کو سو درم (بھی دے تب بھی آج کا ایک درم اچھا اور یہ تو درم ہے نقد تو ایسی چیز ہے کہ) نقد چیت بھی ادھار عطا سے بہتر ہے۔ اب تیرے سامنے قفا پیش کرتا ہوں نقد دے دے (کیونکہ انتظار کی کلفت تو رفع ہوئی تو اس میں اس خاص وجہ سے ارجحیت ہوگی نہ کہ من کل الوجوہ اور سیلی نقد کا رنج ہونا بوجہ مذکور عام بھی ہے پھر) خاص کر وہ چیت جو تیرے ہاتھ سے ہے کیونکہ (میری) قفا اور اس کا چیت (لگنا یعنی چیت کھانا یہ سب) تیرے عاشق ہیں (وہ من کل الوجوہ عطاءئے نیسہ سے بہتر ہے اوروں کے عطا سے تو ظاہر ہی ہے اور تیری عطا سے بھی جب کہ وہ عطا ہوتی تو یہ سیلی نہ ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تو قرب ابھی ہوتا ہے اور اس میں بعد حین اور قرب ایسی چیز نہیں کہ اس کا تاخر اس کے تقدم سے کسی وجہ سے بھی رائج ہو گو یہ قرب بصورت قہر ہوگا لیکن معنی لطف ہی ہے اور مومنین کے بعض اقسام قرب کے تاخر کا وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ اس قرب کی اس وقت ان میں استعداد نہیں ہے اور جو قرب ان کی استعداد کے لائق ہے اس سے یہ اس وقت بھی محروم نہیں یعنی قبول و رضا و نسبت و معیت اب قصہ تمثیلی ختم کر کے حاصل تمثیل کی درخواست کرتا ہے کہ) ہاں آ جا اے سرور جان کے اور جہان کے (یہ مبالغہ ہے) اس وقت کے نقد کو خوب غنیمت رکھ (اور) وہ چاند کا سامنہ رات کے چلنے والوں سے (کہ طالب ہیں چاند کے) مت چھپا (اور) اے آب رواں (غیر منقطع) اس ندی سے (کہ محتاج ہے آب رواں کی اور اس کی طالب ہے) سرمت پھیرتا کہ آب رواں سے ندی کا لب خندہ ہو جاوے (یعنی وہ شاداں و رونق دار ہو) اور (پھر) لب جو سے یا سمیں ظاہر ہو (پانی سے پھولوں کا پیدا ہونا ظاہر ہے مطلب یہ کہ فرحت اور آثار فرحت نمایاں ہوں آگے مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے طرف مضمون ارشادی کے کہ بناء علی مضمون الشعر المذکور) تو ندی کے کنارہ پر جب سبزہ مست دیکھے (اور اتفاق سے یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں ندی ہے اور یہ اس کا کنارہ ہے مثلاً اشجار وغیرہ حائل تھے مگر اس سبزہ کو جب دیکھے) پس دور سے جان لے کہ اس جگہ پانی ہے (خواہ ندی ہو یا مثل ندی کے مقصود بقرینہ شعر آئندہ یہ ہے کہ جب انوار و برکات کسی شخص پر دیکھو سمجھ لو کہ صاحب نسبت ہے کہ آب نسبت سے یہ پھول کھلے ہیں اسی کی نسبت) سیماہم فی وجوہہم فرمایا ہے کردگار نے کیونکہ بارش کا مخبر سبزہ زار ہوتا ہے اگر شب کو (مثلاً) بارش ہو (اور) کوئی نہ دیکھے کیونکہ نیند میں ہوں ہر شخص اور ہر سانس والا (یعنی حیوانات مگر) ہر باغ باجمال کی تازگی (جو صبح کو نظر آوے گی) باران مخفی پر علامت ہوگی (کہ شب کو مینہ برسا ہے گو وہ دیکھا نہیں گیا آگے پھر رجوع ہے طرف قصہ کے۔

## رجوع بحکایت موش و پھر آبی

چو ہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے انخی من خاکیم تو آبی	لیک شاہ رحمت و وہابی
اے میرے بھائی میں خاکی ہوں اور تو آبی ہے	لیکن تو شاہ ترحم اور منسوب الی الوہاب ہے
آنچناں کن از عطا و از قسم	کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم
تو ایسا کر عطا اور حصہ بخشی سے	کہ وقت اور بے وقت میں خدمت میں پہنچتا رہوں
بر لب جو من بجاں میخوانمت	می نہ بینم از اجابت مرحمت
لب نہر پر میں جان سے تجھ کو بلاتا ہوں	منظوری کی عنایت میں نہیں دیکھتا ہوں
آمدن در آب بر من بستہ شد	زانکہ ترکیب ز خاک کے راستہ شد
پانی میں آنا مجھ پر مسدود ہے	کیونکہ میری ترکیب خاک سے ناشی ہوئی ہے
یا رسولے یا نشانے کن مدد	تا ترا از بانگ من آگہ کند
یا تو کوئی قاصد یا کوئی علامت مدد کے لئے مقرر کر	تاکہ تجھ کو میرے پکارنے سے آگاہ کر دے
بحث کردند اندریں کار آں دو یار	آخر آیں بحث آں آمد قرار
ان دونوں یاروں نے اس بارہ میں بحث کی	اس بحث کا انجام یہ قرار پایا
کہ بدست آرند یک رشتہ دراز	تا ز جذب رشتہ گردد کشف راز
کہ ایک لمبا ڈورا ہاتھ میں لادیں	تاکہ اس ڈورے کو کھینچنے سے کشف راز ہو جاوے
یکسرے برپائے ایں بندہ دو تو	بستہ باید دیگرش برپائے تو
ایک سرائو اس بندہ خمیدہ یا مضاعف العقیدہ کے پاؤں میں	بندھا ہوا ہونا چاہئے اس کا دوسرا سرائو تیرے پاؤں میں
تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن	اندر آمیزیم چوں جاں بابدن
تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں شخص مجتمع ہو سکیں	مل جایا کریں جس طرح جان ہے بدن کے ساتھ
ہست تن چوں ریسماں برپائے جاں	می کشاند بر زمینش ز آسماں
جسم مثل ریسماں کے ہے روح کے پاؤں میں	وہ اس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لیتا ہے
پھر جاں در آب خواب بیہوشی	رستہ از موش تن آید در خوشی
پھر روح آب خواب بیہوشی میں	موش تن سے چھوٹ کر خوشی میں آتا ہے



موش تن زان ریسماں بازش کشد	چند تلخی زیں کشش جاں می چشد
موش جسم اس ریسماں سے اس کو پھر کھینچ لیتا ہے	بہت تلخیاں اس کھینچ لینے سے روح چمکتی ہے
گر نبودے جذب موش گندہ مغز	عیشہا کردے درون آب چغز
اگر موش گندہ مغز کی کشش نہ ہوتی	تو چغز پانی کے اندر بہت سے عیش کرتا
باقیش چوں روز بر خیزی ز خواب	بشنوی از نور بخش آفتاب
اس کا بقیہ جب تو روز معبود کو خواب سے اٹھے گا	تو سن لے گا آفتاب نور عطا کرنے والے سے
یک سر رشتہ گرہ بر پائے من	زاں سر دیگر تو بر پا عقد زن
ایک سرا ڈورے کا میرے پاؤں میں گرہ لگا ہوا ہے	اس دوسرے سرے کی گرہ تو پاؤں پر لگا لے
تا تو انم من دریں خشکی کشید	مر ترانک شد سر رشتہ پدید
تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں تجھ کو	اب مقصود کی صورت سمجھ میں آ گئی
تلخ آمد بردل چغز ایں حدیث	کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث
چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی	کہ مجھ کو بند میں لانا چاہتا ہے یہ خبیث

(موش نے غوک سے کہا کہ) اے میرے بھائی (اگرچہ) میں خاکی ہوں (اور) تو آبی ہے (اور اس کا مقصود یہ تھا کہ بوجہ عدم تجانس کے تو مجھ پر مہربانی نہ کرتا) لیکن (باوجود اس کے چونکہ) تو شاہِ رحم اور منسوب الے الوہاب (یعنی مظہرِ رحمت حق) ہے (اس لئے میں تجھ سے درخواستِ رحم کی کرتا ہوں چنانچہ جس کی رحمت کا تو مظہر ہے وہ بھی باوجود عدم تجانس کے بندوں پر رحمت فرماتا ہے پس اس رحم کے مقصود سے) تو ایسا کر عطا اور حصہ بخشی سے (جو کہ مقصود ہے اس رحم کا) کہ وقت بے وقت میں (تیری) خدمت میں پہنچتا رہوں (اب تو یہ کیفیت ہے کہ) لب نہر پر (آ کر) میں (دل و) جان سے تجھ کو بلاتا ہوں (مگر) منظوری کی عنایت میں نہیں دیکھتا ہوں (اور کنارہ سے آگے بڑھ کر) پانی میں آنا مجھ پر مسدود ہے کیونکہ میری ترکیب (عنصر) خاک سے ناشی ہوئی ہے (اس لئے آگے چل کر تجھ کو نہیں بلا سکتا پس اسلئے اسکی ضرورت ہے کہ) یا تو کوئی قاصد (جو باوجود خشکی میں رہنے کے ہر وقت پانی میں پہنچ سکے کہ میں اس سے کہہ دیا کروں اور وہ تیرے پاس تو جہاں ہو پہنچ جاوے) یا کوئی (اور) علامت (اطلاع کی) مدد کے لئے مقرر کرتا کہ تجھ کو میرے پکارنے سے آگاہ کر دے (قاصد تو مباشرۃً اور علامت تسبیہاً غرض) ان دونوں یاروں نے اس بارہ میں بحث (و گفتگو) کی (اور) اس بحث کا انجام یہ قرار پایا کہ ایک لمبا ڈورا ہاتھ میں لاویں تاکہ اس ڈورے کے کھینچنے سے کشفِ راز ہو جاوے (اس طریقہ سے کہ) ایک سرا تو اس بندۂ خمیدہ (بار عشق) یا (بندہ) مضاعف العقیدہ (کذافی الحواشی) کے پاؤں میں بندھا ہوا ہونا چاہئے (اور) اس کا دوسرا سر تیرے پاؤں میں (بندھا ہوا ہے) تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں شخص جمع ہو سکیں (کہ جب خبر کرنا چاہا ڈورا کھینچ لیا اور) مل جایا

کریں جس طرح جان (ملی ہوئی) ہے بدن کے ساتھ (آگے انتقال ہے ظاہری قصہ سے باطنی حصہ کی طرف کہ اسی طرح یہ) جسم مثل ریسمان کے ہے روح کے پاؤں میں وہ (جسم) اس (روح) کو آسمان سے زمین پر کھینچ لیتا ہے (جیسا وہ چوہا ریسمان سے مینڈک کو کھینچ لیتا تھا۔ پس روح مثل غوک کے ہوئی چنانچہ آئندہ شعر میں مع شرح فرماتے ہیں کہ) پھر روح آب خواب بیہوشی میں موش تن سے چھوٹ کر خوشی میں آتا ہے (یعنی بیہوشی واستغراق کی نیند سے جو کہ بوجہ راحت بخش ہونے کے مشابہ پانی کے ہے تعلقات مخصوصہ جسم سے اس روح کو ذہول اور ملاء اعلیٰ کی طرف اس کو کچھ مشغولی ہو جاتی ہے اور اوپر جسم کو ریسمان سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں موش سے سواء پر تسامح ہے مراد جسم سے تعلق ہے جسم کا پس جسم مشابہ موش کے ہوا اور علاقہ جسم مشابہ ریسمان کے اور کھینچنا یہ ہے کہ جسم ہی کا مزاج و خواص و طبیعت و عوارض سبب ہوتا ہے جاگ اٹھنے کا پس گویا جسم سبب ہوتا ہے روح کے ادھر متوجہ ہو جانے کا ورنہ اگر جسم سے مفارق ہو جاوے اور اس سے علاقہ نہ رہے تو پھر احکام و افعال جسم سبب نہیں ہوتے توجہ روح کے چنانچہ آگے اسی تعلق و مفارقت کا ایک شعر میں بیان ہے کہ) موش جسم اس ریسمان سے اس (روح) کو پھر کھینچ لیتا ہے۔ بہت تلخیاں اس کھینچ لینے سے روح چکھتی ہے اگر موش گندہ مغز کی کشش نہ ہوتی (جیسا بعد مفارقت کے) تو پھر (روح) پانی کے اندر بہت سے عیش کرتا (ایک حالت تو اس کشش کی یہ ہے اور) اس (مضمون) کا بقیہ جب تو روز معہود (یعنی قیامت) کو خواب (مرگ) سے اٹھے گا (یعنی دوبارہ زندہ ہوگا) تو سن لے گا آفتاب کو نور عطا کرنے والے سے (یعنی حق تعالیٰ سے اور یہ سننا حالی ہوگا جو سماع قالی سے اوضح فی الکشف ہے مطلب یہ کہ اس روز اس عود الروح الے الجسم کے کامل درجہ کا مشاہدہ ہو جاوے گا اور کامل ہونا اس کا ظاہر ہے کیونکہ وہ عود بعد مفارقت تام کے ہوگا بخلاف خواب کے کہ مفارقت من وجہ ہوتی ہے اور جس درجہ کی مفارقت ہوگی اسی درجہ کا عود ہوگا ان ناقصاً ناقص وان تاماً فقام آگے پھر مقولہ ہے موش کا یعنی) ایک سرا (اس) ڈورے کا میرے پاؤں میں گرہ لگا ہوا رہے (اور) اس دوسرے سرے کی گرہ تو (اپنے) پاؤں پر لگالے تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں تجھ کو (بس) اب مقصود کی صورت سمجھ میں آگئی۔ پھر کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی کہ مجھ کو بند میں لانا چاہتا ہے یہ خبیث۔

ہر کراہت در دل مرد بہی	چوں در آید زانے نبود تہی
جو کراہت مرد روشن ضمیر کے قلب میں آتی ہے	وہ کسی آفت سے خالی نہیں ہوتی
وصف حق داں آں فراست رانہ وہم	نور دل از لوح کل کردست فہم
اس فراست کو وصف حق جان نہ کہ وہم	نور دل نے لوح کل سے فہم کیا ہے
اتناع پیل از سیراں بہ بیت	باجد آں پیلبان و بانگ ہیت
ہاتھی کا ٹھکنا بیت اللہ شریف کی طرف چلنے سے	باوجود اس پیلبان کی کوشش کے اور بانگ ہیت کے
جانب کعبہ نرفتنے پائے پیل	باہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
جانب کعبہ کے نہیں چلتا تھا پاؤں ہاتھی کا	باوجود تمام تر لاتیں مارنے کے نہ بہت اور نہ تھوڑا



گفتی خود خشک شد پای او	یا بمر د آں جان هول افزائے او
یوں کہو کہ اس کے پاؤں خشک ہی ہو گئے تھے	یا اس کی وہ جان هول افزا مر گئی تھی
چونکہ کردندے سرش سوی یمن	پیل نزد و اسپہ گشتے گام زن
جب اس کا رخ یمن کی طرف کرتے	تو وہ پیل ز تیزی سے قدم اٹھانے لگتا
حس پیل از زخم غیب آگاہ بود	چوں بود حس و لی با ورود
پیل کی حس اثر غیب سے باخبر تھی	تو دلی صاحب واردات کی حس کی تو کیا کیفیت ہوگی
نے کہ یعقوب نبی گفت آں زماں	کہ از و جستند یوسف را نہاں
کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس وقت	کہ ان سے یوسف علیہ السلام کو خفیہ طور پر مانگا
نے کہ یعقوب نبی آں پاک خو	بہر یوسف باہمہ اخوان او
کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب نبی پاک خو نے	یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں سے
از پدر چوں خواستند آں دادران	تا برنش سوی صحرا یک زماں
جب ان بھائیوں نے باپ سے مانگا	تاکہ ان کو ایک زمانہ کے لئے صحرا کی طرف لے چلیں
جملہ گفتندش میندیش از ضرر	یک دور وزش مہلتے دہ اے پدر
سب نے ان سے کہا کہ آپ سے اندیشہ نہ کیجئے	ایک دو روز ان کو مہلت دے دیجئے اے پدر
تو چرا مارا نہ پنداری امین	یوسف خود نسپری با حافظین
آپ ہم کو مستند کیوں نہیں سمجھتے	اپنے یوسف کو محافظین کے سپرد نہیں کرتے
تا بہم در مرجہا بازی کنیم	مادریں دعوت امین و حسنین
تاکہ ہم سبزہ زاروں میں ملاعت کریں	ہم اس درخواست میں معتد اور نیک معاملہ ہیں
گفت ایں دامن کہ نقلش از برم	می فروزد در دلم رنج و سقم
یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پاس سے اکالے جاتا	میرے دل میں رنج اور کلفت کو مشتعل کرتا ہے
ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ	کہ ز نور عرش دارد دل فروغ
میرا دل یہ ہرگز دروغ نہیں کہتا	کیونکہ نور عرش سے وہ دل روشنی رکھتا ہے
آں دلیل قاطعی بد بر فساد	از قضا آں را نکرد او اعتداد
وہ خرابی پر دلیل قاطع تھا	قضا کے سبب انہوں نے اس کو معتد بہ قرار نہیں دیا

درگذشت ازوئے نشانے آنچناں	کہ قضا در فلسفہ بود آں زماں
وہ دلیل جو اس درجہ کی تھی ان سے گزر گئی	کیونکہ قضا حکمت میں تھی اس وقت
ایں عجب نبود کہ کور افتد بچاہ	بوالعجب افتادن بینائے راہ
یہ عجب نہیں کہ نابینا گر پڑے کنوئیں میں	بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا
ایں قضا را گونہ گوں تصریفہا ست	چشم بندش یفعل اللہ ما یشاء ست
اس قضا کے انواع انواع تصرفات ہیں	اس کی چشم بندی یفعل اللہ ما یشاء ہے
ہم بدانند ہم ندانند دل فنش	موم گردد بہر آں مہر آہنش
قلب اس کے فن کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے	اس کی مہر کے لئے اس کا آہن موم ہو جاتا ہے
گویا دل گوید اے کہ میل او	چوں دریں شد ہرچہ افتد باش گو
گویا قلب کہتا ہے کہ اے شخص اس کا جب اس میں میلان ہے	تو پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دے
خویش را ہم زیں مغفل می کند	در عقالش جاں معقل می کند
وہ اپنے کو اس سے مغفل بھی کر دیتا ہے	اس کی رس میں جان کو بست کر دیتا ہے
گر شود مات اندریں آں بوالعلا	آں نباشد مات باشد ابتلا
اگر وہ صاحب مرتبہ عالیہ اس میں کم ہمت ہو جاتا ہے	تو وہ کم ہمت نہیں ہوتا ایک امتحان ہوتا ہے
یک بلا از صد بلایش و اخرد	یک ہیوٹش بر معار جہا برد
ایک بلا اس کو سو بلاؤں سے چھڑا لیتی ہے	ایک ہیوٹ اس کو مراتب عالیہ پر لے جاتا ہے
خام شوخے کہ رہانیش مدام	از خمار صد ہزاراں زشت خام
وہ شوخ خام کہ اس کو شراب نے	لاکھوں زشت خام کے خمار سے چھڑا دیا تھا
عاقبت او پختہ و استاد شد	جست ازرق جہاں آزاد شد
انجام کار وہ پختہ اور استاد ہو گیا	دنیا کی غلامی سے نکل گیا۔ آزاد ہو گیا
از شراب لایزالی گشت مست	شد ممیز از خلاق باز رست
شراب لایزالی سے وہ مست ہو گیا	وہ خلاق سے ممیز ہو گیا وہ جھوٹ گیا
ز اعتقاد بست پر تقلید شاں	وز خیال دیدہ بے دیدشاں
ان کے اعتقاد بست پر تقلید سے	اور ان کے دیدہ بے بصیرت کے خیال سے



(یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے بمناسبت مضمون بالا کے کہ چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی  
یعنی یہ تو ایک جزئیہ تھا کہ جس بات کا انجام ضرر ہونے والا تھا وہ چغز کے قلب کو مکروہ معلوم ہوئی لیکن یہ حکم کلی بھی ہے کہ)  
جو کراہت مرد و خنثیہ کے قلب میں آتی ہے (من البہار بمعنی روشنی) وہ کسی آفت سے خالی نہیں ہوتی (اور) اس  
فراست کو وصف حق جان نہ کہ وہم نور دل نے لوح کل سے (اس کو) فہم کیا ہے (وصف حق سے مراد خاص صفت علم ہے اور  
اسی کو لوح کل اس اعتبار سے کہا ہے کہ کل معلومات اس کے رو برو حاضر ہیں۔ اور نور دل سے مراد وہی فراست مذکورہ مصرعہ  
اولے پس مصرعہ ثانیہ تفسیر ہے مصرعہ اولے کی اور اسی لوح کل و حق کو حدیث میں نور اللہ سے اور اس فراست و نور قلب کو  
نظر سے تعبیر فرمایا ہے حیث قال علیہ السلام اتقوا فراسة المؤمن ينظر بنور الله اور اس فراست کے استناد اگلے صفت علم  
الحق کا مبنی مسئلہ مظہریت صفات عبد الصفت الحق اور تناسب بین الظاہر والمظہر ہے کما اشار الیہ الحدیث الذی  
رواہ البیہقی عن ام الدردائی فضل هذه الامة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الله تبارک و  
تعالی قال یا عیسی انی باعث من بعد امة اذا اصابهم ما یحبون حمدوا الله وان اصابهم ما ینکروہون  
احتسبوا وصبروا ولا حلم ولا عقل فقال یارب کیف یكون هذا لهم ولا حلم ولا عقل قال اعطیہم من  
حلمی و علمی کذا فی المشکوۃ آخر باب البرکات علی المیت اور اس فراست کی صحت شب و روز خواص عباد میں مشاہد  
ہے اور کسی جگہ تخلف ہو جانا قادیح اس کی کلیت کا نہیں کیونکہ وہ شروط ہے ارتفاع عوارض کے ساتھ اور چونکہ عوارض غیر  
صاحب وحی میں ہر وقت محتمل ہیں اس لئے یہ فراست حجت شرعیہ نہیں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ  
واقعات میں جاری ہے اسی طرح احکام شرعیہ ظاہرۃ الدلیل میں بھی کما قال علیہ السلام الاثم ما حال فی  
صدرک وقال علیہ السلام استفت قلبک اور احتمال عوارض یہاں بھی ہے آگے شعر ہر کراہت الخ کی دلیل ہے  
کہ انسان کامل میں ہونے کا کیا تعجب ہے بعض اوقات جانوروں کو اللہ تعالیٰ ایسا ادراک دے دیتا ہے چنانچہ ابرہہ کے  
قصہ میں) ہاتھی کا ٹھکنا بیت اللہ شریف کی طرف چلنے سے باوجود اس پہلبان کی کوشش کے اور بانگ بیا کے (ہیت اسم فعل  
ہے بمعنی بیا اور امتناع الخ یا مبتداء ہے مخدوف المبتداء یعنی دلیل برآن ست آگے اس امتناع کا بیان ہے کہ) جانب کعبہ  
کے نہیں چلتا تھا پاؤں ہاتھی کا باوجود (فیلبان کے) تمام تر لاتیں مارنے کے نہ بہت (چلتا تھا) اور نہ تھوڑا (چلتا تھا گویا)  
یوں کہو کہ اس کے پاؤں خشک ہی ہو گئے تھے یا (یوں کہو کہ) اس کی وہ جان ہول افزا (کہ دوسرے اس کو دیکھ کر ہول  
کھاویں) مر گئی تھی (لیکن) جب اس کا رخ یمن کی طرف کرتے تو وہ فیل زرتیزی سے قدم اٹھانے لگتا (پس جس حالت  
میں کہ) فیل کی حس اثر غیب سے باخبر تھی تو ولی صاحب واردات کی حس کی تو کیا کیفیت ہوگی (یہ تقریر ہوئی استدلال کی  
جو کہ ظاہر ہے آگے پھر دعویٰ کی تقریر ہے یعنی) کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس وقت کہ ان  
سے (بھائیوں نے) یوسف علیہ السلام کو خفیہ طور پر مانگا (اس گفت کا مفعول آگے آوے گا تکرار تفت کے ساتھ اس دانم  
الخ اور خفیہ کے معنی یہ ہیں کہ مانگنے کی غرض خفیہ تھی) کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب نبی پاک خوں نے یوسف علیہ السلام  
کے لئے ان کے بھائیوں سے (اس باخوان کا عامل آگے آوے گا گفت اس دانم الخ اور درمیان کے جملے خواستہ اور گفتند  
یہ سب حال واقع ہو جاویں گے یعنی) جب ان بھائیوں نے (کذافی الغیاث) باپ سے مانگا تا کہ ان کو ایک زمانہ کے  
لئے صحرا کی طرف لے جاویں سب نے ان سے کہا کہ آپ ضرر (و تکلیف) سے اندیشہ نہ کیجئے۔ ایک دور و زان کو مہلت

دے دیجئے اے پدر آپ ہم کو معتمد کیوں نہیں سمجھتے (اور) اپنے یوسف کو (ہم) محافظین کے سپرد نہیں کرتے (کما قال تعالیٰ مالک لانا مناعلیٰ یوسف و انا لہ لنا صحنون تاکہ ہم سبزہ زاروں میں ملاعبہ کریں ہم اس درخواست میں معتمد اور نیک معاملہ ہیں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پاس سے ان کا لے جانا میرے دل میں رنج اور کلفت کو مشتعل کرتا ہے کما قال تعالیٰ انی لیحزن ننی ان تذهبوا بہ اور کوئی آفت آنے والی معلوم ہوتی ہے کما قال و اخاف ان یاسکله الذئب اور) میرا یہ دل ہرگز دروغ نہیں کہتا۔ کیونکہ نور عرش سے وہ دل روشنی رکھتا ہے (کوئی شخص شبہ نہ کرے کہ ان کو گرگ نے تو نہیں کھایا تو وہ خیال دل کا تو غلط ہو گیا جواب یہ ہے کہ قلب کو اجمالاً اسی قدر منکشف ہوا تھا کہ کوئی آفت آوے گی اور یہ صحیح تھا باقی تعین اس آفت کی وہ منکشف نہ ہوئی تھی اس کو رائے سے بطور احتمال فرمایا جیسا کہ اخاف کا مدلول صریح ہے کہ وہ محض احتمال تھا اور رائے کا غلط ہو جانا مضرت نہیں اور اسی طرح اس تمام قصہ یوسفی میں جو خیال یعقوب علیہ السلام کے صحیح ہوئے وہ کشف تھا اور جو جو صحیح نہیں ہوئے وہ تفصیل کے درجہ میں رائے تھے اور اجمال کے درجہ میں وہ بھی کشف تھا اور اس درجہ میں ایک بھی غلط نہیں ہوا اور گو کشف و فراست کا خلاف واقع ہونا بوجہ اس کے ظنی ہونے کے ممکن ہے جیسا اوپر فراست کی ظنیت کو احقر نے تصریحاً لکھا ہے مگر میں نے یہاں اس جواب کو اس لئے اختیار نہیں کیا کہ یعقوب علیہ السلام صاحب وحی ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ ان کا کشف و فراست مستند الی الوحی ہے اس لئے اس کو ظنی کہنا زیبا نہیں چنانچہ آگے مولانا بھی اس کو دلیل قاطع کہہ رہے ہیں (یعنی) وہ (ان کے دل کا حزن) خرابی (واقع ہونے) پر دلیل قاطع تھا (لیکن) قضا کے سبب انہوں نے اس کو (معمول بہ ہونے کی حیثیت سے) معتد بہ نہیں قرار دیا (گو قطعی ہونے کے سبب معتقد فیہ سمجھا اس لئے) وہ دلیل جو اس درجہ (قطعییت) کی تھی ان (کے عمل) سے گزر گئی کیونکہ قضا (اپنی) حکمت میں تھی اس وقت (نشان دلیل کو اس لئے کہا کہ دلیل انی علامت ہوتی ہے مدلول کی اور مطلق دلیل کا اطلاق دلیل انی ہی پر ہوتا ہے اور لمی کا اصل لقب علت ہے اور یہاں کشف یعقوبی موثر فی الواقعہ نہ تھا بلکہ صرف دال علی الواقعہ تھا پس اس کو نشان کہنا بلا تکلف صحیح ہوا اور آنچناں کا ترجمہ ہے ویسا اور ویسے کا مطلب ہے عظیم الشان یعنی قطعی جیسا اوپر کے شعر میں اس کو دلیل قاطع کہا ہے پس نشان آنچناں اور دلیل قاطع اپنی اپنی دونوں جزو کے اعتبار سے کا مترادف ہیں اور میں نے جو مصرعہ از قضا انرا نکر دوا و اعتداد کی تقریر کی ہے اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ جب وہ قطعی تھا تو ان کو اس کا معتد بہ قرار نہ دینا جائز کیسے ہو سکتا ہے تقریر دفع ظاہر ہے کہ صرف حادثہ کا وقوع منکشف ہوا تھا سو وقوع کو غیر معتد بہ نہیں سمجھا و اثرت الیہ بقوں قطعی ہونے کے سبب الخ اور یہ حکم منکشف نہ ہوا تھا کہ اس کشف پر عمل کرو اور یوسف علیہ السلام کو نہ جانے دو اس واسطے عمل کو غیر معتد بہ و غیر مہتمم بالشان سمجھنا جائز تھا و اثرت الیہ بقولی معمول بہ ہونے کی حیثیت سے الخ بلکہ جب قضا کا تعلق اس واقعہ سے مع اس کی حکمتوں کے اور مع عدم نبی عن ارسال یوسف کے مکشوف ہوا تو رضاً بالقضا کا مقتضی یہی عدم اعتداد بالکشف بدرجہ عمل تھا اور اس واقعہ میں جو حکمتیں تھیں ان کی طرف مولانا نے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ کہ قضا در فلسفہ الخ میں اشارہ کیا ہے کیونکہ فلسفہ کے معنی حکمت ہیں پس بعض کا فریب کے ساتھ تفسیر کرنا پھر اس کی توجیہ صحیح کی کرنا تکلف و عسف ہے اور شعرا میں دلم الخ کی اخیر شرح میں جو میں نے کہا ہے کہ اس کو ظنی کہنا زیبا نہیں باوجودیکہ ظاہر عبارت اس تقدیر استناد الی الوحی پر یہ ہے کہ ظنی کہنا صحیح نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ خود اس تقدیر استناد کی نسبت اس کے قبل کہا گیا ہے کہ ظاہر یہی ہے الخ پس اگر یہ استناد قطعی ہوتا تو وہ دوسری عبارت واجب تھی اب چونکہ یہ استناد خود ظنی ہے اس لئے



پہلی عبارت اختیار کی گئی خوب سمجھ لو یہ سب مضامین ان تینوں شعروں کے متعلق یعنی اس دلم الخ و آں دلیل الخ و در گذشت الخ نہایت ضروری ہیں آگے مولانا یعقوب علیہ السلام کے عدم اعتداد عمل بالکشف پر ظاہر کے اعتبار سے تعجب فرماتے ہیں کہ یہ عجیب نہیں کہ نابینا گر پڑے کنویں میں۔ بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا (اور میں نے جو یہ کہا کہ ظاہر کے اعتبار سے الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اس لئے عجیب نہیں کہ وہ بینا گر پڑنا ہے بینائے راہ کا (اور میں نے جو یہ کہا کہ ظاہر کے اعتبار سے الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اس لئے عجیب نہیں کہ وہ بینا دھوکہ یا غفلت سے نہیں گرا جو تعجب ہو بلکہ اس بینا کو جہاں اس کی بینش ہوئی کہ یہ کنواں ہے یہ بھی بینش ہوتی کہ میرا گناہ اس میں مشیت و رضا دونوں امر کا متعلق بفتح الملام ہے اس لئے قصد اس میں گر پڑا کہ ضرب الحبیب للعاشقین زبیب والرضا بالقضا للعارفین نصیب وقد مرتقیرہ فی شرح مصراع کہ قضا در فلسفہ الخ آگے بھی اسی تعجب باعتبار الظاہر پر تفریع ہے کہ) اس قضا کے انواع انوار تصرفات ہیں اس کی چشم بندی (یعنی اس قضا کا لوگوں کی آنکھیں بند کر دینا) یفعل اللہ ما یشاء (سے مسبب) ہے (پس مبلغہ سبب کو مسبب پر محمول کر دیا یہ تو اس کی ترکیب تھی آگے تفسیر ہے کہ وہ تصرف اور چشم بندی اس طرح ہے کہ عارف ذی کشف کا) قلب اس (قضا) کے فن (و تدبیر) کو (من وجہ) جانتا بھی ہے اور (اس وجہ) نہیں بھی جانتا ہے (اور یہ دونوں وجہ مصرعہ از قضا آثرانہ کر داو اعتداد کی شرح میں گزر چکی ہیں یعنی مرتبہ علم و اعتقاد میں تو جانتا ہے اور مرتبہ عمل میں نہ لانے کے سبب گویا نہیں جانتا جیسا کہ علم بلا عمل کو بہت آیات میں عدم علم کے حکم میں ٹھہرایا ہے پس مطلب نداند بالنون کا عمل نمی کند ہے اسی کو اوپر چشم بند اور اسی کو تصرفات متنوعہ قضا کہا ہے پس یہ چشم بند بھی باعتبار ظاہر کے ہے یعنی صورت چشم بندی کی سی ہے ورنہ وہ تو جاننے کے بعد تسلیم و تفویض کرتا ہے اس لئے اس شعر کی تمہید میں کہا گیا ہے کہ تعجب باعتبار الظاہر پر تفریع ہے آگے مصرعہ ثانیہ میں اس بداند بالباء پر تفریع ہے کہ اسی وجہ سے) اس (قضا) کی مہر (کرنے) کے لئے اس (قلب) کا آہن (تجین الماء یعنی قلب قوی غیر متاثر من الحادث و ہو قلب اہل السمکین) موم (کی طرح) ہو جاتا ہے (جس پر مہر کرتا متعارف ہے یعنی تسلیم و تفویض اختیار کر لیتا ہے اور کشف پر اس طرح عمل نہیں کرتا کہ احتیاط و حذر اختیار کرے اس کا حاصل وہی ہے جس کو اوپر ایک جگہ عدم اعتداد فی درجہ العمل اور ایک جگہ نداند سے تعبیر کیا ہے تو اس اخیر تعبیر کے اعتبار سے نوید بداند بالباء پر نداند بالنون متفرع ہوا آگے مصرعہ موم گرد الخ کی مزید شرح ہے یعنی) گویا (وہ) قلب (مذکور اپنے سے) کہتا ہے کہ اے شخص اس (محبوب صاحب قضا) کا جب اس میں میلان ہے تو پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دے (مراد اس سے تسلیم و رضا جیسا پہلے گزرا ہے اور اس رضا و تسلیم کے سبب) وہ اپنے کو اس (بداند بالباء) سے مغفل بھی کر دیتا ہے (اور نداند بالنون کا مصداق ہو جاتا ہے اور) اس (قضا) کی رسن میں (اپنی) جان کو بستہ (و مقید) کر دیتا ہے (اس کا حاصل وہی تسلیم و رضا ہے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ظاہر میں تو اس کی یہ حالت تدبیر و احتیاط سے تقاعد کرنا حالت نقصان کی معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ تفویض و تسلیم و رضا بالقضا تو اس کا منشا ہے اور مراتب قرب و قبول و ترقی علوم و معارف اس سے ناشی ہیں اس لئے یہ حالت عین کمال کی ہے پس شعر گردشودات سے شعر ز اعتقاد دست تک یہی مضمون ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اگر وہ صاحب مرتبہ عالیہ (یعنی عارف) اس (معاملہ) میں (تدبیر سے) کم ہمت ہو جاتا ہے تو وہ (واقع میں) کم ہمت نہیں ہوتا (اس کا یہ حال) ایک امتحان ہوتا ہے (یعنی وہ ظہور ہوتا ہے اس کے کمال رضا بالقضا کا اس کو امتحان کہہ دیا کیونکہ غایت امتحان کی یہی ظہور ہے فاطلق السبب و ارید المسبب اس میں تو اس کی اس

حالت کے منشاء کی حالت اشارہ ہو گیا کہ وہ تفویض و رضا ہے اور آگے اس سے جو ثمرات ناشی ہوتے ہیں ان کا ذکر ہے (یعنی یہ) ایک بلا اس کو سوبلاؤں سے چھڑا لیتی ہے (اور اس کا یہ) ایک (ظاہری بہوٹ اس کو مراتب عالیہ پر لے جاتا ہے) (یعنی ایک بلا کو جو اس نے دل سے قبول کیا اس سے بہت سے اس کے اخلاق درست ہوئے گناہ معاف ہوئے جو کہ اصلی بلائیں ہیں اور ظاہر میں تو یہ اس کی پستی ہے کہ گرفتار بلا ہو کر پانچ بیٹھا ہے لیکن رضا بالقضا کے سبب اس کا قرب بڑھتا ہے اس ثمرہ کا حاصل تو حاصل و مقام کی ترقی ہوئی آگے دوسرا علم کی ترقی کا مذکور ہے کہ) وہ شوخ (یعنی عاشق) خام (یعنی ناقص) کہ اس کو شراب (عشق الہی) نے (ایک درجہ میں) لاکھوں (خیالات) زشت خام کے خمار (و غلبہ و جہوم) سے چھڑا دیا تھا (اس کو بھی ان حوادث میں رضا و تسلیم اختیار کرنے سے یہ نفع ہوتا ہے کہ ان خیالات غیر اللہ کا زوال اور اس کی نظر توحید بجائے حال کے مقام ہو جاتا ہے چنانچہ) انجام کار (اگر اس نے رضا کو اختیار کر لیا تو) وہ پختہ اور استاد ہو گیا (اور) دنیا کی غلامی سے نکل گیا (یعنی خلق سے اس کی نظر بدرجہ رسوخ مرتفع ہو گئی اور) آزاد ہو گیا (اور) شراب لایزال سے وہ مست ہو گیا (اور) وہ خلّاق سے (اس صفت میں) ممیز ہو گیا (اور) وہ چھوٹ گیا (کس چیز سے اگلے شعر میں بتاتے ہیں کہ) ان کے اعتقاد دست پر تقلید سے (کہ غیر حق کے وجود کو معتد بہ سمجھتے ہیں بتقلید عقل متوسط کے) اور (وہ چھوٹ گیا) ان کے دیدہ بے بصیرت کے خیال سے (دیدہ سے مراد دیدہ عقل یعنی ہر چند کہ وہ حصول عشق ابتدائی سے بھی غافل عن الخلق و شاغل مع الحق تھا اور ظاہر اس کو درجہ علم حاصل تھا مگر یہ علم اس کا پختہ نہ تھا رضا و تفویض سے کہ شعبہ ہے عبدیت کا ان علوم میں رسوخ و کمال حاصل ہو گیا پس رضا بالقضا سے احوال و علوم سب میں ترقی ہوئی یہ بیان ہو گیا اس کے ثمرات کا اور شوخ کے لغوی معنی بیباک کے ہیں مگر چونکہ عشق کے لوازم عادیہ سے ہے بے باکی نہ بمعنی بے حیائی بلکہ بمعنی دلیری و عالی ہمتی و آزادی اس لئے مجازاً شعر خام شوخ الخ میں یہ تعبیر کی گئی۔

فائدہ:- ان اشعار کی شرح جیسی ہو گئی ہے مجھ کو ویسی امید نہ تھی۔ واللہ الحمد وهو الذی یمنزل

الغیث من بعد ما فنطوا و ینشر رحمته وهو الولی الحمید۔

اے عجب چہ فن زندا دراک شاں	پیش جزر و مد بحر بے نشاں
تعب کی بات ہے ان کا ادراک کیا تیر مارے گا	دریائے بے نشان کے اتار چڑھاؤ کے سامنے
زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید	ملک و شاہی و وزارتہا رسید
اس بیابان سے یہ سب عمارتیں پہنچی ہیں	ملک اور شاہی اور وزارتیں پہنچی ہیں
زاں بیاباں عدم مستان شوق	میرسند اندر شہادت جوق جوق
اس صحرائے عدم سے مستان شوق	پہنچ رہے ہیں شہادت میں جوق جوق
کارواں بر کارواں زیں باد یہ	مس رسد در ہر مساء و غادیہ
قافلہ پر قافلہ اس صحرا سے	پہنچ رہے ہیں ہر شام اور ہر صبح میں
آید و گیرد وثاق ما گرو	کہ رسیدم نوبت مآشد تو رو
آتا ہے اور ہمارے گھر کو قبضہ کر کے لے لیتا ہے	کہ میں آ پہنچا ہوں میری باری ہو گئی تو جا



چوں پسر چشم خرد را واکشاد	زود با بارخت برگردوں نہاد
جب بیٹے نے ہوش کی آنکھ کھولی	تو جلدی سے بابا نے سامان آسمان پر رکھا
جادۂ شاہ ست آں زیں سوراں	واں ازاں سو صادران و واردان
یہ ایک سڑک اعظم ہے کہ ایک ادھر سے جا رہا ہے	اور دوسرا ادھر سے صادر ہیں اور وارد ہیں
نیک بنگرما نشستہ میرویم	می نہ بینی قاصد جائے نویم
خوب دیکھ ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں	تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہم ایک نئی جگہ کے قصد کرنے والے ہیں
بہر حالے می نگیری راس مال	بلکہ از بہر غرضہا در مال
تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا	بلکہ خاص اغراض کے لئے مال میں
پس مسافر آں بوداے رہ پرست	کہ مسیر و روش در مستقبل ست
پس مسافر وہی ہے اے ابن اسہیل	کہ سیر اور توجہ اس کی مستقبل میں ہو
ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال	دمبدم در میرسد خیل خیال
جس طرح سے کہ پردۂ قلب سے بلا تعب	دمدم پہنچا کرتے ہیں سواران خیال
گر نہ تصویرات از یک مفرسند	در پے ہم سوی دل چوں میرسند
اگر یہ تصورات ایک ممت سے نہیں ہیں	تو ایک دوسرے کے پیچھے قلب کی طرف کیوں آ رہی ہیں
جوق جوق اسپاہ تصویرات ما	سوئے چشمہ دل شتاباں از ظما
جوق جوق ہمارے تصورات کا لشکر	چشمۂ قلب کی طرف دوڑتے ہیں تشنگی سے
جرہا پرمی کنند و میروند	دائما پیداد پنہاں می شوند
وہ تصورات گھڑے بھر بھر کر چلے جاتے ہیں	ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں
فکر ہارا اختران چرخ داں	دائر اندر چرخ دیگر آسماں
انکار کو اختران چرخ جان	دائر ہیں دوسرے آسمان کے دائرے میں
سعد دیدی شکر کن ایثار کن	نخس دیدی صدقہ و استغفار کن
تو نے سعد دیکھا تو شکر کر اور دوسروں پر بھی ایثار کر	نخس دیکھا تو صدقہ کر اور استغفار کر

(اوپر تصرفات قضا کے وہ مصالحہ مذکور تھے جو راجع الی الدین یا بعنوان دیگر راجع الی الباطن تھے چنانچہ بر معار

جہاں سے باز دست تک کے حل میں عالی اور علمی ثمرات کی تقریر ہو چکی ہے آگے تصرفات قضا کے وہ مصالح مذکور ہیں جو راجع الی الدنیا یا بعنوان دیگر راجع الی الظاہر ہیں چنانچہ معلوم ہوگا اور یہ مضمون مستقلاً ذکر فرمایا جاتا ہے ماقبل کا تتمہ نہیں ہے یعنی عارف کو جو تفویض و رضا اللقضاء سے ترقی ہوتی ہے جس کا اوپر ذکر تھا یہاں یعنی مابعد میں یہ مقصود نہیں کہ قضا کے ان تصرفات نوع آخر کے تفویض سے بھی ترقی ہوتی ہے گو وہ بھی سبب ترقی ہے مگر یہاں اس کا ذکر نہیں ہے چنانچہ تمام اشعار مقام میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں پس چونکہ یہ تتمہ نہیں بلکہ مستقل ہے اس لئے اس کو انتقال کہا جاوے گا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت آخر اشعار بالا از اعتقاد دست الخ کے یعنی اس شعر سے جو عوام کا تحقیق و بصیرت سے خالی ہونا مذکور ہے اس کے متعلق ہم مضمون آئندہ ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ (تجب کی بات ہے) اگر عوام بحالت عوام یعنی بے بصیرت ہونے کے ادراک حقائق مذکورہ فیما بعد کا کر لیں (ان (بیچاروں) کا ادراک (بحالت مفروضہ واقعہ) کیا تیر مارے گا درپائے بے نشان کے اتار چڑھاؤ (یعنی گھٹاؤ بڑھاؤ) کے سامنے (مراد اس دریا سے عالم عیب ہے جہاں سے تصرفات قضا کا تعلق عالم شہادت سے ہوتا ہے اور جزر و مد سے مراد ان تصرفات کا تنوع و تلمون ہے اور اس کو بے نشان کہنا بوجہ اس کے غائب عن الحواس ہونے کے ہے جس طرح سے بے پتہ چیز محسوس نہیں ہوا کرتی مطلب یہ کہ بے بصیرت آدمی بے چارہ تصرفات قضا کو جن کا نزول عالم غیب سے ہوتا ہے کیا سمجھے گا اور مقصود اس نفی ادراک سے ان کا عذر بیان کرنا نہیں جیسا ظاہر عنوان بے نشان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ مطلب ہو کہ جب وہ بے نشان ہے تو اس کا کوئی کیا ادراک کرے بلکہ مقصود ترغیب ہے تحصیل بصیرت کی دلیل اس کی اشعار آئندہ ہیں نیک بنگراں بھر حالے الخ پس مسافر الخ فکر ہارا الخ سعد دیدی الخ خلاصہ یہ کہ بلا بصیرت تو ادراک ہوتا نہیں اور ادراک ضروری پس بصیرت حاصل کرنا چاہئے آگے شرح ہے اس جزر و مد یعنی تصرفات کی یعنی اس بیابان (عالم غیب) سے یہ سب عمارتیں (عالم شہادت کی) پہنچی ہیں (اور) ملک اور شاہی اور وزارتیں (سب وہاں ہی سے) پہنچی ہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ عالم شہادت مسبب احکام عالم غیب ہی سے ہے اور اوپر بحر اور یہاں بیابان کہنا محض اختلاف عنوان باختلاف اعتبارات ہے اول باعتبار تشبیہ اس کے تصرفات کے جزر و مد کے ساتھ اور ثانی باعتبار اس کی وسعت و سنجاعت کے ان قیود خاصہ عالم شہادت سے جیسا صحرا ساؤج ہوتا ہے قیود خاصہ آبادی سے آگے ابہام مذکور کی تفسیر کی تصریح ہے یعنی اوپر عنوان بیابان مبہم تھا آگے اس کو عدم کے ساتھ مقید کیا جو کہ اہل فن کے عرف خاص میں عالم عیب پر اطلاق کیا جاتا ہے اسی طرح اوپر ملک و شاہی مبہم تھا آگے اس کو شہادت سے تعبیر کیا پس شعر آئندہ شعر مذکور کی تفسیر ہو گئی اور اس کے بعد پھر اسی کی تفصیل چلی گئی پس فرماتے ہیں کہ (اس صحرائے عدم سے مستان شوق) (یعنی کائنات کہ حکم تکوینی کی اطاعت میں مشابہ ہیں مستان شوق کے) پہنچ رہے ہیں (عالم) شہادت میں جوق جوق (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) قافلہ پر قافلہ اس صحرا (ے عدم یعنی غیب) سے (عالم شہادت میں) پہنچ رہے ہیں ہر شام اور ہر صبح میں (اس طرح سے کہ ایک نیا قافلہ) آتا ہے اور ہمارے (یعنی پرانے آئے ہوئے قافلہ کے) گھر کو قبضہ کر کے لے لیتا ہے (اور بزبان حال کہتا ہے) کہ میں آپہنچا ہوں میری باری (آنے کی) ہو گئی (اب) تو (یہاں سے) جا (اس مضمون کا ایک مادہ تحقق یہ بھی ہے کہ) جب بیٹے نے ہوش کی آنکھ کھولی تو جلدی سے بابائے (اپنا) سامان آسمان پر (لے جا کر) رکھا (یہ ایک مثال ہے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اولاد کے ہوش سنبھالنے کے بعد ماں باپ مر جاتے ہیں غرض) یہ (مسافت بین عالم الغیب و عالم الشہادۃ) ایک سڑک اعظم ہے کہ (اس میں ایک ادھر سے (ادھر) جا رہا ہے اور دوسرا ادھر سے (ادھر) آ رہا ہے تو



کچھ) صادر ہیں اور (کچھ) وارد ہیں۔ (صادر معنی کام کر کے واپس ہونے والا اور وارد کے معنی نیا آنے والا یہ تو بیان ہوا تصرفات کا آگے ترغیب ہے اس تصریف کو بنظر بصیرت ادراک کرنے کی جس کے عدم پراور پر نکیر مذکور تھی اسے عجب چہ فن زندادراک شان الخ میں پس ارشاد ہے کہ) خوب (غور سے) دیکھ (کہ) ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ گو ہم فی المکان حرکت نہ کریں اور نشستن سے یہ مراد ہے مگر فی الزمان عالم غیب کی طرف حرکت کر رہے ہیں اور میردیم سے یہ مراد ہے) تو (واقعات میں غور کر کے) یہ نہیں دیکھتا کہ ہم ایک نئی جگہ کے قصد کرنے والے ہیں (نیا کہنا عوام کے حال کے اعتبار سے ہے کہ عالم شہادت کو اپنی اصلی جگہ سمجھتے ہیں ورنہ اول اور قدیم مقام تو عالم غیب ہی ہے نیک بنگر میں تو صریح امر ہے نظر عبرت و بصیرت حاصل کرنے کا اور یہ نہ بنی میں بھی جو کہ استفہام تو بخنی ہے مقصود امر ہے اسی نظر عبرت و بصیرت کا اب اس نظر کی جو غایت ہے کہ وہی مقصود ہے امر بالنظر سے اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی تجھ کو دنیا کی تجارت کے متعلق یہ معلوم ہے کہ) تو حال کے لئے اس المال نہیں لیا کرتا بلکہ بالنظر سے اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی تجھ کو دنیا کی تجارت کے متعلق یہ معلوم ہے کہ) تو حال کے لئے اس المال نہیں لیا کرتا بلکہ خاص اغراض کے لئے (لیا کرتا ہے) مال میں (چنانچہ ظاہر ہے کہ تاجر جو اس المال لے کر تصرف کرتا ہے مقصود بالذات خود وہ اس المال یا تصرف نہیں ہوا کرتا بلکہ ربح فی المال مقصود ہوتا ہے اسی طرح نو عمر کار اس المال لے کر دنیا میں آنے کو سمجھ کہ مقصود اس عمر سے مقاصد حالیہ اکل و شرب و تمتع و تملذذ نہیں بلکہ مقصود اس سے مقاصد مآلیہ ہیں یعنی مٹوبات آخرت اور وہ موقوف ہیں بعض خاص تصرفات فی العمر پر کہ وہ اعمال صالحہ و طاعات ہیں پس تجھ کو چاہئے کہ اغراض حالیہ سے اغراض کر کے اغراض مآلیہ میں مشغول ہو اور یہی مقصود تھا نظر عبرت کی تحصیل سے آگے اس کی سابق سے زیادہ تصریح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) پس مسافر (فہیم) وہی ہے اے ابن السبیل کہ سیر اور توجہ اس کی مستقبل میں ہو (یہاں تک تو بیان تھا عالم غیب اور عالم شہادت میں ان اشیاء کے ورود و صدور کا جن کو یہاں سے ذہاب کے بعد پھر یاب نہیں ہوتا آگے بیان ہے ایسی اشیاء کے صدور و ورود کا جن کو اکثر صدور و ذہاب کے بعد پھر بھی ورود و یاب ہو جاتا ہے کہ یہ ورود و صدور سابق سے زیادہ عجیب ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ پہلی اشیاء موجودات خارجیہ ہیں عدم عن الخارج کے بعد پھر اس عالم میں ان کا وجود حسب عادة الہیہ عود نہیں کرتا اور یہ اشیاء موجودات ذہنیہ ہیں یعنی خیالات اور ان کا عود خلاف عادت الہیہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ ان موجودات مذکورہ کا عالم غیب سے عالم شہادت میں آنا اور جانا ایسا ہے) جس طرح سے کہ پردہ قلب سے بلا تعب (یعنی بے تکلف) دمبدم پہنچا کرتے ہیں سو ان خیال (از پردہ دل میں تو مبداء ان کا بتلایا ہے اور منتہا ان کا دو شعر آئندہ میں ہے فی قولہ سوئے دل و فی قولہ سوئے چشمہ دل اور اس طرح مبداء و منتہا قلب ہی ہوا تو میرے نزدیک دل سے مراد مبداء میں تو قلب حقیقی ہے جو کہ لطیفہ مجردہ ہے اور موجودات عالم غیب سے ہے اسی لئے مولانا نے اس کو پردہ بمعنی انچہ در پردہ باشد سے تعبیر کیا ہے اور منتہائے مراد قلب صنوبری ہے جو کہ مضغہ لحمیہ و مورد خیالات و موجودات عالم شہادت سے ہے پس خیالات کا عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف آنا اس سے ظاہر ہو گیا آگے اس کی تائید ہے کہ یہ سب خیالات اسی لطیفہ قلبیہ من اجزاء عالم الغیب سے ہیں یعنی اگر یہ تصورات ایک منبت (بمعنی جائے درخت نشاندن و جائے روئیدن) سے نہیں ہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے قلب (صنوبری) کی طرف کیوں آرہے ہیں (یہ استدلال امتناعی مقدمہ عادیہ سے ہے یعنی عادت یہ ہے کہ ایسا تعاقب کہ بلا کسی کے اہتمام کے ایک دوسرے کے پیچھے برابر آ رہا ہو عادة موقوف ہے خاص اس تناسب پر کہ وہ سب چندے

ایک جگہ مجتمع رہے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ خیالات جو قلب صنوبری میں وارد ہیں ان میں ایسا ہی تعاقب ہے کہ خود بخود ایک خیال کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا الی مالایقف عند حد سلسلہ وار چلے آتے ہیں تو ضرور ان میں بھی ایسا ہی تناسب ہے اور چونکہ وہ اعراض ہیں ان میں بلا واسطہ محل کے اجتماع ہو نہیں سکتا تو لامحالہ وہ چندے ایک محل میں جمع رہے ہیں اور قلب صنوبری کے قبل بحر قلب حقیقی کے اور کوئی محل ثابت نہیں ہوا پس ظناً و افتناعاً ثابت ہوا کہ وہ سب قلب حقیقی میں مجتمع تھے اور یہی معنی ہیں از یک مغرسند کے غرض (جوق جوق ہماری تصورات کا لشکر چشمہ قلب (صنوبری) کی طرف دوڑتے ہیں تشنگی (یعنی اشتیاق) سے (اور اس اشتیاق سے ویسے ہی معنی مراد ہیں جیسے اوپر شعرزاں بیاباں عدم میں مستان شوق میں مراد تھے یعنی حکم تکوینی سے مثل شائق کے مطیع ہیں اور یہاں تک ذکر تھا ان خیالات کے ورود کا آگے ذکر ہے صدور کا یعنی) وہ تصورات گھڑے بھر بھر کر (واپس) چلے جاتے ہیں (چونکہ اوپر کہا ہے از ظما اس لئے اس کی مناسبت سے یہاں ان خیالات کے ذہاب بعد حصول غایا تھا کو اس عنوان سے تعبیر کیا اور وہ غایات خواہ واقعی ہوں یا خیالی مثلاً یہ خیال آیا کہ روپیہ حاصل کروں اور جب روپیہ حاصل ہو گیا وہ خیال جاتا رہا یہاں تو غایت واقعیہ حاصل ہوئے یا یہ خیال آیا کہ میں فلاں شخص سے رتبہ میں بڑا ہوں اور اپنے نزدیک کچھ تائیدات خیالیہ سے تسلی کر کے وہ خیال ختم ہو گیا یہاں غیر واقعی غایت حاصل ہو گئی مثل ذلک اور اس میں ان خیالات کے مصالح بھی معلوم ہو گئے کہ ان ہی غایات پر تمام کارخانہ عالم چل رہا ہے گو غیر واقعی ہی کیوں نہ ہوں اور یہ جاتا رہنا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پھر عود کرتا ہے تو ضرور اس اثناء میں وہ کسی خزانہ میں رہا ہے کہ اس سے پھر چلا آتا ہے جیسا حکماء نے ہر قوت مدرکہ کا ایک ایک خزانہ جدا جدا مانا ہے سوا گر کوئی شخص خزانہ حقیقی صرف قلب حقیقی کو مان لے اور ان خزانوں کو محض وسائط مانے جیسے حکماء نے اصل مدرک نفس کو مانا ہے اور باقی مدرکات کو آلات تو اس میں کیا استعداد ہے اور اس صورت میں ان سب خیالات کا صدور عالم غیب کی طرف ظاہر ہو جاوے گا۔ مولانا کا ظاہر کلام اسی پر منطبق ہوتا ہے اور کبھی اگر بالکل نسیان ہو جاوے تو ممکن ہے کہ وہ اس مقام پر مذکور نہ ہوا اگر اکثر خیالات کا صدور بھی مذکور ہو نفس مدعا کے اثبات میں کافی ہے کیونکہ ایجاب کلی کا دعویٰ مقصود بھی نہیں چونکہ اس صدور کے بعد پھر بھی کبھی ورود ہوتا ہے اور یہی ورود بعد الصدور مابہ الامتیاز ہے اشیاء سابقہ و اشیاء لاحقہ میں اس لئے ورود اول پھر و صدور پھر و ودثانی بعد الصدور کا سلسلہ جاری رہنے کی بناء پر فرماتے ہیں کہ یہ خیالات (ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں) اور جس طرح اشیاء سابقہ کے ورود و صدور پر نظر اعتبار و استبصار کی ترغیب دی تھی اسی طرح ان اشیاء لاحقہ کے ورود و صدور مذکور پر ایسی ہی نظر کی ترغیب ہے پس فرماتے ہیں کہ ان (افکار کو) (مثل) (اختران چرخ) (کے) (جان) (جو) (دائر ہیں دوسرے آسمان کے دائرے میں) (مراد اس دیگر آسمان سے قلب ہے حقیقی بھی کہ اول وہاں گردش کرتے ہیں اور اس کا احساس اس شخص کو نہیں ہوتا اور صنوبری بھی کہ ثانیاً اس میں گردش کرتے ہیں اور اس کا احساس بھی ہوتا ہے آگے اس گردش کے محسوس ہونے پر جو کہ قلب صنوبری میں آنے کے وقت ہوگا تفریع کرتے ہیں کہ اگر) تو نے سعد دیکھا تو شکر کر اور دوسروں پر بھی ایثار کر (یعنی دوسروں کو بھی نفع پہنچا اور اگر) نخس دیکھا تو صدقہ کر اور استغفار کر (مطلب یہ کہ جس طرح نجومی کو اکب میں سعد و نخس مانتے ہیں وہ تو مہمل ہیں مگر ہاں ان خیالات میں سعد و نخس ضرور ہیں یعنی جو خیال سبب طاعت ہو وہ سعد ہے اور جو جاذب الے المعصیت ہو وہ نخس ہے پہلے خیال پر شکر بجالا اور دوسرے پر پناہ مانگ اور یہی مراد ہے اعتبار و استبصار سے)۔

فائدہ:- میں ان اشعار کے ارتباط میں ماقبل کے ساتھ اور شعر اول میں جو لفظ بحر واقع ہوا ہے اس کی مراد



میں دو دن بہت بہت دیر متحیر رہا جب عاجز ہو گیا دعا کی کہ مولانا کے کلام کی تفسیر ان ہی کے کلام سے واضح فرمادی جاوے پس بسم اللہ کر کے اس دفتر سادس کو بند کر کے کیف ما اتفق کھولا تو یہ اشعار نکلے۔

طالب دنیا و توفیر اتہا طالب العلم و تدبیر اتہا  
پس دریں قسمت چو بگماری نظر غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر  
غیر دنیا پس چہ باشد آخرت کت کند زیجا و باشد رہبرت  
غیر دنیا آخرت باشد یقین کان بروز یجات آنجا اے امیں

اس سے تواربتا ظاہر ہو گیا جس کو میں نے ان اشعار کی شرح کے اول میں لکھا ہے کہ اوپر مصالح راجع الی الدین تھے اور آگے راجع الی الدنیا ہیں پھر دوبارہ کھولا تو اس دفتر کے اختتام کا یہ شعر نکلا۔  
دندراں جمعہ اش سقائے زرع بود آب نہر آں روز بہر ش می کشود  
اس سے تفسیر بحر کی سمجھ میں آگئی کہ مراد اس بحر سے موجود حادث ہے اس لئے عالم غیب سے اس کی تفسیر کردی گئی موجود قدیم مراد نہیں کہ کبھی اس کو بھی مجازاً بحر سے تعبیر کر دیتے ہیں بحکم و اما بنعمۃ ربک فحدث اس واقعہ کو ذکر کیا گیا۔

ما کنیم ایں را بیا اے شاہ من	طالع مقبل کن و چرنے بزن
ہم اس کے لئے کیا چیز ہیں اے میرے بادشاہ آپ توجہ فرمائیے	میری طالع کو باقبال کر دیجئے اور ایک گردش دیجئے
روح را تاباں کن از انوار ماہ	زاں کز آسب ونب شد جاں سیاہ
روح کو روشن کیجئے انوار ماہ سے	کیونکہ وہ جان صدمہ ونب سے سیاہ ہو گئی ہے
روح رازاں نورمہ کن ملتہب	کہ سیہ شد جان من ز آسب تب
روح کو اس نور ماہ سے مشتعل کیجئے	کیونکہ میری روح سیاہ ہو گئی ہے صدمہ تب سے
از خیال و وہم و ظن بازش رہاں	از چہ و وجور رسن بازش رہاں
خیال اور وہم اور ظن اسے اس کو چھڑا دیجئے	چاہ اور وجور رسن سے اس کو چھڑا دیجئے
تاز دلاری خوب تو دلے	پر برآرد بر پرد زاب و گلے
تاکہ آپ کی دلاری خوب سے ایک دل	پر پیدا کر لے آب و گل سے اڑ جاوے
اے عزیز مصر جانم دستگیر	عذر ایں زندانی خود در پذیر
اے میرے مصر روح کے عزیز دیکھی کیجئے	اپنے اس قیدی کا عذر قبول کیجئے
اے عزیز مصر در پیمان درست	یوسف مظلوم در زندان تست
اے عزیز مصر جو کہ درست عہد ہیں	یوسف مظلوم آپ کے زندان میں ہے

در خلاص او یکے خوابے بہیں	زود کالہد سبب المحسنین
اس کی خلاصی کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے	جلدی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو
ہفت گا و لاغرے و پرگزند	ہفت گا و فرہش را میخورند
سات گائے لاغر پر ضرر	اس کی سات گائے فرہہ کو کھا رہی ہیں
ہفت خوشہ خشک و زشت و ناپسند	سنبلات تازہ اس را می چرند
سات خوشہ خشک اور زشت اور ناپسند	اس کے تازہ خوشوں کو چر رہے ہیں
قحط از مصرش برآمد اے عزیز	ہیں مباحش اے شاہ ایں را مستحیز
اے بادشاہ اس کے مصر سے قحط ظاہر ہوا ہے	ہاں اے بادشاہ اس کو جائز نہ رکھئے
یوسفم در جس تو اے شہ نشاں	ہیں زدستان زنا نم وارہان
میں یوسف ہوں آپ کے جس میں اے بادشاہ ایک نشان بھیج دیجئے	ہاں عورتوں کے مکر سے مجھ کو چھڑا دیجئے
از سوی عرشے کہ بودم مربوط او	شہوت مادر فگندم کاہبطوا
عرش کی جانب سے کہ وہ میرا مسکن تھا	مجھ کو ماں کی شہوت نے گرا دیا کہ اترو
پس فدام زان کمال مستتم	از فن زالے بزندانے رحم
پس میں اس کمال تام سے گر گیا	ایک پیرزال کے فن سے زندان رحم میں
روح را از عرش آرد در حطیم	لاجرم کید زناں باشد عظیم
روح کو عرش سے ایک شکستہ مکان میں لے آتا ہے	لاجرم عورتوں کا کید عظیم ہوتا ہے
اول و آخر ہبوط من ززن	چونکہ بودم روح و چوں ہستم بدن
میرا اول ہبوط اور آخری ہبوط عورت ہی سے ہوا	جبکہ میں روح تھا اور جبکہ میں بدن ہوں
بشنو ایں زاری یوسف در عمار	یا براں یعقوب بیدل رحم آر
یوسف کی یہ زاری ٹھوکر کھانے میں سن لیجئے	یا اس یعقوب بیدل پر رحم کیجئے
نالہ از اخواں کنم یا از زناں	کہ فگندم چو آدم از جناں
میں نالہ بھائیوں سے کروں یا عورتوں سے	جنہوں نے مجھ کو آدم علیہ السلام کی طرح جنت سے باہر پھینک دیا
زاں مثال برگ دے پژمرده ام	کز بہشت وصل گندم خورده ام
میں اس لئے مثل خزاں کے پژمرده ہو رہا ہوں	کہ بہشت وصل گندم خورده ام



چوں بدیدم لطف و اکرام ترا	واں سلام سلم و پیغام ترا
جب میں نے آپ کے لطف و اکرام کو دیکھا	اور آپ کے سلام صلح اور پیغام کو
من سپند از چشم بد کردم پدید	در سپندم نیز چشم بدرسید
تو میں نے چشم بد کے سبب اسپند کو نکالا	سپند میں بھی مجھ کو چشم بد لگ گئی
دافع ہر چشم بد از پیش و پس	چشمہائے پرخمار تست و بس
ہر چشم بد کی دافع پیچھے سے اور آگے سے	آپ کی پرخمار آنکھیں ہیں اور بس
چشم بد را چشم نیکویت شہا	مات و مستاصل کند نعم الدوا
چشم بد کو آپ ہی کی چشم خوب اسے بادشاہ	عاجز اور از رخ برکنده کرتی ہے وہی اچھی دوا ہے
بل ز چشمت کیمیا ہامی رسد	چشم بد را چشم نیکو می کند
بلکہ آپ کی چشم سے کیمیا کی پختی ہیں	وہ چشم بد کو چشم خوب کر دیتی ہے
چشم شہ بر چشم باز دل ز دست	چشم بازش سخت باہمت شد دست
چشم شاہی نے باز قلب کی چشم پر اثر کیا	اس شاہ کے باز کی چشم نہایت باہمت ہو گئی
تاز بس ہمت کہ یا بید از نظر	می نگیرد باز شہ جز شیر نر
یہاں تک کہ غایت ہمت کے سبب جو کہ اس نے نظر سے پائی ہے	باز شاہی بجز شیر نر کے کسی کو نہیں پکڑتا
شیر چہ کاں شہباز معنوی	ہم شکار تست وہم صیدش توئی
شیر کیا چیز ہے بلکہ وہ شاہباز معنوی	آپ کا شکار بھی ہے اور آپ اس کے صید بھی ہیں
شد صغیر باز جاں در مرج دیں	نعرہائے للاحب الافلین
باز روح کی آواز چراگاہ دین میں	لاحب و افلین کے نعرے ہیں
باز دل را کز پئے تو می پرید	از عطای بیحدت چشمے رسید
باز قلب کو جو کہ آپ کے لئے اڑ رہا تھا	آپ کے عطائے غیر محدود سے ایک پینا آنکھ وصول ہوئی
یافت بنی بوی و گوش از تو سماع	ہر حسے را قسمتے آمد مشاع
بنی نے قوت شامہ اور کان نے آپ کی طرف سے قوت سامعہ	حاصل کی ہر حس کا حصہ مشہور ہے
ہر حسے را چوں وہی رہ سوی غیب	نبود آں حس را فتور مرگ و شیب
جس حس کو بھی جب آپ غیب کی طرف راہ دیتے ہیں	تو اس حس کو ضعف موت اور بڑھاپے کا نہیں ہوتا

مالک المملکی بحس چیزے دی	تاکہ برحسہا کند آں حس شہی
آپ مالک الملک ہیں جس کو ایسی چیز دے دیتے ہیں	تاکہ اور حسوں پر وہ حس بادشاہی کرے
جہد کن تا حس تو بالا رود	تاکہ کارے حس ازاں بالا شود
تو کوشش کر تاکہ تیری حس بالا کی طرف جاوے	تاکہ حس کا فعل اس کے سبب بالا ہو جاوے

(یہاں سے انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف جو مضمون بالا کا عین تو نہیں مگر مناسب ہے یعنی اوپر اشیاء مختلفہ کا عالم غیب سے عالم شہادت میں اضطراب اور تکیویناً متوجہ ہونے کا مضمون تھا اب اس کی مناسبت سے اپنے اختیاراً و قصداً عالم شہادت میں متوجہ ہونے کا یعنی مقتضیات غضب و شہوات میں مبتلا ہو جانے کا جو کہ اکثر اہل غفلت کی حالت ہے مضمون ہے گو اس کے ساتھ تبعاً اظہار عجز و استجلا بترحم کے لئے کہیں کہیں توجہ اضطرابی مذکور کا بھی ذکر ہے لیکن مقصوداً توجہ اختیاری ہی مذکور ہے اور اس کو بطریق مناجات والتجانب حق سبحانہ و تعالیٰ ذکر کیا ہے جس کا حاصل استدعا ہے اس بلیہ سے نجات و خلاصی کی اور طلب ہے عنایت و اصطلاح کی اور بیان ہے اس عنایت و کرم کے بعض آثار و خواص کا لیکن حسب عادت ایک آدھ جگہ غالبہ حال میں کلام مستانہ بھی ہو گیا ہے جس میں بعض عنوانات و تعبیرات ظاہر کے خلاف اور محتاج تاویل ہیں یہ خلاصہ ہے ان سب اشعار کا پس کہتے ہیں کہ میں نے جو اوپر کہا ہے کہ خیالات نحسہ و مضمرہ کو جو کہ عالم غیب سے اضطراب آئے ہیں تدارک کی تدبیر طاعات بدنہ و مالیہ سے کرو اور اس کی غوائل میں قصداً و اختیاراً مت بھنس جاؤ کہ ان کے مقتضاء پر عمل مت کرنے لگو اس طرح سے کہ شہوات و غضب میں مبتلا ہو جاؤ سو گو میں نے اس کی تدبیر کرنے کو کہا ہے لیکن اصل تو یہ ہے کہ اس تدبیر کا نافع و موثر ہونا بھی حق تعالیٰ ہی کے فضل و توفیق پر موقوف ہے اس لئے اس کی درگاہ میں مناجات کرتا ہوں کہ وہ ان بلیات سے نجات بخشے وہ مناجات و استرحام یہ ہے) ہم اس (تدارک مذکور) کے لئے کیا چیز ہیں (یعنی ہماری تدبیر کیا کافی ہے) اے میرے (حقیقی) بادشاہ آپ توجہ فرمائیے (اور) میرے طالع کو باقبال کر دیجئے (یعنی حالات نحسہ مذکورہ کی تبدیل کر دیجئے) اور (ان کو اکب خیالات نحسہ کو) ایک گردش دیجئے (جس سے وہ سعد ہو جاویں گے آگے بلفظ دیگر اس کی تفسیر ہے یعنی میری) روح کو روشن کیجئے انوار ماہ (ذکر و طاعات و حسنات) سے کیونکہ وہ جان (یعنی روح) صدمہ ذنب سے (کہ ایک نقطہ ہے منجملہ دو نقطوں کے جس میں آفتاب کے آجانے سے اس کو کسوف ہو جاتا ہے جس کی تحقیق عشر ثالث کے شروع میں بذیل شعر کز ذنب پر ہیز کن الخ گزری ہے مراد اس سے ظلمت ہے سینات و غفلت کی یعنی اس ظلمت غفلت و معصیت سے) سیاہ ہو گئی ہے روح کو اس نور ماہ سے مشتعل کیجئے کیونکہ میری روح سیاہ ہو گئی ہے صدمہ تپ (شہوت و غضب) سے (شہوت و غضب میں حرارت طبعیہ ہونے سے اس کو تپ سے تشبیہ دینا نہایت مناسب ہے) خیال اور وہم اور ظن (ان تصورات نحسہ مضمرہ مفہمی الی المعاصی) سے اس (روح) کو چھڑا دیجئے (اور) چاہ اور جور رسن (یعنی اعمال مضمرہ مفہمی الی الہلاک و البوار) سے اس کو چھڑا دیجئے (اور احوال مبعده عن الحق دو ہی ہیں علوم مضمرہ و اعمال مضمرہ دونوں سے نجات طلب کی گئی) تاکہ آپ کی دلداری خوب سے ایک دل (یعنی میرا دل) پر پیدا کر لے (اور) آب و گل (یعنی تعلقات مذمومہ عالم شہادت) سے اڑ جاوے (اور) جلدی سے نکل جاوے دے کی تنکیر تحقیر کے لئے ہے بغرض ترحم کے) اے میری مصر روح کے عزیز (بادشاہ میری) دستگیری کیجئے (اور) اپنے اس قیدی کا عذر قبول کیجئے (عزیز کا اطلاق مصر کے وزیر و بادشاہ دونوں پر آتا ہے یہاں بادشاہ مراد ہے روح



کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی بوجہ زنداں میں گرفتار ہونے کے اور چونکہ ان کو شاہ مصر نے چھوڑا تھا اس لئے حق تعالیٰ کو عزیز سے تشبیہ دی یعنی میں زندان غضب و شہوت میں مبتلا ہوں مجھ کو خلاصی دیجئے (اے عزیز مصر جو کہ درست عہد ہیں) کما قال تعالیٰ و من اوفیٰ بعہدہ من اللہ (یوسف مظلوم آپ کے زندان میں ہے) (یہ اضافہ تملیکیہ ہے اور یہ مطلب کہ آپ نے پھنسا دیا اس کو تو پیما درست میں قطع کر دیا اشارہ اس طرف ہے کہ آپ کی طرف سے تو وفا ہی وفا ہے یہ سب جفا میری طرف سے ہے اور مظلوم اس لئے کہا کہ نفس شیطان نے روح پر تعدی کر رکھی ہے آگے اسی مضمون کا ایک عنوان محتاج تاویل ہو گیا ہے یعنی) اس (یوسف) کے خلاصی کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے جلدی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو (مراد توجہ ہی جو سبب ہو جاوے خلاصی کا جیسا شاہ مصر کا خواب بواسطہ تعبیر یوسف علیہ السلام کے ان کی خلاصی کا سبب ہو گیا تھا اور وہ تاویل یہی تشبیہ ہے اور تشبیہ بھی من کل الوجوہ نہیں کہ سب اجزاء مشبہ بہ کے مقابل مشبہ میں بھی اتنے ہی امور ہوں۔ من رویتہ للمنام و طلب تعبیرہ ثم ذکر احد الفتیین له ثم تعبیر یوسف نحو ذلک کما هو ظاہر اور اللہ یحب المحسنین میں وضع منظر موضع مضمر ہے مطلب یہ کہ آپ مجھ پر توجہ فرمائیے کیونکہ آپ تو اہل احسان کو دوست رکھتے ہیں تو خود کیوں نہ احسان فرماویں گے۔ لا یتظہر باحسن من هذا الوجه لهذا الکلام اب لفظ خوابے نہیں کی مناسبت سے بعض اجزاء خواب کے مناسب عنوان سے عرض حاجت کرنے لگے کہ روح کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ) سات گائے لاغر پر ضرر اس (روح) کے سات گائے فربہ کو کھا رہی ہیں (اور) سات خوشہ خشک اور زشت اور ناپسند اس کے تازہ خوشوں کو چر رہے ہیں (مراد یہ کہ اس کے احوال سیئہ اس کے احوال حسنہ کو ضرر پہنچا رہے ہیں اور اس شعر کی تمہید میں جو میں نے تقریر کی ہے اس سے یہ اشکال جاتا رہا کہ جب اللہ تعالیٰ کو بادشاہ مصر سے تشبیہ دی تو اللہ تعالیٰ میں اس کا تحقق بے معنی ہے وجہ دفع ظاہر ہے کہ مقصود تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہے محض مناسبت لفظیہ مقام سے یہ بھی ایک تعبیر ہے مقصود کی اسی طرح ایسی ہی مناسبت سے شعر آئندہ کا بھی عنوان ہے یعنی) اے بادشاہ اس (یوسف روح) کے مصر سے قحط ظاہر ہوا ہے ہاں اے بادشاہ اس (قحط) کو جائز نہ رکھئے (اس کی تدبیر کیجئے مطلب یہ کہ مجھ میں غلبہ غفلت و معصیت سے دعائی (طاعت و ذکر کے ضعیف و مضلل ہو گئے ہیں آپ ان کو تقویت دیجئے) میں (مثل) یوسف (کے) ہوں آپ کے جس میں اے بادشاہ ایک نشان بھیج دیجئے (جیسے سلاطین سند حکم استخلاص کے لئے ایسا کرتے ہیں مراد یہاں صرف یہ ہے کہ اس کا حکم کر دیجئے) ہاں عورتوں کے مکر سے مجھ کو چھڑا دیجئے (مراد اس سے مکاید و شہوات نفس میں جو سبب ہو گئے غفلت و معصیت میں مقید ہو جانے کا آگے اس شہوت نفس معبر بکید زن کی تسبب کی ایک صورت ایک لطیفہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ) عرش کی جانب سے (یعنی عالم علوی و عالم ارواح کی جانب سے) کہ وہ میرا مسکن تھا مجھ کو ماں کی شہوت نے (عالم سفلی میں) گرا دیا کہ اترو (یعنی ماں کا جماع جو مسبب ہے شہوت سے اس کا سبب ہو گیا چنانچہ ظاہر ہے کہ جماع سے طلاق حمل کا ہوا پھر اس سے روح کا تعلق ہوا مطلب یہ کہ شہوت نفس مجھ کو دو طرح ضرر رساں ہوئی ایک تو مباشرتہ کہ خود معاصی و شہوات مذمومہ میں مبتلا ہوا اور دوسرے تسبیحا کہ ماں باپ کو شہوت ہوئی اس سے باہم صحبت ہوئی اس سے میری روح میرے بدن سے متعلق ہوئی پھر میں اپنے ہاتھوں مبتلا ہوا تو وہ شہوت گو مباح تھی مگر بوسائط میں اس سے متضرر ہوا گو اپنی سوء اختیار ہی سے ہوا تو شہوت کا ایک امر خطرناک ہونا تو اس سے ثابت ہوا اور ظاہر ہے کہ اس کو دوستان زناں کی تائید میں لانا لفظاً لطیفہ ہے کہ دیکھو عورتوں سے یہ نقیصان مجھ کو ہوا اور معنی بالکل محققانہ مضمون ہے جیسا ابھی تسبب سے توجیہ کی گئی آگے بھی اسی لطیفہ کی صورت میں اس مضمون کی تمہیم ہے کہ)

پس میں اس کمال تام (یعنی سکونت عالم علوی) سے گر گیا ایک پیر زال (یعنی مادر) کی فن (شہیق) سے زندان رحم میں (جس کی تقریر اوپر ہو چکی) روح کو (فن مذکور) عرش سے ایک شکستہ (دور ان) مکان (عالم) میں (فی المنتخب حطیم شکستہ) لے آتا ہے لاجرم (یہ مضمون صحیح ہے کہ) عورتوں کا کید عظیم ہوتا ہے (آگے اسی مضمون کی تائید ہے اسی عنوان سے کہ) میرا اول بیٹو (بضم ہبوط آدم علیہ السلام) اور آخری ہبوط (بواسطہ تعلق روح بحمل) عورت ہی سے ہوا (اول و آخر کی آگے تفسیر ہے یعنی) جبکہ میں روح تھا اور جبکہ میں بدن (ہو گیا) ہوں (ہبوط آدم کے وقت جسد کا نہ ہونا اور تعلق روح کے وقت بدن کا ہونا ظاہر ہے اشارہ ہے قصہ مشہورہ کی طرف کہ آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام نے گیسوں کھانے کا ایک تادیل سے مشہورہ دیا اور گندم کھانا بھی ایک فرد ہے شہوت لطن کی جیسا کہ شہوت مادر ایک فرد ہے شہوت فرج کی) یوسف (روح) کی یہ زاری (اس کے) ٹھوکر کھانے میں سن لیجئے (یعنی وہ ٹھوکر کھا کر پریشانی میں زاری کر رہا ہے اور) یا اس یعقوب بیدل پر رحم کیجئے (یعقوب سے مراد مرشد و شیخ کذافی الحاشیہ عن مرشدی کہ جس طرح یعقوب علیہ السلام مر بی یوسف علیہ السلام تھے اسی طرح شیخ مر بی مرید ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو شخص اپنی اصطلاح چاہتا ہے جیسا مولانا اس مقام پر اس کی درخواست کر رہے ہیں خواص عباد بھی اس کے لئے دعا ہمت کیا کرتے ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ اگر میری درخواست بوجہ فقدان شرائط قابل قبول نہیں تو اپنے خاص بندوں ہی کی دعا کی برکت سے میری اصلاح فرما دیجئے اور اس میں یہ بھی تعلیم ہو جاوے گی کہ عبادت صالحین سے بھی دعا کے لئے رجوع کرنا چاہئے اپنی دعا پر تکیہ نہ کرے جیسے شروع اشعار میں اس کی تعلیم تھی کہ کوشش و تدبیر پر تکیہ نہ کرے بلکہ التجا بجناب حق سبحانہ بھی کرے) میں نالہ بھائیوں سے کروں یا عورتوں سے جنہوں نے مجھ کو آدم علیہ السلام کی طرح جنت سے باہر پھینک دیا (میرے نزدیک اخوان میں بمشارکت حسد کے اشارہ ہے غوائل غضب کی طرف اور زنان میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اشارہ ہے غوائل شہوت کی طرف مطلب یہ کہ میں اپنے شر شہوت و غضب دونوں سے نالاں ہوں اور فلندم الخ کی وہی تقریر ہے جو اول و آخر ہبوط من الخ کی شرح میں گزر چکی ہے) میں اس لئے مثل خزاں کے پڑمردہ ہو رہا ہوں کہ بہشت وصل (و قرب) سے (جہاں بے حد فوا کہ ذکر و طاعات و سرور روح کے تھے اور ابتلاء کے لئے وہاں دوائی شہوت و غیرہ کی بھی تھی میں نے براہ نادانی اس جنت میں) گیسوں (جو کہ شجرہ منہی عنہا تھا) کھا لیا (اس لئے مبعود ہو کر افسردہ ہو رہا ہوں اور توبہ کر کے عود کرنا چاہتا ہوں اس حالت مالوفہ کی طرف بہشت وصل کہا ہے دوائی طاعت کو اور اس کے ساتھ دوائی معصیت کا بھی مجتمع ہونا ظاہر ہے اس کے بعد باقی تقریر ظاہر ہے یہاں تک طلب بھی رحم کی اپنے فضاخ و مفاسد کے اظہار کے ساتھ آگے استجلاب ہے عنایت کا حضرت حق کے مدائح و محامد اور اس عنایت کے خواص آثار کے بیان کے ساتھ کہ ادب دعا کا یہی ہے کہ اپنی نااہلی اور حضرت حق کے کمالات عرض کرے پس کہتے ہیں کہ) جب میں نے آپ کے لطف و اکرام کو دیکھا (جس کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے) اور آپ کے سلام صلح (وعدہ قبول توبہ) اور پیام (دعوت الی دار السلام) کو (دیکھا جس کا مقتضایہ تھا اور یہی واقع بھی ہوا کہ عدو مبین یعنی شیطان لعین کو حسد ہوا اور وہ اضرار و اغواء کے درپے ہو ماقال تعالیٰ ناقلامنہ لما امر بالسجود ثم ابی حسدا و کبرا فقال ارايتک هذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیمۃ لا تحتکن ذریئہ الاقلیلا پس اس کے دفع کے لئے میں نے تدبیر اور کوشش کی جس کو آگے ایک خاص عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ لطف دیکھا) تو میں نے چشم بد کے سبب اسپند کو نکالا (کہ اس سے چشم بد کو دفع کروں گا جیسا بعض میں متعارف تھا کہ اس غرض کے لئے اسپند جلاتے تھے یہ ماخذ ہے اس کنایہ کا لیکن اس) سپند



(جلانے) میں بھی مجھ کو چشم بد لگ گئی (چشم بد اسی حسد و قصد اغوا ابلیس کو کہا اور اس سے بچنے کی تدابیر کرنے کو پسند سوختن کہا پھر ان تدابیر میں بھی خلل ڈالنے کو جیسا کہ شیطان کا طریقہ مستمرہ ہے کہ ان میں بھی طرح طرح کے علمی و عملی غلطیوں میں مبتلا کر دیتا ہے چشم بد رسیدن در پسند سے تعبیر کیا مطلب یہ ہوا کہ قبل اہتمام تدبیر تو اس کا تختہ مشق ہوں ہی بڑی مصیبت یہ ہے کہ بعد اہتمام تدبیر بھی اس کے پنجہ میں گرفتار ہوں جب یہ حالت ہے تو بس اصلی تدبیر آپ کی حفاظت و عنایت ہے آگے اسی کو کہتے ہیں کہ) ہر چشم بد کی دافع پیچھے سے اور آگے سے (یعنی جس طرف سے بھی چشم بد کو) آپ کی پر خمار آنکھیں ہیں اور بس (مراد چشمہائے پر خمار سے عنایت مجبوانہ ہے آگے بھی اس کی خاصیت کا بیان ہے کہ) چشم بد کو آپ ہی کی چشم خواب اے بادشاہ عاجز اور ازخبر کندہ کرتی ہے (اور اس کی) وہی اچھی دوا (یعنی موثر حقیقی) ہے (نہ کہ پسند تدبیر یعنی وہ علت حقیقیہ نہیں مگر بوجہ مامور بہ ہونے کے اس کا کرنا بھی عبادت ضروریہ ہے اور اکثر اسی پر وہ علت حقیقی بھی متوجہ ہو جاتی ہے آگے اس خاصیت مذکورہ کے بیان میں ترقی کرتے ہیں یعنی آپ کی چشم دافع تو کیوں نہ ہوتی) بلکہ (واقع سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ) آپ کی چشم سے کیمیا کس پہنچتی ہیں (یعنی) وہ چشم بد کو چشم خوب کر دیتی ہے (یہ تفسیر ہے کیمیا کی جس کی خاصیت تبدیل خواص ہے مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی خواص عبادت کی نظر و توجہ میں یہ خاصیت رکھ دیتے ہیں کہ ان کے محل عنایت پر چشم بد ابلیسی اثر نہیں کرتی بلکہ ہر طرح محفوظ رہتے ہیں۔ قال تعالیٰ انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنوا و علی ربہم یتوکلون و نقل تعالیٰ عنہ لا غوینہم اجمعین الاعبادک منہم المخلصین اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان اور توکل اور اخلاص یہ سب برکت صحبت انبیاء یامن صحب الانبیاء ولو بوسائط کی ہے پس یہ حکم مذکور صحیح ہو گیا اور اس میں اشارہ ہو سکتا ہے اس طرف کہ تدبیر و دعا کے ساتھ صحبت مقبولین کا بھی اہتمام رکھے کہ ان کی طرف رجوع کرنا یہ عین رجوع الے الحق ہے کیونکہ وہ بادی الی الحق ہیں قال تعالیٰ ان الذین یمیعونک انما یمیعون اللہ الایہ اور اس شعر میں تو خواص عباد کی نظر کی وہ خاصیت مذکور تھی جو باعتبار تاثیر فی الغیر یعنی المستفید ہے کہ دوسروں سے چشم بد کی دافع ہو جاتی ہے جیسا ذکر کیا گیا آگے اس کی وہ خاصیت مذکور ہے جو اس میں فی نفسہ ہے یعنی باعتبار مستفید کے نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس کا اپنے کسی غیر سے تعلق نہیں کیونکہ نظر کے لئے کسی منظور الیہ کے ساتھ متعلق ہونا ضروری ہے پس فرماتے ہیں کہ) چشم شاہی نے باز قلب کی چشم پر اثر کیا (اس سے) اس شاہ کے باز کی چشم نہایت باہمت ہو گئی یہاں تک کہ غایت ہمت کے سبب جو کہ اس نے نظر (شاہی) سے پائی ہے باز شاہی بجز شیر زر کے کسی کو نہیں پکڑتا (یعنی ادنیٰ درجہ کے جانوروں کو نہیں پکڑتا مراد اس سے یہ ہے کہ وہ عالم شہادت کی طرف التفات نہیں کرتا بلکہ عالم غیب کی طرف متوجہ رہتا ہے چنانچہ اہل اللہ کی یہ حالت ظاہر ہے آگے اور ترقی ہے کہ) شیر کیا چیز ہے بلکہ وہ شاہ باز معنوی (یعنی صاحب معنی و باطن) آپ کا شکار بھی ہے اور آپ اس کے صید بھی ہیں (مطلب ترقی کا یہ ہوا کہ وہ عالم غیب کی طرف بھی التفات بالذات نہیں کرتا بلکہ صرف آپ ہی کی طرف کرتا ہے چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مگر کچھ غلبہ حال کچھ مشاکلہ شکار تست کی اس کی تصحیح کی توجیہ ہے اور ان دونوں حکموں میں تعارض نہ سمجھا جاوے عالم غیب کی طرف التفات کا اثبات بمقابلہ دنیا کے ہے اور اس کی طرف التفات کی نفی بمقابلہ حق تعالیٰ کے ہے اور مجموع شکار تست اور صیدش توئی کا حاصل یحبہم و یحبونہ ہے آگے شعر مذکور پر تفریع ہے کہ) باز روح کی آواز چراگاہ (یعنی شکار گاہ) دین میں لاحب الافلین کے نعرے ہیں (اور اافلین سے مراد کل ممکنات پس وہی مضمون حاصل ہو گیا شیر چراغ آگے بھی اسی باز شاہی یعنی جان باز الہی کے بقیہ افعال و اوصاف ہیں کہ) باز قلب کو جو کہ آپ کے لئے اڑ رہا تھا (یعنی رضا الہی کے لئے

مجاہدہ کر رہا تھا) آپ کے عطاے غیر محدود سے (اس کو) ایک بیٹا آنکھ وصول ہوئی (یعنی مشرف بہ بصیرت و مشاہدہ ہوا اور آنکھ کے علاوہ اس کی) بینی نے قوت شامہ اور کان نے آپ کی طرف سے قوت سامعہ حاصل کی (اور ان حواس مذکورہ میں سے) ہر حس کا حصہ (مدرکات کا) مشہور (اور معلوم) ہے (کہ باصرہ کے مثلاً مدرکات الگ ہیں اور سامعہ کے الگ پس اہل اللہ کو جو باصرہ عطا ہوتا ہے اس سے وہ مبصرات حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جو سامعہ عطا ہوتا ہے اس سے وہ مسموعات حقیقت کو سنتے ہیں و علیٰ ہذا اور مراد اس باصرہ و سامعہ سے جس کا یہاں ذکر ہے وہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ کنت بصرہ الذی یبصر بہ و سمعہ الذی یسمع بہ اسی طرح دوسرے قوی فاعلہ مثل ید ورجل کی نسبت فرمایا ہے حاصل یہ کہ ایسا شخص مبصر الحق و بالحق اور سامع الحق و بالحق ہو جاتا ہے جس کو فانی فی الحق و بالحق کہا جاتا ہے چنانچہ آگے بطور تفریع کے اسی بقاء کا ذکر ہے (یعنی) جس حس کو بھی جب آپ غیب کی طرف راہ دے دیتے ہیں (یعنی عالم حقائق سے اس کا تعلق ہو جاتا ہے جس کا اوپر ذکر تھا) تو (پھر) اس حس کو ضعف موت اور بڑھاپے کا (لاحق) نہیں ہوتا (بوجہ اس کے کہ وہ باقی بقاء حق ہو جاتا ہے اور گو نفس بقاء میں محروم بھی شریک ہیں مگر وہ بقاء ہلاک سے بھی بدتر ہے کما قال تعالیٰ لا یموت فیہا ولا یحییٰ وقال تعالیٰ و یتبہ الموت من کل مکان وما ہو بمیت اس لئے اس کو معتد بہ قرار نہیں دیا اور عارف واصل کے چونکہ سب افعال طبعاً مرضی حق ہو جاتے ہیں اور یہی معنی ہیں بقاء بالحق کے اس لئے وہ بقاء جو حیوۃ طیبہ کے ساتھ ہو معتد بہ قرار دیا گیا آگے اس حس کی تفصیل کی دوسرے حواس پر تصریح ہے اگرچہ ماقبل سے بھی مفہوم ہے پس کہتے ہیں کہ) آپ مالک الملک ہیں جس کو ایسی چیز یعنی ایسی خاصیت دے دیتے ہیں تاکہ اور (لوگوں کے) حسوں پر وہ حس بادشاہی کرے (جیسا اوپر ابصار للحق و بالحق و سمع کذا لک کا بیان ہو چکا یہاں مناجات ختم ہوئی اخیر شعر میں مضمون بالا پر تفریع کے طور پر ارشاد کی طرف انتقال ہے گویا ایک قسم کا عود ہے مضمون سابق علی المناجات کی طرف کہ وہاں ترغیب تھی تحصیل بصیرت و تصحیح نظر کی مثلاً اس شعر میں فکر ہار اختران چرخ داں الخ اور اس کے اوپر اسی شعر میں نیک بنگراخ جیسا دونوں کی شرح میں اس کا بیان بھی ہوا ہے پس اس قسم کا مضمون آئندہ کے شعر میں ہے کہ جب تک احساس و ادراک کے مراتب حلیمیا اوپر اشعار مناجات میں معلوم ہو گئے تو) کوشش کرتا کہ تیری حس بالا کی طرف جاوے تاکہ (اس) حس کا فعل اس (بالا جانے) کے سبب بالا ہو جاوے (بالا کی طرف جانا اور فعل کا بالا ہونا سب اوپر کے اشعار سے واضح ہو چکا ہے)۔

فائدہ:- آگے اسی مضمون پر کہ حس میں ترقی ہو جانا نافع ہوتا ہے حکایت لاتے ہیں سلطان محمود کی اور راہ میں چوروں کے ملنے کی اور ہر پور کے اپنے اپنے کمال بیان کرنے کی اور پھر چوری کرنے اور پکڑے جانے کی اور سلطان کے روبرو پیش ہونے کی اس چور کے حس کے نافع ہونے کی جو احساس میں اوروں سے بڑھا ہوا تھا کہ شب تاریک میں دیکھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا جس نے سلطان کو پہچانا اور اس کے بعض اوصاف کو جتلیا اور سب کو رہائی ہو گئی چنانچہ اس قصہ کے اخیر میں اس کی بھی تصریح ہے کہ اس کی حس کو دوسرے حواس پر فضیلت تھی ان اشعار میں۔

آں ہنر ہا گردن مارا بہ بست الخ اور جز ہماں خاصیت آں خوش حواس الخ اور اس کی تصریح ہے کہ وہ فضیلت نافع بھی ہوئی اس شعر میں۔

شاہ را شرم آمد از روی روز بار کہ بشب بر روی شہ بودش نظار

اور اس کے حس کا بڑھا ہوا ہونا معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی حس شاہ میں تھی بہر حال خواہ صورت بڑھی ہوئی ہو



یا معنی ترقی حس سے یہ نفع ہوا لازم بھی اور متعدی بھی کہ اور بھی اس کے ساتھ چھوٹے و کذلک من فاق  
نظرہ علی الناظرین بان یشاہد الحق فنظرہ هذا نافع له و لغيره ممن معه من المستفیدین  
والمحبین له یہ وجہ ہوگئی ربط کی واللہ اعلم

فائدہ: یہاں عشر سادس ختم کر دیا گیا گو یہاں پر ختم کر دینے سے اس عشر کا متن اپنے دو سابق عشروں  
کے متن سے تخمیناً بقدر عشر العشر کم ہے لیکن اس سے آگے بڑھنے میں چونکہ سلطان محمود کا قصہ پورا ہونے کے قبل  
کوئی سرخی نہ تھی کم از کم وہاں تک پہنچنا ضرور ہوتا اور اول ۱۰ ہاں تک بھی زیادہ بڑھ جاتا پھر وہاں پہنچ کر اس کے  
متصل موش و چغز کا تتمہ حکایت مذکور ہے اس کا چھوڑنا بھی گوارا نہ ہوتا اور اس کو لینے سے بہت ہی زیادہ بڑھ جاتا  
اس لئے یہاں ہی ختم کرنا مناسب ہوا جیسے عشر ثالث بھی اسی کے قریب مصلحت سے اتنی ہی مقدار پر ختم کر دیا گیا  
تھا جس کا اس کے آخر میں ذکر بھی کیا گیا ہے اور اتفاق سے بلا قصد عشر ثانی بھی اتنی ہی مقدار کا ہے پس یہ عشر  
سادس اپنے دو سابق عشروں سے تو بقدر عشر العشر کے کم ہے اور ان دو سابق عشروں سے دو سابق عشروں کے  
برابر ہے یہ تو متن کی کمی کی مصلحت تھی اور اتفاق سے اس کی شرح اپنے ہر سابق عشر سے انداز کرنے سے متعدد  
مقدار میں کم معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھ کو یہ عشر اپنے سابق اعشار سے آسان معلوم ہوتا ہے  
اس لئے شرح زیادہ نہیں کرنا پڑی البتہ اس کا صرف اخیر حصہ یعنی تحقیق احکام فراست سے من ابتدائے شعر  
ہر کراہت درد دل مراد ہی الخ جو کہ سرخی رجوع بحکایت موش و چغز آبی میں ہے یہ غامض اور دقیق معلوم ہوا  
سوا سی مقام سے شرح میں طول ہو گیا ہے۔

فائدہ: موش و چغز کی حکایت اس عشر میں بوجہ مذکور

فائدہ: سابق پوری نہ ہو سکی لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تتمہ کا خلاصہ یہاں بھی نقل کر دیا جاوے

تا کہ ناظرین کو بے لطفی نہ ہو و ہو هذا

آں سرشت عشق رشتہ می کشد بر امید وصل چغز بارشد  
چوں غراب البین آمد ناگہاں در شکار موش و بردش زان مکان  
چوں برآمد برہوا موش از غراب منسوب شد چغز نیز از قعر آب  
موش در منقار زاغ و چغز ہم در ہوا آویختہ پا در رتم  
وقد کتب هذا العشر فی اسبوعین من آخر صفر ۱۳۳۳ھ و يتلوہ العشر السابع  
انشاء اللہ تعالیٰ اتمہ اللہ کباقی الاغشار بالخیر والبرکۃ واعانتی بفضلہ فی ہذہ  
الحرکۃ و صلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ اولاً و آخراً و باطناً و  
ظاہراً و ماضیاً و غابراً سلاماً متکاثراً متوافراً فقط

العشر السابع من شرح دفتر السادس  
 من المثنوی للمولوی المعنوی افتح فہ لغرة ربيع الاول ۱۳۳۳ھ  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 حکایت شب و دزدان کہ شاہ محمود میان ایشاں افتاد کہ  
 من نیز یکے از شما ام و بر حال ایشاں مطلع شد الخ  
 رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمودان میں پہنچ گیا کہ میں بھی تم میں کا  
 ایک ہوں اور ان کی حالت سے باخبر ہو گیا

شب چوشہ محمود برمی گشت فرد	باگروہ قوم دزداں باز خورد
شب کو جو سلطان محمود تنہا پھر رہا تھا	رات کے چلنے والے گروہ دزد کے ساتھ مد بھیڑ ہو گئی
پس بگفتندش کہ اے بوالوفا	گشت شہ من ہم یکے ام از شما
پس چوروں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اے صاحب وفا	بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں کا ایک ہوں
آں یکے گفت اے گروہ مکرکیش	تا بگوید ہر یکے فرہنگ خویش
ایک نے کہا کہ اے گروہ مکرکیش	ہاں سب اپنے اپنے فن اور دانائی کو بیان کرو
تا بگوید با حریفان در سمر	کوچہ دارد در جبلت از ہنر
تاکہ نقوں سے افسانہ گوئی میں بیان کرے	کہ وہ جبلت میں کیا ہنر رکھتا ہے
آں یکے گفت اے گرہ فن فروش	ہست خاصیت مرا اندر دو گوش
ایک بولا کہ اے گروہ فن کے دعوے کرنے والے	میرے دونوں کانوں میں خاصیت ہے
کہ بدانم سگ چہمی گوید ببا ننگ	قوم گفتندش زدیناری دو دانگ
کہ میں جان لیتا ہوں کتا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے	جماعت نے اس کو کہا کہ تو دینار میں سے دو دانگ کی برابر ہے
آں دگر گفت اے گروہ زر پرست	جملہ خاصیت مرا چشم اندرست
دوسرا بولا اے گروہ طالب زر	تمام تر خاصیت میری آنکھ میں ہے



ہر کہ را شب بینم اندر قیرواں	روز بشناسم من او را بیگماں
میں جس کو شب تاریک میں دیکھ لوں	دن کو بلا کسی شک کے اس کو پہچان لوں
گفت یک خاصیتم در بازو دست	کہ زخم من نقبها بازو دست
ایک بولا میری خاصیت بازو میں ہے	کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں
گفت یک خاصیتم در بینی ست	کار من در خاکها بو بینی ست
ایک نے کہا میری خاصیت ناک میں ہے	میرا کام خاک کے اندر بو کا دریافت کر لینا ہے
سر الناس معاون داد دست	کہ رسول آں را پئے چہ گفته است
راز الناس معاون کا حاصل ہو گیا	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس بت سے فرمایا ہے
من ز خاک تن بدانم کاندراں	چند نقد ست و چہ دارد اوزکاں
میں خاک تن سے جان لیتا ہوں کہ اس کے اندر	کتنا نقد ہے اور وہ معدن سے کس قدر رکھتی ہے
در یکے کاں زر بے اندازہ درج	واں دگرد خلش بود کمتر ز خرج
کسی کان میں تو زر بے حساب مندرج رہتا ہے	اور دوسری کان کی آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے
ہمچوں مجنوں بو کنم من خاک را	خاک لیلیٰ را بیام بے خطا
میں مجنوں کی طرح ہر خاک کو سونگھتا ہوں	خاک لیلیٰ کو بلا غلطی پا لیتا ہوں
بو کنم دائم زہر پیرا ہنے	گر بود یوسف و گر آہر منے
میں سونگھ لیتا ہوں ہر قیص سے جان لیتا ہوں	اگر وہ یوسف ہو تب بھی اور اگر اہرمن ہو تب بھی
ہمچو احمد کہ برد بو از یمن	زاں نصیبے یافت ایں بینی من
مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ یمن کی طرف سے خوشبو پاتے ہیں	اس سے ایک حصہ پایا ہے میری ناک نے
کہ کد میں خاک ہمسایہ ز رست	یا کد میں خاک صفر و ابترست
کہ کوئی خاک قرین زر ہے	یا کوئی خاک خالی اور مقطوع ہے
گفت یک ایں خاصیت در پنجم ام	کہ کندے افکنم طول علم
ایک بولا میری وہ خاصیت میرے پنچے میں ہے	کہ کند پھینک دیتا ہوں ارتفاع کوہ تک
قصر اگر چہ چند باشد بس بلند	کنگرہ اش در سخت گردانم کند
قصر اگرچہ کتنا ہی بہت بلند ہو	اس کے کنگرہ کے اندر کند کو مضبوط لگا دیتا ہوں

ہمچو اجرہ کہ کند افگند جانش	تا کندش برد سوئے آسمانش
مثل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی روح نے کند ڈالی	یہاں تک کہ وہ کند آپ کو آسمان کی طرف لے گئی
ہمچو احمد کہ کند انداخت سخت	کہ کندش برد سوئے بخت و تخت
مثل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے مضبوط کند ڈالی	کہ وہ کند آپ کو تخت اور بخت کی طرف لے گئی
گفت حقش اے کند انداز بیت	آں زمن داں مارمیت اذرمیت
حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے کند انداز بیت المعمور کے	اس کو میری طرف سے جانے مارمیت اذرمیت
پس پرسیدند ز اں شہ کاے سند	مر ترا خاصیت اندر چہ بود
پھر سب نے سلطان سے پوچھا کہ اے مستند	تیری کس چیز میں خاصیت ہے
گفت در ریشم بود خاصیتم	کہ رہانم مجرماں را از قم
سلطان نے کہا کہ میری خاصیت میری داڑھی میں ہے	کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں
مجرماں را چوں بجلا داں دہند	چوں بکند ریش من ایشاں رہند
جب مجرموں کو جلادوں کے حوالہ کر دیں	اگر میری داڑھی بل جادے وہ چھوٹ جادیں
چوں بکنا نم برحمت ریش را	طے کنند آں قتل و آں تشویش را
جب میں ترحم سے داڑھی کو ہلا دوں	تو ختم کر دیں اس قتل اور تشویش کو
قوم گفتندش کہ قطب ما توئی	کہ خلاص روز خستہا شوی
قوم نے اس سے کہا کہ بس قطب ہمارا تو ہی ہے	چونکہ یوم مشقت کا سبب خلاصی تو ہی ہے
بعد ازاں جملہ بہم بیروں شدند	سوی قصر آں شہ میموں شدند
اس کے بعد سب جمع ہو کر باہر چلے	اور اس بادشاہ مبارک کے قصر کی طرف چلے
چوں سگے بانگے بزدازدست راست	گفت می گوید کہ سلطان باشماست
ایک کتے نے جو داہنے ہاتھ کی طرف سے ایک آواز کی	کہا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ہمراہ ہے
خاک بو کرد آں دگر از ربوہ	گفت ایں ہست از وثاق بیوہ
اس دوسرے نے ایک نیلے کی خاک سونگھی	کہا کہ یہ کسی بیوہ کے گھر کا جزد ہے
پس کند انداخت استاد کند	تا شدند آں سوی دیوار بلند
پھر استاد کند نے کند پھینکی	یہاں تک کہ دیوار بلند کے اس جانب گئے



جای دیگر خاک را چوں بوئے کرد	گفت خاک مخزن شاہے ست فرد
دوسری جگہ خاک کو جب سونگھا	کہنے لگا کہ خزانہ شاہی کی خاک ہے جو فرد ہے
نقب زن زد نقب در مخزن رسید	ہر یکے از مخزن اسبابے کشید
نقب زن نے نقب دیا اور خزانہ تک پہنچا	ہر شخص نے خزانہ سے کچھ کچھ اسباب نکالا
بس ز روز ربفت و گہرہای زفت	قوم بردند و نہاں کردند تفت
بہت سا زر اور زربفت اور بڑے بڑے موتی	وہ قوم لے گئی اور جلدی جلدی پوشیدہ کر دیا
شہ معین دید منزل گاہ شاہ	حلیہ و نام و پناہ و راہ شاہ
سلطان نے بالعمین ان کی منزل گاہ دیکھ لی	ان کا حلیہ اور نام اور حفاظت کی جگہ اور راستہ دیکھ لیا
خویش را زد و دید از ایشاں بازگشت	روز در دیواں بگفت آں سرگذشت
اپنے کو ان سے مخفی کر لیا ان کے پاس سے لوٹ گیا	دن کو عدالت میں وہ سرگذشت بیان کی
پس رواں گشتند سرہنگان مست	تا کہ دزداں را گرفتند و بہ بست
پس مست سرہنگ روانہ ہو گئے	یہاں تک کہ ہر سرہنگ نے ایک ایک چور کو باندھ لیا
دست بستہ سوی دیواں آمدند	وز نہیب جان خود لرزاں شدند
مخکیں کسی ہوئی سب عدالت میں حاضر ہوئے	اور خوف جان سے سب لرزاں تھے
چونکہ استادند پیش تخت شاہ	یار شب شاہ بود آں شاہ چو ماہ
جب تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہوئے	ان کا رفیق شب تھا وہ سلطان جو مثال ماہ کے ہے
آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختہ	روز دیدے بے شکش بشناختہ
جو شخص کہ شب جس پر نظر ڈالتا تھا	دن کو دیکھتا بدوں کسی شک کے اس کو پہچان لیتا
شاہ را بر تخت دید و گفت ایں	بود مارا دوش شب گرد و قرین
اس نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا اور کہا کہ یہ	شب گذشتہ میں ہمارے ساتھ شب گرد اور قرین تھا
آنکہ چندیں خاصیت در ریش اوست	ایں گرفت ماہم از تفتیش اوست
وہ شخص کہ اتنی بڑی خاصیت اس کی داڑھی میں ہے	یہ ہماری گرفتاری بھی اسی کی تفتیش سے ہے
عارف شہ بود چشمش لا جرم	بر کشاد از معرفت لب با حشم
اس کی آنکھ سلطان کی عارف تھی اس لئے اس نے	مجمع سے بنا بر معرفت لب کھولے

وہو معکم گفت او ایں شاہ بود	فعل مای دید و سرماں شنود
اس نے کہا کہ دھو معکم یہ بادشاہ تھا	وہ ہمارا فعل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا
چشم من رہ بردشب شہ را شناخت	جملہ شب باروی ماہش عشق باخت
میری آنکھ نے پتہ لگا لیا شب کے وقت بادشاہ کو پہچان لیا	تمام شب اس کے روئے چوں ماہ سے عشق بازی کی
امت خود را بخواہم من ازو	کو نگر داند ز عارف ہیج رو
اپنے گردہ کو میں اس سے مانگ لوں گا	کیونکہ وہ جان پہچان والے سے بالکل اعراض نہ کرے گا

(ایک) شب کو جو سلطان محمود تنہا پھر رہا تھا رات کے چلنے والے گروہ دزد کے ساتھ مدد بھیڑ ہو گئی۔ پس چوروں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اے صاحب دانا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں کا ایک ہوں (وہ سمجھے کہ چور ہے اور ساتھ لے لیا۔ پھر باتیں کرنے لگے) ایک نے کہا کہ اے گروہ مکیش (چوروں کا مکیش ہونا ظاہر ہے) ہاں سب اپنے اپنے فن اور دانائی کو بیان کر دتا کہ (اپنے) رفیقوں سے افسانہ گوئی میں بیان کرے کہ وہ (اپنی) جبلت میں کیا ہنر رکھتا ہے ایک بولا کہ اے گروہ فن کے دعویٰ کرنے والے میرے کانوں میں (ایک) خاصیت ہے کہ میں جان لیتا ہوں کتا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے۔ جماعت نے اس کو کہا کہ تو دینار میں سے دودا نگ کی برابر ہے (یعنی قلیل الفن ہے کیونکہ دانت چھٹا حصہ ہے درم کا اور درم دسواں حصہ ہے دینار کا تو دانت ساٹھواں حصہ ہوا دینار کا پس دودا نگ تیسواں حصہ ہوا گویا ٹخنہ میں سے ایک پیسہ) دوسرا بولا اے گروہ طالب زر تمام تر خاصیت میری آنکھ میں ہے میں جس کو شب تاریک میں (جو کہ روغن قیر کی مانند ہو) دیکھ لوں دن کو بلا کسی شک کے اس کو پہچان لوں (فی الغیاث قیر بالکسر روغن سیاہ کہ برشتران گرگیں مانند و قیہ و آن حرف تشبیہ بمعنی مانند) ایک بولا میری خاصیت بازو میں ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں (خواہ کیسی ہی مضبوط دیوار یا زمین ہو) ایک نے کہا میری خاصیت ناک میں ہے میرا کام خاک کے اندر بوکا دریافت کر لینا ہے (مولانا درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر اس اختلاف اوصاف مذکورہ حکایت سے ایک استنباط کرتے ہیں کہ اس سے) راز الناس معادن (کمعادن الذهب والفضة) کا حاصل ہو گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس بات سے فرمایا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح ان لوگوں کے اوصاف و خواص متعلق بدنیہ مختلف تھے اسی طرح لوگوں کے اوصاف و خواص متعلق بالبدن مختلف ہوتے ہیں جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے پس یہ خواص دینیہ چونکہ مخفی تھے مولانا نے موقع پا کر اس مثال مذکور فی الحکایت سے اس کی توضیح کر دی اور اسی اختفاء کے سبب اس کو راز کہا اور اسکی وضاحت کو دادوست کہا اور اختلاف خواص دینیہ کو جو کہ بنی ہے اس ارشاد کا چہ سے تعبیر کیا اور اس کے معنی ہونے کو از کار مدلول قرار دیا اور خیار ہم فی الجاہلیۃ کو منافی ان خواص کے دینی ہونے کے نہ سمجھا جاوے کیونکہ جاہلیت کے ساء، ان خواص کا مرتبہ استعداد میں جمع ہونا ممکن و واقع ہے آگے پھر قصہ ہے کہ اس شخص نے کہا کہ) میں خاک تن (زمین یعنی ظاہر سطح زمین کی خاک) سے جان لیتا ہوں کہ اس کے اندر کتنا نقد ہے اور وہ معدن سے کس قدر رکھتی ہے (چنانچہ) کسی کان میں تو زر بے حساب مندرج رہتا ہے اور دوسری کان کی آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے (یعنی اس کے نکالنے میں جس قدر صرف ہو اس میں سے اتنا بھی حاصل نہیں ہوتا تو پہچاننے سے یہ فائدہ ہے کہ ایسی کان کے کھودنے کا



اہتمام نہ کیا جاوے) میں مجنوں کی طرح ہر خاک کو سونگھتا ہوں (اور اس میں سے) خاک لیلیٰ کو بلا غلطی پالیتا ہوں (جیسا کہ مجنوں کا قصہ مشہور ہے کہ لیلیٰ کی قبر کو کسی نے بتلایا نہیں تھا اس کی مٹی سونگھ کر پہچان لیا) میں سونگھ لیتا ہوں (اور) ہر قیص سے جان لیتا ہوں اگر وہ (صاحب قیص) یوسف ہو تب بھی اور اگر اہرن من ہو تب بھی (یہ سب عبارت مولانا تشبیہات ہیں ادراک کے یقیناً صحیح ہونے کی اسی طرح تشبیہ آئندہ بھی یعنی) مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ یمن کی طرف سے خوشبو پاتے ہیں (اشارہ ہے حدیث انی لاجد نفس الرحمن من ہہنا و اشار الی الیمن کی طرف رواہ الطبرانی کذا فی کنز العمال ج ۶ ص ۲۰۵ جس کا مصداق اولیس قرنی تابعی خصوصاً اور دوسرے اہل یمن ناصرین اسلام عموماً ہیں پس) اس (مطلق ادراک بالشامہ نہ کہ ادراک مدلول حدیث) سے ایک حصہ پایا ہے میری ناک نے کہ کوئی خاک قرین زر ہے یا کوئی خاک خالی اور مقطوع (المال) ہے ایک بولا میری وہ خاصیت (جس کے اظہار کے لئے اس وقت فرمائش ہے) میرے پنجہ میں ہے کہ (اس پنجہ کے زور سے) کمند پھینک دیتا ہوں ارتفاع کوہ تک (کذا فی المنخب بمعنی علم) قصر اگرچہ کتنا ہی بہت بلند ہو (مگر) اس کے کنگرہ کے اندر کمند کو مضبوط لگا دیتا ہوں (آگے اس کی بھی تشبیہ عبارت مولانا ہے کہ) مثل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی روح نے (عشق الہی کی) کمند ڈالی یہاں تک کہ وہ کمند آپ کو آسمان کی طرف لے گئی (کیونکہ معراج کا سبب محبوبیت ہے اور محبوبیت متفرع ہوتی ہے محسبیت پر آگے اس سے ترقی ہے کہ) مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ نے مضبوط کمند (عشق الہی کی) ڈالی کہ وہ کمند آپ کو تخت (یعنی عرش) اور بخت (یعنی مقام قرب) کی طرف لے گئی (اور عرش کا آسمان کی نسبت مقام ترقی ہونا اور مقام قرب خاص کا عرش کی نسبت مقام ترقی ہونا ظاہر ہے آگے بطور مقائسہ کے اس کمند اندازی کو ایک آیت کے مضمون سے مؤید فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے کمند انداز بیت المعمور کے (کہ لیلۃ المعراج میں وہاں بھی آپ پہنچے) اس (کمند اندازی) کو میری طرف سے جانے (جس کی دلیل قیاسی یہ ہے کہ) مارمیت اذرمیت (ولکن اللہ رمی پس جس طرح سنگریزہ انداز گو ظاہر میں آپ تھے مگر واقع میں میں تھا کہ محل مقصود تک اس کو میں نے پہنچایا اسی طرح کمند انداز محبت گو ظاہر میں آپ ہیں مگر واقع میں میں ہوں کہ محل مقصود تک اس کو بھی میں نے ہی پہنچایا کہ اس محسبیت پر ثمرہ محبوبیت و مقبولیت کو مرتب فرمایا آگے پھر قصہ ہے کہ) پھر سب نے سلطان سے پوچھا کہ اے مستند تیری کس چیز میں خاصیت ہے (جیسے کسی کے کان میں ہے کسی کی ناک میں ونحوہا) سلطان نے کہا کہ میری خاصیت میری ڈاڑھی میں ہے کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں جب مجرموں کو جلا دوں کے حوالہ کر دیں اگر میری ڈاڑھی ہل جاوے وہ چھوٹ جاویں (کیونکہ بادشاہ کے اختیار میں ہے رہائی کا حکم دینا اور حکم خواہ بان سے ہو یا اشارہ سر سے دونوں حالت میں ڈاڑھی کو حرکت ہوگی) جب میں رحم سے ڈاڑھی کو ہلا دوں تو ختم کر دیں اس قتل اور اس تشویش کو قوم نے اس سے کہا کہ بس قطب ہمارا تو ہی ہے چونکہ یوم مشقت کا سبب خلاصی تو ہی ہے (کیونکہ اوروں کے ہنروں سے چوری کی تو تکمیل ہوگئی مگر یہ کسر رہ گئی تھی کہ اگر پکڑے جاویں تو کیا ہو تیرے ہنر سے یہ کسر بھی مٹ گئی اور بالکل ہی بے فکری ہوگئی) اس کے بعد سب جمع ہو کر باہر چلے اور اس بادشاہ مبارک کے قصر کی طرف چلے ایک کتے نے جو داہنے ہاتھ کی طرف سے ایک آواز کی (تو اس شناسندہ آواز سنگ نے) کہا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ہمراہ ہے اس دوسرے نے ایک ٹیلہ کی خاک سونگھی (یا ہوشیاری سے خاک کو سونگھا اور بعض نسخ ربوہ بباء موحده واقع ست ومعنی آں ہماست کہ نوشتہ شد و در بعضے ربوہ بباء تحستہ واقع ست و ظاہر قافیہ ربوہ مقتضی ہمیں ست لیکن اس لعنت بنظر نیامدہ و احتمال بذہن می آید یکے آنکہ اس مخفف کر یوہ باشد کہ ہم معنی ربوہ است چنانچہ نظیر ش

بعد بست اشعاری آید در شب دنیا کہ محبوب ست شید کہ در حاشیہ مخفف خورشید نوشته است و دیگر آنکہ در ریو بمعنی مکر و فریب ہا زائد کردہ باشند چنانچہ نظیرش بعددہ اشعار از حکایت ترک مخمور گذشتہ لفظ را ہانندہ ایں جسم داں کہ ہارادر مانند زائد کردہ اند پس معنی آں باشد کہ از فن و فرہنگ خاک را بو کرد زیادہ ازیں تحقیق نشدہ من ظفر بہ فلیحوق اور سونگہ کر) کہا کہ یہ کسی بیوہ کے گھر کا جزو ہے (بیوہ ہونا مالک کا بالتخصیص مد رک قوت شامہ کا نہیں ہوا بلکہ شہم سے اتنا معلوم ہوا ہوگا کہ یہاں مال نہیں ہے تو ایسا گھر غریبوں ہی کا ہوتا ہے تو بیوہ کی تخصیص تمثیلاً ہے اور یہ پشتہ زمین مقصود ان لوگوں کا نہ تھا قصر شاہی کی راہ میں یہ جگہ آگئی اس نے صرف اپنے کمال کا یقین دلانے کو یہ بھی خبر دے دی اور اس پشتہ پر کوئی عمارت بنی تھی جس کی دیوار بہت بلند تھی) پھر استاد کمند نے کمند چھینکی یہاں تک کہ دیوار بلند کے اس جانب گئے (پھر) دوسری جگہ خاک کو جب سونگھا کہنے لگا کہ خزانہ شاہی کی خاک ہے جو (اور خاکوں سے) فرد (اور ممتاز) ہے (یعنی ان خاکوں سے ممتاز ہے جس کے نیچے خزانہ نہیں پھر) نقب زن نے نقب دیا اور خزانہ تک پہنچا (اور) ہر شخص نے خزانہ سے کچھ کچھ اسباب نکالا۔ بہت ساز و اور زربفت اور بڑے بڑے موتی وہ قوم لے گئی اور جلدی جلدی پوشیدہ کر دیا۔ سلطان نے باسعین ان کی منزل گاہ دیکھ لی (اور پہچان لیا) ان کا حلیہ اور نام اور حفاظت کی جگہ اور راستہ دیکھ لیا (اور) اپنے کو ان سے مخفی کر لیا (اور) ان کے پاس سے لوٹ گیا (اور) دن کو عدالت میں وہ سرگذشت بیان کی۔ پس مست سرہنگ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ہر ہر سرہنگ نے ایک ایک چور کو باندھ لیا۔ مشکیں کسی ہوئی سب عدالت میں حاضر ہوئے اور خوف جان سے سب لڑاں تھے جب تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہوئے (تو اس شناسندہ شب کو معلوم ہوا جیسا آئندہ شعر میں تصریح ہے پس یہاں یہ جملہ جزائیہ مقدر ہے یعنی یہ معلوم ہوا کہ) ان کا رفیق شب تھا وہ سلطان جو مثال ماہ کے ہے (تشبیہ یا تو تابانی میں ہے یا رفاقت شب میں کہ شب کو ماہ بھی رفیق ہوتا ہے) جو شخص کہ شب کو جس پر نظر ڈالتا تھا دن کو دیکھتا (اور) بدوں کسی شک کے اس کو پہچان لیتا اس نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا اور کہا (یا تو اپنے دل میں یا رفیقوں سے) کہ یہ شب گذشتہ میں ہمارے ساتھ شب گرد اور قریں تھا (اور یہ بھی اسی کا قول ہے) وہ شخص کہ اتنی بڑی خاصیت (یعنی تخلص مجر میں) اس کی داڑھی میں ہے۔ یہ ہماری گرفتاری بھی اسی کی تفتیش سے ہے (اور یہ ظاہر بھی ہے کیونکہ سلطان کی معیت ان کے ساتھ بغرض تفتیش کے تھی کہ یہ کہاں چوری کریں گے اور کہاں رہتے ہیں مثلاً اور اس شعر کا مضمون عبارت مولانا اشارہ ہے امر بتعدیل رجاء و خوف و نہی عن الغرور کی طرف کہ اسی طرح حق تعالیٰ کی ساتھ معاملہ رکھے کہ اس کے لطف پر مغرور نہ ہو اس کو منتقم و قاہر بھی سمجھتا رہے اور ڈرتا رہے) اس (تیز بین) کی آنکھ سلطان کی عارف تھی اس لئے اس نے مجمع سے بنا بر معرفت لب کھولے (اور) اس نے کہا کہ (ایک صورت سے وان لم یکن مما ذکر فی الایہ) و هو معکم (کا مصداق) یہ بادشاہ تھا (فشی العبارة تقدیم و تاخیر و حقہ بکذا گفت او و هو معکم ایں شاہ بود بخذف المضاف اور) وہ ہمارا فعل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا (اس میں بھی عبارت مولانا اشارہ ہے امر بالمراقبہ کی طرف کہ حق تعالیٰ کو سمیع و بصیر ہر وقت سمجھے اور وہو معکم کو نصب العین رکھے کہ مانع ہو مخالفت سے) میری آنکھ نے پتہ لگا لیا شب کے وقت بادشاہ کو (ایسا خوب) پہچان لیا (کہ جس کی بناء پر اس وقت بھی پہچان لیا اور) تمام شب اس کے روی چوں ماہ سے عشق بازی کی (اس لئے اس وقت رات کی بات عرض کر کے) اپنے گروہ کو میں اس سے مانگ لوں گا کیونکہ وہ (غایت مروت سے اپنے) جان پہچان والے سے بالکل اعراض نہ کرے گا (بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا اس میں عبارت مولانا اشارہ ہے کہ اسی طرح قیامت کے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو اور دوسرے اولیاء و عارفین بھی اپنے اتباع کو حق جل و علا شانہ سے شفاعت کر کے انشاء اللہ



تعالیٰ بخشوالیں گے اور حق تعالیٰ ان کی شفاعت کو اس لئے قبول فرمائیں گے کہ وہ محبوب ہیں اور چونکہ یہ محبوبیت مسبب ہے محسبیت سے اور محسبیت مرتب ہے معرفت مطلوبہ یعنی علم مع العمل والحال پر اور سبب کا سبب سبب ہے اس لئے مدار اس اتخلاص کا تعبیر میں معرفت پر رکھا گیا تو جس طرح شعر آنکہ چندیں خاصیت مع مایلیہ میں اشارہ تھا معاملہ حق تعالیٰ کی طرف عصاة کے ساتھ اسی طرح اس شعر چشم من مع مایلیہ میں اشارہ ہے معاملہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر مقبولین کی طرف ان عصاة کے ساتھ چنانچہ آگے اس کو صراحت ذکر فرما رہے ہیں۔

چشم عارف داں امان ہر دو کون	کہ بدو یا بید ہر بہرام عون
عارف کی آنکھ کو دونوں عالم کے لئے امن جان	کہ اسی کی بدولت ہر بادشاہ نے مدد پائی ہے
زاں محمد شافع ہر داغ بود	کہ ز جز حق چشم او مازاغ بود
اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر داغ کے شافع ہوئے ہیں	کیونکہ غیر حق سے ان کی آنکھ مازاغ تھی
در شب دنیا کہ محبوب ست شید	ناظر حق بود و زو بودش امید
شب دنیا میں جہاں کہ خورشید مخفی ہے	آپ ناظر حق تھے اور آپ کو حق سے امید تھی
ازالم نشرح دو چشمش سرمہ یافت	دید آنچه جبرئیل آں بر نتافت
الم نشرح سے آپ کی دونوں آنکھوں نے سرمہ حاصل کیا	آپ نے وہ چیز دیکھی جس کو جبرئیل برداشت نہ کر سکے
ہر یتیمے را کہ سرمہ حق کشد	گرد او در یتیم بار شد
جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگاویں	وہ در یتیم با ہدایت ہو جاویں گے
نور او بر درہا غالب شود	آنچناں مطلوب را طالب شود
ان کا نور دوسرے موتیوں پر غالب ہو جاوے گا	ایسے مطلوب کے طالب ہو جاویں گے
در نظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے	لاجرم آپ کا نام خدا تعالیٰ نے شاہد رکھا
آلت شاہد زبان و چشم تیز	کہ ز شب خیزش ندارد سرگزیز
شاہد کا آلہ زبان اور چشم تیز ہے	کہ آپ کے قلب شب بیدار سے راز مخفی گریز نہیں کرتا
گر ہزاراں مدعی سر برزند	گوش قاضی جانب شاہد کند
اگر مدعی ہزار سر ہٹکے	تب بھی قاضی کان بجانب شاہد کے کرتا ہے
قاضیاں را در حکومت ایں فن ست	شاہد ایشاں را دو چشم روشن ست
حکام کا حکومت میں یہی فن ہے	شاہد ان کے لئے دو چشم روشن ہے

گفت شاہد ز اں بجای دیدہ است	کہ بدیدہ بغرض سر دیدہ است
شاہد کا قول اس لئے بجائے دیدہ کے ہے	کہ اس نے دیدہ بے غرض سے حقیقت کو دیکھا ہے
مدعی دیدہ است اما بغرض	پردہ باشد دیدہ دل را غرض
مدعی نے دیکھا ہے مگر بغرض	غرض دیدہ دل کے لئے حجاب ہو جاتا ہے
حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی	تا غرض بگزاری و شاہد شوی
حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تو زاہد ہو جاوے	تاکہ تو غرض کا تارک ہو جاوے اور شاہد ہو جاوے
حق ہمی گوید غرض را ترک کن	تا قبول افتد ترا باما سخن
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو غرض کو ترک کر دے	تاکہ ہمارے نزدیک تیری بات مقبول واقع ہو
کایں غرضہا پردہ دیدہ بود	بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بود
کہ یہ اغراض حجاب دیدہ ہوتا ہے	نظر پر وہ مثل پردہ کے لپٹا ہوا رہتا ہے
پس نہ بیند جملہ را باطم ورم	حبک الاشیاء یحیی و یصم
پس وہ مجموعہ کو مع رطب و یابس کے نہیں دیکھتا	تیری محبت کرنا کسی شے سے کوراور کر کر دیتا
دردش خورشید چوں نورے فشاند	پیشش اختر را مقادیرے نمااند
آپ کے قلب میں خورشید نے جب نور افشانی فرمائی	تو آپ کے سامنے کواکب کی کوئی قدر نہ رہی
پس بدید او بے حجاب اسرار را	سیر روح مومن و کفار را
پس آپ نے اسرار کو بے حجاب دیکھ لیا	ارواح مومنین اور کفار کی سیر کو
در زمیں حق را و در چرخ سمی	نیست پنہاں تر ز روح آدمی
زمین میں اور چرخ بلند میں حق تعالیٰ کی کوئی چیز	روح انسانی سے زیادہ مخفی نہیں
باز کرد از حق دو چشم خویشتن	آنکہ صاحب رفعت آمد در سنن
حق تعالیٰ سے اپنی دونوں آنکھیں ایسے شخص نے کھول لی ہیں	جو کہ احادیث میں صاحب رفعت ہے
باز کرد از رطب و یابس حق نورد	روح را من امر ربی مہر کرد
حق تعالیٰ نے رطب و یابس سے بچ کھول دیا ہے	روح پر من امر ربی کی مہر لگا دی ہے
پس چو دید آں روح را چشم عزیز	پس برو پنہاں نمااند ہیچ چیز
پھر جب اس روح کو چشم عزیز نے دیکھ لیا	پس آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی



شہاد مطلق بود در ہر نزاع	بشکند گفتش خمار ہر صدا
آپ ہر نزاع میں شاہد کامل ہیں	آپ کا قول ہر درد سر کا خمار زائل کر دیتا ہے
نام حق عدست شاہد آن اوست	شاہد عدست زیں رو چشم دوست
نام حق تعالیٰ کا عدل ہے شاہد اس کا مخصوص ہوتا ہے	اس لئے یہ شاہد عدل باصرہ ہیں دوست کے
منظر حق دل بود در دوسرا	کہ نظر در شاہد آید شاہ را
قلب دونوں جہاں میں محل نظر حق ہو گیا	کہ بادشاہ کی نظر شاہد میں ہوا کرتی ہے
عشق حق و سر شاہد بازیش	بود مایہ جملہ پردہ سازیش
حق تعالیٰ کی محبت اور حق تعالیٰ کا راز جیت	اس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ تھا
پس ازاں لولاک گفت اندر لقا	در شب معراج شاہد بازما
پس اسی واسطے ملاقات کے وقت لولاک الخ فرمایا	شب معراج میں ہمارے محبت نے
ایں قضا بر نیک و بد حاکم بود	بر قضا شاہد نہ حاکم می شود
یہ قضا نیک و بد پر حاکم ہوتی ہے	قضا پر کیا شاہد حاکم نہیں ہوتا
شد اسیر آل قضا میر قضا	شادباش اے چشم تیز مرتضیٰ
جو ذات کہ اسیر قضا تھی وہ اسیر قضا ہو گئی	شادباش اے چشم تیز میں مرتضوی

(اوپر..... صاحب قصہ کو عارف سلطان محمود تھا عبارت خود بضمین معاملہ حق و معاملہ نبوی جو مضمون فضائل و خواص معرفت و بصیرت کا اشارہ و اجمالاً مولانا نے ذکر فرمایا تھا ان اشعار میں مولانا اسی کو بلسان خود مثل عبارت خود صراحۃً و تفصیلاً بیان فرماتے ہیں یعنی معرفت و بصیرت کے ایسے فضائل و خواص ہیں کہ) عارف کی آنکھ کو دونوں عالم کے لئے امن جان کہ اسی کی بدولت ہر بادشاہ نے (کا طلاق حاتم علی مطلق الجواد) مدد پائی ہے (یعنی جن کے پاس ظاہری اسباب و سامان بھی ہے عون فی الحاجات کے لئے وہ سامان کافی نہیں وہ بھی محتاج بصیرت عارف کا ہے وجہ احتیاج یہ ہے کہ امان دنیا کا موقوف ہے اس کے بقاء اور دفع بلاء پر اور بقاء اس کا حسب حدیث موقوف ہے اللہ تعالیٰ کا نام لئے جانے پر کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعة یقال فی الارض اللہ اللہ اور یہ نام لیا جانا موقوف ہے معرفت حق پر خواہ کسی درجہ کی معرفت ہو اسی طرح دفع بلا و نزول مطر وغیرہ کا مسبب ہونا عباد صالحین خصوصاً ابدال کی برکت سے حدیثوں میں وارد ہے منہا ما قال صلی اللہ علیہ وسلم هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم اور اس خطاب میں ملوک و امراء بھی داخل ہیں اور صلاح موقوف ہے معرفت پر اور امان آخرت کا موقوف ہے ایمان و اعمال صالحہ پر اور یہ موقوف ہے علم و معرفت حق پر نیز آخرت کا امان بعض کے لئے بواسطہ شفاعت متحقق ہوگا اور شافع ہونا موقوف ہے مقبولیت و محبوبیت پر اور وہ موقوف ہے محسبیت پر اور وہ موقوف ہے معرفت پر جیسا کہ یہی تقریر مختصر اشعر بالامت خود رالح کی شرح میں بیان بھی کی گئی ہے پس یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ

چشم عارف داں اماں ہر دو کون الخ اور ہر داغ کا عموم اگر اہل ایمان تک محدود ہو تب تو کوئی اشکال نہیں اور اگر کفار کو بھی عام ہو تو شفاعت کو عام کہا جاوے گا۔ تخفیف عقوبت کے لئے بھی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کے لئے ایک قسم شفاعت کی یہ بھی ثابت کی ہے کہ آپ کی شفاعت سے کفار کو بھی عقوبت میں تخفیف ہو جاوے گی اور اس صورت میں لا یخفف عنهم العذاب کو خاص کہا جاوے گا اس تخفیف کے غیر کے ساتھ یا یوں کہیں گے کہ جو عذاب اخیر میں ان کے لئے مقدر ہو چکے گا اس سے تخفیف نہ ہوگی حاصل دونوں تو جیہوں کا ایک ہی ہے صرف الفاظ کا اختلاف ہے اور ابوطالب کے لئے تخفیف آپ کی برکت سے خود صحاح میں مصرح ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ (اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر داغ (یعنی جرم) کے شافع ہوئے ہیں کیونکہ غیر حق سے ان کی آنکھ (بدلیل) مازاغ (ہٹی ہوئی) تھی (تقریر ترجمہ سے تقدیر کلام کی ظاہر ہوگئی اور بدوں تقدیر کے ظاہر عبارت مشکل ہے کیونکہ مازاغ کا مدلول تو یہ ہے کہ مازاغ عن الحق اور اس مصرعہ کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مازاغ عن غیر الحق اس تقدیر کے بعد یہ حاصل ہوا۔ ان بصرہ کان مصر و فاعن غیر الحق بدلیل قول..... اللہ تعالیٰ مازاغ البصر ای بصرہ عن الحق فالمدکور فی الایۃ یستلزم المقدر ای صرفہ عن غیر الحق اور مصرعہ ثانیہ تعلیل ہے مصرعہ اولیٰ کی یعنی آپ شافع ہوئے بوجہ عارف کامل ہونے کے پس تفریع ماقبل پر ظاہر ہوگئی اور عارفیت پر اس کا ترتب شعر چشم عارف کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے آگے بھی اسی کی تفصیل ہے کہ) شب دنیا میں جہاں کہ خورشید (حقیقی) مخفی ہے آپ (وہاں بھی) ناظر حق تھے اور آپ کو حق سے امید تھی (بمعنی یقین بوجہ وعدہ کے کہ آپ کو ذریعہ امان امت کا بنایا جاوے گا چنانچہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا)..... الم نشرح سے آپ کی دونوں آنکھوں نے سرمہ حاصل کیا (یعنی شرح صدر کے سبب آپ کی معرفت و بصیرت میں ترقی ہوگئی جیسے سرمہ سے بصر میں ترقی ہوتی ہے پس) آپ نے وہ چیز دیکھی جس کو جبرئیل برداشت نہ کر سکے (بلکہ انہوں نے تو اس مقام پر پہنچنے تک کے متحمل نہ ہو سکے کو ظاہر فرما دیا کہ

اگر یک سرموئے برتر پر م فروغ تجلی بسوزد پر م

کذا فی نشر الطیب عن شفاء الصدور بروایۃ ابن عباسؓ) جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگاویں (اس سرمہ کا شعر سابق میں ذکر ہوا ہے) وہ (بصیرت میں مثل) در یتیم (کے یکتا اور) بادیات ہو جاویں گے (اور) اُن کا نور (اُس سرمہ حق سے) دوسرے موتیوں پر (یعنی اور انوار پر) غالب ہو جاوے گا (اور نور کی افزونی سے حقائق کا ادراک زیادہ ہو جانے کے سبب) ایسے مطلوب (یعنی سرمہ کشندہ) کے طالب ہو جاویں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ادراک حقائق کا دخل اس میں ظاہر ہے اس لئے اسی ادراک سے معلوم ہوا کہ مطلوب حقیقی بنانے کے قابل وہی ہے جس نے یہ نور عطا فرمایا بصیرت کے اس خاصہ کا حاصل تو یہ ہوا کہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی اب دوسرا خاصہ اُس کا آگے مذکور ہے کہ حقائق محدثہ کی بھی معرفت کاملہ آپ کو حاصل ہوئی اور کاملہ سے مراد محیط نہیں کہ خواص باری تعالیٰ سے ہے بلکہ نبوت کے لئے جتنے مراتب کی ضرورت ہے ان میں کوئی کمی نہیں رہی آئندہ اشعار میں جہاں جہاں الفاظ ظاہرۃ العموم ہیں جیسے مقامات العباد اور پنہاں نماںد چیچ چیز اور در ہر نزاع وہاں استغراق عرفی مراد ہے حقیقی نہیں اور جو الفاظ مطلق ہیں جیسے ندارد سرگزیز اور دید اسرار اور سیر روح مومن و کفار را وہ اور بھی سہل ہے کیونکہ اطلاق مستلزم عموم کو نہیں پس آپ کی اس معرفت تامہ متعلقہ بالمحدثات کا بیان یہ ہے کہ) آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے (مقامات سے مراد احوال و اعمال جو محل ہیں جزاء کے اور نظر میں ہونا بعض کا تو مشاہدہ سے اور بعض کا عرض اعمال سے کما فی المواہب عن سعید بن المسیب) لا جرم آپ کا نام خدا تعالیٰ نے شاہد رکھا (کما قال تعالیٰ انا



ارسلناک شاهد او مبشر او نذیر الخ پس آپ کا شاہد نام رکھا جانا دلیل انی ہے در نظر بودش کی کہ تحمل شہادت کا موقوف علی معرفت ہونا ظاہر ہے آگے یہی مضمون تحمل شہادت کا مع اضافہ مضمون متعلق ادائے شہادت کے مذکور ہے یعنی) شاہد کا آلہ زبان اور چشم تیز (یعنی صحیح بین) ہے (چشم تو تحمل کے لئے اور زبان ادا کے لئے اس مجموعہ سے تکمیل ہو جاتی ہے شہادت کی چنانچہ آپ کا شاہد نام رکھا جانا چشم کی بھی دلیل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا اور ادا کی بھی چنانچہ قرآن مجید میں ہے و جئنا بک علیٰ هؤلاء شہیدا اور یكون الرسول علیکم شہیدا چونکہ چشم کے ظاہر لفظ سے متبادر مشاہدہ کا حکم ہوتا ہے اور آپ نے جمیع واقعات مشہود فیہا کا مشاہدہ نہیں فرمایا اس لئے دوسرے مصرعہ میں چشم تیز واقع فی المصر اے الاول کی تفسیر ہے کہ چشم تیز سے مراد یہ ہے کہ) آپ کے قلب شب بیدار سے راز مخفی (متعلق بہ مقامات العباد) گریز (اور سبقت) نہیں کرتا (یعنی چشم سے مراد باصرہ نہیں بلکہ بصیرت و ادراک قلب ہے اور بصیرت آپ کو بواسطہ عرض اعمال و اعلام حق تعالیٰ کے سب واقعات مشہود فیہا کی حاصل ہے اور شب خیز کہنے میں اشارہ ہے مضمون حدیث تنام عینای و لا ینام قلبی کی طرف اور اس شہادت پر یہ شب نہ کیا جاوے کہ واقعہ غیر مشاہدہ کی شہادت کیسے صحیح ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس اشتراط کی علت تيقن ہے اور شریعت نے احکام دنیویہ میں تيقن کی شرط مشاہدہ ٹھہرا دیا ہے تو اگر احکام اخرویہ میں دوسرا واسطہ تيقن کا قرار دیا جاوے تو اس میں اشکال کیا ہے دوسرے خود احکام دنیویہ میں بھی بعض حقوق میں شہادت علی الشہادۃ کو جائز رکھا گیا ہے سو اس کو اس کی نظیر بھی کہہ سکتے ہیں رہا نصاب شہادت میں تعدد نہ ہونا یہ بھی ایک امر راجع الی القانون ہے وہاں دوسرا قانون ہو سکتا ہے دوسرے بعض حقوق میں دنیا میں بھی تعدد شرط نہیں کشفادۃ القابلۃ علی الولادۃ یہاں تک آپ کے شاہد ہونے کا مدار یعنی عارف ہونا بیان کیا ہے آگے بھی اس کا تتمہ در دلش خورشید الخ سے آوے گا۔ درمیان میں مطلق شاہد میں بھی مدار شہادت معرفت کا ہونا اور شاہد کی فضیلت اور اس فضیلت کی شرط اس لئے مذکور ہے تاکہ آپ کے لئے ان کا بھی اثبات ہو جائے فان الشی اذا ثبت ثبت بلوازمہ یعنی عام قاعدہ سے شاہد کی یہ فضیلت و مقبولیت ہے کہ) اگر مدعی ہزار سر ٹپکے (پس ہزاراں قید مدعی نیست قید سر بر زند ہست) تب بھی قاضی (حاکم) کان بجانب شاہد کے کرتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ مدعی کیسا ہی ثقہ ہو مگر مدعا علیہ کے انکار پر محض اس کے دعویٰ سے حق نہیں دلاتے البتہ شاہد کے قول پر بشرط حق دلاتے ہیں) حکام کا حکومت میں یہی فن ہے (جو مذکور ہوا پس) شاہدان (حکام) کے لئے (گویا) دو چشم روشن ہے (یعنی مشاہدہ سے اس کا بیان بمنزلہ اس کے ہے کہ گویا حاکم نے خود مشاہدہ کر لیا تو وہ بمنزلہ چشم کے آلہ ہے اس کے مشاہدہ حکمیہ کا بلکہ اس مسئلہ کی بناء پر کہ قضاء قاضی بعلمہ جائز نہیں یہ مشاہدہ حکمیہ مشاہدہ حقیقیہ سے ارجح و اقویٰ ہے آگے اس کا نکتہ بیان کرتے ہیں کہ مدعی کا قول معتبر نہیں حالانکہ وہ بھی مثل شاہد واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا ہے اور شاہد کا قول معتبر ہے حالانکہ وہ مشاہدہ میں مدعی سے بڑھا ہوا نہیں پس فرماتے ہیں کہ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ) شاہد کا قول (قانوناً) اس لئے بجائے دیدہ کے ہے (کما مر قبل) کہ اس نے دیدہ بے غرض سے حقیقت کو دیکھا ہے (اور) مدعی نے (بھی گو) دیکھا ہے مگر بے غرض (دیکھا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ) غرض دیدہ دل کے لئے حجاب ہو جاتا ہے (اس لئے حقیقت کا کوئی جزو اس سے مخفی رہ جاتا ہے اور مشاہدہ تام نہیں ہوتا یا وہ قصداً کسی جزو کو مخفی رکھتا ہے اور اس لئے مشاہدہ تام کا اظہار حاکم کے سامنے نہیں ہوتا اور چونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے اس واسطے حاکم کے نزدیک وہ مشاہدہ محتمل ہو گیا اور محتمل میں قابلیت دلیل بننے کی نہیں ہوتی اور حاکم کو دلیل کی ضرورت ہے اس لئے قول مدعی پر حکم نہیں ہو سکتا۔ بخلاف شاہد کے کہ وہ بے غرض ہے اس لئے



وہاں یہ احتمالات نہیں اور دوسرے احتمالات کذب وغیرہ کا انسداد شاہد کی عدالت سے کر لیا گیا ہے مگر غرض مندی کا احتمال منفی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جہاں قوی احتمال غرض و انتفاع کا ہوا ایسے شخص کی شہادت بھی مقبول نہیں جیسے اصول کی فروغ کے لئے و بالعکس یا غایت صداقت میں یا غایت عداوت میں کما ہو مبسوط فی الفروع الفقہیہ اس مضمون کا تتمہ تین شعر کے بعد پس نہ بیند الخ میں آتا ہے گواپنے متصل کا بھی تتمہ ہے پس اس کی متمیت مشترک ہے اور درمیان میں ایک مضمون جو بمنزلہ جملہ معترضہ کے ہے بطور تفریع کے ماقبل پر مذکور ہے یعنی جس طرح شاہد عند القاضی وہی ہوتا ہے جو علم قاضی میں بے غرض ہو اسی طرح شاہد عند اللہ بھی وہی ہوتا ہے جو علم الہی میں یعنی واقع میں بے غرض ہو پس اسی کو فرماتے ہیں کہ (حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تو زاہد ہو جاوے تاکہ (زہد کے سبب جس کی حقیقت ہے دنیا و اغراض دنیا سے بے رغبتی) تو غرض کا تارک ہو جاوے اور شاہد ہو جاوے) (آگے اسی کی تاکید ہے کہ) (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو غرض کو ترک کر دے تاکہ ہمارے نزدیک تیری بات مقبول واقع ہو) (یہ قید بامقرینہ ہے اس کا کہ مراد اس شہادت مذکورہ فی الشعر السابق میں شہادت عند اللہ ہے جیسا بندہ نے اس شعر کی تمہید میں لکھا ہے گویا مولانا کے اس کلام میں اشارہ ہو جاوے گا تفسیر آیۃ لتکونوا شہداء علی الناس کی طرف یعنی اس آیت میں جو علی القول المشہور المصنوع شہادت یوم القیمۃ مخاطبین کی مذکور ہے تو اس کی قابلیت جب ہوگی کہ زہد و اخلاص اختیار کیا جاوے اور اس میں ترغیب بھی ہوگی زہد و اخلاص کی اسی طرح اس سے شرح ہو جاوے گی حدیث انتم شہداء اللہ فی الارض کی جبکہ صحابہؓ نے ایک جنازہ کی تعریف کی اور ایک جنازہ کی مذمت کی اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا حاصل شرح کا یہ ہوا کہ ہر شخص کا بھلا برا کہنا علامت ناجی یا جانی ہونے کی نہیں بلکہ جو قابلیت شہادت کی رکھتے ہوں یعنی بلا کسی غرض کے مدح یا قدح کریں بخلاف اس شخص کے جس کو اس میت سے کوئی نفع دنیوی تھا یا وہ اس کو کوئی ضرر پہنچاتا تھا ایسے شخص کا قول علامت و شہادت نہیں ہے آگے علت ہے مضمون شعر ہذا کی یعنی قبول خن کا مدار ترک غرض پر اس لئے رکھا گیا ہے) کہ یہ اغراض حجاب دیدہ ہوتا (جیسا اوپر بھی مذکور ہوا اور) نظر پر وہ مثل پردہ کے لپٹا ہوا رہتا ہے (پس وہ غشاوہ مانع البصار ہوتا ہے آگے تفریع ہے مصرعہ متصلہ بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بود اور مصرعہ منفصلہ پردہ باشد دیدہ دل را غرض پر کہ ایک شہادت عند الخلق میں ہے اور ایک شہادت عند الخلق میں یعنی دونوں جگہ جب غرض حجاب قلب ہوتا ہے پس (اس حجاب کے سبب) وہ (واقعہ کے) مجموعہ کو مع (اس کے) رطب و یابس کے نہیں دیکھتا (فی المختب طم بالکسر آب و دریا ورم بالکسر خاک نمناک و عرب گوید جاء بالطم والرم یعنی تر و خشک اھ مختصر اومی گویم کہ چوں رم بمقابل طم باشد پس قید نمناک در خاک ملحوظ نبود و او اگر چہ نمناک بود لاکن بمقابلہ آب و دریا خشک پنداشتہ شود یہاں رطب و یابس کنایہ ہے جمع اجزاء سے اگر چہ ان میں دونوں وصف نہ ہوں مطلب یہ کہ صاحب غرض کی نظر محیط نہیں ہوتی کیونکہ مسئلہ حکمیہ ہے کہ) تیری محبت کرنا کسی شے سے (فالاشیاء جنس) کو اور کر کر دیتا ہے (یعنی اس کے عیوب کو وہ نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض اغراض سے بعض خطا نظر میں ہوتی ہے اسی پر دوسرے اغراض مثل بغض کو اور دوسری خطائی النظر کو قیاس کر لیا جاوے گا یہاں تک شاہد کی فضیلت اور شرط بیان کر کے پھر عود کرتے ہیں مضمون سابق یعنی آپ کی عارفیت کی طرف کہ مدار ہے شاہد ہونے کا یعنی آپ کی عارفیت کی یہ شان ہے کہ) آپ کے قلب میں خورشید (معنوی یعنی حضرت حق) نے جب نور افشانی فرمائی (یعنی اپنی صفت علم کا فیض اکمل عطا فرمایا) تو آپ کے سامنے کواکب کی کوئی قدر نہ رہی (یعنی تمام اہل علوم و اہل معارف سے آپ کا علم اکمل و افضل ہو گیا جس طرح قمر کے سامنے کہ نور میں شمس سے مستفید ہے دوسرے کواکب ماند ہو



جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو نظر بھی نہیں آتے اور بعض کو نظر آتے ہیں مگر ان کا نور ضعیف معلوم ہوتا ہے جب آپ کو حق تعالیٰ نے اپنی صفت علمیہ کا ایسا مظہر اکمل فرمایا (پس آپ نے اسرار کو بے حجاب دیکھ لیا) (یعنی) ارواح مومنین اور کفار کی سیر (اور اس سیر کے محل یعنی جنان و نیران) کو (دیکھ لیا جیسا اوپر اس سیر کے مدار کو کہ اعمال و احوال ہیں ملاحظہ فرمانا اس شعر میں مذکور ہوا ہے در نظر بودش مقامات العباد الخ پس وہاں عمل مذکور تھا یہاں جزاء اور اس شعر کی تمہید میں ایک ضروری بحث اطلاق و عموم کے تحقیق میں لکھی ہے یہاں کے لئے بھی دیکھ لی جاوے آگے آپ کی کمال معرفت و بصیرت کو جس کا اوپر دعویٰ تھا پس بدید او بے حجاب اسرار الخ جس کے مصرعہ ثانیہ میں دلیل آئندہ کا ایک مقدمہ بھی ہے سیر روح الخ ایک خاص دلیل سے بیان کرتے ہیں کہ دیکھو) زمین میں اور چرخ بلند میں حق تعالیٰ کی کوئی چیز روح انسان سے زیادہ مخفی نہیں (یہ ایک مقدمہ ہوا آگے دلیل ہے اس مقدمہ کی کہ چنانچہ) حق تعالیٰ (کی تعلیم) سے اپنی دونوں آنکھیں ایسے شخص نے کھول لی ہیں جو کہ (آیات) و احادیث (کے علم) میں صاحب رفعت (یعنی فاضل کامل) ہے (پس) حق تعالیٰ نے (قرآن و حدیث میں اپنے کلام سے یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے سب ضروری) رطب و یابس (یعنی ہر قسم کے معلومات) سے بیچ (یعنی پردہ) کھول دیا ہے (یعنی بیان فرمادیا ہے) کما قال تعالیٰ تبیاناً لکل شیء ای مما لا بد منه فی الدین لیکن باوجود اس کے) روح پر من امر ربی کی مہر لگادی ہے (یعنی اجمالی جواب پر اکتفا کرنے سے اور تفصیل بیان نہ فرمانے سے اس کو قرآن میں مخفی رکھا جہاں کہ دوسرے مغیبات کا مفصل بیان فرمادیا ہے اسی طرح حدیث میں بھی چنانچہ جنت اور دوزخ اور حور اور غلمان اور ملائکہ و عرش و کرسی و بیت المعمور و سدرۃ المنتہی سب کی معتد بہ تفصیل ہے مگر روح میں بالکل اجمال ہے یہ دلیل ہوئی اس مقدمہ کی نیست پنہاں تر ز روح آدمی اور رطب و یابس سے مراد وہ اشیاء ضروریہ فی الدین ہیں جن کا علم نقل پر موقوف ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اشیاء حسیہ کا علم بھی قرآن سے حاصل ہو وہ تو خود محسوس ہیں ان سے انہی ہونا روح کا تو محتاج اثبات ہی نہیں اور ضروریہ فی الدین کی قید سے قرآن مجید میں تمام علوم کا مذکور ہونا یا صاحب وحی کے علم کا مثل علم حق کے محیط ہونا بھی لازم نہ رہا آگے ایک مصرعہ میں دوسرا مقدمہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں مدعا ہے یعنی یہ تو تم کو معلوم ہو گیا کہ روح سے مخفی زیادہ کوئی چیز نہیں) پھر جب اس روح (اخفی) کو (آپ کی) چشم عزیز نے دیکھ لیا (جس کا اوپر بھی مثل یہاں کے بلا دلیل ذکر ہوا ہے سے روح الخ اور یہ دوسرا مقدمہ ہے) پس (اس صورت میں) آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی (یہ مطلوب ہے جو اوپر اس عنوان سے مذکور ہوا تھا پس بدید او بے حجاب اسرار الخ اور بیچ چیز کے عموم کی تحقیق اوپر شعر در نظر بودش الخ کی تمہید میں مکرر دیکھ لی جاوے اب دو امر باقی رہ گئے ایک یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ نے روح کو دیکھا ہے دوسرے یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ روح کو دیکھنا مستلزم ہے دیگر اشیاء مخفیہ کے دیکھنے کو سو امر اول کی دلیل سہل میرے نزدیک اہل کشف کا مشاہدہ کرنا ہے روح کو اور چونکہ یہ علوم عالیہ سے ہے اس لئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اور اعلم ہونا ضروری ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے بھی مشاہدہ فرمایا ہے اور اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ اوپر صاحب رفعت در سنن سے بھی علم روح کا مکتوم ہونا آچکا ہے پھر یہ کہ اس اشتراک سے آپ کا اعرف و اعلم ہونا جو کہ مقصود مقام ہے کیسے ثابت ہوگا جواب یہ ہے کہ اس صاحب رفعت سے مراد فاضل غیر صاحب کشف و شہود ہے اور اشتراک کا جواب یہ ہے کہ آپ واسطہ فی الثبوت ہیں پس بالعرض کو جو اشتراک ہوتا ہے وہ قاذر اعرافیہ کا نہیں اور اس باب مشاہدہ روح میں حدیث تجلی لی کل شیء سے استدلال مناسب نہیں کیونکہ یہ کل شیء مقید ہے ضروری فی الدین کے ساتھ اور امر ثانی



کی دلیل استلزام عادی ہے اور اس کی ظہیت اس لئے مضمر نہیں کہ مستقل دلائل سے بھی آپ کا علم الخلق ہونا ثابت ہے اور اثبات شہادت کاملہ کے لئے یہی اعلیت کافی ہے یہاں تک بیان ختم ہوا آپ کے شہادت کے مدار کا کہ اعلیت و عارفیت ہے آگے بیان ہے اس شہادت کے آثار کا کہ مقبولیت و کاشفیت ہے اور یہاں بھی اول عارفیت پر شہادت کی تفریع اور اس شہادت پر کاشفیت کی تفریع کر کے وہ مضمون فرماتے ہیں یعنی تقریر بالا سے ثابت ہوا کہ (آپ ہر نزاع و خصوصیت) میں (جو قیامت کے روز واقع ہوگی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے فی قولہ در شب دنیا الی قولہ در نظر بودش بلکہ دنیا میں بھی دین کے ابواب و احکام میں آپ) شہد کامل ہیں (اور شہاد ہونے سے ثابت ہوا کہ) آپ کا قول ہر در دوسر کا خمار زائل کر دیتا ہے (جیسے کہ شہاد کی یہی شان ہوتی ہے کہ خصوصیت و تعب اختلاف اس سے رفع ہو جاتا ہے چنانچہ قیامت میں بھی خاص خصوصیات رفع ہوں گی اور یہاں بھی امور دینیہ میں آپ فاصل ہیں اور اس وصف شہاد کا اوپر بھی ذکر آیا ہے گر ہزاراں مدعی الخ یہ کاشفیت کا بیان ہو چکا آگے آپ کی مقبولیت و محبوبیت کا ذکر ہے کہ یہ بھی شان ہوتی ہے مطلق شہاد کی کہ حاکم عادل کے نزدیک مقبول و محبوب ہوتا ہے۔ ف ذکر المحبوبة التي هي من آثار الشاهدية لمطلق الشاهد ههنا كذا المعرفة التي هي مدار الشاهدية لمطلق الشاهد فيما مضى من قوله گر ہزاراں مدعی الخ کما قد ذکر فی تمہیدہ خصوص جبکہ اور اوصاف موجبہ حب بھی اس میں مجتمع ہوں جیسے آپ میں ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ) نام حق تعالیٰ کا عدل (بمعنی عادل) ہے (اور) شہاد (عدل مطلقاً) اس کا (یعنی مطلق حاکم عادل کا) مخصوص ہوتا ہے (پس) اس لئے یہ شہاد عدل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باصرہ ہیں (یعنی بمنزلہ باصرہ کے محبوب و مظہر علم ہیں) دوست (یعنی حق تعالیٰ) کے (جن کا نام عدل ہے کما ذکر اور اس تشبیہ میں احتیاج ملحوظ نہیں جیسا کہ نفس کیلئے باصرہ مظہر احساس احتیاج کے ساتھ ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک اور اس تشبیہ میں تلخیص ہے مضمون بالا شہاد ایشاں را دو چشم روشن ست کی طرف مگر قطع نظر احتیاج سے آگے تائید مدعائے مقام کے لئے ایک دوسرے خاص شہاد کی محبوبیت کا ذکر فرماتے ہیں کہ شہادیت کا اثر محبوبیت اس درجہ ہے کہ) قلب دونوں جہاں میں محل نظر حق ہو گیا (کما ورد ان اللہ لا ينظر الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم پس وہ اس لئے محل نظر حق ہو گیا) کہ بادشاہ (حاکم) کی نظر شہاد میں ہوا کرتی ہے (اور قلب میں شان شہادیت کی ہے کما ورد استفت قلبک فاعتبر صلی اللہ علیہ وسلم شهادة القلب بالشرط الخاص فی المحل الخاص پس اس سے تائید ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی آگے تفریع ہے آپ کی محبوبیت مطلقہ پر کہ آپ اس محبوبیت میں تمام خلق سے ایسے اکمل و اسبق ہیں کہ) حق تعالیٰ کی محبت (جو آپ کے ساتھ ہے) اور حق تعالیٰ کا راز نحسیت (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے شہاد بازی کنایہ است از عشق بازی ولا يخفى لطافة لفظ الشاهد وان ساستعمل فی معنی آخر) اس کی تمام تر پردہ سازی (یعنی ایجاد عالم) کا سرمایہ (اور اصل) تھا (یعنی ایجاد عالم کا اصل سبب وہی محبت ہے جو حق تعالیٰ کو آپ کے ساتھ ہے اس محبت سے آپ کو ایجاد کرنا مقصود تھا اور باقی عالم آپ کے طفیل میں پیدا فرمایا اور اسی واسطے اس ایجاد کو پردہ سازی سے تعبیر کیا گیا زیرا کہ پردہ سازی آں باشد کہ شخصے کار کند و مرادو غرض ازاں کار چیزے دیگر باشد کذا فی الحاشیہ آگے اس پر تفریع ہے تائید کے لئے یعنی چونکہ آپ ہی اصل مقصود ہیں) پس اسی واسطے ملاقات کے وقت لولا کہ الخ فرمایا شب معراج میں ہماری محبت (المرسول یعنی حق تعالیٰ) نے (تائید اس سے ظاہر ہے آگے مثل موقعین مذکورین گر ہزاراں مدعی الخ اور نام حق عدل ست الخ کے اول ایک خاصہ مطلق شہاد کا پھر اس



سے استدلال کر کے ویسا ہی خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ وہ احببہ مقصودہ مقام میں اور بھی اظہر ہے بیان فرماتے ہی یعنی قاعدہ ہے کہ) یہ قضا (یعنی حکم حاکم) نیک و بد (سب) پر حاکم ہوتی ہے (چنانچہ ظاہر ہے لیکن شاہد کی یہ شان ہے جو تم کو بھی معلوم ہے کہ) قضا پر کیا شاہد حاکم نہیں ہوتا (یعنی حاکم خود شاہد کا تابع ہوتا ہے تو اس سے شاہد کی بڑی شان ظاہر ہوتی کہ جو سب پر حاکم ہے شاہد خود اس پر حاکم ہے یہ تو قاعدہ عامہ ہے اسی سے اس خاص مدعاے مقام کو سمجھ لو کہ) جو ذات (نبویہ) کہ (بحیثیت محبوبیہ مطلقہ کے) امیر قضا ہوگئی (نہ بمعنی متبوع بلکہ بمعنی من یراعی موافقہ اور وہ بھی اضطراراً نہیں نعوذ باللہ جس طرح کہ قاضی موافقت میں مضطر ہے بلکہ بمعنی ان یقصد موافقہ بالا) اور یہ امر نصوص صریحہ صحیحہ سے ثابت ہے

قال تعالیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضی وقال تعالیٰ فلنولینک قبلۃ ترضاہا و فی الحدیث عن عائشۃ ماری ربک الایسار فی ہواک آگے اس تمام شان مجموعی مذکور پر جوش میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بطور خطاب عرض کرتے ہیں کہ) شاد باش اے چشم تیز بین مرتضوی (کہ اس معرفت سے یہ شان محبوبیت مطلقہ کی آپ کو عطا ہوئی یہاں فضائل نبویہ میں مضمون مقام پر کفایت کر کے آگے پھر عود ہے مضمون شعر بالا یعنی اولین اشعار مقام چشم عارف الخ کی طرف جس میں امان کا ایک خاص طریق مذکور ہے یعنی مناجات جس میں سب کے لئے عارف امان کی درخواست کر رہا ہے اور مرجو القبول ہونے سے امان بھی متوقع الحصول ہے۔

عارف از معروف بس درخواست کرد	کاے رقیب ما تو اندر گرم و سرد
بس عارف نے معروف سے یہ درخواست کی	کہ اے ہمارے واقف احوال تکلیف اور راحت میں
اے مشیر ما تو اندر خیر و شر	زاشا رتہائے دل ما بے خبر
اے ہمارے مشیر خیر اور شر میں	ہم اشارات قلب سے بے خبر ہیں
اے یرانا لانراہ روز و شب	چشم بند ناشدہ دید سبب
اے وہ ذات کہ وہ روز و شب ہم کو دیکھتا ہے ہم اس کو نہیں دیکھتے	ہمارا مانع البصار سبب بنی ہے
چشم من از چشمہا بگزیدہ شد	تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد
میری آنکھ اور آنکھوں سے متمیز ہوئی	یہاں تک کہ ظلمت میں آفتاب مجھ کو دکھائی دے گیا
لطف معروف تو بود اے منتہی	پس کمال البرنی اتمامہ
یہ لطف معروف ہو چکا ہے اے کامل	پس کمال احسان اس کے اتمام میں ہے
رب اتمم نورنا فی الساہرہ	وانجنا من مفضحات القاہرہ
اے میرے رب ہمارے نور کو زمین محشر میں تام فرمائیے	ہم کو رسوا کنندہ قہروں سے نجات دیجئے
یار شب را روز مہجوری مدہ	جان قربت دیدہ را دوری مدہ
رفیق شب کو مہجوری کا دن مت دیجئے	اس روح کو جو کہ قرب دیدہ ہے دوری مت دیجئے

بعد تو مرگیت با درد و نکال	خاصہ بعدے کاں بود بعد الوصال
آپ کی دوری ایک موت ہے جو درد و عقوبت کے ساتھ مقرر ہے	خاص کر وہ بعد جو بعد وصال کے ہو
آنکہ دید ست مکن نادیدہ اش	آب زن بر سبزہ بالیدہ اش
جس نے آپ کو دیکھ لیا اس کو ان دیکھا نہ کیجئے	اس کے سبزہ بالیدہ پر پانی چھڑکے
من نکردم لا ابالی در روش	تو مکن ہم لا ابالی در خلش
میں نے سلوک میں بے پروائی نہیں کی	تو آپ بھی بے پروائی نہ کیجئے عقوبت میں
ہیں مراں از روی خود او را بعید	آنکہ او یک بار آں روی تو دید
ہاں ایسے شخص کو اپنے قرب سے دور نہ نکالئے	جس نے ایک بار آپ کا رخ دیکھ لیا
دید روی جز تو شد غل گلو	کل شی ماسوی اللہ باطل
آپ کے رخ کے سوا اور کسی چیز کی دید طوق گلو ہے	تمام اشیاء ماسوی اللہ باطل ہیں
باطلند و می نمایندم رشد	زانکہ باطل باطلاں را می کشد
یہ سب باطل ہیں اور مجھ کو صواب دکھائی دیتے ہیں	کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے
ذره ذره کاندریں ارض و سماست	جنس خود را ہر یکے چوں کہرباست
ذره ذره جو کہ اس ارض و سما میں ہے	اپنے جنس کے لئے ہر واحد مثل کہربا کے ہے
معدہ ناں را می کشد تا مستقر	می کشد مرآب را تف جگر
معدہ رزل کو استقرار گاہ تک کھینچتا ہے	پانی کو حرارت جگر کھینچتی ہے
چشم جذاب بتاں زیں کو یہا	مغز جویاں از گلستاں بو یہا
آنکھ کش کرنے دیا ہے معشوقوں کے ان کو چوں سے	مغز طالب ہے رواج کا باغ سے
زانکہ حس چشم آمد رنگ کش	مغز و بینی می کشد بوہای خوش
کیونکہ حاسہ باصرہ رنگ کا کش کرنے والا ہے	مغز اور شامہ رواج طیبہ کو کش کرتا ہے
زیں کششہا اے خدای رازداں	تو بجذب لطف خود ماں دہ اماں
ان جذبات سے اے خدائے رازداں	آپ اپنے جذب لطف کے طفیل ہم کو امان دیجئے
غالبی بر جاذباں اے مشتری	شاید اردر ماندگاں را وخری
آپ سب جاذبوں پر غالب ہیں اے خریدار	ممکن ہے اگر آپ در ماندوں کو خرید لیجئے



(اس میں عود ہے شعر مذکور بالا چشم عارف داں اماں الخ کی طرف اس کے مضمون عام میں سے ایک وجہ خاص یعنی شفاعت کی حیثیت سے اور اس میں اشعار متصلہ کی مناسبت کا بھی لحاظ ہے یعنی اشعار بالا کے اول میں مذکور ہوا ہے کہ عارف سب اماں خلق کا ہوتا ہے اور اشعار متصلہ کے اخیر میں مذکور ہوا ہے کہ بوجہ محبوب ہونے کے اس کی درخواستیں مقبول ہوتی ہیں اس کا اقتضایہ ہوا کہ) بس عارف نے (جس میں انبیاء اصل ہیں اور غیر انبیاء تابع ہیں) معروف (یعنی حضرت حق) سے یہ درخواست (و مناجات) کی (جس میں بعض متعلق قیامت کے ہیں اور بعض عام ہیں) کہ اے ہمارے واقف احوال تکلیف اور راحت میں (یعنی ہر حال میں اور) اے ہمارے مشیر خیر اور شر (یعنی خیر میں تو ترغیب کے ساتھ اور شر میں ترہیب کے ساتھ اور طریق خاص اس مشورہ کا غیر صاحب وحی کے لئے بعد خطابات شرعیہ عامہ مشترکہ کے یہ ہے کہ قلب کو اس پر متنبہ ہوتا ہے جیسا حدیث میں ہے الاثم ماحاک فی صدرک اور الصدق طمانینہ والکذب رینہ چنانچہ ظاہر ہے کہ اسباب اکثر کے لئے جب ہو جاتے ہیں توجہ و معرفت حق و حقیقت سے پس البصار سے مراد بصیرت ہے اور اس تمام مناجات میں عارف نے جن احوال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے ان میں بعض ظاہر اُشان عارفیت پر منطبق نہیں ہوتے جیسے از اشارتہ الخ اور چشم بند ما الخ اوپر کے اشعار میں اور بعض آگے بھی آویں گے سوان کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ محمول کیا جاوے تو اضع پر کیونکہ ہر مرتبہ میں طلب ہوتی ہے مرتبہ فوق کی تو وہ مرتبہ ماتحت ناقص معلوم ہوتا ہے اور یا عارف نے اس درخواست میں عوام غیر عارفین کو بھی شریک کر رکھا ہے ایسے احوال ان کے اعتبار سے ذکر کئے گئے اور بعض جو عارفیت کی شان کے مناسب ہیں جیسے آگے آتا ہے چشم من الخ اور نہ کردم لا ابالی الخ اس سے دعویٰ مقصود نہیں بلکہ اعتراف بالنعمة اور ادائے شکر اور اس کو بقیہ نعم کی درخواست کی تو طیبہ قرار دینا کہ جب اتنی نعمتیں دی ہیں تو اور بھی عطا فرمائیے تاکہ لاثم نعمتی کا مصداق ہو جاوے کدعاء یوسف علیہ السلام رب قد آتیسی من الملک و علمتی من تاویل الاحادیث فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس اسی طرز پر عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ باوجودیکہ اسباب مانع البصار ہیں عوام کے لئے تو زیادہ اور میرے لئے بھی ایک درجہ میں مگر باوجود اس کے آپ کی رحمت و فضل و لطف و کرم سے کمایدل علیہ صیغہ بگزیدہ شد) میری آنکھ اور آنکھوں سے متمیز ہوئی یہاں تک کہ ظلمت (دنیا) میں آفتاب مجھ کو دکھائی دے گیا (مطلب یہ کہ مجھ کو حسب استعداد نعمت معرفت نصیب ہوئی جب آپ کا) یہ لطف معروف (اور معمول) ہو چکا ہے اے کامل پس کمال احسان (جس کے آپ اہل ہیں) اس (احسان) کے اتمام میں ہے (یعنی احسان میں اور ترقی فرما اور اس کی اور تکمیل فرما جس کا بیان آخر اشعار تک چلا گیا یعنی) اے میرے رب ہمارے نور کو زمین محشر میں (کذافی المنتجب فی الساہرہ) تام فرمائیے (اور) ہم کو رسوا کنندہ قبروں سے نجات دیجئے (اور) رفیق شب کو مجھوری کا دن مت دیجئے (مراد شب سے دنیا جیسا اس کے قبل مصرعہ تا کہ در شب الخ کی شرح میں یہی تفسیر کی گئی ہے اور اس عنوان میں رعایت ہے قصہ رفاقت محمود وقت شب کی جیسا اس کے قبل بھی اے رقیب ما تو اندر گرم و سرد اور تا کہ در شب آفتاب دیدہ شد میں اس کی رعایت ہے چونکہ اسی قصہ سے ان مضامین کی طرف انتقال ہوا ہے اس لئے اس رعایت میں ایک خاص استحسان بھی ہے اور میری) اس روح کو جو کہ قرب دیدہ دوری مت دیجئے آپ کی دوری (مطلقاً) ایک (سخت) موت ہے جو درد و عقوبت کے ساتھ مقرون ہے۔ خاص کروہ بعد جو بعد وصال کے ہو (جیسی معرفت کے بعد طرد ہو نعوذ باللہ من الحور بعد الکور) جس نے آپ کو نظر معرفت سے (دیکھ لیا اس کو) (مطرد کر کے) آن دیکھا نہ کیجئے (بلکہ) اس کے سبزۂ بالیدہ پر پانی چھڑکئے (جس

سے اس کو زیادہ نشوونما ہو یعنی اس کی معرفت کو مع اس کے مقصود کے کہ قرب ہے ترقی دیجئے) میں نے سلوک (طریق) میں بے پروائی (اور بے فکری و تولی مذکور فی الآیہ لآتیه) نہیں کی (کہ نہ قرب کی طلب ہوتی اور نہ بعد سے استعاذہ گوا سباب قرب کی کم توفیق ہوئی مگر اس کی دھن میں رہا) تو آپ بھی (مجھ سے) بے پروائی (و استغناء مذکور فی قولہ فکفروا و اتولوا و استغنی اللہ) نہ کیجئے عقوبت میں (از خلیدن) ہاں ایسے شخص کو اپنے قرب سے دور نہ نکالئے جس نے ایک بار آپ کا رخ (بنظر معرفت و بصیرت) دیکھ لیا آپ کے رخ کے سوا اور کسی چیز کی دید طوق گلو (کی طرح قید و بند) ہے (کیونکہ) تمام اشیاء ماسوی اللہ باطل (یعنی مستہلک) ہیں (اور مستہلک میں نظر کرنے کا ظاہر ہے کہ انجام ضرر ہے) یہ سب (ماسوی اللہ) باطل ہیں اور مجھ کو صواب دکھائی دیتے ہیں (فی المختب رشہ تخمین براہ شدن) کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے (صواب نمودن ظاہر ہے کہ سبب ہوگا کشش کا تو می نمایند رشہ قوت میں اس کلام کے ہوا کہ مرا بسوئے خودی کشد اب تعلیل مدلول مصرعہ ثانیہ جس میں ایک مقدمہ من باطم مطوی ہے جس کی دلیل موضوع کا فرد ہونا ہے کل شیء محکوم علیہ بالباطل کا واضح ہو گئی یعنی اس باطلاں مرا بسوئے خود از میں جہت می کشد کہ من ہم باطم و باطل و باطلاں را می کشد آگے اس مصرعہ ثانیہ کی تائید ہے کہ) ذرہ ذرہ جو کہ اس ارض و سما میں ہے اپنے جنس کے لئے ہر واحد مثل کہرباء کے (جاذب) ہے (چنانچہ) معدہ روئی کو استقرار گاہ تک کھینچتا ہے (اور) پانی کو حرارت جگر کھینچتی ہے (ان امثلہ سے معلوم ہوا کہ جنس سے مراد معنی اصطلاحی نہیں بلکہ مطلق مناسب گوان میں اصطلاحی تجانس نہ ہوا سندہ امثلہ میں بھی معنی ہیں یعنی) آنکھ کشش کرنے والی ہے معشوقوں کی ان کو چوں سے (یعنی معشوق جو بن سنور کر نکلتے ہیں اسی واسطے کہ کوئی ہم کو دیکھے اور مفتون ہو تو آنکھ ان کی جاذب ہوئی اسی طرح) مغز طالب ہے رواح کا باغ سے کیونکہ حاسہ باصرہ رنگ (ورغن) کا کشش کرنے والا ہے (اس لئے رنگ والی اس کے سبب کھنچ آئے کما ذکر توں میں باہم مناسبت تھی اور مغز اور شامہ رواج طیبہ کو کشش کرتا ہے) کہ ان میں باہم مناسبت ہے اور یہ کشش اس قول حکماء پر اور زیادہ ظاہر ہے جو کہتے ہیں کہ بعض اجزاء مسموم کی منفصل ہو کر شامہ تک پہنچتے ہیں پس جب اس قاعدہ مویدہ بالا امثلہ کی موافق مجھ کو اشیاء باطلہ مستہلک اپنی طرف منجذب اور مائل کرتی ہیں اور میرے لئے مضر و مہلک ہے پس) ان جذبات سے اے خدائے رازدان (جو کہ کشش مخفی اور اس کے اسباب و مضار پر مطلع ہیں) آپ اپنے جذب لطف کے طفیل ہم کو امان دیجئے (یعنی اپنے لطف سے اپنی طرف منجذب کر لیجئے کہ ان جذبات کے مضار سے امان و نجات ہو) آپ سب جاذبوں پر غالب ہیں اے خریدار (اشارۃ الی قولہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنة) ممکن (اور آپ کا مقدور) ہے اگر آپ در ماندوں کو (ان جذبات سے) خرید لیجئے (یعنی چھڑا لیجئے کیونکہ آپ ان سب پر غالب ہیں گو ہم در ماندہ ہونے کے سبب خود نہیں بچ سکتے اور اے مشتری میں اشارہ کیا ہے کہ حق تعالیٰ بھی جاذب ہوتے ہیں کیونکہ اشتراک کے لوازم میں سے جلب المشتري المبيع اور عجب نہیں کہ اس عنوان مشتری وغالبی میں اس شبہ کا جواب ہو کہ جذب تو فعل مجانس کا ہے پھر باطل کو حق کس طرح جذب کرے گا جس کی درخواست شعر بالا میں کی ہے زیر کشش باطن دوسرے اس وقت بھی تو باطل جذب کرے گا بوجہ مجانست کے پھر اس جذب باطل کا یہی اثر ہوگا حاصل جواب کا یہ ہے کہ فعل جذب کا مجانس کے لئے ثابت ہونا مستلزم حصر کو نہیں کہ غیر مجانس جذب ہی نہ کر سکے۔ مجانس کا تو وہ فعل طبعی ہے لیکن غیر مجانس بھی اگر اپنی قدرت و اختیار سے جذب کرے تو کوئی مانع نہیں گو وہ جذب طبعی نہ ہوگا ارادی ہوگا اور اگر وہ جاذب غالب ہو تو اور جاذب اثر نہ کریں گے آگے تمہ ہے قصہ کا۔)



رویشہ آورد چوں تشنہ بابر	آنکہ بود اندر شب قدر آں چو بدر
اس نے بادشاہ کی طرف منہ کیا جیسا تشنہ ابر کی طرف	اس کی طرف جو کہ شب قدر میں بدر کی طرح تھا
چوں لسان و حال او بود آن او	آن او با او بود گستاخ گو
چونکہ اس کی زبان اور حال اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا	جو شخص اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہو گا وہ اس کے ساتھ جرات سے کلام کریگا
گفت ماکشتیم چوں جاں بند طیس	آفتاب جاں توئی در یوم دیں
کہا کہ ہم ایسے ہو گئے جس طرح روح قید ہو جاتی ہے خاک میں	آپ آفتاب روح ہیں یوم جزا میں
وقت آں شد اے شہ مکتوم سیر	کز کرم ریشہ بجبانی بخیر
اس بات کا وقت آ گیا اے بادشاہ جس کا چلنا مخفی ہے	کہ براہ کرم ریشہ دیکھئے خیر کے ساتھ
ہر یکے خاصیت خود وانمود	آں ہنر ہا جملہ بدبختی فزود
ہر شخص اپنی اپنی خاصیت دکھلا چکا	ان تمام کمالات نے شقاوت ہی بڑھائی
آں ہنر ہا گردن مارا بہ بست	زاں مناصب سرنگون ساریم و پست
ان ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی	ہم ان منصبی کاموں سے سرنگوں اور پست ہیں
آں ہنر فی جیدھا جبل مسد	روز مردن نیست زاں فنہا مدد
وہ ہنر فی جیدھا جبل من مسد ہے	مرنے کے دن ان فنون سے مدد نہ ملے گی
جز ہماں خاصیت آں خوش حواس	کہ بشب بدچشم او سلطان شناس
بجز اس خاصیت اس خوش حواس کے	کہ شب میں جس کی آنکھ سلطان شناس تھی
آں ہنر ہا جملہ غول راہ بود	غیر چشمے کوز شاہ آگاہ بود
وہ سب ہنر تمامی غول طریق تھے	بجز اس آنکھ کے کہ وہ بادشاہ سے آگاہ تھی
شاہ را شرم آمد ازوے روز بار	کہ بشب برروئے شہ بودش نظار
بادشاہ کو اس سے شرم آگئی چٹنی کے دن	اس لئے کہ شب میں روئے شاہ پر اس کی نظر تھی
واں سگ آگاہ از شاہ و داد	خود سگ کہفش لقب باید نہاد
اور وہ کتا جو شاہ محبوب سے آگاہ تھا	اس کا لقب خود سگ کہف رکھنا چاہئے
خاصیت درگوش ہم نیکو بود	گو ببا نگ سگ ز شیر آگہ شود
کان میں جو خاصیت تھی وہ بھی اچھی تھی	کیونکہ اس خاصیت والا ببا نگ سگ کے سبب شیر سے آگاہ تھا

سگ چو بیدارست شب چوں پاسباں	بیخبر نبود ز شب خیز شہاں
جب سگ بیدار ہے شب کے وقت مثل پاسباں کے	وہ بے خبر نہیں ہے بادشاہوں کی شب خیزی سے
ہیں زبدا ماں نباید ننگ داشت	ہوش بر اسرار شاں باید گماشت
ہاں بدناموں سے ننگ رکھنا نہ چاہئے	ہوش ان کے کمالات خفیہ پر مسلط رکھنا چاہئے
ہر کہ او یک بار خود بدنام شد	خود نباید نام جست و خام الد
جو شخص ایک بار بدنام ہو گیا ہو	تو خود نام ڈھونڈھنا اور خام ہونا نہ چاہئے
اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند	تا شود ایمن ز تاراج و گزند
اے شخص بہت زرا یا ہوتا ہے کہ اس کو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں	تاکہ وہ تاراج اور گزند سے مامون ہو جاوے
ہر کسے کے پے برد در سرما	باز کن دو چشم سوئی مایا
ہر شخص ہمارے راز مخفی کا کب سراغ لگا سکتا ہے	دونوں آنکھیں کھول ہماری طرف آ

اس (دزد شاہ شناس) نے بادشاہ کی طرف منہ کیا جیسا تشنہ ابر کی طرف (توجہ کرتا ہے آگے بادشاہ کی صفت ہے یعنی) اس (بادشاہ) کی طرف جو کہ شب قدر میں بدر کی طرح تھا (یہ اندر شب قید ہے بدر کی یعنی اگر شب قدر میں چاند بھی پورا ہو تو نور علی نور ہوگا وہ بادشاہ ایسا ہی تھا کیونکہ ملک دنیا بودش وہم ملک دین چنانچہ محمود کے مناقب مشہور ہیں اور اس میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ شب قدر غیر عشرہ اخیرہ میں بھی کبھی ہوتی ہے چنانچہ ایک قول یہ بھی ہے اور روایات عشرہ کو اکثر پر محمول کیا جاوے گا جیسا کہ لفظ تحریر اس کا قرینہ بھی ہو سکتا ہے آگے اس توجہ الے سلطان کا طریق اور توجہ کے بعد جو کلام کیا اس کا بیان ہے یعنی) چونکہ اس (دزد شاہ شناس) کی زبان اور (اس کا) حال اس (بادشاہ) کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا (اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص اس (بادشاہ) کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوگا وہ اس کے ساتھ جرات سے کلام کرے گا (اس سبب سے اس نے بھی جرات کے ساتھ اور وہ طریق توجہ یہ تھا بادشاہ سے یہ) کہا کہ ہم (اس وقت) ایسے (قید) ہو گئے جس طرح روح قید ہو جاتی ہے (جسم) خاک میں (کہ اس میں قید ہونے کے سبب مکلف ہو کر اور معاصی کی مرتکب ہو کر مستحق سزا کی ہو جاتی ہے یہی حالت ہماری ہے کہ ہم مقید اور مستحق سزا ہو گئے ہیں ہماری تو یہ مثال اور یہ حالت ہے اور) آپ آفتاب روح (کے مثال) ہیں یوم جزاء میں (وجہ تشبیہ یہ ہے کہ آفتاب سے روح کو جیسا اطباء نے کہا ہے انشراح و انبساط ہوتا ہے اور ان کا انشراح موقوف ہے خلاصی پر حاصل یہ کہ آج کا دن مشابہ ہے یوم الجزاء کے اور اس میں آپ سبب ہیں ہماری خلاصی کے جس کا طریقہ شعر آئندہ میں آتا ہے اور شعر بالا میں چوں شرط ہے اور شعر ثانی جزاء اور مصرعہ ثانیہ شعر بالا کا جملہ معترضہ حاصل جملہ شرطیہ کا یہ ہے کہ وہ عارف تھا بادشاہ کا اور خصوصیت سے یہی مراد ہے اور جملہ معترضہ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر شناسائی زیادہ ہوتی ہے دل کھلا ہوا زیادہ ہوتا ہے چنانچہ یہ امر طبعی اور مشاہد اور موافق عادت کے ہے اور گستاخی اور جرات سے یہی مراد ہے نہ کہ بے باکی و بے حیائی اور اس میں من وجہ اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اسی طرح عارف حق ایک گونہ حق تعالیٰ کے ساتھ بے تکلف ہوتا ہے مگر ادب کے ساتھ اور قرینہ اس اشارہ کا اوپر کے بعض اشعار میں بھی اس عارف شاہ کے حالات سے انتقال



ہے عارف حق کے حالات کی طرف کمافی قولہ چشم عارف داں اماں الخ اور بعض اشعار میں عارف حق کے حالات میں عنوانی رعایت ہے اس عارف شاہ کے قصہ کی کمافی قولہ چشم من از چشمہا الخ کما ذکرتم آگے تتمہ ہے کلام کا یعنی جب آپ ہی سبب ہیں خلاصی کے تو اب اس بات کا وقت آ گیا اے بادشاہ جس کا (شب کا) چلنا (اوروں سے) مخفی ہے (مگر مجھ پر ظاہر ہو گیا آگے بیان ہے کہ کا ہے کا وقت آ گیا۔ یعنی اس بات کا) کہ براہ کرم ڈاڑھی ہلا دیجئے خیر کے ساتھ (یعنی ہماری خیر اس کے ساتھ مقرون ہے) ہر شخص اپنی اپنی خاصیت دکھلا چکا۔ (جس کا رات تذکرہ تھا مگر) ان تمام کمالات نے شقاوت ہی بڑھائی (چنانچہ) ان ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی (اور) ہم ان منصبی کاموں سے سرنگوں اور پست ہیں وہ (ہمارا) ہنر فی جیلھا جبل من مسد (کی مثال) ہے (یہ آیت ابولہب کی بیوی کی شان میں ہے وزن شعر کے سبب من نہ آ سکا یعنی اس کی گردن میں دوزخ میں مضبوطی کی مشابہ زنجیر ہوگی کذافی تفسیری مطلب یہ کہ سبب عقوبت کا ہو گیا اور اس میں انتقال ہے وخامت عاقبت جیل دنیویہ کی طرف اشارہ اور دوسرے مصرعہ میں صراحۃً یعنی) مرنے کے دن ان فنون سے (کچھ) مدد نہ ملے گی (اور مراد ان ہنروں سے ان چوروں کے صرف وہ فنون ہیں جو سرقہ میں معین ہیں جیسے خاک کو سونگھ کر خزانہ بتلادینا کہ یہ مفصلی ہو سرقہ کی طرف جو کہ سبب ہے عقوبت کا اسی طرح کمند ڈال کر چڑھ جانا اسی طرح نقب لگانا ان سبب کا سبب سرقہ ہونا ظاہر ہے اور کتے کی آواز پہچاننا اور تارکی میں دیکھے ہوئے شخص کو پہچان لینا یہ اس عموم میں داخل نہیں چنانچہ آگے جز ہاں خاصیت میں صورت شناسی کا استثناء بھی ہے اور نیز اوپر بھی اس کے منافع و خواص مذکور ہو چکے ہیں جس کی مناسبت سے معرفت حق کے فضائل و برکات مفصلاً مذکور ہوئے تھے اور صورت شناسی یعنی آواز کی شناخت کی مدح عنقریب آتی ہے خاصیت درگوش الخ اور اس میں یہی استماع الحق کی نافیعت و کفایت اجمالاً مذکور ہوگی اور اس صورت شناسی و صوت شناسی کا نفع ہونا ظاہر بھی ہے چنانچہ ایک کا نفع تو ظاہر ہوا کہ بادشاہ کے ترحم کا سبب ہوا اور دوسرے سے بھی اگر کام لیا جاتا تو وہ سبب ہو جاتا چوری سے بچ جانے کا کیونکہ اس صوت سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ بادشاہ ہمارے ساتھ ہے تو چاہئے تھا کہ سرقہ سے رک جاتے مگر کام نہ لینے سے اس کا نفع ظاہر نہ ہوا اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر یہ دونوں وصف نافع تھے تو پھر گرفتار کیوں ہوئے جواب یہ ہے کہ گرفتاری یا سبب گرفتاری یعنی سرقہ میں ان وصفوں کو دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے یہ گرفتاری سرقہ سے ہوئی جس کا ان وصفوں سے کوئی تعلق نہیں اسی واسطے آگے ان دونوں کا استثناء ہے ایک کا یعنی صورت شناسی کا نقطہ دوسرے کا یعنی صوت شناسی کا معنی چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ سب فنون مضر تھے) بجز اسی خاصیت اس خوش حواس کے کہ شب میں جس کی آنکھ سلطان شناس تھی (آگے اسی کی تاکید ہے کہ) وہ سب ہنر تہائی غول طریق تھے بجز اس آنکھ کے کہ وہ بادشاہ سے آگاہ تھی (جس نے شناسائی کو واسطہ بنا کر اوپر کی گفتگو کی جس کا اثر یہ ہوا اور یہی سبب اس استثناء کا ہے کہ) بادشاہ کو اس سے شرم آگئی پیشی کے دن (از بار بمعنی بارگاہ یعنی دربار یا بار یافتن یعنی حاضر شدن ہر دو معنی درغیاث ست و تفسیر ہر دو بلفظ یعنی از احقر اور شرم) اس لئے (آگئی) کہ شب میں روئے شاہ پر اس کی نظر تھی (مخفف نظارہ بمعنی نگرستن بفتح و تخفیف از غیاث یعنی بادشاہ کو اس سے شرم آگئی کہ جب اس نے رات کے دیکھنے سے دن کو پہچان لیا تو میری رفاقت اور محبت اس کو اولاً اور دوسروں کو اس کے واسطے سے متحقق ہوگئی تو ایسے شخصوں کو کیا سزا دوں جن کو میرا رفیق ہونا معلوم ہے تو اصل سبب شرم کا یہ ہے مگر اس کا سبب معرفت ہے اور اس کا سبب شب کا دیکھنا ہے تو شب کا دیکھنا سبب بعید ہوا ظہور و تحقق رفاقت کا اس کی طرف منسوب کر دیا یہ تو استثناء لفظاً تھا صورت شناسی کا آگے معنی استثناء ہے صوت شناسی کا بعد ایک تو طیبہ کے کہ اس میں بھی ایک شناسندہ شاہ کی مدح

ہے یعنی) اور وہ کتا جو شاہ محبوب سے آگاہ تھا اس کا لقب خود سگ (اصحاب) کہف رکھنا چاہئے (کہ اس نے بھی شاہان دین کو پہچانا تھا اس لئے ساتھ ہولیا تھا تو اس شعر کے مضمون کو ماقبل سے بھی مناسبت ہوئی کہ ماقبل میں ایک شناسندہ کی مدح تھی اور اس میں ایک شناسندہ کی مدح ہے اور مابعد سے بھی مناسبت ہے کہ مابعد میں اس سگ شناسندہ کی آواز شناس کی مدح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنکھ کی خاصیت والا بوجہ معرفت اچھا تھا اور اسی معرفت کے سبب یہ سگ بھی اچھا تھا اسی طرح ایک کے) کان میں جو خاصیت تھی وہ بھی اچھی تھی کیونکہ اس خاصیت والا بانگ سگ کے سبب شیر (یعنی شاہ) سے آگاہ تھا (جس کی مدوحیت کی تقریر تمہید شعر جز ہماں خاصیت الخ میں لکھ چکا ہوں اور اس میں اشارہ ہے استماع الحق کی نافعیت کی طرف جس کے ذکر کا وعدہ تمہید مذکور میں احقر نے کیا ہے تقریر اس کی یہ ہے جو کہ بعض حواشی میں لکھی ہے یعنی مرتبہ صاحب دید از ہمہ بالا ترست و اگر آں نبود مرتبہ شنید کہ بگفتن کے از حق آگاہ شود ہم کمالے ست اھ کما قال تعالیٰ و قالو الو کنا نسمع او نعقل الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ محقق نہ ہو تو مقلد ہی ہو اور اس کا دوسرے درجہ میں ہونا عنوان ہم نیکو بود سے بھی ظاہر کر دیا ہے اور مراد دید سے بصیرت ہے یہاں تک مضمون مقصود مقام ختم ہو چکا آگے سگ کے فعل مذکور یعنی آگاہی از شاہ پر متفرع کر کے ایک مستقل مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں یعنی) جب (یہ بات معلوم ہے کہ) سگ بیدار ہے شب کے وقت مثل پاسبان کے (جیسا قصہ میں بھی مذکور تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ) وہ بے خبر نہیں ہے بادشاہوں (یعنی بزرگوں) کی شب خیزی سے (اور یہ ظاہر ہے کہ جو شب کو بیدار رہے گا دوسرے کی شب خیزی سے بھی آگاہ ہوگا اور قصہ میں بھی مع زیادت شناخت شاہ مذکور تھا پس جب سگ میں یہ خاصیت ہے تو اس سے یہ مضمون سمجھو کہ) ہاں بدناموں سے (کسی بدنامی کے سبب) نگ رکھنا نہ چاہئے (بلکہ) ہوش ان کے کمالات خفیہ پر مسلط رکھنا چاہئے (چنانچہ کتابد نام تو ہے مگر اس میں دیکھو یہ ایک وصف کیسے کام کا ہے کہ قابل عمل ہے اسی طرح ظاہری و عرفی ذلت پر نفرت نہ کرے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ہو اس کو تتبع کر کے اس کا اتباع اور اس کی قدر کرے البتہ اگر بدنام کے ساتھ بد کام بھی ہو تو اس سے بغض فی اللہ کا معاملہ ضروری ہے بلکہ اگرچہ بدنام نہ بھی ہو اور مقصود یہاں صرف یہ مضمون ہے نہ کہ کتے کے فضائل بیان کرنا جس سے اس کے اقتناء کی نہی پر شبہ ہو سکے اہل نظر کی عادت ہے کہ حیوانات بلکہ جمادات تک سے عبرت حاصل کیا کرتے ہیں جیسا بکثرت ان حضرات کے بلکہ حکماء کے کلام میں بھی فرضی مکالمات حیوانات و نباتات و جمادات کے مذکور ہیں جن کا مبنی یہی ہے گلستان کے اول ہی میں اس قسم کی ایک حکایت ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم  
بدو گفتم کہ مشکلی یا عیری کہ از بوئے دلاویز تو مستم  
بگفتا من گلے ناچیز بودم و لیکن مدتے باگل نشستم  
جمال ہمنشیں در من اثر کرد و گرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

آگے بھی اسی مضمون کی تفصیل ہے کہ) جو شخص ایک بار بدنام ہو گیا ہو تو خود (دوسروں کو تو اس کا) نام ڈھونڈنا اور خام (و ناقص) ہونا نہ چاہئے (یعنی صرف اس نام پر مدار کار نہ رکھے کہ یہ خام شدن ہے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ہو جس کی مثال آگے ہے یعنی) اے شخص بہت زرا یا ہوتا ہے کہ اس کو (قصداً) سیاہ رنگ کر دیتے ہیں تاکہ وہ تاراج اور گزند سے مامون ہو جاوے (دیکھنے والے اس کی سیاہی دیکھ کر لوہا وغیرہ سمجھ کر چھوڑ



دیں فی الغیاث سیہ تاب رنگے باشد سیاہ بنفشی کہ آہن صیقل دیدہ را بہ آب لیموں و گرمی آتش رنگ کنند اھ اور اس وقت وہ زر بزبان حال کہتا ہے کہ) ہر شخص ہمارے راز مخفی کا کب سراغ لگا سکتا ہے۔ (اے طالب دونوں آنکھیں کھول (اور) ہماری طرف آ کہ پاس آ کر کسوٹی سے پتہ لگے گا دور دور جاہل و محروم رہے گا حاصل اس مضمون کا وہی ہے جو شعر ہیں زبدا ماں انخ کی شرح میں مذکور ہوا ہے آگے اس کی تائید میں گاؤ بحری کی حکایت لاتے ہیں کہ اس کے گوہر شب چراغ کے حاصل کرنے کے لئے تاجر اس پر گار رکھ دیتا ہے پھر موقع سے اٹھالیتا ہے تو دیکھو اگر کوئی شخص صرف ظاہر پر نظر کرے تو گار ہے چنانچہ یہی سمجھ کر وہ گاؤ دریائی اس کو چھوڑ دیتی ہے مگر اس کے باطن میں کیسا بے بہا گوہر ہے چنانچہ تاجر اس راز سے آگاہ ہے وہ نہیں چھوڑتا)۔

فائدہ:- شعر سنگ چو بیدارست کا مصرعہ اول شرط ہے اور مصرعہ ثانیہ بخذف عطف اس پر معطوف ہے اور شعر مابعد ہیں زبدا ماں انخ جزا ہے اور میری تقریر ترجمہ سے بھی یہ ترکیب ظاہر ہوتی ہے اور اس مثال میں اور اسی طرح اس سے اوپر زریہ تاب کی مثال میں اشارہ اس طرف ہے کہ کبھی اہل کمال اپنے کمال کو اور کبھی ایزد متعال ان کے کمال کو قصداً بھی مخفی کر دیتے ہیں۔ لبعض الحکم من الابتلاء و نحوه واللہ اعلم۔

قصہ آں گاؤ بحری کہ گوہر کاویانی از قعر دریا برآوردہ شب بر ساحل دریا نہد و درخش و تاب آں می چرد و باز رگان از کمین بیروں آید چوں گاؤ از گوہر دور تر رفتہ باشد باز رگان بجم و باگل تیرہ گوہر اپوشاند و بردرخت گریزد اس سمندری نیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب نیل گوہر سے زیادہ دور چلا جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت پر بھاگ جاتا ہے۔

گاؤ آبی گوہر از بحر آورد	بہد اندر مرج و گردش می چرد
دریائی گاؤ دریا سے گوہر کو نکال کر لاتا ہے	سبزہ زار میں رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے
در شعاع نور گوہر گاؤ آب	می چرد از سنبل و سوسن شتاب
نور گوہر کی شعاع میں وہ گاؤ دریائی	سنبل اور سوسن جلدی جلدی چرتا ہے
زاں فگندہ گاؤ آبی عنبرست	کہ غذایش نرگس و نیلوفرست
اس لئے گاؤ آبی کا پس انگندہ عنبر ہوتا ہے	کیونکہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہیں
ہر کہ باشد قوت او نور جلال	چوں نزاید از لبش سحر حلال
جس کی غذا نور جلال ہو	کیونکہ اس کے لبوں سے سحر حلال پیدا نہ ہو گا

ہر کہ چوں زنبور و حیستش نقل	چوں نباشد خانہ او پر غسل
جس کا حصہ زنبور کی طرح الہام ہو	کیونکہ اس کا گھر پر غسل نہ ہو گا
می چرد در نور گوہر آں بقر	ناگہاں گردد ز گوہر دور تر
وہ گاؤں نور گوہر میں چرتا رہتا ہے	اچانک وہ گوہر سے دور چلا جاتا ہے
تاجرے برادر نہد و حل سیاہ	تا شود تاریک مرج و سبزہ گاہ
کوئی تاجر اس گوہر پر سیاہ کچھ رکھ دیتا ہے	تاکہ وہ سبزہ زار اور سبزہ گاہ تاریک ہو جاوے
پس گریزد مرد تاجر بر درخت	گاو جویاں مرورا با شاخ سخت
پھر مرد تاجر درخت پر بھاگ جاتا ہے	وہ گاؤں اس کو مضبوط سینگ لئے ہوئے ڈھونڈتا ہے
چند بار آں گاؤں تازد گرد مرج	تا کند آں خصم را در شاخ درج
چند بار وہ گاؤں چراگاہ کی اطراف میں پھرتا ہے	تاکہ اس مخالف کو سینگ میں لپیٹ لے
چوں ازو نومید گردد گاو زر	آید آنجا کہ نہادہ بد گھر
جب وہ گاؤں زر اس سے ناامید ہو جاتا ہے	تو وہاں آتا ہے جہاں موتی رکھا تھا
و حل بیند فوق در شاہوار	پس زطیس بگریزد او ابلیس وار
کچھ دیکھتا ہے در شاہوار کے اوپر	پس کچھ سے بھاگ جاتا ہے ابلیس کی طرح
کاں بلیس از متن طیس کور و کرسٹ	گاؤں کے داند کہ در گل گوہرست
کہ وہ ابلیس مابین الطین سے کور و کر ہے	گاؤں کب جانتا ہے کہ گل کے اندر گوہر ہے
اھبطوا افگند جاں را در حیض	از نمازش کرد محروم آں محیض
حکم اھبطوا نے روح کو پستی میں ڈال دیا	اس روح کو نماز سے محروم کر دیا اس حیض نے
اے رفیقاں زیں مقیل و زان مقال	اتقوا ان الھویٰ حیض الرجال
اے رفیقو اس قبولہ اور اس مقولہ سے	پرہیز کرو تحقیق ہوائے نفسانی حیض الرجال ہے
اھبطوا افگند جاں را در بدن	تا بگل پنہاں بود در عدن
حکم اھبطوا نے روح کو بدن میں ڈال دیا	تاکہ گل میں در عدن پنہاں ہو جاوے
تاجرش داند و لیکن گاؤں نے	اہل دل داند ہر گل کاؤں نے
اس کو تاجر جانتا ہے اور گاؤں نہیں	اہل دل جانتے ہیں ہر مٹی کا کھودنے والا نہیں



ہر گلے کا ندر دل او گوہر یست	گوہر ش غماز طین دیگر یست
جس گل کے قلب میں کوئی گوہر ہے	اس کا یہ گوہر دوسری گل کا بخر ہے
واں گلے کز رش حق نورے نیافت	صحت گلہائے پر در بر نافت
اور جس گل نے نور پاشی حق سے نور نہیں پایا	گلہائے پردر کی صحت کو برداشت نہیں کر سکا
ایں سخن پایاں ندارد موش ما	ہست بر لبہائے جو بر گوش ما
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس ہمارے چوہے کی آواز	لب جو پر ہمارے کان میں ہے

دریائی گاؤ (گائے یا نیل) دریا سے گوہر کو نکال کر لاتا ہے (اور) سبزہ زار میں (اس کو) رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے (رات کو) ایسا کرتا ہوگا تاکہ اس کی روشنی سے نظر آوے (نور گوہر کی شعاع میں وہ گاؤ دریائی سنبل اور سوسن (وغیرہ) جلدی جلدی چرتا ہے اس لئے گاؤ آبی کا پس افگندہ عنبر ہوتا ہے کیونکہ اس کی غذا زرخس اور نیلوفر (وغیرہ لطیف اور خوشبودار نباتات ہیں) یہ ایک مشہور قول ہے بعض نے اس کو رد کر کے عین فی البحر یا نبات فی البحر اس کی ماہیت لکھی ہے کما نقلہ العلامة الشامی فی کتاب الطہارۃ اور صاحب غیاث نے تحقیق کیا ہے کہ وہ ایک موم ہے جو زنبور عسل سے جس کی غذا انواع گیہا خوشبودار ہے حاصل ہوتا ہے الخ آگے انتقال ہے کہ جس طرح گاؤ بحری کا خوشبو کھانا سبب ہوتا ہے خوشبو حاصل ہونے کا اسی طرح) جس کی (روحانی) غذا نور جلال (ذکر و طاعت) ہو کیونکہ اس کے لبوں سے سحر حلال (کلام موثر) پیدا نہ ہوگا جس کا حصہ زنبور کی طرح الہام (حق) ہو کیونکہ اس کا گھر (یعنی دہن) پر عسل نہ ہوگا (نخل بختین غنیمت وہبہ من القاموس اشارہ ہے آیت واوحی ربک الی النحل الی قولہ کلی من کل الثمرات الی قولہ یخرج من بطونہا اس آیت میں مذکور ہے کہ نخل سے عسل حاصل ہونا الہام سے مسبب ہے اسی طرح صاحب الہام کے منہ سے معارف ظاہر ہوتے ہیں جو مسبب ہیں الہام سے اور بعض نے خانہ سے مراد دل لیا ہے مگر اس کو بطون نخل سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب ہوتا البتہ فم مثل خانہ عسل کے ظاہر اور مظہر عسل ہے غرض) وہ گاؤ نور گوہر میں چرتا رہتا ہے اچانک (چرتے چرتے) وہ گوہر سے دور چلا جاتا ہے (اس وقت) کوئی تاجر (جو اسی غرض سے وہاں گیا ہوا ہوتا ہے) اس گوہر پر سیاہ کیچڑ رکھ دیتا ہے تاکہ وہ سبزہ زار اور سبزہ گاہ تاریک ہو جاوے (کیونکہ وہ موتی کو چھپا کر شعاعوں کو روک دیتا ہے) پھر (کیچڑ رکھتے ہی) مرد تاجر درخت پر بھاگ جاتا ہے (اور) وہ گاؤ اس کو مضبوط سینک لئے ہوئے ڈھونڈتا ہے چند بار وہ گاؤ چراگاہ کی اطراف میں پھرتا ہے تاکہ اس مخالف کو سینک میں لپیٹ لے (مگر وہ درخت پر مامون بیٹھا رہتا ہے پس) جب وہ گاؤ نراس سے ناامید ہو جاتا ہے تو وہاں آتا ہے جہاں (اول) موتی رکھا تھا (مگر وہاں آ کر) کیچڑ دیکھتا ہے (جو) درشا ہوار کے اوپر (رکھ دیا گیا تھا) پس کیچڑ سے بھاگ جاتا ہے ابلیس کی طرح کہ وہ ابلیس (بھی) مابین الطین سے (یعنی مافی بطن الطین سے) کو رو کر ہے (اسی طرح) گاؤ کب جانتا ہے کہ گل کے اندر گوہر ہے (اس تشبیہ ابلیس میں اشارہ ہے اس کے سبب اباہ کی طرف خلقتی من نار و خلقتہ من طین پس اس نے صرف طین آدم کو دیکھا اس طین کے

اندر جو روح متصف بالکمالات تھی اس کو نہ دیکھانی المنتخب متن مابین پر تیر تا سیان تیر اس شعر میں تو روح آدم علیہ السلام کا طین بدن میں مستور ہونا مذکور تھا آگے تمام بنی آدم کی روح کی یہی کیفیت کہ تکوینیہ ہے اور اس کے ساتھ بعض کے سوء اکتساب سے روح کی ایک دوسری کیفیت کہ اختیار یہ ہے بیان فرماتے ہیں کہ (حکم اہبطوا نے روح کو پستی میں (جس کی تفسیر آگے ہے در بدن) ڈال دیا۔ (یعنی ارواح کو حکم ہوا کہ نیچے زمین میں اترو اور زمین میں اترنا یہی ہے کہ بدن خاکی سے متعلق ہو جاؤ اور ممکن ہے کہ یہ اہبطو وہی ہو جو قصہ آدم علیہ السلام میں واقع ہوا ہے وہ تو جنت سے بدن بھی لے کر آئے اور دوسروں کے ابدان یہاں بنتے ہیں پھر روح متعلق ہو جاتی ہے تو اوروں کی صرف روح مخاطب ہوگی بضمن خطاب آدم علیہ السلام اسی لئے جمع کا صیغہ آیا حاصل دونوں تو جیہ کا ایک ہی ہے سو یہ ہبوط واضطراری اور غیر مذموم تھا مگر یہ سبب ہو گیا بعض کے لئے بواسطہ سوء اکتساب کے دوسرے تنزل معنوی کا یعنی معاصی کا آگے اس سبب کی تقریب سے اس سبب کا بھی ذکر کرتے ہیں ترہیب کے لئے کما یدل علیہ اتقوا الاتی یعنی) اس روح کو نماز (یعنی قرب) سے محروم کر دیا اس حیض (یعنی گناہ) نے (جس کا ذکر شعر آئندہ میں ہے الہوی حیض الرجال یعنی) اے رفیقو اس قیلوہ (یعنی عیش غیر مباح) اور اس مقولہ (یعنی تکلم بالجناح) سے پرہیز کرو تحقیق ہوئے نفسانی (مقرون بالمعصیت) حیض الرجال ہے (کہ مانع قرب حق ہے اس ہبوط معنوی کا ذکر اس کے سبب بعید یعنی ہبوط سوری کے ساتھ ایسا ہے جیسا قرآن مجید میں انا عرضنا الامانة الى قوله حملها الانسان کے بعد انه كان ظلوما جهولا ليعذب الله الخ ارشاد ہوا ہے ظاہر ہے کہ محض عرض یا حمل نہ ظلومیت و جہولیت کو مستلزم ہے نہ تعذیب کو مگر چونکہ بواسطہ وہ سبب ہو گیا اس کا اس لئے بصورت ترتب کے اس کا ذکر فرما دیا جیسا وہ اس کے مقابل یعنی تیوب کا بھی بواسطہ حسن اکتساب کے آیت میں سبب قرار دیا گیا اسی طرح از نمازش کرداخ میں بعد ہبوط اضطراری کے بصورت ترتب اس کا ذکر بھی لایا گیا آگے اسی اہبطو اور حیض مبہم کی تفسیر ہے یعنی) حکم اہبطوا نے روح کو بدن میں ڈال دیا تاکہ گل (بدن) میں (روح کا) درعدن پنہاں ہو جاوے (اور جس طرح) اس (گوہر) کو تاجر جانتا ہے اور گاؤں نہیں (جانتا اسی طرح گوہر روح باکمال کو) اہل دل جانتے ہیں ہر مٹی کا کھودنے والا (باحث عن احکام الجسم) نہیں (جانتا آگے اہل دل دانند کا بیان ہے کہ) جس گل کے قلب میں کوئی گوہر ہے (یعنی جس بدن میں کوئی روح صاحب کمال ہے) اس کا یہ گوہر دوسرے گل کا مخبر ہے (یعنی اس کو دوسرے بدن کی روح باکمال کا بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ ولی راوی می شناسد اور جس گل نے (جو کہ اس مذکور کی ضد ہے کہ اس نے) نور پاشی حق سے نور نہیں پایا (یعنی وہ مہتدی نہ ہوا کما فی الحدیث المرفوع ان الله خلق خلقه في ظلمة فالقي عليهم من نوره فمن اصابه من ذلك النور اهتدى ومن اخطاه ضل رواه احمد والترمذی کذا فی مشکوٰۃ وہ) گل ہاے پردر کی صحبت کو برداشت نہیں کر سکا (چنانچہ معاندین کو اہل اللہ سے نفور دیکھا جاتا ہے آگے رجوع ہے قصہ موش و چغز واقعہ عشر سادس کی طرف کہ) یہ مضمون (مذکور اختفاء کمال در صورت ظاہر الا بتدال) انتہا نہیں رکھتا (لکثرة جزئیات اس لئے اس کو رہنے دو اور وہ قصہ پورا کرو کیونکہ) اس ہمارے چوہے کی آواز لب جو پر ہمارے کان میں ہے (جو چغز سے بول رہا ہے یعنی ہم اس قصہ کو بھولے نہیں)۔



رجوع کردن بقصہ طلب کردن آں موش آں چغز را از  
لب جود کشیدن او سر رشته تا چغز در آب خبردار شود از طلب او  
اس چو ہے کے اس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کے قصہ کی طرف واپسی اور  
اس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تا کہ مینڈک پانی میں اس کے بلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرشتہ عشق رشتہ می کشد	بر امید وصل چغز بارشد
وہ عشق کا خمیر کیا ہوا ڈورے کو کھینچ رہا ہے	چغز صاحب رشد کی امید وصل پر
می تند بر رشتہ دل دمبدم	کہ سررشتہ بدست آورده ام
تن رہا ہے رشتہ دل پر دمبدم	کہ ڈورے کا سرا میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے
ہمچو تارے شد دل و جاں در شہود	تا سر رشتہ بمن روی نمود
مثل تار کے ہو گیا دل و جان مشاہدہ میں	تب کہیں یہ سر رشتہ مجھ کو نظر آیا ہے
چوں غراب البین آمد ناگہاں	در شکار موش و بردش زان مکان
جب فراق کا کوا آیا ناگہاں	شکار موش میں اور اس کو اس جگہ سے لے گیا
چوں برآمد بر ہوا موش از غراب	منسحب شد چغز نیز از قعر آب
جب چو غراب کے سب ہوا میں آیا	تو چغز بھی قعر آب سے کھنچ گیا
موش در منقار زاغ و چغز ہم	در ہوا آویختہ پا در رتم
موش تو منقار زاغ میں اور چغز بھی	ہوا میں معلق پاؤں بندھا ہوا ڈورے میں
خلق می گفتند زاغ از مکر و کید	چغز آبی را چگونہ کرد صید
عام خلق کہہ رہے تھے کہ زاغ نے مکر و حیلہ سے	چغز آبی کو کیونکر شکار کیا ہے
چوں شد اندر آب و چو نش در ر بود	چغز آبی کے شکار زاغ بود
وہ پانی کے اندر کیسے گیا اور اس کو کیسے اچک لیا	چغز آبی زاغ کا شکار کب تھا
چغز گفتا ایں سزای آں کسے	کو چو بے آباں شود جفت نحسے
چغز نے کہا کہ یہ سزا اس شخص کی ہے	جو کہ بے آبروؤں کی طرح کینوں کا قرین ہو جاوے
اے فغاں از یارنا جنس اے فغاں	ہمنشین نیک جوئید اے مہاں
اے لوگو فریاد ہے یارنا جنس سے اے لوگو فریاد ہے	ہمنشیں صالح ڈھونڈو اے بزرگو

وہ عشق کا خمیر کیا ہوا (چوہا) ڈورے کو کھینچ رہا ہے چغز صاحب رشد کی امید وصل پر (اور) تن رہا ہے (یعنی عجب و ناز کر رہا ہے) رشتہ دل (یعنی تعلق قلب) پر دمبدم کہ ڈورے کا سرا میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے (یعنی اپنے علاقہ محبت کے استحکام پر خوش ہے کہ اس کا ایک ذریعہ میرے ہاتھ آ گیا اور اس سے کام لے کر جس وقت چاہتا ہے چغز کو کھینچ لیتا ہے جیسا شعرا دل میں ہے اور وہ اپنی اس مشقت کے بعد کارگزاری و کامیابی پر اتراتا ہے اور کہتا ہے کہ) مثل تار کے ہو گیا (میرا) دل و جان (شوق) مشاہدہ میں تب کہیں یہ سر رشتہ مجھ کو نظر آیا ہے (یعنی مشقت اور سوچ میں میرا دل تار تار ہو گیا تب اس تدبیر کا ظہور ہوا پھر اس کا جو انجام ہوا اس کو ذکر فرماتے ہیں کہ) جب فراق کا کوآ آیا ناگہاں شکار موش میں اور اس کو اس جگہ سے (اٹھا) لے گیا۔ جب چوہا غراب کے سبب ہوا میں آیا تو چغز بھی قعر آب سے کھینچ گیا (کیونکہ دونوں ایک رشتہ میں منسلک تھے اور بعض اقسام غراب کو جاہلیت میں سبب فراق احبا کا سمجھتے تھے اس سے یہ محاورہ ہو گیا مطلق منحوس اور مضرتے میں اور یہاں اس غراب سے نصرت کا وقوع ظاہر ہے کہ) موش تو منقار زاغ میں اور چغز بھی ہوا میں معلق پاؤں بندھا ہوا ڈورے میں عام خلق (اس تماشا کو دیکھ کر) کہہ رہے تھے کہ (دیکھو) زاغ نے مکرو حیلہ سے چغز آبی کو کیونکر شکار کیا ہے (یعنی وہ (زاغ) پانی کے اندر کیسے گیا اور اس (چغز) کو کس طرح اچک لیا (ورنہ بھلا) چغز آبی زاغ کا شکار کب تھا چغز نے (دل میں) کہا کہ یہ سزا اس شخص کی ہے جو کہ بے آبروؤں کی طرح کمینوں کا قرین ہو جاوے (یعنی صحبت اشرا کا یہ نتیجہ ہے اور ایسی محبت چونکہ سبب ہوتا ہے بے آبروئی کا اس لئے ایسی صحبت والے کو شبہ دی بے آبروؤں کے ساتھ اور بے آبان میں عجیب لطیفہ ہے کہ وہ چغز آبی تھا اور موش بے آب تھا آگے مولانا نتیجہ قصہ کا بتائید شعر سابق فرماتے ہیں کہ) اے لوگو فریاد ہے یارنا جنس سے اے لوگو فریاد ہے ہمنشیں صالح ڈھونڈو اے بزرگو (ناجنس سے مراد بد کہ وہ نیکیوں کا مجانس نہیں اور ہمنشیں نیک جوئید میں اشارہ اس طرف ہے کہ چغز کو جو موش کی صحبت سے ضرر ہوا وہ اختلاف صنفی کے سبب نہیں ہوا اگر وہ عاقل ہوتا تو یہ اختلاف مضرت نہ تھا کیونکہ وہ ایسی مہمل حرکت ہی نہ کرتا بلکہ اس لئے ضرر ہوا کہ وہ نیک یعنی عاقل نہ تھا پس مجانست سے مراد اوصاف حمیدہ میں اشتراک ہے نہ کہ جنس و نوع منطقی میں اسی طرح ناجنسی سے مراد اوصاف مذکورہ میں اختلاف ہے پس اب یہ شبہ بھی نہ رہا کہ انسان کو اگر انسان کی صحبت ہو وہ کیوں مذموم ہے وہ تو دونوں متجانس ہیں چنانچہ اشعار مابعد میں آگے کی سرخی تک یہی مضمون ہے اس تقریر میں وہاں تک کا ربط ظاہر ہو گیا۔

عقل را انغاں ز نفس پر عیوب	ہچو بنی بدے بر روی خوب
عقل کو نفس پر عیوب سے انغاں ہے	جیسے بری ناک خوبصورت چہرہ ہے
عقل می گفتش کہ جنسیت یقین	از رہ معنی ست نے از آب و طین
عقل اس سے کہتی تھی کہ جنسیت یقیناً	راہ اوصاف سے ہے نہ کہ آب و گل سے
ہیں مشو صورت پرست و ایں مگو	سر جنسیت بصورت در مجو
ہاں تو صورت پرست مت ہو اور یہ مت کہہ	حقیقت تجانس کو صورت سے مت ڈھونڈ



صورت آمد چوں جماد و چوں حجر	نیست جامد را ز جنسیت خبر
صورت مثل جماد اور مثل حجر کے ہے	جماد کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں
جاں چو مور و تن چو دانہ گندم	می کشاند سو بسویش ہر دم
روح مثل چیونٹی کے اور جسد مثل دانہ گندم کے ہے	وہ چیونٹی اس گندم کو ہر دم کھینچنے لئے پھرتی ہے
مور داند کاں حبوب مرتہن	مستحیل و جنس من خواہد شدن
چیونٹی جانتی ہے کہ وہ مقبوضہ حبوب	مستحیل اور میری جنس ہو جاویں گے
آں یکے مورے گرفت از راہ جو	مور دیگر گندمے بگرفت و دو
ایک چیونٹی نے تو راستہ سے جو لے لیا	دوسری چیونٹی نے ایک گندم لے لیا اور دوڑا
جو سوی گندم نمی تازد ولے	مور سوی مور می آید بلے
جو گندم کی طرف نہیں دوڑتا لیکن	ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کی طرف آ رہی ہے البتہ
رفتن جو سوی گندم تابع ست	مور راہیں کو جنسش راجع ست
جو کا جانا گندم کی طرف تابع ہے	چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنے جنس کی طرف حرکت کر رہی ہے
تو مگو گندم چرا شد سوی جو	چشم را بر خصم نہ نے بر گرو
تو مت کہہ کہ گندم کیوں گیا جو کی طرف	چشم کو صاحب معاملہ پر رکھ نہ کہ مقبوض پر
مور اسود برسر لبد سیاہ	مور پنہاں دانہ پیدا پیش راہ
سیاہ چیونٹی سیاہ نمندہ کی سطح پر ہو	تو چیونٹی غفلت رہے گی دانہ ظاہر راستہ کے سامنے ہوگا
عقل گوید چشم را نیکو نگر	دانہ ہرگز کے رود بیدانہ بر
عقل آنکھ سے کہے گی کہ خوب غور سے دیکھ	دانہ بدوں دانہ بر کے ہرگز نہیں چل سکتا
زیں سبب آمد سوی اصحاب کلب	ہست صورتها حبوب و مور قلب
اسی سبب سے اصحاب کی طرف کتا آیا	صورتیں حبوب ہیں اور قلب مور ہے
زاں شود عیسیٰ سوی پاکان چرخ	بد قفسہا مختلف یک جنس فرخ
اسی سے عیسیٰ علیہ السلام قدسیاں چرخ کی طرف چلے جاتے ہیں	قفس تو مختلف ہیں چوزے ایک جنس ہیں
ایں قفس پیداواں فرخش نہاں	بے قفس کش کے قفس گردد رواں
یہ قفس تو ظاہر ہے اور اس کا وہ چوزہ خفی ہے	بدوں قالب کش کے قالب کب متحرک ہو سکتا ہے

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر	عاقبت میں باشد و حبر و قریر
اے مخاطب وہ آنکھ ٹھنڈی رہی کہ عقل اس کی حاکم ہو	وہ عاقبت میں ہو اور دانشمند اور خنک ہو
فرق زشت و نغز از عقل آورید	نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید
فرق قبیح اور حسن کا عقل سے لاؤ	نہ کہ آنکھ سے کہ سیاہ و سفید سے حکایت کر دیتی ہے
چشم غره شد بخضرای دمن	عقل گوید بر محک ماش زن
آنکھ فریفت ہو گئی سرگیں پر جے ہوئے سبزہ پر	عقل کہتی ہے کہ اس کو ہماری کسوٹی پر لگا
آفت مرغست چشم کام ہیں	مخلص مرغست عقل دام ہیں
مرغ کی آفت ہے چشم مرغوب ہیں	مرغ کی خلاصی کا سبب ہے عقل دام ہیں
دام دیگر بد کہ عقلش در نیافت	وجی غائب ہیں بداں سوزاں شتافت
ایک دوسرا دام اور بھی تھا جس کو عقل دریافت نہ کر سکی	وجی غیب میں اس طرف اس سبب سے دوڑی
جنس و ناهنس از خرد تانی شناخت	سوی صورتہا نشاید زود تاخت
جنس اور ناهنس کو تو عقل سے شناخت کر سکتا ہے	صورتوں کی طرف جلدی دوڑنا نہ چاہئے
نیست جنسیت بصورت لی و لک	عیسیٰ آمد در بشر جنس ملک
جنسیت صورت سے نہیں جو میرے لئے اور تیرے لئے حاصل ہے	یسے علیہ السلام بشر میں رہ کر ملائکہ کے جنس تھے
بر کشیدش فوق ایں نیلی حصار	مرغ گردونی چو چغزش زاغ وار
ان کو اس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا	طاہر آسمانی نے مثل اس موش کے چغز کے مانند زاغ کے

(انتقال ہے قصہ سے طرف ارشاد کے جو اس سے اوپر کے شعر میں مجمل تھا یہاں مفصل ہے اور ربط کی تقریر اس شعری شرح میں مذکور ہو چکی ہے کہ تجر: رہے صحبت ناهنس سے اور تفسیر ہے ناهنس کی یعنی ہم نے جو ناهنس سے فغاں بغرض تحذیر کیا ہے اس ناهنس سے مراد غیر متوائق فی الخلق بفتح الخاء نہیں بلکہ غیر متوائق فی الخلق بضم الخاء ہے چنانچہ اسی بناء پر روح اور نفس میں باوجود اس کے کہ حقیقۃً خلقیہ بفتح الخاء میں باہم متوائق یعنی جنس قریب میں شریک ہیں کہ جو ہر مجرد کی دونوں نوع ہیں اگر روح اور نفس کچھ ذاتیات میں بھی مختلف ہوں یا اس معنی کر متوائق ہیں کہ نوع میں شریک ہیں اگرچہ دونوں میں عوارض ہی کا اختلاف ہو کہ داعی الے الخیر کو روح اور داعی الے الشر کو نفس کہا جاوے گو یہ دعوت الی الشر و امر بالسوء کبھی مجاہدہ وغیرہ سے بدل کر اسکی صفت لوازمہ و مطمئنہ ہو جاوے جیسے ایک اقلیم کا آدمی دوسری اقلیم میں رہ کر وہاں کے لوگوں کی عادات راسخ کر لے لیکن اصل کے اعتبار سے وہ صنفاً مختلف ہی رہے گا اور اس طرح ان دونوں میں صرف اختلاف صنفی ہی ہو اور یہ دو احتمال اس لئے نکالے ہیں کہ ان کی حقیقت کسی دلیل قطعی سے معلوم نہیں ہوئی اور ذوقاً مجھ کو دوسرا احتمال اقرب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم



حاصل یہ کہ روح نفس میں باوجود یکہ حقیقہ خلقیہ بفتح الحاء میں باہم توافق ہے اور اس اعتبار سے ناجنس نہیں ہیں لیکن چونکہ حقیقہ خلقیہ بضم الحاء میں باہم متوافق نہیں یعنی اوصاف میں مختلف ہیں چنانچہ نفس باعتبار اقتضاء اپنی اصل صنف کے امارہ بالسوء ہے اور روح آمر بالخیر ہے اس لئے اس اعتبار سے یہ ناجنس ہیں اور ہمارے اس کلام بالا میں کہ اے فغاں از یارنا جنس اے فغاں ناجنس سے یہی مراد ہے پس اس بناء پر (یعنی روح صاحب قوت عاقلہ) کو نفس پر عیوب سے فغاں ہے (کہ وہ نفس عدم تجانس کے سبب باعتبار روح کے ایسا ہے) جیسے بڑی ناک خوبصورت چہرہ پر (روح کو بعنوان عقل تعبیر کرنے میں اشارہ ہے اس کے وصف دعوت الی الخیر کی طرف اس لئے کہ عقل کا اقتضاء للخیر مشہور ہے اور نفس کو پر عیوب کے ساتھ موصوف کرنا اس کے امارہ بالسوء ہونے پر صریح دال ہے تو دونوں وصف کے ذکر میں اقل درجہ ان کے اختلاف صنفی کی طرف اشارہ ہو گیا اور جس طرح ان دونوں وصف یعنی عاقلیت و معیوبیت کے ایراد میں دلالت ہو گئی روح اور نفس کے مختلف الاوصاف ہونے پر جس کا ذکر اس شعر کی تمہید کے آخر میں ہوا ہے اور شعر آئندہ میں بھی از رہ معنی ست میں اس کا ذکر ہوگا اسی طرح اسی شعر آئندہ میں روح اور نفس کے توافق فی الجنس یا فی النوع کو جس کا ذکر شعر عقل را افغاں الخ کی تمہید کے اول میں احقر نے کیا ہے بیان فرماتے ہیں اور اسی کو دیکھ کر احقر نے تمہید میں ربط ہر دو شعر اور توضیح معنی کے لئے لکھا تھا پس فرماتے ہیں (کہ) عقل (یعنی روح) اس (نفس) سے (فغاں کے وقت) کہتی تھی کہ جنسیت یقیناً راہ اوصاف (باطنیہ) سے ہے نہ کہ آب و گل (یعنی صورت و حقیقت خلقیہ بکسر الحاء) سے (اور اے نفس مجھ کو یعنی روح کو تیرے ساتھ شرکت و صفی و خلقی بضم الحاء ہی نہیں گو شرکت صوری و خلقی بکسر الحاء ہو اس لئے تجھ سے میں فغاں کرتی ہوں آگے اسی تحقیق مذکور متعلق تجانس کی تفصیل و توضیح ہے بمقولہ مولانا پس فرماتے ہیں کہ) ہاں تو صورت پرست مت ہو (یعنی شرکت خلقیہ بالکسر پر نظر مت کر) اور یہ مت کہہ (کہ صورت معتبر ہے اور) حقیقت تجانس کو صورت (بالمعنی المذکور) سے مت ڈھونڈھ (آگے صورت بالمعنی المذکور کو کہ شامل ہے ذوی العقول کو بھی چنانچہ اسی بناء پر روح و نفس میں اوپر شرکت صوری کا حکم کیا گیا اس صورت کو شبہ دیتے ہیں صورت بمعنی جسد محض کے ساتھ کہ غیر ذوی العقول میں سے ہے اور تشبیہ دیکر صورت مشبہ بہ کے لئے حکم مذکور عدم اعتماد بالصورة کا ثابت کر کے صورت شبہ کے لئے اس حکم کے اثبات سابق کی توجیہ کرتے ہیں کیونکہ صورت مشبہ کے احکام بوجہ اس کے کہ وہ خود خفی الوجود ہے خفی تھے اور صورت مشبہ بہ کے احکام بوجہ اس کے کہ وہ خود محسوس ہے ظاہر پس مقصود استدلال نہیں کیونکہ حکم مذکور نظری نہیں بدیہی ہے مگر چونکہ بدیہی جلی بھی نہیں بلکہ خفی ہے اس لئے تشبیہ و تمثیل سے اس کی توضیح مناسب ہوئی پس فرماتے ہیں کہ) صورت (جسدیہ) مثل جماد اور مثل حجر کے ہے (یعنی اگر اس کے ساتھ روح کا تعلق ملحوظ نہ ہو وہ ہونی نفس جماد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ وہ مجموعہ ہے چند عناصر کا مثل دیگر جمادات کے اور مثل اس لئے کہا کہ اور جمادوں سے اس کو یہ فرق ہے کہ اس کے ساتھ بالفعل روح کا بھی تعلق ہے اس اعتبار سے مثل جماد کے ہوا لیکن فی نفسہ وہ جماد ہی ہے اور مقصود اس مقام پر یہی ہے خصوصیت مماثلت کی مقصود نہیں و سیاتی القرینۃ علیہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور) جماد کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں (دوسرا مقدمہ یہ ہوا ہذا قرینۃ ما ذعیت قبل والالم یکرر الا وسط فلان نتیجہ یہ نکلا کہ صورت کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں اور اس کے ساتھ ایک مقدمہ یہ منضم ہوگا کہ جنسیت معتبرہ معتد بہا مبحث عنہا فی الفنون المقصودہ وہ ہے جس کی جنس کو خبر بھی ہو جس کی دلیل یہ حدیث ہے الارواح جنود مجنۃ فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف کہ اس میں اختلاف کہ مستلزم ہے تناسب اخلاق و اوصاف کو جو حقیقت ہے تجانس کی مبنی کیا گیا ہے تعارف پر والضد علی الضد اور تعارف اور تناکر دونوں مستلزم ہیں



خبر و شعور کو اس سے صاف معلوم ہوا کہ جنسیت معتبرہ وہ ہے جس کی اس تجانس کو خبر بھی ہو پس جب صورت کو جنسیت کی خبر نہیں پس اس کا تجانس معتبر بھی نہیں پس ثابت ہو گیا کہ صورت میں تجانس کا اعتبار نہیں پس اس صورت مشبہ بہ میں تجانس کے غیر معتبر ہونے سے صورت مشبہ میں بھی تجانس کے غیر معتبر ہونے کی توضیح ہو گئی آگے اس صورت مشبہ بہ کی بے خبری از جنسیت کو کہ مطلوب تھا قیاس اول کا ایک مثال سے واضح کرتے ہیں جس میں ایک شبہ کا بھی دفع ہے جو اس مطلوب پر واقع ہوتا ہے کہ ہم تو جسد کو بھی حساس اور متحرک دیکھتے ہیں جس سے اس کی باخبری ثابت ہوتی ہے پھر یہ دعویٰ کیسے صحیح ہوا حاصل دفع کا اس مثال کے بعد یہ ہوگا کہ اس کا حساس سمجھنا دھوکہ ہے وہ حساس نہیں بلکہ حساس روح ہے اسی طرح متحرک وہ خود نہیں اس کی محرک روح ہے پس وہ دعویٰ بلا غبار صحیح رہا تقریر مثال کی یہ ہے کہ (روح مثل چیونٹی کے اور جسد مثل دانہ گندم کے ہے وہ چیونٹی اس گندم کو ہر دم کھینچے لئے پھرتی ہے) اور ایک شبہ مقدمہ ثانیہ قیاس ثانی پر خود اس مثال سے واقع ہو سکتا تھا کہ دانہ اگر چیونٹی کی جنس نہیں ہے تو چیونٹی کو اس کی رغبت کیوں ہے اور اگر جنس ہے تو دانہ بے خبر ہے تو جنسیت کے لئے باخبری ضروری نہ ہوئی تو مقدمہ ثانیہ قیاس ثانی کا غلط ہو گیا شعر آئندہ میں اس کا جواب دیتے ہیں کہ (چیونٹی جانتی ہے کہ وہ مقبوضہ جو ب مستحیل اور میری جنس ہو جاویں گے) جیسا کہ غذا ہونے کے بعد ہوتا ہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ دانہ بالفعل تو چیونٹی کی جنس نہیں اور اس کی حالت بالفعل کی اس کا مدار رغبت بھی نہیں اس کو رغبت ہے آئندہ کے حالات کے اعتبار سے اور اس وقت وہ اس کی جنس ہو جاوے گا اور جب وہ جنس ہو چکے گا تو ذی روح ہونے کے سبب باخبر بھی ہوگا پس وہ مقدمہ بھی صحیح رہا اب ایک اور شبہ ہو سکتا تھا قیاس اول کے مطلوب پر کہ اگر اجساد باخبر نہ ہوتے تو ان میں باہم ایک کا دوسرے کی طرف چلنا پھرنا کیسے ہوتا اور یہ بھی دیا ہی شبہ ہے جیسا اسی مطلوب پر پہلے بھی ہوا تھا جس کا جواب جان چومورائے میں دیا ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح کا ہے تقریر جواب اسی مثال سے ہے کہ فرض کرو کہ (ایک چیونٹی نے تو راستہ سے جو (کا دانہ) لے لیا) اور (دوسری چیونٹی نے ایک گندم لے لیا اور دوڑنا) اختیار کیا فقولہ دو معطوف علی قولہ گندمی و معمول کملہ لقولہ بگرفت یعنی دویدن گرفت اور پھر مثلاً وہ جو لینے والی چیونٹی گندم والی کی طرف چلی تو ظاہر ہے کہ (جو) (خود) گندم کی طرف نہیں دوڑتا لیکن ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کی طرف آرہی ہے البتہ (اور ظاہر میں کم ہیں نا حقیقت داں کو جو یہ معلوم ہوگا کہ جو جا رہا ہے گندم کی طرف تو یہ) (جو) کا جانا گندم کی طرف تابع ہے (حرکت مور کے اور واقع میں) چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنے جنس کی طرف حرکت کر رہی ہے تو (تعجب سے یوں) مت کہہ کہ گندم کیوں گیا جو کی طرف (بلکہ) چشم کو صاحب معاملہ (یعنی مور) پر رکھ نہ کہ (اس کے) مقبوض پر (و سماہ خصماً بمناسبة لفظ الرحمن الذی یقتضی الفرقین الذین یختصمان احياناً حاصل جواب یہ ہوا کہ ایک کا دوسرے کی طرف چلنا پھرنا بالذات نہیں بلکہ بواسطہ روح محرک کے ہے اب ایک شبہ اس جواب پر یہ ہے کہ ہم تو مشاہدہ اجساد کو متحرک دیکھتے ہیں روح کا تو کہیں نشان بھی نہیں دیکھتے آگے اس کا جواب ایک مثال میں دیتے ہیں کہ فرض کرو کہ (سیاہ چیونٹی سیاہ نمندہ کی سطح پر ہو تو چیونٹی) (نظر سے) مخفی رہے گی (اور) (دانہ ظاہر راستہ کے سامنے ہوگا) (لیکن) عقل آنکھ سے کہے گی کہ خوب غور سے دیکھ (کیونکہ) (دانہ بدوں دانہ بر کے ہرگز نہیں چل سکتا) حاصل جواب یہ ہوا کہ اسی طرح یہاں گو مشاہدہ روح کا نہیں ہوتا مگر دلیل عقلی سے ثابت ہے کہ وہی محرک ہے پس وہ مطلوب صحیح رہا اور مثال صورت مشبہ بہ سے حکم متعلق بصورت مشبہ واضح ہو گیا کہ جنسیت میں شرکت خلقیہ بالکسر معتبر نہیں شرکت خلقیہ بالضم معتبر ہے آگے اس حکم پر بعض تفریعات ہیں جن میں تفریع اول کے عنوان تعبیری میں مثال صورت مشبہ بہ کے الفاظ رعایت ہے (یعنی) اسی (حکم مذکور



(کے) سب سے اصحاب (کہف) کی طرف کتا (دوڑ کر) آیا (کیونکہ) صورتیں (بمزلہ) جوب (کے) ہیں اور قلب (بمزلہ) مور (کے) ہے (اور اس کلب کے قلب میں مثل اصحاب کہف کے توحید و معرفت و حب حق تھی اس سے اس میں معنی جنسیت کے تھے گو صورتہ نوعیہ میں متخالف تھے یہ فرع ہوئی شرکت اوصاف کے معتبر و موثر ہونے کی اور عاریت مثال کی محض لفظ ہے اس مثال پر یہ تفریع نہیں آگے دوسری تفریع ہے یعنی اور) اسی (حکم مذکور کے سبب) سے عیسیٰ علیہ السلام قدسیاں چرخ کی طرف چلے جاتے ہیں (کہ ان سب کے) نفس (یعنی قوالب) تو مختلف ہیں (لیکن) چوزے (یعنی ارواح جو اس تن میں ہیں) ایک جنس ہیں (یعنی گواہیک بشر اور دوسرے ملائکہ ہیں مگر اوصاف روحیہ کے اشتراک سے اس میں تجانس ایسا تھا کہ اس کے بعض آثار نہایت ہی قوی و خارق عادت ظاہر بھی ہو گئے کہ وہ ملحق بالملائکہ ہو گئے آگے روح کے اختفاء کو کہ وہی سبب ہو جاتا ہے حکم مذکور میں تشکیک کا فرماتے ہیں جیسا شعر مذکور مور اسود الخ میں بھی اس کو فرمایا تھا یعنی) یہ نفس (یعنی قالب) تو ظاہر ہے اور اس کا وہ چوزہ (یعنی روح) خفی ہے (لیکن عقل سے سمجھنا چاہئے کہ) بدوں قالب کش کے قالب کب متحرک ہو سکتا ہے (یہاں قالب کی تشبیہ بہ نفس اس اعتبار سے نہیں کہ طیر مقید فی القفس نفس کو لئے پھرتا ہے یہ تو واقع کے خلاف ہے بلکہ اوپر جو تشبیہ صرف باعتبار تقید الطیر فی القفس کے دے گئی ہے اسی اعتبار سے یہاں بھی اس عنوان سے تعبیر فرمادیا خوب سمجھ لو چونکہ اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں اشارۃ اور اوپر کے ایک شعر عقل گوید الخ میں صراحۃً عقل کو اس تلمیس غلط انداز کا رافع بتلایا ہے اس لئے آگے عقل کی مدح کرتے ہیں کہ) اے مخاطب وہ آنکھ ٹھنڈی رہے کہ عقل اس کی حاکم ہو (کہ اپنی ادراکات میں اس کی تابع رہی جہاں اپنے مشاہدہ کو اس کے حکم کے خلاف دیکھے اپنی عقل سمجھے اور اس کے اتباع کے سبب) وہ عاقبت بین ہو اور دانشمند اور خنک (یعنی روشن) ہو (افسوس ہے کہ اہل سائنس مشاہدہ بلکہ تخمین کے ایسے غلام ہیں کہ اس دولت اتباع عقل صحیح سے بالکل محروم ہیں آگے بھی تمہ ہے مدح کا کہ) فرق قبیح اور حسن کا عقل سے لاؤ نہ کہ آنکھ سے کہ (صرف) سیاہ و سفید سے حکایت کر دیتی ہے (یعنی محض الوان کا ادراک کرتی ہے حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی یہ کام عقل ہی کا ہے اس لئے آنکھ نے دانہ کو متحرک دیکھا اور ابدان کو مجتمع و متلافی دیکھا اور بشر اور کلب کی صورت مختلف دیکھی اور قالب عیسوی کو ملائکہ کا مغائر دیکھا اور دھوکہ میں پڑ گئی عقل نے سب جگہ رہبری کی آگے کچھ امثلہ سے عقل کی ترجیح چشم پر ذکر فرماتے ہیں کہ) آنکھ فریفتہ ہو گئی سرگیں پر جسے ہوئے سبزہ پر (مگر) عقل کہتی ہے کہ اس کو ہماری کسوٹی پر لگا (تا کہ اس کی پوری حالت واقعیہ معلوم ہونے پر وہ فریفتگی نہ رہے اسی طرح اس کی اور مثال ہے کہ) مرغ کی آفت ہے چشم مرغوب ہیں (یعنی جو صرف دانہ کو دیکھتی ہے اور) مرغ کی خلاصی کا سبب ہے عقل دام ہیں (یعنی جو جال کو بھی دیکھ کر مرغ کو بچاتی ہے اسی طرح علوم نافعہ میں بھی مشاہدات کے اغلاط و التباسات کو دلائل صحیحہ عقلیہ ہی رفع کرتے ہیں اب چونکہ مدح عقل سے احتمال یہ بھی تھا کہ شاید کوئی شخص احکام سمعیہ ثابۃ بالوحی پر بھی اس کو ترجیح دینے لگے اور افسوس ہے کہ اہل سائنس اس بلا میں بھی مبتلا ہیں اس لئے آگے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ گو عقل کو ہم نے اس شعر میں دام میں کہا ہے یعنی رافع التباس و کاشف حقیقت لیکن) ایک دوسرا دام اور بھی تھا جس کو عقل (مذکور) دریافت نہ کر سکی وحی غیب میں اس (عقل کی) طرف اس مسبب سے دوڑی (کہ عقل اس دام کو نہ سمجھ سکی اور پھنسنے یا پھنسانے کے قریب ہے میں اس کو رہبری و اطلاع کر دوں مطلب یہ کہ بعض اغلاط ایسے خفی ہیں جیسے مبداء و معاد کے متعلق اشتباہات و شکوک ہیں کہ جن لوگوں نے محض عقل کا اتباع کیا جیسے فلاسفہ و مشاہم و منهم بعض من يدعی العقل فی عصرنا وہ ان اغلاط سے نہ بچ سکے ان اغلاط سے وحی نے پردہ اٹھایا اور اسی لئے اس کو غیب

میں کہا یعنی کوئی غلطی کیسی ہی غائب و مخفی ہو وہ اس کے ادراک کا سبب اور ذریعہ بن جاتی ہے پس غیب بنی بمعنی غیب یابی کے سبب کو غیب میں کہا گیا اور شقائق میں اشارہ ہے رحمت حق کی طرف کہ جس طرح بچہ کو کنوئیں میں گرنے سے بچانے کے لئے اس کا شفیق باپ دوڑتا ہے اس شعر میں استعمال عقل کی تعدیل کر کے آگے پھر عود ہے تجانس میں اوصاف کے معتبر اور صورت کے غیر معتبر ہونے کا اور اس کے ادراک کے لئے عقل سے کام لینے کا جو رافع التباس ہے پس فرماتے ہیں کہ (جنس اور نا جنس کو تو عقل سے شناخت کر سکتا ہے) جو بتلاتی ہے کہ اس میں اوصاف کا اعتبار ہے پس اوصاف ہی کا اعتبار کرنا چاہئے اور (صورتوں کی طرف جلدی) (یعنی بے سوچے سمجھے) دوڑنا نہ چاہئے (کیونکہ) جنسیت صورت سے نہیں جو میرے لئے اور تیرے لئے حاصل ہے (بلکہ جنسیت اوصاف سے ہے چنانچہ) عیسیٰ علیہ السلام بشر میں رہ کر ملائکہ کے جنس تھے (اسی سبب سے) ان کو اس نیلے قلعہ (یعنی آسمان) پر کھینچ لیا طائر (قدسی) آسمانی نے (یعنی ملائکہ نے بامرحق بالرفع) مثل اس موش کے چغز کے مانند زاغ کے (مصرعہ ثانیہ میں دو تشبیہ ہیں جو چغز اور زاغ وارتشبیہ اول کا مشبہ عیسیٰ علیہ السلام اور تشبیہ ثانی کا مشبہ طائر گردونی یعنی جس طرح چغز کو زاغ لے گیا بتبعیت موش کے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ لے گئے بتبعیت اوصاف مشترکہ کے اور یہ تشبیہ صرف برکشیدن میں ہے نہ کہ وصف مضرت میں جیسا اس قصہ کے ایراد کا مبنی وہی مضرت تھا یہاں اس کا اعتبار نہیں کیا گیا آگے قصہ ہے اس حکم کی تاکید و تائید میں کہ جنسیت کا مدار تناسب فی الوصف ہے نہ تشارك فی النوع کہ عبدالغوث کوئی آدمی ہوگا اس میں مناسبت اوصاف جن سے تھی سالہا سال ان ہی میں رہا پھر اتفاق سے اپنے وطن میں آ گیا مگر اس مناسبت کی کشش سے پھر ان ہی میں چلا گیا اور اپنے گھر والوں میں باوجودیکہ ان کا ابن النوع تھا نہ رہ سکا واللہ اعلم اس قصہ کی کیا تفصیل اور حقیقت ہے معلوم نہیں۔

قصہ عبدالغوث و ربودن پریاں اور اوسا لہا در میان پریاں ساکن شدن و بعد ازاں  
بشہر خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن و از پریاں ناسکلیفتن بحکم جنسیت و ہمدلی با ایشان  
عبدالغوث کا قصہ اور اس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں میں رہنا اور اس کے بعد اپنے شہر  
میں آ جانا اور اولاد کو دیکھنا اور پریوں سے صبر نہ کرنا ان کے ساتھ ہم جنس اور ہمدلی ہونے کی وجہ سے

بود عبدالغوث ہم جنس پری	چوں پری نہ سال در پنہاں پری
عبدالغوث جنات کا ہم جنس تھا	بمثل جنات کے نو سال خیر اڑنے میں
چونکہ بر بودند اورا از وطن	گشت ناپید از فرزند و ززن
جب وہ جنات اس کو وطن سے لے اڑے	وہ غائب ہو گیا فرزند اور زن سے
شد زنش را نسل از شوی دگر	واں یتیمانش ز مرگش در سمر
اس کی بی بی کے دوسرے شوہر سے بچے ہو گئے	اور اس کے وہ یتیم اس کی موت سے حکایت کیا کرتے
کہ مرا ورا گرگ زد یا رہرنے	یافتاد اندر چہے یا ممکنے
کہ اس کو بھیڑیے نے مار لیا یا کسی ڈاکو نے	یا کسی کنوئیں میں گر پڑا یا کسی پوشیدہ جگہ میں



جملہ فرزندانش در اشغال مست	خود نگفتندے کہ بابائے بدست
اس کے تمام فرزند کاروبار میں مست رہتے	یہ بھی نہ کہتے کہ کوئی بابا بھی تھا
بعد نہ سال آمد آں ہم عاریہ	گشت پیدا باز شد متواریہ
وہ نو سال کے بعد آیا وہ بھی عارضی طور پر	ظاہر ہوا پھر پوشیدہ ہو گیا
یک بیک فرزند وزن را دید باز	گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
یکا یک فرزند ان کو دیکھا	پھر پنہاں ہو گیا پھر کسی نے اسکا راز نہ دیکھا
یک مہے مہمان فرزند ان خویش	بود وزاں پس کس ندیدش رنگ پیش
ایک ماہ اپنے فرزندوں کا مہمان	رہا اور اس کے بعد کسی نے اس کا رنگ سامنے نہ دیکھا
بردہمجنسی پریش چناں	کہ ربايد روح را زخم سناں
جنات کی ہمجنسی اس کو اس طرح اڑا لے گئی	جیسا کہ روح کو زخم سناں اڑا دیتی ہے

عبدالغوث جنات کا مجلس تھا (اور) مثل جنات کے نو سال خفیہ اڑنے میں (رہا) جب وہ جنات اس کو وطن سے لے اڑے وہ غائب ہو گیا فرزند اور زن سے (اور خفیہ اڑنا یا تو اس طرح ہوگا کہ وہ جنات اس کو پکڑے ہوئے اڑتے ہوں گے یا دفعۃً مخطف جن غائب ہونے کو اڑنا کہہ دیا اور ان میں رہنے سے اس میں دوسرے اوصاف بھی ان کے مناسب پیدا ہو گئے ہوں گے) اس کی بی بی کے دوسرے شوہر سے بچے ہو گئے اور اس کے وہ یتیم اس کی موت سے حکایت کیا کرتے (جو شعر آئندہ میں ہے) کہ اس کو بھیڑیے نے مار لیا یا کسی ڈاکو نے (قتل کر دیا) یا کسی کنوئیں میں گر پڑا یا کسی پوشیدہ جگہ (غار وغیرہ) میں (گر گیا) اس کے تمام فرزند (اپنے) کاروبار میں مست (یعنی منہمک) رہتے۔ یہ بھی نہ کہتے کہ (ہمارے) کوئی بابا بھی تھا (یعنی خاص تعلق کے طور پر یاد نہ کرتے تو یہ منافی نہ ہوا اس اوپر کے مضمون کے کہ وہ اس کی حکایت بیان کیا کرتے پھر اتفاقاً وہ نو سال کے بعد آیا (اور) وہ (آنا) بھی عارضی طور پر ظاہر ہوا پھر پوشیدہ ہو گیا (التاء للمبالغة کما فی العلامة) یکا یک فرزند وزن کو دیکھا (اور) پھر پنہاں ہو گیا پھر کسی نے اس کا راز نہ دیکھا ایک ماہ اپنے فرزندوں کا مہمان رہا اور اس کے بعد کسی نے اس کا رنگ (چہرہ کا اپنے) سامنے نہ دیکھا (چونکہ مبصرہ کو ادراک لوں ہی کا ہوتا ہے اور جہت مقابل ہی سے یہ ادراک ہوتا ہے اس لئے رنگ اور پیش کہا گیا آگے دوسری بار جانے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) جنات کی ہمجنسی اس کو اس طرح اڑا لے گئی جیسا کہ روح کو زخم سناں اڑا دیتی ہے (کہ پھر عود ہی نہیں کرتی وہ بھی ایسا ہی غائب ہوا کہ پھر عود ہی نہیں کیا وجہ تشبیہ یہی ہے اور یہ دوبارہ جانا ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قسر انہیں ہوا قصد اوشوقا ہوا ان میں رہ کر ان سے موانست و مناسبت بڑھ گئی ہوگی کہ وہ یاد آئے اور یہاں جی نہ لگا ان کا مقام وغیرہ جانتا ہو چلا گیا جیسا بعض نسخ میں سرخی کی عبارت میں بشہر آمدن کے بعد یہ الفاظ بھی زائد ہیں واز پریاں ناشکیفتن بحکم جنسیت و ہمدلی با ایشاں)۔

فائدہ:- کئی سال ہوئے مدرسہ دیوبند میں ایک نو عمر بنگالی طالب علم جو صبح تو نہ تھا مگر قدرے ملیح تھا تحصیل علم کرتا تھا ایک شب اس پر کچھ اثر ہوا جو جن کا اثر سمجھا گیا اس شب میں احقر وہاں حاضر تھا مجھ سے بھی اس نے قصہ بیان کیا تھا بعد چندے سنا گیا کہ اس کو جن اڑالے گئے اور ایک حسین لڑکی کے سامنے جا بٹھلایا اور ہر قسم کے اسباب عیش و آرام کے وہاں مہیا پائے اور اس سے فرمائش کی گئی کہ اس سے نکاح قبول کر دے اس نے رونا شروع کیا اور نا منظوری ظاہر کی اور بتصریح علما ہماری شریعت میں واقعی جن کے ساتھ آدمی کا نکاح جائز بھی نہیں پھر وہ لوگ اس کو اسی طرح لے کر اڑے اور سہارنپور کے جنگل میں چھوڑ گئے پھر وہ دیوبند پہنچا اور اس کے بعد رام پور چلا گیا۔ غالباً اخبار میں دیکھا تھا کہ وہاں سے بھی اسی طرح غائب ہو گیا پھر نہیں معلوم ہوا کہ کیا ہوا ممکن ہے کہ عبدالغوث کو بھی کوئی ایسا قصہ پیش آیا ہو مگر اتنا فرق رہا کہ عبدالغوث ان میں رم گیا اور یہ طالب علم ان سے رم کر گیا واللہ اعلم آگے قصہ سے انتقال ہے ارشاد کی طرف جس میں عود ہے مضمون سابق علی القصہ کی طرف کہ بیان تھا مدار جنسیت و خواص و آثار جنسیت کا چنانچہ قصہ کے قبل متصل ہی شعر نیست جنسیت بصورت الخ میں مدار جنسیت اور شعر بر کشیدش الخ میں بعض آثار جنسیت کا ذکر تھا آگے بھی قریب سرخی تک بعض میں مضمون اول بعض میں مضمون ثانی مذکور ہے مکمل نظر لک بال مطالعہ۔

چوں بہشتی جنس جنت آمدست	ہم ز جنسیت شود یزداں پرست
چونکہ بہشتی بہشت کی جنس ہے	جنسیت کی وجہ سے وہ یزداں پرست ہوتا ہے
نے نبیؐ فرمود جود و محمدہ	شاخ جنت داں بد نیا آمدہ
کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جود اور محمودیت کو	شاخ جنت کی جاں دنیا میں آئی ہوئی
مہرہا را جملہ جنس مہر خواں	قہرہا را جملہ جنس قہر داں
محبوبوں کو تمام تر محبت کی جنس کہہ	قہروں کو تمام تر قہر کی جنس جان
لا ابالی لا ابالی آورد	زانکہ جنس ہم بوند اندر خرد
لا ابالی آدمی لا ابالی کو لاتا ہے	کیونکہ وہ دلوں عقل کے نزدیک باہم سمجھیں ہیں
بود جنسیت در ادریسؑ از نجوم	ہشت سال او باز حل بد در قدوم
ادریس علیہ السلام میں کواکب کی جنسیت تھی	آٹھ سال وہ زحل ستارہ کے ساتھ ہم نشان رہے
در مشارق در مغارب یار او	ہم حدیث و محرم اسرار او
مشارق میں مغارب میں اس کے رفیق رہے	اس کے ہم سخن اور محرم اسرار رہے
بعد غیبت چونکہ آورد او قدوم	در زمیں می گفت او درس نجوم
بعد غیبت کے جبکہ تشریف لائے	تو زمیں میں وہ نجوم کا درس فرماتے تھے



پیش او استارگاں خوش صفت زده	اختراں در درس او حاضر شده
ان کے سامنے کواکب خوب صف لگائے ہوئے ہوتے	کواکب ان کے درس میں حاضر ہوتے
آچنانکہ خلق آواز نجوم	می شنیدند از خصوص و از عموم
اس طرح سے کہ خلائق کواکب کی آواز	سننے تھے خواص میں سے بھی اور عوام میں سے بھی
جذب جنسیت کشیدہ تاز میں	اختراں را پیش او کردہ مبیں
جذب جنسیت زمین تک کھینچ لائی	کواکب کو اور یس علیہ السلام کے سامنے بیان کنندہ کر دیا
ہر یکے نام خود و احوال خود	باز گفتہ پیش او شرح رصد
ہر ایک نے اپنا نام اور اپنا حال	ان کے سامنے مثل شرح آلات رصدیہ کے کہہ دیا
چسیت جنسیت یکے نوع نظر	کہ بداں یا بندرہ در ہمدگر
جنسیت کیا چیز ہے ایک ہی قسم کی نظر ہوتی	کہ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پاویں
آں نظر کہ کرد حق دروے نہاں	چوں نہد در تو تو گردی جنس آں
جو نظر کہ حق تعالیٰ نے اس شخص میں رکھی ہے	جب تجھ میں رکھ دے تو اس شخص کی جنس ہو جاوے گا
ہر طرف چہ می کشد تن را نظر	بے خبر را کہ کشاند با خبر
ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے جس کو نظر	بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے باخبر
چونکہ اندر مرد خوی زن نہد	او منخت گردد و گاں می دہد
جبکہ مرد کے اندر عورت کی خاصیت رکھ دے	تو وہ منخت ہو جاوے گا اور لواطت کرانے لگے گا
چوں نہد در زن خدا خوی نری	طالب زن گردد آں زن سعتری
جبکہ عورت کے اندر خدا تعالیٰ ذکورۃ کی خصلت رکھ دے	تو وہ عورت طالب زن یعنی دوسری عورت کی استعمال کرنیوالی ہونے لگی
چوں نہد در تو صفات جبرئیل	ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تیرے اندر جبریل علیہ السلام کی صفات رکھ دے	تو مثل بچہ طائر کے تو عالی کی طرف راہ ڈھونڈھنے لگے
منتظر بہادہ دیدہ در ہوا	از زمیں بیگاہ عاشق بر سما
تو منتظر رہے ہوا میں تاک لگائے ہوئے	زمین سے بیگانہ آسمان پر عاشق
چوں نہد در تو صفات خری	صد پرت گرہست بر آخر پری
جب تیرے اندر خری کی صفات رکھ دے	تو اگر تیرے سو پر بھی ہیں تب بھی تو آخر ہی پر اڑے گا

از پئے صورت نیامد موش خوار	از حیثی شد زبون موش خوار
صورت کے سبب موش بے قدر نہیں ہے	حبث کی وجہ سے وہ چوہا کھانے والے جانور کا مغلوب ہو گیا
طعمہ جوی و خائن و ظلمت پرست	از پنیر و فسق و دوشاب مست
لقمہ جو ہے اور خائن ہے اور ظلمت پرست ہے	پنیر اور پستہ اور شیرہ انگور سے مست ہے
باز اشہب را چو باشد خوئے موش	نگ موشاں باشد و عار و حوش
اگر باز سفید میں موش کی خصلت ہو	تو وہ نگ موشاں اور عار و حوش ہو جاوے گا
خوئی آل ہاروت و ماروت اے پسر	چوں بکشت و دادشاں خوئے بشر
ان ہاروت و ماروت کی خصلت اے پسر	جب بدل گئی اور ان کو بشر کی خصلت دیدی
در فتادند از لخن الصافون	در چہ بابل بہ بستہ سرنگون
تو وہ مقام لخن الصافون سے گر گئے	چاہ بابل میں اس حال میں کہ بندھے ہوئے ہیں گونہار ہیں
لوح محفوظ از نظر شاں دور شد	لوح ایشاں ساحر و مسحور شد
لوح محفوظ ان کی نظر سے دور ہو گئی	ان کی لوح ساحر اور مسحور کا لٹھل رہ گیا
پرہمان و سرہماں ہیکل ہماں	موسیٰ بر عرش و فرعون نے مہماں
سروی اور پردی ہیکل وہی	موسے علیہ السلام تو عرش پر اور فرعون ذلیل

(رابطہ اوپر بیاں ہو چکا یعنی جنسیت کے مدار و آثار کا مزید بیان یہ ہے کہ) چونکہ بہشتی بہشت کی جنس (یعنی اس کے ساتھ مناسبت رکھتا) ہے (اسی) جنسیت کی وجہ سے وہ یزداں پرست ہوتا ہے (یہ مناسبت اس حدیث سے ثابت ہے ان اللہ تعالیٰ خلق للجنة اهلا و خلق للنار اهلا رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ اور) کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جود اور محمودیت کو شاخ جنت کی جان دنیا میں آئی ہوئی (الفاظ حدیث مرفوع کے یہ ہیں السخاء شجرة فی الجنة فمن كان سبخا اخذ بغصمن منها فلم يتركه الغصن حتى يدخله الجنة والشح شجرة فی النار فمن كان شحیحا اخذ بغصن منها فلم يتركه الغصن حتى يدخله النار رواہ البیهقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوۃ پس جنت کے ساتھ جنتی کی مناسبت تو حدیث اول سے ثابت ہوئی اور جنت کے ساتھ عبادت کی مناسبت حدیث ثانی سے ثابت ہوئی اور ایک مقدمہ بھی اس کے ساتھ منضم کیا جاوے یعنی مناسبت کا مناسب مناسب ہوتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی اور عبادت میں بھی مناسبت ہوئی۔ پس اس مناسبت کی وجہ سے دونوں میں یہ ملاہست ہوگی کہ جنتی فاعل ہوگا اور عبادت اس کا فعل ہوگا و ہذا معنی قولہ ہم ز جنسیت شود یزداں پرست اور محمدہ مصدر میسی مبنی المفعول ہے اور عطف تفسیری ہے جود کا شاید اشارہ اس طرف ہو کہ جود سے مراد وہ جود ہے جس سے عند اللہ محمود بھی ہو جاوے یعنی خالصاً اللہ ہونہ ویسا جود جس پر قیامت میں کہا جاوے گا لکنک فعلت ليقال هو جواد فقد قيل رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ اور دوسری عبادات



کا مناسب ہونا جنت کے ساتھ دوسرے دلائل سے ثابت ہے جن میں دلیل مشترک یہ ہے کہ وہ شرط ہیں دخول جنت کی نصاً اور تخصیص ذکر کی نمود کے طور پر ہے پس حکم مذکور سب عبادات کو عام ہو گیا یا محمدہ سے مراد مطلق نیکو کاری کہ سبب ہے محمودیت کا تو عطف تغائر کے لئے ہوگا اور نبی فرمود کا تعلق اس کے ساتھ ان الفاظ سے نہ ہوگا کہ شاخ جنت داں الخ بلکہ دوسرے الفاظ سے ہوگا اور شاخ جنت داں الخ اس کے اعتبار سے روایت بالمعنی کے طور پر ہوگا اور جیسی ان مذکورات میں ایک دوسرے کی جنس ہے اسی طرح محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس کہہ (اور) قہروں کو تمام تر قہر کی جنس جاں (اور یہ بالکل ظاہر ہے اسی طرح) لا ابالی (یعنی بیباک) آدمی لا ابالی کو لاتا ہے (یعنی اس کا جاذب ہے) کیونکہ وہ دونوں عقل کے نزدیک باہم جنس ہیں (واجنس یملئ الہ جنس اسی طرح) اور یس علیہ السلام میں کواکب کی جنسیت (یعنی ان سے مناسبت) تھی (مویہوب یا مکتوب ریاضت سے واللہ اعلم اس لئے) آٹھ سال وہ زحل ستارہ کے ساتھ کے ہم نشان رہے (یعنی) مشارق میں (اور) مغارب میں اس (زحل) کے رفیق رہے (اور) اس کے ہم سخن اور محرم اسرار رہے (اشارہ ہے قصہ مشہورہ کی طرف کہ وہ حیات دنیویہ ہی میں آسمان پر پہنچ گئے اور زحل اہل ہیئت کے مشہور قول پر فلک ہفتم پر ہے شاید مقصود مولانا کا اس آسمان کی تعیین ہو کہ وہ آسمان ہفتم پر پہنچے تھے چونکہ وہاں بقول مشہور زحل بھی ہے پس دونوں کا ایک مسکن ہوا اور ممکن ہے کہ اس کے ساتھ علاوہ مساکنت کے کوئی اور روحی مناسبت بھی ہو جیسا کہ بعض عملیات سے بھی کواکب کے ساتھ کچھ مناسبتیں پیدا کر لی جاتی ہیں مولانا کے طرز کلام سے شعر در مشارق کے مصرعہ ثانیہ میں اس کا بھی دعویٰ معلوم ہوتا ہے پس مصرعہ اولیٰ دال ہوگا شرکت مساکنت پر کہ جب وہ فلک زحل کو لیکر چلتا تھا جس سے زہل کے لئے مشارق و مغارب ثابت ہوتے تھے تو ان مشارق و مغارب میں اور یس عالیہ السلام بھی اُسکے قریب ہوتے تھے اور مصرعہ ثانیہ دال ہوگا مناسبت روحیہ پر اور اس دعویٰ کے کل مقدمات شہرت پر مبنی ہیں جن میں بعض کی شہرت تو اس وقت بھی ہے اور بعض کی مولانا کے وقت میں غالباً شہرت ہوگی اگر ثابت بھی نہ ہوں تو اصل مقصود مقام میں کوئی قدح نہیں کہ وہ مستقل دلائل سے ثابت ہے آگے اور یس علیہ السلام کے قصہ کی تمیم ہے اور وہ بھی مبنی علی المشہور ہوگا (یعنی) بعد غیبت کے جبکہ (واپس) تشریف لائے تو زمین میں وہ نجوم کا درس فرماتے تھے (یعنی کواکب کے آثار و خواص کو جن پر وہاں رہ کر مطلع ہوئے تھے جن میں سے زحل کا تو اوپر ذکر ہوا ہے اور وہاں پر مطلع ہونا بھی کسی دلیل سے مولانا کو ثابت ہو گیا ہوگا ظاہر فرماتے تھے اور اس سے علم نجوم کے بطلان میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ یہ خواص وہی ہوں جن کا نجمیں بلا دلیل دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور خواص ہوں کیونکہ مطلق خواص کا انکار تو شریعت نے بھی نہیں کیا بلکہ بعض کا تصریحاً اور بعض کا اشارۃً اثبات کیا ہے ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً وقال تعالیٰ لا تنفروا فی الحر حیث اثبت الحرارة للشمس وقال تعالیٰ ثم یھیج فتراہ مصفراً حیث اشار الی کون الشمس سبباً لاصفرہ اور یہ آثار مشاہدہ سے بھی ثابت ہیں تو اس کی نفی نص کیوں کرتی اسی طرح اور کچھ خواص واقعیہ علاوہ دعویٰ نجمین کے ہوں مگر وہ منقول نہ ہوں اس لئے اب ان کا دعویٰ بھی جائز نہ ہو جیسا رمل کے باب میں مسلم کی حدیث مرفوع ہے کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاک کذا فی المشکوۃ آگے مجلس درس کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ اس جنسیت مذکورہ فی قولہ بود جنسیت در اور یس الخ کی وجہ سے) ان کے سامنے کواکب خوب صف لگائے ہوئے ہوتے (اور) کواکب ان کے درس میں حاضر ہوتے (اور) اس طرح سے (حاضر ہوتے) کہ خلایق (ان) کواکب (کے بولنے) کی آواز (جس کا ذکر عنقریب شعر ہر یکے نامہ الخ میں آتا ہے) سنتے تھے خواص میں سے

بھی اور عوام میں سے بھی (وہی) جذب جنسیت (جو کہ ادریس علیہ السلام کو آسمان پر لے گئی تھی وہی) زمین تک کھینچ لائی  
کواکب کو (اور ان کو اس نے) ادریس علیہ السلام کے سامنے بیان کنندہ کر دیا (جس کا بیان یہ ہے کہ ان کو اکب میں سے) ہر  
ایک نے اپنا نام اور اپنا حال ان کے سامنے مثل شرح آلات رصدیہ کے کہہ دیا (یہ تشبیہ اقوی کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ آلات  
رصدیہ سے اتنے احوال مفصل نہیں معلوم ہوتے صرف احکام سیر کے معلوم ہوتے ہیں بلکہ تشبیہ اشہر و اعراف کے ساتھ ہے کہ  
آلات رصدیہ کا اس غرض کے لئے موضوع ہونا معروف ہے فہو کقولہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوۃ الایہ فی الغیاث  
رصد چوترا کہ بلند ہفت صد گز بر قالہ کوہ بلندی سازند و منجمان بر آں نشستہ احوال کواکب معلوم کنند الی آخر ماقال اطلال و  
افاد و اجاد اور شعر جذب جنسیت الخ میں مع شعر بالا بود جنسیت الخ یہ بتلادیا کہ اس جنسیت کے دو اثر ظاہر ہوئے ایک صعود  
ادریس علیہ السلام کا دوسرا ہبوط کواکب کا اور کواکب کا آنا اور بولنا جو ذکر فرمایا ہے کوئی قول اس باب میں ہوگا اور بولنے میں تو  
صرف عوام کو اشکال ہو سکتا ہے کہ بے جان چیزیں کیسے بولیں لیکن سہل جواب یہ ہے کہ اس کو خرق عادت پر محمول کیا جاوے اور  
کواکب کے آنے میں اہل علم کو یہ اشکال واقع ہوگا کہ ستارے بعضے تو زمین سے بھی بڑے ہیں اور بعضے اگر زمین سے بڑے نہ  
ہوں تب بھی بہت بڑے ہیں اگر بہت سے جمع ہو کر آئے تو مجلس میں کیسے سادیں گے بلکہ ایک ستارہ کے لئے بھی مجلس کافی  
نہیں ہے تو اس حکم کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یا تو اس قضیہ کو استارگان الخ اختران الخ غیر مسورہ ہونے کے سبب قوت جزئیہ میں کہا  
جاوے تو جوز میں سے بڑے ہیں ان کو یہ حکم شامل نہ کہا جاوے ان کے خواص پر مطلع ہونے کا دوسرا طریقہ ہوگا اور جوز میں میں  
آ سکتے ہیں ان کا آنا علی سبیل الاجتماع نہ مانا جاوے بلکہ دو دو چار چار کی حاضری فرض کی جاوے تاکہ صف زدہ صادق آ سکے  
باقی یہ کہ مجلس ایک کے لئے بھی کافی نہ ہوگی تو ممکن ہے کہ بالکل زمین پر مستقر نہ ہوں قریب زمین کے آ جاویں یعنی فضاء  
کے ایسے حصہ میں رہیں کہ اس میں ان کی گنجائش ہو اور تازمین کے معنی تا قریب زمین کہے جاویں اور گو اس وقت بھی بعید ہوں  
گے لیکن اضافی قرب کافی ہے اور آواز ان کی اگر بلند ہو تو اتنی دور سے بھی سنی جاسکتی ہے جیسے رعد کی آواز اور یہ سب اس وقت  
ہے جب آنا اور حاضر ہونا یا شاہجا مانا جاوے ورنہ اگر بار و اجہا مان لیا جاوے تو روح کے لئے کسی مقدار متعین کا ہونا ثابت نہیں  
ممکن ہے کہ اس میں یہ احکام بسہولت جاری ہو جاویں بعض حکماء بھی افلاک کے لئے ارادہ اور نفس کے قائل ہوئے ہیں اور  
اس صورت میں جس طرح ان کے ہبوط کو روحانی مان لیا ممکن ہے کہ ادریس علیہ السلام کا صعود بھی روحانی ہو یعنی ان کی روح کو  
ارواح کواکب سے کوئی خاص اتصال ہو گیا ہو جس کی ابتداء میں تو یہ کواکب کی طرف متوجہ ہوں ادراک اسرار کے لئے اور انتہا  
میں کواکب مسخر ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے ہوں کشف اسرار کے لئے اور یہ تقدیر قدرے قریب ہو جاوے گی تفسیر محقق و  
رائج کے کہ دفعناہ مکانا علیا میں رفعت اور مکان اور علو سب معنوی ہیں حسی نہیں کما ہوا مشہور اور معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے  
ان کو بلند رتبہ پر پہنچایا ای من النبوة والصدیقۃ لمد کورتین فی الایۃ ونحو ہما اور ہر حال میں یہ اوپر تمہید شعر بعد غیبت الخ میں  
بیان کر چکا ہوں کہ اصل مقصود مقام اس قصہ کے ان اجزاء مذکورہ پر موقوف نہیں آگے تجانس کی حقیقت بعض متجانسات کے  
اعتبار سے بیان فرماتے ہیں کہ وہ حقیقت فرد ہے اس حقیقت اصطلاحیہ کی جو اشعار بالا عقل را افغان الخ کے سیاق و سباق میں  
مذکور ہوئی ہے یعنی اشتراک فی الاوصاف اور ان اوصاف میں سے ایک وصف نظر اور فکر ہے پس اس میں جو دو شخص شریک  
ہوں ان کو بھی متجانس کہا جاوے گا چنانچہ اس شعر میں اسی کو فرماتے ہیں کہ (جنسیت کیا چیز ہے) آگے خود جواب دیتے ہیں  
کہ (ایک ہی قسم کی نظر (دو شخصوں میں) ہونا کہ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پاویں) (یعنی اس تماشل نظر سے اس کو



اس کے اسرار کا ادراک ہو اور اس کو اس کے اسرار کا آگے اسی کی شرح ہے کہ) جو نظر کہ حق تعالیٰ نے (مثلاً) اس شخص میں (ودیعت) رکھی ہے جب (ویسی ہی نظر) تجھ میں (ودیعت) رکھ دے تو اس شخص کی جنس ہو جاوے گا (آگے وہ مضمون ہے جو سرخی ہذا سے تقریباً بیس شعرا پر آیا تھا صورت آمد چوں جماد الخ جان چو مور الخ جس کا حاصل یہ تھا کہ تجانس اجساد میں معتبر نہیں کیونکہ وہ بے خبر ہیں ارواح میں معتبر ہے کہ وہ باخبر ہیں اور اس کی دلیل نہایت شرح و بسط سے ان ہی شعروں کی شرح میں گزر چکی ہے یہاں پھر اس مضمون کی طرف اس لئے عود کرتے ہیں کہ ابھی شعر چست جنسیت الخ میں نظر کو مابہ التجانس کہا ہے اب عود کر کے یہ بتلاتے ہیں کہ بس تجانس بھی موصوف بالانظر میں ہو گا نہ کہ معرائن النظر یعنی جسد میں اس کی بھی شرح وہاں دیکھ لی جاوے پس فرماتے ہیں کہ ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے جسد کو (آگے خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) نظر (اور فکر کھینچ رہی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ حرکت ارادہ یہ مسبوق بالقلم ہوتی ہے) بے خبر (یعنی جسد) کو کون کھینچ رہا ہے (ایک) باخبر (آگے بقیہ مسئلہ تجانس کے لاتے ہیں یعنی) جبکہ مرد کے اندر (خدا تعالیٰ) عورت کی خاصیت رکھ دے تو وہ (اس زمانہ وصف کے سبب جنس اناث میں داخل ہو کر) منث ہو جاوے گا اور لواطت کرانے لگے گا (اور اسی طرح اس کے برعکس) جبکہ عورت کے اندر خدا تعالیٰ ذکورۃ کی خصلت رکھ دے تو وہ عورت (اس مردانہ وصف کے سبب جنس ذکور میں داخل ہو کر) طالب زن یعنی دوسری عورت کی استعمال کرنے والی ہونے لگے گی (سقری در ترکیب تفسیر ست طالب زن را کذا فی الغیاث فی معنایہ بافتح بمعنی زنہ کہ ہالت چر میں بازن دیگر جماع کند اسی طرح) جب تیرے اندر جبریل علیہ السلام کے صفات (ملکوتیہ) رکھ دے تو مثل بچہ طائر کے تو (بھی) عالی کی طرف (کہ عالم غیب ہے) راہ ڈھونڈنے لگے (یعنی توجہ تیری عالی کی طرف ہو جاوے جیسا کہ مشاہد ہے اور) تو (اس صورت میں) منتظر رہے (یعنی) ہوا میں تاک لگائے ہوئے (اور) زمین (یعنی عالم سفلی) سے بیگانہ (غیر مانوس اور) آسمان (یعنی عالم علوی) پر عاشق (اسی طرح) جب تیرے اندر خری کی صفات (بہیمیت وغیرہ) رکھ دے تو اگر تیرے سو پر بھی ہیں (جن سے عالم بالا کی طرف پرواز کر سکے یعنی اگر ترقی و عروج کے کتنے ہی اسباب تجھ کو حاصل ہوں) تب بھی تو آخور ہی پراڑے گا (یعنی جلدی جلدی دوڑے گا کیونکہ اعتبار صفت کا ہے صورت کا نہیں پس ہر حال میں وہی فعل جو مقتضا صفت کا ہے ظاہر ہو گا آگے بھی صورت کے غیر معتبر اور صفت کے معتبر ہونے کی تائید بعض مواد سے ہے یعنی) صورت کے سبب موش بیقدر نہیں ہے (ورنہ کوئی بد صورت جانور عزیز نہ ہوتا والواقعہ کالجاموش بلکہ) خبث کی وجہ سے وہ چوہا کھانے والے جانور کا مغلوب (اور شکار) ہو گیا (اور وہ خبث یہ ہے کہ وہ) لقمہ جو ہے اور (لقمہ جوئی میں) خائن ہے اور (خائن ہونے کی حالت میں) ظلمت پرست ہے (کہ ظلمت میں خیانت کا خوب موقع ملتا ہے آگے بیان ہے طعمہ جوئی کا کہ) پیڑ اور پستہ اور شیرہ انگور سے مست ہے (یعنی یہ اشیاء جن کو انسان لطیف المزاج اپنے لئے ذخیرہ کرتا ہے یہ ان کا حریص ہے اس سے مبغوض بھی ہے اور پھر ان کی طلب و حرص میں اپنی پناہ سے نکل کر ادھر ادھر پھرتا ہے تو اس حالت میں موش خوار جانور کا شکار ہو جاتا ہے پس مطلق زبونی و ذلت بھی اور خاص زبونی یعنی صید بن جانا سبب ہوا اس کے اوصاف خبیثہ مذکورہ سے اور جب مدار ذلت موش کا یہ اوصاف خبیثہ ہیں تو ظاہر ہے کہ) اگر باز سفید میں (یعنی جس میں سیاہی پر سفیدی غالب ہو اور یہ صفت نفیس ہے) موش کی خصلت ہو (یعنی خبث حرص وغیرہ) تو (چونکہ مدار اوصاف ہی ہیں اس لئے) وہ ننگ موشاں اور عار و حوش ہو جاوے گا (باز اور موش دونوں وحوش میں سے ہیں آگے ایک اور مادہ سے اعتبار اوصاف کی تائید ہے کہ) ان ہاروت و ماروت کی خصلت اے پسر جب بدل گئی اور ان کو (خدا تعالیٰ نے) بشر کی خصلت (یعنی شہوت

وغیرہ) دیدی تو وہ مقام لنحن الصافون سے (جو کہ اس آیت میں مذکور ہے ومامنا لاله مقام معلوم وانا لنحن الصافون) گر گئے چاہ بابل میں اس حال میں کہ بندے ہوئے ہیں (اور) گنوسار (لٹک رہے) ہیں (اور) لوح محفوظ (جس کا وہ پہلے سے مطالعہ کرتے تھے) ان کی نظر سے دور ہو گئی (اور بجائے لوح محفوظ کے) ان کی لوح (جوان کے مطالعہ میں رہنے لگی) ساحر اور مسحور کا شغل رہ گیا (مراد اس شغل سے سحر ہے یعنی ان کا محل مطالعہ سحرہ گیا یہ بناء علی المشہور فرما دیا باقی اگر یہ ثابت بھی نہیں تب بھی موقوف علیہ ثبوت مدعا کا نہیں جیسا قصہ ادریسہ میں لکھا گیا اور تحقیق اس کی احقر کی تفسیر میں ہے آگے ایک اور مادہ ہے اعتبار اوصاف وعدم اعتبار صورت کی تائید میں کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی صورت ظاہرہ یکساں ہے چنانچہ دونوں کا (سروہی) (یعنی جیسا ایک کا ویسا دوسرے کا) اور (یعنی دست و بازو) وہی ہیکل (کالبدی) وہی (مگر اختلاف اوصاف سے باہم اس قدر فرق ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام تو عرش (قرب) پر اور فرعون (طرد و لعنت سے) ذلیل۔

فائدہ:- پر کے معنی غیاث میں گوشہ و کنار ہر چیز بھی لکھے ہیں دست و بازو بھی عرضاً جسد کے کنارہ پر ہیں اس لئے اس کے ساتھ تفسیر کی مگر کہیں منقول نہیں دیکھا اور بعض محشین نے لفظ پر کو اپنے ظاہر پر رکھ کر ہاروت و ماروت کے پر مراد لئے ہیں کہ ان کے پر وغیرہ بدستور باقی تھے یعنی ملکیت میں تفسیر نہ ہوا تھا سو اس بقاء صورت ملکیت میں تو احقر کو کلام نہیں بلکہ اس کا قابل ہونا خود مقام کے زیادہ مناسب ہے کہ ذکر ہو رہا ہے صورت کے عدم اعتبار کا اور یہ حکم بقاء صورت کی تقدیر پر اظہر ہے لیکن دوسرا مصرعہ ذوقا اس حمل سے آبی ہے اور وہ اس معنی پر چسپاں نہیں ہوتا جب تک کہ تکلف شدید نہ کیا جاوے اور وہ تکلف یہ ہے جو بعض محشین نے کیا ہے موسیٰ کنایت از معنی وصفات ملکی فرعون نے کنایت از صورت ہاروت و ماروت الخ اور مجھ کو ذوقا یہ بھی بہت بعید معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

درپے خوباش و باخوشو نشیں	خو پذیری روغن و گل را بہیں
تو خصال کی طلب میں رہ اور خوشحال کے پاس بیٹھ	گل اور روغن کی خو پذیری دیکھ لے
خاک گور از مرد حق یا بد شرف	تانہد برگور او دل روی و کف
خاک گور بھی مرد حق سے شرف پاتی ہے	یہاں تک کہ اس کی گور پر قلب اپنا روی اور کف رکھتا ہے
خاک از ہمسائیگی جسم پاک	چوں مشرف آمد و اقبالناک
جب کہ خاک بوجہ ہمسائیگی جسم پاک کے	مشرف اور اقبال ناک ہے
پس تو ہم الجارثم الدار گو	گردلے داری برو دلدار جو
پس تو بھی الجارثم الدار کہہ	اگر تو قلب رکھتا ہے جا دلدار کو ڈھونڈھ
خاک او ہم سیرت جاں میشود	سرمہ چشم عزیزاں میشود
اس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے	سرمہ چشم عزیزاں ہو جاتی ہے
اے بسار دگور خفتہ خاک وار	بہ زصد احیاء بنفع و ابتشار
اے مخاطب بہت سے لوگ گور میں خاک کی طرح سوتے ہوئے	بہتر ہیں صدا بہ زندوں سے نفع میں اور بشارت میں



سایہ بود او و خاکش سایہ مند	صد ہزاراں زندہ در سایہ ونید
وہ سایہ تھا اور اس کی خاک سایہ مند ہو گئی	لاکھوں زندہ اس کے سایہ میں ہیں

(شعراول میں بطور تفریع علی ماقبلہ کے ترغیب ہے تزکیہ اخلاق اور محبت اہل تزکیہ کی اور اشعار باقیہ میں منافع و برکات مذکور ہیں اہل تزکیہ اور ان کی صحبت کے یعنی جب ثابت ہو گیا کہ اعتبار صورت کا نہیں بلکہ صفات و خصال کا ہے پس) تو خصال (حسنہ) کی طلب میں رہ اور (اس کی طلب و تحصیل کی اعانت و سہولت کے لئے) خوش خصال کے پاس بیٹھ (یعنی اس کی صحبت و تعلق اختیار کر اور اس صحبت کے نفع و تاثیر معلوم کرنے کے لئے) گل اور روغن کی خو پذیری دیکھ لے (کہ روغن میں پھول ڈالنے سے روغن میں اس کا اثر کیسے آ جاتا ہے اور کلام میں مجاز ہے کیونکہ خو پذیری تو فعل روغن کا ہوا اور منسوب کیا گیا مجموعہ کی طرف پس یہ نسبت مجموعہ کی طرف باعتبار اس کے ایک جز کے ہے اور کلام میں ایسا بہت شائع ہے اور ان کی صحبت کی تجھ میں تو کیوں نہ تاثیر ہوتی ان کی برکت تو ایسی ہے کہ ان کی قبر میں بھی سرایت کرتی ہے پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) خاک گور بھی مرد حق سے شرف پاتی ہے یہاں تک کہ اس (مرد حق) کی (اس) گور پر قلب (طالب کا) اپنا روی اور کف رکھتا ہے (یعنی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے جواز تقبیل و لمس قبر کا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ روی اور کف قلب کا ہے اور نہاد کنایہ ہے توجہ سے اور یہ توجہ استفادہ باطنہ کے لئے ہے اور اس سے استعانت ممنوعہ کا جواز لازم نہیں آتا اور ہر چند کہ مقصود توجہ سے مقبور ہے لیکن جہت توجہ تو قبر ہی ہے جیسے معبود حق سبحانہ و تعالیٰ ہیں مگر جہت عبادت بیت اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ جہت ہونا بھی شرف ظاہر ہے اور بعض قبور کے لئے اور شرف بھی بدلیل مستقل ثابت ہے جیسے سید القبور یعنی قبر سید اہل القبور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الدہور کے باب میں علماء نے لکھا ہے کہ جس خاک سے جسم اطہر ملصق ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے کذا حقہ العامة الشامی آگے تفریع ہے مقبور کی شرف بالذات اور قبر کے شرف بالعرض پر کہ) جبکہ خاک بوجہ ہمسائیگی جسم پاک کے مشرف اور اقبالناک ہے پس تو بھی الجارثم الدار کہہ (کہ اول ہمسایہ کو دیکھ پھر گھر لے اور) اگر تو قلب (سلیم) رکھتا ہے جادلدار کو ڈھونڈھ (مراد دلدار سے مرشد کامل کہ محبوب خالق ہونے سے محبوب خلق بھی ہے تقریر تفریع کی یہ ہے کہ جب قبر کی یہ برکت اہل اللہ کے جوار سے ہے پس تو بھی ایسے جار کو تلاش کر کے اس کو اپنا محبوب و متبوع بنا اور جس مقام پر ایسا شخص ہو اس شخص کے لئے اس مقام کا بھی قصد کر آگے تاکید ہے مضمون خاک گور از مرد حق الخ کی یعنی) اس کی خاک (بعض برکات کے اعتبار سے) جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے (اس کا بیان یہ ہے کہ وہ) سرمہ چشم عزیزاں ہو جاتی ہے (سرمہ کی خاصیت ہے افزائش نور پس حاصل اس کا یہ ہے کہ صاحب نسبت کا نور نسبت اہل قبور کے فیض سے بڑھ جاتا ہے پس گویا اس شعر میں شعر خاک گور الخ کی تاکید کے ساتھ اس کے ایک جز و تا نہد بر گور او الخ یعنی توجہ کا ثمرہ بھی مذکور ہو گیا یعنی طالبان برکات اس طرف صرف متوجہ ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ توجہ مفید بھی ہوتی ہے اور لفظ سرمہ میں اشارہ اس فائدہ کی تعین کی طرف بھی کر دیا جس کی تقریر اوپر کر چکا ہوں اور وہ تقویت ہے نسبت کی شرح اس کی یہ ہے کہ اہل قبور سے نسبت کا استفادہ تو نہیں ہو سکتا اس کے لئے تو صحبت جی کی ضرورت ہے۔ البتہ نسبت حاصل کی تقویت ہو جاتی ہے پس اس شعر میں دو مسئلے مذکور ہو گئے ایک اثبات افادہ اہل قبور دوسرے تعین فائدہ

حاصل من اہل القبور اور یہ فائدہ باوجود یکہ مستفاد اہل قبور سے ہے مگر نسبت کرنا قبور کی طرف ملا بہت کے سبب ہے کیونکہ ان میں بھی ایک قسم کی برکت ہونا بضمین شرح شعر خاک گور الخ مذکور ہو چکا ہے اور اس اثبات افادۃ اہل قبور میں مبالغہ ہو گیا مضمون شعر اول ترغیب صحبت اہل اللہ میں کہ جب وہ صحبت بعد ان کی ممات کے بھی نافع ہے تو ان کی حیات میں تو کس قدر نافع ہوگی چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ (اے مخاطب بہت سے لوگ گور میں خاک کی طرح (یعنی بے جان) سوتے ہوئے بہتر ہیں صد ہا زندوں سے نفع میں اور بشارت میں (جس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ (حیات میں مثل) سایہ (کے پناہ عالم) تھا اور (اس وجہ سے بعد ممات) اس کی خاک (بھی) سایہ مند ہو گئی لاکھوں زندہ اس کے سایہ میں ہیں (اگر اس پر حکایت لاتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک نخی کے بھروسہ قرض کر لیا تھا کہ اس کو کچھ دیا کرتا تھا جب اس سے مانگنے کے لئے آیا تو وہ نخی مرچکا تھا بہت پریشان ہوا آخر خواب میں اس نخی نے بشارت دی کہ وہ اتنا روپیہ اس کے قرض کے لئے رکھ گیا تھا اس سے قرض ادا کیا گیا تو دیکھئے اس مردہ سے ایسا نفع ہوا کہ بہت سے زندوں سے بھی نہیں ہوتا اور جب مشغول بال دنیا فی الظاہر سے ایسا وقوع میں آیا تو مشغولین بالحق فی الظاہر والباطن سے کیا مستبعد ہے اور میں نے فی الظاہر اس لئے کہا کہ آگے ایک سرخی استغفار کردن الخ میں مولانا کے بعض اشعار سے اس محتسب کا خواص رجال سے ہونا معلوم ہوتا ہے من قولہ باز عقلش الخ)

داستان آل مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز و وامہا کردہ بود بر امید آں  
وعدہ و وظیفہ و اورا خبر نبود از وفات محتسب حاصل از ہیچ زندہ دام او گزاردہ نشد الا  
از محتسب متوفی گزاردہ شد چنانکہ گفتہ اند بیت لیس من مات فاستراح  
یمیت انما الیمیت میت الاحیاء

اس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اس کے وظیفہ اور وعدے کی امید پر اس نے قرض کر لئے تھے اور اس کو محتسب کے مر جانے کی خبر نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے جو مر گیا اور اس نے راحت پائی وہ مردہ نہیں ہے مردہ زندوں میں کا مردہ ہے

آں یکے درویش ز اطراف دیار	جانب تبریز آمد وام دار
ایک فقیر اطراف دیار سے	تبریز کی طرف آیا قرضدار ہو کر
نہ ہزارش وام بود از زر مگر	بود در تبریز بدرالدین عمر
اس کا قرضہ سکہ طلائی کے نو ہزار تھے	تبریز میں بدرالدین عمر تھا
محتسب بود و بدل بحر آمدہ	ہر سرمویش یکے حاتم کدہ
وہ محتسب تھا اور دل سے ایک دریا تھا	اس کا ہر سرمو ایک حاتم خانہ تھا
حاتم ار بودے گدائے او شدے	سرنہادے خاکپائے او شدے
اگر حاتم ہوتا تو اس کا گدا ہوتا	سر رکھ دیتا اس کے پاؤں کی خاک ہوجاتا



گر بدادے تشنه را بجر زلال	وز کرم شرمندہ بودے زان نوال
اگر وہ تشنه کو آب شیریں کا تمام دریا بھی دے دیتا	تو بوجہ کرم کے اس عطا سے شرمندہ ہوتا
ور بکر دے ذرہ را مشرق	بود آں درہمتش نالائق
اور اگر وہ ذرہ کو مشرق بھی بنا دیتا	تو اس کی ہمت کے مقابلہ میں یہ بھی نامزدوار تھا
برامید او بیامد آں غریب	کو غریباں را بدے خویش و قریب
وہ پردیسی ان کی امید پر آیا	کیونکہ وہ پردیسیوں کے لئے اپنے اور رشتہ دار تھا
بادرش بود آں غریب آموختہ	وام بیحد از عطایش توختہ
وہ پردیسی ان کے دروازے کا ہلا ہوا تھا	ان کی عطا سے بے حد قرض اتار چکا تھا
ہم بہ پستی آں کریم اودام کرد	کہ بہ بخششہاش واثق بود مرد
اس سختی کے بھروسے پر اس نے قرض لیا	کیونکہ وہ ان کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا
لا ابالی گشتہ او و وام جو	برامید قلزم اکرام خو
وہ لاابالی اور طالب قرض ہو گیا تھا	دریائے اکرام خصلت کی توقع پر
وام داراں روترش او شاد کام	ہمچو گل خنداں از اں روض والکرام
قرض دار لوگ روترش تھے اور شاد کام تھا	مثل گل کے خنداں تھا اس بلع کرام کے سبب
گرم شد پستش ز خورشید عرب	چہ غمستش از سبال بو لہب
اس کی پشت آفتاب عرب سے گرم ہو گئی	تو اس کو ابولہب کی مونچھوں پر تاء دینے سے کیا غم ہے
چونکہ دارد عہد و پیوند سحاب	کے دریغ آید ز سقایاش آب
جب کوئی شخص عہد اور علاقہ سحاب کا رکھتا ہو	تو اس کو پانی دینے میں سقوں سے کیا بخل ہو گا
ساحران واقف از دست خدا	کے نہند ایں دست و پارادست و پا
ساحر لوگ جو کہ حق تعالیٰ کے دست شفقت سے واقف ہیں	وہ ان دست و پا کو دست و پا کے رتبہ میں کب رکھتے ہیں
روئے کہ ہست زان شیرانش پشت	بشکند کلہ پلنگاں را بمشت
جس روہاء کی پشتی پر شیر ہو	وہ چیتوں کا کلہ گھوڑے سے توڑ ڈالے گی

(رہا او پر ذکر ہو چکا اور سرخی میں صفت و وظیفہ دار کی دلیل اس مقام کا آٹھواں شعر ہے بادرش بوداںخ اور

شعر عربی کا ترجمہ احقر نے مثنوی ہی کے ہم وزن اس طرح پر نظم کیا ہے۔

نہیں مردہ مسترح از مرگ خود مرادہ ست آں زندہ کو بیکار شد

مضمون مقام یہ ہے کہ) ایک فقیر اطراف دیار سے تبریز کی طرف آیا قرضدار ہو کر (آمد بمعنی رسید نہیں اس کے پہنچنے کا ذکر سرخی آئندہ کے مابعد میں آویگا بلکہ آمد بمعنی سامان آمدن کرد از سفر وغیرہ غالباً) اس کا قرضہ سکھ طلائی کے نو ہزار تھے (یعنی نو ہزار دینار اور) تبریز میں (آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں) بدرالدین عمر (نام کا ایک شخص تھا) اور) وہ (عہدہ کے اعتبار سے) محتسب تھا اور (سخاوت میں) دل سے ایک دریا تھا (اور) اس کا ہر سر مو ایک حاتم خانہ تھا۔ اگر (اس کے زمانہ میں) حاتم (بھی) ہوتا تو اس کا گدا ہوتا (اور اس کے سامنے) سر رکھ دیتا (اور) اس کے پاؤں کی خاک ہو جاتا (اور سخاوت کے ساتھ کریم النفس ایسا تھا کہ) اگر وہ (کسی) تشنہ کو آب شیریں کا تمام دریا بھی دے دیتا (جو کہ ظاہر ہے کہ عطائے کثیر ہے) تو (بجائے اس کے کہ اس پر فخر کرتا اور الٹا) بوجہ کرم کے اس عطا سے (اس کو قلیل سمجھ کر) شرمندہ ہوتا (جیسا کریموں کا شیوہ ہے) اور اگر وہ ذرہ کو مشرق بھی بنا دیتا (کہ اس سے آفتاب طلوع ہوا کرے) تو اس کی ہمت کے مقابلہ میں یہ بھی ناسزاوار تھا (یعنی وہ اپنی ہمت کے نزدیک اس کو بھی ادنیٰ درجہ کی بات سمجھتا تھا غرض) اس (محتسب) کی امید پر وہ غریب الوطن آیا کیونکہ وہ غریب الوطن لوگوں کا (گویا) عزیز اور قریب تھا وہ غریب الوطن اس کے دروازہ کا ہلا ہوا تھا (اور اس کے قبل) بے حد قرض اس کے عطا سے ادا کر چکا تھا (کذا فی الغیاث فی معنی توختن اور) اس (فقیر) نے اسی کریم کے اعتماد پر قرض لیا تھا کہ اس کی بخششوں پر وہ شخص وثوق رکھتا تھا (کہ میں جب جا کر کہوں گا فوراً اتادے دے گا کہ قرض ادا کروں گا پس) وہ لا ابالی اور طالب قرض ہو گیا تھا (اس) دریائے اکرام خصلت کی توقع پر (دوسرے) قرض دار لوگ (جو محتسب سے تعلق نہ رکھتے تھے غایت اندیشہ و غم سے) روتش تھے (کہ دیکھئے ہمارا قرض کس طرح ادا ہوگا اور) وہ شاد کام تھا (اور) مثل گل کے خنداں تھا۔ اس باغ کرام کے سبب (مراد محتسب ہے یعنی جو کریموں میں ایسا تھا جیسے خشک و خاردار درختوں کے مقابلہ میں باغ وجہ تشبیہ تازگی و شگفتہ روئی اور بعض محشین نے دام داروں سے مراد قرض خواہ لئے ہیں لیکن شعرا و ل میں یہی لفظ آیا ہے اور وہاں یقیناً قرضدار مراد ہے پس اشتراک لفظ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے و لا دلیل آگے اس فقیر کی شاد کامی کی مثال ہے کہ کوئی شخص قرض کرو کہ) اس کی پشت آفتاب عرب (یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم) سے گرم ہو گئی (ہو) تو اس کو ابولہب کی مونچھوں پر تاؤ دینے سے (یعنی اس کی کبر و ظلم و ایذاء) سے کیا غم ہے (آگے دوسری مثال ہے کہ) جب کوئی شخص عہد اور علاقہ سحاب کا (یعنی سحاب سے) رکھتا ہو تو اس کو پانی دینے میں سقوں سے کیا بخل ہوگا (کیونکہ ان کے لینے سے سحاب تو خالی نہ ہوگا اور اس کی نظر اس پر ہے آگے تیسری مثال ہے کہ) ساحر لوگ جو کہ خدا تعالیٰ کے دست شفقت سے واقف ہیں وہ ان (ظاہری) دست و پا کو دست و پا کے رتبے میں کب رکھتے ہیں (چنانچہ فرعون کی اس دھمکی سے متاثر نہ ہوئے آگے چوتھی مثال ہے کہ) جس رو باہ کی پشتی پر شیر ہو وہ چیتوں کا کلمہ گھونٹے سے توڑ ڈالے گی (کیونکہ اس کی نظر شیر پر ہونے سے وہ پلنگ سے نہ ڈرے گی جس طرح حضرت جعفر کی نظر حق پر تھی تو جمعیت کفار سے نہیں ڈرے آگے یہی قصہ ہے پھر اس سے دوسرے مضامین مناسبت کی طرف منتقل ہوں گے)۔



آمدن جعفر طیار رضی اللہ عنہ بگرفتار قلعہ تنہا و مشورت کردن ملک آں

قلعہ با وزیر و دفع کردن وزیر ملک را کہ زنہار تسلیم کن و از جہل تہور

مکن کہ ایں مردم مؤیدست از حق و جمعیت عظیم دارد در جان خویش

(حضرت) جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے تنہا آنا اور اس قلعہ کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ خبردار سپہ کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اس شخص کو خدا کی تائید حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

چونکہ جعفر رفت سوئے قلعہ	قلعہ پیش کام بخش جرمہ
جب جعفر ایک قلعہ کی طرف گئے	قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روہو ایک گھونٹ تھا
یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکر	تا در قلعہ بہ بستند از حذر
وہ تنہا قلعہ کی طرف حملہ کے ساتھ دوڑ پڑے	یہاں تک کہ قلعہ کا دروازہ خوف سے بند کر لیا
زہرہ نے کس را کہ پیش آید جنگ	اہل کشتی را چہ زہرہ بانہنگ
کس کی تاب نہ ہوئی کہ ان کے سامنے جنگ کے ساتھ آوے	کشتی والوں کو کیا طاقت ہے نہنگ کے ساتھ
روی آورد آں ملک سوئے وزیر	کہ چہ چارہ ست اندریں وقت اے شیر
وہ بادشاہ وزیر کی طرف متوجہ ہوا	کہ اس وقت کیا تدبیر ہے اے وزیر
گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن	پیش او آئی بشمشیر و کفن
اس نے کہا یہی ہے آپ کبر اور فن کو ترک کریں	ان کے سامنے شمشیر و کفن لے کر جا پہنچیں
گفت آخر نے یکے مردیست فرد	گفت منگر خوار در فردی مرد
بادشاہ نے کہا آخر ایک ہی تو شخص ہے تنہا	وزیر نے کہا کہ اس شخص کی تنہائی میں بے وقعتی کہاں نظر نہ کیجئے
چشم بکشا قلعہ را بگر نکو	ہمچو سیماب ست لرزاں پیش او
آنکھ کھولئے قلعہ کو اچھی طرح دیکھئے	سیماب کی طرح ان کے سامنے لرزاں ہو رہا ہے
شستہ درزیں آنچناں محکم پے ست	گویا شرقی و غربی باویست
یہ شخص زین کے اندر ایسا ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے	گویا شرقی و غربی اس کے ہمراہ ہیں
چند کس ہمچوں فدائی تاختند	خویشتن را پیش او انداختند
چند شخص مثل فداویوں کے دوڑے	اپنے کو ان کے سامنے لا ڈالا

ہر یکے را او بگرزے می فگند	سرنگون ساز اندر اقدام سمند
یہ ایک ایک کو گرز سے گرا رہے تھے	گھوڑے کے پیروں میں سرنگوں کر کے
دادہ بودش صنع حق جمعیت	کہ ہمیزد یک تنہ بر امتے
حق تعالیٰ نے ان کو ایسی جمعیت عطا فرمائی تھی	کہ وہ یکہ تنہا ایک جماعت پر حملہ کر رہے تھے
چشم من چوں دیدی روی آں قباد	کثرت اعداد از چشم قباد
جب میری آنکھ نے اس عظیم الشان کا منہ دیکھا	تو کثرت عدد میری نظر سے گر گئی
اختران بسیار خورشید اریکسیت	پیش او بنیاد ایشان مند کیست
اگر ستارے بہت اور خورشید ایک ہی ہے	اس کے سامنے ان کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے
گر ہزاراں موش پیش آرند سر	گر بہ را نے ترس باشد نے حذر
اگر ہزاروں چوہے سر نکال لیں	بلی کو نہ خوف ہوتا ہے نہ احتیاط
گر بہ پیش آیند موشاں اے فلاں	نیست جمعیت درون جان شاں
اگر بہت سے چوہے سامنے آ جاویں	ان کی جان کے اندر جمعیت نہیں ہے
ہست جمعیت بصورتہا فشار	جمع معنی خواہ ہیں از کردگار
جمعیت بواسطہ صورتوں کے لغو ہے	جمعیت باطن کو حق تعالیٰ سے مانگ
نیست جمعیت ز بسیاری جسم	جسم را برباد قائم داں چواسم
جمعیت کثرت اجسام سے نہیں ہے	جسم کو تو ہوا پر قائم جان مثل نام کے
درول موش اربدے جمعیت	جمع گشتے چند موش از حمیت
اگر چوہے کے باطن میں جمعیت ہوتی	تو چند چوہے حفاظت کی غرض سے جمع ہو جاتے
بر زوندے چوں فدائی حملہ	خویش را بر گربہ بے مہلہ
ایک حملہ میں اپنے کو فدا یوں کی طرح	بلی پر جا ڈالتے بلا مہلت کے
آں یکے چشمش بکندے از ضراب	واں دگر گوشش دریدے ہم بناب
ایک تو اس کی آنکھ ضرب سے نکال لیتا	اور دوسرا اس کا کان دانت سے چیر ڈالتا
واں دگر سوراخ کردے پہلوش	از جماعت گم شدے بیروں شوش
اور دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر ڈالتا	جماعت کے سبب اس کی خلاصی مفقود ہو جاتی



لیک جمعیت ندارد جان موش	بجهد از جانش ببا ننگ گربہ ہوش
لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی	اس کی جان سے بلی کی آواز کے سبب ہوش نکل جاتا ہے
خشک گرد و موش از اں گربہ عیار	گر بود اعداد موشاں صد ہزار
اگر چوہوں کی تعداد لاکھ تک ہو	وہ ایک لاکھ بلی سے خشک ہو جاتے ہیں
از رمہ انبہ چہ غم قصاب را	انہر ہش چہ بند خواب را
گھ کی کثرت سے قصاب کو کیا غم	ہوش کی کثرت کیا روک سکتی ہے نیند کو
مالک الملک ست جمعیت دہد	شیر را تا بر گلہ گوراں جہد
وہ مالک الملک ہے جمعیت دیتا ہے	شیر کو یہاں تک کہ گورخروں کے گھ پر جا کودتا ہے
در زمانے شاں بسا ز دترت و مرت	کس نیارد گفتنش از راہ پرت
تھوڑے زمانہ میں ان کو تتر بتر کر دیتا ہے	اس کو کوئی یہ کہنے کا یار نہیں رکھتا کہ راست سے ہٹ
صد ہزاراں گور وہ شاخ دلیر	چوں عدم باشند پیش ہول شیر
لاکھوں گورخروں دس دس سینک والے دلیر	ہول شیر کے سامنے کالعدم ہو جاتے ہیں

جب جعفر ایک قلعہ کی طرف (اس کو فتح کرنے) گئے (اور وہ) قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ (کی برابر) تھا (کہ اس سے سیری نہ ہوتی دوسری فتوحات کا اشتیاق ہوتا اس میں مبالغہ ہے کہ وہ تو وہ ان کا گھوڑا بھی ایسا شجاع تھا اور) وہ تنہا قلعہ کی طرف حملہ کے ساتھ دوڑ پڑے یہاں تک کہ (قلعہ والوں نے) قلعہ کا دروازہ خوف سے بند کر لیا کسی کی تاب نہ ہوئی کہ اس کے سامنے جنگ کے ساتھ آوے (آگے مثال ہے کہ) کشتی والوں کو کیا طاقت ہے نہنگ کے ساتھ (مقابلہ کر سکیں) وہ بادشاہ (وہاں کا) وزیر کی طرف متوجہ ہوا کہ اس وقت کیا تدبیر ہے اے وزیر اس (وزیر) نے کہا (تدبیر) یہی ہے آپ کبر اور فن (حرب) کو ترک کریں (اور) ان کے سامنے شمشیر و کفن لے کر جا پہنچیں بادشاہ نے کہا آخرا یک ہی تو شخص ہے تنہا (پھر ایسی رائے کیوں دی جاتی ہے) وزیر نے کہا کہ اس شخص کی تنہائی میں بے وقعتی کے ساتھ نظر نہ کیجئے۔ آنکھ کھولنے قلعہ کو اچھی طرح دیکھئے (کہ) سیماب کی طرح ان کے سامنے لرزاں ہو رہا ہے (حقیقۃً بطور خارق کے ہو گا یا حکماً برعدۃ الہما) یہ شخص زیں کے اندر (بے فکری سے) ایسا ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے گویا (تمام) شرقی و غربی اس کے ہمراہ ہیں (چنانچہ دیکھئے کہ ان کی ابتداء آمد میں اہل قلعہ میں سے) چند شخص مثل فدا یوں کے (کسی کہ خود را فدائے مخدوم خود کند و اور اندوی ہم گویند ان کے مقابلہ کے لئے) دوڑے (تھے اور) اپنے کو ان کے سامنے لا ڈالا (تھا مگر) یہ ایک ایک کو گرز سے گرا رہے تھے گھوڑے کے پیروں میں سرنگوں کر کے۔ حق تعالیٰ نے ان کو (اس وقت) ایسی جمعیت (قلبیہ) عطا فرمائی تھی کہ وہ یکہ تنہا ایک جماعت پر حملہ کر رہے تھے جب میری آنکھ نے (اس وقت) اس عظیم الشان کام نہ دیکھا تو کثرت عدد میری نظر سے گر گئی (اور معلوم ہو گیا کہ کثرت عدد کوئی چیز نہیں بلکہ

اصل چیز جمعیت ہے جس کا ذکر دادہ بودش میں ہوا ہے اور یہ فطری ہے یا بعد اکتساب و مجاہدات کے حصول نسبت سے وہی ہے آگے مولانا اس کی چند مثالیں فرماتے ہیں کہ مدار جمعیت پر ہے۔

مثال اول:- اگر ستارے بہت اور خورشید ایک ہی ہے (لیکن) اس (خورشید) کے سامنے ان (کواکب) کی بنیاد ریزہ ریزہ (من الاندکاک مجردہ دک۔

مثال ثانی:- اگر ہزاروں چوہے سر نکال لیں بلی کونہ (ان سے) خوف ہوتا ہے نہ احتیاط (ہوتی ہے) اگر بہت سے چوہے جمع ہو کر (سامنے آجاویں) مگر (ان کی جان کے اندر جمعیت نہیں ہے) اور بلی میں جمعیت ہے گو بلی ایک ہے اور چوہے کثیر پس معلوم ہوا کہ (جمعیت بواسطہ (جسمی) صورتوں کے لغو ہے) بلکہ (جمعیت باطن کو خدا تعالیٰ سے مانگ جمعیت کثرت اجسام سے نہیں ہے جسم کو تو ہوا پر قائم جان مثل نام کے) کہ اس کا قائم بالہواء ہونا بوجہ اس کے کہ وہ ایک صوت ہے ظاہر ہے پس اسی طرح مشبہ کونا پائیدار ناقابل اعتبار سمجھ اور وجہ تشبیہ یہی نا اعتباری ہے گو جسم ہوا پر قائم نہیں پس اس تکلف کی حاجت نہیں جو بعض محشین نے کیا ہے اجسام حیوانات برانفاس قائم اند و انفاس ہوا انداھ) اگر چوہے کے باطن میں جمعیت ہوتی تو چند چوہے (اپنی) حفاظت کی غرض سے جمع ہو جاتے (کذا فی الغیاث فی معنی الحمیۃ بکسر الحار و سکون المیم و تخفیف الیاء اور جمع ہو کر) ایک حملہ میں اپنے کوفدائیوں کی طرح بلی پر جا ڈالتے بلا مہلت کے۔ ایک تو اس کی آنکھ ضرب سے نکال لیتا اور دوسرا اس کا کان دانت سے چیر ڈالتا اور دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر ڈالتا (غرض) جماعت (موشاں) کے سبب اس (بلی) کی خلاصی (کی صورت) مفقود ہو جاتی (یعنی کوئی سبیل اس کی خلاصی کی نہ رہتی) لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی (اس لئے) اس کی جان سے بلی کی آواز کے سبب ہوش نکل جاتا ہے۔ اگر چوہوں کی تعداد لاکھ تک ہو وہ (سب) ایک لاغر بلی سے خشک ہو جاتے ہیں۔

مثال ثالث:- گلہ کی کثرت سے قصاب کو کیا غم۔

مثال رابع:- ہوش (وحواس) کی کثرت کیا روک سکتی ہے نیند کو (بلکہ سب پر نیند غالب آکر سب کو فنا کر دیتی ہے)۔  
مثال خامس:- جس کی تمہید یہ ہے کہ (وہ مالک الملک ہے جمعیت دیدیتا ہے شیر کو) یہاں سے مثال شروع ہوئی ہے (یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلہ پر جا کودتا ہے) (اور) تھوڑے زمانہ میں ان کو تتر بتر کر دیتا ہے (اور) اس کو (ان گورخروں میں سے) کوئی یہ کہنے کا یا را نہیں رکھتا کہ راستہ سے ہٹ (کذا فی الغیاث بالضم برد و از راہ یکسو شواہ بلکہ) لاکھوں گورخروس دس سینگ والے دلیر ہول شیر کے سامنے کالعدم ہو جاتے ہیں۔

مالک الملک ست بدہد ملک حسن	یوسفؑ راتا بود چوں مای مزین
وہ مالک الملک ہے وہ ملک حسن عطا فرماتا ہے	ایک حسین کو جیسا بادل کا پانی
در رنے بہند شعاع اخترے	کہ شود شاہے غلام دخترے
کسی رخ میں وہ ایک آفتاب کی سی شعاع رکھ دیتا ہے	کہ ایک بادشاہ ایک لڑکی کا غلام ہو جاتا ہے
بہند اندر روی دیگر نور خود	کہ بہ بیند نیم شب ہر نیک و بد
وہ دوسرے رخ میں اپنا نور رکھ دیتا ہے	جس سے وہ آدمی رات میں ہر نیک و بد کو دیکھ لیتا ہے



یوسف و موسیٰ ز حق بردند نور	در رخ و رخسار و در ذات الصدور
یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے نور حاصل کیا تھا	رخ اور رخسار میں بھی اور سینہ والے قلب میں بھی
روی موسیٰ بارتے انجختہ	پیش رو او تو برہ آویختہ
موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایک برق پیدا کرتا تھا	ان کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا رہتا تھا
نور رویش آنچناں بردے بھر	کہ زمرہ از دو دیدہ مار کر
ان کے چہرہ کا نور اس طرح سے نگاہ کو سلب کر لیتا تھا	جیسا کہ زمرہ بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے
اوز حق درخواستہ تا تو برہ	گردد آں نور قوی را ساترہ
انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ تاکہ نقاب	اس نور قوی کا ساتر بن جاوے
تو برہ گفت از گلیمت ساز ہیں	کاں لباس عارفی آمد امیں
ارشاد ہوا کہ نقاب اپنے کبیل کا بنا لو ہاں	کہ وہ بالیقین عارف کا لباس ہے
کاں کسا بر نور صبرے یافتہ است	نور جاں در تار و پودش تافتہ است
کہ اس کبیل نے نور پر تحمل حاصل کیا ہے	نور جان اس کے تانے بانے میں روشن رہا ہے
جز چنین خرقہ نخواہد شد صواں	نور مارا برنتابد غیر آں
بجز اس خرقہ کے اور کوئی چیز اس کا حامل نہیں ہو سکتا	ہمارے نور کو اس کے سوا اور کوئی برداشت نہیں کر سکتا
کوہ قاف ارپیش آید بہر سد	ہمچو کوہ طور نورش بر درد
اگر کوہ قاف بھی بند کرنے کے لئے آ جاوے	تو مثل کوہ طور کے یہ نور اس کو بھی بھاز ڈالے
از کمال قدرت ابدان رجال	یافت اندر نور بیچوں احتمال
کمال قدرت سے مردان خدا کے ابدان نے	نور بے کیف میں تحمل حاصل کیا ہے
آنچہ طورش برنتابد ذرہ	قدرتش جاسازد از قارورہ
جس چیز کو طور ذرہ برابر برداشت نہیں کر سکتا	قدرت حق اس کی جگہ بنا دیتی ہے ایک آگینہ میں
آنچہ طورش برنتابد اے کیا	قدرتش اندر ز جابجے ساخت جا
جس چیز کو طور نہیں برداشت کر سکا اے لطیف	قدرت نے اس کی جگہ ایک شیشہ میں کر دی
گشت مشکوٰۃ ز جاجی جای نور	کہ ہی درد ز نور آں قاف و طور
مشکوٰۃ ز جاجی اس نور کی جگہ بن گیا	کہ اس نور سے وہ کوہ قاف اور طور پارہ پارہ ہوتا ہے

جسم شاں مشکوٰۃ داں دلشاں ز جان	تافتہ بر عرش و افلاک ایں سراج
ان کے جسم کو مشکوٰۃ جان ان کے قلب کو زجان	یہ مصباح عرش و افلاک پر تاباں ہے
نور شاں حیران ایں نور آمدہ	چوں ستارہ زیں صحنی فانی شدہ
ان کا نور اس نور سے دگ ہو گیا	وہ اس نور چاشت سے فانی ہو گیا
زیں حکایت کرد آں ختم رسل	از ملوک لایزال لم یزل
اسی سے حکایت کی ہے اس خاتم رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے	بادشاہ ابدی و ازلی سے
کہ بگنجدیم در افلاک و خلا	در عقول و در نفوس باعلا
کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا میں	عقول میں اور نفوس میں جو کہ علوی ہیں
در دل مومن بگنجدیم چو ضیف	بے زچون و بے چگونہ بے ز کیف
قلب مومن میں مہمان کی طرح سا گیا ہوں	بلا چوں اور بلا چگون اور بلا کیف کے
تا بدلالی آں دل فوق و تحت	یا بدازمن پادشاہیہائے بخت
تاکہ اس قلب کی دلالی سے مخلوقات فوقیہ اور تحتیہ	مجھ سے سلطنتیں اور سعادت پاویں
بے چنین آئینہ ایں خوبی من	برنتابد نے زمین و نے زمن
بدوں ایسے آئینہ کے میرے جمال کو	کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ آسمان
بر دوکون اسپ ترحم تا ختم	پس عریض آئینہ برسا ختم
ہم نے دونوں عالم پر ترحم کا کھوڑا دوڑایا	بہت وسیع آئینہ ہم نے بنایا
ہر دمے زیں آئینہ پنجاہ عرس	بگر آئینہ ولے شرش میرس
ہر ساعت اس آئینہ پنجاہ شادی والے سے	آئینہ سنارہ و لیکن اس کی شرح مت پوچھ
حاصل آں کز لبس خویش پردہ ساخت	کہ نفوذ آں قمر رامی شناخت
حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی لباس سے اس کا پردہ بنایا	کیونکہ وہ اس قمر کے نفوذ کو پہچانتے تھے
گر بدے پردہ ز غیر لبس او	پارہ گشتے گر بدے کوہ دو تو
اگر ان کے لباس کے سوا اور کوئی نقاب ہوتا	تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا اگر مضاعف حجم کا بھی پہاڑ ہوتا
زاہنیں دیوار ہا ناقد شدے	توبرہ بانور حق چہ فن زدے
لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا	نقاب تو نور حق کے سامنے کیا تیر مارتا



گشتہ بود آں تو برہ صاحب تھے	بود وقت سوز خرقہ عارفی
وہ نقاب مصاحب حرارت عشق کا رہا تھا	سوز کے وقت وہ ایک عارف کا خرقہ رہ چکا تھا
گشتہ بود آں تو برہ ستار نور	زانکہ بود از خرقہ یک با حضور
وہ نقاب نور کا ستار ہو گیا تھا	اس لئے کہ وہ ایک صاحب حضور کے خرقہ کا جزد تھا
زاں شود آتش رہین سوختہ	کوست با آتش ز پیش آموختہ
آگ یا لوہا اس لئے چھماق کا مرہون ہے	کہ وہ پہلے سے آگ کے ساتھ خو آموختہ ہے
وزہوای و عشق آں نور رشاد	خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد
اس نور ہدایت کی محبت اور عشق میں	خود حضرت صفورا نے دونوں آنکھیں کھو دیں
اولاً بر بست یک چشم و بدید	نور روی او و آں چشمش پرید
اولاً انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی	اور ان کے چہرہ کے نور کو دیکھا اور ان کی وہ آنکھ غائب ہو گئی
بعد از اں صبرش نماند و آں دگر	بر کشاد و کرد خرج آں قمر
اس کے بعد ان کو صبر نہ رہا اور وہ دوسری بھی	کھول دی اور اس ماہ پر بذل کر ڈالی
بہمنایاں مرد مجاہد ناں دہد	چوں بردز و نور طاعت جاں دہد
اسی طرح مجاہدہ کرنے والا شخص روٹی حوالہ کرتا ہے	جب اس پر نور طاعت اثر کرتا ہے تو جان حوالہ کر دیتا ہے
پس ز نے گفتش ز چشم عبہری	کہ زدست رفت حسرت میخوری
پس ان سے ایک عورت نے کہا کہ چشم زگین سے	جو کہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی کیا تم کچھ حسرت کرتی ہو
گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار	دیدہ بودے تاہمی کردم نثار
انہوں نے جواب دیا کہ یہ حسرت کرتی ہوں کہ ایک لاکھ	آنکھ ہوتی تاکہ میں نثار کر دیتی
روزن چشم زمہ ویراں شدست	لیک مہ چوں گنج در ویراں نشست
میرا در پچہ چشم ماہ سے ویران ہو گیا ہے	لیکن ماہ خزانہ کی طرح ویرانہ میں جم گیا ہے
کے گزارد گنج کایں ویرانہ ام	یاد آرد از رواق و خانہ ام
خزانہ اس بات کی کب نوبت آنے دے گا کہ میرا ویرانہ	میرے ایوان اور خانہ کو یاد کیا کرے
حق شنیدایں زود چشم باز داد	دید موسیٰ را ز نورش ساز داد
حق تعالیٰ نے اس کو سنا بہت جلد ان کو پھر آنکھیں دیدیں	موسیٰ علیہ السلام کی دید کے لئے اپنے نور سے ان کو سامان دیا

از نظر آں نور زو پنہاں نشد	از خزینہ خاص بد ویراں نشد
نظر کرنے سے وہ نور ان سے غائب نہیں ہوا	خزانہ خاص سے تھا ویراں نہ ہوا

(اوپر ذکر تھا حق تعالیٰ کے ایک عطائے خاص یعنی ہیبت و جلال کا آگے اس امر کی تصریح کے لئے عطائے حق کسی خاص کمال و صفت میں منحصر نہیں ذکر فرماتے ہیں دوسری عطا یعنی حسن و جمال کا پھر وہی شعر کے بعد اس جمال سے جس کا منشاء حسن متعارف ہو منتقل ہو کر اس جمال کے متعلق مضمون فرما دیں گے جس کا سبب نور حق ہو خواہ اس کا اثر صرف باطن پر ہو یا ظاہر پر بھی ہو پس ارشاد ہے کہ) وہ مالک الملک ہے وہ ملک حسن عطا فرماتا ہے ایک حسین کو جیسا بادل کا پانی (خاص غیر مکدر ہوتا ہے یعنی ایسا صاف حسن عنایت فرمایا ہے اور یوسف میں یائے تنکیر قرینہ ہے اس کا کہ مراد مطلق حسین ہے جیسے حاتم سے کبھی مطلق نخی مراد لیتے ہیں) کسی رخ میں وہ ایک آفتاب کی سی شعاع رکھ دیتا ہے کہ (اس کے سبب) ایک بادشاہ ایک (ادنیٰ) لڑکی (کنیز وغیرہ) کا غلام ہو جاتا ہے (یہ تو جمال معتاد تھا اور کسی کو دوسرا جمال غیر معتاد خارق عادت خواہ باطنی محض یا مع الظاہری عطا فرماتا ہے جس کا آگے بیان ہے یعنی) وہ دوسرے رخ میں اپنا نور رکھ دیتا ہے جس سے وہ آدھی رات میں ہر نیک و بد کو دیکھ لیتا ہے (ظاہر یہ ہے کہ رخ سے مراد رخ باطن ہے کما قالوا فی قوله تعالیٰ انی وجہت و جہی للذی فطر الایہ لان المتوجہ الی اللہ تعالیٰ فی الاصل هو القلب پس یہ جمال باطنی محض ہے جس کا اثر ادراک حقائق و امتیاز بین الخیر والشر ہے جس کو نیک و بد کہا ہے اور نیم شب عبارت ہوگی اسباب تلخیص و اشتباہ سے یعنی شبہات اس کو مانع نہیں ہوتے اور ممکن ہے کہ یہ نور کشف کو بھی شامل کہا جاوے تو خارق ہونا اور ظاہر ہو جاوے گا گو اول بھی عام حکماء کی حالت کے اعتبار سے خارق ہے اور قرینہ اس کے باطن ہونے کا یہ بھی ہے کہ اس جمال معبر بعنوان النور کا خاصہ ادراک فرمایا ہے فی قولہ کہ بہ بیند الخ حالانکہ جمال ظاہری کے لئے آلہ ادراک ہونا ضروری کیا بلکہ واقع بھی نہیں مدرک باسم المفعول البتہ ہوتا ہے آگے اس جمال غیر معتاد کا بیان ہے جو باطن کے ساتھ جسم پر بھی ظاہر ہو جیسے یوسف علیہ السلام کا حسن کہ سب کو معلوم ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا حسن کہ بعد تجلی طور کے بعض نے لکھا ہے کہ حسن کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا تھا جو دیکھ لیتا اندھا ہو جاتا تھا اس لئے آپ چہرہ پر نقاب رکھتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ بدیع الدین قطب الدار اسی شان موسوی سے مشرف تھے اس لئے ان کے چہرہ میں بھی یہی اثر تھا اور وہ بھی نقاب رکھتے تھے واللہ اعلم آگے دور تک یہی مضمون ہے یعنی) یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے نور (خاص) حاصل کیا تھا رخ اور رخسار میں بھی اور سینہ والے قلب میں بھی (یعنی باطن میں بھی چنانچہ نبوت بلکہ ولایت کے لئے بھی لازم ہے اور ظاہر جسم پر بھی چنانچہ لکھا گیا) موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایک برق پیدا کرتا تھا (جس کے دیکھنے کی کوئی تاب نہ لاتا تھا اس لئے) ان کے چہرہ کے سامنے نقاب لٹکا رہتا تھا (بارق بمعنی روشن ست مبالغۃً روشنی را بارق گفتہ) ان کے چہرہ کا نور اس طرح سے نگاہ کو سلب کر لیتا تھا جیسا کہ زمرہ بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے (نگاہ کو سلب کر لیتا ہے فی الحاشیہ مار کرتار یکہ گزیدہ اور ایچ افسوں و پا زہر اثر نکند و آں را بتازی حیۃ الاصم گوینداہ) انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تاکہ نقاب اس نوری قوی کا سائر



نجاوے (یعنی یہ دعا کی کہ کوئی چیز ایسی بتلا دیجئے کہ وہ حاجب ہو سکے اور خود اس لئے تجویز نہیں کر سکے کہ بظاہر متعارف نقاب کا حاجب ہونا ایسے تیز نور سے مستبعد ہے وہ تو اس نقاب سے یہی نفوذ کرنے لگے گا جیسے نور آفتاب کو بادل نہیں چھپا سکتا) ارشاد ہوا کہ نقاب اپنے کبل کا بنا لو ہاں (یعنی کبل کا کنارہ آگے کو کر لیا کرو جس سے چہرہ چھپ جاوے ہم اس میں حاجبیت کا خاصہ پیدا کر دیں گے اور کبل کی تخصیص اس لئے ہے) کہ وہ بالیقین عارف کا (یعنی اے موسیٰ تمہارا) لباس ہے (اس لئے اس میں تمہارے تلبس سے یہ خاصہ ہو جاوے گا جس کی شرح آگے ہے) کہ اس کبل نے نور پر تحمل حاصل کیا ہے (اور) نور جان (یعنی نور موسوی) اس کے تانے بانے میں روشن رہا ہے (پس اس کو ایک قسم کی مناسبت موجب تحمل ہے باقی) بجز اس خرقة کے اور کوئی چیز اس کا حامل نہیں ہو سکتا (اور) ہمارے نور کو اس کے سوا اور کوئی (حجاب) برداشت نہیں کر سکتا (فی الممتخب صوان بہرہ حرکت جامہ داں و تختہ کہ در آں رخت نگاہ دارند آہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا حامل ہونا محتاج جعل نہیں یا دوسری چیز بعد جعل کے بھی حامل نہیں ہو سکتی بلکہ ایک حکمت ہے اس کو جعل میں ترجیح دینے کی دوسری اشیاء پر) اگر (فرضا) کوہ قاف بھی (اس کے) بند کرنے کے لئے آ جاوے تو مثل کوہ طور کے یہ نور (رخ موسوی) اس کو بھی پھاڑ ڈالے (اس سے یوں نہ سمجھا جاوے کہ یہ نور وہی تجلی طوری تھی اس کا تحمل تو موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہ ہوا تھا کما قال تعالیٰ و خر موسیٰ صعقا بلکہ اس کا ایک ایسا اثر تھا جس کو موسیٰ علیہ السلام تحمل کر سکتے تھے اور دوسری اشیاء تحمل نہ کر سکتیں الا النقباء المجمعول الآن وهذا کقولہ تعالیٰ لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا الایۃ و قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم وان خشع لہ لکن لم يتصدع بل تحمله چنانچہ آگے مولانا اس کسار ملا بس موسیٰ کے تحمل سے انتقال فرماتے ہیں اہل اللہ کے قوالب ملا بسہ کا لکساء الموسوی و قلوب حاملہ کا لوجہ الموسوی کے تحمل کے مضمون کی طرف جو حاصل تھا میرے ایراد آیت لو انزلنا کا پس فرماتے ہیں کہ) کمال قدرت (حق) سے مردان خدا کے ابدان (وقوالب) نے نور بے کیف میں تحمل حاصل کیا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ اس نور سے ان کے قوالب منعدم و منہدم نہیں ہوئے گو یہ تحمل بواسطہ قلوب کے ہے ورنہ قلوب کے انشقاق کو قوالب کی موت لازم تھی) جس چیز کو طور ذرہ برابر برداشت نہیں کر سکتا قدرت حق اس کی جگہ بنا دیتی ہے ایک آگینہ میں (مراد اس سے قلب ہے کما سیاتی او پر قوالب کے تحمل کا ذکر تھا یہاں قلوب کے تحمل کا اول بالذات اور ثانی بالعرض مراد اس چیز سے نور حق ہے اور ذرہ میں اشارہ ہے اس تقریر کی طرف جو احقر نے بضمن شرح شعر کوہ قاف الخ کے لکھی ہے یعنی جس قلیل کو موسیٰ علیہ السلام نے برداشت کر لیا طور اس قلیل کو بھی برداشت نہ کر سکا) جس چیز کو طور نہیں برداشت کر سکا اے لطیف (کذانی الغیث) قدرت (حق) نے اس کی جگہ ایک شیشہ میں (یعنی قلب میں) کر دی (اور اس شعر میں اور اسی طرح اس کے ماقبل و مابعد کے شعروں میں جگہ سے مراد اگر خود نور کی جگہ ہے تو نور حق سے مراد نور مجہول بجعل الحق من المعرفة والمحبة والعلم والحال ونحو ذلک ہے اور اگر نور حق سے مراد نور قدیم ہے جیسا انچہ طورش برنابہ سے ظاہر یہی ہے تو جگہ سے مراد نور کی جگہ نہیں بلکہ اس نور کے ظہور و تعلق حادث کی جگہ ہے آگے قالب کے تحمل میں قلب کے واسطہ ہونے کی تصریح ہے (یعنی) مشکوٰۃ زجاجی اس نور کی جگہ بن گیا کہ اس نور

سے وہ کوہ قاف اور طور پارہ پارہ ہوتا ہے (اشارہ ہے طرف آیت نور کے جس میں یہ جملہ بھی ہے مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجة اور اشارہ ہے طرف تاویل خاص کے کہ مشکوۃ بمعنی طاقچہ چراغ سے مراد جسم مومن کا اور زجاجة بمعنی شیشہ سے مراد قلب مومن کا اور مصباح سے نور حق کہ زجاجة مذکورہ سے اولاً اس کا تعلق ہے اور مشکوۃ سے ثانیاً پس مشکوۃ کو زجاجة کے ساتھ موصوف کرنے میں اشارہ ہو گیا اس تعلق اولاً و ثانیاً کی طرف چنانچہ آگے اس تفسیر کی تصریح بھی فرماتے ہیں کہ) ان (رجال حق) کے جسم کو مشکوۃ جان (اور) ان کے قلب کو زجاجة اور پھر ثالثاً اس مشکوۃ و زجاجة کے واسطہ سے) یہ مصباح (یعنی نور حق) عرش و افلاک پر تاباں ہے (اور ارض پر بالاولیٰ جو کہ جملہ اللہ نور السموات والارض کا مدلول ہے جس کے بعد مثل نورہ الخ فرمایا ہے گویا مولانا اشارۃ فرماتے ہیں کہ سموات و ارض پر تجلی ہونے کی صورت میں قرآن میں یہ بتلائی ہے مثل نورہ کمشکوۃ الخ اور اس تو وسط کا ذکر آگے تصریحاً اس شعر میں آوے گا تا بدلالی الی برد و کون اس پر ترجمہ تا ختم الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود دونوں عالم سے انسان ہے خصوص انسان کامل کما قال تعالیٰ ولویؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ماترک علی ظہرہا من دابة الایہ فاستلزام ہلاک الناس ہلاک الجميع دل علی ما قلت پس اولاً عنایت حق انسان پر متوجہ ہے اور ثانیاً باقی مخلوق پر جس میں سب علویات و سفلیات آگے کما اور دلفظ الخلق الشامل للجميع فی القول المشہور الثابت معناه بالدلیل المنصور کنت کنزاً مخفیاً الخ کما فکرتہ فی شرح الشطر الثانی من الدفتر الاول اور اس میں چونکہ غایت معرفت کو ٹھہرایا ہے اور کمال معرفت انسان کامل کو ہے انسان کامل کا واسطہ ہونا اس سے بھی ثابت ہو گیا و نیز حدیثوں میں مصرح ہے کہ بقاء عالم زمین پر اللہ کا نام لینے والوں سے ہے اور جب یہ نہ رہے گا تو قیامت آ جاوے گی اور ظاہر ہے کہ زمین پر یہ نام پاک لیا جانا بدولت اہل ایمان خصوص اہل عرفان کے ہے کہ اول یہ ختم ہوں گے پھر معرفت و علم نہ رہنے سے اہل ایمان گم ہوں گے اور قیامت آ جاوے گی پس ہر طرح تجلی علی سائر الخلق کا واسطہ انسان کامل ہوا اسی کو کہا ہے تافۃ بر عرش الخ) ان (عرش و فلک) کا نور (جو خاص ان کے استعداد کے موافق ان کو عطا ہوا ہے) اس نور (رجال حق) سے دنگ ہو گیا۔ (لکونہ اعجب واعظم منه لانه نور معرفة الحق والعرش والسموات لیس معرفتہا کمعرفة الانسان فنورہ اقوی و اشد اور) وہ (نور عرش و افلاک) اس نور چاشت سے (یعنی نور رجال حق سے کہ مشابہ نور آفتاب وقت چاشت کے ہے) فانی (یعنی مضحل اور کالعدم) ہو گیا (آگے اس کی تائید ایک روایت مشہور عند الصوفیہ سے کرتے ہیں کہ) اسی سے حکایت کی ہے اس خاتم رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ابدی و ازلی سے (یعنی حدیث قدسی ہے) کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا (یعنی فوق العرش) میں (کیونکہ تحت العرش خلا نہیں ہے گو امتناع ثابت نہ ہو اور اسی طرح میں نہیں سمایا) عقول میں اور نفوس میں جو کہ علوی ہیں (فلسفی بالاولیٰ لیکن) قلب مومن میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں (تشبیہ ضیف کے ساتھ اکرام و محبوبیت میں ہے اور پورا دخل دینے میں جیسا مہمان محبوب پورا دخیل و حاکم ہوتا ہے اور یہ سمانا ظرفیت و مظر و فیت کا نہیں بلکہ) بلاچوں اور بلاچگون اور بلا کیف کے (آگے ایک حکمت اس سامنے کی ہے بلا قصد حصر کے



یعنی اس لئے (سایا) تاکہ اس قلب (صاحب نور حق) کی دلالی (یعنی توسط) سے مخلوقات فوقیہ (سماویہ) اور  
تحتیہ (ارضیہ) مجھ سے سلطنتیں اور سعادت پاویں (کما ذکر تقریرہ بقدر الضرورة فی شرح شعر جسم شان مشکوة الخ  
اور جس روایت کا حوالہ دیا جا رہا ہے اس میں ایسا مضمون تصریحاً مذکور نہیں لیکن دوسرے دلائل سے جس کا بیان شعر  
جسم شان کی شرح میں ہوا ہے اس کے ساتھ منضم کر دیا نیز اگر اس روایت میں بھی غور کیا جاوے تو اشارۃً اس سے  
مستنبط ہو سکتا ہے کیونکہ قلب مومن میں گنجائش ہونا اور ارض و سما میں نہ ہونا مستلزم ہے زیادت شرف و اختصاص بالحق  
کو قلب مومن کے لئے اور عادۃً اشرف و مختص عند السلطان متبوع اور واسطہ ہوتا ہے غیر اشرف و غیر مختص کے لئے  
عنایات و عطیات میں آگے بھی اس روایت کے حاصل مضمون کا تتمہ ہے کہ) بدوں ایسے آئینہ کے میرے جمال کو  
کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ آسمان (لان الزمان علی المشہور مقدار حرکتہ) ہم نے دونوں  
عالم پر رحم کا گھوڑا دوڑایا (اور) بہت وسیع آئینہ ہم نے بنایا (وسیع حکماً مراد ہے من حیث خاصیت و کونہ محلاً للتجلی الواسع  
آگے اس آئینہ کی فحامت ہے کہ) ہر ساعت اس آئینہ پنجاہ شادی والے سے آئینہ (کا نام) سنتارہ ولیکن اس کی  
شرح مت پوچھ (یعنی اس آئینہ کے احوال و حکایات میں سے اتنا ہی سن لے کہ یہ ایک عجیب آئینہ ہے مطلب یہ  
نہیں کہ فقط نام ہی سن لے مطلب یہ ہے کہ اجمالاً اس کا حال سن لے جتنا ہم نے بیان کر دیا اس کو مبالغۃً بشنو آئینہ  
کہہ دیا چنانچہ دلیل اس کی یہی ہے کہ اس کے مقابل کہا ہے شرحش میرس یعنی تفصیل مت پوچھ اور ظاہر ہے کہ تفصیل  
کے مقابل اجمال ہے پس اجمال کی اجازت ہے اور تفصیل سے نہیں ہے اور وجہ اس نہیں کی یہ ہے کہ اس کے آئینہ  
ہونے کی حقیقت موقوف ہے اس کے تجلی گاہ ہونے کے ادراک پر اور یہ ادراک موقوف ہے ادراک تجلیات پر اور یہ  
امر ذوقی ہے شرح اور قال سے منکشف نہیں ہوتے اور ان ہی تجلیات حق سے کہ ہر تجلی مایہ سرور و متاع جو رہے اس کو  
پنجاہ عرس کہا گیا ہے اور یہ دلالت علی الفحامت اس صیغہ نہی سے ہے کما فی قوله تعالیٰ ولا تسأل عن  
اصحاب الجحیم علی قراءۃ النہی اور جس روایت کا حوالہ ان اشعار میں ہے خاص اس مضمون کی نسبت تو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ثابت نہیں البتہ اسرائیلیات میں یہی مضمون اور حدیث مرفوع میں اس کے  
مشابہ مضمون ثابت ہے چنانچہ امام احمد زہد میں وہب بن منبہ سے یہ روایت کی ہے ان اللہ تعالیٰ فتح  
السموات لیحز قیل حتی نظر الی العرش فقال حز قیل سبحنک ما اعظمک یا رب فقال اللہ  
تعالیٰ ان السموات والارض ضعفن عن ان یسعی و وسعی قلب المومن الوادع اللین اور  
حدیث مرفوع طبرانی نے اس طرح روایت کی ہے ان اللہ آتیۃ من اهل الارض و انیۃ ربکم قلوب  
عبادہ الصالحین و احبھا الیہ الینھا و ارقھا کذا فی المقاصد الحسنۃ فی باب المیم بلفظ  
ما وسعی سمائی ولا ارضی ولكن و سعی قلب عبدی المؤمن و فیہا و معنایہ وسع قلبہ الایمان  
بی و محتبی و معرفتی ۵۱۔ اور مراد صوفیہ کی بھی وسعت سے یہی ہے نہ کہ تحیز و تمکن حلول کما قال مولانا بے  
زچون و بے چگونہ بے زکیف و التحیز و التمكن والحلول متکيف فان قیل ان المعرفة والمحبة  
ایضاً متکيف قلت ان التجلی الذی من آثارہ هذه المعرفة والمحبة غیر متکيف اب احقر کہتا ہے

کہ بعد تعین معنی روایت کے یہ مضمون خود قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالیٰ انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابین ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان الاية فان حاصل معنی حمل الامانة هو معنی الیوسع المذكور یہ مضمون اسطر ادا الذکر الجمال الموسوی مذکور ہوا ہے آگے پھر اسی مضمون سابق جمال موسوی کی تکمیل ہے کہ حاصل یہ کہ موسوی علیہ السلام نے اپنے ہی لباس سے اس (نور) کا پردہ بنایا کیونکہ وہ اس قمر (یعنی نور حق) کے (اثر) نفوذ کو پہچانتے تھے (کہ یہ بڑے بڑے حجابوں اور نقابوں میں سے پار ہو جاوے گا اور مستور نہ ہوگا بجز میرے لباس کے کہ باعلام حق اس کے ساتھ ہونے کا یقین تھا اور موسیٰ علیہ السلام اس کے نفوذ کو جیسا جانتے تھے واقع میں بھی ایسا ہی نفوذ تھا چنانچہ اگر ان کے لباس کے سوا اور کوئی نقاب ہوتا تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا اگر (حجم موجود بالفعل سے) مضاعف حجم کا بھی پہاڑ ہوتا (اور) لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا (اور) نقاب (بیچارہ) تو نور حق کے سامنے کیا تیر مارتا (اور وہ نقاب کساء موسوی کا جو کافی ہو گیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ) وہ نقاب مصاحب حرارت عشق کا رہا تھا (یعنی) سوز (عشق موسوی) کے وقت وہ ایک عارف (کامل یعنی موسیٰ علیہ السلام) کا خرقہ رہ چکا تھا (پس وہ اس تلبس واعتیاد کے سبب اس نور کا حامل و متحمل ہو سکتا تھا آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) وہ نقاب نور کا ساتر ہو گیا تھا اس لئے کہ وہ ایک صاحب حضور (وقرب الہی) کے خرقہ کا جزو تھا (حقیقت اس مضمون کی بضمن شرح شعر کان کسا از نور الخ و شعر جز چنین خرقہ الخ ذکر کر چکا ہوں آگے اس تحمل کساء للملا بستم بموسیٰ عم کی مثال ہے کہ) آگ یا لوہا اس لئے چقماق کا مرہون ہے کہ وہ پہلے سے آگ کے ساتھ خواہ موختہ ہے (کتب لغت کے مطالعہ اور اہل تجربہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ چقماق جس سے آگے حاصل کی جاتی ہے وہ تین قسم پر ہے پتھر۔ لوہا۔ خاص درختوں کی لکڑی جیسے مرغ اور عفار اور ہر حال میں یہ دو چیزیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک کو دوسرے پر مارنے سے آگ پیدا ہوتی ہے اوپر والے کو زندہ اور نیچے والے کو زندہ کہتے ہیں اور مرغ اور عفار میں عفار اوپر ہوتا ہے اور مرغ نیچے اور جس چیز میں اس چقماق سے آگ لے جاتی ہے کہ جس سے آگ کوئی چیز سلگائی جاتی ہے اس کو عربی میں حراقہ اور فارسی میں سوختہ کہتے ہیں اور یہ بھی کئی قسم کا ہوتا ہے کوئی گھاس یا روٹی کپڑا جلا ہوا یا بے جلا ہوا کوئلہ مسلم یا پٹیس کر بطور ٹکیہ کے بنا ہوا سو جلے ہوئے کو سوختہ کہنا ظاہر ہے اور بے جلے کو سوختہ کہنا مجاز ہے باعتبار مایول کے اور ہر حال میں اس سوختہ میں مادہ آتش گیر ہونا لازم ہے کہ اسی سے وہ آگ کو جلدی قبول کر لیتا ہے یہ تو تحقیق ہے آتش زندہ اور آتش گیر کی اور نسخہ اس شعر میں دو ہیں زان بود آتش اور زان بود آہن نسخہ اول کی تقریر یہ ہے کہ آتش اس لئے سوختہ کی گرفتہ اور محمول ہو جاتی ہے یعنی سوختہ حامل آتش کا ہو جاتا ہے کہ وہ پہلے سے آتش کا خو گرفتہ ہے اگر وہ پہلے سے سوختہ ہو چکا ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر پہلے سے سوختہ نہیں ہے تو آموختہ کے معنی مناسب اور قابل کے ہوں گے یعنی اس کو چونکہ آتش سے پہلے سے مناسبت ہے اور نسخہ ثانیہ کی تقریر یہ ہے کہ آہن چقماق اس لئے سوختہ کا قرین ہے چنانچہ بعض نسخوں میں رہیں کی جگہ قرین ہے اور چونکہ قرآن دونوں جانب سے ہوتا ہے مراد بطور لازم کے یہ ہوگی کہ سوختہ اس لئے قرین ہے چقماق کا یعنی اس سے اس لئے آتش گیر ہے کہ وہ سوختہ پہلے سے آتش سے خو گرفتہ ہے بالمعنی الذی ذکر فی النسخۃ الاولى اور ہر حال میں متحمل کو



حامل سے تشبیہ دی کہ دونوں میں مابہ الاشتراک تناسب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سوختہ آتش کا متحمل کسی حال میں نہیں پس ظاہراً القاب کے تحمل کو اس کے ساتھ تشبیہ دینا محل شبہ ہے مگر وضوح مقصود کے بعد شبہ دفع ہو گیا آگے پھر قصہ جمال موسوی یعنی کسی کا اس کی تاب نہ لا سکنے کا اور باوجود اس کے طالب صادق کے نزدیک اس کی محبوبیت و مطلوبیت کا مذکور جیسا جمال ظاہری کی محبوبیت کا درورنہ بنہد الخ میں تھا یعنی اس نور ہدایت کی محبت اور عشق میں خود حضرت صفورا (زوجہ مطہرہ موسیٰ علیہ السلام) نے (اپنی) دونوں آنکھیں کھودیں (نور ہدایت اس لئے کہا کہ وہ آیت قدرت حق بھی تھی جس سے کمال صانع و توحید پر دلالت ہوتی تھی آگے بیا د دادن کا بیان ہے کہ باوجود اس امر کے جاننے کے کہ تحمل نہ ہو گا غایت اشتیاق سے) اولاً انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی اور (ایک آنکھ سے) ان کے چہرہ کے نور کو دیکھا اور ان کی وہ آنکھ (یعنی اس کی نگاہ) غائب ہو گئی (اور ایک آنکھ اس لئے بند کر لی تھی کہ ایک تو باقی رہے گی لیکن باوجود اس کے جاتے رہنے کے بھی) اس (دیکھنے) کے بعد ان کو (پھر دیکھنے سے) صبر نہ رہا اور وہ دوسری (آنکھ) بھی کھول دی (اور اس سے بھی دیکھ لیا) اور اس ماہ (حسن موسوی) پر بذل کر ڈالی (آگے اس کی مثال ہے کہ) اسی طرح مجاہدہ کرنے والا شخص (اولاً) روٹی (اور غذائے لذیذ مجاہدہ کے) حوالہ کرتا ہے (یعنی ترک لذات کرتا ہے پھر) جب اس پر نور طاعت (پورا) اثر کرتا ہے تو جان حوالہ کر دیتا ہے (ظاہراً یا باطناً پھر عود ہے قصہ کی طرف کہ جب ایسا ہوا) پس ان سے ایک عورت نے کہا کہ چشم ز گسین سے جو کہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی کیا تم کچھ حسرت کرتی ہو (عمبر ز گس کے درمیان آں زرد باشد بخلاف شہلا کہ سیاہ باشد کذا فی الغیاث) انہوں نے جواب دیا کہ (آنکھ جاتی رہنے کی تو حسرت نہیں البتہ) یہ حسرت کرتی ہوں کہ (میرے پاس) ایک لاکھ آنکھ ہوتی تاکہ میں (ان سب کو) نثار کر دیتی (اور آنکھ جانے کی اس لئے حسرت نہیں کہ مجھ کو ایک بڑی دولت میسر ہو گئی وہ یہ کہ) میرا در پیچہ چشم (اگرچہ) ماہ (حسن موسوی) سے ویران ہو گیا ہے لیکن (وہ) ماہ خزانہ کی طرح (اس ویرانہ) میں جم گیا ہے (یعنی جو اس چشم کے مدرکات کی قوت حافظہ ہے یعنی خیال اس میں وہ مخزوں اور متمکن ہو گیا ہے پس میں ہر وقت اس کے مشاہدہ سے متمتع ہوں وہ دولت یہ ہے پس وہ (خزانہ) صورت جمال) اس بات کی کب نوبت آنے دے گا کہ میرا (یہ) ویرانہ (وجود) میرے ایوان اور خانہ کو یاد کیا کرے (کذا فی الغیاث فی معنی روزن و فی معنی رواق) حق تعالیٰ نے اس (بات) کو بنظر قبول (سنا) یعنی یہ بات پسند آئی اور (بہت جلد ان کو پھر آنکھیں دیدیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دید کے لئے اپنے نور (خاص) سے ان کو سامان دیا) (الاضافۃ فی نورش للتشریف پھر موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر) نظر کرنے سے وہ نور (دوبارہ دیا ہوا) ان سے غائب نہیں ہوا (چونکہ وہ خزانہ خاص سے تھا) جس میں خاصیت تحمل کی رکھی تھی وہ (ویران نہ ہوا) چونکہ بہت اوپر شعر یوسف و موسیٰ زحق الخ میں دونوں حضرات کے نور کا مجملہ ذکر تھا پھر نور موسوی کی تفصیل بیان کر چکے آگے نور یوسفی کی قلیل تفصیل ہے اور اس سے جمال محبوب حقیقی کے مشاہدہ کے مضمون کی طرف انتقال ہے۔

نور روی یوسفی وقت عبور	می فتادے در شباک ہر قصور
نور رخ یوسف علیہ السلام عبور کے وقت	مکانات کی جالیوں میں جھلکتا تھا

پس بگفتندے درون خانہ در	یوسفؑ ایں سو بسیراں در گزر
پس لوگ گھر کے اندر کہا کرتے تھے	کہ یوسف اس طرف کو چلتے ہوئے گزر رہے ہیں
زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع	فہم کردندیش اصحاب بقاع
کیونکہ دیوار کے اوپر شعاع دیکھتے تھے	اس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے
خانہ راکش دریچہ ست آں طرف	دارد از سیران آں یوسفؑ شرف
جس خانہ کا دریچہ اس طرف ہے	وہ اس محبوب حقیقی کی توجہ سے شرف رکھتا ہے
ہیں دریچہ سوی یوسفؑ باز کن	وز شگفتش فرجہ آغاز کن
ہاں دریچہ یوسف کی طرف کشادہ کر	اور اس کے شکاف سے تفرج شروع کر
عشق ورزی آں دریچہ کردن ست	کز جمال دوست سینہ روشن ست
عشق ورزی وہ دریچہ کرنا ہے	جمال محبوب سے دیدہ روشن ہے
پس ہمارہ روی معشوقہ نگر	ایں بدست تست بشنوائے پسر
پس ہمیشہ معشوقہ کا رخ دیکھتا رہ	یہ تیرے ہاتھ میں ہے سن اے پسر
راہ کن در اندرونہا خویش را	دور کن ادراک غیر اندیش را
اپنے بواطن میں راہ کر لے	اس ادراک کو دور کر دے جو غیر کا تصور کرے
کیمیا داری دوائے پوست کن	دشمنان رازیں صناعت دوست کن
تو اپنے پاس کیمیا رکھتا ہے تو پوست کی دوا کر	دشمنوں کو اس صناعت سے دوست کر لے
چوں شدی زیبا بداں زیبارسی	کہ رہاند روح را از بیکسی
جب تو جمیل ہو جاوے گا تو اس جمیل تک پہنچ جاوے گا	کہ روح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے
پرورش مرباغ جانہا را نمش	زندہ کردہ مردہ غم را دمش
باغ ارواح کے لئے اس کا ادنیٰ نم مرئی ہے	مردہ غم کو اس کے دم نے زندہ کر دیا ہے
نے ہمہ ملک جہان دوں دہد	صد ہزاراں ملک گونا گوں دہد
یہی نہیں کہ وہ کل دنیائے دنی ہی کا ملک دیتے ہیں	لاکھوں ملک گونا گوں دیتے ہیں
برسر ملک جمالش داد حق	ملکت تعبیر بے درس و سبق
علاوہ دولت جمال کے ان کو حق تعالیٰ نے	دولت تعبیر بلا درس اور بلا سبق دی تھی



ملکت حسنش سوی زنداں کشید	ملکت علمش سوی کیواں کشید
دولت حسن ان کو زندان کے طرف لائی	دولت علم ان کو زحل کی طرف لایا
شہ غلام اوشد از علم و ہنر	ملک علم از ملک حسن آسودہ تر
بادشاہ علم و ہنر کے سبب ان کا غلام ہو گیا	دولت علم دولت حسن سے زیادہ محمود ہے

نور رخ یوسف علیہ السلام عبور (راہ) کے وقت مکانات کی جالیوں میں جھلکتا تھا (جس طرح تاریک شب میں کوئی مشعل لے کر سڑک پر گزرے تو دیوار اور کیواڑ کے سوراخوں میں سے مکان کے اندر شعاعیں پڑتی ہیں) پس لوگ گھر کے اندر کہا کرتے تھے کہ یوسف اس طرف کو چلتے ہوئے گزر رہے ہیں کیونکہ دیوار کے اوپر شعاع دیکھتے تھے اس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے (آگے انتقال ہے تجلی محبوب حقیقی کے مضمون کی طرف کہ اسی طرح) جس خانہ (دل) کا دریچہ (جس کی تفسیر شعر ثالث میں ہے) اس طرف (یعنی محبوب حقیقی کی طرف) ہے وہ اس محبوب حقیقی کی توجہ سے شرف رکھتا ہے (والتعبیر بالسیر کحدیث من اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ) ہاں دریچہ یوسف کی طرف کشادہ کر اور اس کے شگاف سے تفرج (وسیر) شروع کر (آگے دریچہ کشودن کی تفسیر ہے کہ) عشق ورزی وہ دریچہ کرنا ہے (کہ اسی کی بدولت) جمال محبوب سے دیدہ (قلب) روشن ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ جو نہ کے لئے یحبہم لازم ہے اور اس کے لئے قرب و مشاہدہ لازم ہے) پس (اس طریق سے) ہمیشہ معشوق کا رخ دیکھتا رہ یہ تیرے ہاتھ میں ہے سن اے پسر (کیونکہ محبت مع الحق اختیاری ہے اور اس پر بواسطہ محبوبیت کے مشاہدہ کا ترتب لازم ہے) اپنے بواطن میں راہ (مذکور) کر لے (اور) اس ادراک کو دور کر دے جو غیر کا تصور کرے۔ تو اپنے پاس کیسٹیا رکھتا ہے (یعنی عشق الہی کہ اس کی خاصیت تبدیل زمانہ ہے پس) تو پوست (یعنی جسم اور اس کی شہوات) کی دوا (اس کیسٹیا سے) کر (کہ وہ مبدل بحمانہ ہو جاویں اور) دشمنوں کو (کہ نفس و شیطان ہیں) اس صناعت (کیسٹیا سے) دوست کر لے (کہ نفس تو مطمئنہ ہو جاوے اور شیطان مشابہ دوست کے ہو جاوے عدم اضلال میں لاستنارہ انحصالین من الاغواء) جب تو (اس تبدیل سے) جمیل ہو جاوے گا تو اس جمیل تک (جس کے جمال کا ذکر ہو رہا ہے) پہنچ جاوے گا (لانہ جمیل بحب الجمال اور وہ ایسا جمیل ہے) کہ روح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے (کہ اپنی معیت نصیب کر دیتا ہے بخلاف محبوبان دنیا کے کہ جنہن سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ایسا مربی و محسن ہے کہ) باغ ارواح کے لئے اس کا ادنیٰ نعم (فضل کا) مربی ہے (اور) مردہ غم کو اس کے دم (التفات) نے زندہ (جاوید) کر دیا ہے (اور) یہی نہیں کہ وہ کل دنیائے دنی ہی کا ملک دیتے ہیں (کہ وہ متاع قلیل ہے بلکہ) لاکھوں ملک گونا گوں دیتے ہیں (کہ وہ خیر کثیر ہے یعنی معرفت و محبت جیسا یوسف علیہ السلام کو اس حسن کے علاوہ بوجہ ان کے خسبیت محبوبیت کے وہ بھی کہ حسن سے افضل ہے کما سیاتی فی قولہ ملکت حسنش الخ عطا فرما دیا جس کا بیان آگے ہے اور یہ عود یا انتقال نہایت ہی لطیف و عجیب طریق سے ہوا ہے عود باعتبار نفس قصہ کے کہا اور انتقال باعتبار خصوصیت مضمون کے کہ قصہ سابقہ میں علم کا ذکر نہ تھا بہر حال فرماتے ہیں کہ) علاوہ دولت جمال کے ان کو حق تعالیٰ نے دولت تعبیر بلا درس اور بلا سبق (متعارف) دی تھی (جو کہ دولت جمال سے بھی اکمل تھی جس کی دلیل یہ بھی ہے کہ) دولت حسن ان کو زندان کی طرف لائی (اور) دولت علم (ومنہ تعبیر ان کو زحل) (یعنی مرتبہ رفیع) کی طرف لایا۔

(چنانچہ) بادشاہ (مصر) علم و ہنر کے سبب ان کا غلام ہو گیا (پس ثابت ہوا کہ) دولت علم دولت حسن سے زیادہ محمود ہے (ملکت بالضم بادشاہی از منتخب کذانی الغیث آگے عود ہے قصہ درویش و محتسب کی طرف)۔

رجوع بحکایت آں شخص وام کردہ و آمدن او با امید عنایت آں محتسب بسوی تبریز  
قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا محتسب کی مہربانی کی امید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریب ممتحن از بیم وام	در رہ آمد سوی آں دارالسلام
وہ غریب الوطن جو کہ اندیشہ قرض سے محنت زدہ تھا	راہ میں آیا اس دارالسلامتہ کی طرف
شد سوی تبریز و کوئے گلستاں	خفتہ امیدش فراز گلستاں
تبریز کی طرف اور مقام گلستاں کی طرف چلا	اس کی امید پھولوں کے اوپر چت لیٹی ہوئی تھی
زد زوارالملک تبریز سنی	برامیدش روشنی بر روشنی
دارالسلطنتہ تبریز روشن سے	اس کی امید پر بالائے روشنی واقع ہوئی
جالش خداں شد ازاں روضہ رجال	از نسیم یوسف و مصر وصال
اس کی روح شکفتہ ہو گئی اس باغ مردان سے	ہوائے یوسف مصر وصال سے
گفت یا حادی انخ لی ناقتی	جاء اسعادی و طارت فاقتی
کہنے لگا اے شہر راں میرے ناقد کو بھلا دے	میری امداد آگئی اور میرا ناقد بھاگ گیا
ابر کی یا ناقتی طاب الامور	ان تبریزاً مناجات الصدور
بینہ جا اے میری ناقد سب کام خوب ہو گئے	بے شک شہر تبریز دلوں کی گفتگو کی جگہ ہے
اسرحی یا ناقتی حول الریاض	ان تبریزاً لنا نعم المفاض
چلتی رہ اے میری ناقد باغوں کے گرد	بے شک تبریز ہمارے لئے خوب محل فیض ہے
ساربانا باربکشاں اشتراں	شہر تبریزست و کوی دلستاں
اے ساربان اسباب کھول دے اونٹوں پر سے	یہ شہر تبریز ہے اور محبوب کا مقام ہے
فرفردوسی ست ایں فالیز را	شعشعہ عرشی ست ایں تبریز را
فردوس کا سا شکوہ ہے اس چمن کے لئے	عرش کی سی روشنی ہے اس تبریز کے لئے
ہر زمانے موج روح انگیز جاں	از فراز عرش بر تبریزیاں
ہر وقت خوشبو راحت انگیز روح کی	فوق عرش سے تبریزیوں پر ہے یا ہو



چوں وثاق محتسب جست آں غریب	خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
جب اس غریب الوطن نے محتسب کا گھر تلاش کیا	تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ محبوب گزر گیا
اوپریر از دار دنیا نقل کرد	مرد و زن از واقعہ او روی زرد
وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا	مرد و زن اس کے واقعہ سے زرد رو ہیں
رفت آں طاؤس عرشی سوی عرش	چوں رسید از ہاتقانیش بوی عرش
وہ طاؤس عرشی عرش کی طرف چلا گیا	جبکہ اس کے پاس ہاتقوں سے عرش کو خوشبو پہنچی
سایہ اش گرچہ پناہ خلق بود	در نور دید آفتابش زود زود
اس کا سایہ اگرچہ پناہ خلق تھا	اس کو آفتاب نے جلدی جلدی سے کر ڈالا
راند او کشتی ازیں ساحل پریر	گشتہ بود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
اس نے اس ساحل سے کشتی پرسوں آخرت کی طرف روانہ کر دی	وہ خواجہ اس غمکدہ سے سیر ہو گیا تھا
نعرہ زد مرد و بیہوش اوفتاد	گویا او نیز درپے جاں بداد
اس شخص نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا	گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دیدی
پس گلاب و آب بررویش زدند	ہمرباں برحالتش گریاں شدند
پس لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا	ہمراہی لوگ اس کی حالت پر گریاں ہوئے
تابشب بخویش بود و بعد ازاں	نیم مردہ باز گشت از غیب جاں
شب تک بے خود رہا اور اس کے بعد	غیب سے جان واپس ہوئی نیم مردہ

با خبر شدن آں غریب از وفات آں محتسب واستغفار او از اعتماد بر مخلوق وتعویل  
بر عطائے مخلوق و یاد نعمت ہای حق سبحانہ و تعالیٰ کردن و انابت بحق از جرم خود

ثم اللذین کفروا برہم یعدلون هو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلاً  
اس پر دیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے  
استغفار پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا پھر وہ لوگ جنہوں  
نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت مقرر کی

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار	مجرم بودم بخلق امیدوار
جب ہوش میں آیا کہنے لگا کہ اے کردگار	میں خطاوار ہوں کہ میں مخلوق سے امیدوار ہوا

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جود	ہیچ آں کفو عطای تو نبود
اگرچہ خواجہ نے بہت سخاوت اور جود کی ہے	بالکل بھی وہ آپ کی عطا کے ہم پلہ نہ تھی
او کله بخشید و تو سر پر خرد	او قبا بخشید و تو بالا و قد
اس نے ٹوپی دی تھی اور آپ نے سر دیا جو پر عقل ہے	اس نے قبا دی تھی اور آپ نے قد و قامات دیا
او زرم دادو تو دست زر شمار	او ستورم داد تو عقل سوار
اس نے مجھ کو زر دیا اور آپ نے ہاتھ دیا جو زر کو شمار کرتا ہے	اس نے مجھ کو مرکب دیا اور آپ نے عقل دی جو سوار ہوتی ہے
خواجہ شمع دم داد و تو چشم قریر	خواجہ نقلم داد و تو طعمہ پذیر
خواجہ نے مجھ کو شمع دی اور آپ نے چشم خشک	خواجہ نے مجھ کو قلم دیا اور آپ نے طعام کا قبول کرنے والا دیا
او وظیفہ داد تو عمر و حیات	وعدہ اش زر وعدہ تو طیبات
اس نے تنخواہ دی اور آپ نے عمر اور حیات دی	اس کا وعدہ زر تھا آپ کا وعدہ پاکیزہ نعمتیں
او وثاقت داد و تو چرخ و زمیں	در وثاقت او و صد چوں او سمیں
اس نے مجھ کو گھر دیا اور آپ نے آسمان اور زمین	آپ کے گھر میں وہ اور اس جیسے سینکڑوں مہیوں ہیں
آنچه او داد اے ملک ہم از تو داد	کہ دلو دست و را کردیتو راد
جو چیز اس نے دی ہے اے بادشاہ وہ بھی آپ ہی کی طرف	سے دی ہے کیونکہ اس کے دل اور ہاتھ کو آپ ہی نے نئی بنایا ہے
زر ازان تست او زر نافرید	نان از آن تت نال از تش رسید
زر آپ ہی کی ملک ہے اس نے زر نہیں پیدا کیا	روٹی آپ ہی کی ملک ہے روٹی آپ کی طرف سے اس کو پہنچی
آں سخا و رحم ہم تو دادیش	کز سخاوت می فزودے شادیش
وہ سخاوت اور رحم بھی اس کو آپ ہی نے دیا	کہ سخاوت سے اس کی فرحت بڑھتی تھی
من مراو را قبلہ خود ساختم	قبلہ ساز اصل را انداختم
میں نے اس کو اپنا قبلہ بنا لیا	جو اصل قبلہ ساز ہے اس کو نظر انداز کر دیا
ما کجا بودیم کان دیان دیں	عقل می کارید اندر ما و طیں
ہم کہاں تھے کہ وہ حاکم حکم	عقل کو بورے تھے آب و گل میں
چوں ہی کرد از عدم گردوں پدید	ویں بساط خاک را می گسترد
جبکہ وہ عدم سے آسمان کو ظاہر کر رہے تھے	اور اس بساط زمین کو بچھا رہے تھے



ز اختران می ساخت او مصباحها	وز طبائع قفل با مفتاحها
کواکب سے وہ چراغ بنا رہے تھے	اور اجسام طبعیہ سے قفل مع مفتاحوں کے
اے بسا بنیاد ہا پنہاں و فاش	مضمراں سقف کرد و ایں فراش
اے شخص بہت سی مصنوعات مخفی اور ظاہر	اس سقف اور اس فرش میں مضمراں کی ہیں

وہ غریب الوطن جو کہ (اس) اندیشہ قرض سے (کہ دیئے کیونکر ادا ہو) محنت زدہ تھا راہ میں آیا (جو کہ) اس دارالسلامہ کی طرف (پہنچتا تھا یعنی) تبریز کی طرف اور مقام (مشابہ) گلستاں کی طرف چلا (اور) اس کی امید پھولوں کے اوپر چت لیٹی ہوئی تھی (یعنی اس امید سے اس کو راحت اور بے فکری ہوتی تھی کہ محتسب میری مراد پوری کر دے گا اور) دارالسلطنت تبریز روشن سے اس کی امید پر روشنی بالائے روشنی واقع ہوئی (یعنی امید میں قوت ہوتی جاتی تھی یہ تو راستہ کا قصہ ہے پھر جب تبریز پہنچا تو) اس کی روح شگفتہ ہو گئی اس باغ مرداں (طالب) سے (مراد اس سے تبریز ہے آگے اس کا بدل الاشتمال ہے یعنی) ہوئے یوسف مصر وصال سے (روح تازہ ہو گئی۔ یعنی محتسب جو کہ مشابہ تھا یوسف علیہ السلام کے جو کہ مصر میں رہتے تھے جہاں یعقوب علیہ السلام کو ان کا وصال میسر ہوا اس محتسب کے خیال قرب سے جو مشابہ ریح یوسف کے تھا۔ روح شگفتہ ہو گئی اور جوش شوق میں) کہنے لگا اے شترراں میرے ناقہ کو بٹھلا دے (یعنی ٹھہرا دے کہ منزل مقصود آگئی اور اس منزل میں) میری امداد آگئی (کذافی المکتب یاری کردن) اور میرا ناقہ بھاگ گیا (آگے ناقہ کو خطاب ہے کہ) بیٹھ جا اے میری ناقہ سب کام خوب ہو گئے بے شک شہر تبریز دلوں کی گفتگو کی جگہ ہے (یعنی وہی مقام ہے جس کے لئے مدتوں سے حدیث النفس ہوا کرتا تھا) چرتی رہا اے میری ناقہ باغوں کے گرد (اور پر کہا تھا بیٹھ جا جو سفر کے ختم پر دال ہے یہاں کہتے ہیں کہ سفر ختم کر کے یہاں ہی اقامت کر لے اور اقامت میں ظاہر ہے کہ چرنے کی بھی ضرورت ہوگی) بے شک تبریز ہمارے لئے خوب محل فیض ہے (تبریز کی یہ مدح اسی طرح آگے بھی مع تبریزیوں کے ذکر کے گو اس مسافر کی لسان سے ادا کیا ہے لیکن اصل میں یہ مولانا کا جوش ہے حضرت شمس تبریزیؒ کے موطن ہونے سے اس کا تذکرہ بتقریب قصہ کے بہانہ ہو گیا اس کے ساتھ اظہار عشق و محبت کا کما قیل و من دیدنی حب الدیار لاهلها) اے ساربان اسباب کھول دے (اور اتار دے) اونٹوں پر سے یہ شہر تبریز ہے اور محبوب کا مقام ہے فردوس کا سا شکوہ ہے اس چمن کے لئے (فی الحاشیہ پالیز باغ وستان وکشت زار را گویند عموماً وکشت خرپڑہ را خصوصاً اھ اور) عرش کی سی روشنی ہے اس تبریز کے لئے ہر وقت خوشبو راحت انگیز روح کی فوق عرش سے تبریزیوں پر ہے یا (الاول اخبار والثانی دعاء آگے پھر قصہ ہے کہ) جب اس غریب الوطن نے محتسب کا گھر تلاش کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ محبوب (حاجتمندان) گزر گیا وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا (کذافی الغیاث فی معنی پر بریائے مجہول و قیل بوزن حریر) مردوزن اس کے واقعہ سے زردرو (اور عکسین) ہیں (یا تو پرسوں بمعنی حقیقی ہے یا مراد زمانہ قریب) وہ طاؤس عرشی عرش کی طرف چلا گیا جبکہ اس کے پاس ہاتھوں سے عرش کی خوشبو پہنچی (عرشی شاید اس اعتبار سے کہا ہو کہ بعض ابرار کی ارواح قنادر عرش میں معلق رہتی ہیں اور بوئے عرش شاید اس خوشبو کو کہا ہو جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ مومن کی قبض روح کے لئے فرشتے جنت کا حریر خوشبودار لے کر آتے ہیں اور ہاتھ ان ہی فرشتوں کو کہا ہو) اس کا سایہ اگر چہ پناہ خلق تھا اس کو آفتاب (قضا) نے جلدی جلدی تہ کر ڈالا (یعنی محو کر دیا آفتاب سے سایہ

کاٹھونا ظاہر ہے جس سے پھر بجائے سایہ کے دھوپ آ جاتی ہے اور وہ آرام جاتا رہتا ہے) اس نے اس ساحل (دنیا) سے گشتی پرسوں آخرت کی طرف روانہ کر دی وہ خولجہ اس غمکدہ (دنیا) سے سیر (اور ملول) ہو گیا تھا (اس لئے دنیا کو چھوڑ دیا یہ سن کر) اس شخص نے (فرط غم سے) ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دے دی پس لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا ہمراہی لوگ اس کی حالت پر گریاں ہوئے (یا تو سفر میں بھی دو چار آدمی رفیق ہوں گے یا نیا مسافر دیکھ کر پوچھنے پانچھنے کو کچھ لوگ ساتھ ہو لئے ہوں) شب تک بے خود رہا اور اس کے بعد (عالم) غیب سے جان واپس ہوئی (یعنی ہوش آیا مگر) نیم مردہ جب ہوش آیا (تو دوسرا ہوش بھی آیا جس سے اعتماد علی المخلوق کی غلطی سمجھ میں آئی اور حق تعالیٰ کی نعمتیں یاد کر کے اس کی طرف رجوع ہوا اور توبہ کی یہ حاصل تھا سرخی کا چنانچہ آگے اشعار میں یہی مضمون ہے یعنی) کہنے لگا کہ اے کردگار میں خطا وار ہوں کہ میں مخلوق سے امیدوار ہوا (کیونکہ معطی حقیقی اور منعم کامل آپ ہیں اس کی عطا کو آپ کی عطا سے کیا نسبت جس کی آگے کچھ تفصیل ہے یعنی) اگرچہ خولجہ (مرحوم) نے بہت سخاوت اور جود کی ہے (مگر) بالکل بھی وہ آپ کی عطا کے ہم پلہ نہ تھی (چنانچہ اس نے ٹوپی دی تھی (اور وہ بھی محض ظاہراً) اور آپ نے سردیا جو پر عقل ہے (یہ مردہ ظاہر میں بھی نہ دے سکا اسی طرح) اس نے قبادی تھی اور آپ نے قد و قامت دیا اس نے مجھ کو زردیا اور آپ نے ہاتھ دیا جو زکو شمار کرتا ہے اس نے مجھ کو مرکب دیا اور آپ نے عقل دی جو (بواسطہ جسم کے اس مرکب پر) سوار (اور اس میں متصرف اور حاکم) ہوتی ہے خولجہ نے مجھ کو شمع دی اور آپ نے چشم خنک (یعنی روشن کہ بدوں اس کے شمع محض بیکار ہے) خولجہ نے مجھ کو نقل (اور طعام) دیا اور آپ نے (اس) طعام کا قبول کرنے والا (معدہ) دیا اس نے تنخواہ دی اور آپ نے عمر اور حیات دی (کہ جس کے بدوں تنخواہ محض لاشے ہے اور) اس کا وعدہ زرتھا آپ کا وعدہ پاکیزہ نعمتیں (جنت کی) اس نے مجھ کو گھر دیا اور آپ نے آسمان اور زمین آپ کے (اس) گھر میں وہ اور اس جیسے سینکڑوں مرہون (منت) ہیں (بلکہ) جو چیز اس نے دی ہے (جس کا ذکر اشعار بالا میں ہوا ہے) اے بادشاہ وہ بھی آپ ہی کی طرف سے دی ہے (یعنی اس میں بھی حقیقہ وہ معطی نہیں ہے) کیونکہ اس کے دل اور ہاتھ کو (بھی جو کہ آلات عطا ہیں) آپ ہی نے بنایا ہے (کذا فی الغیاث فی معنی راد اور) زر (بھی جو کہ متعلق ہے عطا کا حقیقہ) آپ ہی کی ملک ہے اس نے زر نہیں پیدا کیا۔ (اسی طرح) روٹی (بھی) آپ ہی کی ملک ہے روٹی آپ کی طرف سے اس کو پہنچی (اور) وہ سخا و رحم (جو کہ منشا ہے عطا کا وہ) بھی اس کو آپ ہی نے دیا کہ سخاوت سے اس کی فرحت بڑھتی تھی (جس سے آگے پھر وہ سخاوت کرتا تھا پس سب آپ کی طرف سے ہوا تو وہ حقیقی معطی ان چیزوں میں بھی نہیں ہوا اسی لئے احقر نے اوکھ بخشد کی شرح میں ظاہراً کہہ دیا تھا اور باوجود اس کے میری یہ غلطی ہے کہ) میں نے اس کو اپنا قبلہ (توجہ) بنالیا (اور) جو اصل قبلہ ساز ہے اس کو نظر انداز کر دیا (قبلہ ساز یعنی اس قبلہ توجہ یعنی محتسب کو بنایا آگے تعداد ہے بعض نعم مختصہ بحق کی بطریق التفات من الخطاب الی الغیبۃ کی یعنی) ہم (اس وقت) کہاں تھے کہ (جس وقت) وہ حاکم حکم (کذا فی المنتخب فی معنی الدیان والدین) عقل کو بور ہے تھے آب و گل میں (یعنی اس کو جسم کے ساتھ متعلق کر رہے تھے اور ہم اس وقت کہاں تھے) جبکہ وہ عدم سے آسمان کو ظاہر کر رہے تھے اور اس بساط زمین کو بچھا رہے تھے (اور) کو اکب سے وہ چراغ بنا رہے تھے اور اجسام طبعیہ (شاملہ للعناصر والعصریات والفلیکیات) سے قفل مع مفتاحوں کے (بنارہے تھے مراد مفتاح سے اسباب اور قفل سے مسببات کہ اسباب سے مسببات کے آثار کے ابواب کشادہ و ظاہر ہوتے ہیں آگے تعیم بعض تخصیص ہے یعنی) اے شخص بہت سی مصنوعات



(جن میں بعض مخفی ہیں) اور (بعض) ظاہر اس سقف (آسمان) اور اس فرش (زمین) میں مضمر (اور ودیعت) کی ہیں (اس میں سب مافی السموات والارض آگئے اور مضمر کے معنی یہاں مستور کے نہیں مطلق موضوع و مودع کے ہیں اس اعتبار سے کہ اگر کوئی آسمان و زمین سے خارج ہو اس کے اعتبار سے وہ مستور بھی ہوں گی)۔

آدم اصطرباب اوصاف علوست	صف آدم مظہر آیات اوستو
آدم اس کے اوصاف عالیہ کا اصطرباب ہے	آدم کا وصف اس کے آیات کا مظہر ہے
ہرچہ دروے می نماید عکس اوست	ہمچو عکس ماہ کاندرا آب جوست
جو کچھ اس میں دکھائی دیتا ہے اس کا عکس ہے	مثل عکس ماہ کے کہ آب جو میں ہے
بر صطربابش نقوش عنکبوت	بہر اوصاف ازل دارد ثبوت
آدم کے اصطرباب پر عنکبوت کے نقوش	اوصاف قدیم کے لئے ثبت ہیں
تاز چرخ غیب وز خورشید روح	عنکبوتش درس گوید باز شروح
تاکہ عنکبوت آدم فلک غیب اور آفتاب	روح کا درس مع شروح کے کرے
عنکبوت و ایں صطرباب رشاد	بے منجم در کف عام اوفتاد
یہ عنکبوت اور یہ اصطرباب رہنما	بلا واسطہ منجم کے عوام کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے
انبیا را داد حق تجسیم ایں	غیب را چشمے ببايد غیب ہیں
اس کی منجی حق تعالیٰ نے انبیاء ہی کو دی ہے	غیب کے لئے چشم غیب ہیں ہی کی ضرورت ہے
درچہ دنیا فتادند ایں قروں	عکس خود را دید ہر یک چہ دروں
چاہ دنیا میں یہ اہل زمانہ گر پڑے ہیں	اپنے عکس کو ہر ایک نے چاہ کے اندر دیکھا ہے
عکس درچہ دید از بیروں ندید	ہمچو شیر گول کاندرا چہ دوید
عکس کو کنویں کے اندر دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا	مثل شیر احمق کے کہ چاہ کے اندر دوڑ پڑا
از بروں داں ہرچہ درچاہت نمود	ورنہ آں شیر کی کہ درچہ شد فرود
تو باہر سے سمجھ جو کچھ تجھ کو چاہ میں دکھائی دیا	ورنہ تو بھی وہ شیر ہو گا جو چاہ کے اندر پہنچا
برد خرگوش از رہ کائے فلاں	درتگ چاہست آں شیر ثیاں
اس کو ایک خرگوش راستہ سے لے گیا کہ اے فلاں	قصر چاہ میں ہے وہ شیر زماں
در رواندرا چاہ و کیس ازوے بکش	چوں ازو غالب تری سر بر کنش
چل چاہ کے اندر اور کینہ اس سے نکال	جب تو اس سے غالب تر ہے اس کا سر ہدا کر دے

آں مقلد سحرہ خرگوش شد	از خیال خویشتن پر جوش شد
وہ غیر محقق خرگوش کا تابع ہو گیا	اپنے خیال سے پر جوش ہو گیا
اونگفت ایں نقش وادور آب نیست	ایں بجز تقلیب آں قلاب نیست
اس شیر نے یوں نہ کہا کہ یہ محض نقش ہے اور وہ شیر پانی میں نہیں ہے	یہ بجز منقلب کر دینے اس کثیر العطا کے اور کچھ نہیں
تو ہم از دشمن چو کینے می کشی	اے زبون شش غلط در ہر ششی
تو بھی دشمن سے کینہ نکال رہا ہے	اے تابع تمام جہات کی غلطیوں کے تو ششدر ہو رہا ہے
آں عداوت اندر و عکس حق ست	کز صفات قہر آنجا مشتق ست
وہ عداوت اس میں حق کا عکس ہے	کہ وہاں کی صفات قہر سے مستفاد ہے
واں گنہ دروے ز عکس جرم تست	باید آں خور از طبع خویش شست
اور وہ گناہ اس میں تیرے جرم کا عکس ہے	اس خلق کو اپنی طبیعت سے دھونا چاہئے
خلق زشتت اندر و رویت نمود	کہ ترا او صفحہ آئینہ بود
تیرا خلق مذموم اس کے اندر تجھ کو نمایاں ہوا	کہ وہ تیرے لئے تختہ آئینہ ہو گیا
چونکہ قبح خویش دیدی اے حسن	اندر آئینہ بر آئینہ مزین
جب تو نے اس آئینہ میں اپنے قبح کو دیکھ لیا اے حسن	تو تو آئینہ پر ضرب مت لگا
می زند بر آب ستارہ سنی	خاک تو بر عکس اختر میزنی
پانی پر ایک روشن ستارہ کا عکس پڑتا ہے	تو ستارہ کے عکس پر مٹی مار رہا ہے
کایں ستارہ نحس در آب آمدست	تا کند او سعد مارا ز یر دست
کہ یہ منحوس ستارہ پانی کے اندر آیا ہے	تاکہ وہ ہمارے طالع نیک کو مغلوب کر دے
خاک استیلا بریزی بر سرش	چونکہ پنداری ز شبہ اخترش
اس کے سر پر غلبہ کا خاک ڈال رہا ہے	چونکہ تو اس کو شبہ کی وجہ سے ستارہ خیال کر رہا ہے
عکس پنہاں گشت و اندر غیب راند	تو گماں بردی کہ آں اختر نماںد
عکس پوشیدہ ہو گیا اور غیبت میں چلا گیا	تو نے یہ گمان کیا کہ وہ ستارہ نہیں رہا
آں ستارہ نحس ہست اندر سما	ہم بداں سو بایش کردن دوا
وہ منحوس ستارہ آسمان میں ہے	اسی طرف اس کی تدبیر بھی کرنا چاہئے



بلکہ باید دل سوی بیسوی بست	نخس این سو عکس نخس بیسوست
بلکہ دل کو بے جہت کی طرف لگانا چاہئے	اس جہت کی نحوست بے جہت کی سوء القضا کا عکس ہے
داد حق شناس و بخشش	عکس آں دادست اندر پنچ و شش
عطاء تو عطا حق کو سمجھ اور اس کی بخشش کو	پنچ اور شش میں اس عطاء کا عکس ہے
گر بود دادخساں افزوں زرِ رِگ	تو بمیری واں بماند مرد رِگ
اگر کمینہ مخلوق کی عطاء رِگ سے بھی زیادہ ہو	تو مر جاوے گا اور وہ میراث رہ جاوے گی
عکس آخر چند پاید در نظر	اصل بنی پیشہ کن اے کرشنگر
عکس آخر نظر میں کب تک باقی رہے گا	اصل بنی کو پیشہ کر لے اے کج بین
حق چو بخشش کرد بر اہل نیاز	با عطا بخشید شاں عمر دراز
حق تعالیٰ نے جب اہل نیاز پر بخشش فرمائی	تو عطا کے ساتھ ان کو عمر دراز بھی عطا فرمائی
خالدیں شد نعمت و منعم علیہ	محمی الموتیست فاجتاروا الیہ
نعمت اور منعم علیہ دونوں خالد ہو گئے	وہ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں پس اسی کی طرف التجا کرو
داد حق باتو در آمیزد چو جاں	آنچنانکہ آں تو باشی و تو آں
عطاء حق تیری ساتھ جان کی طرح مل جاتی ہے	اس طرح سے کہ وہ تو ہو جاتا ہے اور تو وہ ہو جاتا ہے
گر نماںد اشتہائی نان و آب	بدہت بے ایں دو قوت مستطاب
اگر نان و آب کی رغبت نہ رہے	تو وہ تجھ کو بدوں ان دونوں کے غذائے طیب عطا فرماتا ہے
فرہی گر رفت حق در لاغری	فرہی پنہانت بخشد آں سری
اگر فرہی بھی جاتی رہی ہو تو حق تعالیٰ لاغری میں	تجھ کو باطنی فرہی عطا فرما دیتے ہیں اس طرف کی
چوں پری را قوت از بومی دہد	ہر ملک را قوت جاں اومی دہد
جبکہ وہ جن کو خوشبو سے غذا دیتے ہیں	فرشتہ کو غذائے روح وہ دیتے ہیں
جاں چہ باشد کہ تو سازی ز وسند	حق بعشق خویش زنت می کند
جان کیا چیز ہے کہ تو اس سے سہارا ڈھونڈتا ہے	حق تعالیٰ اپنے عشق سے تجھ کو زندہ کر دیتے ہیں
زوحیات عشق خواہ و جاں مخواہ	تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ
تو اس سے حیات عشق مانگ اور جان مت مانگ	تو اس سے وہ رزق مانگ اور روٹی مت مانگ

خلق را چوں آب داں صاف و زلال	اندر اں تاباں صفات ذوالجلال
خلق کو مثل آب صاف اور زلال کے جان	اس کے اندر تاباں ہیں صفات ذوالجلال
علم شان و عدل شان و لطف شان	چوں ستارہ چرخ در آب رواں
ان لوگوں کا علم اور ان کا عدل اور ان کا لطف	مثل ستارہ چرخ کے ہے آب رواں میں
بادشاہی زبید آں خلاق را	بادشاہاں جملگی عاجز و را
بادشاہی اسی خلاق کو زیبا ہے	تمام بادشاہ اس کے سامنے عاجز ہیں
پادشاہاں مظہر شاہی حق	فاضلاں مرآت آگاہی حق
تمام بادشاہ مظہر ہیں بادشاہی حق کے	تمام فاضل آئینہ ہیں علم حق کے
قرنہا بگذشت و ایں قرن نویست	ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست
بہت سے قرن گزر گئے اور یہ ایک جدید قرن ہے	چاند وہی چاند ہے پانی وہ پانی نہیں ہے
عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم	لیک متبدل شد آں قرن و امم
عدل وہی عدل ہے فضل وہی فضل ہے	لیکن متبدل ہو گئے وہ اہل قرن اور جماعتیں
قرنہا بر قرنہا رفت اے ہمام	ایں معانی برقرار و بردوام
قرون پر قرون چل دئے اے سردار	یہ صفات قرار اور دوام پر ہیں
آب مبدل شد دریں جو چند بار	عکس ماہ و عکس اختر برقرار
پانی بدل گیا اس نہر میں چند بار	عکس چاند کا اور عکس ستارہ کا برقرار ہے
پس بنا اش نیست بر آب رواں	بلکہ بر اقطار عرض آسماں
پس اس کی بناء آب رواں پر نہیں ہے	بلکہ اطراف وسعت آسمان پر ہے
ایں صفتہا چوں نجوم معنویست	وانکہ بر چرخ معانی مستولیست
یہ صفات مثل کواکب معنویہ کے ہیں	جان لے کہ فلک معانی پر قائم ہیں
خوبرویاں آئینہ خوبی او	عشق ایشاں عکس مطلوبی او
تمام خوبرو اس کے حسن کے آئینہ ہیں	ان کی معشوقی اس کی مطلوبی کا عکس ہے
ہم باصل خود رود ایں خدوخال	دائما در آب کے ماند خیال
یہ سب خدوخال اپنی اصل ہی کی طرف چلا جاتا ہے	دائما پانی میں عکس کب رہتا ہے



## جملہ تصویرات عکس آبجوست چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست

سب صورتیں عکس ہیں آب جو کی اگر تو اپنی آنکھ ملے تو سب وہی خود ہے

(اصطرباب آلتے ست کہ ور قہا می باشد کہ ازاں احوال آفتاب بہ نسبت ارض معلوم می شود و طول بلدان و عرض آنہا من بحر العلوم و قال ولی محمد صطرباب بضم تر از وئے آفتاب و آں طاسے و حلقہ ایست کہ بداں موازنہ ساعات معلوم می شود آہ و عنکبوت در اصطلاح منجمان صفحہ بالائیں اصطرباب را گویند مثل نسج عنکبوت سوراخ دارد من بحر العلوم کذا فی الحواشی او پر مقصوداً نعم و آیات آفاقہ کا اور تبعاً آیات انفسیہ کا بیان تھا اور یہاں سے برعکس اور یہ سب مولانا کے مقولات ہیں بلسان اس قرص دار غریب الوطن کے یعنی منجملہ نعم و آیات عظیمہ عجیبہ حق تعالیٰ کے خود انسان ہے جس کے عظیم و عجیب ہونے کا بیان یہ ہے کہ) آدم (اور ان کی اولاد) اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) اوصاف عالیہ کا اصطرباب (یعنی آلہ معرفت) ہے (اور) آدم کا وصف اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) آیات کا مظہر ہے مصرعہ اولیٰ میں انسان کا مظہر اسماء الہیہ ہونا اور مصرعہ ثانیہ میں مظہر بمعنی جامع حقائق کو نبیہ ہونا مذکور ہے آگے پھر مظہر اسماء الہیہ ہونا مذکور ہے (یعنی) جو کچھ اس میں (یعنی انسان میں) دکھلائی دیتا ہے اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ظل ہے مثل عکس ماہ کے کہ آبجو میں ہے آدم کے اصطرباب پر (یعنی اس کی ذات پر جو مشابہہ اصطرباب کے ہے آلہ معرفت ہونے میں فالاًضافة بحین الماء) عنکبوت کے نقوش (یعنی صفات آدم کے مشابہہ عنکبوت کے ہیں تعبیت للذات و آیت للمعرفۃ میں) اوصاف قدیمہ (حق تعالیٰ کے) (انکشاف کے) لئے ثبت ہیں۔ تاکہ (جس طرح آلہ مذکور آفتاب کے احوال کا کہ ان کو احوال فلک بھی کہا جاسکتا ہے اور اس اعتبار سے فلک کے احوال کا بھی کاشف ہے اسی طرح) عنکبوت آدم فلک غیب اور آفتاب روح کا درس مع شروع کے کرے (یعنی اس کا کاشف ہو اور غیب اور روح سے مراد بقریہ مقام صفات حق ہیں غیب ہونا تو اس کا ظاہر ہے اور روح بمعنی حیات بخش کہا گیا اور صفات حق کا دخل حیات بخشی میں ظاہر ہے کہ احیاء جو کہ فعل حق ہے موقوف ہے ارادہ و قدرت و علم پر عقلاً اور کلام پر عادیہ لقولہ تعالیٰ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون پس حاصل معنی یہ ہوا کہ تاکہ صفات آدم کاشف ہوں صفات حق کے والمسئلۃ مشہورۃ عند القوم لا یحتاج الی البیان ہلہنا آگے اس کاشفیت کے توقف علی اتباع صاحب الوحی کو بیان فرماتے ہیں تاکہ اپنے عقل و کشف پر اعتماد کر کے ان سے مستغنی نہ ہو جاوے پس فرماتے کہ اگرچہ یہ عنکبوت اور یہ اصطرباب رہنما (و کاشف) بلا واسطہ منجم کے (جس کا مصداق آگے آتا ہے) عوام کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کو ذات انسانی و صفات انسانیہ کا مشاہدہ حسیہ حاصل ہے خصوصاً اپنی ذات و صفات کا علم حضوری ہر وقت میسر ہے لیکن) اس (اصطرباب اور عنکبوت) کی نجی (و طریقہ استعمال و جعل آیت) حق تعالیٰ نے انبیاء ہی کو دی ہے (کیونکہ) غیب کے (دیکھنے کے) لئے چشم غیب بین ہی کی ضرورت ہے (اگرچہ وہ غیب بینی کسی آلہ ہی کے واسطے سے ہو مگر آخر باصرہ میں تو اس کے دیکھنے کی قوت ضروری ہے جس طرح سے کوئی شخص آئینہ یا عینک کے ذریعہ سے دیکھتا ہو مگر آخر آنکھ میں تو استعداد کی حاجت ہو ہی گی پس صفات حق غیب ہیں تو ان کا مشاہدہ اگرچہ بواسطہ مرآۃ مخلوق کے ہو مگر اس چشم میں ایسی قوت ہونا ضروری ہے اور وہ قوت اولاد بالذات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اور دوسروں کو ثانیاً و بالعرض ان کے متابعت کے طفیل سے اس لئے اس اصطرباب مذکور کا کاشف ہونا موقوف ہو انبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر کہ اس سے حق تعالیٰ بصیرت میں نور دیتا ہے جس سے مظہر سے ظاہر کا مشاہدہ

کشفیہ کرتا ہے پس اصطراب مذکور کا عطاء تکوینی تو عام ہوا بقولہ در کف عام اوفاد اور اس کا نفع تشریحی خاص ہوا بقولہ انبیاء را الخ  
 ہکذا ینبغی ان یفہم المقام آگے مظہریت انسان للحق کے بعد دو مضمون مختلط طور پر بیان کئے گئے ہیں ایک مظہریت  
 عالم للحق اور زیادہ مقصود یہی معلوم ہوتا ہے گو ذکر میں موخر ہے حیث ذکر فی قولہ داد داد حق شناس الخ مع مایلیہ۔ اور دوسرا مضمون  
 مظہریت عالم لہا انسان اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کی غفلت اس مظہریت سے اور اس عالم مضاف الیہ للمظہریت میں ایک  
 انسان کے اعتبار سے دوسرا انسان بھی داخل ہے کالمیرا المتعاکسہ جس کے بیان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان چونکہ مظہر اتم  
 ہونے سے مثال اشبہ ہے۔ حضرت حق کی و عبر عنہ بقولہ علیہ السلام ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علی صورۃ انسان اس لئے  
 انسان اس شان میں بھی مثال ہوگا حق تعالیٰ کی کہ جس طرح عالم حق تعالیٰ کا مظہر ہے اسی طرح ایک درجہ میں انسان کا بھی مظہر  
 ہے جس کا راز جامعیت ہے انسان کی پس جو کچھ عالم میں ہے اس کی اصل گویا انسان میں ہے اور فرع عالم میں جس کی شرح یہ  
 ہے کہ اصل عالم کی صفات حق ہیں اور یہ صفات انسان میں با تم وجہ ظاہر ہیں پس گویا عالم کی اصل انسان میں ہوئی اور یہ دوسرا  
 مضمون ذکر میں مقدم ہے حیث ذکر فی قولہ عکس خود را دید الخ اور بعض اشعار میں دونوں مضمون مجتمع ہیں کمافی قولہ آں عداوت  
 الخ و قولہ واں گنہ الخ وغیرہما پس فرماتے ہیں کہ (چاہ دنیا میں یہ اہل زمانہ گر پڑے ہیں (جس کی وجہ یہ ہے کہ) اپنے عکس کو ہر  
 ایک نے چاہ کے اندر دیکھا ہے (اور غلطی سے یہ سمجھا کہ یہ ہمارا غیر ہے اس لئے اس پر حملہ کر کے چاہ میں جارہے جیسا شیر کا  
 قصہ دفتر اول میں مفصل ہے اور مجمل اس مقام پر بھی اشارہ کیا ہے پس اس) عکس کو کنویں کے اندر دیکھا (کہ اندر کوئی میرا مغائر  
 ہے) اور باہر سے نہ دیکھا (کہ میرا ہی عکس ہے اور میں باہر ہوں) مثل شیر احمق کے کہ چاہ کے اندر دوڑ پڑا (اسی طرح تو اکثر  
 اوقات دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں غلطی کرتا ہے مثلاً عداوت کا منشاء دوسرے میں سمجھتا ہے اور واقع میں وہ منشا تیرے  
 اندر ہوتا ہے اس لئے) تو باہر سے سمجھ جو کچھ تجھ کو چاہ میں دکھائی دیا (باہر سے مراد اپنی ذات اور چاہ سے مراد دوسرا شخص اور ہر چہ  
 سے مراد صفات مناشی عداوت مثلاً) اور نہ تو بھی وہ شیر (یعنی اس کے مشابہ) ہوگا جو چاہ کے اندر پہنچا اس کو ایک خرگوش راستہ  
 سے لے گیا (جس طرح تجھ کو نفس لے جاتا ہے) کہ اے فلا نے قعر چاہ میں ہے وہ شیر زیاں چل چاہ کے اندر اور کینہ اس سے  
 نکال۔ جب تو اس سے غالب تر ہے اس کا سر جدا کر دے (یہ سب مقولہ خرگوش کا ہے) وہ (شیر) غیر محقق خرگوش کا تابع ہو گیا  
 (جس طرح تو اپنے نفس کا تابع ہو جاتا ہے اور) اپنے خیال سے پر جوش ہو گیا (جس طرح تو بکثرت اپنے خیالات غیر  
 واقعہ کا تابع ہو کر دوسروں سے الجھتا ہے) اس شیر نے (تحقیق حقیقت کی کر کے) یوں نہ کہا کہ یہ محض نقش ہے (میرا) اور وہ  
 شیر (دوسرا) پانی میں نہیں ہے (یعنی اگر تحقیق کرتا تو اس مجموعہ مقولہ کو کہتا ہو) یہ (نہ کہنا اور نہ سمجھنا بھی) بجز منقلب کر دینے اس  
 کثیر العطا کے اور کچھ نہیں (یعنی یہ بھی ان ہی کا تصرف تکوینی ہے کہ حقیقت مخفی ہو گئی جس میں بہت سی حکمتیں ہیں کہ ان کے  
 اعتبار سے یہ بھی خیر اور نافع ہے کثیرین کو اور اسی نفع کے بناء پر منقلب کو وہاب کہا یہ تو شیر کی حکایت ہوئی اسی طرح دوسرے شخص  
 میں منشاء عداوت کا تو ہم کر کے) تو بھی دشمن سے کینہ نکال رہا ہے اے تابع تمام جہات کو غلطیوں کے تو (حقیقت کے نہ  
 جاننے سے) ششدر ہو رہا ہے (یہاں تک بیان ہوا اس کا کہ اجزاء عالم تیرے مظہر ہیں اور تو نہیں سمجھتا آگے کہتے ہیں کہ  
 اجزاء عالم من وجہ حق کے مظہر اور من وجہ تیرے مظہر ہیں اس طرح سے کہ) وہ عداوت (کی صفت) اس میں (قطع نظر  
 خصوصیت متعلق کے) حق کا عکس ہے (اس طور پر) کہ وہاں کی صفات قہر سے مستفاد ہے اور وہ گناہ (جو) اس میں (ہے) یعنی  
 ظلم وغیرہ جو عداوت سے صادر ہوا وہ) تیرے جرم کا عکس ہے (یہ باعتبار اکثر کے ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ظلم کا



سبب مظلوم ہی کا جرم ہے اور مقصود مقام اس حکم اکثری سے بھی حاصل ہو گیا کیونکہ مقصود غفلت عام کا ازالہ ہے کہ جس جگہ ایسا ہے وہاں بھی تحقیقی نظر نہیں کی جاتی حقیقت مضمون ہر دو شعر کی یہ ہے کہ حسن و قبح افعال اختیار یہ عبد میں ہے مبادی فطریہ میں نہیں حتیٰ کہ عداوت جو کہ مبداء ہے ظلم کا مثلاً اگر اپنے محل میں صرف ہو حسن ہے اس میں اگر قبح ہوتا ہے تو صرف الی غیر محل سے اور یہ صرف فعل اختیاری ہے اس لئے نفس عداوت کو صفات قہریہ حق کا ظل کہا اور گناہ مثلاً ظلم کو کہ قبیح ہے دوسرے عبد کے فعل کا ظل کہا یہ معنی تھے میرے قول کی تمہید میں کہ اجزاء عالم من وجہ حق کے مظہر ہیں اور من وجہ تیرے مظہر ہیں آگے مصرعہ اولیٰ پر تفریع ہے کہ جب اس عدو کا گناہ تیرے جرم کا عکس ہے تو بجائے اس کے کہ عدو سے الجھتا ہے تجھ کو اپنے (اس خلق مذموم) کو (کہ سبب ہوا اس کے ظلم کا) اپنی طبیعت سے دھونا چاہئے (کیونکہ) تیرا خلق مذموم اس (عدو) کے اندر تجھ کو نمایاں ہوا (اس طرح سے) کہ وہ تیرے لئے (بمزلہ) تختہ آئینہ (کے) ہو گیا (پس) جب (ہماری اس تنبیہ سے) تو نے اس آئینہ میں اپنے قبح کو دیکھ لیا اے حسن تو تو آئینہ پر ضرب مت لگا (لفظ اندر آئینہ مصرعہ ثانیہ میں معمول ہے دیدی کا آگے پھر بیان ہے مظہریت عالم حق کا کہ عداوت عدو کو عکس قہر حق نہ سمجھنے کی اور اس سے الجھنے کی جس کی تحقیق ابھی شعر آں عداوت اندر و عکس حق ست الخ میں کی گئی ہے ایسی مثال ہے کہ جیسے مثلاً) پانی پر ایک روشن ستارہ کا عکس پڑتا ہے (اور) تو (اس کو پانی کے اندر سمجھ کر جبکہ اس ستارہ کا منحوس جانتا ہے اس کو غائب کرنے کے لئے تاکہ منحوس کا اثر نہ ہو) ستارہ کے عکس پر مٹی مار رہا ہے (کہ اس کو دفن کر دوں اور خاک زنی کے وقت یوں کہتا جاتا ہے) کہ یہ منحوس ستارہ پانی کے اندر آیا ہے تاکہ وہ ہمارے طالع نیک کو مغلوب کر دے (پس یہ سمجھ سمجھ کر) اس کے سر پر (بزعم خود) غلبہ کا خاک ڈال رہا ہے چونکہ تو اس کو شبہ کی وجہ سے ستارہ خیال کر رہا ہے (اتفاق سے تھوڑی دیر میں وہ) عکس پوشیدہ ہو گیا اور (افق) غیبت میں چلا گیا تو نے یہ گمان کیا کہ وہ ستارہ نہیں رہا (میں نے اس کو دفن کر دیا حالانکہ جس وقت تو اس کو پانی میں سمجھ کر یہ تدبیر کر رہا ہے اس وقت) وہ منحوس ستارہ (جو تیرے زعم غیر واقعی میں منحوس ہے) آسمان میں ہے (سو) اسی طرف اس کی تدبیر بھی کرنا چاہئے (یعنی اگر تیرے خیال میں کوئی تدبیر ضروری ہے تو اس طرف کر جہاں وہ ستارہ ہے پانی میں مٹی بھرنے سے کیا فائدہ) بلکہ تحقیق تو یہ ہے کہ اگر جہت آسمان کے اندر ستارہ کا ہونا بھی معلوم ہو جاوے تاہم آسمان پر بھی نظر مت کرو بلکہ) دل کو بے جہت کی طرف لگانا چاہئے (کیونکہ) اس جہت (والے ستارہ) کی نحوست بے جہت کی سوء القضا کا عکس ہے (اس ترقی بلفظ بلکہ میں مقصود بھی ظاہر ہو گیا مثال میزند کا یعنی اسی طرح مثل میں حضرت حق پر نظر کر اور نحس بے سو کی اس تفسیر کے بعد کوئی اشکال نہ رہا جیسے حدیث میں ہے بالقلندر خیرہ و شرہ و

يمكن ان سمي نحساً لان مسببه النحس كما سمي الجزاء سيئة لان سببه السيئة اور جس طرح عداوت عدو عکس ہے صفات قہریہ حق کا اسی طرح احسان محسن عکس ہے صفات لطیفہ حق کا اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ) عطاء (حقیقی) تو عطاء حق کو سمجھ اور اس کی بخشش کو (اور) پنج (حواس) اور شش (جہات) میں (جو کچھ عطا واقع اور مدرک ہے وہ) اس عطاء کا عکس ہے (آگے عطاء خلق کا غیر معتد بہ ہونا بتلاتے ہیں تاکہ حکم مذکور داد حق شناس الخ کی مزید توضیح ہو جاوے کہ) اگر کمینہ مخلوق کی عطاء ریگ (بیابان) سے بھی زیادہ ہو (تب بھی) تو مر جاوے گا اور وہ (عطا) میراث رہ جاوے گی (پس مخلوق کی عطا ناپائیدار ہے بخلاف حق تعالیٰ کے کہ وہ اگر کسی حکمت سے کوئی عطا بقصد چند روزہ ہی دیں تب تو وہ چند روزہ ہوگی جیسے مال دینا لیکن اگر بقصد دوام دینا چاہیں تو وہ دائم رہے گی جیسے ایمان و اعمال صالحہ و حیوة طیبہ من الدنیا الی آخر الابد اور مخلوق تو بقصد بھی ایسا نہیں کر سکتی پس عطاء مخلوق غیر معتد بہ ہوئی آگے تفریع ہے عکس آں داد ست فی الشعر القریب پر یعنی جب یہ عطاء عکس



ہے تو) عکس آخر (تیری) نظر میں کب تک باقی رہے گا (یعنی نظر میں باقی مت رکھ بلکہ) اصل بنی کو پیشہ کر لے اے کج بین (یعنی حق تعالیٰ پر نظر کر جو اصل معطی ہیں آگے عطاءے حق کی ایک خاص شان بیان کرتے ہیں تاکہ مقابلہ ظاہر ہو مضمون تو بمر د آں بماند مردہ ریگ کا یعنی) حق تعالیٰ نے جب اہل نیاز (واہل اطاعت) پر بخشش فرمائی (من ثمرات الاعمال) تو عطا کے ساتھ ان کو عمر دراز بھی عطا فرمائی (مراد اس سے حیات جنت ہے جس کو میں نے ابھی چند سطر اوپر حیوۃ طیبہ من الدنیا الی آخر الابد کہا تھا اس لئے) نعمت اور منعم علیہ دونوں خالد ہو گئے (کما صرح بہ فی النصوص القطعیۃ) وہ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں (ممکن ہے کہ اس میں ایک شبہ کا جواب ہو وہ یہ کہ اہل نیاز کو بھی جو عمر عطا فرمائی ہے وہ موت سے تو منقطع ہو جاوے گی جواب یہ دیدیا گیا کہ اگر اس موت کا اعتبار بھی کیا جاوے تو خود وہ موت بھی منقطع و مبدل بہ حیات ہو جاوے گی پھر دوام ہو جاوے گا اور ہمارا مقصود اس سے بھی حاصل ہے الذی ذکر تہ قریباً بقولی لیکن اگر بقصد دوام دینا چاہیں الخ جب ان کو ایسی شان ہے پس اسی کی طرف التجا (ورجوع) کرو (فی الحاشیہ یعنی تضرع الیہ من جاء الی اللہ ای تضرع بالدعاء ۱۲ اصرار آگے ایک اور شان عطاءے حق کی مذکور ہے یعنی) عطاءے حق (میں یہ امتیاز ہے کہ وہ) تیرے ساتھ جان کی طرح مل جاتی ہے اس طرح سے کہ وہ (عطا) تو تو ہو جاتا ہے اور تو وہ (عطا) ہو جاتا ہے (چنانچہ ہضم کے بعد یہ حکم ظاہر ہے اور مخلوق اس پر قادر نہیں ہاتھ میں دیدیا بہت سے بہت حلق میں ڈال دیا لیکن استحالہ پر قدرت کہاں یہ تو غذائے حسی کے متعلق عطا کا بیان تھا آگے غذائے روحانی کا ذکر ہے جس کا اوپر بھی دوسرے عنوان سے ذکر ہوا ہے فی قولہ حق چو بخشش کرد الخ و فی قولہ خالدین شد الخ یعنی وہ ایسے صاحب عطا ہیں کہ) اگر (تجھ کو بوجہ انہماک فی الذکر والطاعات کے اس) نان و آب (حسی) کی رغبت (زیادہ) نہ رہے (کما ہو شاہد فی اہل الذکر اور بدوں اشتہا کے کھایا پیا نہیں جاتا اور بے کھائے پئے ضعف ہو جاتا ہے اس لئے ضعف و فتور محتمل ہو) تو وہ تجھ کو بدوں ان دونوں (یعنی نان و آب) کے غذائے طیب (روحانی) عطا فرماتا ہے (وہو المذکور فی قولہ علیہ السلام یطعمنی ربی و یسقینی جس سے اکثر تو جسم بھی قوی رہتا ہے ورنہ طبیعت تو ضرور قوی رہتی ہے و کل ذلک مشاہد آگے بھی اسی کا تہمہ ہے کہ) اگر (حالت مذکور میں جسمانی) فریبی بھی جاتی رہی ہو تو حق تعالیٰ لاغری میں تجھ کو باطنی فریبی (قوت روحانی) عطا فرمادیتے ہیں اس طرف کی (اور چونکہ بلا غذائے معاد قوت کا رہنا مستبعد تھا اس لئے آگے مثال سے استبعاد کو دفع کرتے ہیں کہ اس کو مستبعد مت سمجھو) جبکہ وہ جن کو خوشبو سے غذا دیتے ہیں (اور) فرشتہ کو غذائے روح وہ دیتے ہیں (استدلال میں تدرج ہے یعنی جن کے لئے صرف خوشبو تغذیہ کے لئے کافی ہوتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ بدوں آب و نان بھی تغذیہ ممکن ہے آگے اس سے بھی ترقی ہے کہ فرشتہ کو اس کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کہ خوشبو اگر جسم نہیں تو اوصاف جسم سے تو ہے اس کو محض روحی غذا ذکر و طاعت کافی ہے پس اگر انسان کے لئے بھی کسی خاص درجہ میں اس کو کافی کر دیں تو بعید ہی کیا ہے اور جن کی غذا خوشبو ہونا مولانا کو کسی دلیل سے تحقیق ہوا ہوگا اکثر آسب زدوں کے قصے تو سنے ہیں کہ خوشبو اور پھول کی فرمائش کیا کرتے ہیں واللہ اعلم آگے بھی اسی کی تاکید و تائید ہے کہ) جان (حیوانی جو آب و نان سے معذی ہے) کیا چیز ہے کہ تو اس سے (حیات میں) سہارا ڈھونڈتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ بدوں اس کے حیات کیسے ہوگی چنانچہ بعض جنتیوں کے خلود میں ایسے ہی شبہات نکالتے ہیں کہ ان کا مدار حیات بھی غذا ہے پس اس کے لئے تغیر و تبدل و فنا و اضمحلال لازم ہے پھر خلود کیسے ہو سکتا ہے تو واقع میں جان حیوانی مدار حیات نہیں بلکہ) حق تعالیٰ اپنے عشق سے تجھ کو زندہ کر دیتے ہیں (جب تو اس کا اہل ہوتا ہے حتیٰ کہ جنت کے قبل دجال کے زمانہ میں ذکر اللہ سے اہل ایمان زندہ رہیں گے آگے اس پر تفریع ہے یعنی جب عشق حق ایسی حیات



بخش چیز ہے تو) تو اس سے حیات عشق مانگ اور جان (حیوانی کی پائندگی و درازی) مت مانگ (اور) تو اس سے وہ رزق (روحانی) مانگ اور (صرف) روٹی مت مانگ (آگے پھر عود ہے مظہریت عالم الحق کی طرف یعنی) خلق کو مثل آب صاف اور زلال کے جان اس کے اندر تپاں ہیں صفات ذوالجلال ان لوگوں کا علم اور ان کا عدل اور ان کا لطف مثل ستارہ چرخ کے (عکس کے) ہے آب رواں میں (حقیقی) بادشاہی اسی خلاق کو زیبا ہے (اور باقی) تمام بادشاہ اس کے سامنے عاجز ہیں (کیونکہ ان کی بادشاہی ظل ہے اس کی بادشاہی کا اور ظل عاجز و لاشے ہوتا ہی ہے ذی ظل کے سامنے آگے اسی کی تصریح ہے کہ) تمام بادشاہ مظہر ہیں بادشاہی حق کے (اور) تمام فاضل (اور عالم) آئینہ ہیں علم حق کے۔ بہت سے قرن گزر گئے اور (ان کے بعد) یہ (زمانہ حال) ایک جدید قرن ہے (ان تمام قرون میں یہ حکم باقی ہے کہ) چاند وہی چاند ہے (مگر) پانی وہ پانی نہیں ہے (جیسے) آب رواں میں اگر چاند کا عکس پڑتا ہو تو پانی ہر آن میں نیا آ جاتا ہے مگر اس نئے میں جو عکس ہو گا وہ بھی اسی چاند کا ہو گا اسی طرح مظاہر میں تبدل ہے ظاہر میں نہیں چنانچہ (عدل وہی عدل ہے) (جس کو اوپر کہا ہے پادشاہان مظہر شاہی حق اور) فضل (و علم) وہی فضل ہے (جس کو اوپر کہا ہے فاضلان مرات الخ) لیکن متبدل ہو گئے وہ اہل قرن اور جماعتیں (عادلوں اور فاضلوں کی پس) قرون پر قرون چل دئے اے سردار (لیکن) یہ صفات (کہ صفات حق ہیں) قرار اور دوام پر ہیں (پس اس کی وہی مثال ہے جو اوپر آچکی کہ) پانی بدل گیا اس نہر میں چند بار (لیکن) عکس چاند کا اور عکس ستارہ کا برقرار ہے (یہ مثالیں دونوں ایک ہی چیز کی ہیں آگے اس پر ایک تفریع ہے کہ جب آب رواں کے تبدل سے ماہ و اختر نہیں بدلتا) پس (ثابت ہوا کہ) اس (ماہ و کوکب) کی بناء آب رواں پر نہیں ہے بلکہ اطراف وسعت آسمان (یعنی آسمان وسیع) پر ہے (یہ حکم مشبہ بہ یعنی کوکب کا ہے اور ان کا آسمان کے اجزاء پر ہونا ظاہر ہے آگے مشبہ کے لئے یہ حکم ثابت کرتے ہیں کہ بس اسی طرح) یہ صفات (حق) مثل کوکب معنویہ کے ہیں (ان کو بھی کوکب حسیہ کی طرح) جان لے کہ فلک معانی پر قائم ہیں (چرخ معانی سے تشبیہ دی ذات حق تعالیٰ کو کہ وہ محل استقرار صفات ہے آگے مشبہ کے حکم پر تفریع ہے کہ پس معلوم ہوا کہ) تمام خوبرو اس کے حسن کے آئینہ ہیں (اور) ان کی معشوقی اس کی مطلوبی کا عکس ہے (جب یہ عکس ہیں اور وہ اصل تو) یہ سب خدو خال اپنی اصل ہی کی طرف چلا جاتا ہے (جیسا عکس کوکب راجع الی الکوکب ہو جاتا ہے) دایما پانی میں عکس کب رہتا ہے (پس) سب صورتیں (مظاہر کی) عکس ہیں آب جو کی (یہ اضافت الی النظر ف ہے یعنی ایسے عکس جو آب جو میں نمایاں ہیں اور) اگر تو اپنی آنکھ ملے (یہ کنایہ ہے صحیح نظر سے یعنی اگر نظر صحیح سے دیکھے) تو (وجود حقیقی کے اعتبار سے) سب وہی خود ہے (یعنی اور وجودات چونکہ عکس اور ظل اور تابع اور مستہلک اور لاشے اور غیر معتد بہ ہیں اس لئے وہ قابل شمار نہیں پس ہمہ اوست کی توجیہ پر یہاں بھی یہی کہا جاوے گا کہ جملہ اوست یعنی چیزے دیگر قابل موجود گفتن نیست کما بینتہ فی مفتاح الدفتر الاول واللہ اعلم وللہ الحمد علی حل المقام باسہل وجہ واحسنہ ولم اکن اہلاً لذلك وذلک فضلہ العظیم و لطفہ الجسیم)

باز عقلش گفت بگزار ایں حول	خل دو شتاب ست و دو شتاب ست خل
پھر اس سے عقل نے کہا کہ یہ دو بنی مجوز دے	سرکہ تو شیرہ انمور ہے اور شیرہ انمور سرکہ ہے
خواجہ را چوں غیر گفتی از قصور	شرم دار اے احوں از شاہ غیور
جب تو نے خواجہ کو غیر کہا قصور کے سب	تو شرم رکھ اے احوں شاہ غیور سے

خواجہ را کو درگذشت ست از اثیر	جنس ایں موشان تاریکی مکیر
اس خواجہ کو جو کہ کرہ ناری سے آگے بڑھ گیا	ان موشان تاریکی کی جنس مت سمجھ
خواجہ را جاں میں مبین جسم گراں	مغز میں او را مبینش استخوان
اس خواجہ کو جان سمجھ جسم ثقیل مت سمجھ	اس کا مغز دیکھ اس کی ہڈی مت دیکھ
خواجہ را از چشم ابلیس لعین	منگر و نسبت مکن او را بطین
اس خواجہ کو چشم ابلیس لعین سے مت دیکھ	اور اس کو طین کی طرف منسوب مت کر
ہمرہ خورشید را شیر مخواں	آنکہ او مسجود شد ساجد مداں
مصابہ خورشید کو شیر مت کہہ	جو مسجود ہو گیا ساجد مت جان
عکسہا را ماند و ایں عکس نیست	در مثال عکس حق بنمود نیست
وہ عکس کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے	مشابہ عکس میں حق تعالیٰ تجلی میں ہے
آفتابے دید و او جامد نماںد	روغن گل روغن کنجد نماںد
آفتاب کو دیکھا اور وہ منجمد نہیں رہا	روغن گل روغن کنجد نہیں رہا
چوں مبدل گشتہ اند ابدال حق	نیستند از خلق برگرداں ورق
جب ابدال حق مبدل ہو گئے	تو وہ خلایق میں سے نہیں رہے ورق الٹ
قبلہ وحدانیت دو چوں بود	خاک مسجود ملائک چوں شود
قبلہ توحید دو کیونکر ہو سکتے ہیں	خاک مسجود ملائکہ کیونکر ہو سکتی ہے
چوں دریں جو دید عکس سیب مرد	دامنش را دید آں پر سیب کرد
جب کسی شخص نے اس ندی میں سیب کا عکس دیکھا	اس کے دیکھنے نے اس کے دامن کو سیب سے مالا مال کر دیا
آنچہ در جو دید کے باشد خیال	چونکہ شد از دیدنش پر صد جوال
تو اس نے جو کچھ ندی میں دیکھا تھا وہ خیال کب ہوگا	جبکہ اس کے دیکھنے سے صدہا گوئیں بھر گئیں
تن مبین و جاں مکن کاں بکم و صم	کذبوا بالحق لما جائهم
تن کو مت دیکھ اور مصیبت میں مت پڑ کہ ان گوئیوں بہروں	نے دین حق کی تکذیب کی تھی جبکہ وہ ان کے پاس آیا
مارمیت اذرمیت احمد بدست	دیدن او دیدن خالق شدست
مارمیت اذرمیت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے ہیں	آپ کا دیکھنا خالق کا دیکھنا ہے



حق مرا و را برگزید از انس و جان	رحمۃ للعالمینش خواند ازاں
حق تعالیٰ نے آپ کو انسان اور جن سے منتخب فرمایا ہے	اس سبب سے آپ کو رحمۃ العالمین فرمایا ہے
خدمت او خدمت حق کردن ست	روز دیدن دیدن آل روزن ست
آپ کی خدمت کرنا حق تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے	آفتاب دیکھنا اس دریچہ کا دیکھ لینا ہے
خاصہ ایں روزن درخشاں از خود ست	بے ذریعہ آفتاب و فرقد ست
خاص کر یہ دریچہ تو از خود ہی درخشاں ہے	بدوں ذریعہ آفتاب اور فرقہ کے ہے
ہم ازاں خورشید زد بر روزن	لیک از راہ و سوئے معبود نے
اسی خورشید سے ایک دریچہ پر شعاع پڑی ہے	لیکن متعارف منطفہ اور جہت سے نہیں
درمیان شمس و ایں روزن رہے	ہست روزنہا نشد زان آگہے
شمس کے اور اس دریچہ کے درمیان میں ایک منطفہ ہے	دوسرے دریچے اس سے آگاہ نہیں
تا اگر ابرے بر آید چرخ پوش	اندریں روزن بود نورش بجوش
تاکہ اگر کوئی ابر چرخ کا سا تر آ جاوے	اس دریچہ میں اس کا نور جوش میں رہے
غیر راہ ایں ہوا و شش جہت	درمیان روزن و خور مالفت
بدوں راہ اس ہوا اور شش جہت کے	دریچہ اور آفتاب کے درمیان الفت ہے
مدحت و تسبیح او تسبیح حق	میوہ می روید ز عین ایں طبق
آپ کی مدح اور تنزیہ تسبیح ہے حق تعالیٰ کی	عین اس طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے
سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت	عیب نبود گر نہی نامش درخت
سیب پیدا ہوتا ہے اس طبق سے خوب بار بار	تو عیب نہیں ہے اگر تو اس کا نام درخت رکھ دے
ایں سبدراتو درخت سیب خواں	کہ میان ہر دوراہ آمد نہاں
تو اس نوکرے کو درخت سیب کہہ	کیونکہ دونوں کے درمیان میں کوئی راہ مخفی ہے
آنچہ روید از درخت بار ور	زیں سبدروید ہماں نوع از ثمر
جو چیز درخت ثمر دار سے پیدا ہوتی ہے	اس نوکرہ سے بھی وہی نوع پھل کی پیدا ہوتی ہے
پس سبدراتو درخت بخت ہیں	زیر سایہ ایں سبدر خوش می نشیں
پس تو نوکرہ کو درخت نصیب در دیکھ	اس نوکرہ کے زیر سایہ خوش ہو کر بیٹھا کر

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں	ناں چرامی خوانیش محمودہ خواں
روئی اگر اسہال لاوے اے مہرباں	تو اس کو روئی کس لئے کہتا ہے سقمونیا کہہ
خاک رہ چوں چشم روشن کرد و جاں	خاک اور اس سرمہ بین و سرمہ داں
خاک راہ نے جب چشم اور جاں کو روشن کر دیا	تو اس کی خاک کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان
چوں زروئے ایں زمیں تابد شروق	من چرا بالا کنم رو در عیوق
جب اس زمین کی سطح سے روشنی دے طلوع آفتاب	تو میں کس لئے اوپر کی طرف ستارہ عیوق میں توجہ کروں
شد فنا ہستش مخواں اے چشم شوخ	در چینیں جو خشک کے ماند کلو
آپ فنا ہو گئے آپ کو ہست مت کہہ اے شوخ چشم	ایسی ندی میں کلوں کب خشک رہ سکتا ہے
پیش ایں خورشید کے تابد ہلال	باچناں رستم چہ باشد زور زال
اس خورشید کے سامنے ہلال کب روشن ہو سکتا ہے	ایسے رستم کے سامنے کیا ہو سکتا ہے زور زال کا
طالب ست و غالب ست آں کردگار	تازہستیہا برآرد او دمار
وہ کردگار طلب کرتے ہیں اور غالب ہیں	تاکہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالیں
دو ملگوے و دو مخوان و دو مداں	بندہ را در خواجہ خود محوداں
دو مت کہہ اور دو مت پڑھ اور دو مت جان	غلام کو تو اپنے آقا میں محو جان
خواجہ ہم در نور خواجہ آفریں	فانی ست و مردہ و مات و دفیں
یہ خواجہ بھی خالق خواجہ کے نور میں	فانی ہے اور میت ہے اور مدفن ہے
چوں جدا بنی ز حق ایں خواجہ را	گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را
اگر تو اس خواجہ کو حق سے جدا دیکھے گا	تو تو اصل اور مقدمہ کو گم کر دے گا
چشم دل راہیں گزارہ کن ز طیں	ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں
تو چشم دل کو متجاوز کر طین سے	یہ ایک ہی قبلہ ہے دو قبلہ مت دیکھ
چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف	آتشے در خف فتاد و رفت خف
اگر تو نے دو دیکھے تو تو دونوں طرف سے رہا	آگ سوختہ میں واقع ہو گئی اور وہ سوختہ بھی جاتا رہا

(اوپر کے اشعار میں تمام خلائق کا ظل حق ہونا جس معنی کے اعتبار سے بیان کیا تھا جس کو شرح اشعار کے اخیر میں احقر نے ظاہر بھی کر دیا ہے اور جس کو مولانا نے اخیر شعر کے مصرعہ ثانیہ میں بعنوان عینیت ذکر کیا ہے جو سابق کے ساتھ محض



عنوان تعبیری ہی میں مختلف ہے اور معنوں ایک ہی ہے یعنی اگر وجود کے مرتبہ ضعیف پر بھی نظر کی جاوے تو جملہ تصویرات عکس آ بجوست کے عنوان سے تعبیر کیا جاوے گا اور اگر مرتبہ ضعیف پر نظر نہ کی جاوے تو چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست کے عنوان سے حکم کیا جاوے گا اور دونوں تعبیروں کا مبرعہ ایک ہی ہے یعنی وجود واجب کا اصل اور متبوع اور مستقل ہونا اور وجود ممکن کا فرع اور تابع اور مضحل ہونا بلکہ اگر ظل خاص یعنی عکس مری فی الماء فی المراء کی حقیقت میں غور کیا جاوے تو وہ بھی عین ہی ہے کیونکہ پانی یا آئینہ میں کوئی مغائر چیز موجود نہیں ہو جاتی بلکہ شعاع بصری اس جسم شفاف سے لوٹ کر عین مری پر واقع ہوتی ہے اور اس سے عین وہ مری ہی نظر آتا ہے بہر حال یہ معنی، م خلأق اور ان کی جمیع صفات کو عام اور شامل میں آتے ہیں اس عینیت پر ایک قید زائد کر کے اس کو خاص کرتے ہیں متصفین بصفات کمال و متخلقین باخلاق ایزد متعال کے ساتھ اور وہ قید یہی اتصاف و خلق ہے اور چونکہ اس قید کے اعتبار سے ان متخلقین کو یہ نسبت عام خلأق کے کہ صرف معنی اول کے مصداق تھے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ مناسبت سے اس لئے اس معنی ثانی کی تعبیر کے لئے عنوان بھی اقویٰ و ابلغ اختیار کرتے ہیں یعنی معنی اول کو ظل اور عکس کہا تھا یہاں ظل اور عکس کی نفی کر کے اس کو عینیت و اتحاد بمعنی الوحدة کہتے ہیں جیسا اوپر بھی معنی اول کو بالکل اخیر میں اس عنوان سے بھی تعبیر کر دیا تھا مگر وہاں یہ تعبیر تبعاً بغرض کشف بعض وجوہ معنی اول تھی کہ وہ عدم اعتداد ہے وجود ممکن کا وجود واجب کے سامنے اور یہاں یہ تعبیر قصداً ہے بغرض افادہ ترقی و زیادت معنی عینیت للمتخلقین المذکورین کے اور ان دونوں معنی میں فرق اور ان کی تحقیق باختلاف الفاظ شرح دفتر اول میں بذیل حکایت بقال و طوطی گزر چکی ہے اس کا ملاحظہ موجب زیادت بصیرت ہوگا اور جیسا احقر نے اوپر شرح اشعار بالا آدم اصطرلاب الخ کی تمہید میں لکھا ہے کہ یہ سب مقولات مولانا کے ہیں بلسان اس قرضدار غریب الوطن کے وہی یہاں بھی سمجھئے بلکہ یہاں تو اس سے بڑھ کر باز عقلش گفت میں تصریح بھی ہے اس مقولہ کے انتساب کی اس کی طرف اور اس نسبت کی تصریح سے مضامین اشعار بالا کی نسبت بھی اس کی طرف لازم آگئی کیونکہ اگر مضامین بالا کو مولانا کی طرف منسوب کہا جاوے تو باز عقلش گفت کے کوئی معنی نہ ہوں گے کہ لفظ باز صریح دال ہے کہ اس کے قول اول کے بعد اس کے عقل کا یہ قول ثانی واقع ہوا پس ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ ظلیت اور عکسیت کا مضمون دل میں یا زبان سے کہہ چکا تو پھر اس سے عقل نے کہا کہ یہ دو بنی (جو کہ حکم بظلیت و عکسیت سے لازم آتی ہے) چھوڑ دے (کیونکہ محل متکلم فیہ یعنی محتسب کریم مذکور متصف بوصف حق کما سیاتی خولجہ راچوں غیر گفتی الخ مع بالعدہ کی حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی مثال ہے جیسے کہ) سرکہ تو شیرہ انگور ہے اور شیرہ انگور سرکہ ہے (اور چونکہ مثال کے لئے مثل ہونا لازم نہیں اور مثال میں کوئی خاص ما بہ الاشتراک ملحوظ ہوتا ہے اس لئے تمام اوصاف میں اشتراک لازم نہیں آتا سو اس مثال سے مقصود صرف یہ ہے کہ پہلے جو چیز متصف بالعصیر تھی وہ اب تبدیل وصف عصیریت بوصف الخلیۃ کے سبب موصوف بالخل ہو گئی اور ایک کو دوسرے کا ظل نہیں کہتے بلکہ عین کہتے ہیں اسی طرح اس محتسب کریم نے جب اپنے اوصاف نقص مقتضائے امکان کو اوصاف کمال ثابتہ بالذات للواجب الحق سے متبدل کر لیا اس تبدل وصف کے سبب وہ موصوف بصفات حق ہو گیا پس یہاں بھی جس طرح بالمعنی الشامل للخلق اس کو ظل کہا جاسکتا ہے اس خصوص مناسبت مع الحق فی صفاتہ الکمال پر نظر کر کے بغرض امتیاز عن عامۃ الخلق عین اصلاً کہا نامناسب نہ ہوگا پس باوجود دونوں عنوانوں کے معنوں ہونے کے تمانز فی مابین العام والخاص مرئج ہے اس کا کہ

دونوں کی تعبیت فی الاتصاف کو جدا جدا عنوانوں سے تعبیر کیا جاوے نیز ایک اور فرق بھی دونوں اتصافوں میں ہے کہ اول اتصاف تکوینی ہے دوسرا تشریحی یہ بھی مقتضی ہے کہ دونوں کی تعبیر الگ الگ عنوان سے ہو خواہ کوئی عنوان ہوتا چونکہ صوفیہ کی اصطلاح پر یہ دونوں عنوان اس فرق کے مودی ہیں اور اصطلاح جاننے والوں کو غلطی کا ایہام نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے اس کو اختیار کیا باقی جہاں غلط فہمی کا احتمال ہو وہاں تحریم تعبیر مذکور کا فتویٰ دیا جاوے گا آگے مثال مذکور فی المصراع الثانی من الشعر السابق کا مقصود بیان کرتے ہیں کہ (جب تو نے خولجہ کو غیر کہا قصور (نظر) کے سبب تو شرم رکھا اے احوں شاہ غیور (حقیقی یعنی حق تعالیٰ) سے) کہ اس کے غیر کے لئے صفت کمال ثابت کرتا ہے گو اس غیر کو درجہ ظل ہی میں ثابت کیا جاوے سو کسی مرتبہ میں بھی اس کو ثابت مت کر دو اور جملہ شرم دار مشیر ہے اس طرف کہ یہ نفی غیر مقتضی غیرت ذوقیہ کا ہے گو عقلاً اس غیر کا ثبوت صحیح ہو آگے اس خولجہ کا خواص میں سے ہونا مبنی ہے اس کے لئے اس حکم خاص کے ثابت کرنے کا بتلاتے ہیں کہ) اس خولجہ (محتسب) کو جو کہ کرہ ناری سے آگے بڑھ گیا (یعنی اس کی روح سماء اور علیین میں چلی گئی وبذلک دل علی کونہ مقبول لان غیر المقبول لا يتصعد روحه فی السماء کما قال تعالیٰ فیہم لا تفتح لہم ابواب السماء تو اس خولجہ مقبول حق کو) ان موشان تاریکی (مقیدان ظلمت محبت دنیا) کی جنس مت سمجھ (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولاً اپنی توقع میں غلط کار ہونے کی بناء یہ بیان کی ہے کہ وہ محتسب کیا چیز تھا محض ظل تھا تو اس سے توقع مت رکھ اور اب جبکہ اس ظلیت کے حکم میں غلطی ثابت ہوئی اور خولجہ کو مظہر کرم حق سمجھا تو چاہئے کہ پھر اس سے توقع لگانا غلطی نہ ہو حالانکہ اس کی غلطی ظاہر ہے سو اس سے یہ لازم نہیں آتا کیونکہ وہ توقع اس کے استقلال بالکرم کے خیال پر تھی اب جب اس کا عدم استقلال ثابت ہو گیا اولاً اس کی ظلیت پر نظر کر کے اور ثانیاً اس کی عینیت مصطلحہ پر نظر کر کے کہ یہ اور بھی زیادہ قاطع توقع ہے کیونکہ اس میں تو اتنے وجود غیر مستقل کی بھی نفی کر دی جو ظل کے لئے تھا تو نفی ظل سے زیادہ عدم استقلال ثابت ہوا نہ کہ استقلال جو کہ ظل سمجھنے سے پہلے متوہم تھا جیسا احقر نے ابھی شرح شعر خولجہ را چوں غیر الخ میں اس کی تقریر کی ہے پس مقصود عود نہیں ہے صحت توقع کی طرف بلکہ وہ عدم توقع بحالہ ہے صرف ایک نظری غلطی تھی تو حید میں جس کو رفع کر رہے ہیں نیز سابق سے شبہ مذم محتسب کا ہوتا تھا اس کو بھی دفع کر دیا پس نظری غلطی کے ساتھ یہ عملی غلطی تھی آگے بھی اس کا مقبول و مظہر خاص ہونا بیان کرتے ہیں کہ) اس خولجہ کو جان سمجھ جسم ثقیل مت سمجھ (یعنی اس کی حیثیت روحیہ مصنفہ بالکمال پر نظر کرادصافہ جسمیہ مشترکہ کو مت دیکھ) اس کا مغز دیکھ اس کی ہڈی مت دیکھ۔ اس خولجہ کو چشم ابلیس لعین سے مت دیکھ اور اس کو (صرف) طین کی طرف منسوب مت کر مصاحب خورشید کو شیر مت کہہ (کیونکہ تو خورشید سے بھاگتا ہے اس کا مصاحب کیونکر ہو سکتا ہے پس اسی طرح جو شخص حق تعالیٰ کے ساتھ معیت و بحکم حدیث انا جلیس من ذکرہی مجالست معنویہ رکھے اس کو کا حد من کل ظلمة الدنيا کہ مشابہ شیر کے ہے مت سمجھو یہ مضمون وہی ہے جو جنس اس موشان الخ میں تھا آگے وہ مضمون ہے جو ظل و شاب ست الخ اور خولجہ را چوں غیر الخ میں تھا یعنی) جو مسجود ہو گیا (اس کو) ساجد مت جان (تقریر اس کی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہوئے اور غیر اللہ مسجود ہوتا نہیں ولو للتحية لانها تعظیم والمستحق له بالذات هو الله تعالیٰ پس معلوم ہوا کہ وہ بحیثیت خصوصیت آدمیہ مسجود نہ تھے بلکہ بحیثیت مظہریہ صفات الہیہ کہ حاصل ہے معنی خلافت کا مسجود تھے والحکم الثابت للشئ بالحیثیۃ الخاصة هو الثابت لتلك



الحیثیۃ پس مسجود در حقیقت صفات حق ہوئیں یہ دلیل ہو گئی عینیت مصطلک کی جو اوپر مذکور تھی بعد اثبات عینیت مصطلک کے عکسیت کی نفی کرتے ہیں کہ (یہ (خواجه مع امثالہ) عکس کے مشابہ ہے اور یہ (خواجه) عکس نہیں ہے (اور اس) مشابہ عکس میں حق تعالیٰ تجلی میں ہے (نمودن مصدر بباء جارہ بمعنی درو یا زائد یعنی در نمودن است اور عکس کی نفی کا مبنی اثبات عینیت مصطلک ہے خواص کے لئے اور چونکہ ظاہر اعمام و خواص کی حالت اتصاف میں تشابہ ہے اور عوام سے ظلیت کی نفی نہیں کی اس لئے مشابہ عکس کہہ دیا آگے تبدل اوصاف خواص کی جو مبنی تھا حکم بالعیبۃ المذکورہ کا مثالیں ہیں۔

اول :- آفتاب کو دیکھا اور وہ (یعنی بخ بقرینہ مقام) منجمد نہیں رہا (بلکہ متبدل باب ہو گیا۔

مثال ثانی :- روغن گل (جو اصل میں روغن کنجد تھا اور پھولوں میں بسا دینے سے روغن گل ہو گیا اب وہ) روغن کنجد نہیں رہا (وجہ تمثیل مطلق تبدل ہے نہ دوسری خصوصیات پس مثال اول پر یہ شبہ بھی نہیں واقع ہوتا کہ مشبہ بہ میں تو تبدل باوصاف متجلی یعنی حق ہوا ہے اور مشبہ بہ میں تبدل باوصاف متجلی یعنی خورشید نہیں ہوا آگے تصریح ہے مدعائے مقام کی بعد امثلہ کے یعنی اسی طرح) جب ابدال حق (باعتبار اپنے اوصاف کے) مبدل ہو گئے (یعنی ان کے اوصاف مبدل ہو گئے) تو وہ (عام) خلأقی میں سے نہیں رہے ورق الٹ (یعنی اس مضمون سے فارغ ہو کر آگے چل اس میں کلام مت کر آگے پھر وہی مضمون ہے آنکہ او مسجود شدا الخ یعنی) قبلہ تو حید دو کیونکر ہو سکتے ہیں (یعنی جو توجہ کہ مقتضائے توحید ہے یعنی توجہ خالص جس میں دوسرا من وجہ بھی شریک نہیں ولو بوجه التحیۃ کما ذکر تہ فی شرح آنکہ او مسجود شدا الخ اس کا قبلہ یعنی جہت توجہ دو نہیں ہو سکتی یعنی) خاک (جو کہ عنصر آدم ہے) مسجود ملائکہ کیونکر ہو سکتی ہے (آگے مشابہ عکس کی جو کہ واقعی عکس نہ ہو جس کا شعر عکسہا را ماند الخ میں ذکر تھا ایک مثال دیتے ہیں کہ فرض کرو) جب کسی شخص نے اس ندی میں (یعنی کسی ندی میں) سیب کا عکس دیکھا (یعنی اول نظر میں عکس سمجھا مگر تحقیق کے لئے ہاتھ ڈالا اور) اس کے دیکھنے نے اس کے دامن کو سیب سے مالا مال کر دیا (یعنی دیکھنا سبب اس کا ہو گیا مطلب یہ کہ ہاتھ ڈالنے سے سبب واقعی اس کو ملے) تو (اس صورت میں) اس نے جو کچھ ندی میں دیکھا تھا وہ خیال (اور عکس) کب ہو گا جبکہ اس کے دیکھنے سے صدا ہا گوین بھر گئیں (وہ تو واقعی سیب ہو گا تو اس مثال میں جیسے اولاً عکس سمجھا مگر دلیل سے ثابت ہوا کہ عین ہے اسی طرح یہاں بھی آثار و برکات خاصہ بصفات حق مثل معظمت و مسجودیت آدم یا نافعیت مثل سخاء و کرم محتسب جب صفات خلق پر مرتب ہوئے تو دلیل سے ثابت ہوا کہ عکس نہیں بلکہ عین ہے بالتفسیر المذکور مراداً یہاں بھی مثال سے صرف بعض اعتبار سے عکس نہ ہونا مقصود ہے اور اس عدم عکسیت میں تماثل ضروری نہیں تاکہ اشکال لازم آوے کہ مثال میں تو عین من کل الوجوہ ہے اور مثال میں نہیں آگے ان مضامین کو بطور تخصیص بعد اعمیم بعد اثبات جمیع الخواص کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ انخص الخواص ہیں خاصۃً دور تک ثابت کرتے ہیں جیسا صریح الفاظ دال ہیں یعنی آپ کے (تن (ظاہری) کو مت دیکھ (کہ ماء وطین سے ہے) اور مصیبت (جہل) میں مت پڑ (کہ ماء وطین کے دیکھنے پر مرتب ہے) کہ ان گونگوں بہروں (یعنی کفار) نے (اسی ماء وطین کو دیکھ کر) دین حق کی تکذیب کی تھی جبکہ وہ ان کے پاس آیا (یہ اقتباس ہے شروع سورۃ انعام کی آیت سے یعنی انہوں نے یہی کہا کہ یہ وحی کا لانے والا ہم جیسا بشر ہے کما فی سورۃ الانعام ہنالک وقالوا لولا انزل علیہ ملک الخ پس اس مضمون کا اعادہ ہوا آپ کے لئے یعنی مضمون بنگر و نسبت مکن اور ابطین کا) مار میت اذ رمیت (کے مصداق) احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں (جس سے عینیت مصطلک معلوم ہوئے آگے اس کی

تفریع ہے کہ پس) آپ کا دیکھنا (من وجہ) خالق کا دیکھنا ہے) بناءً علی العینۃ المذکورۃ و نظریہ ایضاً قوله من  
 یطع الرسول فقد اطاع الله) حق تعالیٰ نے آپ کو انسان اور جن سے منتخب فرمایا ہے (اس لئے کہ آپ کو یہ اختصاص  
 مجوٹ عنہ حضرت حق کے ساتھ سب سے زیادہ تھا) اس سبب سے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے (اور ظاہر ہے کہ سب کے  
 لئے واسطہ رحمت وہی ہوگا جو سب سے افضل و اقرب واجب ہو) آپ کی خدمت کرنا حق تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے (کما  
 سبق من یطع الرسول اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) آفتاب دیکھنا اس دریچہ کا دیکھ لینا ہے (اس میں مبتداء موخر اور خبر  
 مقدم ہے یعنی اگر دریچہ تاباں از آفتاب کو دیکھ لیا گویا آفتاب کو دیکھ لیا پس جو بندہ مقبول حق تعالیٰ کے نور سے منور ہے اور  
 اس سے تعلق رکھتا ہے اس کا دیکھ لینا بعض اعتبارات سے حضرت حق کا دیکھ لینا ہے کہ مظہر ظاہر کے لئے مظہر باسم الفاعل  
 من الاظہار ہوتا ہے اور یہ حکم تمام انبیاء و اصفیاء کے لئے عام تھا اس لئے آپ کی پھر تخصیص ہے (یعنی) خاص کر یہ دریچہ  
 (تعیین محمدی) تو از خود ہی درخشاں ہے (از خود کے معنی بلا واسطہ حق نہیں کہ خلاف واقع بھی ہے اور حکم سابق روز دیدن انج  
 کے بھی خلاف ہے بلکہ بلا واسطہ خلق مراد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ تمام خلایق کے لئے آپ خود واسطہ فیض الہی ہیں آپ کے  
 لئے کوئی بھی واسطہ نہیں آگے اسی کا ذکر ہے کہ یہ درخشاں) بدوں ذریعہ آفتاب (یعنی دیگر انبیاء) اور (ستارہ) فرقہ (یعنی  
 دیگر اصفیاء) کے ہے (پس آپ کا کمال حق تعالیٰ کے اعتبار سے بالعرض ہے اور مخلوق کے اعتبار سے بالذات اور میرے  
 ترجمہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس شعر میں آفتاب کا مصداق مغائر ہے شعر بالا میں مصداق روز بمعنی آفتاب اور شعر آئندہ  
 میں مصداق خورشید سے) اسی خورشید (حقیقی) سے ایک دریچہ (یعنی تعین محمدی) پر شعاع پڑی ہے لیکن متعارف  
 منفذ اور جہت سے نہیں (چنانچہ حق تعالیٰ کا تنزہ اس سے ظاہر ہے بلکہ) شمس (حقیقی) کے اور اس دریچہ کے درمیان میں  
 ایک منفذ (خاص معنوی) ہے دوسرے درتچے اس سے آگاہ نہیں (کیونکہ ہر مقام کی تجلی کا ادراک اسی مقام والا کر سکتا ہے  
 اور وہ منفذ خاص معنوی اس لئے ہے) تاکہ اگر کوئی ابر چرخ کا ستر آ جاوے (تب بھی) اس دریچہ میں اس (شمس) کا نور  
 جوش (اور غلبہ) میں رہے (وہ ابر مانع اور حائل نہ ہو سکے جیسا آسمان ظاہری پر ابر آ جانے سے اس کا نور کسی قدر بند ہو جاتا  
 ہے عجب نہیں کہ اس ابر سے مراد وہ ہو جس کی نسبت ارشاد ہے انہ لیغان علی قلبی تو مولانا نے اس میں یہ بتلادیا کہ وہ  
 غین مانع یا منقص تجلی نہیں کیونکہ وہ تجلی جو آپ کے قلب پر ہوتی ہے اس قدر قوی النور ہے کہ خود اس غین کو بھی منور کر دیتی  
 ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ وہ تعلقات و توجہات الی الخلق جو مصداق ہیں اس غین کا اور عامہ کے لئے سائر تجلیات ہیں آپ  
 کے لئے موجب زیادت قرب اور عین طاعت تھے پس خود ان کی ظلمت جو ان کی اصل وضع کا مقتضا تھا بالکل محو ہو گئی اور یہی  
 حکم سب انبیاء علیہم السلام کے لئے عام ہے بخلاف اولیاء کے کہ ان کے لئے جب بشریہ کسی وقت سائر تجلیات ہو جاتے  
 ہیں گو قوی الستر نہ ہوں۔ پس یہاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی دوسرے اولیاء کے اعتبار سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم  
 السلام کے اعتبار سے گو آپ کی نورانیت بروں سے زیادہ ہو یہ اور بات ہے) بدوں راہ اس ہوا اور (بدوں اس) شش جہت  
 کے دریچہ اور آفتاب کے درمیان الفت (اور تعلق) ہے (بخلاف دریچہ حسی و آفتاب حسی کے کہ جہت اور درمیانی ہوا جو اولاً  
 متکلف ہوتی ہے شعاعوں سے شرط ہے تنویر و تنور کے لئے) آپ کی مدح (یعنی اثبات الکمالات لہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور  
 تنزیہ (یعنی نفی النقائص عنہ صلی اللہ علیہ وسلم) کما فی الحدیث لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحاشا  
 ولا متفحشا ولا صخاباً فی الاسواق و مثل ذلک یہ سب) تسبیح ہے حق تعالیٰ کی (کہ حق تعالیٰ سے آپ استفادہ



میں بہت اقرب ہیں کہ کسی اور مخلوق کا واسطہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ موصوف بالعرض کی مدح مستلزم ہے اس کے مابالذات قریب کے لئے اور وہ حضرت حق ہے بخلاف دوسرے اہل کمال کی مدح کے کہ جب آپ ان کے لئے واسطہ فیض ہیں تو ان کی مدح بواسطہ آپ کے مدح حق ہوئی یہ فرق ہے دونوں مقام میں آگے آپ کے اسی استفادہ من الحق بلا واسطہ خلق کو فرماتے ہیں کہ آپ کی ایسی مثال ہے جیسے گویا عین اس طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے۔ (آگے میوہ کی تفسیر کمبیلی ہے یعنی مثلاً) سیب پیدا ہوتا ہے اس طبق سے خوب بار بار۔ تو (اس حالت میں) عیب نہیں ہے اگر تو اس (طبق) کا نام درخت رکھ دے (کیونکہ اس میں درخت کی خاصیت ظاہر ہوئی آگے طبق کی تفسیر ہے کہ طبق سے مراد سبب یعنی نوکر ہے یعنی اس صورت میں) تو اس نوکرے کو درخت سیب کہہ کیونکہ دونوں کے درمیان میں کوئی راہ مخفی ہے (جس کی وجہ سے) جو چیز درخت ثمر دار سے پیدا ہوتی ہے اس نوکرہ سے بھی وہی نوع پھل کی پیدا ہوتی ہے (جب یہ بات ہے) پس تو نوکرہ کو درخت نصیب ور دیکھ (اور) اس نوکرہ کے زیر سایہ خوش ہو کر بیٹھا کر (جس طرح کہ درخت سیب کے نیچے اس توقع میں بیٹھا تھا کہ کوئی پھل ہاتھ آوے گا وہی توقع اس سے رکھ کر درخت سے بالذات اور اس سے بالعرض لاتصالہ بالشجرۃ کما ذکر فی شعر ایں سبدرانی قولہ کہ میاں ہر دور راہ آمد۔ اور وہ راہ نہاں یہ ہو سکتی ہے کہ مثلاً کسی صنّاع نے اظہار صنعت عجیبہ کے لئے کسی درخت سیب کی جو کہ ادنیٰ قسم کا تھا ہری لکڑیوں کا ایک نوکر ایسی طرح بنایا کہ ان لڑکیوں کے سب سرے باہر چھپے رہے اور ان سب شاخوں کے دونوں کناروں کو کسی اعلیٰ درجہ کے درخت سیب میں پیوند کر دیا اور وہ اس کا جزو بن گیا پس اس کے بعد جب ان شاخوں میں پھل لگے گا تو اس حصہ میں یہ پھل آدے گا جو کہ اس نوکرہ کا سطح بالائی ہے تو ناواقف جس نے کبھی ایسا نہ دیکھا ہوگا اس کی ہیئت دیکھ کر اس کو نوکرہ سمجھے گا اور خیال کرے گا کہ کسی نے پھول توڑ کر اس میں جمع کر دیئے ہیں اور جو واقف ہے وہ اس نوکرہ کو درخت ہی کہے گا پس اسی طرح آپ میں اور منبع فیض حقیقی میں ایک تعلق بلا واسطہ ہے جس سے بعض صفات حق کے آثار آپ میں نمایاں ہوتے ہیں پس اس اعتبار سے آپ کو مظہر اتم حق کہا جاوے گا اور بعض امور میں جو معاملہ حضرت حق کے ساتھ ہوتا ہے کہ شجرۃ التفاع ان کی مثال میں مذکور ہوا ہے وہی معاملہ آپ کے ساتھ ہوگا کما مر من قولہ تعالیٰ من یطع الرسول الخ گو حضرت حق کے ساتھ بالذات اور آپ کے ساتھ بالعرض آگے توضیح کے لئے ایک مثال ہے بطور دلیل کے شعر بس سبدر الخ کے مضمون کے لئے یعنی بعد اشتراک خاصہ کے اس سب کو درخت کہنا ایسا ہی صحیح ہے جیسے مثلاً) روئی اگر اسہال (کی خاصیت ظہور میں) لاوے اے مہربان تو اس کو روئی کس لئے کہتا ہے سقمونیا کہہ (مثال سے صرف مقصود اس قدر ہے کہ اسی طرح مثل میں بھی خواص کے اعتبار سے اس کو درخت کہو اور جمیع خصوصیات میں اشتراک ضروری نہیں اور ایک مثال ہے کہ فرضاً) خاک راہ نے جب چشم اور جان کو روشن کر دیا تو اس (راہ) کی خاک کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان (یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ اعتبار خواص کا ہے اور ایک مثال ہے کہ فرضاً) جب اس زمین کی سطح سے روشنی دے طلوع آفتاب (کذا فی الملتخب) تو میں کس لئے اوپر کی طرف ستارہ عیوق میں توجہ کروں (فی الملتخب عیوق بالفتح و تشدید یا ستارہ ایست سرخ رنگ روشن در کنار راست کاہ کشاں کہ پس ثریا بر آید و پیش آں شوداھ یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ جب اجرام علوی کا خاصہ اجرام سلفیہ میں ظاہر ہونے لگے پھر ان ہی کو حکماً اجرام علویہ سمجھیں گے کیونکہ اعتبار خاصہ کا ہے پس اسی طرح تخلق باخلاق اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بعض امور میں معاملہ مثل حق تعالیٰ کے کیا جاوے گا اور یہ مضمون کا پندرہ سولہ شعر اوپر مارمیت اذرمیت الخ سے شروع ہوا تھا درمیان میں تائید کے



لئے امثلاً لائے تھے اب پھر عود علی البدر ہے یعنی آپ (صفات حق میں) فنا ہو گئے آپ کو ہست (مبائن و مغائر مقابل عینیت مشتبہ مقام) مت کہہ اے شوخ چشم (یعنی آپ کے لئے ایسی مہانت کا حکم کرنا جرات علی الغلط ہے آگے مثال ہے کہ) ایسی ندی میں (یعنی تجلی حق میں) کلوخ کب خشک رہ سکتا ہے (بلکہ فانی الما ہو جاتا ہے اسی طرح آپ کے جسم اطہر مخلوق من الطین تک میں اسی تجلی و تخلق نے سرایت کی ہے آگے اور مثال ہے کہ) اس خورشید کے سامنے ہلال کب روشن ہو سکتا ہے (آگے اور مثال ہے کہ) ایسے رستم کے سامنے کیا ہو سکتا ہے زور زوال کا (اسی طرح تجلی واجب کے سامنے آپ کی ہستی کیونکر فنا نہ ہوتی اور گویہ فناء فی جب الوجود الواجب عام ہے تمام ممکنات کو مگر یہاں مطلق تجلی مراد نہیں بلکہ جس تجلی سے تخلق و غلبہ حال بھی ہو جاوے سو یہ خاص ہے خواص کے ساتھ خصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باعتبار اس کے درجہ عظمیٰ کے یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مضمون تھا آگے پھر عام ہے سب خواص کو اور چونکہ اہل ظاہر اس فناء مذکور کو مستبعد سمجھتے ہیں کیونکہ ظاہر اتو ہوش و حواس ان کے بحال رہتے ہیں پھر فناء کیا چیز ہوتی ہے اس لئے اس استبعاد کو دفع کرتے ہیں کہ) وہ کردگار (فناء ہستی عبد کی) طلب (اور ارادہ) کرتے ہیں اور (اس افناء پر) غالب (یعنی قادر بھی) ہیں تاکہ ہستیوں کو ہلاک (وفنا) کر ڈالیں (پس جب ان کو قدرت بھی ہے اور ان کو وہ مطلوب اور خواستہ بھی ہے اور تخلف مراد کا ان کے ارادہ سے ممتنع ہے تو لا محالہ یہ فناء واقع ہوگا گو بقاء ہوش و حواس کے ساتھ یہ عجیب ہو لیکن اللہ تعالیٰ عجائب پر بھی قادر ہیں اور گو فناء کی ایک قسم جو کہ فناء اخلاق ہے وہ محسوس بھی ہے لیکن اس کے ساتھ بھی جو حال عطا ہوتا ہے یعنی اس تخلق سے ایک خاص بے کیف تعلق حق کے ساتھ وہ ذوقی ہونے کے سبب اوروں کو محسوس نہیں ہوتا پس استبعاد باعتبار مجموعہ تخلق و حال مقارن کے تھا جس کو دفع کر دیا پس اس تمام تر تقریر کے بعد فانی فی الحق کو اور حق کو بمعنی مغائرت مقابلہ عینیت مذکورہ فی المقام) دو مت کہہ اور دو مت پڑھ اور دو مت جان (بلکہ) غلام (یعنی مبتدی) کو تو اپنے آقا (یعنی مرشد کامل) میں محو جان (کہ اولاً تخلق باخلاق شیخ ہوتا ہے اور پھر یہ سمجھ کر) یہ خولجہ (یعنی مرشد) بھی خالق خولجہ (یعنی اپنے خالق) کے نور (و تجلی) میں فانی ہے اور میت ہے اور مدفون ہے (یہ سب تاکید ہے یہ بعد تخلق باخلاق شیخ کے ہوتا ہے کہ جب صاحب نسبت ہو جاتا ہے پھر اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ مرشد سے جدا بھی ہو سکتا ہے اور تخلق باخلاق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تخلق باخلاق اللہ ہی کے مفہوم میں آ گیا) اگر تو اس خولجہ (یعنی مرشد) کو حق سے جدا (مبائن و مغائر بالمعنی المذکور مراداً) دیکھے گا تو تو اصل (یعنی مقصود) اور مقدمہ (یعنی طریق دونوں کو گم کر دے گا) (یعنی طریق ہی میں غلطی ہوگی تو مقصود تک کیسے رسائی ہوگی اور یہ غلطی طریق میں اس لئے ہوگی کہ اس صورت میں مرشد کو کامل نہ سمجھے گا کیونکہ کمال کے لئے تخلق باخلاق الہیہ لازم ہے جب تخلق کا معتقد نہ ہو تو کمال کا معتقد نہ ہو پھر اتباع و فیض کیسے ہوگا اس لئے تخلق کا اعتقاد ضروری ہے اور یہی ہے فناء و عینیت محکوم بہانی المقام) تو چشم دل کو متجاوز کر طین (اوصاف بشریہ خواص عباد خصوص مرشد) سے (اور یہ سمجھ کہ) یہ ایک ہی قبلہ ہے دو قبلے مت دیکھ (کہ حق تعالیٰ ایک قبلہ توجہ ہے اور فانی فی الحق دوسرا قبلہ توجہ بلکہ حق تعالیٰ ہی کو قبلہ توجہ اور فانی فی الحق کو مظہر اتم اس قبلہ کا سمجھ اور) اگر تو نے دیکھے تو تو دونوں طرف سے رہا (چنانچہ ظاہر ہے کہ دو مقصود کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہر ایک دوسرے سے حاجب ہوگا اور یہاں ہر واحد سے حجاب مضر اور دونوں طرف سے رہ جانے کی ایسی مثال ہوگی جیسے) آگ (چقماق سے) سوختہ میں (کذا فی الغیاث) واقع ہوگئی (اور کوئی شخص اس کو اصل معدن نار یعنی چقماق کا مغائر سمجھ کر چقماق کی طرف متوجہ ہو گیا) اور (اتنے میں) وہ سوختہ بھی جاتا رہا (یعنی اس کی آگ بجھ گئی اب اور



سوختہ نہیں اور چقماق سے آگ نکلنے کے لئے سوختہ شرط ہے وہ مثال ہو گئی نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم یہی نتیجہ ہوگا شیخ کو مقصود کا مغائر مطلق سمجھنے کا آگے اس دو بینی کے مضر ہونے پر ایک حکایت بطور مثال کے ہے۔

مثال دو ہیں، پہچو آں غریب شہر کاش عمر نام کہ از یک دکانش بسبب آں نام نانبا بدکان دیگر حوالہ می کرد و او فہم نہ کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنی کہ بعر نام نان فروشنده ہم ایں جانتد ارک کنم کہ من غلط کردم نامم معمر نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کنم نان یا بم از ہمہ دکانہائے شہر و اگر بے تدارک چہچنین عمر نام باشم ازیں دکان درگذرم محروم مانم و احوال ایں دکانہا از ہم جدا دانستہ باشم دودیکھنے والے کی مثال اس کاش شہر کے پر دیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ اس نام کی وجہ سے نان بائی ایک دکان سے دوسری دکان کا حوالہ دیدیتا تھا اور وہ نہ سمجھا کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے ہیں اسی جگہ تدبیر کر لوں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں ہے جب اسی دکان پر تدارک اور توبہ کر لوں گا شہر کی تمام دکانوں سے روٹی حاصل کر لوں گا اور اگر بغیر تدارک کے اسی عمر نام کے ساتھ رہوں گا تو اس دکان سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اس دکان کے احوال بھی میں جداگانہ سمجھتا رہوں گا۔

گر عمر نامی تو اندر شہر کاش	کس نیفر وشد بصد دانگت لوانش
اگر تو عمر نام کا شخص ہے شہر کاش میں	تو تیرے ہاتھ کوئی شخص سوداگ کو بھی روٹی نہ بیچے گا
چوں بیک دکان بگفتی عمرم	ایں عمر راناں فروشید از کرم
جب وہ ایک دکان پر کہتا کہ میں عمر ہوں	اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو از راہ کرم
او بگوید روبرداں دیگر دکان	زاں یکے ناں بہ کزیں پنجاہ ناں
تو وہ کہتا ہے جا اس دوسری دکان پر	کہ اس کی ایک روٹی اس پچاس روٹی سے بہتر ہے
گر نبودے احوال او اندر نظر	او بگفتے نیست دکان دگر
اگر وہ نظر میں احوال نہ ہوتا تو	وہ کہتا کہ دوسری دکان تو ہے ہی نہیں
پس زدے اشراق آں نا احولی	بردل کاشی شدے عمر علی
بس اس نا احولی کا نور	کاشی کے دل پر اثر کرتا وہ عمر علی ہو جاتا
ایں ازیں جاگوید آں خباز را	ایں عمر راناں فروش اے نانبا
یہ یہاں سے اس نان بائی کو کہتا ہے	کہ اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دے اے نان بائی

چوں شنید او ہم عمر از احولی	در کشید آں ناں کہ هست آن علی
جب اس نے بھی یہی عمر نام سنا تو احولی کے سبب	وہ روٹی ہٹا لی کہ یہ تو علی کا حق ہے
پس فرستادش بدکان بعید	ناں ز پیش روی او اندر کشید
پس اس نے اس کو ایک اور دور کی دوکان میں بھیج دیا	اس نے بھی جب عمر نام سنا تو روٹی ہٹا لی
کیں عمر را نان وہ اے انباز من	راز یعنی فہم کن ز آواز من
کہ اس عمر کو روٹی دے دی اے میرے شریک	یعنی میری اس صوت سے راز کو سمجھ لے
او ہمت ز اں سو حوالہ می کند	ہیں عمر آمد کہ تا برناں زند
وہ بھی تجھ کو اس طرف سے حوالہ کر دیگا	ہاں عمر آیا ہے تاکہ روٹی پر فائز ہو
چوں بیک دکان عمر بودی برو	در ہمہ کاشاں زناں محروم شو
جب تو ایک دوکان پر عمر ہو گیا تو چلا جا	تمام کاشاں میں روٹی سے محروم رہ
ور بیک دکان علی گفتی بگیر	ناں از اینجا بے حوالہ بے زحیر
اور اگر ایک دوکان پر تو نے علی کہہ دیا	تو اس جگہ سے روٹی لے لے بدوں حوالہ کے بدوں کلفت کے
احول دو ہیں چو بے برشد ز نوش	احول صد بنی اے مادر فروش
جب احوال دو بین بے ثمر رہ گیا نوش سے	تو تو احوال صد بین ہے اے تارک الاسل
اندریں کاشان دنیا ز احولی	چوں عمر میگردد چوں نبوی علی
تو اس کاشان دنیا میں احولی کے سبب	اس عمر کی طرح پھرنا رہ جبکہ تو علی نہیں ہے
ہست احوال را دریں ویرانہ دیر	گوشہ گوشہ نقل نو کہ ثم خیر
اس دیر ویرانہ میں احوال کو	گوشہ گوشہ میں انتقال حالت ہے کہ وہاں اچھا ہے
درد و چشم حق شناس آمد ترا	دوست پر ہیں عرصہ ہر دوسرا
اور اگر تجھ کو چشم حق شناس حاصل ہو جاوے	تو محبوب سے پر دیکھ لے دونوں عالم کے میدان کو
وارہیدے از حوالہ جا بجا	اندریں کاشان پر خوف و رجا
تو جا بجا کے حوالہ سے چھوٹ جاتا	اس کاشان میں جو پر خوف در جا ہے

(کاش نام ہے ایک شہر کا کذا فی الغیاث اور کاشان کو بھی اس میں ایک شہر کا نام لکھا ہے مولانا نے ان اشعار میں کہیں پہلے نام سے تعبیر کیا ہے کہیں دوسرے نام سے معلوم ہوتا ہے وہ ایک ہی شہر دونوں نام سے مشہور ہوگا پس اس تکلف کی



ضرورت نہیں جو بعض حواشی میں کیا گیا ہے کہ کاشان کو بمعنی کاشانہ لیا ہے اور یہ شہر اہل رض کا ہے کذا قال محمد افضل وہاں کوئی شخص سنی ناواقف جس کا نام عمر تھا مسافرانہ جا پہنچا دکان سے روٹی خریدنا چاہا مگر اس کا نام سن کر تعصب سے بہانہ کر دیتے وہ علت نہ سمجھتا تھا دوسری دکان پر بھی اسی سبب روٹی نہ ملتی مولانا اس حکایت کو بتقدیم خلاصہ نتیجہ ذکر فرماتے ہیں کہ اگر تو عمر نام کا شخص ہے شہر کاش میں تو تیرے ہاتھ کوئی شخص سودا نگ کو بھی روٹی بیچے گا (فی الغیث لو اش بفتحہ و شین مجہ در ترکی نان تنگ و نرم از گندم اھ چنانچہ اس نام کے آدمی کا قصہ یہ ہوا کہ وہ کاش میں پہنچا اور روٹی خریدنا چاہا لیکن) جب وہ ایک دکان پر (غالباً) پوچھنے پر کہ پوچھنے کا سبب تعصب ہوگا) کہتا کہ میں عمر ہوں اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو ازراہ کرم تو وہ (دکاندار) کہتا ہے جا اس دوسری دکان پر (اور بہانہ یہ کرتا) کہ اس (دکان) کی ایک روٹی اس (دکان کی) پچاس روٹی سے بہتر ہے (پسائی) پکائی یا نرخ کے اعتبار سے چنانچہ دوسری دکان پر بھی اس غریب کو یہی مصیبت پیش آتی مولانا فرماتے ہیں کہ) اگر وہ (مسافر) نظر میں احوال (اور غلط بین) نہ ہوتا تو وہ (اپنے دل میں) کہتا کہ (یہاں) دوسری دکان تو ہے ہی نہیں (بلکہ اس معنی میں سب ایک ہی ہیں کہ عمر نام بتلانے پر روٹی نہ دیں گے مطلب یہ ہے کہ اگر اس کو حقیقت واقعہ کی معلوم ہوتی کہ وجہ روٹی نہ ملنے کی یہ ہے تو اپنے دل میں اس کو سمجھ کر اپنا نام علی یا اس کے مثل بتلا دیتا پس بگفتے کا یہ مطلب ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اس دکاندار کو یہ جواب دیتا کیونکہ اس جواب سے کچھ بھی فائدہ نہ تھا وہ اس اتحاد اہل دکان کو تسلیم کرنے کے بعد روٹی نہ دیتا کیونکہ مانع تو مرفوع نہ ہوا تھا آگے نبودے احوال اور بگفتے پر جو کہ مستلزم تھا علی نام بتلانے کو تفریع ہے کہ اگر ایسا ہوتا) پس اس نا احوالی (و علم حقیقت) کا نور کاشی (دکاندار) کے دل پر اثر کرتا (اور) وہ عمر (اس کی نظر میں) علی ہو جاتا (مراد اس سے خاص وہ کاشی نہیں جو انکار کر چکا ہے وہ تو اس کو بہانہ سمجھتا بلکہ دوسرا دکاندار جو وہاں سے دور ہو جس کو اس قصہ کی اطلاع نہ ہو کیونکہ پاس والوں کو تو اس پہلے نے اطلاع کر دی تھی جیسا آئندہ اشعار میں ہے مطلب یہ کہ حقیقت کا علم سبب ہوتا دوسرے بازار میں علی وغیرہ نام بتلانے کا اور چونکہ ظاہراً کوئی دلیل تکذیب کی نہ تھی یہ بتلانا سبب ہوتا اس کی تصدیق کا پس وہ شخص اس کا نام علی ہی سمجھتا اور روٹی دے دیتا تو علم بالحققہ بواسطہ سبب ہوتا کاشی کی نظر میں اس مسمیٰ عمر کے مسمیٰ بعلی ہونے کا اور چونکہ علم کی حقیقت نور ہے کما حقہ اہل المعقول اس لئے اشراق سے تعبیر کیا گیا پس نا احوالی سے مراد علم اور زدے بردل سے مراد یہ تصدیق اور شدے عمر علی سے مصدق بہ یہ حل ہے مفردات و مراد شعر کا مگر چونکہ اس کو حقیقت کی اطلاع نہ ہوئی تو اس کا یہ حال ہوا کہ) یہ (ایک دکاندار) یہاں سے اس (دوسرے) نانابائی کو (پکار کر) کہتا ہے کہ اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دے اے نانابائی (جس سے غرض یہ بتلانا ہے کہ اس کا نام یہ ہے تو بھی مت دیجو چنانچہ) جب اس نے بھی یہی عمر نام سنا تو احوالی (و غلط بینی) کے سبب وہ روٹی ہٹالی (اس خیال سے) کہ یہ (روٹی) تو علی (نام والے) کا حق ہے (اس شعر میں مولانا نے ان دکانداروں کے لئے بھی احوالی کا حکم کیا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو جدا جدا سمجھ کر ایک سے بغض دوسرے سے محبت رکھتے جو سبب ہوا اس نام والے کو روٹی نہ دینے کا اور دوسرے نام والے کو روٹی دینے کا اور اوپر مسافر کے لئے احوالی کا حکم کیا ہے جس کی توجیہ گزر چکی تو اس بناء پر حکایت کا مقصود کہ ترتب ضرر ہے دو بینی پر دو طرح ثابت ہوا ایک یہ کہ وہ مسافر مشتری امر دنیاوی کی حقیقت میں احوال تھا اس کو دنیا کا ضرر ہوا اور یہ لوگ بائع امر دینی کی حقیقت میں احوال تھے ان کو دین کا ضرر ہوا پس جس مرتبہ کی احوالی ہوگی اسی مرتبہ کا ضرر ہوگا اب اس کے بعد ہمارے زمانہ کے احوالوں میں سے کسی احوال کو اس کی گنجائش نہیں رہی کہ

مولانا پر تشیع کا شبہ کرے کہ دیکھو اس حکایت سے نعوذ باللہ حضرت عمرؓ کے حرمان کا حکم لازم آتا ہے اول تو یہ مثال ہے جس کو مثل لہ کے ساتھ من وجہ اشتراک ہوتا ہے نہ کہ من کل الوجوہ اور وہ وجہ مشترک یہاں حرمان ہے ایک نفع دنیا سے جو کہ کوئی موجب ذم نہیں گو مثل لہ میں جو حرمان ہے یعنی احوالی از حقائق نافعہ فی الدین اس میں جو حرمان ہے وہ موجب ذم ہو دوسری مثال میں بھی حضرت عمرؓ کا ذکر نہیں ہے اس نام کے ایک مسافر کا ذکر ہے تیسرے اگر ایسا ہی استدلال ہے تو اس سے بڑھ کر مجاہد علی کو یہاں مولانا نے احوال کہا ہے تو ایک خارجی کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ مولانا خارجی اور شیعوں کے بیکد مخالف تھے اور واقع میں وہ نہ شیعہ ہیں اور نہ خارجی ہماری طرح سنی ہیں یہ تو الزامی جواب تھا شبہ تشیع کا اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ اول ہی دفتر میں حکایت کنیزک کے ضمن میں بادشاہ کا خطاب طبیب الہی کو اس طرح نقل کیا ہے اے مرآتو مصطفیٰ من چوں عمر الخ اور اس دفتر سادس میں شیعان حلب کی تحیق نقل فرمائی ہے اور نیز اسی دفتر میں حضرت صدیقؓ کے کس قدر فضائل قصہ اشتراء بلال میں ذکر کئے ہیں اور دفتر چہارم میں خلفاء ثلاثہ کی مدح منبر نشینی کے قصہ میں ارشاد فرمائی ہے۔

منبر مہتر کہ سہ پایہ بدست رفت بو بکر و دوم پایہ نشست  
وآں سوم پایہ عمر در دور خویش از برائے حرمت اسلام کیش  
دور عثمان آمد و بالائے تخت بر شد وہ نشست آں مسعود بخت الخ

تو ان تصریحات کے بعد اس شبہ کی کیا گنجائش رہی لیکن شاید تقیہ کی پناہ لینا چاہیں تو خدا تعالیٰ ہزاروں درجات عالیہ بڑھاوے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ہمیشہ کے لئے اس پناہ کی بنیاد اکھاڑ ڈالی ہے اب اس کے سایہ میں بیٹھنا بالکل مصداق ہے مضمون ام من اسس بنیانہ علی شفاعت جعفر ہار فانہار بہ فی نار جہنم الایہ کا احقر نے یہ زائد علی المقام کلام اس لئے کیا کہ ایک بار میرے کانوں میں یہ بات پڑی تھی کہ بعض متبحر میں شیعہ مولانا اور دوسرے بعض اکابر کی نسبت اپنی جماعت میں سے ہونے کے مدعی ہیں (پس اس (دوسرے دکاندار) نے اس (مسافر) کو ایک اور دور کی (تیسری) دکان میں بھیج دیا (دور قید واقعی ہے وہ زار دور ہوگی مگر) اس نے بھی جب عمر نام سنا تو روٹی ہٹالی (اور اس دوسری دکان والے نے جب تیسری دکان پر بھیجا تھا تو یہ کہہ کر بھیجا تھا جو آگے مذکور ہے اور اسی لئے اس نے بھی روٹی ہٹالی تھی یعنی یہ کہا تھا) کہ اس عمر کو روٹی دے دے اے میرے شریک یعنی میری اس صورت (وکلمات) سے راز کو سمجھ لے (وہ راز یہ کہ اس کا ایسا نام ہے اس کو روٹی مت دینا چنانچہ وہاں بھی نہ ملی وہ کذا الی ان انتھت الحوانیت کلھا یہ قصہ تھا اس مسافر مسکمی عمر کا اب عود ہے شعر اول کی طرف یعنی اسی طرح اگر ایسے شہر میں یہ نام بتلاوے گا تو اگر ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جاوے گا تو وہ بھی تجھ کو اس طرف سے (جہاں کہ تو بعد میں گیا ہے یہ کہہ کر تیسری جگہ) حوالہ کر دے گا (کہ) ہاں عمر آیا ہے تاکہ روٹی پر فائز ہو (تو اس کو دینا مت غرض یہ کہ) جب تو ایک دکان پر عمر ہو گیا تو (جس دکان پر چاہے) چلا جا (کہیں روٹی نہ ملے گی پس اس نام کے بتلانے سے) تمام کاشان میں روٹی سے محروم رہے۔ اور اگر ایک دکان پر تو نے (اپنا نام) علی کہہ دیا تو اس جگہ سے روٹی لے لے بدوں حوالہ (دوسری دکان) کے (اور) بدوں کلفت کے (آگے تطبیق ہے مثال کی مثل لہ پر بطور دلالت بالاولی کے یعنی) جب احوال دو بین بے ثمر رہ گیا نوش (یعنی مقصود شیریں) سے تو تو احوال صد بین ہے اے تارک الاصل (گو محاورہ میں مادر فروش گالی ہے مگر احقر نے مولانا کی شان اور خصوصیت مضمون پر نظر کر کے مجازاً یہ معنی لئے فان الام ہی الاصل والبیع



مستلزم ترک المبیع اور ظاہر ہے کہ دو بنی یا صد بنی میں اصل یعنی یک بنی کا ترک ضرور ہے اور حکایت مسافر کاشی میں دوکانیں دو سے زیادہ تھیں پس مراد دو سے تقلیل ہے یعنی جب اشیاء قلیلہ کے تغائر سمجھنے میں یہ ضرور ہے تو اشیاء کثیرہ کے تغائر سمجھنے میں جس میں تو مبتلا ہو رہا ہے عموماً کائنات لاکھوں کو موجودات مستقلہ سمجھ رہا ہے باوجود ان کے نکل ہونے کی جس کی بحث شعر جملہ تصویرات الخ تک میں مذکور ہے جو سرخی مقام سے از تیس شعر اوپر ہے اور خصوصاً خاص متخلّقین باخلاق الہیہ کو غیر بالمعنی الاصطلاحی سمجھ رہا ہے کہ وہ بھی کثیر ہیں جس کی بحث شعر باز عکس الخ واقع بعد شعر الحمد کو رہے ہے اور اشعار آئندہ قریبہ بھی بعضے بحث اول کے مضمون کے ہیں بعض ثانی کے کما سانبہ علیہ قریباً انشاء اللہ تعالیٰ بہر حال تیرے اس تغائر سمجھنے اور صد بنی میں کس قدر ضرر اور حرمان ہوگا جس کو آگے اول بعنوان مناسب قصہ مثال پھر بعنوان مثل لہ بیان فرماتے ہیں یعنی وہ ضرور حرمان یہ ہے کہ (تو اس کا شان دنیا میں (اس) احولی کے سبب اس (مسمی بہ) عمر کی طرح (محروم) پھر تارہ جبکہ تو (مسمی بہ) علی نہیں ہے (یہ کنا یہ ہے بقاء احولی سے کیونکہ اس مسافر کی ناحقیقت بنی اس نام پر جمود کا سبب ہوا مطلب یہ کہ غلط بنی کے سبب دنیا میں مقصود حقیقی سے محروم رہے گا اور یہاں کے اس حرمان کو آخرت کا حرمان لازم ہے قال تعالیٰ من کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الآخرة اعمیٰ حاصل یہ کہ (اس) دیرویرانہ (دنیا) میں احول (و غلط بین) کو گوشہ گوشہ میں انتقال حالت ہے (اس خیال سے) کہ وہاں (یہاں سے) اچھا ہے (اسی طرح وہاں سے پھر اور جگہ مطلب یہ کہ واحد حقیقی کو مقصود نہ سمجھنے سے ہمیشہ قبلہ توجہ بدلتا ہے جیسا غیر حق کے طالبین کی کیفیت مشاہد ہے) اور (نہیں تو) اگر تجھ کو چشم حق شناس (یعنی بصیرت و معرفت حق سبحانہ و تعالیٰ) حاصل ہو جاوے تو محبوب سے پردیکھ لے دونوں عالم کے میدان کو (اور اگر تو عالم کو محبوب سے پردیکھ لیتا تو) تو جا بجا کے حوالہ سے چھوٹ جاتا اس کا شان (دنیا) میں جو (بوجہ عالم ابتلا ہونے کے) پر خوف و رجا ہے (ان اشعار میں اجزاء عالم کے مظاہر حق ہونے کا مضمون ہے اور آگے اشعار مابعد میں متخلّقین بالاخلاق الہیہ کے مظہر خاص ہونے کا مضمون مذکور ہوگا اور وہ تنبیہ یہی ہے جس کا وعدہ میں نے شعر احول دو بین الخ کی شرح میں کیا تھا)۔

اندریں جو غنچہ دیدی با شجر	ہمچو ہر جو تو خیالش ظن مبر
اس ندی میں تو نے غنچہ مع شجر کے دیکھ لیا ہے	تو اس کو اور ندیوں کی طرح خیال گمان مت کر
کہ ترا از عین ایں عکس نقوش	حق حقیقت گردد و میوہ فروش
کہ ان نقوش کے عین عکس سے	حضرت حق حقیقت اور میوہ دینے والا ہو جاوے
چشم ازیں آب از حول حرمی شود	عکس می بیند سبد پر می شود
اس پانی سے آنکھ احولی سے آزاد ہو جاتی ہے	یہ شخص عکس دیکھتا ہے سبد پر ہو جاتا ہے
پس بمعنی باغ باشد ایں نہ آب	پس مشوعریاں چو بلقیس از جناب
پس معنی یہ باغ ہو گا نہ کہ پانی	سو تو بلقیس کی طرح جناب سے برہنہ مت ہو
بارگونا گونست بر پشت خراں	ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مراں
طرح طرح کے اسباب ہیں گدھوں کی پشت پر	ہاں ایک ہی لکڑی سے سب گدھوں کو مت ہانک

بر یکے خر بار لعل و گوہر ست	بر یکے خر بار سنگ و مرمر ست
ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھ ہے	ایک گدھے پر سنگ اور مرمر کا بوجھ ہے
برہمہ جوہا تو ایں حکمت مراں	واندریں جوہا میں عکس مخواں
تو ان سب ندیوں پر اپنا یہ حکم مت جاری کر	اور اس ندی میں خود چاند کو دیکھ اس کو عکس مت کہہ
آب خضر ست ایں نہ آب دام و دود	ہرچہ اندر وے نماید حق بود
آب خضر ہے نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی	اس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہے
زیں تگ جوہا گوید من مہم	من نہ عکسم، ہمحدیث وہم رہم
اس قعر جو سے چاند بول رہا ہے میں چاند ہوں	میں عکس نہیں ہوں ہم سخن اور ہمراہ ہوں
اندریں جو آنچہ بر بالا ست ہست	خواہ بالا خواہ دروے دارد ست
اس ندی میں جو اوپر ہے وہی ہے	خواہ تو اوپر اور خواہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا
از دگر جوہا مگیر ایں جوئے را	ماہ داں ایں پر تو مہروئے را
دوسری ندیوں سے اس ندی کا قیاس مت لے	ماہ سمجھ اس عکس ماہر کو
اندریں جوہر چہ داری تو مراد	باز بین و شکر گو بہر زیاد
اس میں طلب کر لے تو جو کچھ مراد رکھتا ہے	پھر دیکھ لے اور شکر کر افزودنی کے لئے
اندریں جوہر چہ می خواہی بہیں	از نعیم و ناز و تاج و ملک و دیں
اس ندی میں جو کچھ تو چاہتا ہے دیکھ لے	ناز و نعم اور تاج و ملک اور دین سے
جملہ مطلوبات خلق ہر دو کون	گشت موجود اندر وے بعد دہون
تمامی مطلوبات خلائق کونین کے	اس کے اندر موجود ہیں بدوں بعد اور دوری کے
ایں سخن پایاں ندارد آں غریب	بس گریست از درد خواجہ شد کسب
یہ مضمون پایاں نہیں رکھتا اس مسافر نے	گریہ کیا اس مرد عاقل کے رنج سے

(رابطہ اوپر مذکور ہوا اور اس رابطہ کے اعتبار سے یہ عود ہے مضمون اشعار باز عکس گشت الخ کی طرف اور اس عود میں ان اشعار بالا میں سے مسئلہ مذکورہ چوں دریں جوالخ اور عکس ہاراماند الخ اور سیب رویہ الخ اور خولجہ را کو در گشت الخ کی رعایت خصوصیت کے ساتھ ہے کہ دوسرے الفاظ سے پھر وہی مثالیں لائی گئی ہیں پس فرماتے ہیں کہ متخلقین بالا خلاق الالہیہ کا بہ نسبت دوسرے اجزاء عالم کے حق تعالیٰ کے ساتھ مظہریت کا خاص تعلق سمجھنا چاہئے جس کا بیان پہلے بھی ہوا ہے اور پھر بھی



ہوتا ہے اور چونکہ پہلے اشعار بالا محال علیہا کی شرح میں مقصود مقام خوب حل ہو چکا ہے یہاں صرف حل ترجمہ پر اکتفا کیا جاوے گا یعنی اس ندی میں (جب) تو نے غنچہ مع شجر کے دیکھ لیا ہے تو اس کو اورندیوں کی طرح (محض) خیال (اور عکس) گمان مت کر (تا) کہ (عکس نہ سمجھنے سے) ان نقوش (وجودات اہل اللہ) کے عین عکس (مزعوم) سے حضرت حق (درجہ) حقیقت (میں ثابت ہو جاوے) اور میوہ دینے والا (ثابت) ہو جاوے (یعنی تجھ کو یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ عکس حق نہیں بلکہ حقیقت حق ہے جو میوہ دے رہا ہے کیونکہ پانی کے اندر جس کو عکس سمجھا تھا وہ درخت تھا جس کا ذکر یہاں شعراول میں ہے اور وہ میوہ بخش بھی تھا جس کا ذکر وہاں اوپر شعر چوں دریں جو دیدار الخ میں بھی تھا اور شعر آئندہ میں بھی ہے یعنی اس (ندی کے) پانی سے آنکھ احوالی سے آزاد (اور رہا) ہو جاتی ہے (اور یہ برکت اہل اللہ کی ظاہر ہے کہ بصیرت راست بین میسر ہو جاتی ہے اور) یہ شخص (اول نظر میں) عکس دیکھتا ہے (لیکن اس سے) سب پر ہو جاتا ہے (جب یہ ہے) پس معنی یہ باغ (و درخت) ہو گا نہ کہ پانی (جس میں محض عکس ہو) سو تو بلیقہ کی طرح حباب (کے گمان) سے برہنہ (ساق) مت ہو (جس طرح بلیقہ کو شیشہ پر یہی غلط گمان ہوا کہ یہ پانی ہے قال تعالیٰ حسبہ لجة و کشف عن ساقیہا تشبیہ محض اس میں ہے کہ اس نے غیر آب یعنی شیشہ کو آب سمجھا اسی طرح تو غیر آب یعنی باغ کو آب مت سمجھ کمافی المصراع الاول آگے عوام اور خواص کے تماثل کی مثال ہے یعنی طرح کے طرح کے اسباب ہیں گدھوں کی پشت پر۔ ہاں ایک ہی لکڑی سے سب گدھوں کو مت ہانک (آگے بیان ہے ان اسباب کے مختلف ہونے کا یعنی) ایک گدھے پر عمل و گوہر کا بوجھ ہے (اور) ایک گدھے پر سنگ اور مرمر کا بوجھ ہے (بس اسی طرح) تو ان سب ندیوں پر اپنا یہ (ایک) حکم (کہ ان سب میں ماہ کا عکس ہے) مت جاری کر اور اس ندی (خاص) میں (جس کا ذکر اس شعر میں ہوا ہے اندریں جو غنچہ دیدی الخ) خود چاند کو دیکھ اس کو (چاند کا) عکس مت کہہ (اس ندی کا پانی) آب خضر (یعنی آب حیات) ہے نہ کہ چرندہ اور درندہ (کے پینے) کا پانی (کذا فی الغیاث فی معنی دام و ود) اس (پانی) میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہے (عکس نہیں) اس قعر جو سے چاند بول رہا ہے میں چاند ہوں۔ میں عکس نہیں ہوں (بلکہ) ہم سخن اور ہمراہ ہوں (جو منافی ہے عکس ہونے کے) اس ندی میں جو اوپر ہے وہی (اندر) ہے (اب) خواہ تو اوپر اور خواہ اس (ندی میں نظر آنے والے) کی طرف ہاتھ بڑھا (جو اوپر سے ملے گا وہی اندر سے یعنی خواہ بلا واسطہ حضرت حق سے فیض لو یا اہل اللہ کے واسطہ سے وہ ایک ہی فیض ہے اور یہ تخریر کے لئے نہیں کیونکہ مبتدی کو واسطہ کی ضرورت تو ہوتی ہے بلکہ حکم ہے تساوی کا دونوں فیض میں باعتبار حقیقت کے گواستعداد طالب سے طریق تساوی نہ ہو) دوسری ندیوں سے اس ندی کا قیاس مت لے۔ ماہ سمجھ اس عکس ماہر کو (عکس بعض اعتبارات سے کہہ دیا حسب زعم مخاطب) اس میں طلب کر لے تو جو کچھ مراد رکھتا ہے پھر (بنظر تحقیق) دیکھ لے (نظیرہ ثم ارجع البصر کرتین) اور شکر کرا فرزونی (نعمت) کے لئے اس ندی میں جو کچھ تو چاہتا ہے دیکھ لے۔ ناز و نعم اور تاج و ملک (حقیقی) اور دین سے تمامی مطلوبات خلائق کو نین کے اس کے اندر موجود ہیں بدوں بعد اور دوری کے (یعنی سب مطلوبات قریب سے مل جاویں گے لان من کان اللہ لہ کان لہ کل شیء آگے تمہید ہے رجوع بہ قصہ کی کہ) یہ مضمون (مظہریت انسان کامل کا) پایاں نہیں رکھتا (چنانچہ ان کے برکات و فضائل کی کثرت ظاہر ہے قصہ پورا کرو یعنی) اس مسافر نے (بہت) گریہ کیا اس مرد عاقل (محتسب مرحوم کی وفات) کے رنج سے (بوجہ اپنے قرض مایوس ہونے کے)

توزیع کردن پائمر دور جملہ شہر تبریز و جمع شدن اندک چیز و رفتن آں  
 غریب بترتب محتسب بزیارت و ایں قصہ را بر سر گورا و گفتن بطریق نوحہ  
 مددگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع ہونا اور اس پر دیسی  
 کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ کے طریقے پر اس قصہ کو اس کی قبر پر کہنا

واقعہ آں وام او مشہور شد	پائمر د از درد او رنجور شد
اس کے اس قرضہ کا قصہ مشہور ہو گیا	مددگار اس کے درد سے متاثر ہوا
از پئے تو زیع گرد شہر گشت	از طمع می گفت ہر جا سرگذشت
چندہ کے لئے شہر کے اطراف میں پھرا	طمع سے ہر جگہ اس کی سرگذشت بیان کرتا تھا
پیچ ناورد از رہ گدیہ بدست	غیر صد دینار آں گدیہ پرست
سوال کے ذریعہ سے وہ سائل کچھ وصول نہ کر سکا	بجز سو دینار کے
پائمر آمد بدو دستش گرفت	شد بگور آں کریم بس شگفت
وہ مددگار اس کے پاس آیا اس کا ہاتھ پکڑا	اس کریم کی گور پر جو کہ عجیب تھا گیا
گفت چوں توفیق یا بد بندہ	کو کند مہمانی فرخندہ
کہا کہ جب کوئی بندہ اس کی توفیق پاوے	کہ وہ کسی صاحب نصیب کی مہمانی کرے
مال خود ایثار راہ او کند	جان خود ایثار جاہ او کند
وہ اپنا مال اس کی بابت صرف کرے	اپنی جان اس کی جاہ پر صرف کرے
شکر او شکر خدا باشد یقین	چوں باحساں کرد توفیقش قرین
اس کی شکر گزاری خدا تعالیٰ کی شکر گزاری ہے یقیناً	چونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے موافق ہونے کو احسان کے ساتھ مقرون فرمایا
ترک شکرش ترک شکر حق بود	حق اولاً شک بحق ملحق شود
اس کی شکر گزاری کا ترک کرنا شکر حق کا ترک کرنا ہوگا	اس کا حق بلا شک حق تعالیٰ کے ساتھ ملحق ہوگا
شکر می کن مر خدا را در نعم	نیز می کن شکر و ذکر خواجہ ہم
تو نعمتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا رہ	نیز خواجہ کا بھی شکر اور ذکر کرتا رہ
رحمت مادر اگرچہ از خداست	خدمت او ہم فریضہ ست و سزا ست
ماں کی محبت اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے	اس کی خدمت بھی واجب اور مناسب ہے



زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ	کہ محمدؐ بود محتاج الیہ
اسی سبب سے فرمایا ہے حق تعالیٰ نے صلوا علیہ	کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محتاج الیہ تھے
در قیامت بندہ را گوید خدا	ہیں چہ کردی آنچه دادم مرترا
قیامت میں بندہ سے خدا تعالیٰ فرمادیں گے	ہاں تو نے کیا کیا میں نے جو کچھ تجھ کو دیا تھا
گوید اے رب شکر تو کردم بجاں	چوں ز تو بود اصل آں روزی و ناں
وہ کہے گا اے رب میں نے آپ کا جان سے شکر کیا	چونکہ اس روزی اور ناں کی اصل آپ ہی کی طرف سے تھی
گویش حق نے نکردی شکر من	چوں نکردی شکر آں اکرام و فن
حق تعالیٰ اس سے فرمادیں گے نہیں تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا	جبکہ تو نے اس اکرام اور فن کا شکر نہیں کیا
بر کریم کردہ ظلم و ستم	نے زدست او رسید نعمتم
تو نے ایک کریم پر ظلم و ستم کیا	کیا تجھ کو اس کے ہاتھ سے میری نعمت نہ پہنچی تھی
چون بگور آں ولی نعمت رسید	گشت گریاں زار و آمد در نشید
جب وہ اس ولی نعمت کی قبر پر پہنچا	زار زار گریہ کرنے لگا اور گیت گانے لگا
گفت اے پشت و پناہ ہر نبیل	مرتجا و غوث ابناء السبیل
کہا اے پشت و پناہ ہر عظیم الشان کے	اسید گاہ اور مددگار مسافروں کے
اے غم ارزاق ما بر خاطر ت	اے چو رزق عام احسان و برت
اے شخص ہمارے رزقوں کا بار تیری خاطر پر تھا	اے شخص تیرا احسان اور نیکی مثل رزق عام کے تھا
اے فقیراں را عشیرہ و والدین	در خراج و خرج و در ایفائے دین
اے شخص تو فقیروں کے لئے بمنزلہ کنبہ اور والدین کے تھا	آمدنی میں اور خرچ میں اور ادائے قرض میں
اے چو بحر از بہر نزدیکان گہر	دادہ تحفہ سوی دوراں از مطر
اے شخص تو نے بحر کی طرح نزدیکوں کے لئے گہر دے تھے	اور دور والوں کی طرف بارش کو تحفہ دیا تھا
پشت ما گرم از تو بود اے آفتاب	رونق ہر قصر و گنج ہر خراب
ہماری پشت تجھ سے گرم تھی اے آفتاب	تو رونق تھا ہر قصر کا اور خزانہ تھا ہر دیرانہ کا
اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ	اے چو میکائیل را دور زق وہ
شخص تیری ابرو میں کسی نے بل نہیں دیکھا	اے شخص جو کہ مثل میکائیل کے جو انہر داور رزق دینے والا تھا

اے دل پیوستہ بادریای غیب	اے بقاف مکرم مت عنقائے غیب
اے شخص تیرا دل دریائے غیب سے متصل تھا	اے شخص کہ کرم سے کوہ قاف میں عنقائے غیب ہے
یاد ناورودہ کہ از مالم چہ رفت	سقف قصر ہمت ہرگز نلفت
تو نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میرے مال میں سے کیا چلا گیا	تیرے قصر ہمت کی سقف کبھی شکافتہ نہیں ہوئی
اے من و صد ہمچوں من در ماہ و سال	مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال
اے شخص میں اور مجھ جیسے صد ہا ہر ماہ اور ہر سال میں	تیرے لئے تیری اولاد کی طرح بطور عیال کے رہتے تھے
نقد ما و جنس ما و رخت ما	نام ما و فخر ما و بخت ما
ہمارا نقد اور ہماری جنس اور ہمارا سامان	ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا طالع
ایں ہمہ از حق بدو تو واسطہ	در میان ما و حق تو رابطہ
یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے تھیں اور تو واسطہ تھا	ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان رابطہ تھا
تو نمردی ناز و بخت ما بمرد	عیش ما و رزق مستوفا بمرد
تو نہیں مرا ہمارا ناز اور نصیب مرا گیا	ہمارا عیش اور رزق بتامہ مرا گیا
واحد کالف در رزم و کرم	صد چو حاتم گاہ ایثار نعم
تو ایک مثل ہزار کے تھا شجاعت اور سخاوت میں	سو حاتم کی مثل تھا بوقت صرف کرنے نعمتوں کے
حاتم ارمردہ بمردہ میدہد	گرد گانہای شمرودہ میدہد
حاتم اگر ایک بے جان چیز ایک بیجاں کو دیتا ہے	وہ معدودے چند اخروٹ دیتا ہے
تو حیاتے میدہی در ہر نفس	کز نفیسی می نلجبد در نفس
تو تو ہر سانس میں ایسی حیات دیتا تھا	جو کہ نفاست کے سبب بیان میں نہیں آتی
تو حیاتے میدہی بس پائدار	نقد زر بے کساد و بے شمار
تو حیات دیتا تھا بہت پائیدار	زر نقد بے کساد اور بے شمار
وارثے نابودہ یک خوی ترا	اے فلک سجدہ کناں کوی ترا
تیرے اس خلق کا وارث کوئی نہیں ہوا	اے شخص فلک تیرے کوچہ کو سجدہ کرتا ہے
خلق را از گرگ غم لطف شبان	چوں کلیم اللہ شبان مہرباں
خلائق کے لئے گرگ غم سے تیرا لطف محافظ تھا	مثل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے محافظ مہربان



اس کے اس قرضہ کا قصہ مشہور ہو گیا (اور کوئی شخص تھا باہمت) مددگار (وہ) اس کے درد سے متاثر ہوا (اور تحصیل) چندہ کے لئے شہر کے اطراف میں پھرا (اور رقم کی) طمع سے ہر جگہ اس کی سرگذشت بیان کرتا تھا (مگر) سوال کے ذریعہ سے وہ مسائل (للمدیوں لالفسہ) کچھ وصول نہ کر سکا بجز سودینار کے (جس کو اس کے قرضہ سے کہ نو ہزار تھا کچھ بھی نسبت نہیں یعنی نوے حصہ میں سے ایک حصہ اس کے بعد) وہ مددگار اس کے پاس آیا (اور) اس کا ہاتھ پکڑا (اور اس کو ہمراہ لے کر) اس کریم کی گور پر جو کہ عجیب (وغریب شخص) تھا گیا (اور اس سے راہ میں) کہا کہ جب کوئی بندہ اس کی توفیق (منجانب اللہ) پاوے کہ وہ کسی صاحب نصیب کی مہمانی کرے (مہمان کو) احب نصیب کہنا اس لئے ہے کہ اس کو نفع مہمانی کا پہنچنا یہ صاحب نصیبی ہے اور وہ مہمانی کرنا اس طرح ہو کہ (وہ اپنا مال اس کی بابت صرف کرے) (اور) اپنی جان اس (مہمان) کی جاہ پر صرف کرے (یعنی اس کا اکرام اپنی جان سے کرے سو جو میزبان ایسا موفق و خادم ہو) اس کی شکرگزاری خدا تعالیٰ کی شکرگزاری ہے یقیناً چونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے موفق ہونے کو (اس کے) احسان کے ساتھ مقرون فرمایا (یعنی توفیق احسان کو مفضی الی الاحسان بنایا اور اس کریم کا شکریہ اسی بناء پر ہے پس مستلزم ہوگا شکریہ جاعل بنا کو اور اسی سے لازم آوے گا کہ) اس کی شکرگزاری کا ترک کرنا شکر حق کا ترک کرنا ہوگا (غرض) اس کا حق بلا شک حق تعالیٰ (کے حق) کے ساتھ ملحق ہوگا تو نعمتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا رہ نیز خواجہ (محسن) کا بھی شکر اور ذکر (خیر و ثناء) کرتا رہ (اشارۃ الی حدیث فان لم تکافئوا فائتوا علیہ خیرا فان ذلک من المکافاة آگے اس پر تفریع ہے کہ) ماں کی محبت (اولاد کے ساتھ) اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے (لیکن خدا تعالیٰ ہی کے فرمانے سے) اس کی خدمت بھی واجب اور مناسب ہے (کوئی خدمت واجب ہے کوئی مناسب ہے آگے اس کی تائید ہے کہ) اسی سبب سے فرمایا ہے حق تعالیٰ نے صلوا علیہ (وسلموا تسلیما یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام بھیجو) کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعم دیدہ میں) محتاج الیہ (اور واسطہ) تھے (جیسے ماں نعم دنیویہ میں واسطہ تھی آگے اس کی دلیل حدیث سے ہے اور حاشیہ میں بحر العلوم کا شیخ عبداللطیف سے اس کو نقل کرنا لکھا ہے اور حدیث کے الفاظ یہ لکھے ہیں اذا حشر الخلاق يوم القيمة جنی بعدا صطع الیہ عبد من عباده معروفا فیقال له هل شکرت عبدی فیقول یارب علمت ان ذلک منک فشکرتک علیک علیہ فیقول اللہ عزوجل لم تشکرنی اذالم تشکر من اجریت ذلک علی یدہ اور مخرج کا نام نہیں لکھا مولانا اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ) قیامت میں بندہ سے خدا تعالیٰ فرماویں گے ہاں تو نے کیا کیا میں نے جو کچھ تجھ کو دیا تھا۔ وہ کہے گا اے رب میں نے آپ کا جان (ودل) سے شکر کیا چونکہ اس روزی اور نان کی اصل آپ ہی کی طرف سے تھی۔ حق تعالیٰ اس سے فرماویں گے نہیں تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا جبکہ تو نے (محسن کے) اس اکرام اور فعل کا شکر نہیں کیا۔ تو نے ایک کریم پر ظلم و ستم کیا۔ کیا تجھ کو اس کے ہاتھ سے میری نعمت نہ پہنچی تھی۔ (یہ سب مضمون منجانب پایمرد کے منقول ہے مقصود اس سے اس قرضدار کو یہ بتلانا ہے کہ جب یہ شخص تیرا محسن رہ چکا ہے جس کی دلیل شروع داستان کے اشعار کی تمہید میں احقر نے ذکر کی ہے تو اس کا مقتضایہ ہے کہ اس کی شکرگزاری کر جو کہ اب بصورت زیارت قبر و دعائے مغفرت اس کے لئے ممکن ہے یہ کام تو کر لے چونکہ یہ شکر محسن شکر حق ہوگا اور شکر حق موجب مزید نعمت ہے ممکن ہے کہ یہ سبب ہو جاوے تجھ کو اس قدر مال مل جانے کا غرض پایمرد کے کرنے پر وہ محتسب



اور شکر حق موجب مزید نعمت ہے ممکن ہے کہ یہ سبب ہو جاوے تجھ کو اس قدر مال مل جانے کا غرض پائیدار کے کرنے پر وہ محتسب کی قبر کی طرف چلا اور جب وہ اس ولی نعمت کی قبر پر (اس پائیدار کے ہمراہ) پہنچا (زیارت و دعا کے بعد کچھ اس کی یاد کا کچھ اپنی مصیبت کا غلبہ ہو کر) زار زار گریہ کرنے لگا اور (غم کا) گیت گانے لگا (یعنی اس کو خطاب کر یہ) کہا اسی پشت پناہ ہر عظیم الشان کے (اور) امید گاہ اور مددگار مسافروں کے (یعنی معمولی مسافر بھی اور اہل حاجت معززین بھی تجھ سے منتفع ہوتے تھے) اے شخص ہمارے رزقوں کا بار تیری خاطر پر تھا۔ اے شخص تیرا احسان اور نیکی مثل رزق عام کے (سب کو شامل) تھا اے شخص تو فقیروں کے لئے بمنزلہ کنبہ اور والدین کے تھا آمدنی میں اور خرچ میں اور ادائے قرض میں اے شخص تو نے بحر کی طرح نزدیکوں کے لئے گوہر دیئے تھے اور دور والوں کی طرح بارش کو تحفہ دیا تھا۔ ہماری پشت تجھ سے گرم (اور قوی) تھی اے آفتاب۔ تو رونق تھا ہر قصر کا اور خزانہ تھا ہر ویرانہ کا۔ اے شخص تیری ابرو میں کسی نے (کبھی) بل نہیں دیکھا۔ اے شخص جو کہ مثل میکائیل کے جو انمرد اور رزق دینے والا تھا اے شخص تیرا دل دریائے غیب سے متصل تھا (اس لئے اس میں کبھی انقطاع فیض کا نہ ہوتا تھا) اے شخص کہ کرم کے کوہ قاف میں عنقائے غیب کی طرح جلیل القدر ہے تو نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میرے مال میں سے کیا چلا گیا۔ تیرے قصر ہمت کی سقف کبھی شگافہ (اور شکستہ) نہیں ہوئی (از گفتن بفتح کاف عربی بمعنی شگافتن کذا فی الغیاث) اے شخص میں اور مجھ جیسے صد ہا ہر ماہ اور ہر سال میں تیرے لئے تیری اولاد کی طرح بطور عیال کے رہتے تھے۔ ہمارا نقد اور ہماری جنس اور ہمارا سامان ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا طالع یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے (ہمارے پاس) تھیں اور تو واسطہ تھا (اور) ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان رابطہ تھا (صرف) تو نہیں مرا (بلکہ تیرے مرنے سے) ہمارا ناز (ونعم) اور نصیبہ مر گیا (اور) ہمارا عیش اور رزق تمامہ مر گیا تو ایک مثل ہزار کے تھا شجاعت اور سخاوت میں۔ سو حاتم کی مثل تھا بوقت صرف کرنے نعمتوں کے (یعنی حاتم سے بڑھ کر تھا آگے اس بڑھے ہوئے ہونے کا بیان ہے کہ) حاتم اگر ایک بے جان چیز ایک بے جان کو دیتا ہے (یہ تو اس کے عطا میں کیفا کی ہے اور پھر اس کی ساتھ یہ بھی ہے کہ) وہ محدودے چند اخروٹ دیتا ہے (یہاں محط فائدہ مفہوم محدود کا ہے یعنی وہ عطا محصور و محدود بھی ہے اور یہ کمی کما ہے اور عطا اور معطی لہ کو بے جان اس لئے کہا کہ بہت جلد بے جان ہونے والا ہے تو اگر حاتم کی یہ حالت ہے) تو (تیری یہ کیفیت ہے کہ) تو ہر سانس میں ایسی حیات دیتا تھا جو کہ (غایت) نفاست کے سبب بیان میں نہیں آتی (از نفس بمعنی دم و چوں کلام از صوت ست و صوت رادم لازم لہذا مجازاً بمعنی بیان گرفتہ شد۔ یہ تو اس کی ترجیح ہوئی کیفا کہ وہ عطا حیات ہے اور ترجیح کما یہ ہے کہ) تو حیات دیتا تھا۔ بہت پائیدار (یہاں محط فائدہ پائیدار ہے کما کان فی مقابلة شمرده الدال علی المفضولية الکمية و هذا دال علی الافضلية الکمية غالباً اس حیات خالہ سے مراد اعانت فی الدین ملدین ہے یا تو بلا واسطہ اگر اس محتسب کے اہل اللہ ہونے پر نظر کی جاوے جیسا ایک سرخی گذشتہ استغفار کردن کے بعض اشعار باز عقلش الخ میں مولانا کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے اور یا بواسطہ جبکہ باوجود اس کے تحقق کے اس کا لحاظ نہ کیا جاوے صرف اس کا اعتبار کیا جاوے کہ اس کی عطا معین فی الطاعات ہوتی تھی فالاول کالمباشرة والثانی کالتسبب اور آگے جو فرمایا ہے کہ) زرقند بے کساد (یعنی جید) اور (مقدار میں) بے شمار (دیتا تھا سو اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ صرف عاطف مقدر ہو یعنی حیات پائیدار یعنی فیض باطنی کے علاوہ حسی نعمتیں بھی دینا تھا ثانی یہ کہ حیات پائیدار یعنی سبب حیات کا بیان ہو یعنی



وہ حیات مسببہ بھی کما و کیفاً کامل ہے اور اس کا سبب یعنی مال بھی کما و کیفاً کامل ہے بے کساد اس کے کمال کیفی پر اور بے شمار اس کے کمال کی پر دال ہے خلاصہ یہ کہ تو ایسا تھا ایسا تھا اور (تیری اس خلق (مذکور) کا وارث کوئی نہیں ہوا) (یعنی تو ان اخلاق کا اپنے وقت میں خاتم ہو گیا) اے شخص فلک (مرتفع) تیرے کوچہ (متفلسفہ) کو سجدہ کرتا ہے (یعنی تیرے یہاں کی سافل چیز کی شان دوسری عالی چیز سے بڑی ہے خلائق کے لئے گرگ غم سے تیرا لطف محافظ تھا) (اور محافظ بھی کیسا کہ) مثل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے محافظ مہربان (تھا جن کی مہربانی بحال گو سفند کا بیان آگے آتا ہے اور پھر ایک حدیث موسیٰ کے ایراد کے بعد خطاب محتسب مذکور فی القصہ اطرف عود ہوگا)۔

گریختن گو سفندے از موسیٰ علیہ السلام و شفقت و مہربانی موسیٰ علیہ السلام بروے  
ایک بکری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھاگنا اور اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گو سفندے از کلیم اللہ گریخت	پای موسیٰ آبلہ شد نعل ریخت
ایک بکری حضرت کلیم اللہ کے پاس سے بھاگ گئی	موسیٰ علیہ السلام کا پاؤں پر آبلہ ہو گیا خستہ ہو گیا
درپے اوتا بشب در جستجو	واں رمہ غائب شدہ از چشم او
اس کے پیچھے شب تک تلاش میں رہے	اور وہ گلہ ان کی نظر سے غائب ہو گیا
گو سپند از ماندگی شد ست و ماند	پس کلیم اللہ گرد ازوے فشاند
وہ بکری مکان سے ست ہو گئی اور رہ گئی	پس حضرت کلیم اللہ نے اس سے گرد بھاڑی
کف ہی مالید بر پشت و سرش	می نوازش کرد ہچو مادرش
اس کی پشت اور سر پر ہاتھ پھرتے تھے	ماں کی طرح اس پر نوازش فرماتے تھے
نیم ذرہ تیرگی و خشم نے	غیر مہر و رحم و آب چشم نے
آدھا ذرہ بھی کدورت اور غیظ نہیں	بجز مہربانی اور رحم اور آب چشم کے نہیں
گفت گیرم بر منت رجم نبود	طبع تو بر خود چرا استم نمود
فرمانے لگے کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رجم نہیں آیا	تیری طبیعت نے اپنے اوپر کس لئے ظلم کیا
بالملائک گفت یزداں آں زماں	کہ نبوت را ہی زبید فلاں
ملائکہ سے حضرت حق نے اس وقت فرمایا	کہ نبوت کے لئے فلاں شخص زیبا ہیں
مصطفیٰ فرمود خود کہ ہر نبی	کرد چوپائیش برنایا صبی
خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے	بکریوں کی چوپانی کی ہے جو ان کو بکریاں بچھلنے کے وقت
بے شبانی کردن و آں امتحاں	حق نداش پیشوائی جہاں
بدون شبانی کرنے کے اور بدوں اس امتحان کے	حق تعالیٰ نے اس کو جہان کی پیشوائی نہیں دی

تا شود پیدا وقار و صبر شاں	کرد شاں پیش از نبوت حق شاں
تا کہ ان کا وقار اور صبر ظاہر ہو جاوے	ان کو حق تعالیٰ نے نبوت سے پہلے شاں بتایا ہے
گفت سائل ہم تو نیز اے پہلو اں	گفت من ہم بودہ ام دہرے شاں
کسی سائل نے عرض کیا کہ آپ نے بھی اے سید الخلائق	آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک زمانہ تک شاں رہا ہوں
ہر امیرے کو شبانی بشر	آپناں آرد کہ باشد موتمر
جو حاکم کہ بشر کی شبانی	اس طرح سے بجالا دے کہ وہ حکم کا اقتال کرنے والا ہو
حلم موسیٰ وار اندر رعی خود	او بجا آرد بتدبیر و خرد
تو وہ اپنی شبانی میں حلم موسیٰ رکھتا ہے	وہ تدبیر و خرد سے بجالاتا ہے
لاجرم حش دہد چو پائے	بر فراز چرخ مہ روحانیے
لامحالہ حق تعالیٰ اس کو ایک چوپانی عطا فرماتا ہے	فلک قمر کے اوپر روحانی چوپانی
آپنا نکہ انبیا را زیں رعا	برکشید و داد رعی اصفیا
جس طرح سے انبیا کو اس رعی سے	مرتفع کر دیا اور رعی مقبولین عطا فرمائی
خواجہ بارے تو دریں چوپانیت	کردی آنچہ کور گردد شانیت
اے خواجہ البتہ تو نے اپنی اس چوپانی میں	وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جاوے
دائم آنجا در مکافات ایزدت	سروری جاودانہ بخشدت
میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں حق تعالیٰ تجھ کو	فضیلت دائمی عطا فرماوے گا

ایک بکری حضرت کلیم اللہ کے پاس سے بھاگ گئی (شعیب علیہ السلام کے پاس رہنے کے زمانہ میں بکریاں چرانا قرآن میں منصوص ہے) موسیٰ علیہ السلام کا پاؤں (اس کی تلاش میں دوڑنے سے) پر آبلہ ہو گیا (اور) خستہ ہو گیا (فی الغیث نعل افگندن و نعل ریختن دویدن و ماندن اسب از رفتار آہ) اس کے پیچھے شب تک تلاش میں (پھرتے) رہے اور وہ گلہ (جس میں سے وہ بکری بھاگ گئی تھی) ان کی نظر سے غائب ہو گیا (یعنی اس کی تلاش میں اتنی دور نکل گئے کہ اصل گلہ بھی نظر نہ آتا تھا) وہ بکری (آخر) تکان سے ست ہو گئی اور (کسی جگہ) رہ گئی (تب وہ حضرت کلیم اللہ کو ملی جب وہ ملی) پس حضرت کلیم اللہ نے اس سے گرد جھاڑی (اور) اس کے پشت اور سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرتے تھے (اور) ماں کی طرح اس پر نوازش فرماتے تھے (اور باد جو داس قدر اذیت برداشت کرنے کے) آدھا ذرہ بھی کدورت اور غیظ نہیں (اور) بجز مہربانی اور رحم اور آب چشم کے نہیں (یعنی اس کی تکلیف کو دیکھ کر رقت ہوتی تھی اور اس بکری سے) فرمانے لگے کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا (اس لئے مجھ کو تھکا یا لیکن) تیری طبیعت نے اپنے اوپر کس لئے ظلم کیا (اپنے اوپر تو رحم کرنا چاہئے تھا) ملائکہ سے حضرت حق نے اس وقت فرمایا کہ نبوت کے لئے فلاں شخص (یعنی حضرت کلیم اللہ) زیبا ہیں (اور یہ قصہ رعی غنم کا نبوت کے قبل تھا جیسا قرآن مجید



میں ہے کہ بعد رعی غنم کے جب مدین سے واپس آنے لگے ہیں راستہ میں کوہ طور پر نبوت عطا ہوئی آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ رعی غنم کی مناسبت سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے رعی غنم کا مضمون فرماتے ہیں کہ (خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے بکریوں کی چوپانی کی ہے) (کمانی البخاری) جوان ہو کر یا طفل ہونے کے وقت (اور ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خواہ وہ نبی جوان ہو یا صبی یعنی خواہ اس کو شباب میں نبوت ملی ہو یا شباب کے قبل) کما یفہم من ظاہر قولہ تعالیٰ و اتیناہ الحکم صبیبا اور اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال کے قبل نبوت نہیں ملی لیکن چونکہ یہ حدیث ثابت نہیں کما فی المقاصد الحسنہ ص ۱۷۵ فی تحقیق حدیث مامن نبی نبی الابدع الاربعین قال ابن الجوزی موضوع اس لئے یہ شبہ رفع ہو گیا آگے بھی حدیث رعی غنم انبیاء کے متعلق مضمون ہے جس میں خود اس کی حکمت بیان کی ہے حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے (یعنی بدوں شبانی کرنے کے اور بدوں اس امتحان کے) (جس کا بیان شعر آئندہ میں ہے) حق تعالیٰ نے اس کو (یعنی کسی نبی کو) جہاں کی پیشوائی نہیں دی (اور وہ امتحان کہ یہی حکمت ہے یہ ہے کہ) تاکہ ان (انبیاء) کا وقار اور صبر ظاہر ہو جاوے (اس لئے) ان کو حق تعالیٰ نے نبوت سے پہلے شان بنایا ہے (اور اس میں صبر و حلم کی عادت اس طرح پڑتی ہے کہ بکریاں اکثر مختلف جوانب بکھر جاتی ہیں ان کے جمع رکھنے اور نگرانی میں پریشانی ہوتی ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس بکری نے پریشان کیا آگے پھر حدیث مذکور بخاری کا تتمہ ہے کہ) کسی سائل نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا کہ آپ نے بھی اے سید الخلائق (بکریاں چرائی ہیں) آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک زمانہ تک شان رہا ہوں (آپ کے جواب کے الفاظ یہ ہیں نعم کنت ارعی علی قراریط لاهل مکة ۱۵ والقیراط نصف دانق والدانق سدس الدرهم او هو اسم موضع فیکون علی بمعنی فی کذا قالوا آگے مقولہ ہے مولانا کا کہ) جو حاکم بشر کی شبانی اس طرح سے بجالاوے کہ وہ (اس میں) حکم کا امتثال کرنے والا ہو (یعنی جس طرح سے کہ وہ مامور ہوا تھا فی الغیث موتمر بکسر میم دوم فرمانبردار و مشورت کنندہ از لطائف و منتخب) تو وہ (حاکم) اپنی شبانی میں حلم موسوی رکھتا ہے (اور چونکہ) وہ (اس کو) تدبیر و خرد سے بجالاتا ہے لامحالہ حق تعالیٰ اس کو ایک (خاص) چوپانی (مذکور فی المصراع الثانی) عطا فرماتا ہے (یعنی) فلک قمر کے اوپر (اس کو) روحانی چوپانی (یعنی مقام ارشاد و تربیت عبادہ جیسا کہ حضرات انبیاء نے جب حق رعی ادا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کہ رعی روحانی ہے عطا فرمائی اور فلک قمر چونکہ حد ہے دنیا کی تو اس سے فوق کنایہ ہوا فوق الدنیا سے کہ وہ رعی اخروی و دینی ہے آگے مقولہ ہے اس قرص دار کا خطاب محتسب مقبور کے پس) جس طرح سے (حق تعالیٰ نے) انبیاء کو اس رعی سے (منصب عالی نبوت پر) مرتفع کر دیا اور رعی مقبولین عطا فرمائی (یہ عطف تفسیری ہے اسی طرح) اے خواجہ البتہ تو نے اپنی اس چوپانی (خلق) میں وہ (کام) کیا جس سے تیرا دشمن (اور حاسد) اندھا ہو جاوے (یعنی جل مرے یا یہ کہ باوجود حسد کے اس کو عیب بنی کی گنجائش نہ ملے غالباً اس میں اقتباس ہے ان شائشک ہوا لا بتر سے تو تجھ کو بھی انبیاء کی طرح تیری استعداد کے موافق اس رعی پر ثمرہ عطا فرمایا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں حق تعالیٰ تجھ کو فضیلت دائمی عطا فرماوے گا (حاصل اشعار ثلثہ یعنی آنچنانکہ الی دایم آنجا کہ انبیاء کے رعی غنم پر منصب عالی نبوت کے ترتب کے ساتھ تشبیہ دینا ہے محتسب کے رعی غنم پر منصب مالی جنت کے ترتب کو آگے خطاب میں حکایت ہے اپنے قرضہ اور مخاطب کے فقدان پر غم و الم کی)۔

برامید کف چوں دریای تو بر وظیفہ دادن و ایفائے تو

تیرے کف مشابہ دریا کی امید پر تیرے وظیفہ دینے اور تیرے ایفاء پر

وام کردم نہ ہزار از زر گزاف	تو کجائی تا شود ایں درد صاف
میں نے نو ہزار زر بے احتیاطی سے قرض کر لئے	تو کہاں ہے تاکہ یہ تلچھن صاف ہو
تو کجائی تاکہ صد چنداں کرم	بامں خستہ بجا آری نغم
تو کہاں ہے تاکہ سو حصہ کرم	مجھ خستہ کے ساتھ تو بجا لاوے البتہ
تو کجائی تا دو صد لطف و عطا	با غریب خستہ دل آری بجا
تو کہاں ہے تاکہ دو سو لطف و عطا	غریب خستہ دل کے ساتھ تو بجا لاوے
تو کجائی تاکہ خنداں چوں چمن	گوئیم بستاں دو صد چنداں زمن
تو کہاں ہے تاکہ چمن کی جگہ خنداں کرتا ہوا	تو مجھ کو کہے کہ مجھ سے دو سو حصے لے
تو کجائی تا مرا خنداں کنی	لطف و احساں چوں خداونداں کنی
تو کہاں ہے تاکہ مجھ کو خنداں کرے	آقاؤں کی طرح لطف و احسان کرے
تو کجائی تا بری در مخزنم	تا کنی از وام و فاقہ ایمنم
تو کہاں ہے تاکہ مجھ کو خزانہ میں لے جاوے	تاکہ قرض اور فاقہ سے مجھ کو مامون کرے
من ہمی گویم بس و تو مفصلم	گفتہ کایں ہم گیر از بہر دلم
میں تو کہوں بس اور تو کہ مجھ پر کثیر الفضل ہے	یوں کہتا ہو کہ یہ بھی لے لے میری خاطر سے
چوں ہمی گنجد جہانے زیر طیں	چوں بگنجد آسمانے در زمیں
ایک پورا جہاں خاک کے نیچے کیونکر ساتا ہے	ایک آسمان زمین کے نیچے کیونکر ساتا ہے
حاش للہ تو برونی زیں جہاں	ہم بوقت زندگی ہم ایں زماں
حاش للہ تو اس جہاں سے باہر ہے	زندگی کے وقت میں بھی اور اس زمانہ میں بھی
در ہوائے غیب مرغی می پرد	سایہ او بر زمیں می گسترد
فضائے عالم غیب میں ایک مرغ اڑ رہا ہے	اس کا سایہ زمیں پر مبسوط ہے
جسم سایہ سایہ سایہ دلست	جسم کے اندر خور پایہ دلست
جسم جو ہے تو قلب کے ظل الظل کا ظل ہے	جسم کب لائق مرتبہ قلب کے ہے
مرد خفته روح او چوں آفتاب	در فلک تابان وتن در جامہ خواب
آدمی سوتا ہوتا ہے اس کی روح آفتاب کی طرح	فلک میں تاباں ہوتی ہے اور جسم لباس خواب میں ہوتا ہے



جاں نہاں اندر خلا سجاں	تن تقلاب می کند زیر لحاف
روح مخفی ہے خلاء میں پردہ کے	جسم کرٹ لیتا ہے لحاف کے نیچے
روح چوں من امر ربی محتفی ست	ہر مثالے کہ بگویم متفی ست
روح جبکہ امر رب سے ہے محتفی ہے	جو مثال کہوں وہ متفی ہے
اے عجب کو لعل شکر بار تو	واں جوابات خوش و اسرار تو
اے شخص عجب ہے وہ تیرا لب شکر بار کہاں ہے	اور تیرے وہ جوابات خوش و اسرار کہاں ہیں
اے عجب کو آں عقیق قد خا	آں کلید قفل مشکہائے ما
اے شخص عجب ہے وہ عقیق قد خا کہاں ہے	وہ کلید ہمارے مشکات کے قفل کی کہاں ہے
اے عجب کو آں دم چوں ذوالفقار	آنکہ کر دے عقلہا را بیقرار
اے شخص عجب ہے وہ سخن مشابہ ذوالفقار کے کہاں ہے	وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا
چند ہنچو فاخستہ کاشانہ جو	کو و کو و کو و کو و کو و کو
کب تک آشیانہ ڈھونڈنے والی فاخستہ کی طرح	کوکو اور کوکو اور کو کو کرے گا
کو ہمانجا کہ صفات رحمت ست	قدرت ست و زہت ست و فطنت ست
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں صفات رحمت ہیں	قدرت ہے اور فرحت ہے اور علم ہے
کو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اش	دائم آنجا بد چوسیر و بیشہ اش
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں اس کی توجہ اور فکر	ہمیشہ تھی مثل شیر اور اس کے بیشہ کے
کو ہمانجا کہ امید مرد و زن	میرود در وقت اندوہ و حزن
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں تمام مرد و زن کی امید	اندوہ اور حزن کے وقت رجوع ہوتی ہے
کو ہمانجا کہ بوقت علتے	چشم پر دبر امید صحتے
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں علالت کے وقت	آنکھ اٹھتی ہے صحت کی امید پر
آں طرف کہ بہر دفع ز شیعتے	باد جوئی بہر کشت و کشیتے
وہ اس طرف ہے جہاں سے تو دفع خرابی کے لئے	ہوا کی استعا کیا کرتا ہے زراعت اور کشتی کے واسطے
آں طرف کہ دل اشارت میکند	چوں زباں یا ہو عبارت میکند
وہ اس طرف ہے جہاں قلب اشارہ کیا کرتا ہے	جبکہ زبان یا ہو کو عبارت میں لاتی ہے

او مع اللہست بے کو کو ہے	کاش جولاہا نہ ”ماکو“ گفتے
وہ اللہ کے پاس ہے بدوں کو کو کے ہے	کاش جولاہوں کی طرح میں ماکو کہتا
عقل ماکوتابہ بیند غرب و شرق	روحہا رامی زند صد گونہ برق
ہماری عقل کہاں ہے تاکہ مغرب و مشرق کو دیکھے	ارواح پر صدہا اقسام کی برق واقع ہو رہی ہے
جزر و مدش بدبہ بحرے در زبد	منتہی شد جزر و باقی ماند
اس کو زبد میں بحر کے ساتھ گھٹنا بڑھنا ہوتا تھا	گھٹاؤ موقوف ہو گیا اور بڑھاؤ باقی رہ گیا
نہ ہزارم وام و من بیدست رس	ہست صد دینار ازیں توزیع و بس
نو ہزار دینار تو میرا قرض ہے اور میں بے دسترس ہوں	سو دینار چندہ کے ہیں اور بس
حق کشیت ماندہ ام در کشمش	میروم نومید اے خاک تو خوش
حق تعالیٰ نے تجھ کو اٹھا لیا میں کشمش میں رہ گیا	تا امید جاتا ہوں اے شخص طاب ثراک
ہمتے میدار در پر حسرت	اے ہمایوں روی و دست و ہمت
کچھ ہمت لگا اپنے مالا مال حسرت کے لئے	اے مبارک ہے تیرا رخ اور ہاتھ اور ہمت
آدم بر چشمہ اصل عیوں	یافتم دروے بجای آب خوں
میں ایسے چشمہ پر آیا تھا جو سب چشموں سے بڑھ کر ہے	اس میں میں نے بجائے پانی کے خون پایا
چرخ آں چرخست و تاب آں تاب نیست	جوی آں جو یست آب آں آب نیست
آسمان تو وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں	ندی وہی ندی ہے پانی وہ پانی نہیں
محسناں ہستند کو آں مستطاب	اختران ہستند کو آں آفتاب
محسن ہیں وہ پاکیزہ کہاں	اختر تو ہیں وہ آفتاب کہاں
تو شدی سوئی خدا اے محترم	پس بسوئے حق روم من نیز ہم
تو خدا کے پاس چلا گیا اے محترم	پس میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں
مجمع و پائے علم ماویٰ القرون	ہست حق کل لدینا محضرون
محل اجتماع اور پائے علم اور مادہ تمام اہل قرون کا	حق تعالیٰ ہی ہے بدلیل کل لدینا محضرون کے

تیرے کف مشابہ دریا کی امید پر (لہذا) تیرے وظیفہ دیئے اور تیرے ایفاء (قرض کی امید) پر میں نے نو ہزار (دینار) زر بے احتیاطی سے قرض کر لئے تو کہاں ہے تاکہ یہ کھن صاف ہو (یعنی یہ مشکل آسان ہو) تو کہاں ہے تاکہ سو حصہ کرم مجھ خستہ کے ساتھ تو



بجلاوے البتہ (یعنی کرم متوقع سے اتنا زیادہ کرم کرے) تو کہاں ہے تاکہ دوسو لطف و عطا غریب خستہ دل کے ساتھ تو بجلاوے تو کہاں ہے تاکہ چمن کی جگہ خندہ کرتا ہوا تو مجھ کو کہے کہ مجھ سے دوسو حصے لے (یعنی قرض سے بھی اتنا زیادہ لے) تو کہاں ہے تاکہ مجھ کو خنداں کرے (اور) آقاؤں کی طرح لطف و احسان کرے۔ تو کہاں ہے تاکہ مجھ کو خزانہ میں لے جاوے تاکہ قرض اور فاقہ سے مجھ کو مامون کرے (اس طرح سے کہ) میں تو کہوں بس اور تو کہ مجھ پر کثیر الفضل (والاحسان) ہے یوں کہتا ہو کہ یہ (اور) یہی لے لے میری خاطر سے (اور مجھ کو یہ تعجب ہے کہ) ایک پورا جہاں خاک کے نیچے کیونکر سماتا ہے (اور) ایک آسمان زمین کے نیچے کیونکر سماتا ہے (یعنی تو اکیلا کہ بمنزلہ تمام عالم کے ہے کما قیل و لیس علی اللہ بمستکران یجمع العالم فی واحد اور بمنزلہ آسمان کے ہے قبر میں کیسے آگیا یہ تعجب شاعرانہ مضمون سے آگے اس سے اضراب محققانہ ہے یعنی) حاش للہ (تو زمین میں کیوں سماتا وہ تو محض جسم ہے اور باقی جو مصداق اصلی ہے انت کا اس کا حکم تو یہ ہے کہ) تو اس جہاں سے باہر ہے زندگی (دنوی) کے وقت میں بھی اور اس زمانہ میں بھی (وہ اس کی ظاہر ہے کہ مصداق انت کا روح ہے اور وہ اس عالم متحیر سے خارج ہے علی ما راہ المکاشفون اور جسم سے تعلق اس کو محض تدبیر کا ہے طول کا نہیں ویسوی فیہ الحیوۃ والممات پس تعجب رفع ہو گیا آگے یہی مضمون ہے کہ) فضائے عالم غیب میں (مراد عالم مجردات ہے) ایک مرغ اڑ رہا ہے (اور) اس کا سایہ زمین پر مبسوط ہے (اس میں روح کو مرغ سے اور جسم کو اس کے سایہ سے تشبیہ دی یعنی مصداق انت کا روح ہے باقی یہ جسم تو اس کا ایک ظل ہے۔ آگے اس ظلیت کی تحقیق ہے کہ ظل بھی بواسطہ بلکہ بوساطہ تو بہت ہی منزل درجہ میں ہوا اس طرح سے کہ) جسم جو ہے تو قلب (حقیقی والمراد بہ الروح) کے ظل الظل کا ظل ہے (تقریر اس کی یہ ہے کہ قلب سے مراد روح اور یہ مراد لینا اتحاد لاطائف کے قول پر تو ظاہر ہے جیسا بعض اہل کشف کا قول ہے اور تغار لاطائف کے قول پر مجاز استعارہ ہو جاوے گا لان کلامنہا یشابہ الآخر فی بعض الاوصاف وادناھا التجرد سو قلب سے مراد روح ہوئی اور روح حقیقی اہل کشف کے نزدیک دو ہیں ایک سراجی کہ وہ روح اعظم واحد ہے مربی تمام ارواح کی اور دوسری زجاجی کہ وہ ہر شخص کی جدا جدا ہے اور یہ روح زجاجی استفادہ آثار میں تابع ہے روح سراجی کی تو یہ زجاجی اس سراجی کی بایں معنی ظل ہوئی یعنی کا لظل فی المتبعیہ پھر اس کا تعلق اجسام کے ساتھ بواسطہ روح حیوانی کے ہے تو افادہ آثار حیوۃ وغیرہ میں یہ روح حیوانی اس روح زجاجی کی تابع اور ظل ہے اور اس روح سراجی کی ظل الظل ہوئی پھر جسم استفادہ آثار حیوۃ وغیرہ میں اس روح حیوانی کا تابع اور ظل ہے پس اس بناء پر یہ جسم اس روح سراجی کا کہ اصل الارواح ہے ظل ظل الظل ہو یعنی تین بار لفظ ظل ہے اول مضاف دوسرا مضاف الیہ ومضاف تیسرا مضاف الیہ یہ معنی ہیں اس مصرعہ کے جسم سایہ سایہ سایہ دل ست اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بجائے روح سراجی کے روح زجاجی کو کہا جاوے اور اس کا ظل عالم مثال کو اور اس کا ظل روح حیوانی کو اور اس کا ظل جسم کو آگے اس ظلیت بوساطہ پر تفریع ہے کہ پس) جسم کب لائق مرتبہ قلب (یعنی روح) کے ہے (یعنی چہ نسبت خاک را با عالم پاک آگے اسی پر اور احکام متفرع فرماتے ہیں یعنی) آدمی سوتا ہوتا ہے (اور) اس کی روح (وہذہ قرینۃ علی ارادۃ الروح بالقلب فیما سبق) آفتاب کی طرح فلک (عالم مجردات) میں تاباں ہوتی ہے اور جسم لباس خواب میں ہوتا ہے روح مخفی ہے (عالم غیب کے) خلاء میں مثل پردہ (اندرونی) کے (فی المنخب سحاف بالکسر پر وہ یا آنکہ بجف دو پردہ کہ برور آویزند و در میان آنہا فرجہ باشد و ہر پارچہ آنرا سحاف گویند) جسم کروٹ لیتا ہے لحاف کے نیچے (چونکہ او پر ایک شعر میں روح کو مرغ سے اور ایک شعر میں آفتاب سے اور ایک شعر میں سحاف سے تشبیہ دی ہے شاید اس تشبیہ و تمثیل سے کسی کو غلط فہمی ہوتی ہو اس لئے آگے اس پر تنبیہ کرتے ہیں کہ) روح جبکہ امر رب سے ہے (اور یہ اس کی حقیقت اجمالی ہے اور مرتبہ تفصیل میں عالم کے علم سے) مخفی ہے (اس لئے) جو مثال (اس کے ایضاح کے لئے) کہوں وہ (اس کی کشف کی حیثیت سے) منقشی ہے (یعنی وہ کشف کنہ نہیں



ہے اور یہ اشعار متضمنہ احکام روح مولانا کا مقولہ تھا آگے پھر اس قرصدار کا خطاب ہے مختص کو یعنی اے شخص عجب ہے وہ تیرا لب شکر بار کہاں ہے اور تیرے وہ جوابات خوش اور اسرار کہاں ہیں اے شخص عجب ہے وہ عقیق قدخا (یعنی لب شیریں کلام) کہاں ہے وہ کلید ہمارے مشکلات کے قفل کی کہاں ہے (یعنی لب یا زبان) اے شخص عجب ہے وہ سخن مشابہ ذوالفقار (شمشیر حضرت علیؑ) کے (سرعت نفوذ میں) کہاں ہے وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا (یعنی عقلا اس سخن کی بلاغت و کمال سے حیران رہ جاتے تھے آگے خود اپنے نفس کو جواب کے لئے خطاب کرتا ہے کہ) کب تک آشیانہ ڈھونڈھنے والی فاختہ کی طرح کو کو اور کو کو اور کو کو کرے گا (یعنی اگر معلوم نہ ہوتا تو خیر یہ سوال بے موقع نہ تھا اور اب تو شخص بے موقع ہے کیونکہ معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے چنانچہ سن تو جو کہتا ہے کہ) وہ کہاں ہے (سو تو بھی جانتا ہے کہ) وہ ہیں ہے جہاں صفات رحمت ہیں (جہاں) قدرت ہے اور فرحت ہے اور علم ہے (یعنی اللہ کے پاس ہے کما سیاتی او مع اللہست آگے بھی سوال و جواب کی یہی توجیہ ہے یعنی) وہ کہاں ہے وہ ہیں ہے جہاں اس (متوفی صالح) کی توجہ اور فکر ہمیشہ (رہتی) تھی مثل شیر اور اس کے بیشہ کے (کہ شیر ہمیشہ بیشہ کی طرف توجہ رکھتا ہے اسی طرح صلحاء ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں) وہ کہاں سے وہ ہیں سے جہاں تمام مرد و زن کی امید اندوہ اور حزن کے وقت رجوع ہوتی ہے (یعنی اللہ کے پاس ہے) وہ کہاں ہے وہ ہیں ہے جہاں علالت کے وقت آنکھ اٹھتی ہے صحت کی امید پر (آگے محض جواب ہیں بلا اعادہ سوال کے یعنی) وہ اُس طرف ہے جہاں سے تو دفع خرابی کے لئے ہوا کی استدعا کیا کرتا ہے زراعت اور کشتی کے واسطے (یعنی جب ہوا بند ہونے سے زراعت اور سیر کشتی میں خلل آنے لگتا ہے تو خدا تعالیٰ سے ہوا مانگتے ہو) وہ اس طرف ہے جہاں قلب اشارہ کیا کرتا ہے جبکہ زبان یا ہوا (یعنی اے آن ذات پاک) کو عبارت میں لاتی ہے (ظاہر ہے کہ اس ضمیر کا مرجع قلب ذات حق ہی کو قرار دیتا ہے آگے ابہام مذکور کی تعیین کرتے ہیں یعنی) وہ (متوفی) اللہ کے پاس ہے (اور یہ پاس ہونا) بدوں کو کو (یعنی بدوں کجا کجا سوال عن الاین والمکان) کے ہے (یعنی اس مع اللہ ہونے سے یہ نہ سمجھنا کہ اس کا مکان نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا بھی مکان ہے اور گو وہ مکانی ضرور ہے حقیقہ اگر روح سے مرتبہ روح مفسر بجسم لطیف کا لیا جاوے جس کی نسبت حدیثوں میں عروج و خروج و ہبوط وغیرہ آیا ہے وہ تحقیق فی رسالتی الفتوح اور یا حکمنا اگر روح سے مرتبہ روح مجرد کا لیا جاوے مگر اس کا متعلق وہی جسم لطیف مذکور ہے کہ لہذا اندھیہ سے اس کا تنعم اسی پر موقوف ہے تو ہر حال میں مکانی ہوا مگر مع اللہ ہونا اس مکانیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ باعتبار قرب و قبول کے ہے پس حق تعالیٰ کے لئے گنجائش اس سوال کی نہیں بلکہ اس موقع پر ایسا سوال تو چونکہ ہم کو اپنے لئے زیبا ہے اس لئے) کاش جو لا ہوں کی طرح (بجائے آن کو کے) میں ما کو کہتا (ما کو کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ ہم کہاں ہیں اور یہاں یہی مراد ہے دوسرے آتے ست آہنی جو لا ہگاں کہ بہندی آرائال گویند و ماشورہ را یعنی نے پارہ کو چک میان بھی راء یسمانے برآں پیچیدہ درما کو نہادہ می بافند کذانی الغیاث وحاشیہ ولی محمد یہاں یہ مراد نہیں محض لطیفہ و ظرافت کے طور پر یہ تشبیہ دیدی اور اس تشبیہ ظریفانہ میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ ہم سے تو جو لا ہے زیادہ عقل رکھتے ہیں باوجودیکہ کم عقل مشہور ہیں کہ وہ ہر وقت ما کو ما کو کہتے ہیں ہماری طرح آن کو تو ایسے موقع پر نہیں کہتے جس سے ابہام ہو بلکہ حق تعالیٰ کا آگے اس موقع پر ہم کو اپنے لئے اس سوال کے زیبا ہونے کی وجہ نہ کہ حق تعالیٰ کے لئے جس میں ما کو کی تفسیر بھی عقل ما کو کے ساتھ ہے بتلاتے ہیں جس کی طرف احقر نے تمہید مصرعہ کاش جو لا ہانہ میں اشارہ کیا ہے یعنی) ہماری عقل کہاں ہے تاکہ مغرب و مشرق کو دیکھے (اور اس میں ہر طرف یہ دیکھے کہ کاملین امثال متوفی کی) ارواح پر صد ہا اقسام کی برق (یعنی تجلیات الہیہ اس وقت بھی) واقع ہو رہی ہیں (یعنی ہم کو اپنی عقل و بصیرت کی درستی کو ڈھونڈنا چاہئے اگر بصیرت درست ہو جاوے تو مقبولین کے مرنے کے قبل بھی ان کو جو معیت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ مدرک ہو جاوے اور یہ سوالات ان کے وفات کے بعد بھی نہ کئے جاویں بلکہ سمجھ لیں کہ ان کو حیات میں بھی حق تعالیٰ کے ساتھ معیت تھی اور وہی



معیت اب بھی ہے اور چونکہ اس سے شبہ ہوتا تھا تماشل من کل الوجوہ کا حیات و ممات میں اس لئے دونوں کا تفاوت جو کہ حکم مذکور کے منافی بھی نہیں بیان فرماتے ہیں کہ (اس (روح) کو (جبکہ وہ جسم مشابہ) زبد میں (تھی مراد حالت حیات) بحر (حقیقی کے تعلق) کے ساتھ گھٹنا بڑھنا (ہر واحد) ہوتا تھا (اور بعد ممات) گھٹاؤ موقوف ہو گیا اور بڑھاؤ باقی رہ گیا (تقریر مقام کی یہ ہے کہ گو نفس معیت تو حالت حیات میں تھی لیکن اس میں گاہے ترقی گاہے دوسرے مشاغل سے تنزل ہو جاتا تھا اب بعد ممات چونکہ بحر مشاہدہ کے کوئی مشغل نہیں اس لئے اب فتور نہیں ہوتا لیکن یہ تفاوت اس سوال کا صحیح تو نہیں ہوا اور بھی مطلب تھا تمہید شعر جزو مدش میں احقر کے اس قول کا جو کہ حکم مذکور کے منافی بھی نہیں آہ آگے پھر خطاب ہے اس قرضدار کا اس متوفی کو یعنی (تو ہزار دینار تو میرا قرض ہے اور میں بے دست رس ہوں (کل یہ) سودینار چندہ کے ہیں اور بس حق تعالیٰ نے تجھ کو اٹھالیا (اور) میں کشمکش میں رہ گیا (اب) ناامید جاتا ہوں اے شخص طاب ثراک۔ کچھ ہمت لگا اپنے مال مال حسرت (سائل) کے لئے اے مبارک ہے تیرا رخ اور ہاتھ اور ہمت۔ میں ایسے چشمہ پر آیا تھا جو سب چشموں (یعنی انبیاء) سے بڑھ کر ہے۔ اس میں میں نے بجائے پانی کے خون پایا آسمان تو وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں۔ ندی وہی ندی ہے پانی وہ پانی نہیں (یعنی عالم نہیں بدلا مگر تیرا فیض نہیں اور) محسن ہیں۔ (مگر) وہ پاکیزہ کہاں (گیا) اختر تو ہیں (مگر) وہ آفتاب کہاں (گیا) تو خدا کے پاس چلا گیا اے محترم پس میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں (یعنی مرتا ہوں کیونکہ) محل اجتماع اور پائے علم (یعنی مرجع لان الناس یرجعون الی ماتحت الراية) اور ماوا تمام اہل قرون کا حق تعالیٰ ہی ہے بدلیل کل لدینا محضرون کے (مختصر من آیت یس و فی ایۃ قبلہا ذکر القرون ایضاً)

نقشہا گر بے خبر گر با خبر	در کف نقاش باشد مختصر
نقوش خواہ بے خبر ہوں خواہ با خبر ہوں	نقاش کے ہاتھ میں مختصر ہوتے ہیں
دمبدم در صفحہ اندیشہ شاں	ثبت و محوے میکند آں بے نشان
ساعت فضا صفحہ فکر میں ان نقوش کو	وہ بے نشان ثبت و محو فرماتا ہے
خشم می آرد رضا را می برد	بخل می آرد سخا را می برد
غصہ کو لاتا ہے رضا کو زائل کرتا ہے	بخل کو لاتا ہے سخا کو زائل کرتا ہے
گہہ برد حقد و صفا آرد ہمی	بد رود عجز و عطا کارد ہمی
کبھی کینہ کو زائل کرتا ہے اور صفا کو لاتا ہے	کم ہمتی کو قطع کرتا ہے اور عطا کو کاشت کرتا ہے
نیم لحظہ مدرکاتم شام و غدو	ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو
آدھا لحظہ بھی میرے قوی مدرکہ شام اور صبح	اس اثبات و محو سے خالی نہیں
کوزہ گر با کوزہ باشد کار ساز	کوزہ از خود کے شود پہن و دراز
کوزہ گر کوزہ کے ساتھ صنعت گرمی کرتا ہے	کوزہ خود بخود عریض و طویل کب ہو جاتا ہے
چوب در دست در و گر معتکف	ورنہ چوں گردد بریدہ موقوف
چوب نجار کے ہاتھ میں جاگیر ہوتی ہے	ورنہ مفصول اور موصول کب ہو سکتی ہے

جامہ اندر دست خیاطے بود	ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد
کپڑا خیاط کے ہاتھ میں ہوتا ہے	ورنہ از خود کب سل سکتا ہے یا پھٹ سکتا ہے
مشک با سقا بود اے منتہی	ورنہ از خود چوں شود پر یا تہی
مشک سقا کے ساتھ ہوتی ہے اے منتہی	ورنہ از خود کب ہو سکتی ہے پر یا خالی
ہر دے پر می شوی تی می شوی	پس بداں کہ در کف صنع وئی
تو ہر دم پر ہوتا ہے اور خالی ہوتا ہے	پس جان لے کہ تو اس کے دست صنعت میں ہے
چشم بند از چشم دوزے کے رود	صنع از صانع چساں شید اشود
چشم بند بہ نسبت چشم دوز کے آگاہ ہے	صنعت صانع سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے
چشم داری تو بچشم خود نگر	منگر از چشم سفیہ بے خبر
تو آنکھ رکھتا ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھ	سفیہ بے خبر کی آنکھ سے مت دیکھ
گوش داری تو بگوش خود شنو	گوش گولاں را چرا باشی گرو
تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سن	احتموں کے کان کا کیوں پابند ہو گیا
بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن	ہم برائے عقل خود اندیشہ کن
بدوں کسی تقلید کے نظر کا طریقہ اختیار کر	بیز اپنی عقل اور رائے سے فکر کر
بشنو از من یک حکایت در نظیر	تاشوی از سرگفت من خبیر
نظیر میں مجھ سے ایک حکایت سن لے	تاکہ میرے قول کی حقیقت سے تو باخبر ہو جاوے

(اوپر حق تعالیٰ کے مرجع ہونے کی دلیل بیان کی تھی وان کل لما جمیع لدینا محضرون جو ظاہر اسوق ہے محضریٰ فی امال کے لئے اب آگے ایک مثال کے ساتھ ترقی کرتے ہیں طرف اثبات محضریٰ فی الحال کے بھی بمعنی مسخر تصرف الحق کے یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تمام کائنات بمنزل نقوش کے نقاش کے سامنے ہیں اور) نقوش (باعتبار محل نقش کے) خواہ بے خبر ہوں (یعنی ان کا محل بے خبر ہو کاللقوش فی الجماد) خواہ باخبر ہوں (کاللقوش فی الحیوان دونوں حالت میں) نقاش کے ہاتھ میں محضر (مع الانقیاد) ہوتے ہیں (آگے بعض صورتیں اور مثالیں انقیاد الخلق الحق کی بیان فرماتے ہیں کہ) ساعۃ فلسفۃ صفحہ فکر میں ان نقوش کو (کہ علوم و ادراکات ہیں) وہ بے نشان (یعنی غیر مدرک الکنہ بلا آثار) ثبت و محفوظ فرماتا ہے (نہ محل اباء کر سکتا ہے نہ حال اسی طرح کبھی احوال کو بھی چنانچہ) غصہ کولاتا ہے رضا کوزائل کرتا ہے بخل کولاتا ہے سخاوت کوزائل کرتا ہے کبھی کینہ کوزائل کرتا ہے اور صفا کولاتا ہے (کبھی) کم ہمتی کو قطع کرتا ہے اور عطا (وہمت) کو کاشت کرتا ہے (یہ سب احوال ہیں اور شعر دمیدم میں علوم کا ذکر ہو بھی چکا اور آگے بھی ہے کہ اسی طرح) آدھا لحظہ بھی میرے قوی مدرک شام اور صبح اس اثبات و محو سے خالی نہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر وقت اس کا وقوع ہوتا رہتا ہے



آگے اس صنم سے استدلال کرتے ہیں صانع پر جس کی غایت عنقریب خود بتلاویں گے چشم داری تو پچشم خود مگر جس کا حاصل نظر تحقیقی ہے جو مخصوص ہے۔ عارفین کے ساتھ تو گویا اس میں ایک مراقبہ کی تعلیم ہے اور تقریر استدلال کو کئی مثالوں سے واضح کیا ہے اول (کوزہ گر کوزہ کے ساتھ صنعت گری کرتا ہے) اور (کوزہ خود بخود عریض و طویل کب ہو جاتا ہے) (ثانی) چوب نجار کے ہاتھ میں جاگیر ہوتی ہے ورنہ مفصول اور موصول کب ہو سکتی ہے (ثالث) کپڑا خیال کے ہاتھ میں ہوتا ہے ورنہ از خود کب سل سکتا ہے یا پھٹ سکتا ہے (رابع) مشک سقا کے ساتھ ہوتی ہے اے مٹھی ورنہ از خود کب ہو سکتی ہے پر یا خالی (اسی طرح جب) تو ہر دم پر ہوتا ہے اور خالی ہوتا ہے پس (اس سے) جان لے کہ تو اس کے دست صنعت میں ہے (اور اس جاننے کے مراتب مختلف ہیں ایک ابتدائی دوسرا انتہائی اور ہر چند کہ مقصود مرتبہ انتہائی ہے جس کو آگے پچشم خود اور بے تقلیدی کہیں گے لیکن اگر وہ دفعۃً میسر نہ ہو تو مرتبہ ابتدائی ہی کو حاصل کرے کہ بالکل یہ نظر نہ کرنا تو کوری ہی ہے اگلے شعر میں صاحب مرتبہ ابتدائی کو چشم بند اور فاقد النظر مطلقاً کو چشم دوز سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ چشم بند بہ نسبت چشم دوز کے (پھر کسی قدر) آگاہ ہے (کہ) صنعت صانع سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے (کیونکہ چشم بند کو چشم کشائی کی ہر وقت قدرت ہے اور چشم کشائی اس کی ترقی ہے اسی طرح مبتدی فی البصیرت ترقی کر کے مٹھی فی البصیرت ہو سکتا ہے بخلاف چشم دوز کے کہ اس کی استعداد کا مفقود ہو گئی اسی طرح غمی واعراض موجب تعطل بصیرت ہے اور اس مرتبہ ابتدائی کا مرغوب فیہ ہونا اضافی بمقابلہ غمی کے ہے باقی اصل مقصود بصیرت انتہائی محققانہ ہے آگے اس کو فرماتے ہیں کہ) تو (بفضلہ تعالیٰ) آنکھ رکھتا ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھ (اور سفیہ بے خبر کی آنکھ سے مت دیکھ جیسی آنکھ سفیہ بے خبر کی ہوتی ہے جس کے پاس نہ دلیل عقلی ہے) (یدل علیہ لفظ سفیہ نہ دلیل نقلی ہے یدل علیہ لفظ بے خبر فہو کما قال تعالیٰ و قالوا لو کما نسمع او نعقل الا یہ یعنی بالکل فاقد النظر مت ہو اسی طرح) تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سن (اور) احمقوں کے (سے) کان کا کیوں پابند ہو گیا (یعنی اپنے کان کو احمقانہ کان رکھنے کا کیوں مقید ہو گیا گوش ہوش سے نہ خلاصہ یہ کہ) بدوں کسی تقلید کے نظر (تحقیقی) کا طریقہ اختیار کر نیز اپنی عقل اور رائے سے فکر کر (مراد نظر عارفانہ ہے کیونکہ اس کے۔۔۔ سے عرا استدلال عقلی متعارف داخل نظر تقلیدی ہے کیونکہ وہ لوگ خود استدلال میں بھی مقلد ہیں و اعراض محض سے غنیمت ہے کما مر آگے نظر تحقیقی کے صحیح ہیں اور نظر تقلیدی کے غلط ہیں ہونے کی تائید میں ایک حکایت لانا چاہتے ہیں اس کی تمہید کے لئے فرماتے ہیں کہ) نظیر میں مجھ سے ایک حکایت سن لے تاکہ میرے قول کی حقیقت سے تو باخبر ہو جاوے (اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ خوارزم شاہ کو کسی امیر کا گھوڑا جوداق میں بھی عمدہ تھا پسند آیا اس نے اس کو جبرالینا چاہا اس نے عماد الملک سے مدد چاہی اس نے اس کی برائی کر کے اس کے دل سے اتار دیا تو نظر تقلیدی غلط بینی کا سبب ہو گئی جیسا اول نظر تحقیقی صحیح بینی کا سبب تھی بس وجہ تشبیہ صرف اتنا امر ہے قطع نظر اس سے کہ وہ نظر تحقیقی ایک عارض کے سبب مضرتھی کہ سبب تھا ظلم کا اور یہ نظر تقلیدی نافع اور محافظ ہوئی اس ظلم سے سو وجہ تمثیل میں اس کا لحاظ نہیں ہے خوب سمجھ لو تاکہ بعض محشین کی طرح لغزش نہ ہو)

فائدہ:- الحمد للہ کہ یہاں عشر سابع ختم ہوا اور اس کا متن دوسرے عشروں سے اتنا ہی مقدار میں زیادہ ہے جتنا عشر سادس اوروں سے کم تھا اور حکایت اس قرص دار کی انشاء اللہ تعالیٰ عشر ثامن میں پوری ہوگی خلاصہ اس کا یہ ہے کہ پامیر نے محتسب کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو اس کا قرضہ معلوم تھا اور احتمال تھا کہ یہ آوے گا اس لئے میں نے اتنا مال اس کے قرضہ کے لئے فلاں جگہ دفن کر دیا ہے میرے وارثوں سے کہہ دے کہ سب اس کو دے دیں فقط والیوم الثانی والعشرون من ربيع الاول و خرج من المدة ثلث جمع فبقی تسعة عشر یوما هو زمان کتابہ شرح هذا العشر ولله الحمد و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

### العشر الثامن من شرح دفتر السادس

من المثنوی المعتبری افتتاح فیہ لثمان بقین من شهر ربیع الاول ۳۳۳ھ من الهجرة  
دیدن خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکب خود اپنے بس نادرو تعلق دل شاہ  
بخوبی و حسن و چستی آں اسپ و سرد کردن عماد الملک آں اسپ را در دل شاہ و گزیدن  
شاہ گفت اورا بر دیدہ خویش چنانکہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الہی نامہ می فرماید  
خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اس گھوڑے  
کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور عماد الملک کا شاہ کے دل میں اس گھوڑے کو بے وقعت کر دینا اور شاہ  
کا اس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کر لینا جیسا کہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ الہی نامہ میں فرماتے ہیں۔

چوں زبان حسد شود نخاس	یوسف یابی از گز کرباس
جب حسد کی زبان بردہ فروش ہو	ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کر لے گا

از دلالی برادران یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حسودانہ در دل مشتریاں آں

چنداں حسن پوشیدہ شدہ زشت نمودن گرفت وکانوافیہ من الزاہدین

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے خریداروں کے  
دل میں اس قدر زیادہ حسن چھپ کر برانظر آنے لگا اور وہ ان میں بے رغبت تھے

بود امیرے را یکے اسپ گزیں	در گلہ سلطان نبودش یک قریں
ایک امیر کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا	سلطان کے گلہ میں بھی اس کے جوڑ کا ایک نہ تھا
او سوارہ گشت در موکب پگاہ	ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ امیر حشم میں صبح کو سوار ہوا	ناگہاں گھوڑے کو خوارزم شاہ نے دیکھا
چشم شہ را فرو رنگ او ربود	تا بر جعت چشم شہ بر اسپ بود
بادشاہ کی آنکھ کو اس کی شان اور رنگ نے فریفتہ کر لیا	واپسی تک بادشاہ کی آنکھ گھوڑے پر رہی



بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر	ہر کمیش خوشتر نمودے ز اں دگر
جس عضو پر بھی نظر ڈالتا تھا	ہر عضو اس کو دوسرے عضو سے خوشتر معلوم ہوتا تھا
غیر چستی و گشی و روحت	حق برو افگندہ بد نادر صفت
علاوہ چستی اور رعنائی اور سکر دی کے	حق تعالیٰ نے اس پر اور بھی عجیب صفیں القاء فرمائی تھیں
پس تجسس کرد عقل بادشاہ	کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ
پس بادشاہ کی عقل نے بہت ٹولا	کہ یہ گھوڑا کیا چیز ہے کہ عقل کی رہزنی کرتا ہے
چشم من پرست و سیرست و غنی	از دو صد خورشید دارد روشنی
میری آنکھ تو پر ہے اور سیر ہے اور غنی ہے	دو سو خورشید سے روشنی رکھتا ہوں
اے رخ شاہاں بر من بید قے	نیم اہم در رباید بے حقے
اے دل بادشاہوں کا رخ تو میرے سامنے پیادہ ہے	ایک آدھا گھوڑا مجھ کو فریفتہ کرتا ہے ناحق
جادوئی کردست جادو آفریں	جذبہ باشد آں نہ خاصیات ایں
جادو کر دیا ہے جادو آفریں نے	جذب ہے نہ کہ اس کی خاصیتیں
فاتح خواند و بے لاجول کرد	فاتحہ اش در سینہ می افزود درد
اس نے فاتحہ پڑھی اور بہت لاجول کی	فاتحہ اس کے سینے میں اور درد زیادہ کرتی تھی
زانکہ او را فاتحہ خود می کشید	فاتحہ در جرو دفع آمد وحید
اس لئے کہ اس کو فاتحہ خواہ خود کھینچ رہا تھا	فاتحہ والا کھینچنے میں اور دفع کرنے میں یگانہ ہے
گر نماید غیر ہم تمویہ او ست	ور رود غیر از نظر تنبیہ او ست
اگر وہ غیر کو دکھلاتے ہیں تو وہ ان کا طمع کرنا ہے	اور اگر غیر کسی کی نظر سے جاتا رہے تو وہ ان کا متنبہ کرنا ہے
پس یقین کشتش کہ جذبہ آں سر یست	کار حق ہر لحظہ نادر آور یست
پس بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ اس طرف کی کشش ہے	حق تعالیٰ کا کام ہر لحظہ نادر چیزوں کو پیدا کرنا ہے
اسپ سنگیں گاؤ سنگیں ز ابتا	می شود مسجود از مکر خدا
پتھر کا گھوڑا پتھر کی گائے ابتلا کے سب	مسجود ہو جاتا ہے خدا کی تدبیر خفی سے
پیش کافر نیست بت را ثانیے	نیست بت را فرو نے روحانیے
کافر کے نزدیک بت کا کوئی ثانی ہی نہیں	نہ بت میں کوئی عظمت ہے نہ کوئی روحانی ہے

چست آں جاذب نہاں اندر نہاں	در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
وہ جاذب خفی در خفی کیا ہے	عالم میں دوسرے عالم سے ظاہر ہوتا ہے
عقل محبوب ست و جاں ہم زیں کمیں	من نمی بینم تومی تانی بین
عقل اور روح اس سر خفی سے محبوب ہیں	میں تو اس کو نہیں دیکھ سکتا اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ
چونکہ خوارم شہ ز سیراں باز گشت	با خواص ملک خود ہماراز گشت
جب خوارزم شاہ سیر سے واپس ہوا	اپنے خواص سلطنت کے ساتھ ہماراز ہوا
پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں	تابیارند اسپ رازاں خاندان
پس سرہنگوں کو حکم دیا اس وقت	تاکہ اس کے گھر سے گھوڑے کو لے آویں
ہمچو آتش در رسیدن آں گروہ	ہمچو کاہے گشت امیر ہمچو کوہ
وہ جماعت آگ کی طرح پہنچی	امیر جو مثل کوہ کے تھا مثل کاہ کے ہو گیا
جالش از درد و غمیں تالب رسید	جز عماد الملک ز نہارے ندید
اس کی جان درد اور نالہ سے لب تک پہنچی	بجز عماد الملک کے کوئی پناہ نہ دیکھی
کہ عماد الملک بد پائے علم	بہر ہر مظلوم و ہر مغبون غم
کیونکہ عماد الملک مرجع الخلق تھا	ہر مظلوم اور ہر زیاں رسیدہ غم کیلئے
محترم تر خود نہ بد زو سرورے	پیش سلطان بود چوں پیغمبرے
اس سے زیادہ معزز کوئی سردار نہ تھا	سلطان کے نزدیک مثل پیغمبر کے تھا
بے طمع بود و اخیل و پارسا	رائض و شب خیز و حاتم در سخا
بے طمع تھا اور اخیل اور پارسا	ریاضت کرنیوالا اور شب بیدار اور سخاوت میں مثل حاتم کے
بس ہمایوں رائے و باتدبیر و داد	آزمودہ رائے او در ہر مراد
نہایت مبارک رائے اور باتدبیر و عدل	ہر مطلب میں مجرب رائے
ہم بیدل جاں سخی و ہم بمال	طالب خورشید غیب او چوں ہلال
نیز بیدل جان میں بھی سخی اور مال میں بھی	وہ خورشید غیب کا طالب بھی ہلال کی طرح
در امیری او غریب و محتبس	در صفات فقر و خلعت ملتبس
امیری میں وہ غریب اور پابند ہونے والا	صفات درویشی اور دوستی کے ساتھ ملتبس



بود ہر محتاج را ہنجوں پدر	پیش سلطان شافع و دفع ضرر
وہ ہر محتاج کے لئے مثل باپ کے تھا	سلطان کے سامنے سفارشی اور دفع ضرر
مربداں راستر چوں حلم خدا	خلق او برعکس خلقان و جدا
بدوں کے لئے پردہ پوش مثل حلم خدا تعالیٰ کے	اس کے اخلاق خلایق سے برعکس اور جدا
بارہامی شد بسوی کوہ فرد	شا باصد لایہ او را منع کرد
بارہا تنہا پہاڑ کی طرف چلا جایا کرتا	بادشاہ نے صدا خوشامد کے ساتھ اس کو منع کیا
ہردم ارصد جرم را شافع شدے	چشم سلطان را ازو شرم آمدے
ہر وقت اگر سو جرموں کی بھی شفاعت کرتا	تو بادشاہ کو اس سے شرم آ جاتی
رفت او پیش عماد الملک راد	سر برہنہ کرد و برخاک افقاد
وہ امیر عماد الملک جوانمرد کے پاس گیا	سر کو برہنہ کیا اور زمین پر گر پڑا
کہ حرم باہر چہ دارم گو بگیر	تا بگیرد حاصلم را ہر مغیر
کہ کنیز خاص مع تہی ان اشیاء کے جو میں کہتا ہوں کہہ دیجئے کہ آپ یہ سب لے لیجئے	تا کہ میرے تمام حاصل کو ہر لوٹنے والا لے لے
آں یکے اسپ ست جانم رہن اوست	گر برود مردم یقین اے خیر دوست
وہ ایک گھوڑا ہے میری جان اس میں انکی ہوئی ہے	اگر وہ لے لیں گے میں یقیناً مر جاؤں گا اے خیر دوست
گر بردایں اسپ را از دست من	من یقین دانم نخواہم زیستن
اگر بادشاہ اس گھوڑے کو میرے ہاتھ سے لے لے گا	تو مجھے یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا
چوں خدا پیوستگی ام دادہ است	بر سرم مال اے مسیحا زود دست
چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قرب عطا فرمایا ہے	میرے سر پر اے مسیحا جلدی ہاتھ پھیرئے
از زن و زر و عقارم صبر ہست	ایں تکلف نیستے تزویر ست
زن اور زر اور جائیداد سے مجھ کو صبر ہے	یہ تکلف نہیں بلا کسی فریب کے
اندریں گرمی نداری باورم	امتحان کن امتحاں گفت و فرم
اگر اس امر میں میرا آپ یقین نہیں کرتے	تو امتحان کر لیجئے امتحان میرے قول اور دعویٰ کا
آں عماد الملک گریاں چشم مال	پیش سلطان دروید آشفته حال
عماد الملک روتا ہوا آنکھیں ملتا ہوا	بادشاہ کے سامنے آشفته حال دوڑا

لب بہ بست و پیش سلطان ایستاد	راز گویاں با خدا رب العباد
لب بند کر لئے اور بادشاہ کے رو برو کھڑا ہو گیا	خدائے رب العباد سے راز کہتا
ایستادہ راز سلطان می شنید	واندراں اندیشہ اش ایس می تنید
کھڑا ہوا بادشاہ کا تو راز سن رہا تھا	اور اس حالت میں اس کی قوت فکریہ یہ مضمون بتا رہی تھی
کائے خدا گر آنجواں کثرت رفت راہ	کہ نشاید ساختن جز تو پناہ
کہ اے خدا اگر یہ جوان میڑھا راستہ چلا ہے	کہ آپ کے سوا کسی کو پناہ بنانا نہ چاہئے
تو از آن خود بکن بروئے مکیر	گرچہ او خواہد خلاص از ہر اسیر
تو آپ اپنی شان کا معاملہ کیجئے اس پر مواخذہ نہ کیجئے	اگرچہ وہ خلاصی کی درخواست ہر اسیر سے کرتا ہے
زانکہ محتاج اند ایس خلقاں ہمہ	از گدائے گیر تا سلطان ہمہ
اس لئے کہ یہ تمام مخلوق محتاج ہیں	گدا سے لے کر بادشاہ تک سب کو لے لو
با حضور آفتاب باکمال	رہنمائی جستن از شمع و ذبال
آفتاب باکمال کے موجود ہوتے ہوئے	رہنمائی تلاش کرنا شمع اور بتی سے
با حضور آفتاب خوش مساع	رہنمائی جستن از شمع و چراغ
آفتاب خوش رفتار کے ہوتے ہوئے	رہنمائی تلاش کرنا شمع اور چراغ سے
بیگماں ترک ادب باشد زما	کفر نعمت باشد و فعل ہوا
بلاشبہ ہماری جانب سے ترک ادب ہے	کفران نعمت ہے اور ہوائے نفس کا فعل ہے
لیک اغلب ہوشہا در افتکار	ہمچو خفاش اند ظلمت دوستدار
لیکن اغلب عقلیں فکر کرنے میں	خفاش کی طرح ظلمت کی دوست رکھنے والی ہیں
در شب از خفاش کرے می خورد	کرم را خورشید جاں می پرورد
شب میں اگر خفاش کوئی کرم کھاتا ہے	تو کرم کو خورشید ہی پرورش کرتا ہے
در شب از خفاش از کرے مست مست	کرم از خورشید جنبیدہ شدہ است
شب میں اگر خفاش کرم سے مست ہے	تو کرم خورشید ہی سے متحرک ہوا ہے
آفتابے کہ ضیا زوی زہد	دشمن خود را نوالہ می دہد
آفتاب جس سے کہ ضیا جوش زن ہے	وہ اپنے دشمن کو نوالہ دیتا ہے



لیک خفاشے کہ او رہ گم کند	آخر از خورشید ہم یابد سند
کیا یہ بات نہیں کہ جو خفاش راہ گم کرتا ہے	آخر وہ بھی خورشید ہی سے سہارا پاتا ہے
لیک شہبازے کہ او خفاش نیست	چشم بازش راست بین و روشنیست
لیکن جو شہباز کہ خفاش نہیں ہے	اس کی چشم کشادہ راست بین اور روشن ہے
گر بشب جوید چو خفاش او نمو	در ادب خورشید مالد گوش او
اگر وہ شب میں خفاش کی طرح خروج کی طلب کرے	تو تادیب میں خورشید اس کی گوشمالی کر دیتا ہے
گویش گیرم کہ آں خفاش لد	علتے دارد ترا بارے چہ شد
وہ اس سے کہے گا کہ وہ ضدی خفاش	تو علت رکھتا ہے مگر تجھ کو کیا ہو گیا
مالشت بدہم بزجروا کتیاب	تانتابی سر دگر از آفتاب
میں تجھ کو مالش دوں گا زجر اور غم کے ساتھ	تاکہ دوبارہ تو آفتاب سے سرتابی نہ کرے

(روح فی الشعر الخامس در کتب لغت از نظر نگذشتہ و در بعض حواشی احتمالاً مخفف روحانیت گفته و حوالہ پر پنج قوی کردہ چنانکہ در شعر سعدی پیر ہفتا سلسلہ جنی مکنہ ایک امیر (شاہی) کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا۔ سلطان (خوارزم شاہ) کے گلہ میں بھی اس کے جوڑ کا ایک نہ تھا وہ امیر (سلطان کے) حشم میں صبح کو سوار ہوا (المواکب الجماعۃ رکباناً و مشاة کذانی الحاشیہ من اقرب الموارد) ناگاہ گھوڑے کو خوارزم شاہ نے دیکھا بادشاہ کی آنکھ کو اس کی شان اور رنگ نے فریفتہ کر لیا واپسی تک بادشاہ کی آنکھ گھوڑے پر رہی۔ جس عضو پر بھی نظر ڈالتا تھا ہر عضو اس کو دوسرے عضو سے خوشنما معلوم ہوتا تھا علاوہ چستی اور رعنائی اور سبکروی کے حق تعالیٰ نے اس پر اور بھی عجیب صفتیں القاء فرمائی تھیں پس بادشاہ کی عقل نے (اپنے دل میں) بہت ٹٹولا کہ یہ گھوڑا کیا چیز ہے کہ (اس طرح سے) عقل کی رہنمی کرتا ہے میری آنکھ تو (گھوڑوں سے) پر ہے اور سیر ہے اور غنی ہے (اور) دوسو خورشید سے روشنی رکھتا ہوں (یعنی آنکھ میں اس قدر غنا کی روشنی ہے جیسے فرض کیا جاوے کہ دوسو خورشید سے مستفید ہوئی ہے) اے دل بادشاہوں کا رخ تو (کہ شطرنج میں شریف مہرہ ہے) میرے سامنے پیادہ ہے (کہ شطرنج میں خیس مہرہ ہے یعنی بڑے بڑے بادشاہ میرے سامنے ادنیٰ ہیں باوجود میری اس شان و عظمت کے) ایک آدھا گھوڑا (یعنی ادنیٰ درجہ کام) مجھ کو فریفتہ کرتا ہے ناحق (بے شک) جادو کر دیا ہے جادو آفرین نے (یہ اس کا) جذب ہے نہ کہ اس (گھوڑے) کی خاصیتیں (اور اس خیال کے دفع کے لئے) اس نے فاتحہ پڑھی اور بہت لاحول کی (لیکن) فاتحہ اس کے سینہ میں اور درد زیادہ کرتی تھی (یعنی اثر نہ کرتی تھی نہ یہ کہ وہ سبب تھی زیادت درد کی یہ تو خلاف واقع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنے کی حالت میں بھی درد ایسا بڑھتا جاتا تھا جیسے گویا فاتحہ سے درد بڑھ رہا ہے پس کلام مثنیٰ ہے استعارہ پر کہ اقتراس افزونی درد مع الفاتحہ کو تشبیہ دی مسببت افزونی درد من الفاتحہ کے ساتھ آگے باوجود فاتحہ کے درد بڑھنے کی علت بیان فرماتے ہیں یعنی) اس لئے (درد پڑھتا تھا) کہ اس کو فاتحہ والا (یعنی حق تعالیٰ) خود کھینچ رہا تھا۔ (کذا نقل عن مرشدی فیما بین السطور بقولہ رب الفاتحہ اور اسکی

دو توبہ ہو سکتی ہیں یا تو مضاف مخذوف ہے کما یدل علیہ ظاہر قولہ رب الفاتحہ اور یا یہ کہا جاوے کہ فاتحہ کلام ہے اور کلام ایک مرتبہ میں صفت ہے اور صفات غیر ذات نہیں ایک مقدمہ تو یہ ہوا کہ اور رب الفاتحہ میکشید اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ (فاتحہ والا کھینچنے میں اور دفع کرنے میں) (دونوں میں) یگانہ ہے (کہ کوئی اس کا مزاحم نہیں ہو سکتا پھر درد کیوں نہ بڑھتا یہ تقریر ہو گئی تعلیل کی اور یہ کشیدن رب الفاتحہ تو علت حقیقیہ ہے باقی اس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ ایسے میلان کے وقت اکثر مستعید زبان سے فاتحہ والا عمل پڑھتا ہے دل کو اس شے کے حصول کی حدیث النفس سے خالی نہیں کرتا اور عزم و ہمت کے ساتھ خالی کرنا بھی نہیں چاہتا پس اس کا وہ حال ہوتا ہے۔

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

سو یہ عدم خلوص سبب ہوتا ہے عدم تاثیر استعاذہ کا ورنہ ان کی شان یہ ہے یجب المصطر اذا دعاه اور الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا آگے حق تعالیٰ کے جرد دفع کی صورت کو بیان فرماتے ہیں کہ (اگر وہ غیر کو) (نظر میں) دکھلاتے ہیں (یعنی وہ غیر نظر میں استحسان کے ساتھ سما جاتا ہے اور یہ جر ہے) تو وہ ان کا ملمع کرنا ہے (کہ غیر حسین حسین معلوم ہوتا ہے اور یہ جر کی صورت ہے) اور اگر غیر کسی کی نظر سے جاتا رہے (اور یہ دفع ہے) تو وہ ان کا متنبہ کرنا ہے (کہ اس کے غیر مستحسن ہونے پر آگاہ فرمادیتے ہیں اور یہ دفع کی صورت ہے اور مراد یہ درجہ خاص ہے استحسان کا کہ ضرورت سے زائد مستحسن معلوم ہونے لگے جس سے عقل اور دین مختل ہو جاویں اتنے ہی استحسان کو مصرعہ اولیٰ میں تمویہ کہا ہے احقر کو بھی اس وقت ایک تمویہ میں ابتلا اور ایک تنبیہ کی استدعا ہے اے اللہ رحم و کرم فرما اور اے ناظرین آپ بھی میرے لئے دعا کریں ہر تمویہ سے نجات کی اور نجات کے بعد حفاظت کی اور موت کے بعد مغفرت کی۔ اللہم نج اشرف علی و احفظ اشرف علی و اغفر لا شرف علی آمین) پس بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ اس طرف کی کشش ہے (اور) حق تعالیٰ کا کام ہر لحظہ نادر چیزوں کو پیدا کرنا ہے (چنانچہ) پتھر کا گھوڑا (اور) پتھر کی گائے ابتلاء کے سبب (بت پرستوں کا) مسجود ہو جاتا ہے خدا کی تدبیر خفی سے (حتی کہ) کافر کے نزدیک بت کا کوئی ثانی ہی نہیں (ہوتا حالانکہ) نہ بت میں کوئی (ظاہری) عظمت ہے (اور) نہ کوئی روحانی (صفت) ہے (پھر یہ کہ) وہ جاذب خفی در خفی (یعنی بہت ہی خفی) کیا ہے (جو کہ اس) عالم میں (ایک) دوسرے عالم سے (باعتبار اثر کے) ظاہر ہوتا ہے (یعنی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے یہ تو سوال تھا آگے جواب ہے کہ) عقل اور روح (کہ ایک کا فعل ادراک بالذلیل اور دوسرے کا فعل ادراک بالکشف ہے دونوں) اس سرخفی سے محبوب ہیں (فی الممتحب کمین پنہاں شوندہ سو) میں تو اس (جاذب) کو نہیں دیکھ سکتا اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ (کیونکہ) مصداق اس کا سر قدر ہے اور کہ اس کا کسی کو معلوم نہیں اور گو نفس جاذب سب کو معلوم ہے کہ حکم حق ہے لیکن مراد یہاں جاذب مع حکمۃ الجذب ہے جو حاصل ہے سر قدر کا سو وہ کسی کو مفصلاً معلوم نہیں اور معلوم ہونا معذرت بھی ہے اس لئے اس میں خوض سے نہیں آئی ہے) جب خوارزم شاہ سیر سے واپس ہوا (اور) اپنے خواص سلطنت کے ساتھ ہمارا ہوا۔ پس سرہنگوں کو حکم دیا اس وقت تا کہ اس (امیر) کے گھر سے گھوڑے کو لے آویں (پس) وہ جماعت آگ کی طرح پہنچی (اور) ان کے سامنے) امیر جو مثل کوہ کے تھا (عجز میں) مثل کاہ کے ہو گیا (اور) اس کی جان درد اور نالہ سے لب تک پہنچی (اور اس وقت) بجز عماد الملک کے (کہ وہ مقرب شاہی تھا) کوئی پناہ نہ دیکھی کیونکہ عماد الملک مرجع الخلق تھا۔ ہر مظلوم اور ہر زیاں رسیدہ غم کے لئے (اور) اس سے زیادہ معزز کوئی سردار نہ تھا (اور) سلطان کے نزدیک مثل پیغمبر کے تھا (تقدس و مقبول



الامر ہونے میں) بے طمع تھا اور اصرار میں پارسا ریاضت کرنے والا اور شب بیدار اور سخاوت میں مثل حاتم کے (اور) نہایت مبارک رائے باتدبیر و عدل (اور) ہر مطلب میں مجرب الرائے نیز بذل جان میں بھی نخی اور (بذل) مال میں بھی (اور) وہ خورشید غیب (ذات حق) کا طالب بھی ہلال کی طرح (کہ وہ طالب ہوتا ہے نور شمس حسی کا کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس اور) امیری میں وہ غریب اور (مساکین کے ساتھ) پابند ہونے والا (ناظر الی قوله تعالیٰ واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم اور) صفات درویشی اور دوستی (حق) کے ساتھ متلبس (اور) وہ ہر محتاج کے لئے مثل باپ کے تھا (اور) سلطان کے سامنے (مجرموں کا) سفارشی اور دافع ضرر (اور) بدوں کے لئے پردہ پوش مثل حلم خدا تعالیٰ کے (اور) اس کے اخلاق (اور) خلّاق سے برعکس اور جدا (اور شجاع ایسا کہ) بارہا تنہا پہاڑ کی طرف چلا جایا کرتا (جہاں کہ درندے و گزندے بکثرت ہوتے اور) بادشاہ نے صد ہا خوشامد کے ساتھ اس کو (وہاں جانے سے) منع کیا ہر وقت اگر سوجرموں کی بھی شفاعت کرتا تو بادشاہ کو اس سے شرم آ جاتی (یعنی مقبول الشفاعة تھا غرض) وہ امیر (اس) عماد الملک جو امر دے کے پاس گیا سر کو برہنہ کیا اور زمین پر گر پڑا (اور یہ صورت غایت تضرع کی ہے اور کہا) کہ کنیز خاص مع تمامی ان اشیاء کے جو میں (اپنی ملک میں) رکھتا ہوں (بادشاہ سے) کہہ دیجئے کہ آپ یہ سب لے لیجئے (اس طرح سے کہ وہ حکم دے دیں) تاکہ میرے تمام حاصل (و مملوک چیزوں) کو ہر لوٹنے والا لے لے (یعنی حکم دے دیں اس کے لوٹ لینے کا مطلب یہ کہ خواہ میرا تمام مال حتیٰ کہ کنیز خاص کہ محبوبہ ہوتی ہے وہ لے لیں بجز اس گھوڑے کے اور حرم کے یہ معنی غیاث میں لکھے ہیں پس بمعنی منکوحہ لینے کی کوئی حاجت نہیں اگرچہ اس معنی میں بھی آتا ہے کمافی الغیاث جیسا بعض محشیین نے لیا ہے اور یہ یاد نہ رکھا کہ کیا کوئی شریف آدمی گھوڑے پر بیوی کو نثار کر سکتا ہے یہاں صرف استیعاب جنس مال کا مقصود ہے صرف) وہ ایک گھوڑا (ایسا) ہے (کہ) میری جان اس میں انگی ہوئی ہے اگر وہ (اس کو) لے لیں گے میں یقیناً مر جاؤں گا اے خیر دوست (کہ خیر سے محبت رکھتے ہو) اگر بادشاہ اس گھوڑے کو میرے ہاتھ سے لے لے گا تو مجھے یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قرب (اپنایا کہ بادشاہ کا) عطا فرمایا ہے میرے سر پر اے مسیحا جلدی (شفقت کا) ہاتھ پھیرے (قرب بادشاہ کا حکم اس میں دخل ظاہر ہے اور قرب حق کا دخل اس طرح ہوگا کہ ایسے حضرات خدا ترس و خادم خلق و رحیم ہوتے ہیں اور ان کا دخل ظاہر ہے) زن (مملوکہ) اور زر اور جائیداد (وغیرہ سب) سے مجھ کو صبر ہے (اور) یہ تکلف (اور تصنع کی بات) نہیں بلا کسی فریب کے۔ اگر اس امر میں میرا آپ یقین نہیں کرتے تو امتحان کر لیجئے امتحان میرے قول اور دعویٰ کا (فی الغیاث فر بمعنی شان و شوکت اھ چوں عادۃ اظہار شوکت بدعویٰ می باشد مجازاً بمعنی دعویٰ گرفتہ اطلاقاً للملزم علی الملزم یعنی میری سب چیزیں لے کر دیکھ لیجئے کہ اس کو گوارا کرتا ہوں یا نہیں مگر گھوڑے لینے پر صبر نہیں ہوتا وہ دلواد دیجئے پس) عماد الملک روتا ہوا آنکھیں ملتا ہوا بادشاہ کے سامنے (گھوڑا پہنچنے کے قبل بدلیل قولہ اسب را اندر کشیدند قبل عنوان رجوع بحکایت) آشفۃ حال دوڑا (اور) لب بند کر لئے اور خاموش (بادشاہ کے رو برو کھڑا ہو گیا) (لیکن دل دل میں) خدائے رب العباد سے راز کہتا ہوا (جس کا بیان آگے آتا ہے کائے خدا الخ) کھڑا ہوا بادشاہ کا تو راز سن رہا تھا (یعنی اس کی باتوں سے اس کے مافی الضمیر کو معلوم کر رہا تھا) اور اس حالت میں اس کی قوت فکر یہ (خدا سے راز کہنے کے لئے) یہ مضمون بنا رہی تھی (خلاصہ یہ کہ سلطان مجازی کے راز کا تو شنوا تھا اور سلطان حقیقی سے راز کا گویا تھا اور وہ مضمون یہ تھا) کہ اے خدا اگر یہ جوان (مراد وہ امیر ہے) ٹیڑھا راستہ چلا ہے (اور وہ یہ کہ مجھ کو اس نے پناہ بنایا ہے اور یہ راستہ ٹیڑھا اس لئے کہ آپ کے سوا کسی کو پناہ بنانا نہ



چاہئے (یہ شرط ہے اور جزا آگے ہے یعنی اگر اس نے ایسی حماقت کی ہے) تو آپ اپنی شان کا معاملہ کیجئے (یعنی) اس پر مواخذہ نہ کیجئے (کہ وہ معاملہ یہی ہے) اگرچہ وہ (اپنی حماقت کے سبب) خلاصی کی درخواست ہر اسیر سے کرتا ہے (یعنی مخلوق تو خود اسیر احتیاج ہے کما سیاحتی اس سے طلب خلاصی سراسر خطا ہے جس کا مقتضایہ ہے کہ آپ اس سے ناخوش ہو کر اس کو خلاصی نہ دیں مگر آپ اس پر نظر نہ کیجئے اور اس کی وہ حاجت جس میں مجھ کو واسطہ بنایا ہے پوری کر دیجئے آگے اسیری مذکور فی المصراع الثانی القریب کی دلیل ہے یعنی میں نے جو اسیر کہا تو) اس لئے کہ یہ تمام مخلوق محتاج ہیں گدا سے لے کر بادشاہ تک سب کو لے لو (آگے تفصیل ہے مضمون نشاید ساختن جز تو پناہ کی یعنی) آفتاب باکمال کے موجود ہوتے ہوئے۔ رہنمائی تلاش کرنا شمع اور بتی سے (اور اسی کی تاکید یہ ہے کہ) آفتاب خوش رفتار کے ہوتے ہوئے رہنمائی تلاش کرنا شمع اور چراغ سے (یہ مبتدا تھا آگے خبر ہے کہ یہ فعل) بلاشبہ ہماری جانب سے ترک ادب ہے (اور) کفران نعمت ہے اور ہوائے نفس کا فعل ہے (اس لئے اوپر کہا گیا ہے کہ نشاید ساختن جز تو پناہ اور چونکہ اس کے خلاف ادب اور کفران ہونے کا مقتضایہ تھا کہ اس پر مواخذہ ہو اور اوپر درخواست کی گئی ہے تو ازان خود بکن بروے مکیر تو یہ درخواست ظاہر اے محل ہے اس لئے آگے بطور استدراک کے کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہے تو یہ بڑی گستاخی) لیکن (سبب اس گستاخی کا یہ ہے کہ) اغلب عقلیں فکر کرنے میں خفاش کی طرح ظلمت کی دوست رکھنے والی ہیں (یعنی فکر کر کے بھی اسباب کی طرف کہ معبرہ ظلمت ہیں اکثر نظر جاتی ہے کہ مدار تشبیہ بالخفاش ہے مسبب کی طرف کم جاتی ہے گواعتقاد صحیح ہو مگر حال نہیں ہے جیسا خفاش کو توجہ اور تعلق آفتاب سے نہیں مگر باوجود اس کے آفتاب کا اس کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ وہ خفاش کے ساتھ احسان کرتا ہے چنانچہ) شب میں اگر خفاش کوئی کرم کھاتا ہے تو (اس) کرم کو خورشید ہی پرورش کرتا ہے (ایسی چیزیں حرارت آفتاب سے بواسطہ غفونت کے پیدا ہوتی ہیں آگے اسی کی تاکید ہے کہ) شب میں اگر خفاش کرم (کے ملنے) سے مست (وشاداں) ہے (کہ اب اس کو کھاؤں گا) تو (وہ) کرم خورشید ہی سے متحرک ہوا ہے (غرض) آفتاب جس سے کہ ضیا جوش زن ہے وہ اپنے دشمن (یعنی خفاش) کو (کہ نفور ہے آفتاب سے) نوالہ (اور غذا مثل کرم مذکور) دیتا ہے (اسی طرح) کیا یہ بات نہیں (یعنی ہے) کہ جو خفاش (طبع) راہ گم کرتا ہے (کہ غیر کی طرف التجالے جاتا ہے) آخر وہ بھی خورشید (حقیقی) ہی سے سہارا پاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہی ان کی بھی کار بر آری اور حاجت بر آری فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہوا کہ مثل آفتاب کے حق تعالیٰ کا معاملہ بھی ہے پس یہ عنایت و معاملہ رعایت نظر الی جہل المشتعلین بالاسباب سبب جرات ہوا اس درخواست مذکور بروے مکیر کا پس جواب ہو گیا اس کے بے محل ہونے کا مختصر یہ کہ ان کے لطف و کرم کے بھروسہ یہ دعا کی جاتی ہے اور ان اشعار میں بیان تھا معاملہ عوام کا کہ ان کی اسباب بنی پر دار و گیر نہیں ہوتی اگر وہ حد شرعی کے اندر ہے تب تو آخرت میں بھی نہیں اور اگر حد سے متجاوز ہے تو صرف دنیا میں اکثر نہیں آگے بیان ہے معاملہ خواص کا کہ ان کو باوجود حد شرعی سے متجاوز نہ ہونے کے اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ خاص معاملہ ہے غفلت کے ساتھ اسباب پر نظر کرنے سے بکثرت متنبہ کر دیا جاتا ہے یعنی ہر چند کہ خفاش خاصیتوں کے ساتھ خورشید حقیقی کا یہ معاملہ ہے (لیکن جو شہباز (صفت) کہ خفاش نہیں ہے) (بلکہ) اس کی چشم کشادہ راست بین اور روشن ہے اگر وہ شب (غفلت) میں خفاش کی طرح خروج کی طلب کرے (یعنی آفتاب سے من وجہ اعراض کر کے صرف رات کو نکلے) تو تادیب میں خورشید اس کی گوشمالی کر دیتا ہے (نمولغت میں خاص برآمدن نبات از زمین ہے کما فی المنتخب یہاں مقید بول کر مطلق مراد لیا گیا آگے بیان ہے تادیب کا کہ) وہ (آفتاب) اس



(شہباز) سے کہے گا کہ وہ ضدی خفاش تو (باصرہ میں) علت رکھتا ہے (اس لئے آفتاب کی طرف نظر نہیں کر سکتا۔ اللہ جمع الداطلق الجمع ہہنا للمبالغة اویراد بالخفاش الجنس) مگر تجھ کو کیا ہو گیا (کہ باصرہ میں قوت رکھ کر پھر اعراض کیا اس لئے) میں تجھ کو مالش دوں گا زجر اور غم کے ساتھ تا کہ دوبارہ تو آفتاب سے سرتابی نہ کرے (چنانچہ ظاہر اور معلوم ہے کہ غوام سے مباحات پر مواخذہ نہیں ہوتا مگر خواص سے اس پر بعضے مواخذات ہوتے ہیں جیسا آگے اس کی تائید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جو زندانی سے فرمایا اذ کرنی عند ربک اس پر یہ اثر مرتب کیا گیا فلبث فی السجن بضع سنین)

فائدہ:- جاننا چاہئے کہ ایسے مواخذات کا حاصل کوئی دنیوی کلفت ہے نہ کو مواخذہ اخرویہ ورنہ مباح شرعی مباح نہ رہے گا۔ وھذا خلف

مواخذتہ یوسف صدیق علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بجس بضع سنین بسبب یاری خواستن از غیر حق و گفتن واذ کرنی عند ربک الی آخر الایۃ (حضرت) یوسف صدیق کا (ہمارے نبی اور ان پر درود اور سلام ہو) قید خانہ کے ذریعہ کچھ سال مواخذہ ان کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے سبب کہ ”اور میرا ذکر کر دے اپنے آقا کے سامنے“

آپنا نیک یوسف از زندانی	بانیازے خاضع شعدانی
جیسا یوسف علیہ السلام نے ایک زندانی سے	جو کہ بانیاز خاضع مغلوب غم تھا
خواست یاری گفت چوں بیروں روی	پیش شہ گردا مورت مستوی
یاری چاہی فرمایا کہ جب تو باہر جاوے	بادشاہ کے نزدیک تیرے معاملات درست ہو جاویں
یاد من کن پیش تحت آں عزیز	تا مرا ہم و اخرد زیں جس نیز
تو میرا بھی ذکر کرنا اس عزیز کے دوبارہ	تاکہ مجھ کو بھی اس جس سے خلاصی دے دے
کے دہد زندانی در اقتناص	مرد زندانی دیگر را خلاص
ایک زندانی جو خود شکار کردگی میں ہے	دوسرے زندانی شخص کو کب رہائی دے سکتا ہے
اہل دنیا جملگاں زندانی اند	انتظار مرگ دار فانی اند
اہل دنیا سب زندانی ہیں	موت دار فانی کے منتظر ہیں
جز مگر نادر یکے فردانی	تن بزندان جان او کیو اینے
بجز نادر کسی یکتا کے	جس کا تن تو زندان میں ہو روح اس کی کیوانی ہو
پس جزائے آنکہ دید اورا معین	ماند یوسف جس در بضع سنین
پس اس امر کی جزاء میں کہ انہوں نے اس کو معین دیکھا	یوسف علیہ السلام جس چند سال اور رہے

یاد یوسف دیو از عقلش سترد	وزدش دیو آں سخن از یاد برد
یاد یوسف کو شیطان نے اس کے ذہن سے محو کر دیا	اور اس کے دل سے شیطان نے وہ بات یاد سے نکال دی
زیں گنہ کا مد از اں نیکو خصال	ماند در زنداں زد اور ہفت سال
اس لغزش سے کہ اس کو نیکو خصال سے صادر ہوئی	وہ زندان میں حق تعالیٰ کی طرف سے سات سال اور رہے
کہ چہ تقصیر آمد از خورشید داد	تا تو چوں خفاش افقی در سواد
کہ کون سی کمی ہوئی تھی خورشید عطا کی طرف سے	جس سے تم خفاش کی طرح ظلمت میں پڑ جاؤ
ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب	تا تو یاری خواہی از ریگ و سراب
ہاں کوئی کمی ہوئی تھی بحر اور سحاب کی طرف سے	جس سے تم ریگ اور سیراب سے یاری چاہنے لگو
عام اگر خفاش طبع اند و مجاز	یوسفاً داری تو آخر چشم باز
عوام اگر خفاش طبع اور مجاز پرست ہیں	اے یوسف آخر تم تو چشم کشادہ رکھتے ہو
گر خفاشے رفت در کور و کبود	باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود
اگر کوئی خفاش کوری و کبودی میں چلا گیا	اس باز کو جو سلطان کو دیکھے ہوئے ہے آخر کیا ہو گیا
پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد	کہ مساز از چوب بوسیدہ عماد
پس اس لغزش پر ان کو مصلح نے تادیب فرمائی	کہ چوب بوسیدہ سے ستون مت بنانا
لیک یوسف را بخود مشغول کرد	تا نیاید وردش ز اں جس درد
لیکن یوسف علیہ السلام کو اپنے میں مشغول فرمایا	تاکہ ان کے دل میں جس سے کلفت نہ ہو
آ پنخانش انس و مستی داد حق	کہ نہ زنداں ماند پیشش نے عشق
ان کو حق تعالیٰ نے ایسا انس اور سکر عطا فرمایا	کہ ان کو نہ زندان کا خیال آیا نہ تارکی کا
نیست زندانے وحش تر از رحم	ناخوش و تاریک و پر خون و و خم
رحم سے زیادہ کوئی زندان وحش نہیں ہے	ناخوش اور تاریک اور پر خون و خم
چوں کشادت حق در پچہ سوئے خویش	در رحم ہر دم فزایدتنت بیش
لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے تیرے لئے اپنی طرف ایک درپچہ کھول دیا ہے	تو رحم ہی میں ہر وقت تیرا جسم زیادہ ہی زیادہ بڑھتا چلا جاتا ہے
اندر اں زنداں ز ذوق بیقیاس	خوش شگفت از غرس جسم تو حواس
اسی زندان میں بوجہ ذوق بے حساب کے	تیرے درخت جسم سے حواس خوب شگفت ہو گئے



ز اں رحم بیروں شدن بر تو درشت	می گریزی از زہارش سوئے پشت
اس رحم سے باہر آنا تجھ پر گراں ہو گیا	تو اس کی فرج سے پشت کی طرف بھاگنے لگتا ہے
راہ لذت از دروں داں نز بروں	اہلبی داں جستن قصر و حصوں
لذت کا راستہ داخل سے جان نہ کہ خارج سے	قصر اور قلعوں کا تلاش کرنا اہلبی جان
آں یکے در کنج مسجد مست و شاد	واں یکے در باغ ترش و نیمراد
ایک فخص گوشہ مسجد میں مست اور شاد ہے	اور ایک فخص باغ میں ترش رو اور بے مراد ہے
قصر چیزے نیست ویراں کن بدن	گنج در ویرانی ست اے میرمن
قصر کوئی چیز نہیں بدن کو ویران کر دے	خزانہ ویرانی ہی میں ہے اے میرے امیر
ایں نمی بینی کہ در بزم شراب	مست آنکہ خوش شود کوشد خراب
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ بزم شراب میں	مست اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ خراب ہو جاوے
گرچہ پر نقش ست خانہ بر کنش	گنج جو و ز گنج آباداں کنش
اگرچہ یہ گھر پر نقش ہے	خزانہ ڈھونڈ لے اور خزانہ سے اس کو آباد کر دے
خانہ پر نقش و تصویر و خیال	ویں صور چوں پردہ برگنج وصال
خانہ پر نقش و تصویرات و خیالات	اور یہ تصویرات گنج وصال پر مثل حجاب کے ہیں
پر تو گنج ست و تابشہائے زر	کہ دریں سینہ ہمی جوشد صور
یہ اس گنج کا عکس ہے اور زر کی شعاعیں ہیں	کہ اس سینہ میں تصویرات جوش کر رہی ہیں
ہم ز لطف و عکس آب با شرف	پردہ شد بر روی آب اجزائے کف
نیز آب با شرف کی لطافت اور جھلک سے	حاجب ہو گئے کف کے اجزاء جو کہ روئے آب پر ہیں
ہم ز لطف و جوش جان با ثمن	پردہ بر روی جان شد شخص تن
نیز روح باقیمت کی لطافت اور جوش سے	حاجب ہو گیا چہرہ روح پر یہ فخص بدن
پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست	کانچہ بر مای رود آں ہم ز ماست
پس وہ مثل سن لے جو کہ زبانوں پر جاری ہے	کہ ہم پر جو گزرتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے
زیں حجاب ایں تشنگان کف پرست	زاب صافی اوفتادہ دور دست
اس حجاب کے سبب یہ تشنگان کف پرست	آب صاف سے دور واقع ہو گئے

(سعداں گیا ہے ست و گرہ بند نعل و گرہ رشتہ تراز و کمائی الصراح و اس جا بمعنی گرہ مناسب می نماید یعنی منسوب بگرہ اے غمگین کذا قال ولی محمد قلت زیرا کہ از غم و تنگی بردل مشابہ گرہ می افتد اور قاموس میں اس گیاه کو خاردار کہا ہے تو سعدانی کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں آنکہ خار غم در دل داشتہ باشد دونوں حال میں حاصل معنی مغلوب غم ہوئے وجہ ربط او پر مذکور ہوئی یعنی خواص کی تو اس طرح تادیب ہوتی ہے) جیسا یوسف علیہ السلام نے ایک زندانی سے جو کہ (خود) بانیاز (یعنی عاجز اور) خاضع (یعنی پست اور قبل خلاص کلفت زنداں سے) مغلوب غم تھا (کہ یہ مغلوبیت و تاثر بھی دلیل ہے نفی قدرت و کبریا کی حاصل معنی یہ کہ انہوں نے زندانی عاجز سے) یاری چاہی (یعنی یوں) فرمایا کہ جب تو (زنداں سے) باہر جاوے (اور) بادشاہ کے نزدیک تیرے معاملات درست ہو جاویں تو میرا بھی ذکر کرنا اس عزیز (یعنی شاہ مصر) کے روبرو (قال تعالیٰ و قال للذی ظن انه ناج منهمما اذ کرنی عند ربک اور لفظ تحت تابع ہے جیسا زنجیر قیل و ضرب بندوق) تاکہ مجھ کو بھی (تیری طرح) اس جس سے خلاصی دے دے (تسمیم مضمون کے قبل مولانا ہم لوگوں کو خطاب کرتے ہیں نہ کہ یوسف علیہ السلام کو بطور فرض کے تاکہ یہ مخدور لازم آوے کہ غیر نبی کو کیا منصب ہے نبی کو نصیحت کرنے کا یا نعوذ باللہ ان کی غلطی نکالنے کا ہاں نبی کو نصیحت یا ان کا تخطیہ حق تعالیٰ فرما سکتے ہیں۔ کما سیاتی کہ چہ نقصیر آمدان یا دوسرے نبی کچھ فرما سکتے ہیں۔ کما سیاتی من الحدیث اور غیر نبی اس کو نقل کر سکتا ہے پس یہ خطاب ہم کو ہے کہ حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو جو نصیحت فرمائی جس کو ہم بدوں حق تعالیٰ کے فرمائے ہوئے و دخل فیہ الحدیث ایضاً ہرگز نہیں سمجھ سکتے تھے ہم کو بھی اس نصیحت پر عمل کرنا چاہئے اور غیر حق پر اتنی نظر بھی نہ رکھنا چاہئے خصوصاً اہل دنیا پر پس اسی کو فرماتے ہیں کہ یہ معلوم اور ظاہر ہے کہ) ایک زندانی جو خود شکار کردگی (اور بستگی کی حالت) میں ہے (یعنی زندان میں ہے وہ) دوسرے زندانی شخص کو کب رہائی دے سکتا ہے (ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو بہت ظاہر ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) اہل دنیا سب زندانی ہیں (یعنی زندانیوں کی طرح عاجز و مغلوب ہیں اور محبان دنیا گرفتار شہوات وغیرہ بھی چنانچہ ایک کھلی علامت ان کے زندانی ہونے کی یہ ہے کہ) موت دارفانی کے منتظر ہیں (جیسا زندانی منتظر خلاص کا ہوتا ہے پس دونوں مقدموں سے یہ مدعا ثابت ہوا کہ ایک گرفتار دنیا دوسرے گرفتار دنیا کو خلاصی نہیں دے سکتا۔ پس اس سے کیا استعانت کی جاوے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعد مرگ بالمعنی المانع عن الاستعانة به زندانی نہیں رہتا کیونکہ اس معنی کا حاصل تو غیر حق و مسخر القدرۃ الالہیہ ہونا ہے اور یہ معنی مشترک ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا علاوہ اس معنی مشترک کے دوسرے اعتبار سے بھی زندانی ہیں کہ گرفتار شہوات وغیرہ ہیں ان پر نظر رکھنا اور بھی زیادہ قبیح ہے پس یہ گرفتاری موت پر منتہی ہو جاتی ہے اسی طرح اہل مجاہدہ اس گرفتاری سے حیات میں بھی رہا ہو جاتے ہیں جس کا شعر آئندہ میں استثنا کرتے ہیں اور اسی لئے باوجود استعانت مذکورہ کے مذموم علی الاطلاق رہنے کے ایک اور استعانت اس زندان شہوات سے رہائی پانے والوں سے جائز بلکہ محمود ہو جاتی ہے چنانچہ اہل حق سے امر دین میں استعانت محمود ہے کہ وہ استعانت بالحق اور الحق ہی ہے قال تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع الله و قال تعالیٰ فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون و قال تعالیٰ کونوا مع الصادقین و قال تعالیٰ و اتبع سبیل من اناب الی وہ استثناء یہ ہے کہ سب اہل دنیا بمعنی تحمین للذنیہ گرفتار ہیں) بجز نادر کسی یکتا (یعنی کامل) کے جس کا تن تو زندان (دنیا) میں ہو (مگر) روح اس کی کیوانی (یعنی عالی مشابہ مقیم فلک سابع زحل) ہو (آگے تسمیم ہے مضمون قصہ یوسف علیہ السلام کی یعنی چونکہ انہوں نے اس زندانی سے وہ درخواست کی) پس اس امر کی جزاء میں کہ انہو



اں نے اس کو معین دیکھا یوسف علیہ السلام جس میں چند سال اور رہے (جس کی صورت یہ ہوئی کہ) یاد یوسف کو شیطان نے اس (زندانی) کے ذہن سے محو کر دیا اور (مطلب اس کا یہ ہے کہ) اس کے دل سے شیطان نے وہ بات یاد سے نکال دی (قال تعالیٰ فانساہ الشیطان ذکرہ پس) اس لغزش سے کہ اس نیکو خصال سے صاد ہوئی۔ وہ زندان میں حق تعالیٰ کی طرف سے سات سال اور رہے (وقال تعالیٰ فلبث فی السجن بضع سنین والبضع مابین الثلث والتسع اور اس کو مولانا کا لفظ گناہ سے تعبیر کرنا بطور حکایت من اللہ کے ہے کہ ان کو حق ہے زلت کو عصیان فرمانے کا کما قال تعالیٰ و عصی آدم ربہ فغوی ورنہ عصمت انبیاء کی عموماً اور تثبٹ بالاسباب فی مرتبۃ التدرج کا معصیت نہ ہونا خصوصاً نصوص قطعیہ سے ثابت ہے پس لفظ گناہ اپنے معنی پر نہیں۔ رہا یہ عتاب سوا اس لئے تھا کہ یوسف علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ فاضل کو چھوڑ کر افضل کو اختیار فرماتے کہ وہ عدم استعانت مطلقاً تھی اسباب ظلیہ سے کیونکہ یہ تدبیر اسباب یقینیہ عادیہ سے نہ تھی جس کا ترک کرنا ناجائز ہوتا اور یہ امر کہ ان کا لبث فی السجن اس وجہ سے تھا مدلول قرآنی تو نہیں ہے جیسا احقر نے تفسیر میں لکھ دیا ہے مگر ایک حدیث میں وارد ہوا ہے جس کی سند کی مجھ کو تحقیق نہیں لیکن اگر سند صحیح بھی ہو تب بھی اس کی توجیہ ابھی معروض ہوئی ہے بقولی یوسف علیہ السلام کی شان یہ تھی الخ اور وہ حدیث یہ ہے عن ابن عباس مرفوعاً فی حدیث طویل مدح فیہ اولاً علی صبر یوسف و کرمہ فی الثانی فی الخروج من السجن ثم قال ثانیاً ولولا الکلمۃ لمالبث فی السجن حیث یبغی الفرج من عند غیر اللہ قولہ اذ کرنی عند ربک کذا فی کنز العمال عن الطبرانی و ابن مردویہ و ابن النجار جلد ۶ ص ۱۲۹ نمبر ۲۰۲ اور مصرعہ ثانیہ میں زداور آیا ہے وہ جیسا صراحتہ لبث کے من اللہ ہونے پر دل ہے اسی طرح اشارۃ مقولہ آئندہ کے من اللہ ہونے کا قرینہ ہو سکتا ہے یعنی حضرت داود کی طرف سے اس یاری کے سبب لبث ہونے کے متعلق ارشاد ہوا) کہ کوئی کمی ہوئی تھی خورشید عطا کی طرف سے جس سے تم خفاش کی طرح ظلمت (شب) میں پڑ جاؤ ہاں کوئی کمی ہوئی تھی بحر اور سحاب کی طرف سے جس سے تم ریگ اور سراب سے یاری چاہنے لگو۔ عوام اگر خفاش طبع اور مجاز پرست ہیں (مگر) اے یوسف آخر تم تو چشم کشادہ رکھتے ہو اگر کوئی خفاش کوری و کبودی میں چلا گیا (تو تعجب نہیں مگر) اس باز کو جو سلطان کو دیکھے ہوئے ہے آخر کیا ہو گیا پس اس لغزش پر ان کو مصلح (حقیقی) نے تادیب فرمائی کہ (آئندہ کو) چوب بوسیدہ سے ستون مت بنانا (یہ تو حاصل ہوا عتاب و تادیب کا) لیکن (چونکہ اس حالت میں بھی یوسف علیہ السلام مقبول و محبوب تھے اس لئے عین اس عتاب میں یہ عنایت بھی فرمائی کہ) یوسف علیہ السلام کو اپنے میں مشغول فرمالیا (یعنی تجلیات خاصہ میں مستغرق فرمادیا) تاکہ ان کے دل میں اس جس سے کلفت نہ (پیدا) ہو (یعنی) ان کو حق تعالیٰ نے ایسا انس اور سکر عطا فرمایا کہ ان کو نہ زندان کا خیال آیا نہ تاریکی کا (جو کہ زندان میں تھی آگے اس استبعاد کو کہ زندان و تاریکی سے کیسے کوئی مانوس ہو سکتا ہے دفع فرماتے ہیں کہ دیکھو) رحم (مادر) سے زیادہ کوئی زندان موجب محوش نہیں ہے (کہ) ناخوش (بھی) اور تاریک اور پر خون اور ناگوار (یعنی فی نفسہ وہ ایسا ہے چنانچہ ظاہر ہے) لیکن (باوجود اس کے) چونکہ حق تعالیٰ نے تیرے لئے (وہاں) اپنی طرف ایک دریچہ کھول دیا ہے تو (اس) رحم ہی میں ہر وقت تیرا جسم زیادہ ہی بڑھتا چلا جاتا ہے (اور) اسی زندان (رحم) میں بوجہ ذوق بے حساب کے (اور وہ دریچہ بھی ذوق تکوینی و عدم تو حش من الرحم ہے پس اس ذوق کی وجہ سے اسی زندان میں) تیرے درخت جسم سے (تیرے) حواس (کے پھول کیسے) خوب شگفتہ ہو گئے (اور نشوونما بدن اور قوی کا موقوف ہے ملائمت و مناسبت پر اور عدم ملائمت و منافرت میں تو ذبول ہوتا ہے اور وہ ذوق

وانس ایسا غالب تھا کہ اس رحم سے باہر آنا تجھ پر گراں ہو گیا (کہ) تو (بوقت) قرب ولادت کبھی کبھی (اس) حاملہ کی فرج سے (کذافی الغیث اس کی) پشت کی طرف بھاگنے لگتا ہے (یعنی رحم کے بالائی حصہ میں جو محاذ پشت کی ہے چڑھ جاتا ہے چنانچہ تولد کے وقت کبھی ایسا بھی ہوتا ہے تو اگر طبعاً وہ جگہ مانوس نہ ہوتی تو ایسا کبھی واقع نہ ہوتا تو اس رحم کی مانوسیت سے وہ استبعاد دفع ہو گیا اور زہارش میں مرجع عورت ہے لفظ رحم مصرعہ اولیٰ میں اس پر قرینہ دالہ ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر جب وہ محل ایسا مانوس نہ ہے تو چاہئے اس سے خروج ہی نہ ہو بات یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اس کو چاہتے ہیں تو خروج کو مقتضا طبیعت کا اور مانوس نہ بنادیتے ہیں پس وقت وضع کے قبل تک رحم مانوس رہتا ہے اور اس وقت کے قریب خروج من الرحم کو مانوس نہ بنادیتے ہیں اور جو مقصود تھا یعنی دفع استبعاد وہ مدت مقدرہ تک مانوسیت رحم کے ثابت ہونے سے بھی حاصل ہو گیا وہ مانوسیت ابدیہ پر موقوف نہیں آگے اس مانوسیت فیما لا يتوقع ظاہراً کی لم تفصیل بیان کرتے ہیں جس کو اجمالاً اوپر یوسف رابحہ مشغول کرد اور زذوق بے قیاس میں بھی ذکر کر چکے ہیں (یعنی لذت کا راستہ داخل سے جان نہ کہ خارج سے) (یعنی لذت کا مدار اسباب خارجیہ نہیں بلکہ اس کا مدار قلب ہے اس میں انس پیدا ہونے سے لذت ہوتی ہے گو ظاہری اسباب اس کے خلاف ہی ہوں پس) قصر اور قلعوں کا (لذت کے لئے) تلاش کرنا اہل بی جان (چنانچہ رحم جیسے تنگ جگہ میں حصول ذوق ہوتا ہے چنانچہ اسی سبب سے) ایک شخص گوشہ مسجد میں مست اور شاد ہے (اور ظاہر میں گو وہ گوشہ ویران ہی ہو) اور ایک شخص باغ میں ترش رو اور بے مراد ہے (حالانکہ ظاہراً بہار کی جگہ میں ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلے شخص کے قلب میں کوئی خوشی کا خیال ہے اور دوسرے کے قلب میں کوئی غم کا خیال ہے آگے بطور انتقال کے اس قاعدہ مذکورہ پر ایک مستقل مضمون کی تفریع ہے جس کا اوپر ذکر نہ تھا یعنی جب معلوم ہو گیا کہ اصل اعتبار باطن کا ہے اور اس کے مقابلہ میں ظاہر کوئی چیز نہیں تو تجھ کو تن پروری و تن آرائی چھوڑ کر عمارت باطن میں مشغول ہونا چاہئے مقصود امر ہے مجاہدہ و ریاضت و اصلاح باطن کا اسی کو فرماتے ہیں کہ) قصر کوئی چیز نہیں (کما علمت اہل بی دان پس) بدن کو (کہ مشابہ قصر ہے) ویران کر دے (کیونکہ) خزانہ ویرانی ہی میں (ہوتا) ہے اے میرے امیر (پس اسی طرح جب مجاہدہ سے مقتضیات مذمومہ قوی جسمانیہ شہوت و غضب کو مغلوب کرے گا کہ یہ ان کی ویرانی ہے نفس صفات حمیدہ سے متصف ہو کر مورد تجلیات بنے گا کہ یہ گنج ہے یہ ایک مثال تھی آگے اس ویرانی کے مطلوب ہونے کی دوسری مثال ہے کہ) کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ بزم شراب میں مست اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ (باعتبار حواس بدنہ کے) خراب (اور ویران) ہو جاوے (یعنی اس کے حواس معطل ہو جاویں مراد اس سے کامل نشہ ہے کہ یہ اس کے لوازم سے ہے اسی طرح تجھ پر جب مستی حق ان ادراکات کے خاص افعال و آثار پر کہ توجہ الی غیر الحق و انہماک فی اللذات ہے غالب ہو جاوے جب فرح حقیقی حاصل ہوگی اور چونکہ ظاہراً اس ویرانی مذکور میں ایک درجہ کی دنیوی مضرت ہے اور یہ خیال مانع ہمت ہو سکتا تھا اس لئے اس خیال کو رفع کر کے ہمت بڑھاتے ہیں کہ) اگرچہ یہ گہر پر نقش (و جمیل) ہے (اور اس لئے ویران کرنا مضر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقش و نگار بھی سب مٹ جاویں گے لیکن واقع میں مضر نہیں پس اس کو ویران کر کے اس میں سے) خزانہ ڈھونڈھ لے اور (اسی) خزانہ سے اس کو آباد کر دے (حاصل یہ ہوا کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی گھر کے اندر بنیاد کے نیچے خزانہ مدفون ہو جو بدوں بنیاد نکالے ہوئے حاصل نہ ہو اور پھر اس خزانہ سے پہلے سے بھی اچھا گھر بنادیا جاوے تو اس ویرانی کو مضر کون کہے گا اسی طرح جن اخلاق و مقتضیات کو زائل کرو گے اس سے اچھے اخلاق و ملکات میسر ہوں گے جس سے آخرت میں تو خیر اور اقی ملے ہی گا باقی دنیا میں بھی ایسی حیوۃ طیبہ



میسر ہوگی جس پر سلاطین بھی غبطہ کریں اس لئے یہ ویرانی سبب زیادہ آبادی کا ہو گئی اس سے تو ویرانی مذکور کا مضر نہ ہونا بلکہ نفع ہونا ثابت ہوا لیکن واجب ہونا اور اس کا ترک کا مضر ہونا ثابت نہیں ہوا اور مطلوب یہی تھا جیسا کہ اوپر ویران کن بدن اور خانہ پر کنش میں امر مفید و خوب ہے آگے اس کو فرماتے ہیں یعنی جس خانہ پر نقش و نگار کے انہدام کو اور اس نقش و نگار کے انعدام کو مانع تخریب و استیصال سمجھ رہے ہوں الحقیقت اس گھر کا اور ان نقوش کا رہنا مضر اور مانع مقصود ہے کیونکہ یہ خانہ پر نقش و تصویرات و خیالات اوپر (اس خانہ میں جو) یہ تصویرات (ہیں یہ سب) گنج وصال پر مثل حجاب کے ہیں (خیال عطف تفسیری ہے مطلب یہ کہ یہ خیالات کہ بمنزلہ نقوش و تماثل کے ہیں چنانچہ ان کا صور ذہنیہ ہونا ظاہر ہے یہ مانع ہیں توجہ تام الی اللہ سے اور یہ بھی ظاہر ہے اور بدوں توجہ تام کے معیت و قرب کہ وصل اس سے عبارت ہے میسر نہیں ہوتا اس لئے ان کا نہ مٹانا مضر ہے یہ ایک مثال ہوئی ادراکات متعلقہ غیر کے مانع عن المقصود ہونے کی آگے اس مثال کی تسمیہ ہے کہ یہ اس گنج کا عکس ہے اور زر (گنج) کی شعاعیں ہیں کہ اس سینہ میں تصویرات جوش کر رہی ہیں (یعنی یہ تصویرات محبوبہ جو تمہارے قوی مدد کہ میں ہجوم کرتے ہیں ان کی نسبت اس مقصود حقیقی کے ساتھ ایسی ہے جیسے عکس و شعاع کو زر و گوہر خزانہ کے ساتھ تو عکس کو جب کوئی شخص ایسا محبوب سمجھتا ہے اگر وہ اصل کا مشاہدہ کر لے تو عکس کو یاد بھی نہ کرے نیز عکس کے جمال و محبوبیت سے اصل کے جمال و محبوبیت پر استدلال کر کے اس کے مشاہدہ کا اشتیاق اور رغبت بھی ہونا چاہئے لیکن جب تک عکس سے نظر نہ ہٹاؤے اصل کا مشاہدہ ہو نہیں سکتا اسی طرح جن صور ذہنیہ سے تم کو محبت و عشق ہے کہ ان کا نکالنا نہیں چاہتے یہ سب عکس اور ظل سے محبوب حقیقی کا۔

حسن خویش از روئے خوالا آشکارا کرۃ الخ پچہ باشد آن نگار خود کہ بندایں نگار ہا۔ تو اصل کا مشاہدہ کرو تا کہ ان کی کچھ بھی وقعت نہ رہے لیکن بدوں ان سے نظر ہٹائے ہوئے اس کا مشاہدہ ممکن نہیں پس یہ صور خیالیہ حجاب مقصود ہیں ان کو رفع کر دے اسی حاجیت و مانعیت کی دوسری مثال ہے کہ (نیز) اس کی ایسی مثال ہے جیسے (آب با شرف کی لطافت اور جھلک سے حاجب ہو گئے کف کے اجزاء جو کہ روئے آب پر ہیں) کہ باوجودیکہ اسی سے ناشی مگر اس سے ہی حجاب ہو گئے اسی طرح صور خیالیہ اسی موجود حقیقی سے ناشی اور اس کا حجاب ہو گئے آگے اس مانعیت کی تیسری مثال ہے کہ (نیز روح با قیمت کی لطافت اور جوش (عشق حق) سے حاجب ہو گیا چہرہ روح پر یہ شخص بدن (چنانچہ ظاہر ہے کہ غلبہ احکام جسمیہ سے روح کے یہ آثار مغلوب و مضحل ہو رہے ہیں آگے اس تقریر مذکور پر ایک تفریع ہے یعنی جب تقریر مذکور سے معلوم ہوا کہ مانع عن المقصود ایسی چیزیں ہیں کہ وہ ہمارے ہی ادراکات و صفات ہیں جو کہ ہمارے اندر موجود ہیں) پس (اس سے) وہ مثل سن لے (کہ صادق آگئی) جو کہ زبانوں پر جاری ہے کہ ہم پر جو گزرتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے (چنانچہ ہم پر بلا بعد عن الحق کا منشاء ہمارے ہی اندر کی چیزیں ہیں آگے اسی حاجیت مذکورہ کا ایک مثال میں جو اوپر بھی شعر ہم زلف و عکس آب الخ میں آچکی ہے پھر ایسے طور پر اعادہ ہے کہ اس میں اس حاجیت کا خصوصیت کے ساتھ ایک عملی اثر بھی تصریحاً مذکور ہے یعنی رجوع الی غیر الحق جس سے علاوہ تائید مقام کے ایک قسم کی تمہید بھی ہو گئی قصہ عماد الملک اور اس کے مضمون مذکور بالا با حضور آفتاب الخ کی طرف رجوع کرنے کی جو کہ مابعد کے شعر سے ہے آفتاب الخ اور یہ طریق رجوع کا نہایت ہی لطیف واقع ہوا پس فرماتے ہیں کہ) اس حجاب (مذکور) کے سبب یہ تشنگان کف پرست آب صاف سے دور واقع ہو گئے (اور تشنگی سے کف کے طالب ہو

گئے اور عملی غلطی یہ ہے جیسا وہ امیر صاحب اسپ عماد الملک کی طرف رجوع لایا اور گویا یہاں تک سب عماد الملک کے اقوال ہیں بدلیل قولہ القریب در عماد الملک ایں اندیشہ ہالغ اور آگے تو صراحتہ اسی کا قول ہے آفتابا و سیاتی

آفتابا باچو تو قبلہ و امیم	شب پرستی و خفاشی می کنیم
اے آفتاب تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے	ہم شب پرستی اور خفاشی کر رہے ہیں
سوئی خود کن ایں خفاشاں را مطار	زیں خفاشی شاں بخراے مستجار
آپ ان خفاشوں کی پرواز کو اپنی طرف کیجئے	اس خفاشی سے ان کو چھڑا دے اے وضوات جس کی پناہ چاہی جاتی ہے
ایں جواں زیں جرم ضالست و مغیر	کہ بمن آمد و لے او را مکیر
یہ جوان اس جرم سے گمراہ ہے اور غارت کنندہ ہے	کہ یہ میرے پاس آیا لیکن اس پر مواخذہ مت فرما
در عماد الملک ایں اندیشہا	گشت جوشاں چوں اسد در پیشہا
عماد الملک کے اندر یہ خیالات	جوش زن ہو رہے تھے جیسا شیر بیشہ میں
ایستادہ پیش سلطان ظاہرش	در ریاض غیب جان طارش
اس کا ظاہر سلطان کے رو برو کھڑا تھا	اس کی روح پاک ریاض غیب میں تھی
چوں ملائک او باقلیم الست	ہر دے می شد ز شرب تازہ مست
مثل ملائکہ کے وہ اقلیم الست میں	ہر لمحہ شراب نوشی تازہ سے مست ہو رہا تھا
اندروں سورو بروں چوں پر غمی	در تن ہیمچوں لحد خوش عالمے
باطن میں تو شادی تھی اور ظاہر مثل پر غم کے تھا	تن مشابہ لحد میں ایک لطیف عالم تھا
او دریں حیرت بدو در انتظار	تاچہ پیدا آید از غیب و سرار
وہ اسی حیرت اور انتظار میں تھا	کہ دیکھئے کیا ظاہر ہوتا ہے غیب اور نہاں سے
اسپ را اندر کشیدند آں زماں	پیش خرم شاہ سرہنگاں کشاں
گھوڑے کو اس وقت خوارزم شاہ کے رو برو	سرہنگ کشاں کشاں لائے
الحق اندر زیر ایں چرخ کبود	آنچناں اسپے بقدر و تگ نبود
واقعی اس چرخ کبود کے نیچے	دیا گھوڑا قد میں اور دوش میں نہ تھا
می ربودے رنگ او ہر دیدہ را	مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را
اس کا رنگ ہر آنکھ کو چھینے لیتا تھا	مرحبا اس مولود من البرق والقر پر



ہمچو مہ ہمچوں عطارد تیز رو	گویا صرصر علف بودش نہ جو
وہ مثل چاند کے مثل عطارد کے تیز رد تھا	گویا باد صرصر اس کا چارہ تھا نہ کہ جو
ماہ عرصہ آسماں را در شبے	می برد اندر مسیر و مذہبے
چاند میدان آسمان کو ایک شب میں	قطع کرتا ہے میر اور رفتار میں
چوں بیک شب مہ برید ابراج را	از چہ منکر می شوی معراج را
جب ایک شب میں قمر نے برجوں کو قطع کر لیا	کس سب سے تو منکر ہوتا ہے معراج کا
صد چو ماہ است آں عجب در یتیم	کہ بیک ایمائے اوشد مہ دو نیم
وہ عجب در یتیم تو سو چاند جیسے ہیں	کہ آپ کے ایک اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا
آں عجب کو در شکاف مہ نمود	ہم بقدر ضعف حس خلق بود
وہ عجب معاملہ جو آپ نے شق القمر میں ظاہر فرمایا	محض ادراک خلق کے ضعف کی مقدار پر تھا
کاروبار انبیا و مرسلوں	ہست از افلاک و اختر ہا باروں
انبیاء و مرسلین کے کاروبار	تو افلاک و کواکب سے بھی باہر ہیں
تو بروں روہم ز افلاک و دوار	وانگہاں نظارہ کن آں کاروبار
تو افلاک گردندہ سے باہر جا	اور اس وقت اس کاروبار کو دیکھ
در میان بیضہ چوں فرخہا	نشوی تسبیح و مرغان ہوا
مثل چوزہ پرند کے بیضہ کے اندر ہے	مرغان ہوا کی تسبیح کو نہیں سنتا
معجزات اینجا نخواہد شرح گشت	ز اسپ و خرم شاہ گوی و سرگذشت
معجزات اس مقام پر شرح میں نہیں آ سکتے	اسب اور خوارزم شاہ کا قصہ اور سرگذشت کہو
آفتاب لطف حق بر ہر چہ تافت	از سگ و از اسپ فرکہف یافت
جس چیز پر بھی لطف حق کا آفتاب چمک گیا	خواہ وہ سگ ہو یا اسب ہو اس نے پر تو کہف کا پالیا
تاب لطفش را تو یکساں ہم مداں	سنگ را و لعل را داد او نشان
تو اس کے شعاع لطف کو بھی یکساں مت جان	سنگ کو اور لعل کو اس نے نشان دیا ہے
لعل رازاں ہست گنج مقتبس	سنگ را گرمی و تابانی و بس
لعل کے پاس اس سے ایک خزانہ حاصل شدہ ہے	سنگ کے پاس گرمی اور تابش ہے اور بس

آنکہ بر دیوار افتد آفتاب      آنچنان نبود کز آب واضطراب

وہ دھوپ جو دیوار پر واقع ہوتی ہے      وہ ویسی نہیں ہوتی جیسے کسی پانی سے جنبش کرتی ہوئی

رجوع بحکایت سلطان و اسب و عماد الملک و پشیمان کردن شاہ را  
سلطان اور گھوڑے اور عماد الملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دے حیراں شد از دے شاہ فرد	روی خود سوی عماد الملک کرد
جب تھوڑی دیر تک اس سے حیران ہو چکا وہ شاہ یکتا	تو اپنا رخ عماد الملک کی طرف کیا
کائے انخی بس خوب اسپے نیست ایں	از بہشت ست ایں مگر نے از زمیں
کہ اے بھائی کیا بہت عمدہ گھوڑا نہیں ہے یہ	بہشت سے آیا ہے یہ غالباً زمین کا نہیں ہے
پس عماد الملک گفتش اے خدیو	چوں فرشتہ گردد از میل تو دیو
پس عماد الملک نے اس کو جواب دیا کہ اے بادشاہ	آپ کی رغبت سے دیو بھی مثل فرشتہ کے ہو جاتا ہے
در نظر آنچہ آوری گردید نیک	پس گش و رعناست ایں مرکب و لیک
جس چیز کو آپ نظر میں لے آویں وہ عمدہ ہی ہوگئی	یہ مرکب بہت خوب اور زیبا ہے لیکن
ہست ناقص آں سراندر پیکرش	چوں سرگاؤ ست گوئی ایں سرش
وہ سر جو اس کے دہڑ میں ہے وہ ناقص ہے	گویا اس کا یہ سر مثل سرگاؤ کے ہے
در دل خرم شہ ایں دم کار کرد	اسب را در منظر شہ خوار کرد
خوارزم شاہ کے دل میں یہ کلام کام کر گیا	اس نے اسب کو نظر شاہ میں بے قدر کر دیا
چوں غرض دلالہ گشت و واصفے	از سہ گز کر باس یابی یوسفے
جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جادے	تو تین گز پارچہ سے تو یوسف کو پا سکتا ہے
چوں کہ ہنگام فراق جاں شود	دیو دلال در ایماں شود
جب مفارقت روح کا وقت ہوتا ہے	شیطان گوہر ایمان کا دلال ہوتا ہے
پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب	اندر ایں تنگی بیک ابریق آب
پس احمق ایمان کو جلدی سے بچ ڈالتا ہے	اس تنگی کے وقت پانی کی ایک لٹیا کے عوض
واں خیالے باشد و ابریق نے	قصد آں دلالہ جز تخریق نے
اور وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لٹیا نہیں ہوتی	اس دلال کا قصد بجز پارہ پارہ کرنے کے نہیں ہے



ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی	صدق را بہر خیالے میدہی
اس وقت کہ تو تندرست اور قوی ہے	صدق کو ایک خیال کے واسطے دے ڈالتا ہے
می فروشی ہر زماں درے زکاں	می ستانی ہچو طفلے گردگاں
تو ہر وقت معدن میں سے ایک موتی بچ ڈالتا ہے	بچہ کی طرح ایک اخروٹ لے لیتا ہے
پس دراں رنجوری و روز اجل	نیست در گر بودانیت عمل
پس اس رنجوری اور یوم مرگ میں	کچھ عجیب نہیں اگر تیرا یہ عمل واقع ہو
در خیالت صورتے جوشیدہ	ہچو جوزے وقت دق بوسیدہ
تیرے خیال میں ایک صورت جوش کرتی ہے	چوٹ مارنے کے وقت مثل جوز بوسیدہ کے
ہست از آغاز چوں بدر آخیال	لیک آخر می شود ہچوں ہلال
شروع سے وہ خیال مثل بدر کے ہے	لیکن آخر میں وہ مثل ہلال کے ہو جاتا ہے
گر تو اول بنگری در آخرش	فارغ آئی از فریب فاترش
اگر اول ہی سے نظر کر لیا کرے اس کے آخر میں	تو تو اس کے فریب ست سے فارغ ہو جادے
جوز بوسیدست دنیا اے امیں	امتحان کم کن از دورش بہیں
دنیا جوز بوسیدہ ہے اے امین	اس کا امتحان مت کر اس کو دور ہی سے دیکھ لے
شاہ دید آں اسپ را با چشم حال	واں عماد الملک با چشم مآل
بادشاہ نے تو اس اسپ کو چشم حال سے دیکھا	اور اس عماد الملک نے چشم مآل سے دیکھا
چشم شہ دو گز ہی دید از لغز	چشم آں پایاں نگر پنجاہ گز
بادشاہ کی آنکھ دو گز دیکھتی تھی پچھار سوراخ سے	اس انجام کی آنکھ پچاس گز دیکھتی تھی
تاچہ سرمہ ست آنکہ یزداں میکشد	کز پس صد پردہ بیند جاں رشد
کیسا کچھ سرمہ ہے جو خدا تعالیٰ لگا دیتے ہیں	جس سے سو جاپوں میں سے روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے
چشم مہتر چوں بآخر بود جفت	پس بداں دیدہ جہاں راجیفہ گفت
سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ چونکہ آخر کے ساتھ مقرر نہ تھی	پس اس آنکھ سے دنیا کو جیلہ فرمایا
زیں یکے زمش کہ بشنود و حسب	بس فرد اندر دل شہ مہر اسپ
اس کی اس ایک ہی مذمت سے کہ بادشاہ نے سنی اور بس	بالکل افسردہ ہو گیا اسپ کا میلان بادشاہ کے دل میں

چشم خود بگذاشت چشم او گزید	ہوش خود بگذاشت قول او شنید
اپنی آنکھ چھوڑ دی اس کی آنکھ کو اختیار کیا	اپنے ہوش کو چھوڑ دیا اس کے قول کو سن لیا
ایں بہانہ بوڈ آں دیان فرد	از نیاز آں دردل شہ سرد کرد
یہ ایک بہانہ تھا اس دیاں فرد نے	نیاز سے اس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا
دربہ بست از حسن او پیش بھر	آں سخن بد درمیاں چوں بانگ در
اس نے اس کے حسن سے نظر کے سامنے دروازہ بند کر دیا	وہ قول درمیان میں مثل بانگ در کے تھا
پردہ کرد آں نکتہ را بر چشم شہ	کہ ازاں پردہ نمایدہ سیہ
اس نکتہ کو شاہ کی آنکھ پر حجاب کر دیا	کہ اس پردہ سے چاند سیاہ دکھائی دینے لگا
پاک بنائے کہ بر ساد حصوں	در جہان غیب از گفت و فسون
اس تعمیر بنانے والے نے جو کہ قلعے بناتا ہے	عالم غیب میں گفتار اور افسوں سے

اعمال الملک کی لسان سے رجوع ہے مضمون سابق با حضور آفتاب با کمال الخ کی طرف یعنی اے آفتاب تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے (دوسرے کی طرف جو ہم حاجات میں رجوع کرتے ہیں تو گویا) ہم شب پرستی اور خفائی کر رہے ہیں (پس) آپ ان خفاشوں کی پرواز کو اپنی طرف کیجئے (اور) اس خفائی سے ان کو چھڑا دے اے وہ ذات جس کی پناہ چاہی جاتی ہے یہ جو ان (مالک اسپ) اس جرم سے گمراہ ہے اور غارت کنندہ (کمال توحید) ہے (آگے بیان ہے اس جرم کا) کہ یہ میرے پاس (حاجت لے کر) آیا لیکن اس پر مواخذہ مت فرما (یہ عود ہے مضمون بالا شعر کا) خدا گر آں جو ان کثرت راہ الخ و شعر توازن خود بکن بروے مکیر الخ کی طرف غرض (اعمال الملک کے (ذہن کے) اندر یہ خیالات (مذکورہ از شعر کا) خدا الخ الی شعر اس جو ان الخ) جوش زن ہو رہے تھے جیسا شیر بیشہ میں (جوش و خروش میں ہوتا ہے اور) اس کا ظاہر (جسم) سلطان کے رو برو کھڑا تھا (اور) اس کی روح پاک ریاض غیب میں (ان واردات اور مناجات میں مشغول) تھی مثل ملائکہ۔ ہ اقلیم است میں (یعنی مقام الہام و مکالمت حق میں جس طرح الست برکم مع جوابہ میں مکالمت مع الحق ہوئی) ہر لحظہ شراب نوشی تازہ سے مست ہو رہا تھا (یعنی سکر سے حال غالب ہوتا تھا اور خطاب من الحق گو او پر صراحتہ مذکور نہیں لیکن ایسے مضامین چونکہ ملہم من اللہ ہوتے ہیں اس لئے ان کو کلام حق میں داخل کیا جس پر است دال ہے جو کہ کلام حق تھا اور ملائکہ سے تشبیہ اسی غلبہ حال میں دی جس کا ذکر قرآن مجید میں حسب تفسیر منصوص فی الحدیث ہے حتی اذا فزع عن قلوبہم لا یرید اعمال الملک کی مجموعی حالت یہ تھی کہ اس کے (باطن میں تو شادی تھی اور (اس کا) ظاہر مثل پرغم کے تھا) شادی کی وجہ مکالمت حق تھی اور غم کی وجہ فکر معاملہ صاحب اسپ تھی اور اس مجموعہ کے اعتبار سے گویا اس کے (تن مشابہ لحد میں ایک لطیف عالم تھا (یعنی جسم تنگی غم سے مثل لحد تنگ کے تھا اور اس کے اندر ان الہامات سے ایک شادی کا عالم تھا اور) وہ (معاملہ اسپ کے متعلق) اسی حیرت اور انتظار میں تھا کہ دیکھئے کیا ظاہر ہوتا ہے غیب اور نہاں سے (کہ دفعۃً) گھوڑے کو اس وقت خوارزم شاہ کے رو برو سر ہنگ کشاں کشاں لائے (فقولہ اور دریں حیرت بد معمول لقولہ اسپ را اندر



کشیدند کما اشترت الیہ بالترجمۃ آگے گھوڑے کے اوصاف ہیں کہ) واقعی اس خرچ کبود کے نیچے ویسا گھوڑا قدمیں اور دوش میں (اس وقت) نہ تھا اس کا رنگ ہر آنکھ کو چھینے لیتا تھا (کما یکاد البرق یخطف ابصارہم) مرحبا اس (سپ) مولود من البرق والقمر پر (وجہ شبہ نور و صفائی ہے) وہ مثل چاند کے (اور) مثل عطار د کے تیز رو تھا (مراد چاند اور عطار د کی حرکت یومیہ نہیں ہے کیونکہ اس میں تو سب کو اکب سیارہ کہ ان ہی میں کلام ہے متساوی ہیں تو تخصیص بے معنی ہوگی بلکہ مراد ان کی حرکات خاصہ بلا واسطہ فلک معدل النہار کے اور بواسطہ حواہل کے ہیں جو کہ افلاک شاملہ للارض میں محرک قریب ہیں کو اکب کے یعنی بہ نسبت مدیری فی العطار د اور مثل فی جمیع الکواکب اور مائل فی القمر کے کہ یہ تینوں بواسطہ حواہل کے محرک ہیں اس لئے حواہل کو قریب کہا گیا ورنہ بہ نسبت مذکور غیر شاملہ للارض کے یہ حواہل بعید ہیں مگر ان مذکور کی تحریک سے دائرہ شاملہ للارض نہیں بنتا اور حرکات بخوشہ فی المقام میں دوائر شاملہ للارض ہی معتبر ہیں پس حرکات راسمہ دوائر شاملہ میں محرک قریب حواہل ہیں اسی لئے ان حرکات کو خاصہ کہا گیا پس ان حرکات خاصہ مرتبہ تحریک الحواہل میں سے جو کہ من المغرب الی المشرق ہونے میں سب مشترک ہیں سب سے زیادہ سریع حرکت قمر اور عطار د کی ہے چنانچہ عطار د کی حرکت یوم ولیلہ میں ایک درجہ اور انچاس دقیقہ اور سولہ ثانیہ اور چالیس ثالثہ ہیں اور قمر کی حرکت چوبیس درجہ اور بائیس دقیقہ اور تیرہ ثانیہ اور بائیس ثالثہ ہیں اور اس قدر سریع اور کسی کو اکب کی حرکت نہیں چنانچہ زحل کی دو دقیقہ اور پینتیس ثالثہ ہیں اور مشتری کی چار دقیقہ اور انچاس ثانیہ اور سولہ ثالثہ ہیں اور مریخ کی اکتیس دقیقہ اور سولہ ثانیہ اور چالیس ثالثہ ہیں اور زہرہ اور شمس کی انچاس دقیقہ اور آٹھ ثانیہ اور بیس ثالثہ ہیں یعنی ان میں سے کسی میں ایک بھی درجہ نہیں اور درجہ کہتے ہیں منطقہ کے تین سو ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ کو اور پھر ایک درجہ کے ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دقیقہ کہتے ہیں پھر ساٹھویں دقیقہ کو ثانیہ اور ساٹھویں ثانیہ کو ثالثہ اسی طرح رابعہ وخامسہ وسادسہ وغیرہ کہلاتے ہیں ہذا کل من شرح الغمینی اس تفصیل سے وجہ تخصیص ماہ اور عطار د کی مفہوم ہوگئی ہوگی آگے تیز روی کے لئے ایک اور تشبیہ دیتے ہیں کہ) گویا باد صرصر اس کا چارہ تھا نہ کہ جو (مثل دوسرے گھوڑوں کے کہ جو وغیرہ کھاتے ہیں اور اس نے گویا رخ صرصر کھائی اس لئے دوسرے گھوڑے اس کی برابر تیز نہ چل سکتے تھے آگے چاند کی سرعت سیر کو کہ شعر بالا میں مشبہ بہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ) چاند میدان آسمان کو ایک شب میں قطع کرتا ہے سیر اور رفتار میں (گو ظاہر الفاظ سے یہاں حرکت یومیہ متبادر ہوتی ہے کیونکہ حصہ مریہ آسمان کو قطع کرنا اسی حرکت سے ہوتا ہے لیکن اس کی نفی کی دلیل اوپر گزر چکی ہے باقی یہ کہ حرکت خاصہ میں یہ حکم عرصہ آسمان را کیسے صحیح ہوگا سو اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ عرصہ سے مراد حصہ معتد بہا ہونہ کہ جمیع عرصہ چنانچہ ظاہر معنی پر بھی جمیع عرصہ مراد نہیں ہو سکتا بلکہ صرف حصہ مریہ اور اگر ظاہر کو ترک نہ کیا جاوے تو کو اکب مشترکہ متساویہ فی الحکم میں سے قمر کی تخصیص کو تمثیلاً کہا جاوے گا آگے اس سرعت سیر قمر سے ایک مسئلہ اعتقاد یہ کہ عدم امتناع پر استدلال کرتے ہیں کہ) جب ایک شب میں قمر نے برجوں کو قطع کر لیا (پھر) کس سبب سے تو منکر ہوتا ہے معراج کا (کیونکہ آپ قمر سے بدرجہا افضل و اکمل ہیں کماسیاتی فی الشعر الاتی پس مفصول کے لئے جب یہ صفت عجیبہ ثابت ہے تو اگر افضل کے لئے ہو تو کیا استبعاد ہے اور برج منطقہ البروج کا بار ہواں حصہ ہے اگر قمر کی حرکت یومیہ لیجاوے تب تو ایک شب میں وہ تقریباً چھ برج کو قطع کرتا ہے تو یہ حکم صحیح ہو گیا اور گوبروج کا اعتبار فلک ثامن پر کیا گیا ہے لیکن اس کو جب قاطع عالم فرض کیا جاوے تو افلاک مملکہ پر بھی ان بروج کو متوہم مان لیتے ہیں اور اگر حرکت خاصہ مراد لی جاوے تو اس کی حرکت خاصہ مذکورہ عنقریب بقدر ایک برج کے بھی نہیں



کیونکہ مقدار برج کی کہ بار ہواں حصہ ہے منطقہ کا جو کہ تین سو ساٹھ درجہ پر منقسم ہے تیس درجہ ہوتے ہیں اور قمر چوبیس درجہ مع قدرے کسر قطع کرتا ہے تو اس صورت میں ابراج سے مراد اجزاء ابراج لیں گے آگے آپ کی افضلیت کو بیان کرتے ہیں یعنی وہ عجیب در یتیم (یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو سو چاند جیسے ہیں (یعنی چاند سے صد ہا درجے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ ایک علامت افضلیت کی یہ ہے) کہ آپ کے ایک اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا (سو آپ کے اکرام و اظہار کرامت کے لئے چاند کی ہیئت و ترکیب کو بدل ڈالنا دلیل ہے آپ کی مقصودیت اور چاند کی تبعیت کی اور مقصود تبع سے افضل ہوتا ہے ایک مقدمہ یہ ہوا دوسرا مقدمہ اوپر کے شعر میں گزرا کہ چاند کے لئے یہ سرعت سیر جائز رکھی گئی۔ پس مدعا ثابت ہو گیا کہ پھر افضل کے لئے اس کا کیا استبعاد ہے جیسا احقر نے شعر بالا کی شرح میں اس کی تقریر بھی کر دی ہے اور اصل مقصود اس سے دفع استبعاد ہے ورنہ استدلال میں نظیر کی حاجت نہیں ہوا کرتی اور صاحب حمید یہ نے سرعت سیر کا استبعاد ایک اس سے زیادہ ہل نظیر سے دفع کیا ہے وہ یہ کہ تحقیقات جدیدہ ہیئت میں یہ ثابت ہے کہ مشتری ستارہ ہماری زمین سے چودہ سو حصے بڑا ہے پھر وہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل چلتا ہے یعنی ایک منٹ میں پانچ سو میل اور ایک بار سانس لینے کی مقدار میں نو دس میل اور طبعی قاعدہ ہے کہ جسم متحرک جس قدر زیادہ چھوٹا ہو گا وہ سرعت حرکت کو زیادہ قبول کرے گا تو اب دیکھنا چاہئے کہ اس حساب سے جو جسم زمین کی برابر ہو اس کی حرکت کس قدر سریع ہو سکتی ہے اور پھر جسم انسان کی نسبت زمین کے ساتھ دیکھ کر اس کی نسبت مشتری کی ضخامت سے کی جاوے تو اس کی حرکت کس قدر سریع ہو سکتی ہے تو اس بناء پر تو معراج میں جس قدر حرکت سریع ہوئی ہے اس سے بدرجہا زائد سرعت غیر مستبعد ہے آگے دلیل فضل نبوی مذکور فی قولہ صد چوماہ ستارخ میں ترقی فرماتے ہیں کہ آپ کے فضل کا منتہا یہی شق قمر نہ سمجھا جاوے کیونکہ وہ عجیب معاملہ جو آپ نے شق القمر میں ظاہر فرمایا محض ادراک خلق کے ضعف کی مقدار پر تھا (یعنی اس سے زیادہ عجائب کے ادراک کا وہ تحمل نہ کر سکتے ورنہ) انبیاء و مرسلین کے (کہ آپ ان سب میں افضل ہیں) کاروبار (یعنی تصرفات تو افلاک و کواکب سے بھی باہر ہیں) (میرے ذوق میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ افلاک و کواکب تو مادی ہیں اور ارواح بقول اکثر اہل کشف مجرد ہیں جن کو بوجہ عدم تحیر و عدم تمکن کے بھی بروں از افلاک و اختر کہنا صحیح ہے اور مادیات سے فوق فی المرتبہ ہونے کے اعتبار سے بھی بروں از افلاک و اختر کہنا صحیح ہے اور انبیاء کا تصرف ارواح میں ہوتا ہے ارشاد و تربیت کے ساتھ چنانچہ ظاہر بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو عالم ارواح میں ہونے کے وقت تصرف فی الارواح حتی فی ارواح الانبیاء نقل کیا گیا ہے اور واقع میں یہ اس سے زیادہ عجیب ہے اور غیر انبیاء کے تصرف فی الارواح سے شبہ نہ ہو کیونکہ یہ بہ تبعیت انبیاء ہے اسی وجہ سے غیر تبع اس سے عاری ہے پس وہ بھی انبیاء ہی کا معجزہ ہوا آگے اس تصرف خارج عن الافلاک و الکواکب کے ادراک کا طریقہ بتلاتے ہیں تاکہ کوئی عدم ادراک کے سبب انکار نہ کر سکے (یعنی) تو افلاک گردندہ سے باہر جا۔ اور (پھر) اس وقت اس کاروبار (انبیاء) کو دیکھ (دوار مخفف دوار بالتشديد اور حالت موجودہ میں تو) مثل چوزہ پرند کے بیضہ کے اندر ہے (اس لئے) مرغان ہوا کی تسبیح کو نہیں سنتا (یعنی جیسا چوزہ محبوس بیضہ مرغان ہوا کی صوت نہیں سن سکتا اسی طرح تو گرفتار سفلیات ہے علویات کا ادراک نہیں کر سکتا اس سے رہائی حاصل کر اور عالم باطن سے مناسبت پیدا کر کہ بروں رو کے یہی معنی ہیں پس تو یہی ان تصرفات فی الارواح کا مشاہدہ کرنے لگے گا آگے عود ہے قصہ کی طرف اور پھر فوراً ہی انتقال ہے مضمون حصہ کی طرف یعنی) معجزات (باعتبار کشف کنہ کے) اس مقام پر شرح میں نہیں آ سکتے (لتوقفها على المناسبة بعالم الغیب الموقوفة على



الصفاء والجلال اس لئے) اسپ اور خوارزم شاہ کا قصہ اور سرگذشت کہو (کہ وہ گھوڑا نہایت لطیف تھا کما ذکر قریباً من قولہ الحق اندر قولہ میر بودے قولہ ہجومہ الخ آگے فرماتے ہیں کہ وہ گھوڑا ہویا اور کوئی لطیف چیز ہو سب کی لطافت ظل ہے لطف حق کا پس) جس چیز پر بھی لطف حق کا آفتاب چمک گیا خواہ وہ سنگ ہو یا اسپ ہو اس نے پر تو کہف کا پالیا (کذا فی الغیاث یعنی جس طرح اصحاب کہف کو پر تو حاصل ہوا گودونوں جگہ اختلاف استعداد سے یہ پر تو مختلف ہوگا چنانچہ اس اختلاف کو آگے تصریحاً بیان فرماتے ہیں کہ) تو اس کے شعاع لطف کو بھی یکساں مت جان (چنانچہ) سنگ کو اور لعل کو اس نے (جداجداً) نشان دیا ہے (یعنی دونوں کو مہیات و خواص میں ممتاز بنایا جس کا حاصل وہی اختلاف افاضہ حسب اختلاف استعداد ہے آگے اس اختلاف آثار و خواص کا بیان ہے کہ) لعل کے پاس اس (لطف حق کی تاثیر) سے ایک خزانہ حاصل شدہ ہے (اس کے آثار کا اور) سنگ کے پاس (اس سے) گرمی اور تابش (بمعنی گرمی بعطف تفسیری) ہے اور بس (یعنی اس میں لعل کی روشنی وزینت نہیں ہے آگے اس کی مثال ہے کہ) وہ دھوپ جو دیوار پر واقع ہوتی ہے وہ (نور و صفائیں) ویسی نہیں ہوتی جیسی کسی پانی سے جنبش کرتی ہوئی (نظر آوے یعنی پانی میں زیادہ روشن ہوگی چونکہ لطیف ہے اور دیوار کثیف ان اشعار میں مسئلہ مظہریت خلق للخلق کا اجمالاً بیان فرما دیا اور تفصیل اس مسئلہ کی بارہا گزر چکی ہے خصوص دفتر اول کی شرح کے حصہ اول میں قصہ طومار و زیر کے بعد بعنوان اصطلاحی واسطہ فی العروض و فی الثبوت بہت مفصل لکھا گیا ہے پھر رجوع ہے حکایت کی طرف کہ) جب تھوڑی دیر تک اس (اسپ کے جمال) سے حیران ہو چکا وہ شاہ یکتا تو اپنا رخ عماد الملک کی طرف کیا (اور کہا) کہ اے بھائی کیا بہت عمدہ گھوڑا نہیں ہے یہ بہشت سے آیا ہے یہ غالباً زمین کا نہیں ہے پس عماد الملک نے اس کو جواب دیا کہ اے بادشاہ (یوں تو) آپ کی رغبت سے دیو بھی مثل فرشتہ کے ہو جاتا ہے (اور) جس چیز کو آپ نظر میں لے آویں (سمجھنا چاہئے کہ) وہ عمدہ ہی ہوگئی (یعنی ادب تو یہی ہے کہ جس چیز کو آپ مرغوب رکھیں اور اچھی بتلاویں ہم لوگوں کو چاہئے کہ اس کو یہی کہیں کہ واقع میں عمدہ ہے کما قبل اگر شہ روز را گوید شب ست اس خصوص جبکہ آپ خود ہی پوچھیں جیسا اس وقت آپ پوچھ رہے ہیں اے انخی بس خوب ہے نیست اس تو جواب میں یہی کہنا چاہئے کہ اے ابی بس خوب ہے ہست اس لیکن اگر اس حسن ادب سے قطع نظر کر کے اظہار حقیقت کی اجازت دی جاوے تو حقیقت تو یہ ہے کہ) یہ مرکب (اگرچہ اکثر وجوہ سے) بہت خوب اور زیبا ہے لیکن (من کل الوجوہ زیبا نہیں چنانچہ) وہ سر جو اس کے دھڑ میں ہے وہ ناقص (اور بد صورت) ہے گویا اس کا یہ سر مثل سر گاو کے ہے (ولم ارتض بما قال بعضہم فی تقریرہ بسبب میل توذیرا کہ حب از رویت قبح در محبوب مانع می آید اھ لاند لا معنی تخصیص بقولہ از میل تو قولہ انچہ آوری خطاباً للسلطان خاصہ لان ہذا الامر عام لكل محب بخلاف ما قلت فان وجہ التخصیص فیہ الادب السلطانی بس) خوارزم شاہ کے دل میں یہ کلام کام کر گیا (اور) اس (کلام) نے اسپ کو نظر شاہ میں بے قدر کر دیا (اور اس کی واپسی کا حکم آگے مذکور ہوگا مولانا نتیجہ حکایت جس پر حکایت لائے تھے بیان فرماتے ہیں جو حکایت سے پہلے بھی مذکور ہوا ہے اور شروع سرفخی میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے یعنی) جب غرض (کسی متاع کے معاملہ میں) دلال اور (بیع کی حالت) بیان کرنے والی ہو جاوے (وصف الغرض بوصف صاحب) تو تین گز پار چہ سے تو یوسف کو پاسکتا ہے (جیسے اخوان یوسف کو چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان سے جدا کرنا مقصود تھا اس غرض کے غلبہ سے ان کے حسن و جمال کے موافق بھی قیمت نہ کہی کیونکہ اس میں احتمال تھا کہ شاید نہ بک سکیں بلکہ بہت معمولی داموں پر بیچ ڈالا کما قال و شروہ بثمان بخس دراہم معدودۃ اسی طرح یہاں چونکہ عماد



الملك کے بیان وصف اسب کا منشا ایک غرض تھی کہ نظر شاہ میں اس کو بے قدر کر دے اس لئے وہ خوار اور ارزاں شمار ہونے لگا اور وجہ تشبیہ صرف یہ ہے کہ قطع نظر اس سے کہ یہ غرض محمود تھی یا مذموم کہ تشبیہ میں مماثلت من کل الوجوه ضروری نہیں اور اس کو احقر آخر عشر سابع میں بضم ن تقریر ربط اس حکایت کے ذکر بھی کر چکا ہے آگے اس کلیہ چوں غرض الخ کا ایک جز یہ اس کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ جب مفارقت روح کا وقت ہوتا ہے (اس وقت) شیطان گوہر ایمان کا دلال ہوتا ہے (یعنی ایمان کو ارزاں بتلاتا ہے جس کی صورت آگے آتی ہے) پس (اس کے انواء سے) احمق (جس کو دین کی عقل نہیں ہوتی) ایمان کو جلدی سے بچ ڈالتا ہے اس تنگی کے وقت پانی کی ایک لٹیا کے عوض (کہ اس وقت پیاس غالب ہوتی ہے) اور شیطان ابریق آب دکھلا کر کہتا ہے کہ اگر ایمان ترک کر دے تو یہ تجھ کو دے دوں یہ صورت ہے ایمان کے ارزاں بتلانے کی یعنی بدالست حال نہ بدالست قال) اور وہ (محض) ایک خیال ہوتا ہے اور لٹیا (پانی کی) نہیں ہوتی (اور) اس دلال (یعنی شیطان) کا قصد بجز (ایمان کے) پارہ پارہ کرنے کے نہیں ہے (پس اس پر احمق فی الدین ایمان کو ترک کر دیتا ہے اور چونکہ ظاہر اس میں استبعاد تھا کہ خیال کے عوض اپنا دین کون چھوڑ دیتا ہوگا آگے اس کو دفع کرتے ہیں کہ اس میں استبعاد ہی کیا ہے دیکھو) اس وقت کہ تو تندرست اور قوی ہے (مگر) صدق (یعنی تقویٰ و عبادت) کو (لذت دنیا کے) ایک خیال کے واسطے دے ڈالتا ہے (جس کی مثال ایسی ہے کہ گویا) تو ہر وقت معدن میں سے ایک موتی بچ ڈالتا ہے (اور) بچہ کی طرح ایک اخروٹ لے لیتا ہے (چنانچہ شب و روز اکثر لوگوں کی حالت سے اس کا مشاہدہ ہوا کرتا ہے جب صحت و قوت میں تیرا یہ حال ہے جس میں ہمت و ضبط بھی آسان تھا) پس اس رنجوری اور یوم مرگ میں (کہ نہ قوت ہے نہ ہمت) کچھ عجیب نہیں اگر تیرا یہ عمل واقع ہو (کہ پانی سے صبر نہ کر سکے اور اس کا کہنا مان لے اس سے وہ استبعاد دفع ہو گیا اور اس سے تائید ہو گئی اس کلیہ چوں غرض الخ کی کہ یہاں بھی شیطان صاحب غرض تھا اس لئے اس نے ایمان جیسے گوہر بے بہا کو کیسا حقیر نظر میں دکھلایا۔ احقر کہتا ہے کہ محض دفع استبعاد مستلزم وقوع نہیں اس کے لئے مستقل دلیل ثبوت کی حاجت ہے جو کہیں نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ غالباً بناء علی المشہور ایسا لکھ دیا یا کسی خاص مقام پر کسی بزرگ کو یہ مکشوف ہوا ہو تب بھی استمرار و کلیت لازم نہیں یا کسی مختصر نے اپنا حال بیان کیا ہو تب بھی دوام لازم نہیں اور اگر کہیں ایسا واقع بھی ہوا ہو تو اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ بدحواسی و بے ہوشی کی حالت میں بھی ترک ایمان کا وقوع ہو سکتا ہے اور اس اعتقاد سے اپنے حسن خاتمہ سے مایوس نہ ہو جاوے کیونکہ ایسی حالت میں تو انسان مکلف بھی نہیں رہتا اور غیر مکلف کا ہر فعل عفو ہے بلکہ اس کی توجیہ ہوگی کہ جو شخص اس وقت باوجود بقاء عقل و ہوش قصد اللہ و رسول کی تکذیب کرے وہ مسلوب الایمان ہوتا ہے ورنہ نہیں جیسا کہ حالت حیات میں یہی تفصیل ہے بلکہ سوء خاتمہ اکثر تو اس طرح ہوتا ہے کہ ایمان حالت حیات ہی میں ضائع کر چکا تھا استہزاء بالدين یا شبہات باطلہ کے اعتقاد سے مگر حیات میں اس پر تنبیہ نہ ہوا تھا اس وقت تنبیہ ہو گیا کہ وقت ہے کشف حقائق کا پس سلب حادث نہیں ہوا بلکہ ظاہر ہوا آگے بمناسبت بطلان خیال ابریق مذکور کے مطلقاً خیالات باطلہ کی حقیقت کی تحقیق اور ان سے تحذیر کا حکم فرماتے ہیں کہ) تیرے خیال میں (بعض اوقات) ایک صورت (مرغوبہ) جوش کرتی ہے (اور مستحسن معلوم ہوتی ہے مگر) چوٹ مارنے کے وقت (یعنی امتحان و تحقیق کے وقت) مثل جوز بوسیدہ کے (ثابت ہوتی ہے آگے اس کی تفسیر ہے کہ) شروع سے وہ خیال مثل بدر کے (کامل الحسن معلوم ہوتا) ہے لیکن آخر میں وہ مثل ہلال کے ہو جاتا ہے (آخر سے مراد یا تو آخر حسی کہ دنیا کی ہر شے جمیل آخر میں قبیح ہو جاتی ہے یا آخر نظری یعنی فکر سے اس کی حقیقت



کو کہ اس کے آثار کا مرجع و منتہی ہے دیکھا جاوے یا نظر سے اس کے آخر حسی کو سوچا جاوے کہ یہ چیز ایسی ہو جاوے گی دونوں طرح سے اس کا نقص مد رک ہوگا پس) اگر اول ہی سے نظر کر لیا کرے اس کے آخر میں (وہذا یوید التوجیہ الاخیر) تو تو اس کے فریب ست سے فارغ ہو جاوے (یعنی اس کے خیال استحسان حالی سے مغرور نہ ہوا کرے۔ آگے اس خیال باطل مذکور کے مفہوم کا ایک مصداق بتلاتے ہیں جو کہ اس ہے تمام اشیاء باطلہ کا بلکہ کوئی شے باطل اس سے خارج نہیں پس فرماتے ہیں کہ) دنیا (مثل) جوز بوسیدہ (کے) ہے اے امین (پس) اس کا امتحان مت کر (کہ توڑنے سے بے مغز ہی ثابت ہوگا سو پہلے ہی سے قرائن صحیحہ سے اس کو بوسیدہ سمجھ اور اس کو دور کر اسی طرح دلائل صحیحہ نقلیہ و عقلیہ سے دنیا کو باطل اور مستہلک سمجھ کہ امتحان کی ضرورت نہ رہے) اس کو دور ہی سے دیکھ لے (اور معرفات مذکورہ سے پہچان لے خصوص جبکہ بارہا تجربہ بھی ہو چکا ہو من جرب المجر ب الخ آگے اس کی تائید اس قصہ زیر بحث کے ایک جزو سے کرتے ہیں کہ اس میں من وجہ رجوع لطیف بھی ہے قصہ کی طرف مگر اس رجوع میں اس غرض سابق کے علاوہ غرض دوسری بدل گئی ہے کما ستعلم یعنی اول بنی میں جو کہ اوپر کے (اشعار میں مرہوب عنہ ہے اور آخر بنی میں جو کہ مرغوب فیہ ہے ایسا فرق ہے کہ) بادشاہ نے تو اس اسپ کو چشم حال سے دیکھا (اور یہ اول بنی تھی اور اس کے سبب مضرت ظلم میں مبتلا ہوا) اور اس عماد الملک نے چشم مآل سے دیکھا (اور یہ آخر بنی تھی اور اس کے سبب دافع ظلم ہوا چنانچہ آگے گھوڑے کے واپس کر دینے کا ذکر آوے گا آگے بھی اسی مضمون کی تاکید ہے یعنی) بادشاہ کی آنکھ دو گز (مسافت کو) دیکھتی تھی پیچ دار سوراخ سے (فی الغیاب بضم لام و فتح عین معجمہ وزای معجمہ سوراخ موش دشتی و آن بغایت پیچدار باشد لہذا نام نوے از کلام مبہم کہ بفارسی چیتاں گوینداھ اور ظاہر ہے کہ جب سوراخ سیدھا نہ ہوگا تو اس سے نگاہ دور نہ جاوے گی اور) اس انجام میں (عماد الملک) کی آنکھ پچاس گز دیکھتی تھی (اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ ایراد حکایت کی غرض سابق میں جس میں بادشاہ کی نظر کو تحقیقی اور صحیح ہیں اور عماد الملک کی نظر کو غرضی اور غلط انداز قرار دیا ہے اور اس حکایت کی اس دوسری رض میں جس میں بادشاہ کی نظر کو اول میں اور غلط ہیں اور عماد الملک کی نظر کو آخر میں اور صحیح ہیں ٹھہرایا ہے تنافی ظاہر ہے بات یہ ہے کہ اعتبارات مختلفہ سے دونوں حکم صحیح ہیں پہلا حکم باعتبار حسن صورت اسپ کے تھا جو کہ واقع کے مطابق تھا اس لئے اس میں نظر حسن میں محقق تھی اور نظر قبح نما با غرض اور غلط انداز تھی اور دوسرا حکم باعتبار قبح عمل اخذ و غصب کے ہے کہ یہ بھی مطابق واقع کے ہے اس لئے اس میں نظر اول میں کہ وہ اول تحصیل اسپ سے غلط ہیں ہے اور نظر آخر میں کہ وہ آخر وبال ہے اس اخذ و غصب کا صحیح ہیں ہے پس حکایت سے دونوں غرضیں حاصل ہوئیں ایک غرض سبب سے ایراد حکایت کا دوسری غرض مسبب ہو گئی ایراد حکایت سے اور دونوں غرضیں اپنے اپنے مقام میں صحیح ہیں اور مجموعہ ہر دو مقام سے دو مسئلے حاصل ہوئے اول یہ کہ تحقیق فی نفسہ افضل ہے تقلید سے یہ مسئلہ حکایت سے پہلے مذکور تھا چشم داری تو پچشم خود مگر الخ گوش داری تو بگوش خود شنو الخ بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن الخ دوسرا مسئلہ یہ کہ بعض تقلید بعض تحقیق سے باعتبار خصوص محل کے افضل ہے جیسا بادشاہ نے اپنی تحقیق چھوڑ کر عماد الملک کی تقلید کی کما سیاتی قریبا چشم خود بگذاشت الخ یہ مسئلہ یہاں بھی مذکور ہوا ہے اور اس سرخی کے اخیر میں بھی دوسرے عنوان سے مذکور ہوگا مگر کہ کرد آں عماد الملک الخ حیلہ محمود الخ مکر حق الخ اگرچہ یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس محقق کے بعض اقوال کسی مصلحت و حکمت سے خلاف تحقیق ہیں جیسا یہاں بادشاہ کو یہ امر محسوس بھی ہو گیا تھا چنانچہ یہاں سے تیس بتیس شعر کے بعد بادشاہ کا یہ قول اس پر دال ہے بادل خود شہ بفرمود الخ آگے بمناسبت مضمون پایاں بنی کے اس پایاں بنی کی مدح کرتے ہیں کہ)

کیسا کچھ سرمہ ہے جو خدا تعالیٰ (کسی آنکھ میں) لگا دیتے ہیں جس سے سوچا بولوں میں سے (بعض) روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے (چنانچہ) سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ چونکہ آخر کے ساتھ مقرون تھی۔ پس اس آنکھ سے (دیکھ کر) دنیا کو حیفہ فرمایا (اشارہ ہے دنیا حیفہ و طابو کلاب کی طرف اور اس کے حدیث ہونے کی مجھ کو تحقیق نہیں آگے قصہ ہے کہ) اس کی اس ایک ہی مذمت سے کہ بادشاہ نے سنی اور بس (یعنی اور زیادہ سنی بھی نہیں) بالکل افسردہ ہو گیا اسپ کا میلان بادشاہ کے دل میں (یعنی اس کے دل سے اتر گیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کی نظر میں مذموم و مکروہ ہو گیا بے قدری سے مذمومیت لازم نہیں کیونکہ محبوبیت و مبغوضیت کے درمیان میں ایک واسطہ بھی ہے کہ لا محبوب ولا مبغوض یہ واسطہ بے قدری کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ دل فریبی نہ رہی پس اب یہ شبہ نہیں وارد ہوتا کہ آگے اشعار بادل خود الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اس ذم کا معتقد و مصدق نہیں ہوا اور یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون ذم سے وہ متاثر ہوا جواب یہ ہے کہ تاثر مرتبہ تصدیق تک نہیں ہوا صرف وہ شغف جاتا رہا باقی یہ کہ باوجود عدم تصدیق کے شغف کیسے زائل ہوا بات یہ ہے کہ فحوائے ان من البیان لحر بعض عنوانات میں حق تعالیٰ نے خاص اثر رکھا ہے کہ باوجود عدم تصدیق وہ اپنا کام کر جاتے ہیں جس کا غیبی راز تو مولانا کے اس کلام میں عنقریب آتا ہے اس بہانہ بودالی پاک بنائے اور حسی راز یہ ہے کہ اس عنوان سے کوئی خیال خاص ذہن میں جاگزیں ہو جاتا ہے وہ خیال اثر کرتا ہے جیسے اہل معقول نے شعر کی مثال میں نقل کیا ہے کہ کوئی شخص شہد کی نسبت مہوع وغیرہ کہنے لگے اور اس سے نفس میں انقباض ہو جاوے جیسے ایک شخص شہوت اس لئے نہیں کھا سکتا تھا کہ اس کو دیکھ کر کیڑوں کا خیال آ جاتا تھا دیکھئے باوجود عدم تصدیق بلکہ تصدیق عدم کے کیسا اثر ہو جاتا ہے پس سب اشکال رفع ہو گیا اور گھوڑے سے دل اترنے کے بعد بادشاہ نے) اپنی آنکھ چھوڑ دی (یعنی اس کے مقتضا پر کہ استحسان واخذ ہے عمل ترک کر دیا اور) اس کی آنکھ (کے مقتضا) کو اختیار کیا (اور) اپنے ہوش (و تحقیق) کو چھوڑ دیا (اور) اس کے قول کو (تقلیداً) سن لیا (عنقریب اس تحقیق و تقلید کی بحث لکھ چکا ہوں آگے مولانا اس افسردگی کا غیبی راز جس کو احقر بھی لکھ چکا ہے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حوادث ناسوتیہ کے اصل اسباب عالم غیب میں ہیں جن کے ساتھ اسباب عالم شہادت کی ایسی نسبت ہے جیسی بانگ در کودر کے ساتھ یعنی اصل موثر وہ اسباب غیبیہ ہیں جس طرح اصل موثر ستر مانی البیت میں در ہے نہ بانگ در خواہ بعض اوقات یہ اسباب غیبیہ خود بھی ان اسباب ناسوتیہ ہی سے حادث ہوئے ہوں کماسیاتی پاک بنائے کہ بر سار د حصوں مثلاً عماد الملک نے ایک بات کہی اور وہ بوجہ خلاص و نیاز و حسن نیت مقبول ہو گئی اس کی برکت سے قضاء حق نافذ ہوئی اور بادشاہ کا دل پھیر دیا اسی کو فرماتے ہیں کہ) یہ ایک بہانہ تھا (کہ عماد الملک کا قول اس کا ظاہری سبب بواسطہ خاص خیال کے ہو گیا ورنہ واقع میں) اس دیان فرد نے (عماد الملک کی جزو) نیاز (یعنی دعا و التجانی الباطن المذکور قبل عنوان مواخذہ یوسف بقولہ کاعے خدا گر بخواں الخ و بعد ختم مضمون عنوان مذکور بقولہ آفتاب الخ) سے اس کو شاہ کے دل میں سر کر دیا (اور) اس (دیان) نے اس (اسپ) کے حسن سے (شاہ کی) نظر کے سامنے دروازہ (جس میں سے حسن جھلکتا تھا) بند کر دیا (اور یہ نیاز خود اصلی سبب نہیں بلکہ اصلی سبب قضاء حق ہے مگر اس نیاز کے مقبول ہونے سے وہ قضاء حق واقع ہوئی اس لئے مجازاً اس کو سبب اصلی کہہ دیا پس سبب اصلی یہ تھا اور) وہ قول (عماد الملک کا) درمیان میں مثل بانگ در کے تھا (یعنی جس طرح دروازہ بند کرنے کے وقت کیواڑ کی آواز بھی ہوتی ہے مگر اس آواز کو مافی البیت کے مستور ہونے میں کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن جس شخص نے فقط آواز سنی ہو اور دروازہ نہ دیکھا ہو اور آواز سننے کے بعد اندر کی چیزوں کو مستور پایا



ہو تو وہ شخص ان کی مستوریت کا سبب اس آواز ہی کو سمجھے گا اسی طرح جو شخص سبب غیبی کو نہ دیکھے وہ اس حسن بندی اسپ کو اس صوت کی طرف کہ مثلاً کلام ہے عماد الملک کا منسوب کرے گا اور وجہ تشبیہ در اور بانگ در سے موثریت و عدم موثریت ہے پس یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ بانگ در تو مسبب ہوتی ہے اور یہاں اس کا مشبہ یعنی قول عماد سبب تھا راز غیبی یعنی قضاء کا اور (اس نکتہ) یعنی جملہ عماد الملک کو) شاہ کی آنکھ پر حجاب کر دیا کہ اس پردہ سے چاند سیاہ دکھائی دینے لگا (سیاہ سے مراد کم نور نہ کہ بدرنگ و مکروہ جیسا ابھی اس کی تحقیق گزری ہے کہ بادشاہ کی نظر میں اتنا حسین نہیں رہا تھا نہ یہ کہ زشت و مکروہ ہو گیا تھا آگے فاعل مذکور ہے پردہ کر دیا یعنی حجاب کر دیا) اس تعمیر بنانے والے (کارگر) نے جو کہ قلعے بناتا ہے عالم غیب میں گفتار اور افسوں سے (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کہ افسوں ایک قسم ہے گفتار کی خواہ افسوں متعارف ہو یعنی سحر وغیرہ یا غیر متعارف جیسے عماد الملک کا قول کہ مثل افسوں کے تھا یعنی ان اقوال ظاہری سے عالم غیب میں کچھ آثار پیدا ہوتے ہیں مثلاً قبول عند اللہ جس کی برکت سے قضا نافذ ہو جاوے مثلاً اور اسی کو مشابہ حصول کہا گیا ابراہیم و استحکام میں اور اصل میں موثر حوادث مسببہ ناسوتیہ میں وہ ہیں رہے اسباب ناسوتیہ سوا اگر خود ان آثار غیبیہ کے سبب ہیں کمافی ہذہ المقصۃ تب تو وہ اسباب ناسوتیہ بواسطہ ان آثار غیب کے موثر ہوں گے اور اگر وہ اسباب ناسوتیہ سبب ان اسباب غیبیہ کے نہیں ہیں جیسے خود اسباب ناسوتیہ سے قضا متعلق ہوتی ہے تو پھر یہ اسباب ناسوتیہ مع اپنے مسببات کے اسباب غیبیہ سے مسبب ہوں گے بہر حال اصل موثر اسباب غیبیہ ہی ہوئے آگے اسی مضمون موثریت اسباب غیبیہ کی تفصیل کی طرف مع دیگر فروع و لواحق کے انتقال ہے)۔

باگ در داں گفت راز قصر راز	تا کہ باگ و اشد ست ایں یا فراز
گفتار کو قصر مخفی کے دروازہ کی آواز سمجھ	کہ یہ کشادہ ہونے کی باگ ہوئی ہے بابتہ ہونے کی
باگ در محسوس و دراز حس بروں	تبصروں ایں باگ و در لا تبصروں
یہ باگ در تو محسوس ہے اور در خارج از حس ہے	تبصروں یہ باگ در ہے اور در لا تبصروں ہے
چنگ حکمت چونکہ خوش آواز شد	تاچہ در از روض جنت باز شد
اگر حکمت کا چنگ خوش آواز ہوا	تو کونسا در روضہ جنت سے کھل گیا
باگ گفت بد چو در وای شود	از سقر تا خود چہ در وای شود
اگر گفتار بد کی باگ آدینتہ ہوتی ہے	تو سقر کا کونسا در کشادہ ہو جاتا ہے
باگ در بشنو چو دوری از درش	اے خنک آں را کہ و اشد منظرش
تو باگ در سن لے اگر تو اس کے در سے دور ہے	اے شخص اس کے لئے تو چین ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا
چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی	بر حیات و راحت بر می تنی
جب تو دیکھے کہ تو نیکی کر رہا ہے	تو حیات اور راحت کی تیاری کر رہا ہے
چونکہ تقصیر و فسادے می رود	آں حیات و ذوق پنہاں میشود
جب کوئی تقصیر اور فساد جاری ہو رہا ہے	تو وہ حیات اور ذوق غائب ہو رہا ہے

دید خود مگزار از دید خساں	کہ بمردارت کشند ایں کرگساں
تو اپنی دید کو دید خساں کی وجہ سے مت چھوڑ	کیونکہ یہ کرگس تجھ کو مردار کی طرف کھینچتے ہیں
چشم چوں ز گس فرو بندی کہ چی	ہیں عصا مام کش کہ کورم اے انخی
آنکھ جو کہ ز گس کی طرح ہے تو بند کر لے کہ کیا بات ہے	ہاں میرا عصا پکڑ کر کھینچ کہ میں اندھا ہوں اے بھائی
ویں عصا کش کہ گزیدی در سفر	چوں بہ بنی باشد از تو کور تر
اور یہ عصا کش جو تو نے سفر میں اختیار کیا ہے	اگر تو دیکھے تو تجھ سے بھی زیادہ اندھا ہے
دست کورانہ بحبل اللہ زن	جز بر امر ونہی یزدانی متن
حبل اللہ سے کورانہ تمسک کر	بجز امر و نہی ربانی کے قصد مت کر
چیت جبل اللہ رہا کردن ہوا	کیں ہوا شد صرصرے مرعادر
جبل اللہ کیا چیز ہے ہوی کا ترک کرنا	کہ یہی ہوا عاد کے لئے صرصر ہو گئی تھی
خلق در زنداں نشستہ از ہواست	مرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست
خلق زندان میں ہوا ہی سے بیٹھی ہے	مرغ کے پر ہوا ہی سے بندھ جاتے ہیں
ماہی اندر تابہ گرم از ہواست	رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست
ماہی گرم توتے میں ہوا ہی سے ہے	مستورات سے اسی ہوا سے شرم رخصت ہو جاتی ہے
خشم شخنہ شعلہ نار از ہواست	چار میخ و ہیبت دار از ہواست
شخنہ کا غصہ ہوا ہی کا شعلہ نار ہے	چار میخ اور ہیبت دار ہوا ہی سے ہے
شخنہ اجسام دیدی بر زمیں	شخنہ احکام جاں راہم بہ میں
تو نے شخنہ اجسام کو زمین پر دیکھ لیا	شخنہ احکام روح کو سی دیکھ
روح را در غیب خود اشکنجہا است	لیک تانجہی شکنجہ در خفاست
روح کے لئے بھی غیب میں شکنجے ہیں	لیکن جب تک تو نہیں لکھا وہ شکنجہ مخفی ہے
چوں رہیدی بنی اشکنجہ دمار	زانکہ ضد از ضد گردد آشکار
جب تو چھوٹے گا تو اس شکنجہ ہلاکت کو دیکھے گا	اس لئے کہ ایک ضد دوسری ضد سے آشکارا ہوتی ہے
آنکہ در چہ زاد و در آب سیاہ	اوچہ داند لطف دشت و رنج چاہ
جو شخص کنویں میں اور آب سیاہ میں پیدا ہوا ہو	وہ کیا جانے لطف دشت کو اور رنج چاہ کو



چوں رہا کردی هوا از بیم حق	در رسد سغراق از تسنیم حق
جب تو نے خوف حق سے ہوا کو ترک کر دیا	تو تجھ کو تسنیم حق سے پیالہ ملے گا
لاتطرق فی ہواک سلسبیل	من جناب اللہ نخوالسلسبیل
اپنی ہوا میں کبھی مت چل سبیل کی درخواست کر	درگاہ الہی سے بجناب سلسبیل کے
لاتکن طوع الهویٰ مثل الحشیش	ان ظل العرش اولیٰ من عریش
تو مطیع ہوا مت ہو مثل گھاس کے	بے شک سایہ عرش اولیٰ ہے جھوپڑے سے

(اوپر حوادث ناسوتیہ میں اسباب غیبیہ کے موثر ہونے کا بیان تھا آگے اسی کی قدرے تفصیل پھر دوسرے مضامین اس کے مناسب مذکور ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) گفتار (ظاہری) کو قصر مخفی (فی عالم الغیب) کے دروازہ کی آواز سمجھ (اور سوچ) کہ یہ کشادہ ہونے کی بانگ ہوئی ہے یا بستہ ہونے کی (یعنی اگر اس گفتار کا اثر کسی مطلوب کا بطل ہے تو گویا وہ آواز ہے در کے کھلنے کی اور اگر قبض ہے تو گویا وہ آواز ہے در کے بند ہونے کی واللہ یقبض ویسط و الیہ ترجعون اور مصداق اس قصر کا اوپر لفظ حصوں واقع شعر سابق کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے اور) یہ بانگ در تو محسوس ہے (کہ کائنات عالم شہادت سے ہے) اور در خارج از حس ہے (کہ کائنات عالم غیب سے ہے پس) تبصرون (کا ایک مصداق) یہ بانگ در ہے اور در لاتبصرون (کا ایک مصداق) ہے (یعنی قرآن مجید میں جو ہے فلا اقسام بما تبصرون ومالا تبصرون ان کا ایک ایک مصداق یہ بھی ہے آگے چنگ حکمت سے اسی بانگ در اور در کی دوسری قسم کی بعض جزئیات کا ذکر فرماتے ہیں جو جزئیات مذکورہ سابقہ سے مختلف ہیں اور وہ اختلاف یہ ہے کہ اوپر در کے ساتھ موثرات غیبیہ کو تشبیہ دی تھی اور آگے آثار غیبیہ کو تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ اوپر قضا و نحوہ کو در قرار دیا تھا اور گفتار ظاہری کو بانگ اور قضا و موثر غیبی ہے اور آگے مٹوبات جنان و عقوبات نیران کو در قرار دیں گے اور گفتار طاعات و معاصی کو بانگ اور مٹوبات و عقوبات آثار ہیں اور تشبیہ اول میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تشبیہ ثانی میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب مٹوبات و عقوبات آثار ہیں تو وہ در کے مشابہ کیسے ہوئے کہ در تو بانگ میں موثر ہوتا ہے سو تو جیہ اس تشبیہ کی یہ ہے کہ مٹی اس کا محض خفا و ظہور ہے قطع نظر تاثیر و تاثر سے یعنی جس طرح در مخفی ہوتا ہے اور بانگ ظاہر اسی طرح مٹوبات و عقوبات مخفی ہیں اور اقوال طاعت و معصیت ظاہر پس اوپر اقوال ظاہرہ محض علامت ہیں مشبہ بالباب کی اور آگے علت بھی ہیں اس کی اور علامت بھی اور مقصود مشترک جزئیات سابقہ و لاحقہ میں یہ ہوا کہ ناسوت پر نظر کو مقتصر مت رکھو اصل چیز قابل نظر عالم غیب ہے موثر اکان او اثر اس کے بعد ایسے اعمال سے تحذیر کریں گے جن سے عالم غیب میں اثر بد و مضر پیدا ہو اور وہ عمل اتباع ہوی ہے احقر نے شروع تمہید میں مضامین مناسبہ سے یہی مضامین مراد لئے ہیں پس اول ان جزئیات قسم ثانی میں سے بعض کا بطور مثال کے ذکر فرماتے ہیں کہ مثلاً) اگر (گفتار) حکمت (و علم) کا چنگ خوش آواز (اور ظاہر) ہو تو (سمجھ لو کہ خبر نہیں) کونسا در روضہ جنت سے کھل گیا (اور اسی طرح) اگر گفتار بد کی بانگ آویختہ (کذا فی الغیث فی معنی در وایعنی متعلق بکام و زبان) ہوتی ہے تو (سمجھ لو کہ خبر نہیں) سقر کا کونسا در کشادہ ہو جاتا ہے (یعنی حسنہ سے عالم غیب میں جنت کا اثر اور سیدہ سے دوزخ کا اثر مرتب ہوتا ہے اور) تو بانگ در سن لے اگر تو اس کے در سے دور ہے (اور) اے شخص اس کے لئے تو چین ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا (اور اس کو در نظر آ گیا مطلب یہ کہ ہم نے جو جنت و سقر کو مرتب کہا ہے اعمال پر تو اگر

وہ نظر نہ آویں تو اعمال تو محسوس ہیں جو ان پر دال بھی ہیں پس شک مت کر اور آگے ترغیب دی ترقی کی کہ بصیرت مفتوح ہو جاوے اور ذوقاً جنان و نیراں کا ادراک ہونے لگے کما للعارفین تو سبحان اللہ آگے اسی کی تاکید ہے دوسرے عنوان سے کہ طاعت پر راحت و ثواب کا اور معاصی پر عقوبت کا عالم غیب میں ترتیب ہوتا ہے پس فرماتے ہیں کہ (جب تو دیکھے کہ عالم ناسوت میں) تو نیکی کر رہا ہے تو (سمجھ لے کہ) حیات (دائمہ) اور راحت کی تیاری کر رہا ہے (جس کا تحقق عالم غیب میں ہو رہا ہے اور اسی طرح) جب (ناسوت میں) کوئی تقصیر اور فساد جاری ہو رہا ہے تو (اس سے عالم غیب میں) وہ حیات (مذکورہ) اور ذوق (روحانی) غائب (وزائل) ہو رہا ہے (کہ اس زوال کا ترتیب بھی عالم غیب میں ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی اور یہ کہا ہے کہ چونکہ تقصیر و فساد دے می رود تو اس باب میں یعنی اعمال حسنہ و سیئہ کے تمیز میں) تو اپنی دید کو دید خسان کے وجہ سے مت چھوڑ کیونکہ یہ کر گس تجھ کو مردار کی طرف کھینچتے ہیں (مطلب یہ کہ جن اعمال سے استدلال و عقوبات پر کیا جاتا ہے ان کی تعمین میں تحقیق سے کام لینا محبان دنیا کی رائے پر مدار مت رکھنا کہ وہ تو تجھ کو دنیا ہی کی طرف لے جاتے ہیں جس سے مثل ان کے تیرا بھی یہ حال ہو جاوے گا فمّن زین له سوء عملہ فراہ حسنا جیسا کفار کو گمراہوں کی تقلید سے پیش آیا اور ایسا نہ کرنا کہ) آنکھ جو کہ زگس کی طرح (کھلی ہوئی) ہے (یعنی تحقیق پر قادر ہے اور اہل حق کی تقلید بھی ایک قسم ہے تحقیق کی اس کو) تو بند کر لے (اور گمراہوں سے پوچھتا پھرے) کہ کیا بات ہے (اور ان گمراہوں سے یہ کہے کہ) ہاں میرا عصا پکڑ کر کھینچ کہ میں اندھا ہوں اے بھائی اور (حقیقت یہ ہے کہ) یہ عصا کش جو تو نے سفر میں اختیار کیا ہے اگر تو (غور سے) دیکھے تو تجھ سے بھی زیادہ اندھا ہے (کیونکہ ضال کا قصد تو اس تقلید میں احیاناً اہتدا کا بھی ہوتا ہے بخلاف مفصل کے کہ ہمیشہ اضلال ہی کا قصد کرتا ہے غرض ایسے شخص کی تقلید مت کر بلکہ اول تو تحقیق و مشاہدہ کا مرتبہ حاصل کر کہ عارف اور مبصر ہونا ہے جن کو اعمال کا حسن و قبح دلیل شرعی کے ساتھ ذوق و وجدان سے بھی مدرک ہوتا ہے اور اگر یہ میسر نہ ہو اور ذوق و وجدان نصیب نہ ہو تو ظاہر شریعت ہی کا اتباع اعتقاد کے ساتھ کر آگے اسی کو کہتے ہیں کہ اگر تو تحقیق نہ ہو تو) جل اللہ سے کورانہ (و مقلدانہ) تمسک کر (اور) بجز امر و نہی ربانی کے (اور کسی امر کا) قصد مت کر (کہ یہی امر و نہی یعنی احکام ظاہرہ شریعت مقدسہ کے جل اللہ ہے اور اتباع شرع کی ضد چونکہ اتباع ہوئی ہے اور اتباع شرع مستلزم ہے ترک ہوئی کو اس لئے آگے جل اللہ کی تفسیر اس لازم سے کرتے ہیں کہ) جل اللہ کیا چیز ہے ہوئی (نفسانی) کا ترک کرنا (اور اس میں اشارہ ہے اتباع احکام کے تسہیل طریق کی طرف یعنی ہوئی نفسانی جو کہ اس سے مانع ہے اس کو ترک کر دینا معین ہوتا ہے اس میں اور اکثر اغلاط سے محافظت کا سبب ہوتا ہے آگے مذمت ہے اتباع ہوئی کی بغرض اس سے تحذیر کے جیسا کہ شعر چنگ حکمت کی تمہید میں بھی احقر نے اس کا ذکر کیا ہے یعنی ہم نے جو رہا کردن ہوا کا امر کیا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے) کہ (وہ نہایت مذموم اور مضر ہے چنانچہ) یہی ہوا عباد کے لئے صرصر ہو گئی تھی (یعنی عقوبت کا سبب یہی اتباع ہوئی نفسانی و ترک احکام الہیہ تھی اور) خلق (کثیر) زندان (متعارف) میں ہوئی ہی سے بیٹھی ہے (کہ ارتکاب جرائم کا سبب ظاہر ہے کہ یہی ہے اور) مرغ کے پر ہوئی ہی سے بندھ جاتے ہیں (کہ وہ حرص دانہ سے دام میں پھنس جاتا ہے اور) ماہی گرم توے میں ہوئی ہی سے ہے (کہ کھانے کی حرص سے شست میں الجھ گئی اور) مستورات سے اسی ہوئی سے شرم رخصت ہو جاتی ہے (کہ مال یا لذت کی حرص میں عورتیں فحش اختیار کرتی ہیں اور) شخنہ کا غصہ (مجرمین پر) ہوئی ہی کا شعلہ نار ہے (کہ ان مجرمین کا اتباع ہوئی سبب اس خشم کا ہوا اور) چار میخ (کہ ایک نوع ہے عقوبت کی فی الغیاث کہ مجرم را پچھا ر میخ دست و پا بندند) اور ہیبت دار ہوئی ہی سے



ہے (یہ آثار تو ہوئی سے ناسوت میں مرتب ہوتے ہیں جن کا مورد اولاً جسم ہے اور اس کے واسطے سے روح آگے عالم غیب میں اس ہوئی پر آثار کے ترتیب کو بتلاتے ہیں جن کا مورد اولاً روح اور اس کے واسطے سے جسم ہے اور زیادہ مقصود یہی بتلانا ہے جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے کہ اعمال کے آثار عالم غیب میں متحقق ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) تو نے شکنجہ (معذب) اجسام کو زمین پر دیکھ لیا (نظر کو پڑھا کہ) شکنجہ احکام روح کو بھی دیکھ (یعنی روح کے لئے جو آثار اعمال بد سے ثابت ہوتے ہیں وہ معنی الاحکام اور وہ آثار مشابہ شکنجہ ہیں تنغیض و تعذیب روح میں ان کو بھی سمجھ آگے اس کا بیان ہے کہ) روح کے لئے بھی (عالم) غیب میں شکنجے (عقوبتیں) ہیں لیکن جب تک تو (اس عالم سے) نہیں نکلتا وہ شکنجہ مخفی ہے (اور یہ ظاہر بات ہے مگر) جب تو (اس عالم سے) چھوٹے گا تو اس شکنجہ ہلاکت کو دیکھے گا اس لئے کہ ایک ضد دوسری ضد سے آشکارا ہوتی ہے (حاصل یہ کہ یہاں تو خود کدورات و ظلمات میں مبتلا ہے جو کہ ایک قسم کا شکنجہ ہے تو نے فضا و وسعت دیکھی ہی نہیں جس سے زندان دنیا کا شکنجہ ہونا معلوم ہوتا مرنے کے بعد عالم قدس کا فضا و وسعت دیکھے گا پھر اپنی حالت حرمان پر نظر کر کے سمجھ میں آوے گا کہ میں شکنجہ میں ہوں اور اسی حکمت سے قبر میں کافر کو جنت بھی دکھائی جاتی ہے تاکہ عقوبت کا پورا ادراک ہو کہ حسرت قوت نعیم کو اس ادراک کے تام ہونے میں دخل ہے اور آشکار سے بھی ادراک تام مراد ہے ورنہ نفس ادراک عقوبت اس پر موقوف نہیں آگے شعر بالا کی ایک تائید ہے یعنی) جو شخص کنوئیں میں اور آب سیاہ میں پیدا ہوا ہو (اور وہاں ہی رہا ہو) وہ کیا جانے لطف دشت کو اور رنج چاہ کو (لطف دشت کو تو اس لئے نہیں جانتا کہ اس نے اس کا کبھی مشاہدہ ہی نہیں کیا اور رنج چاہ کو اس لئے نہیں جانتا کہ اس کی ضد کو کہ لطف دشت ہے نہیں دیکھا پس اسی طرح جو شخص ہمیشہ سے کدورت دنیا میں مبتلا ہے وہ عالم غیب کے نہ لطف کو جانے نہ عقوبت کو اور یہی مضمون تھا شعر سابق کا پس اس لئے وہاں جا کر بعد مشاہدہ عالم قدس کے وہاں کی عقوبت کا ادراک نام ہو گا حتیٰ کہ جن حضرات کو اس عالم کا لطف ذوق و بصیرت سے دنیا ہی میں محسوس ہو جاتا ہے وہ ظلمات اعمال و کدورات احوال کا یہاں بھی ادراک کرنے لگتے ہیں اور صدور معاصی سے بے حد پریشان و منقبض ہوتے ہیں اور بعد توبہ و انذار و اصلاح کے بے حد مسرور و منشرح ہوتے ہیں اور اس شعر کے مضمون پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب چاہ میں پیدا ہوا اور یہ ضد ہے لطف دشت کی اور ضد سے ادراک ضد کا ہوتا ہے تو چاہئے کہ اس کو لطف دشت کا ادراک ہوا کرے پھر اس کے کیا معنی اوچہ داند لطف دشت بات یہ ہے کہ ضد سے دوسری ضد کا ادراک جب ہوتا ہے جبکہ اس دوسری ضد کا بھی مشاہدہ ہو جاوے تب مقالہ و موازنہ سے ادراک تام ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ صرف ایک ہی ضد کا ادراک اس کے لئے کافی ہے آگے پھر عود ہے ترغیب ترک ہوئی اور تحذیر اتباع ہوئی کی طرف یعنی ترک ہوئی ایسی نافع چیز ہے کہ) جب تو نے خوف حق سے ہوا کو ترک کر دیا تو تجھ کو تسنیم حق سے پیالہ ملے گا (کذافی الغیاث فی معنی مغراق اور پیالہ سے خواہ جسی مراد ہو جیسا جنت میں ملے گا یا معنوی جیسا عارفین کو یہاں ثمرات عطا ہوتے ہیں جب ترک ہوا ایسی چیز ہے تو اس کے اتباع سے ہمیشہ پر حذر رہ اور) اپنے ہوئی (نفسانی میں کبھی مت چل) (اور) سبیل کی درخواست کر درگاہ الہی سے بجانب سبیل کے (من جناب اللہ اور نحو سبیل متعلق ہے سل کے یعنی سبیل تک پہنچنے کا راہ اللہ سے مانگ کہ وہ اتباع ہے احکام حق کا اور) تو مطیع ہوئی (نفسانی) مت ہو مثل گھاس کے (کہ تابع ہوائے غصری ہوتا ہے پس ہوئی بالف مقصودہ بھی مشابہ ہے ہواء بالف ممدودہ کے اور) بیشک سایہ عرش (جو ترک ہوا ہے میسر ہوگا جیسا حدیث میں ہے کہ ایک وہ شخص بھی عرش کا سایہ پاوے گا جس کو کوئی عورت برے کام کے لئے بلاوے اور وہ خدا کے خوف سے باز رہے پس یہ سایہ) اولیٰ ہے جھوپڑے سے (یعنی لذت

دنیاۓ دینہ سے کہ مثل سایہ عریش کے خیس المرتبہ و زائل ہے پس اس ظل عریش کو ظل عرش پر ترجیح مت دے آگے شاہ کا قصہ ہے اور اس میں بھی رجوع لطیف ہو گیا اس کی طرف کہ شاہ نے بھی ہوائے نفسانی کو ترک کر کے گھوڑا واپس کر دیا تھا چنانچہ آگے مذکور ہے مع دیگر افادات کے)

فائدہ:- شعر زین یکے زمش الخ سے اس مقام تک شرح لکھنے کے وقت معلوم نہیں کس سبب سے میری طبیعت بستہ رہی جس کی وجہ سے عبارت میں بے ساختگی نہیں رہی۔ واللہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔

گفت سلطان اسپ را واپس برید	زود تر زیں مظلمہ بازم خرید
بادشاہ نے کہا کہ گھوڑے کو واپس لے جاؤ	بہت جلد مجھ کو اس مظلمہ سے چھڑاؤ
بادل خود شہ بفرمود ایں قدر	شیر را مفرب زیں راس البقر
اپنے دل سے کہا کہ اس قدر	شیر کو اس راس البقر سے فریب مت دے
پای گاؤ اندر میاں آری ز داؤ	رو ندوزد حق بر اسپے شاخ گاؤ
تو براہ جیلہ گاؤ کی ٹانگ کو سچ میں کھسکے دیتا ہے	چل حق تعالیٰ اسپ پر شاخ گاؤ کو نہیں لگاتا
بس مناسب صنعت ست ایں شہر زاؤ	کے نہد بر جسم اسپ او عضو گاؤ
بہت ہی مناسب صنعت ہے وہ	جسم اسپ پر گاؤ عضو کو کیسے رکھ دے گا
زاؤ ابدان را مناسب ساختہ	قصر ہائے منتقل پرداختہ
باقی تعمیرات نے ابدان کو مناسب بنایا ہے	چلتے پھرتے کو شک آراستہ کئے ہیں
درمیان قصر ہا تخریجھا	از سوی ایں سوی آں صہر تہجھا
ان کو شکوں کے درمیان میں منافذ ہیں	اس کی طرف سے اس کی طرف کو نہیں ہیں
وز دروں شاں عالمے بے منتہا	درمیان خرگبے چندیں فضا
اور ان کے درمیان میں ایک بے نہایت عالم ہے	ایک خیمہ کے اندر اتنے بڑے بڑے میدان ہیں
قبض و بسط چشم و دل از ذوالجلال	دمبدم چوں می کند سحر حلال
قبض و بسط بصر اور بصیرت کا جو ذوالجلال کی طرف سے ہوتا ہے	دمبدم کس طرح سے سحر حلال کرتا ہے
گہ چو کا بو سے نماید ماہ را	گہ نماید روضہ قعر چاہ را
وہ کبھی ماہ کو کابوس کی مشابہ دکھلا دیتا ہے	کبھی قعر چاہ کو باغ دکھلا دیتا ہے
زیں سبب درخواست از حق مصطفیٰ	زشت را ہم زشت و حق را حق نما
اس سبب سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی	آپ زشت کو زشت اور حق کو حق ہی دکھلائے



تا با خر چوں بگردانی ورق	از پشیمانی نیستم در قلق
تا کہ انجام کار میں جب آپ ورق اٹھیں	میں پشیمانی سے قلق میں نہ پڑوں
مکر کہ کرد آں عماد الملک فرد	مالک المملکش بداں ارشاد کرد
جو کید کہ عماد الملک فرد نے کیا تھا	اس کو مالک الملک نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی
حیلہ محمود ایں باشد و لیک	تو ممیز باش مرید راز نیک
یہ حیلہ محمود ہوتا ہے لیکن	تو مذموم کو محمود سے متمیز کرنے والا وہ
مکر حق سرچشمہ ایں مکر ہاست	قلب بین الاصبغین کبریاست
تدبیر حق ان سب حیل کا سرچشمہ ہے	قلب حضرت کبریا کی دو انگشت کے درمیان میں ہے
آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس	آتشی داند زدن اندر پلاس
جو ذات کہ تیرے دل میں حیلہ اور قیاس کو پیدا کرتی ہے	وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتی ہے

بادشاہ نے کہا کہ (اس) گھوڑے کو (مالک کی طرف) واپس لے جاؤ (اور) بہت جلد مجھ کو اس مظلمہ (اخذا سپ) سے چھڑاؤ (اور اس حکم دینے کے بعد) اپنے دل سے کہا کہ اس قدر شیر کو (یعنی مجھ کو) اس راس البقر (کے عنوان) سے (جو) عماد الملک کے کلام میں مذکور ہے چوں سرگا و است گوئی ایں سرش) فریب مت دے (مطلب اس کا یہ ہے کہ میں اتنا نادان اور ناواقف نہیں کہ اس مضمون چوں سرگا و است الخ کو مطابق واقع کے سمجھ جاؤں کیونکہ ایسا وہ کر سکتا ہے جو گھوڑوں کی پہچان نہ رکھتا ہو میں جانتا ہوں کہ عماد الملک نے ایک تدبیر کی ہے استخلاص اس کی مگر چونکہ اس میں اس کو میرا بھی استخلاص مقصود ہے ظلمیت سے اور اس امیر کا مظلومیت سے اور یہ مقصود محمود ہے اور مقصود محمود کا ذریعہ و طریق بھی محمود ہے بشرط عدم مقتضی ذم کے اس لئے میں نے اس کے اس مضمون کو باوجود غیر واقعی سمجھنے کے قبول کر کے اس پر عمل کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی توفیق عمل کے ساتھ یہ مدد فرمائی کہ وہ مضمون موثر ہو گیا جس سے وہ خیال افسردہ ہو گیا باقی میں گھوڑے کو اب بھی حسین سمجھتا ہوں اور حق اس مضمون کا یہ تھا کہ عماد الملک اس کا مخاطب ہوتا لیکن اس میں ایہام ہوتا عدم قبول کا نیز اظہار ہوتا عماد الملک کے کید کے منکشف ہو جانے کا اس لئے اپنے قلب کو خطاب کیا اور وجہ صحیح خطاب قلب کی یہ ہے کہ قلب نے عماد الملک کی موافقت کی جس سے اس اسپ کا خیال چھوڑ دیا پس گویا قلب بھی اس مضمون میں اس کا مشارک ہے اور صیغہ نہی مفریب سے مقصود اس فریب و تدبیر کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ انشاء بمعنی خبر ہے یعنی در فریب تو نیام اور راس البقر سے تعبیر حکایت لقول العماد ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) تو (موفقاً للعماد) براہ حیلہ (کما فی الغیاث فی معنی داؤ) گاؤ کی ٹانگ کو بچ میں گھسیڑے دیتا ہے (یہ محاورہ ہے کہ اس کا مضمون تشبیہ اس معاملہ اسپ میں ملائے دیتا ہے) چل (میں تیرے اس حیلہ کو مطابق واقع کے نہ سمجھوں گا کیونکہ علاوہ اس کے کہ میں گھوڑوں کی پہچان میں مہارت رکھتا ہوں کما یدل علیہ کلمۃ شیر المذکورۃ فی الشعر السابق ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ) حق تعالیٰ اسپ پر شاخ گاؤ (یعنی سرگاؤ) کو نہیں لگاتا۔ (وہذا من اطلاق الحال علی المحل او اللزوم الاکثری علی الملزوم غرض یہ کہ

اس قول کی تصدیق واقعی سے دو امر مانع ہیں ایک یہ کہ میں گھوڑوں کو پہچانتا ہوں وہ ویسا ہی ہے جیسا میں نے سمجھا تھا گو بتوفیق حق میری رغبت جاتی رہی فان زوال الميل لا يستلزم زوال العلم دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کی صنعت کلیا و دوا کمال اور مناسب ہے اور اس مانع ثانی میں مانع اول سے ترقی ہے کیونکہ مانع اول کا حاصل تو یہ ہے کہ وہ عرفا بھی حسین ہے دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ اگر بالفرض عرفا بھی حسین نہ ہو جیسے بہت سی اشیاء و حیوانات اور انسان کر یہاں صورت و قبح المنظر اور بھدے سمجھے جاتے ہیں مگر نظراً الی حکمة الباری فی صنعه میں پھر بھی حسین سمجھتا ہوں اور اس تقدیر تنزل پر تقریر میں ترقی ظاہر ہے گویا جز قصہ تو جواب بمانع اول ہی ہے اور جواب بمانع ثانی ایک گونہ انتقال ہے قصہ سے حصہ کی طرف جس میں مستقلاً یہ بتلانا ہے کہ قبح عرفی کو بھی قبح حقیقی نہ سمجھنا چاہئے کہ اس میں بھی حکمتیں ہیں بلکہ جو چیزیں حقیقہ بھی قبح ہیں جیسے افعال قبیحہ یا ان کے فاعلین کی شرع نے ان کو قبح بتلایا ہے جس کے بعد ان کے قبح حقیقی میں کوئی شک نہیں ان قبائح حقیقیہ کو بھی من کل الوجوه قبح نہ سمجھنا چاہئے بلکہ ان کو حقیقہ قبح کہا جاوے گا اور بالنظر الی الحکم المودعة فیہا للعراض غیر قبح کہا جاوے گا کما قال مولانا فی بعض المقامات کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست و رہما نسبت کنی کفر آفت ست۔ اسی لئے محققین نے کہا ہے کہ شر مطلق کوئی چیز نہیں اور یہاں تو گھوڑا شرعاً و حقیقہ بھی قبح نہیں اس لئے اس کو حقیقہ حسن کہا جاوے گا کہ دلیل قبح حقیقی مطلقاً منشی اور دلیل حسن یعنی کمال صنعت و تضمن حکم و مصالح موجود چنانچہ حکم مذکور مصرعہ مذکور کا مبنی حسن صنع حق کا ہونا آگے مصرعہ مذکور ہے یعنی (یہ صنایع شہر) یعنی خالق عالم کما فی الغیاث زاو معمار) بہت ہی مناسب صنعت ہے (اس کی ترکیب مثل حسن الوجہ کے ہے اے مناسب صنعت پھر) وہ جسم اس پر گاؤں کے عضو کو (مثلاً سر کو) کیسے رکھ دے گا (بلکہ اس) بانی تعمیرات نے (تمام) ابدان کو مناسب بنایا ہے (تخصیص ابدان کی اس لئے ہے کہ محسوس وہی ہیں اور ان ہی میں حسن و قبح کا حکم کرنے کی عادت ہے ورنہ ارواح بھی اس علم مناسبت صنع میں شریک ہیں اور اس بانی نے) چلتے پھرتے (یعنی زندہ) کو شک آراستہ کئے ہیں (کذا فی الغیاث فی معنی پرداختن آگے ان کی آراستگی کا بیان ہے یعنی) ان کو شکوں کے درمیان میں مناقہ ہیں (ارادة بالتخريج سببه و کون المنافذ سبب التخريج لاشیاء و کذا الدخول ظاہر اور) اس (ایک منفذ) کی طرف سے اس (دوسرے منفذ) کی طرف کو نہریں (جاری) ہیں (ان قسمر ہائے منتقل و متحرک سے مراد ابدان حیوانات کے ہیں جن میں انسان بھی داخل ہے اور یہ وصف اس کے عجیب ہونے کے سبب بڑھایا ورنہ قصر عرفی تو غیر منقول ہوتا ہے ان کو شک تشبیہا کہا کہ ان میں بالکل ایک عجیب پتلی گھر کا سا کارخانہ ہے اور منافذ سے مراد بدن کے وہ تمام حصے ہیں جن سے عروق متصل ہیں کہ تغذیہ کے لئے دم ان میں نفوذ کرتا ہے اور نہروں سے مراد یہی عروق ہیں اور ان کا بدن پھر میں جال کی طرح پھیلا رہنا معلوم ہے جس کی تفصیل علم تشریح میں خوب مبسوط ہے جس کے مطالعہ سے حق تعالیٰ کی صنعت کی عظمت معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے یہ تو مطلق ابدان حیوانات کا حکم مشترک تھا آگے بطور تخصیص بعداً عمیم کے خاص ابدان انسانیہ مع ما فیہا من القوی الخاصہ کے متعلق مضمون فرماتے ہیں کہ ان ہی قصر ہائے ابدان مذکورہ میں بعض ابدان وہ ہیں کہ یہ احکام عامہ مذکورہ تو ان کے لئے ثابت ہیں ہی) اور (ان کے علاوہ خاص احکام یہ ہیں کہ) ان کے درمیان میں ایک بے نہایت عالم ہے (جس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ تو ایسی بات ہو گئی کہ جیسے گویا) ایک خیمہ کے اندر اتنے بڑے بڑے میدان ہیں (مراد اس سے انسان کا مظہر جامع ہونا ہے جس کی تفسیر یہ ہے کہ تمام اجزاء عالم جن اسماء الہیہ کے مظاہر ہیں انسان مفردان سب اسماء کا مظہر ہے اور



عالم کی حقیقت ان اسماء کے آثار ہیں جب انسان تمام اسماء کا مظہر ہو تو لامحالہ ان سب اسماء کے آثار کا بھی جامع ہوگا اور یہی آثار حقیقت تھے عالم کے پس اس طرح سے وہ تمام عوالم بے منتہا بمعنی کثیرہ کا جامع ہوا اور تحقیق و تفصیل اس مسئلہ کی احقر کے رسالہ انوار الوجود میں بقدر ضرورت مذکور ہے اور عوالم کو جمع اس لئے لائے کہ ہر نوع ایک عالم ہے جیسا قرآن مجید میں اسی بناء پر عالمین فرمایا ہے اور چونکہ اسماء الہیہ میں سے قابض و باسط بھی ہے اور انسان پر ان کی بھی تجلی ہوتی ہے اس لئے ان کے بعض آثار بیان فرماتے ہیں کہ (قبض و باسط بصر اور بصیرت کا جو ذوالجلال کی طرف سے ہوتا ہے) کہ وہ تجلی ہے قابض و باسط کی وہ) دمبدم کس طرح سے سحر حلال (یعنی تصرف سب لاقترانہ بالحکمتہ) کرتا ہے (یعنی) وہ کبھی ماہ کو کابوس کی مشابہ دکھلا دیتا ہے (اور) کبھی قعر چاہ کو باغ (کے مشابہ) دکھلا دیتا ہے (کابوس ایک دماغی مرض ہے جس سے سوتے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے دبا لیا اور آواز تک نہیں نکلتی مراد اس سے موجب انقباض و تنگی مطلب یہ کہ کبھی ماہ کو موجب انبساط ہے بشکل موجب انقباض معلوم ہوتا ہے اور یہ تجلی ہے قابض کی اور کبھی چاہ کہ موجب انقباض ہی بشکل موجب انبساط معلوم ہوتا ہے اس کو عجیب اور قوی ہونے کے سبب سے سحر کہا اور حلال اس لئے کہا کہ حق تعالیٰ کا ہر تصرف خیر ہے گو کسی خاص کے ضرر کے اعتبار سے اس کے حق میں خلاف خیر ہو اور مصداق اس موجب انبساط و موجب انقباض کا حق و باطل ہے کہ حق کا سبب راحت ہونا اور باطل کا سبب کلفت ہونا ظاہر ہے خلاصہ یہ ہوا کہ قابض کی تجلی سے کبھی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ حق بصورت باطل نظر آنے لگتا ہے اور اس سے منقبض اور معرض ہو جاتا ہے اور باسط کی تجلی سے کبھی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ باطل بصورت حق نظر آنے لگتا ہے اور اس سے منبسط و مرتبط ہو جاتا ہے یہ حاصل ہوا ان دونوں شعروں کا اور تخصیص ان دو اسماء کی ذکر کے ساتھ تمثیلاً ہے اور نکتہ ترجیح کا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی تجلی محل تنبیہ ہے تاکہ حق و باطل میں تمیز کی کوشش کرے کہ اس تمیز کے اسباب بھی اختیار میں دیئے ہیں اور ان آثار مذکورہ کا محل اصل میں قلب ہے مگر چشم کے ذکر میں عجب نہیں اس طرف اشارہ ہو کہ اکثر اس غلطی کا سبب اولاً ادراک حسی ہوتا ہے چنانچہ حواس کو جو ایسے قلب کہا جاتا ہے مثلاً کسی چیز کو دیکھ کر یا کسی بات کو سن کر شہوت یا غضب کا غلبہ ہوا اور اس سے عقل مغلوب ہو کر غلطی میں مبتلا ہو گئی اور یہ دونوں شعر تمام نسخوں میں مقدم و موخر تھے مگر میرے قلب پر بے ساختہ بے حد تقاضا معلوم ہوا کہ شعر قبض و باسط الخ کو مقدم لکھوں اور گہ چوکا بوسے الخ کو موخر جس کی وجہ یہ ہے کہ تقریر مطلب اسی طرح آسان معلوم ہوئی اور اگر نسخوں کی ترتیب پر رکھا جاوے تو اس صورت میں نماید کا فاعل ضمیر مستتر راجع الی الحق ماننے سے یہ اقرب الی اسباق ہے کہ قبض و باسط مذکور موخر آکر مانا جاوے اور مصرعہ دمبدم بطور خلاصہ کے ہو جاوے گا اور اوپر جس تصرف کا بیان ہے اس کے وقوع پر ایک تفریع بطور اس کی تائید کے کرتے ہیں کہ) اسی سبب سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی (کہ اے اللہ) آپ زشت کو زشت اور حق کو حق ہی دکھلائیے (اشارہ ہے دعائے اللھم ارنا الاشیاء کما ہی کی طرف جس کے الفاظ حدیث میں میری نظر سے نہیں گزرے لیکن مضمون اس کا بہت حدیثوں میں وارد ہے مثلاً اھدنی ولا تضلنی کا یہی حاصل ہے آگے حضور کی اس دعا کی غایت ہے یعنی اے اللہ یہ دعا اس لئے کرتا ہوں کہ) تاکہ انجام کار میں جب آپ (حیات کا) ورق الٹیں (یعنی حیات متبدل بہ وفات ہو جو وقت ہے انکشاف حقائق کا اور اس وقت حق و باطل میں تمیز ہو سو اس وقت) میں پشیمانی سے قلق میں نہ پڑوں (اس لئے اسی وقت مجھ کو حفاظت میں رکھے کہ التباس موجب للقلق سے بچا رہا ہوں فی چراغ ہدایت ورق گشتن دگرگوں شدن حال اھ قلت ویوخذ من هذا ان ورق

گردانیدن دگرگوں کردن حال اور چونکہ ظاہر اس مضمون بالا سے غلط بینی و غلط اندازی کا مطلقاً مضمر ہونا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ بعض افراد اس کے نافع بھی ہیں جیسے عماد الملک نے اس گھوڑے کی غلط مذمت کر کے غلط اندازی کی اور وہ سبب ہو گئی بادشاہ کے محصیت سے بچنے کا اس لئے آگے بطور استدراک کے اس کا استثنا کرتے ہیں اور من وجہ اس میں لطافت کے ساتھ رجوع بھی ہو گیا قصہ کی طرف باعتبار بحث کے اس کے ایک جزو سے یعنی ہر تلپیس قابل استعاذہ نہیں بلکہ بعض تلپیس مطلوب بھی ہے چنانچہ جو کید کہ عماد الملک فرد نے کیا تھا اس کو مالک الملک نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی (یعنی الہام سے سو) یہ حیلہ محمود ہوتا ہے (کما قال تعالیٰ کذلک کدنا لیسف اب اس سے متبع نفس سے احتمال تھا کہ وہ تمام حیل کو محمود ہی سمجھنے لگے جیسے بعض نے حیل باطلہ کا نام حیل شرعیہ رکھا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ گو بعض حیل محمود بھی ہوتے ہیں) لیکن تو (حیلہ) مذموم کو (حیلہ) محمود سے متمیز کرنے والا رہ (جس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کوئی مصلحت شرعیہ فوت نہ ہو وہ جائز ہے اور جس سے کوئی مصلحت شرعیہ حاصل ہوتی ہو وہ محمود ہے اور جس سے کوئی مصلحت شرعیہ ضائع ہوتی ہو وہ مذموم اور باطل ہے مثال الجائز قوله علیہ السلام لبلال بع الجمع بالدراهم ثم اتبع بالدراهم مثال المحمود صنع عماد الملک مثال المذموم حيلة اسقاط الزکوة او حيلة اكل الرباء اور چونکہ امثال حیلہ عماد الملک کے اختیار کرنے میں ممکن تھا کسی کو اپنی ذہانت و فطانت پر ناز و عجب ہو جاتا اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) تدبیر حق ان سب حیل کا سرچشمہ ہے (کما قال تعالیٰ واللہ خیر الماکرین اور) قلب حضرت کبریا کی دو انگشت کے درمیان میں ہے (پس یہ ذکاوت اور زیر کی تمہاری خانہ زاد بھی نہیں بلکہ مستعار اور مستفاد ہے حضرت حق سے اور پھر اس کے القاء و افادہ میں وہ مضطر بھی نہیں ان کی قدرت و اختیار میں ہے پھر تمہارا عجب عجب ہے پھر یہ بھی ناز نہ کرنا کہ القاء کے قبل قبل تو ہم کو عجب نامناسب تھا کہ شاید القاء نہ ہوتا لیکن القاء کے بعد تو وہ ہماری صفت بن گیا اور افادہ سے مستغنی ہو گئے سو یہ ناز نہ کرنا اس لئے کہ) جو ذات کہ تیرے دل میں حیلہ اور قیاس کو پیدا کرتی ہے وہ (تیرے) ناٹ (پالان میں آگ لگانا بھی جانتی ہے) (یعنی تیرے ذخیرہ علم حاصل کو معدوم بھی کر سکتی ہے کما قال تعالیٰ ولن نشنا لندھبن بالذی اوحننا الیک ثم لا تجد لک به علینا وکیلا الا رحمة من ربک الایہ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ وہ قادر مطلق ہیں پھر بھی عجب و استغناء کی کہاں گنجائش رہی آگے تمیم ہے قصہ مختص و قرضدار کی جو عشر سابع میں شروع ہوا تھا۔

رجع کردن بقصہ آں پائمر دو آں غریب و امدار و باز گشتن

ایشاں از سرگور خواجه و خواب دیدن پائمر دخواجہ مختسب را

مددگار اور اس قرضدار پر دیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور ان کا خواجه کی

قبر کے سرہانے سے واپس آنا اور مددگار کا خواجه مختسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت	چوں غریب از گور خواجه باز گشت
بے ختم رہ گئی وہ سرگذشت	جب غریب الوطن خواجه کی قبر سے واپس ہوا
پایمردش سوی خانہ خویش برد	مہر صد دینار را با او سپرد
تو پایمرد اس کو اپنے گھر لے گیا	مہر سو دینار کی اس کو سپرد کر دی



لوش آورد و حکایتهاش گفت	کز امید اندر دلش صد گل شگفت
تکلف کا کھانا اس کے سامنے لایا اور اس سے بہت سی حکایات بیان کیں	کہ اس کے دل میں امید کے صد ہا گل شگفت ہو گئے
آنچه بعد العسر یسر او دیدہ بود	با غریب از قصہ آں لب کشود
اس نے جو کچھ دشواری کے بعد آسانی دیکھی تھی	اس غریب الوطن کے سامنے اس کے قصہ کا بیان کیا
نیم شب بگذشت افسانہ کناں	خواب شاں انداخت تا مرعای جاں
قصہ کہانی کہتے ہوئے آدمی رات گزر گئی	خواب نے ان کو چراگاہ ارواح کی طرف جا ڈالا
دید پا مرد آں ہمایوں خواجه را	اندر اں شب خواب در صدر سرا
پامرد نے اس مبارک خواجه کو	اس شب میں خواب میں مکان کے صدر میں دیکھا
خواجه گفت اے پامرد با نمک	آنچه گفتے من شنیدم یک بیک
خواجه نے کہا کہ اے پامرد با نمک	وہ غریب الوطن جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک کر کے سب سنا
لیک پاسخ دادم فرماں نبود	بے اشارت لب نیارستم کشود
لیکن جواب دینے کا مجھ کو اذن نہ تھا	بدون اشارہ کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا
ماچو واقف گشتہ ایم از چون و چند	مہر بر لبہای ما بنہادہ اند
ہم چونکہ واقف ہو گئے ہیں کیفیت و کیت سے	ہمارے لبوں پر مہر رکھ دی ہے
تا نگردد دراز ہائے غیب فاش	تا نگردد منہدم عیش و معاش
تاکہ اسرار غیب فاش نہ ہو جادیں	تاکہ انتظام معاش منہدم نہ ہو جادے
تا ندرد پردہ غفلت تمام	تا نماند دیگ محنت نیم خام
تاکہ پردہ غفلت بالکل ہی دریدہ نہ ہو جادے	تاکہ دیگ حکمت نیم خام نہ رہ جادے
تا نگردد ہچکس واقف بداں	تا نسوزد پردہ دعویٰ وراں
تاکہ کوئی شخص اس پر واقف نہ ہو	تاکہ اہل دعوے کا پردہ نہ جل جادے
تا نیفتد از طبق سرپوش غیب	می نبیند دیدنی را عین ریب
اس مصلحت سے کہ طبق سے حجاب غیب زائل نہ ہو جادے	قابل دید چیز کو چشم اہل ریب کی نہیں دیکھتی ہے
ماہمہ گوشیم گر شد نقش گوش	ماہمہ نطقیم لیکن لب خاموش
ہم سراپا گوش ہیں اگر نقش گوش جاتا رہا ہے	ہم سراپا نطق ہیں لیکن خاموش لب ہیں

ماہمہ عینیم گرشد نقش عین	بل ہمہ عینیم مابے میغ و غین
ہم سراپا چشم ہیں اگر نقش چشم جاتا رہا ہے	بلکہ ہم تو سراپا آفتاب ہیں بدوں ابر و غبار کے
غرق دریا نیم گرچہ قطرہ ایم	جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم
ہم غرق دریا ہیں اگرچہ قطرہ ہیں	ہم تمامی شمس ہیں اگرچہ ذرہ ہیں
بے حجاب درد گل آہیم صاف	در جہان جادواں گشتہ معاف
ہم بلا حجاب درد گل کے آب صاف ہیں	عالم جادوئی میں معاف ہو گئے
ہرچہ مادادیم دیدیم ایں زماں	اتنبہاں پردست و عین ست آنجہاں
ہم نے جو کچھ دیا تھا اس وقت ہم نے دیکھ لیا	کہ وہ جہاں پردہ ہے اور یہ جہاں ظاہر ہے
روز کشتن روز پنہاں کردن ست	تخم در خاک کے پریشاں کردن ست
بونے کا دن پنہاں کرنے کا دن ہے	تخم کو خاک میں بکھیر دینا ہے
وقت بدرودن گہہ منجل زدن	روز پاداش آمد و پیدا شدن
کانٹے کا وقت درانی لگانے کا	وقت پاداش کا اور ظاہر ہونے کا دن ہے

(نہایت بمعنی ختم یعنی) بے ختم رہ گئی وہ سرگذشت (قرضدار کی بیچ میں اور اور مضمون آگئے اب اس کو ختم کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ) جب (وہ) غریب الوطن (الح اور بعض نسخوں میں بجائے آن کے ایں خوش سرگذشت ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ مضمون لطیف عجائب تصرفات الہیہ کا جو متصل اشعار بالا میں مذکور ہوا ہے بے نہایت ہے احاطہ میں نہیں آ سکتا اس لئے قصہ اس غریب کا پورا کرو کہ جب وہ غریب الوطن (خولجہ) محتسب) کی قبر سے (بہت سادہ و غم ظاہر کر کے) واپس ہوا تو (وہ) پایمر داس کو اپنے گھر لے گیا (اور) مہر سودینار کی (مراد محفوظ کیسہ مشابہ مہر زدہ) اس کو سپرد کردی (جو اس نے چندہ کیا تھا اور حکایت خوارزم شاہ کے قبل جو دامدار کا یہ قول بظاہر محتسب آیا ہے ہست صد دینار ازین توزیع و بس وہ مستلزم اس کو نہیں کہ اس کے قبضہ میں آ گیا تھا اس قول کے لئے تو اس کا علم بھی کافی ہے سو علم چندہ کا اس کو بھی تھا اور دینار دے کر) تکلف کا کھانا اس کے سامنے لایا اور اس سے بہت سی (ایسی) حکایات بیان کیں کہ (ان کو سن کر) اس کے دل میں امید کے صدا گل شگفتہ ہو گئے (اور اس کی یہی غرض تھی ان حکایات کے بیان کرنے سے جس سے اس کی ناامیدی کم ہو چنانچہ آگے ان حکایات کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ وہ کس قسم کی حکایات تھیں یعنی) اس (پایمر د) نے (اپنی عمر میں) جو کچھ دشواری کے بعد آسانی دیکھی تھی (جو اکثر شخصوں کو پیش آتی ہے کہ مصیبت کے بعد راحت بھی ہو جاتی ہے) اس غریب الوطن کے سامنے اس کے قصہ کا بیان کیا (اور اسی طرح) قصہ کہانی کہتے ہوئے آدھی رات گزر گئی (اور پھر) خواب نے ان کو چراگاہ ارواح (یعنی عالم ارواح) کی طرف جاڈالا (یعنی خواب سبب ہو گیا ان کی ارواح کے متوجہ ہو جانے کا اس عالم کی طرف جیسا کہ خواب کا خاصہ ہے کہ اس سے روح ملا اسفل سے ملا اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور) پایمر د نے اس



مبارک خولجہ (یعنی محتسب) کو اس شب میں خواب میں (اپنے یا اس کے) مکان کے صدر (مقام) میں دیکھا (اور خواب میں) خولجہ (محتسب) نے کہا کہ اے پائیدار بانک (ملیح الافعال) وہ غریب الوطن (میری قبر پر) جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک کر کے سب سنا (اور بعض نے میلفتی میں یا اے معروف خطاب کی سمجھی ہے تو تقدیر عبارت کی یہ ہوگی کہ اے پامرد آں غریب را از من بگو کہ انچہ میلفتی الخ اور ہر حال میں یہ سماع موتی کی دلیل ہے اور گو قصہ دلیل حج نہیں لیکن دوسرے حج صحیحہ بھی اس باب میں وارد ہیں مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور کلام کی جانبین کو گنجائش ہے غرض اس نے کہا کہ میں سنتا تو تھا) لیکن جواب دینے کا مجھ کو اذن نہ تھا (اور) بدوں اشارہ (غیبی یعنی بدوں اجازت) کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا (مطلب یہ کہ جواب موقوف تھا اذن پر اور موقوف علیہ منتفی تھا اس لئے موقوف بھی منتفی رہا آگے حکمت بیان کی جاتی ہے اذن نہ ہونے کی وہ یہ کہ) ہم چونکہ واقف ہو گئے ہیں (عالم غیب کی) کیفیت و کمیت (یعنی احوال خاصہ) سے (اس لئے) ہمارے لبوں پر (قضا و قدر نے) مہر رکھ دی ہے تاکہ اسرار (خاصہ) غیب فاش نہ ہو جاویں تاکہ (ان اسرار کے فاش ہونے سے) انتظام معاش منہدم (و محتل) نہ ہو جاوے (اور انہدام انتظام معاش ہیں ظہور اسرار کے دخل کی وجہ آتی ہے یعنی) تاکہ پردہ غفلت بالکل ہی دریدہ نہ ہو جاوے (یعنی ظہور و مشاہدہ اسرار سے غفلت کا بالکل ارتقاع ہو جاوے گا اور امور معاشیہ کا مبنی تحقق ہے من وجہ غفلت کا کما قال مولانا فی بعض المواضع استن این عالم اے جان غفلت ست اس لئے اس مشاہدہ سے معاش کا انتظام محتل ہو جاوے گا۔ حدیث میں بھی وارد ہے جس سے اس کی لم بھی مفہوم ہوتی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لصحکم قلیلا و لیکیتم کثیرا و ماتلذذتم بالنساء علی الفرش ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللہ و فی الحاشیة عن الجمع الصغیر قال صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما انتم ملاقوہ بعد الموت ما کلتم طعاما علی شہوة ابدوا ولا دخلتم بیتا تستظلون بہ ولمررتم الی الصعدات تکدمون صدورکم و تبکون علی انفسکم رواہ ابن عساکر عن ابی الدرداء کذا فی المنہج القوی ۱۵ واللہ ہو غلبۃ الہیۃ من الہیۃ الحاضرۃ و کونہ مفہوما من الحدیث ظاہر اور یہ رفع غفلت ایک تو سبب ہوتا اختلال معاش کا کما ذکر اور دوسرے سبب ہوتا حکمت ابتلاء کے تعطل کا کما سیاتی یعنی) تاکہ دیگ حکمت نیم خام نہ رہ جاوے (کیونکہ جب حق تعالیٰ نے غفلت پیدا فرمائی ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں لان فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة وہ سبب معطل ہو جاتیں اور بزرگوں کے کلام میں بعض حکمتوں کی تعیین بھی ہے مثلاً زماومت اجر مجاہدہ لابل الایمان اور استدرج لابل المطغیان جن کا حاصل اخیر میں ظہور اسماء الہیہ ہے باقی یہ کہ پھر اس ظہور میں کیا حکمت ہے یہ سوال بیکار ہے کیونکہ ان سوالات کا تو کہیں سلسلہ ہی قطع نہ ہوگا اخیر میں جو کہنا پڑے گا وہ اسی جگہ کہہ لیا جاوے یعنی لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون اور اس کا مقتضا بیشک یہ تھا کہ اول ہی سے ایک حکمت کا بھی بیان نہ کیا جاتا مگر نفوس ضعیفہ کو من وجہ حکمت معلوم ہونے سے قدرے تسلی ہو جاتی ہے باقی زیادہ کاوش کرنے سے پھر خود وہ تسلی بھی زائل ہو جاتی ہے پس مصلحت تسلی دونوں امر کو مقتضی ہوئی بیان من وجہ کو اور عدم کاوش کو اور نیز ظہور اسرار سے جس طرح غفلت رفع ہو جاتی ہے جس پر دو اثر مرتب ہوتے خلل معاش و بطلان حکمت کما ذکر اسی طرح ظہور اسرار سبب ہو جاتا اطلاع عام کا اور وہ سبب ہو جاتا تفصیح مدعین کا شعر آئندہ میں اس کا ذکر ہے یعنی ظہور اسرار اس لئے بھی

نہیں کیا گی) تاکہ کوئی شخص اس پر واقف نہ ہو (قرینہ مقام سے یہاں مراد یہ ہے کہ سب واقف نہ ہوں یعنی نفی العموم ہے نہ کہ عموم نفی کیونکہ انبیاء علیہم السلام میں یہ عموم نفی منقوض ہوتی ہے کما ذکر فی الحدیث الماوانفاً لوتعلمونما اعلم حیث اثبت لنفسه العلم اور ایسی ترکیب دونوں معنوں میں مستعمل ہوتی ہے مثال نفی العموم قولہ تعالیٰ عند البعض لا تدركه الابصار ومثال عموم نفی قولہ تعالیٰ عند الجميع وما الله يريد ظلماً للعباد اور یہ اطلاع عام اس لئے پسند نہیں کی گئی) تاکہ اہل دعویٰ کا پردہ نہ جل جاوے (اور ان کی رسوائی نہ ہو جاوے کہ حق تعالیٰ کو عالم امتحان میں ستاری عیوب کی بھی مقصود ہے تو جب معلوم ہو جاتا کہ فلانا دوزخی ہے مردود ہے اس کا سب دعویٰ صلاح و تقدس کا خاک میں مل جاتا بخلاف اس صورت کے کہ اطلاع عام نہیں ہے صرف اہل وحی کو اطلاع ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت لوگوں کے کفر ابی پر مطلع کر دیا گیا تھا کہ آپ خود مخلوق باخلاق اللہ ہیں آپ نے ان کی تفصیح عام نہیں فرمائی گو خاص کو بتلادیا جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا تو یہ ستاری کے خلاف نہیں اور عوام ایسی ستاری کب کرتے اور جس طرح اطلاع عام سبب ہو جاتا تفصیح مدعین کا کما ذکر اسی طرح یہ اطلاع عام سبب ہو جاتا عالم غیب کے عالم شہادت بن جانے کا شعر آئندہ میں جس کا ذکر ہے اور اس شعر کا مصرعہ اولیٰ رتبہ موخر اور مصرعہ ثانیہ مقدم ہے کما یظہر من ترتیبی یعنی) اس مصلحت سے کہ طبق (اسرار) سے حجاب غیب زائل نہ ہو جاوے قابل دید چیز کو (جو کہ عالم غیب میں ہے) چشم اہل ریب کی نہیں دیکھتی ہے (مطلب یہ کہ گو وہ چیزیں صالح للرویہ ہیں کما اشار الیہ بقولہ دیدنی یعنی مانع للرویہ ان اشیاء کی ذات نہیں لیکن چشم عوام سے جن میں اکثر اہل ریب ہوتے ہیں وبہذہ المناسبة ارید باہل الریب العوام وان لم یکن فی بعضهم ریب وہ مخفی رکھی گئیں کہ پھر عالم غیب عالم غیب نہ رہے گا وقد دل علی هذا قوله تانیفند اور حق تعالیٰ کو دونوں عالم کا ممتاز رکھنا بھی مقصود ہے ورنہ استخلاف کے لئے ارض تجویز نہ فرمائی جاتی اور خواص کی اطلاع سے یہ امر لازم نہیں آتا جیسا ابھی تفصیح کے مضمون میں اس کی تقریر کی گئی ہے اور شعر ماچو واقف سے شعر تانیفند تک میں عدم تکلم اموات کی جو غایات و حکم مرتبہ و مسببہ بعضہا من بعض مذکور ہیں ان کا حاصل اجمالی جس کی تفصیل بضمن شرح کافی طور سے ہو چکی ہے یہ ہے کہ تکلم سبب ہو جاتا ظہور اسرار کا اور ظہور اسرار سبب ہوتا دوام امر کا رفع غفلت و اطلاع عام پھر رفع غفلت و اطلاع عام دوام امر کے سبب ہوتے رفع غفلت تو خلل معاش و بطلان حکمت کا اور اطلاع عام تفصیح مدعین و استحالة عالم شہادت بعالم غیب کا واللہ الحمد علی ما افہمنی اور اگر شبہ ہو کہ اگر موتی کو تکلم کا اسی قدر اذن ہوتا جتنا مثلاً مختب نے خواب میں کہہ دیا تو اسرار غیب ظاہر نہ ہوتے اور اگر اس کو بھی سرغیب کہا جاوے تو وہ اب بھی ظاہر ہو گیا خواب میں سہی جواب میں کہا جاوے گا کہ یہ تو سرغیب نہیں ہے اپنے ایک دنیوی مال کا ایک دنیوی موقع بتلایا ہے مگر اذن تکلم سے مراد تکلم معقاد تکلم الاحیاء کا اذن ہے سو وہ مخصوص نہ ہوتا اتنے ہی کلام کے ساتھ اور غیر معقاد تو بطور خرق عادت کے اب بھی کبھی واقع ہو جاتا ہے کما فی حکایات کثیرة نقل فیہا کلام الموتی من الابرار بالفرح والسرور او بعض الفجار بالویل والشور مطلب یہ کہ چونکہ کلام معقاد کا اذن نہیں ہے للمصالح المفصلة المذکورة اس لئے اتنے کلام پر بھی اس طرح مجھ کو قدرت نہیں ہے پس شبہ دفع ہو گیا اور اگر دوسرا شبہ ہو کہ بعض اموات نے منام میں بعض اسرار غیب بھی بتلادیئے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو خواب حجت نہیں اس لئے وہ اظہار کی فرد متیقن نہیں دوسرے یہ طریق عام نہیں نہ باعتبار مطلعین کے نہ باعتبار اسرار مطلع



علیہا کے سوا اس کو اظہار اسرار غیب نہ کہیں گے جیسا بھی مضمون تفصیح و استحالة عالم غیب کے متعلق اس کا بیان ہو چکا ہے آگے بلسان محتسب مضمون سماع موتی مذکور فی قولہ الماء من شنیدم یک بیک و مضمون کلام و اطلاع موتی فی عالم الغیب مذکور فی قولہ ما چود واقف گشتہ ایم کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ ہم سراپا گوش ہیں اگر (ظاہری) نقش گوش جاتا رہا ہے (اور) ہم سراپا نطق ہیں لیکن خاموش لب ہیں (ہمہ گوش ہونا تو دونوں عالم کے اعتبار سے مراد ہے عالم غیب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کیونکہ وہ گوش غیبی ہے اور عالم شہادت کے اعتبار سے اسی گوش غیبی کے واسطے سے کسی خاص تعلق کی بناء پر جو کہ مکشوف اور بعض کے قول پر منصوص بھی ہے مگر بالنص الظنی دلالتھا علی عموم الموتی والازمان بقید قرب المكان لا من البعید کنز عم اهل البطلان اور ہمہ نطق ہونا محض عالم غیب کے اعتبار سے کہ وہاں اموات کا باہم تکلم نصوص کثیرہ میں وارد ہے من لا آیات والروایت اور عالم شہادت کے اعتبار سے نہیں جیسا اوپر مصرح ہے پانچ دادم فرمان نبود اور اسی لئے اس سے استدراک بھی کیا بقولہ لیکن لب خموش یعنی خاموش باعتبار عالم شہادت اور ہمہ گوش میں استدراک نہیں کیا گیا یہ تو سمع و تکلم میں گفتگو تھی آگے ابصار کا مضمون ہے کہ ہم سراپا چشم ہیں اگر (ظاہری) نقش چشم جاتا رہا ہے (یہ چشم ہونا عالم غیب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے باقی عالم شہادت کے اعتبار سے سو بعض اکابر کے کلام سے اس کا بھی تحقق مفہوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ کا بعد دفن عمر کے اس مقام پر اپنے نہ جانے کو معلل بعلت حیاء من عمر مٹرانا بقول ان بعض کے دال اسی پر ہے کہ موتی کو مثل سماع کے ابصار بھی حاصل ہے واللہ اعلم آگے ترقی کرتے ہیں ثبوت قوتہ مدرکہ کا سمع والبصر المذکورین و ثبوت فاعلہ کا لفظ الاموات میں یعنی صرف سمع و بصر و نطق ہی پر انحصار نہیں ہے بلکہ ہم تو سراپا آفتاب ہیں بدوں ابرو و غبار کے (فی المنتخب غین تیرگی اھ مطلب یہ کہ ہماری روح کا نور ادراک آفتاب کی طرح قوی ہے جس کو کوئی حجاب سائر نہیں اور مراد ان ہی مدرکات کی تعلق کی قید سے ہے جو اس کے مناسب ہیں پس یہ ضرور نہیں کہ تمام اموات کو دوسرے اموات کے تمام مدرکات بھی منکشف ہوں اور اس میں قوت مدرکہ کی ترقی مذکور ہوئی اور قوتہ فاعلہ کی ترقی آگے آتی ہے ہرچہ مادادیم دیدیم جیسا وہاں دیدیم کی تفسیر سے معلوم ہوگا اور شعر مذکور میں تو مدرکات ظاہرہ حسیہ کے ادراک اقوی ہونے کا مضمون تھا چونکہ ایک قسم ادراک کی باطنی مثل ذوق و وجدان بھی ہے بلکہ یہ اول سے زیادہ مقصود ہے کہ وہ اول اس ثانی ہی کے آلات میں سے ہے خصوص اگر اس کا تعلق حقائق و معارف کے ساتھ ہو کہ اہل معرفت کی بڑی دولت تو یہی ذوق و وجدان ہے کہ الذلعم ہے اس لئے آگے اموات مقبولین کے لئے اس ادراک کے بھی اقوی ہونے کا مضمون فرماتے ہیں کہ ہم غرق دریا (بے قرب ہیں اگرچہ) (خود) قطرہ ہیں (اور) ہم (باعتبار اسی قرب کے گویا کہ) تمامی شمس ہیں اگرچہ (خود) ذرہ ہیں (جملگی شمس کی توجیہ لفظی اتحاد اصطلاحی سے سمجھنا چاہئے پس ہم کو یہ ادراک ذوقی بھی بوجہ اکمل میسر ہے اور اس میں ذکر تھا اس ذوق کا جو قرب حق سے نصیب ہوا ہے آگے ایک دوسرے ذوق کا ذکر ہے جو صفاء عن کدورات المعاصی و امن عن ثمرات المعاصی من البعد والطرده سے میسر ہو جیسا مقبولین کو اس عالم میں ہوتا ہے اور یہ متمم ہے ذوق اول کا کیونکہ اگر قرب کے ساتھ یہ صفا و امن نہ ہو تو لذت قرب کامل نہ ہو یعنی ہم بلا حجاب در دگل کے آب صاف ہیں (یعنی دواعی معصیت سے اس طرح صاف ہو گئے اور) عالم جاودانی میں معاف ہو گئے (مصرعہ اولیٰ میں صفاء کا اور مصرعہ ثانیہ میں امن کا مضمون ہے یہاں تک ادراکات کا اقوی ہونا مذکور ہوا آگے قوت فاعلہ کے اقوی ہونے کا بیان ہے یعنی ہم نے جو کچھ دیا تھا اس وقت ہم نے دیکھ

لیا (یعنی اس کی جزا پالی اور وہ جزایہ ہے کلووا شربوا ہنیشا بما کنتم تعملون و نحوہ اور اکل و شرب کا تعلق قوی فاعلہ سے ظاہر ہے اور قرب الہی مذکور فی السابق وہ زیادت علی الجزاء ہے قال للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ کما فسرہ فی الحدیث پس شعر سابق کی دلالت جزاء پر قصد انہیں گولز و ما ہو لان من لوازم القرب هذا الجزاء ایضاً آگے اس کی علت بتلاتے ہیں کہ دنیا کا دیا ہوا دنیا میں نہ ملا یہاں ملا یعنی یہ اس لئے ہے) کہ وہ جہاں (یعنی دنیا اعمال کا) پردہ ہے اور یہ جہاں (یعنی عالم غیب باعتبار ان اعمال کے) ظاہر ہے (فی المنتخب فی معانی العین حاضر از ہر چیز اہ مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دار الالبلاء ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ اعمال کا ثمرہ ظاہر ا وہاں نہ ملے ورنہ مصلحت ابتلاء فوت ہو جاوے گی جیسا کہ ظاہر ہے اور عالم غیب دار الجزاء ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ یہاں مل جایا کرے ورنہ دار الجزاء نہ رہے گا دنیا میں ثمرات ظاہر نہ ہونے کے اعتبار سے اس کو پردہ کہا کہ ستر ہوتا ہے کیونکہ اعمال تو اعراض منقصیہ ہیں اگر ثمرہ ملتا تو وہ اعمال حکماً مرنی رہتے جب یہ نہیں تو خود وہ عالم اعمال کا بھی ستر ہو گیا اور عالم غیب میں ثمرات ظاہر ہونے سے اس کو ظاہر کہا یعنی وہ اعمال اس میں ظاہر ہوں گے بوسطۃ ظہور الجزاء اور چونکہ یہ مضمون بلسان اموات ہے اور اموات سے عالم غیب قریب ہے اور دنیا بعید ہو گئی اس لئے دنیا میں اسم اشارہ بعید اور عالم غیب میں اسم اشارہ قریب لایا گیا آگے مولانا دنیا کے ستر اعمال اور آخرت کے کاشف ثمرات ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ دیکھو) بونے کا دن پنہاں کرنے کا دن ہے (اور بونا) تخم کو خاک میں بکھیر دینا (اور زیر خاک دفن کر دینا) ہے (اور) کاٹنے کا وقت (یعنی درانتی لگانے کا وقت) (وہ) پاداش کا اور ظاہر ہونے کا دن ہے (اور یہ قاعدہ مستمرہ ہے پس اسی طرح دنیا مزرعۃ لا آخرت ہے اعمال بونے کے وقت مستور ہو جاویں گے اور آخرت وقت الحصاد ہے اس وقت وہ ظاہر ہو جاویں گے)۔

گفتن خواجہ در خواب باں پائمر دو جوہ وام آں دوست را کہ آمدہ بود و نشان دادن جای دفن آں سیم را و پیغام کردن بوارثاں کہ البتہ آں را بسیار نہ بینند و هیچ باز نگیرند اگر چہ قبول نہ کنند یا بعضے ہمانجا بگذار دیا بہر کہ خواہد بدہد کہ من با خدا نذر کردہ ام کہ ازاں سیم بمن و متعلقان من حبہ باز نگرد

خواجہ کا خواب میں اس مدگار سے اس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے بتا دینا جو آ یا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتہ بتانا اور وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اس کو بہت نہ سمجھیں اور اس میں سے کچھ نہ لیں اگر چہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دیا وہ جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اس چاندی میں سے میں اور میرے متعلقین ایک حبہ واپس نہ لیں گے۔

بشنو اکنوں داد مہمان جدید	من ہی دیدم کہ او خواہد رسید
اب مہمان جدید کا راز سن	میں سمجھتا تھا کہ وہ پہنچے گا
من شنیدہ بودم از و امش خبر	بستہ بہر او دو سہ پارہ گہر
میں نے اس کے قرضہ کی خبر بھی سنی تھی	اس کے واسطے دو تین جواہرات کے قطعے رکھ دیئے تھے



کہ وفای وام اوہست آن ویش	تا کہ ضمیم را نگرود سینہ ریش
کہ وہ اس کے وفا قرضہ کے لئے کافی اور زیادہ تھے	تا کہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو جائے
وام دارد از ذہب او نہ ہزار	وام را از بعض ایں گو واگذار
وہ نو ہزار دینار زر قرضہ رکھتا ہے	اس سے کہہ دے کہ اس کے ایک جزو سے قرض کو ادا کر دے
فضلہ ماند زیں بے گو خرچ کن	در دعا گوئی مرا ہم درج کن
اس میں بہت سا باقی رہے گا کہہ دے کہ خرچ کر	دعا گوئی میں مجھ کو بھی شامل کر
خواستم تا آں بدست خود وہم	در فلاں دفتر نوشتست ایں رقم
میں نے تو یہ چاہا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دوں	فلاں دفتر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے
خود اجل مہلت ندام تا کہ من	خفیہ بسپارم بدو در عدن
خود اجل نے مجھ کو مہلت نہ دی تا کہ میں	خفیہ اس کو یہ در عدن دے دیتا
لعل و یاقوت ست بہر وام او	در خنورے و نوشتہ نام او
اس کے قرض کے لئے لعل و یاقوت	ایک ظرف میں ہیں اور اس کا نام لکھا ہوا ہے
در فلاں طاقیش مدفون کردہ ام	من غم آں یار پیشین خوردہ ام
فلاں طاق میں میں نے اس کو دفن کر دیا ہے	میں نے پیشگی ہی اس دوست کی غمخواری کر لی ہے
قیمت آں راند اند جز ملوک	فاجتہد بالبیع ان لایخذ عوک
اس کی قیمت کو بجز ملوک کے کوئی نہیں جانتا	سوچ میں خوب کوشش کرنا کہ لوگ تجھ کو دھوکہ نہ دے سکیں
در بیوع آں کن تو از خوف غرار	کہ رسول آموخت سہ روز اختیار
تو معاملات میں دھوکہ کے احتمال سے وہ کر	جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے تین روز کے اختیار کا
از کساد آں مترس و در میفت	کہ رواج آں نخواہد ہیچ خفت
اس کے نرخ اتر جانے سے مت ڈرنا اور مت پڑنا	کیونکہ اس کا چلن ہرگز ست نہ ہو گا
وارثانم را سلام من بگو	ویں وصیت را بگو ہم موبہو
میرے وارثوں کو میرا سلام کہنا	اور اس وصیت کو بھی موبہو کہہ دینا
تاز بسیاری آں زر نشکھند	بے گرانی پیش آں مہماں نہند
تا کہ وہ اس زر کی کثرت مقدار سے نہ ڈریں	بدون گرانی کے اس مہمان کے آگے رکھ دیں

ور بگوید او نخواهم ایں فرہ	گو بگرو ہر کرا خواہی بدہ
اور اگر وہ یہ کہے کہ میں اس قدر کثیر نہیں چاہتا	تو کہو کہ لے لے اور جس کو چاہے دے دے
زانچہ دادم باز نستانم نقیر	سوی پستاں باز ناید ہیچ شیر
میں جو کچھ دے چکا ہوں اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لوں گا	پستان کی طرف دودھ ہرگز واپس نہیں جاتا
گشتہ باشد ہچوسگ قے را اکول	مسترد نخلہ بر قول رسول
بہہ کا واپس کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد	کے موافق مثل سگ کے آکل قے ہوتا ہے
ور بندد در نباید آں زرش	تا بریزند آں عطار ابر درش
اور اگر وہ دروازہ بند کر لے اور اس کو اس زر کی ضرورت نہ رہے	تب بھی اس عطیہ کو اس کے دروازہ پر بکھیر دیں
ہر کہ آنجا بگذرد زرمی برد	نیست ہدیہ مخلصاں را مسترد
جو شخص اس جگہ گزرے وہ زر لے جا رہا ہے	مخلصین کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہوا کرتی
بہر او بنہادہ ام آں از دو سال	کردہ ام من نذر ہا با ذوالجلال
میں نے اس کے لئے دو سال سے رکھ چھوڑا ہے	میں نے حضرت ذوالجلال سے نذریں کر رکھی ہیں
ور رواداروند چیزے زان ستد	بیست چنداں خود زیاں شاں اوقند
اور اگر وہ لوگ اس میں سے کوئی چیز لینا روادار نہیں گے	تو میں حصہ زائد خود ان کو زیاں واقع ہو جائے گا
گر روانم را پڑو لائند زود	صد در محنت بر ایشاں بر کشود
اگر وہ میری روح کو پریشان کریں گے تو فوراً ہی	ان پر صد ہا ابواب کلفت کے کشادہ ہو گئے
از خدا امید دارم من لبق	کہ رساند حق را با مستحق
خدا تعالیٰ سے میں زبان اور یہ امید رکھتا ہوں	کہ حق صاحب حق کو پہنچا دے گا
دو قضیہ دیگر او را شرح داد	لب بذکر آں نخواہم بر کشاد
اس نے اس سے دو معاملے اور ظاہر کئے	میں اس کے ذکر کے ساتھ لب نہ کھولوں گا
تا بماند دو قضیہ سر و راز	ہم نگرود مشنوی چندیں دراز
تاکہ دونوں معاملے مخفی اور راز رہیں	نیز مشنوی اس قدر دراز نہ ہو جاوے
بر جہید از خواب انکشتک زناں	گہ غزل گویان و گہ نوحہ کنناں
وہ نیند سے چکیاں بجاتا ہوا اٹھا	بکھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا



گفت مہماں در چہ سودا ہستی	پایمرد دامست و خوش برخاستی
مہماں نے کہا کہ تو کن خیالات میں ہے	اے پایمرد تو مست اور خوش اٹھا ہے
تاچہ دیدی خواب دوش اے بوالعلا	کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا
آخر تو نے خواب میں گزشتہ شب کو کیا دیکھ لیا اے صاحب علو	کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سماتا
خواب دیدہ پیل تو ہندوستان	کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں
تیرے پیل نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ہے	جس کے سبب تو دوستوں کے حلقہ سے بھی رم کرنے لگا
گفت سودا ناک خوابے دیدہ ام	در دل خود آفتابے دیدہ ام
اس نے کہا کہ میں نے ایک پرستی خواب دیکھا ہے	اپنے دل میں میں نے ایک آفتاب دیکھا ہے
خواجہ را دیدم بخواب اے بوالعلا	آں سپردہ جاں برائے کبریا
میں نے اے صاحب علو خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے	اس جان باختہ برائے کبریا کو
خواب دیدم خواجہ بیدار را	آں سپردہ جاں پئے دیدار را
میں نے خواب میں خواجہ بیدار کو دیکھا ہے	اس جان باختہ برائے دیدار کو
خواب دیدم خواجہ معطی المنیٰ	واحد کالاف از امر خدا
میں نے خواب میں خواجہ آرزو بخش کو دیکھا ہے	جو تنہا بمزولہ ہزار کے تھا حکم خدا سے
مست و بیخوداں چنیں برمی شمرد	تا کہ مستی عقل و ہوش را برد
مست اور بے خود ہوا اسی طرح شمار کر رہا تھا	یہاں تک کہ مستی نے اس کی عقل اور ہوش کو مسلوب کر دیا
در میان خانہ افتاد او دراز	خلق انبہ گرد او آمد فراز
گھر کے درمیان میں لمبا لمبا پڑ گیا	خلق کا اس کے گردا گرد انبہ فراہم ہو گیا
با خود آمد گفت اے بحر خوشی	اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی
آپے میں آیا عرض کرنے لگا کہ اے بحر خوشی	اے وہ ذات جس نے بیہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں
خواب در بنہادہ بیداریے	بستہ در بیدلی دلداریے
آپ نے خواب کے اندر بیداری رکھی ہے	آپ نے بے دلی کے اندر دلداری کو وابستہ کر رکھا ہے
خواجگی پنہاں کنی در ذل فقر	طوق دولت بستہ اندر غل فقر
خواجگی کو آپ ذلت فقر میں پنہاں کر دیتے ہیں	آپ نے طوق دولت کو باندھ رکھا ہے طوق فقر میں

ضد اندر ضد پنہاں مندرج	آتش اندر آب سوزاں مندج
ایک ضد دوسری ضد میں خفیہ مندرج ہے	گرم پانی کے اندر آتش مندج ہے
روضہ اندر آتش نمرود درج	دخاں روپاں شدہ از بذل و خرج
آتش نمرود کے اندر گھزار درج ہے	آمدنیاں ناشی ہوتی ہیں بذل اور خرج سے
تا بکفہ مصطفیٰ شاہ نباح	السماح یا اولی النعماء رباح
یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلطان کامیابی نے	ارشاد فرمایا کہ اے اہل نعمت سخاوت کرنا نفع حاصل کرنا ہے
مانقص مال من الصدقات قط	انما الخیرات نعم المرتبط
مال صدقات کے سبب کبھی کم نہیں ہوتا	خیرات بہت اچھا رابطہ ہے
جوش و افزونی زر در زکوٰۃ	عصمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ
زر کی جوش اور افزونی زکوٰۃ میں ہے	فحشا و منکر سے محفوظی صلوٰۃ میں ہے
آں زکوٰۃ کیسہ ات را پاسباں	واں صلوٰۃ ہم زگر گانت شباں
تیری وہ زکوٰۃ تیرے کیسہ کی پاسباں ہے	اور تیری وہ صلوٰۃ بھی بھیڑیوں سے شباں ہے
میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ	زندگی جاوداں در زیر مرگ
میوۂ شیریں نہاں ہیں شاخ و برگ میں	زندگی جاودانی موت کے تحت میں ہے
زبل گشتہ قوت خاک از شیوۂ	زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ
سرگین شیوہ سے خاک کی غذا بنا	اس غذا سے زمین میں میوہ پیدا ہوا
در عدم پنہاں شدہ موجودیئے	در سرشت ساجدے مسجودیئے
عدم میں پنہاں ہو گئی موجودیت	طینت ساجد میں ایک مسجودیت ہے
آہن و سنگ از بروش مظلمے	اندروں نورے و شمع عالمے
آہن و سنگ باہر سے تاریک ہیں	اندر نور اور شمع عالم ہے
درج در خوفے ہزاراں ایمنی	در سواد چشم چنداں روشنی
خوف کے اندر ہزاروں امن درج ہیں	سیاہی چشم میں کس قدر روشنی ہے
اندرون گاؤ تن شہزادۂ	گنج در ویرانۂ بہادۂ
گاد تن میں ایک شہزادہ ہے	خزانہ ایک دیرانہ میں رکھا ہوا ہے



## تاخرے پیرے گریزدزاں نفیس

تاکہ ایک بڑھا گدھا اس نفیس چیز سے بھاگے

گاؤ بیند شاہ نے یعنی بلیس

وہ گاؤ کو دیکھے شاہ کو نہ دیکھے مراد اس گدھے سے ابلیس ہے

(تمہ ہے قصہ کا یعنی محتسب نے خواب میں یہ بھی کہا کہ) اب مہمان جدید کارازن میں (قرآن سے زندگی میں) سمجھتا تھا کہ وہ (یہاں) پہنچے گا۔ میں نے اس کے قرضہ کی خبر بھی سنی تھی (اس لئے) اس کے واسطے دو تین جواہرات کے قطعے رکھ دیئے تھے کہ وہ اس کے وفاء قرضہ کے لئے کافی اور (بلکہ) زیادہ تھے (اور میں نے اس لئے رکھ دیئے تھے) تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو جاوے (اب اس کی حالت یہ ہے کہ) وہ نہ ہزار دینار زر قرضہ رکھتا ہے اس سے کہہ دے کہ اس کے ایک جزو سے قرض کو ادا کر دے (اور) اس میں بہت سا باقی رہے گا (اس کی نسبت) کہہ دے کہ خرچ کر (اور) دعا گوئی میں مجھ کو بھی شامل کر میں نے تو یہ چاہا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دوں۔ فلاں دفتر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے خود اجل نے مجھ کو مہلت نہ دی تاکہ میں خفیہ اس کو یہ درعدن دے دیتا (خفیہ دینا بسبب کرم کے تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو) اس کے قرض کے لئے لعل و یاقوت ایک ظرف میں (رکھے) ہیں اور اس کا نام (بھی) لکھا ہوا ہے (فی الغیاث خنوز ظرف و کاسہ و آوند مطبخ و بمعنی کندوے غلہ و کندوے آب آہ اور) فلاں طاق میں میں نے اس کو دفن کر دیا ہے (اور) میں نے پیشگی ہی اس دوست کی غمخواری کر لی ہے (سرخ میں سیم کہا ہے اور اس کے بعد دوسرے شعر میں گوہر اور یہاں لعل و یاقوت اور آئندہ چھ سات شعر کے بعد زرسویا تو سب چیزیں ہوں گی یا حسب قول محشی گوہر عام ہوگا لعل و یاقوت کو بھی اہ اور سیم وزر سے مراد مطلق مال ہو جاوے گا خواہ استعارۃً بمشارکت وصف مالیت یا بطور مجاز مرسل کے یہ اشیاء بواسطہ بیع کے سبب ہو سکتی ہیں حصول سیم وزر کے اور وہ لعل و یاقوت قیمتی اس قدر ہیں کہ) اس کی قیمت کو بجز ملوک کے کوئی نہیں جانتا سو اس سے کہہ دینا کہ (بیع میں خوب کوشش کرنا کہ لوگ تجھ کو دھوکہ نہ دے سکیں (اور احتیاط یہ ہے کہ) تو معاملات میں دھوکہ کے احتمال سے وہ (طریقہ اختیار) کر جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے (یعنی) تین روز کے خیار کا (اشارہ ہے اس حدیث کی طرف قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اخذ ع فی البیوع فقال اذا بایعت فقل لا خلا بة و لی الخیار ثلثة ايام کذا فی الہدایۃ و اخرج الحاكم معناه و فیہ فجعل لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخیار ثلثة ايام و فیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بع و قل لا خلا بة و اخرجہ الشافعی و البیہقی و ابن ماجہ و الطبرانی فی الاوسط و الکبیر کذا فی نصب الراية لابن حجر ص ۲۷۹ اور) اس کے نرخ اتر جانے سے مت ڈرنا اور (اس اندیشہ میں) مت پڑنا (یعنی کم قیمت پر بیچ ڈالنے کے لئے اس احتمال سے جلدی مت کرنا کہ شاید پھراتے کو بھی نہ بکے) کیونکہ اس کا چلن ہرگز ست نہ ہوگا (یہ سب تو اس مقروض سے کہنا اور) میرے وارثوں کو میرا سلام کہنا اور اس وصیت کو بھی موبہ کہہ دینا تاکہ وہ اس زر کی کثرت مقدار سے نہ ڈریں (کذا فی الغیاث فی معنی شکوہیدن اور) بدوں گرانی (خاطر) کے (وہ سب) اس مہمان کے آگے رکھ دیں (ممکن ہے کہ سب ورثہ بالغ ہوں کہ رضا مندی سے اس تبرع کو جائز رکھ سکیں یا بالغین اپنے حصہ میں اس رقم کو لگالیں اور گرانی کے اسباب میں سے اس وصیت کے قبول کا قضاء عدم لزوم بھی ہو سکتا ہے) اور اگر وہ (مہمان) یہ کہے کہ میں اس قدر کثیر نہیں چاہتا (فی الغیاث فرہ بروزن گرہ بمعنی زیادتی و زیادہ و افزوں اھ) تو (اے ورثہ اس سے) کہو کہ (ہم سے) لے لے اور جس کو چاہے دے دے (فالخطاب فی قولہ گو لکل واحد واحد اور اس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ) میں جو کچھ دے چکا ہوں (اور دینے کی نیت اور وصیت بمنزلہ دینے کے ہے) اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لوں گا (اور ورثہ کا لینا بجائے



میرے لینے کے ہے فی المنتخب فقیر مغاک وچا بک دانہ خرما اور یہ نہ لینا میرے عزم کے اعتبار سے ایسا لازم ہے جس طرح سے) پستان کی طرف دودھ ہرگز واپس نہیں جاتا (نیز یہ امر علاوہ خلاف طبع ہونے کے شرعاً بھی غیر مرضی ہے چنانچہ) ہبہ کا واپس کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق مثل سگ کے آکل قے ہوتا ہے (حدیث یہ ہے العائد فی ہبہ کالکلب بعود فی قینہ اور یہ بچا لینا اور نہ دینا گواسترداد ہبہ نہیں مگر اس کے مشابہ ہے اور قبیح کا مشابہ اگر قبیح بھی نہ ہوتا ہم غیر حسن و غیر مرضی ہوگا) اور (اس کو یہ رقم دینے کا یہاں تک اہتمام کرنا چاہئے کہ) اگر وہ (بے لئے اپنے گھر چلا جاوے اور گھر میں جا کر اندر سے) دروازہ بند کر لے اور اس کو اس زر کی ضرورت نہ رہے تب بھی اس عطیہ کو اس کے دروازہ پر بکھیر دیں (تا کہ) جو شخص اس جگہ گزرے وہ (دیکھا جاوے کہ) زر لے جا رہا ہے (یہ دو معنی استرداد کے تو جانب معطی میں ہیں کرم اور حدیث کما ذکر کلاهما اور ایک مانع اخذ کی جانب ہے وہ یہ کہ) خالصین کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہوا کرتی (مسترد مصدر مسمی ہے یعنی میں اخلاص سے دیتا ہوں اس لئے نہ لینا مناسب نہیں) میں نے اس کیلئے دو سال سے رکھ چھوڑا ہے (اور) میں نے حضرت ذوالجلال سے نذریں کر رکھی ہیں (خواہ معلق کسی کامیابی پر خواہ مطلق کہ اتنا مال اہل حاجت کو دوں گا اس لئے اگر ایک حاجتمند نہ لے دوسرے حاجتمندوں کو بطریق مذکور پہنچا دیا جاوے اور باوجود عدم تعیین فقیر کے نذر میں اس طریق کے اختیار کرنے کا مبنی بقدر امکان رعایت تعیین کی اولویت ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا اور یہ نذر اگر بالقلب تھی تب تو بے دیئے مرجانے میں ترک واجب نہیں ہوا اور اگر باللسان تھی تب وصیت بجائے ادا کے ہے اور وصیت بالنطق کے حکم میں وصیت بالکتابت بھی ہے اور شاید زبانی کہنے کا باوجود عزم کے موقع نہ ملا ہو اس لئے ترک واجب کا شبہ نہ ہوگا البتہ ایسی وصیت مکتوبہ بلا شہادت قضاء حجت نہ ہوگی لیکن دیانۃ جبکہ قلب شہادت دے کہ یہ اسی کا لکھا ہوا ہے اس پر عمل کرنا قواعد سے ضروری معلوم ہوتا ہے گو اس کا جز یہ نہیں ملا مگر بالغین کو صرف اپنے حصہ میں ضرور ہوگا اور اس تقریر سے شعرتا زبانی آن زراخ کی شرح میں جو عدم لزوم میں قضاء کی قید لگائی ہے اس کی وجہ بھی معلوم ہوگئی) اور اگر وہ (وارث) لوگ اس میں سے کوئی چیز لینا روارھیں گے تو (اس بجائے ہوئے مال سے) بیس حصہ زائد خود ان کو زیان واقع ہو جاوے گا (جس صورت میں ان ورثہ کو اس کا قبول کرنا قواعد شرعیہ سے لازم ہو اس صورت میں تو اس کا ترتب محل اشکال نہیں کہ معاصی سے کبھی بلکہ اکثر دنیا کا خسارہ بھی ہو جاتا ہے اور جس صورت میں اس کا قبول کرنا لازم نہ ہو مثلاً موسیٰ نے کسی اور سے وہ وصیت لکھوا دی ہو یا ایسے قلم سے خود لکھا ہو کہ اس کا خط نہ پہچانا جاوے اور قلب شہادت نہ دی کہ اس کا لکھا ہوا یا لکھایا ہوا ہے تو اس صورت میں یہ نہ دینا صرف ایک خواب صالح کی مخالفت ہوگی جو معصیت نہیں پھر اس زیان کا ترتب کیا معنی سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ ایسے منام یا الہام کی مخالفت خواہ وہ اپنا منام یا الہام ہو یا دوسرے کا بشرطیکہ مدعی کا صدق شہادت قلب سے معلوم ہو گو بوجہ معصیت نہ ہونے کے ضرر آخرت کا موجب تو نہیں لیکن دنیوی ضرر کا سبب ہو جاتا ہے اور یہاں اسی کا حکم کیا ہے گناہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا فلا اشکال اور شعرا آئندہ سے ظاہر ایہی شق عدم لزوم شرعی کی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں اس زیان کو روح کے پریشان کرنے پر مرتب کیا ہے نہ کہ ترک واجب پر چنانچہ اس کا مضمون یہ ہے کہ) اگر وہ (وارثین) میری روح کو پریشان کریں گے (فی الحاشیہ پڑولانیدن در ہم و پریشان کردن اھ) تو (یہ سمجھ لیں کہ گویا) فوراً ہی ان پر صد ہا ابواب کلفت کے کشادہ ہو گئے (اور یہ پریشانی روح کی بصورت مخالفت مبنی ہے ثبوت عرض اعمال احوال علی الاموات پر اس کی روایات شرح الصدور فی تذکرۃ الموتی والمقبر میں سیوطی نے نقل کی ہیں اور) خدا تعالیٰ سے میں زبان اور یہ امید رکھتا ہوں کہ حق صاحب حق کو پہنچا دے گا (فی



الغیاث لبق چرب زبان اور اس صفت میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ گواحتیاط و ہوشیاری سے سب احتمالات پر کلام وافی کر رہا ہوں مگر مجھ کو اپنی اس زبان آوری و احاطہ احتمالات و شقوق پر وثوق نہیں ہے جیسا بعض سحر بانوں کو ہوتا ہے بلکہ خدا ہی سے امید رکھتا ہوں اور خواب میں) اس نے اس (پامرد) سے دو معاملے اور ظاہر کئے (مگر) میں اس کے ذکر کے ساتھ لب نہ کھولوں گا تاکہ (وہ) دونوں معاملے مخفی اور راز رہیں نیز مشنوی اس قدر راز نہ ہو جاوے (احقر اس مقام میں سوچ رہا تھا کہ وہ دو مضمون کیا ہوں گے گو سوچنے سے سمجھ میں آنے کی امید نہ تھی مگر دفعۃً قلب پر القا ہوا کہ کوئی ایسے معاملے ہوں گے جن کا تعلق محتسب کے ورثہ سے ہو اور بجز محتسب اور ان اہل معاملہ کے کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اور اس کو ظاہر کرنا اپنی کسی مصلحت ناموس کے خلاف بھی سمجھتے ہوں تو محتسب نے ان مضمونوں کو اس رویا کے صادق ہونے کی علامت کے لئے بیان کیا ہوتا کہ جب ورثہ سے ظاہر کئے جاویں تو ان کو اس خواب میں تزویر و سازش کا احتمال نہ رہے جیسے رومال وغیرہ نشانی کے لئے دے دیتے ہیں اور ان کا دو ہونا یا تو اس لئے ہے کہ زائد نہ ہوں گے یا چونکہ اس میں عملی اثر شہادت کا ہے اس لئے صرف دو پر اکتفا کیا ہوا اور ممکن ہے کہ مولانا کے وقت میں ان ورثہ کے بقایا موجود ہوں اور اظہار ان کے لئے مضمر ہو اس لئے مولانا نے باوجود کسی خاص سلسلہ سے معلوم ہونے کے ظاہر کرنا جائز نہ سمجھا ہوا اور دوسری مصلحت یہ بھی بیان فرمائی کہ مشنوی طویل نہ ہو جاوے اور گو اس سے زیادہ طول نہ ہوتا مگر موضوع مشنوی میں اس کو دخل نہ تھا تو بلا ضرورت طول قلیل بھی نازیبا تھا اور لفظ چندیں اسی کی طرف مشیر ہے یعنی اتنی قدر بھی درازی نہ ہو لکن خلاف موضوع اور احقر کا یہ وارد گو معتد بہ نہیں مگر مجھ کو اس مقام میں ایک گونہ تسلی ہو گئی و فوق کل ذی علم علیم غرض یہ خواب دیکھ کر) وہ نیند سے (غلبہ وجد میں) چٹکیاں بجاتا ہوا اٹھا۔ کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا (غزل مستی فرح زیارت محتسب و امید کامیابی مقروض سے اور نوحہ محتسب کی داغ مفارقت کے تازہ ہو جانے سے) مہمان نے کہا کہ تو کن خیالات میں ہے۔ اے پایمرد تو (بہت ہی) مست اور خوش اٹھا ہے آخر تو نے خواب میں (اس) گزشتہ شب کو کیا دیکھ لیا اے صاحب علو کہ تو (اس کے جوش میں) شہر اور جنگل میں نہیں سماتا (وہ شب سب گزر چکی ہو یا اس کا اکثر حصہ اس لئے دوش کہنا صحیح ہوا معلوم ہوتا ہے) تیرے فیل نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ہے جس کے سبب تو دوستوں کے حلقہ سے بھی رم کرنے لگا (فی الحاشیہ اس مثل مشہور ست کہ چوں پیل بخواب ہند رومی بیند کہ وطن اصلی اوست در شوق آں قیود رومی شکند اھ پس یہ تمثیل ہے غلبہ مستی و شوق کی) اس نے کہا میں نے ایک پرستی خواب دیکھا ہے (در بنجاسودا بمعنی عشق گرفتہ شد کا فی الغیاث) اپنے دل میں میں نے ایک آفتاب دیکھا ہے (آگے آفتاب کی تفسیر ہے یعنی) میں نے اے صاحب علو خواب میں خولجہ کو دیکھا ہے اس جان باختہ برائے کبریا کو (دیکھا ہے) میں نے خواب میں خولجہ بیدار (دل) کو دیکھا ہے اس جان باختہ برائے دیدار (حق) کو (دیکھا ہے) میں نے خواب میں خولجہ آرزو بخش کو دیکھا ہے جو تنہا بمنزلہ ہزار کے تھا علم خدا سے (غرض) مست اور بے خود ہوا اسی طرح (اس کے اوصاف کو) شمار کر رہا تھا (کہ میں نے ایسے خولجہ کو دیکھا ایسے خولجہ کو دیکھا) یہاں تک کہ مستی نے اس کی عقل اور ہوش کو مسلوب کر دیا (یعنی اسی جوش و خروش میں بے ہوش ہو گیا اور) گھر کے درمیان میں لبا لبا پڑ گیا۔ خلق کا اس کے گرد گردانبوہ فراہم ہو گیا (فی الغیاث فراز فراہم آھ بہت دیر کے بعد) آپے میں (یعنی ہوش میں) آیا (اور حق تعالیٰ کی یہ قدرت عجیب و صنعت غریب یاد کر کے کہ خواب میں جس سے کہ اس عالم سے بیہوش ہو جاتی ہے کیسے مضامین علمیہ مذکورہ فی قولہ لیک پاسخ دادم فرمان نبودی قولہ ہرچہ مادادیم دیدیم ایں زماں۔ اور کیسے واقعات مخفیہ مذکورہ فی قولہ بشنوا کنوں راز مہمان جدید الی قولہ از خدا امید دارم من لبق جو دلیل ہیں اس عالم غیب کے ساتھ بیداری اور



ہوش متوجہ ہونے کی منکشف فرمائے یہ یاد کر کے غلبہ شوق میں حق تعالیٰ سے بطور مناجات عرض کرنے لگا کہ اے بحر خوشی (یعنی معطی خوشی کعطاء البحر الکثیر اور) اے وہ ذات جس نے بیہوشی میں (مثل خواب واقع قریب) بہت سے ہوش (وریعت) رکھے ہیں (کالفوائد المرئیة فی الرؤیا اور) آپ نے خواب کے اندر بیداری (مثل انکشاف عجائب عالم غیب) رکھی ہے (اور چونکہ اس حکم میں بوجہ تضاد فیما بین خواب و بیداری و ہوش و بیہوشی کے ایک ضد کا دوسری ضد کے لئے سبب بننا لازم آتا ہے اور یہ ظاہراً مستبعد ہے دفع استبعاد کے لئے اس کے اور چند نظائر بھی بیان فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ کی ایسی قدرت اور بھی بہت جگہ ظاہر ہوئی مثلاً ایک یہ کہ) آپ نے بے دلی (یعنی عاشقی) کے اندر دلداری (یعنی محبوبیت) کو وابستہ کر رکھا ہے (چنانچہ محبوبیت حق کو محبوبیت عند الحق لازم ہے اور مثلاً دوسرے یہ کہ) خواجگی (وعزت) کو آپ ذلت فقر میں پنہاں کر دیتے ہیں (اشارہ ہے حدیث ذیل کے جزو ثانی کی طرف روی مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانقصت صدقة من مال و ما زاد الله عبد العفو الا عزاً و ما تواضع احد لله الا رفعه الله كذا فی الحاشیہ و البنظر لفظ الحدیث فانی لا اذکرہ ہکذا اور) آپ نے طوق دولت کو باندھ رکھا ہے طوق فقر میں (چنانچہ فقر اللہ میں دولت باطنی کہ مفت اقلیم بھی اس کے سامنے گرد ہے مشاہد ہے غرض یہ کہ) ایک ضد دوسری ضد میں خفیہ مندرج ہے (چنانچہ بعض نظائر گزرے تیسری نظیر یہ ہے کہ) گرم پانی کے اندر آتش مندج (اور داخل) ہے (اور وہ ان ہی اجزاء نار یہ کے اندماج سے گرم ہے چوتھی نظیر یہ کہ) آتش نمرود کے اندر لگزار درج ہے (پانچویں نظیر یہ کہ) آمدنیاں ناشی ہوتی ہیں بذل اور خرچ سے یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلطان کامیابی نے (اسی بناء پر) ارشاد فرمایا (مانقصت صدقة من مال جو حدیث مذکور عنقریب کا پہلا جزو ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے) کہ اے اہل نعمت سخاوت کرنا (گو ظاہر میں نکالنا ہے مال کا مگر باطناً) نفع حاصل کرنا ہے (یعنی) مال صدقات کے سبب کبھی کم نہیں ہوتا (اور وجہ اس کی یہ ہے کہ) خیرات بہت اچھا رابطہ ہے (حق تعالیٰ کے ساتھ جب اس سے رابطہ درست ہو گیا وہ برکت عطا فرماتے ہیں اور یہی مراد ہے کم نہ ہونے سے پس) زر کی جوشش اور افزونی (معنوی) زکوٰۃ میں ہے (جس طرح سے کہ) الفحشاء و المنکر سے محفوظی صلوٰۃ میں ہے (سو) تیری وہ زکوٰۃ تیرے کیسہ کے پاسبان ہے اور تیری وہ صلوٰۃ بھی (نفس و شیطان کے) بھیڑیوں سے (بمزلہ) شبان ہے (یہاں ظاہراً وضع الضد فی ضده کے موقع میں صلوٰۃ کا ذکر بے موقع معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں وضع الضد فی ضده نہیں ہے بلکہ نبی عن الفحشاء و المنکر تو اس کی وضع کے ظاہراً بھی مناسب ہے سوا حق کے نزدیک مقصود اس کے اراد سے تشبیہ دینا ہے وضع الضد فی ضده کو وضع الشے فی مناسبہ کے ساتھ مطلب یہ ہے قدرت کے نزدیک وضع الضد فی ضده بھی اسی قدر آسان ہے جیسا وضع الشے فی مناسبہ کو عام بھی سہل و مقدور حق جانتے ہیں پس ایضاً دفع استبعاد کے لئے یہ تشبیہ لائے وقد اشرت الی ہذا القول جس طرح فی تمہید ترجمہ مصرع عصمت الخ چھٹی نظیر یہ کہ) میوہ شیریں نہاں ہیں شاخ و برگ میں (حالانکہ شاخ و برگ شیریں نہیں ساتویں نظیر یہ کہ) زندگی جاودانی موت کے تحت میں ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ خیالات آخرت کا سلسلہ موت ہی سے شروع ہوتا ہے یا مراد فناء و بقاء ہے کہ فناء سبب ہے بقاء کا آٹھویں نظیر یہ کہ) سرگیں شیوہ (یعنی تصرف حق) سے (اولاً) خاک کی غذا بنا (چنانچہ اس کا خاک ہو جانا معلوم ہے پھر) اس غذا سے زمین میں میوہ پیدا ہوا (اور کجا سرگیں گندہ اور کجا میوہ پاکیزہ نویں نظیر یہ کہ) عدم میں پنہاں ہو گئی موجودیت (مراد عدم سے ممکنات کہ اصل ان کی عدم ہے اور موجودیت بمعنی وجود سے حضرت واجب کہ وجود اس کا عین ہے اور پنہانی سے مراد علاقہ ظاہریت و مظہریت اور اسی کو دوسرے مصرعہ میں بعنوان دیگر لاتے ہیں کہ) طینت



ساجد (یعنی ممکن) میں ایک مجہودیت ہے (مراد مجہود یعنی واجب ہے مہلکہ مصدر سے تعبیر کیا (دسویں نظیر یہ کہ) آہن و سنگ باہر سے تاریک (و بے نور) ہیں (مگر ان کے) اندر نور اور شمع عالم ہے (چنانچہ باطن چقماق سے آگ کا نکلنا ظاہر ہے گیارہویں نظیر یہ کہ) خوف کے اندر ہزاروں امن درج ہیں (کما قال تعالیٰ ان اللین یخشون ربہم بالغیب لہم مغفرة واجر کبیر بارہویں نظیر یہ کہ) سیاہی (مردمک) چشم میں کس قدر روشنی ہے (تیرہویں نظیر یہ کہ) گاؤتن میں ایک شہزادہ ہے (گویا کہ) خزانہ ایک ویرانہ میں رکھا ہوا ہے (گاؤتن کی ترکیب مثل لجن الماء کے ہے یعنی تن کہ مشابہ گاؤست اور یہ تشبیہ ظاہر ہے کیونکہ روح انسانی سے قطع نظر کر کے تن انسانی اور گاؤدونوں جہ روح حیوانی کے یکساں ہیں اور شہزادہ سے مراد روح کہ وہی خلیفۃ اللہ ہے کیونکہ انسان کی خلافت اسی سے ہے اور روح کا مشابہ گنج اور تن کا مشابہ ویرانہ ہونا ظاہر ہے اور ان نظائر سے اوپر خواب اور بیداری اور ہوش اور بیہوشی کہ کبھی بدوں خواب کے بھی تحقق ہوتی ہے کالسر والا استغراق دو مادے اس وضع الضد فی الضد کے وہ تھے کل پندرہ ہو گئے جو اس مقام پر مذکور ہیں اور ان قضایا محکوم فیہا بہذا الوضع میں بعض شخصیت ہیں کقولہ وضع الضد فی الضد اندر آتش نمرود داج بعض جزئیہ ہیں کقولہ زندگی جاوداں در زیر مرگ کیونکہ مرگ کفار میں اس کا تحقق نہیں لان حیاتہم الاخری اردامن الموت اور بعض کلیہ ہیں وہی کثیرہ اور چونکہ یہاں بیان کرنا مقصود ہے قدرت کے عجیب ہونے کا اس لئے مطلق تحقق بھی جو کہ شخصیت و جزئیہ میں ہوتا ہے اس کے لئے کافی ہے تحقیق دائم و لازم ضروری نہیں تاکہ عدم کلیہ سے نقض کا شبہ ہو آگے ایک حکمت بتلاتے ہیں نظیر اخیر یعنی اندرون گاؤتن شہزادہ کی یعنی یہ اس لئے بھی کہا) تاکہ ایک بڑھا گدھا اس نفیس چیز سے بھاگے (اور) وہ گاؤ کو دیکھے شاہ کونہ دیکھے مراد اس گدھے سے ابلیس ہے (چنانچہ اس نے بھی کہا کہ خلقتی من نار و خلقتہ من طین اور میں نے لفظ بھی اس واسطے کہا کہ حق تعالیٰ کی حکمتیں اس میں منحصر نہیں)

فائدہ:- آگے شعر اخیر قولہ تاخرے پیرے الخ کے مضمون کے مناسب ایک حکایت ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام میں دو چیزیں تھیں ایک صورت ایک معنی اسی طرح شاہ چین کے پاس دو چیزیں تھیں ایک دختر کہ وہ صورت ہے جس کی تصویر دیکھ کر تین شہزادے کہ بھائی تھے عاشق ہو گئے تھے اور اس کی طلب میں چین پہنچے تھے دوسری چیز کمالات باطنیہ کہ معنی ہے کیونکہ وہ عارف بھی تھا لقلولہ شاہ را مکشوف یک یک حال شان الخ و قولہ گرچہ شہ عارف ید از کل پیش پیش الخ اور کمال کے ساتھ صاحب تکمیل بھی تھا لقلولہ شاہزادہ پیش شہ حیران اس ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طین۔ و فی الحاشیہ علیہ ظاہر اس ست کہ بادشاہ عارف بود جیسا سب سے پہلی حکایت والا بادشاہ مصداق تھا ملک دنیا بودش وہم ملک دین کا اور جس طرح ابلیس نے صورت کو دیکھا معنی کونہ دیکھا اسی طرح ان تینوں میں سے بڑا بھائی طلب صورت ہی کی دھن میں رہا اور معنی یعنی کمال کا استفادہ نہ کیا اور اسی میں بدوں حصول مطلوب مر گیا لقلولہ اوزان خورشید چوں مہ میگذاخت و لقلولہ نارسیدہ عمر او آخر رسید اور منجھلے بھائی نے گوا استفادہ معنی کا شروع کیا لیکن اپنے کو صاحب کمال سمجھ کر عجب واستغناء عن المرئی میں مبتلا ہو گیا جس نے شاہ کو مکر کر کے اس کو مسلوب الحال کر دیا اور وہ بھی اس حال میں مر گیا لقلولہ از نواز شہائے آں شاہ وحید در تن خود غیر جان جانے بدیدالی الابیات السبعة و لقلولہ اندرون خویش استغنا بدید گشت طغیانی واستغنا بدید و لقلولہ برد اور البعد سائلے سوئے گور اور چونکہ عجب و کبر علامت ہے غلبہ احکام صورت کی خواہ وہ اپنی ہی صورت ہو جس میں وہ اور صورت دختر متمائل ہیں اس لئے یہ بھی طالب صورت ہی کے ساتھ ملحق ہو گیا پس یہ دونوں صورت بین ہوئے اور جس طرح ملائکہ نے معنی کو دیکھا تھا اسی طرح چھوٹے بھائی نے کمالات کا استفادہ کیا اور مربی کے آداب و حقوق کو پورا ادا کیا اور گو صورت کی طرف میلان طبعی رہا مگر طلب

معنی اور تفویض الی راے المرئی میں وہ میلان مغلوب رہ کر حدود سے متجاوز نہیں ہوا جو کہ باطن کو مضرب نہیں اور اس کی برکت سے معنی کے ساتھ اس کو صورت بھی حاصل ہوگئی لقولہ اجمالاً وان سوم کامل ترین ہر سہ بود صورت و معنی بکلی در بود و قولہ دختر و ملک و خلافت او گرفت یعنی سلطنت ظاہری و خلافت باطنی و لقول صاحب الاختتام تفصیلاً

کسب ہا میگرد و رہ طے می نمود  
جہد ہا میگرد و نورش می فزود  
درویش ہر دم ز سلطان چوں قمر  
نور نو وارد شدے شام و سحر  
دم نمیزد لیک از مطلوب خود  
داشت در دل شعلہ محبوب خود  
و قولہ گر سزاوارم بدار در نشین  
خود شہم نبو ازد از لطف گزین  
حب جاہ و شاہی و حرص و ہوا  
در سرش راہے ندارد ما سوا  
جز خدا و حسب خاصان خدا  
دردل او نیست راہے ہیچ را  
گفت با اصحاب شہ کیوں خوش جواں  
می نیز رد جز باں دخت چو جان

اور چونکہ اس شعر اخیر سے صورت بنی کی مذمت اور معنی بنی کی مدح مفہوم ہوتی تھی اس حکایت لانے سے بھی اسی کی تائید ہوگئی کہ دیکھو صورت بنی سے کیسی مضرت ہوئی کہ صورت سے بھی حرمان رہا اور اکثر ہوا پرستوں کا یہی حال ہوتا ہے اور معنی بنی کی کیسی برکت ہوئی کہ صورت و معنی دونوں نصیب ہو گئے اور اکثر خدا پرستوں کے لئے یہی ہوتا ہے و ہذا تقریر للمناسبت مما من اللہ تعالیٰ بہ علی خاصہ واللہ الحمد اور گو بعد ختم حکایت خاتم مثنوی نے اس کو دوسرے مضمون پر بھی منطبق کیا ہے مگر اس سے غرض مذکور کی نفی کا شبہ نہ کیا جاوے و مثل ہذا کثیری ہذا الکتاب و نظیرہ قصۃ آدم علیہ السلام فی اول سورۃ الاعراف حیث شرعہا للترغیب فی الطاعة بذکر النعم والخذیر عن المعصیۃ بتذکیر قصۃ ابلیس ثم بعد ختمہا استنبط منہا کون ابلیس عدواً للنبی آدم فی اضلالہ لہم وامرہ لہم بالفحشاء والعری عن اللباس الحسنی والمعوی کما فی تفسیری۔

حکایت آں پادشاہ و وصیت کردن سہ پسر خویش را کہ دریں سفر در ممالک من در فلاں جا چنیں  
ترتیب نہید و فلاں جا چنیں نواب نصب کنید و اما اللہ اللہ فلاں قلعہ مروید و گرد آں مگردید

اس بادشاہ کی حکایت ۱۰۲۱ کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اس سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اس طرح سے ترتیب قائم کرو اور فلاں جگہ اتنے قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لئے فلاں قلعہ میں نہ جانا اور اس کے چاروں طرف چکر نہ کھانا

بود شاہے شاہ را بد سہ پسر	ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر
ایک بادشاہ تھا بادشاہ کے تین لڑکے تھے	تینوں صاحب فطانت اور صاحب نظر
ہر یکے از دیگرے استودہ تر	در سخا و دروغا و کر و فر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ افضل تھا	سخاوت میں اور جنگ اور کردار میں
پیش شہ شہزادگان استادہ جمع	قرۃ العینان شہ ہیمچوں سہ شمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوتے	تین شمع کی طرح سب بادشاہ کے قرۃ العین تھے



از رہ پنہاں ز عینین پسر	می کشید آبے نخیل آں پدر
ایک مخفی راستہ سے پسر کی دونوں آنکھوں سے	پانی چوستا تھا اس باپ کا درخت خرما
تازہ فرزند آب ایں چشمہ شتاب	میر و دسوی ریاض مام و باب
تاکہ فرزند سے یہ چشمہ جلدی جلدی	جاتا رہتا ہے ماں اور باپ کے باغوں کی طرف
تازہ می باشد ریاض والدین	گشتہ جا می عین شاں زیں ہر دو عین
والدین کے باغ تازہ رہا کرتے ہیں	ان کا چشمہ ان دونوں آنکھوں سے جاری رہتا ہے
چوں شود چشمہ ز بیماری علیل	خشک گردد شاخ و برگ آں نخیل
جب چشمہ مرض کی وجہ سے علیل ہو جاتا ہے	تو اس درخت کے شاخ و برگ خشک ہو جاتے ہیں
خشکی نخلش ہی گوید پدید	کہ ز فرزند اں شجر نم می کشید
اس کے نخل کا خشک ہو جانا صریحاً کہتا ہے	کہ وہ شجر فرزندوں سے رطوبت کھینچ رہا تھا
اے بسا کاریز پنہاں ہنچنیں	متصل با جان تاں یا غافلین
اے شخص بہت سے پنہاں جتنے اسی طرح	تمہاری روح کے ساتھ متصل ہیں اے غافل
اے کشیدہ ز آسمان و از زمین	مایہا تا گشتہ جسم تو سمیں
اے شخص آسمان اور زمین سے	بہت سی غذائیں کھینچتی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فرہ ہو گیا
تن ز اجزائے جہاں دزدیدہ	پارہ پارہ زین و آں بریدہ
تو نے تن اجزائے عالم سے چرایا ہے	اس سے اور اس سے تو نے پارہ پارہ قطع کیا ہے
از زمین و آفتاب و آسمان	پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
زمین اور آفتاب اور آسمان سے	بہت سے پارے تو نے جسم اور جان پر کاٹھے ہیں
تا تو پنداری کہ بردی رائیگاں	بازنستانند از تو این و آں
یہاں تک کہ تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ تو مفت لے اڑا ہے	تجھ سے اس کو اور اس کو واپس نہ لیں گے
کالہ دزدیدہ نبود پائیدار	لیک آرد دزد را تا پائیدار
سروق سرق پائیدار نہیں ہوتی	لیکن سارق کو زیر دار لے آتی ہے
عار یہ ستائیں کم ہی باید فشارد	کانچہ بگرفت ہی باید گزارد
یہ عاریت ہے ذرا قدم کم جمانا چاہئے	کیونکہ تو نے جو کچھ لیا ہے یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے

جز نخت کاں زوہاب آمدست	روح را باش آں دگر ہا بیہدست
جز نخت کے کہ وہ حضرت وہاب کی طرف سے آئی ہے	تو روح کی فکر میں رہ وہ دوسری چیزیں سب بیہودہ ہیں
بیہدہ نسبت بجاں میگویمش	نے بہ نسبت با صنیع محکمش
میں اس کو بیہودہ بہ نسبت روح کے کہتا ہوں	نہ کہ حق تعالیٰ کے صنیع محکم کے اعتبار سے

ایک بادشاہ تھا (اور اس) بادشاہ کے تین لڑکے تھے تینوں صاحب فطانت اور صاحب نظر ہر ایک دوسرے سے زیادہ افضل تھا سخاوت میں اور جنگ اور کدو فر میں (یعنی ہر ایک میں دوسرے سے افضلیت کا شبہ ہوتا تھا یعنی سب ان صفات میں کامل تھے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ معاملہ عشق و خدمت شاہ چین میں آگے دو کا خادم اور ایک کا پختہ نکلنا مذکور ہوگا جس کا حکایت کے قبل تمہید میں بھی ذکر ہوا ہے اور یہ اس کے معارض ہے جواب یہ ہے کہ یہاں اور صفات کا ذکر ہے اور وہاں دوسری صفات کا پس ایک میں متماثل تھے دوسرے میں متفاوت و متفاضل اور (بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوتے) (اور) تین شمع کی طرح سب بادشاہ کے قرۃ العین تھے (جس طرح شمع سے آنکھوں کو روشنی اور خشکی پہنچتی ہے اسی طرح ان سے آنکھیں خشک اور روشن ہوتیں اور قرۃ العینان میں الفنون جمع کے لئے ہے جیسا فارسی میں آتا ہے اور عین کی جمع نہیں ہے بلکہ قرۃ العین مرکب کی جمع ہے اور) ایک مخفی راستہ سے (ہر) پسر کی دونوں آنکھوں سے پانی چوستا تھا اس باپ کا درخت خرما (دونوں آنکھوں سے مراد ذات ہے فرزند کی اور نکتہ اس تعبیر میں یہ ہے کہ فرزند کی طرف نگاہ کرنے میں تو والدین کو راحت ہوتی ہی ہے لیکن فرزند یا ہر محبوب جو والدین یا محبت کی طرف نظر محبت سے دیکھتا ہے اور والدین یا محبت اس نگاہ کو دیکھتے ہیں جو علامت ہے اس کے محبت ہونے کی بھی اس سے جو راحت ہوتی ہے وہ بے نظیر ہے اور جو قوت قلب بادشاہ کو فرزندوں کی طرف نظر کرنے سے پہنچتی تھی اس کو پانی سے اور بادشاہ کو درخت سے تشبیہ دی اور وجہ تشبیہ قوت حاصل کرنے کا اشتراک ظاہر ہے آگے میکشید کی غایت ہے بطور لام عاقبت کے (یعنی) تاکہ فرزند (کی طرف) سے یہ چشمہ (قوت و راحت قلب کا) جلدی جلدی جاتا رہتا ہے ماں اور باپ کے باغوں کی طرف (یعنی کشیدن کی عاقبت یہ رفتن ہے اور اس کشیدن و رفتن میں تقدم و تاخر ذاتی ہے اور زمانا مقارنت ہے اور چونکہ اس قوت پہنچنے کا موقوف علیہ نظر الوالدین الی الولد ہے اس لئے کشیدن کو علت اور رفتن کو معلول قرار دیا آگے اس پر تفریع ہے کہ) والدین کے باغ تازہ رہا کرتے ہیں (اور) ان (والدین) کا چشمہ (یعنی جس چشمہ سے وہ سیراب ہوتے ہیں فرزند کی) ان دونوں آنکھوں (یعنی اس کی ذات) سے جاری رہتا ہے (چنانچہ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ) جب چشمہ (یعنی فرزند) رض کی وجہ سے علیل ہو جاتا ہے تو اس درخت (یعنی والدین) کے شاخ و برگ خشک ہو جاتے ہیں (چنانچہ فرزند کی علالت سے والدین کی پڑمردگی ظاہر ہے جس طرح چشمہ کی کمی سے درخت کی تازگی کم ہو جاتی ہے پس) اس کے نخل کا خشک ہو جانا صریحا کہتا ہے کہ وہ شجر فرزندوں سے رطوبت کھینچ رہا تھا (آگے اس اغتذاء سے دوسرے اغتذاء عام کی طرف جو تمام متغذوں کو شامل ہے انتقال فرماتے ہیں کہ) اے شخص بہت سے پنہاں چشمے اسی طرح (جیسا کہ والدین کی اغتذاء میں مذکور ہوا) تمہاری روح (حیوانی) کے ساتھ متصل ہیں اے غافل



(جس سے تمہاری روح حیوانی کو قوت اور قوت پہنچتی ہے اور حیوانی کی تخصیص کا قرینہ آگے شعر جز نخت میں آوے گا آگے ان پنہانی چشموں کا بیاں ہے کہ) اے شخص (تیرے جسم نے) آسمان اور زمین سے بہت سی غذائیں کھینچی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فرہ ہو گیا (غذا کا ملنا اور اس میں زمین و آسمان کو بواسطہ یا بلا واسطہ دخل ہونا ظاہر ہے) تو نے (یہ) تن اجزائے عالم سے چرایا ہے (یعنی حاصل کیا ہے اور) اس (جزو عالم) سے اور اس (جزو عالم) سے تو نے پارہ پارہ قطع کیا ہے (اور وہاں سے قطع کر کے اپنے پاس جمع کیا ہے چنانچہ) زمین اور آفتاب اور آسمان سے بہت سے پارے تو نے (اپنے) جسم اور جان (یعنی روح حیوانی) پر گانٹھے ہیں (چنانچہ بدن اور روح طبعی یہ سب ان ہی اغذیہ سے حاصل ہوتی ہیں اور ذرذہ بن سے تعبیر کرنا باعتبار اس اخذ کے خفیہ اور جلد واپس ہو جانے کے ہے اور اسی لئے آگے اس سے غافل ہونے کی غلطی بیان کرتے ہیں کہ تو ان چیزوں سے ہمیشہ غذا حاصل کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ تو (اس جسم و جان کو) مفت لے اڑا ہے (یعنی مفت کا مال ہاتھ آ گیا ہے کوئی اس کا مالک نہیں ہے جو اس کو واپس لے اس لئے تو یہ سمجھتا ہے کہ) تجھ سے اس (جزو مسروق) کو اور اس (جزو مسروق) کو واپس نہ لیں گے (یہ تنبیہ ہے اس پر کہ اس کے زوال و ذہاب سے غافل ہو جانا جیسا اکثر غافلین کی شان ہے و تتخذون مصانع لعلکم تخلدون یہ بڑی غلطی ہے اور ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی کا مال چرا کر بے فکر ہو جاوے حالانکہ) متاع مسروق پائیدار نہیں ہوتی (مالک قادر جب توجہ کر لے تب ہی لے لے) لیکن سارق کو (البتہ) زبردار لے آتی ہے (اسناد ہے سب کی طرف اسی طرح وہ متاع تجھ سے مسترد ہوگی اور تو دار ہلاک کے نیچے آوے گا اور یہ ہلاک بمعنی موت تو عام ہے مجرم و غیر مجرم کو اور تشبیہ صرف اخذ خفیہ و استرداد بالموت میں ہوگی اور ہلاک بمعنی العقوبت مقید ہوگا جرم کے ساتھ چونکہ مخاطب اہل غفلت ہیں اس لئے اس ہلاک کا عدم عموم صحت کلام میں قاذح نہیں غرض) یہ (متاع) عاریت ہے ذرا قدم کم جمانا چاہئے کیونکہ تو نے جو کچھ لیا ہے یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے (کیونکہ مسروق مثل عاریت کے ہر وقت شرف سقوط و زوال پر ہے کیونکہ تمہاری ملک نہیں کی گئی اور یہ حکم اجسام و ارواح حیوانیہ سب کو شامل ہے) بجز نخت (فیہ من روحی کے مصداق) کے (کہ وہ روح انسانی عارف و عاشق ہے) کہ وہ حضرت وہاب (بکثرت ہبہ کنندہ) کی طرف سے آئی ہے (اور مثل موہوب کے جو کہ ملک کر دی جاتی ہے گو یہاں اب بھی واہب ہی مالک ہے مگر بقاء و عدم استرداد میں موہوب سے تشبیہ دی گئی یہ بھی زائل و فانی نہیں کی جاتی چنانچہ روح مذکور کی ابدیت و حیات دائمہ معلوم ہے و ان عرض علیہ الفناء لادنی لحظة وقت النفخ فہی غیر معتد بہا اور یہی قرینہ ہے اس کا کہ اوپر لفظ جان سے مراد روح حیوانی تھی آگے غرض اس مضمون کے بیان کی بتلاتے ہیں کہ ہمارا مقصود اجسام و روح حیوانی کے بیان فناء اور روح انسانی کے ذکر بقاء سے یہ ہے کہ) تو روح کی فکر (اصلاح) میں رہو وہ دوسری چیزیں (مذکور سابقہ اجسام و روح حیوانی) سب بیہودہ ہیں (یعنی قابل اہتمام و التفات نہیں چنانچہ آگے یہی تفسیر کرتے ہیں کہ) میں اس کو بیہودہ بہ نسبت روح (انسانی) کے کہتا ہوں (کہ اس کے درجہ میں قابل اہتمام و التفات نہیں) نہ کہ حق تعالیٰ کے صنیع محکم (و با حکمت) کے اعتبار سے (کہ اس اعتبار سے کوئی چیز بھی بیہودہ نہیں قال تعالیٰ ربنا ما خلقت هذا باطلا و بالمعنی الاول لی الحدیث الا کل شی ما خلا للہ باطل فثبت للباطل المعیان بالکتاب و السنة احلہما مثبت و الآخر منفی).

بیان استمداد عارف از سر چشمہ حیات ابدی و مستغنی شدن او از استمداد و انجذاب  
از چشمہای آبہای بیوفا کہ علامتہ ذلک التجانی عن دار الغرور کہ آدمی چوں برمدہای  
چشمہا اعتماد کند در ظل چشمہ باقی ست شود چنانکہ حکیم الہی می فرماید۔ رباعی

عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اس کا بے وفا پانیوں کے چشمہ سے جذب کرنے  
اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اس کی علامت دھوکے کے گھر سے جدائی ہے۔ کیونکہ انسان جب  
چشموں کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے باقی رہنے والے چشمہ کی طلب ست ہو جاتی ہے چنانچہ حکیم الہی فرماتے ہیں رباعی

کاریز درون جان تو می باید      کز عاریہا ترا درے نکشاید  
یک چشمہ آب از درون خانہ      بہ زان جوی کہ از بروں می آید

حبذا کاریز اصل چیزہا	فارغت آرد ازیں کاریزہا
بہت خوب ہے چشمہ جو کہ اصل ہے اشیاء کی	تجھ کو ان کاریزوں سے فارغ کر دے گی
چشمہ آب درون خانہ	بہ زرو دے کاں نہ در کاشانہ
گھر کے اندر ایک چشمہ پانی کا بہتر ہے	اس نہر سے جو گھر کے اندر نہ ہو
توز صد یبوع شربت می کشی	ہرچہ زان صد کم شود کاہد خوشی
تو صدہا چشمہ سے شربت کھنچ رہا ہے	جو چیز بھی ان سو میں سے کم ہو جاوے تو خوشی گھٹ جاتی ہے
چوں بجوشد از دروں چشمہ سنی	زاستراق چشمہا گردی غنی
جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش کرنے لگے	تو چشموں سے خفیہ حاصل کرنے سے تو غنی ہو جاوے
قرۃ العینت چوزاب و گل بود	راتبہ ایں قرہ درد دل بود
تیرا قرۃ العین اگر آب و گل سے ہو	تو شرہ اس قرۃ کا درد دل ہو گا
قلعہ را چوں آب آید از بروں	در زمان امن باشد بر فزوں
قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو	تو زمانہ امن میں تو وہ ترقی پر ہو گا
چونکہ دشمن گرد آں حلقہ کند	تا کہ اندر خون شاں غرقہ کند
جب دشمن اس قلعہ کے گرد محاصرہ کر لے	تا کہ خون میں ان کو غرق کرے
آب بیروں را ببرند آں سپاہ	تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
” سپاہ بیرونی پانی کو قطع کر دیں	تا کہ قلعہ کو ان سپاہ سے پناہ نہ ہو سکے



آں زماں یک چاہ شوراے از دروں	بہ ز صد جیچون شیریں از بروں
اس وقت ایک شور کنواں اندر	بہتر ہے سو جیچوں شیریں سے جو باہر سے ہوں
قاطع الاسباب لشکر ہائے مرگ	ہمچو دے آید بقطع شاخ و برگ
سپاہ مرگ قاطع الاسباب	خزاں کی طرح شاخ و برگ کے قطع کرنے کے لئے آتی ہے
در جہاں نبود مدد شاں از بہار	جز مگر در جاں بہار روی یار
تو ان کو بہار سے کوئی مدد نہیں پہنچتی	بجز اس کے اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو
زاں لقب شد خاک را دار الغرور	کو کشد پارا سپس یوم العبور
اسی سبب سے عالم خاک کا لقب دار الغرور ہوا ہے	کیونکہ وہ قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے مرد کے دن
پیش از اں بر راست و بر چپ میدوید	کہ بچنیم درد تو چیزی نخید
اس سے پہلے دائیں بائیں دوڑتا پھرتا تھا	کہ تیری تکلیف میں اپنے اوپر لے لوں گا کچھ لی تو نا؟
او بگفتے مر ترا وقت غماں	دور از تو رنج و وہ کہ درمیاں
وہ تجھ کو غم کے وقت کہا کرتا تھا	کہ رنج تجھ سے دور ہے اور دس پہاڑ درمیان میں ہیں
چوں سپاہ رنج آمد بست دم	خودنی گوید ترا من دیدہ ام
جب سپاہ رنج آگئی اس نے دم بند کر دیا	تو وہ خود یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے تجھ کو دیکھا ہے
حق پئے شیطان بدنیاں زد مثل	کو ترا در رزم آرد با حیل
حق تعالیٰ نے شیطان کی ایک حالت اس طرح سے بیان کی	کہ وہ تجھ کو جنگ میں لے آتا ہے حیلوں سے
کہ ترا گوید کہ پشت من ترا	در بلا و در جفا و در عنا
کہ تجھ سے کہتا ہے کہ میں تیرا مددگار ہوں	بلا میں اور جفا میں اور مشقت میں
کہ ترا یاری دہم من با توام	در خطر ہا پیش تو من می دوم
کہ میں تجھ کو مدد دوں گا میں تیرے ساتھ ہوں	خطرات میں تیرے سامنے دوڑوں گا
اسپرت باشم گہ تیر خدنگ	مخلص تو باشم اندر وقت تنگ
میں تیرا سپر ہوں گا تیر خدنگ کے وقت	میں تیرا مخلص ہوں گا وقت تنگ میں
جاں فدای تو کنم در انتعاش	رستمی شیری ہلا مردانہ باش
تجھ پر جان فدا کر دوں گا نشاط میں	تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار مردانہ رہنا

سوی کفرش آورد زیں عشوها	آں جوال خدہ و مکرو دغا
ان ہی فریبوں سے اس کو کفر کی طرف لے آتا ہے	وہ تحصیل خداع اور مکر و دغا کا
چوں قدم بہنہاد در خندق قتاد	او بقاہا قاہ خندہ لب کشاد
جب اس نے قدم رکھ دیا اور خندق میں گر گیا	تو اس نے قہقہہ خندہ کے ساتھ لب کھول دیئے
ہیں بیامن طمعہا دارم ز تو	گویدش رو رو کہ بیزارم ز تو
ہاں آ میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں	وہ اس کو جواب دیتا ہے جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں
تو نترسیدی ز عدل کردگار	من ہی ترسم تو دست ز من بدار
تو نہ ڈرا عدل کردگار سے	میں تو ڈرتا ہوں تو مجھ سے ہاتھ اٹھا لے
گفت حق او خود جدا شد از بہی	تو بدیں تزویر ہا ہم کے رہی
حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ خود صلاح سے جدا ہو چکا تھا	تو بھی ان حیلوں سے کب جھوٹ سکتا ہے
گفت حق او خود ز نیکی شد جدا	کے رہی ہم تو بدیں تزویر ہا
حق تعالیٰ فرمادیں گے کہ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا	تو بھی ان حیلوں سے کب جھوٹ سکتا ہے
فاعل و مفعول در روز شمار	روسیاہ اندو حریف و سنگسار
فاعل اور مفعول روز شمار میں	روسیاہ ہیں اور ایک دوسرے کے شریک اور مرحوم
رہزده ورہزن یقین در حکم و داد	درچہ بعداندو در بنس المہاد
راہزده اور راہزن بالیقین حکم و عدل میں	چاہ لعنت میں ہیں اور بستر زشت میں
غول را و گول را کو را فریفت	از خلاص و فوزی باید شکلیفت
شیطان کو بھی اور اس احمق کو بھی جس کو اس نے فریب دیا	خلاص اور کامیابی سے مبرا کر لینا چاہئے
ہم خر و خرگیر اینجا در گلند	غافل اند اینجا و آنجا آفلند
یہاں گدھا اور گدھے کا پکڑنے والا دونوں دلدل میں ہیں	یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں
جز کسانے را کہ واگرداند از اں	در بہار فضل آیند از خزاں
بجز ان لوگوں کے جو اس سے رجوع کر لیں	بہار فصل میں آجاویں خزاں سے
توبہ آرند و خدا توبہ پذیر	امر او گیرند و انعم الامیر
توبہ کر لیں اور خدا تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے	وہ لوگ اس کے حکم کو قبول کر لیں اور وہ بہت اچھا صاحب حکم ہے



چوں برآرند از پشیمانی حنین	عرش لرزد از انین المذنبین
جب ندامت کے سبب آواز نالہ نکالتے ہیں	تو عرش کا پنے گتا ہے گنہگاروں کی آواز گریہ سے
آپنجاں لرزد کہ مادر بر ولد	دست شاں گیرد ببالامی کشد
ایسا کانپتا ہے جیسے ماں بچہ پر	اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اوپر کھینچ لیتا ہے
کائے خداتان واخریدہ از غرور	نک ریاض فضل و نک رب غفور
کراے لوگو تم کو خدا تعالیٰ نے دھوکہ سے چھڑا دیا	اب فضل کے باغ ہیں اور اب رب غفور ہے
بعد ازیں تا برگ و رزق جاوداں	از ہوای حق بود نز ناوداں
اس کے بعد تم کو سامان اور رزق جاوداں	سحاب حق سے نصیب ہو گا نہ کہ پر نالہ سے
چونکہ دریا بروسائط رشک کرد	تشنہ چوں ماہی بترک مشک کرد
جب دریا نے وسائط پر غیرت کی	تو تشنہ نے ماہی کی طرح مشک کو ترک کر دیا
قصہ شہزادگاں آور بہ پیش	کایں حدیث از حدامکانست بیش
شہزادوں کا قصہ پیش کرو	کیونکہ یہ مضمون حد امکان سے زیادہ ہے

(اور حظوظ جسم کے فانی اور حظوظ روح کے باقی ہونے کا مضمون تھا آگے بھی اول پر دوسری کی ترجیح اور تفصیل اور اس کی ترغیب تحصیل کی تفصیل ہے اور اس کی توضیح کے لئے آغاز میں ایک تمثیل ہے پس فرماتے ہیں کہ) بہت خوب ہے چشمہ (باطن و روح) جو کہ اصل ہے (معتد بہ) اشیاء کی (یعنی واردات من العلوم والحالات کی اور روح کا ان واردات کے لئے اصل ہونا ظاہر ہے یا اشیاء سے مراد اسباب لذات جسمیہ اور اصل بمعنی ارنج یعنی ان مستلذات سے وہ کاریز ارنج ہے باعتبار اپنے متعلق یعنی کمالات باطنیہ مذکورہ کے اور مضمون مصرعہ ثانیہ ظاہر اسی کا موجد ہے یعنی وہ کاریز (باطنی) تجھ کو ان (ظاہری) کاریزوں سے (یعنی قوی مدد رکھنے والے جسمانیہ سے کہ منبع ہے لذات و حظوظ کا) فارغ کر دے گی (یہ مصرعہ ظاہر اقرینہ ہے کہ کاریز ہا اور چیز ہا کا ایک مصداق ہے یعنی اصل کاریز ہا اور فارغ کرنے کا راز ظاہر ہے کہ حظوظ روحانی صاف اور باقی ہیں اور حظوظ جسمانی مکدر اور منقطع ہیں چونکہ اس شعر میں دونوں حظوظ کو کاریز سے تشبیہ دی ہے آگے اسی عنوان سے تقریر ہے (ارجحیہ کی یعنی) گھر کے اندر ایک چشمہ پانی کا بہتر ہے اس نہر سے جو گھر کے اندر نہ ہو (اور نہر عادیہ چشمہ سے زائد ہوتی ہے یعنی حظ قلیل باطنی افضل ہے حظ کثیر ظاہری سے اس کے بہتر ہونے کی وجہ آگے شعر قلعہ را چوں آب آید الخ میں آوے گی جس کا حاصل باہر کے پانی کا انقطاع اور اندر کے پانی کا عدم انقطاع ہے) تو (اب تو) صد ہا چشمہ سے (جو کہ خارجی ہیں) شربت کھینچ رہا ہے (یعنی اسباب حظوظ خارج سے ہیں اس لئے) جو چیز بھی ان سو میں سے کم ہو جاوے تو خوشی گھٹ جاتی ہے (یعنی سامان حظ باہر کی چیزیں ہیں کہ کبھی رہیں کبھی نہ رہیں مثلاً اموال و اولاد و حشم و خدم کہ اگر کسی وقت ایک چیز سے یا سب سے جدائی ہو جاوے بس غم ہے پریشانی ہے اور) جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش کرنے لگے تو (ان مذکورہ چشموں سے

خفیہ (آب لذت) حاصل کرنے سے تو غنی ہو جاوے (اور اندروں کا مقابلہ میں آنا قرینہ ہے کہ شعر بالا میں صدیوں سے مراد خارجی ہیں آگے ہر چیز اس صد کم شود کا ہد خوشی کی ایک مثال ہے کہ مثلاً) تیرا قرۃ العین (یعنی مایہ سرور) اگر آب و گل سے ہو تو شمرہ اس قرۃ کا درد دل ہوگا (کیونکہ فراق سے مرض ہے موت ہے اور اس کا نتیجہ کلفت بخلاف حظوظ باطن کے کہ اس کے اسباب کا حاصل قرب حق ہے جو دولت سرمدی ہے آگے تھلیل ہے مضمون چشمہ آبے دروں خانہ الخ کی یعنی دیکھو) قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو تو زمانہ امن میں تو وہ ترقی پر ہوگا (کیونکہ کارکن قلعہ سے باہر جا کر قلعہ کی طرف چھوڑ دیں گے لیکن) جب دشمن اس قلعہ کے گرد محاصرہ کر لے تا کہ خون میں ان (قلعہ والوں) کو غرق کرے (یعنی ہلاک کرے اور) وہ سپاہ (دشمن کی اُس) بیرونی پانی کو قطع کر دیں (اندر نہ جانے دیں) تا کہ قلعہ (والوں) کو ان سپاہ (دشمن) سے پناہ نہ ہو سکے (کیونکہ پناہ حاصل ہونا موقوف ہے سامان رسد خورد و نوش پر یہ سب شرط تھی اور جزایہ ہے کہ) اس وقت ایک شور کنواں اندر بہتر سے سچوئوں شریں سے جو باہر سے ہوں (اسی طرح مثل سپاہ قاطع آب کے جب) سپاہ مرگ قاطع الاسباب خزاں کی طرح شاخ و برگ (یعنی اسباب حظوظ خارجیہ) کے قطع کرنے کے لئے آتی ہے تو ان (مرنے والوں) کو بہار (منقضي) سے (جو اس شاخ و برگ کا سبب تھا) کوئی مدد نہیں پہنچتی (یعنی بہار عمر و حظ دنیا تو منقضي ہو گئی وہ ان کو مسرور نہیں کر سکتی) بجز اس کے کہ اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو (وہ بہار اس خزاں کو موجب غم نہیں ہونے دیتی کما قیل

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

آگے تفریع ہے مضمون در جہاں نبود مددشان از بہار پر یعنی چونکہ جس بہار سے توقع مدد کی یعنی جس لذت سے توقع فرحت بخشی کی تھی وہ امید وقت پر غلط نکلے) اسی سبب سے عالم خاک (یعنی دنیا) کا لقب دار الغرور ہوا ہے (کما ہو منصوص فی حدیث المعوان والیضا فہم من قولہ تعالیٰ وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور) کیونکہ وہ (دار یعنی دیار و اہل دار یعنی دنیوی یار غار) قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے مرور (من الدینا) کے دن (اور) اس (یوم المرور) سے پہلے (یہ حال تھا کہ) دائیں بائیں دوڑتا پھرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ تیری تکلیف میں اپنے اوپر لے لوں گا (مگر) کچھ لی تو نا (اور) وہ (یار دنیوی) تجھ کو غموم کے وقت کہا کرتا تھا کہ (غم نہ کر) رنج تجھ سے (بہت) دور ہے اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) دس پہاڑ (تیرے اور اس رنج کے) درمیان میں ہیں (یعنی میں معاون موجود ہوں کسی رنج کو تجھ تک نہ آنے دوں گا اس طرح حائل ہو جاؤں گا جیسے گویا درمیان میں دس پہاڑ کھڑے ہوں مطلب یہ کہ میری قوی اعانت تیرے ساتھ ہے مگر) جب سپاہ رنج آگئی (اور) اس نے (آ کر) دم بند کر دیا تو (اب) وہ خود یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے (کبھی) تجھ کو دیکھا (بھی) ہے (اس طرح سے الگ ہو گیا اور غرور اور دھوکہ کی حقیقت یہی ہے کہ پہلے تو امید دلاوے اور عین وقت پر آنکھیں چراوے پس کشد یارا اور پیش از ازاں دونوں مضمونوں کا مجموعہ علت ہوئی حملہ زان لقب شد کی آگے اس غرور کی ایک مثال دیتے ہیں جو کہ قرآن مجید سے ماخوذ ہے یعنی) حق تعالیٰ نے شیطان کی ایک حالت اس طرح سے بیان کی کہ وہ تجھ کو جنگ میں لے آتا ہے حیلوں سے (وہ حیلہ یہ ہے) کہ تجھ سے کہتا ہے کہ میں تیرا مددگار ہوں بلا میں اور جفا میں اور مشقت میں (اور کہتا ہے) کہ میں تجھ کو مدد دوں گا میں تیرے ساتھ ہوں (اور) خطرات میں تیرے سامنے دوڑوں گا (اور) میں تیرا سپر ہوں گا تیرا خدنگ کے وقت (درختے ست محکم کہ ازاں تیرا میاں زند اور) میں تیرا مخلص ہوں گا وقت تنگ میں (اور) تجھ پر جان فدا کر دوں گا نشاط (و شوق کی حالت) میں (یعنی شوق سے تجھ پر فدا ہو جاؤں گا نہ کہ کراہت سے فی الغیاث فارسیان بمعنی عیش و نشاط استعمال کنند اھ اور بڑھاوے دینے کے لئے کہتا ہے کہ) تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار مردانہ رہنا



(غرض) ان ہی فریبوں سے اس کو کفر کی طرف لے آتا ہے (مراد یہ کہ قتال کی طرف کیونکہ دین کے سبب مسلمانوں سے قتال کرنا کفر ہے آگے فاعل ہے آورد کا یعنی) وہ تھیلہ خداع اور مکر و دغا کا (یعنی شیطان کہ جامع ہے ان ذمائم کا اور) جب (اس کے بہکانے سے) اس (بہکائے میں آجانے والے) نے (آگے) قدم رکھ دیا اور خندق میں گر گیا (یعنی مصیبت میں پھنس گیا) تو اس (شیطان) نے قہقہہ خندہ کے ساتھ لب کھول دیئے (اس وقت وہ شخص شیطان سے کہتا ہے کہ) ہاں (حسب وعدہ مدد کے لئے) آ میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں وہ اس کو جواب دیتا ہے جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں (اور یہ بھی کہتا ہے کہ) تو تو نہ ڈرا عدل کر دگا رہے (کہ اہل حق کے مقابلہ میں آگیا مگر) میں تو (خدا سے) ڈرتا ہوں تو مجھ سے ہاتھ اٹھالے (اور اس کا مثال غرور ہونا ظاہر ہے کہ اول توقع دلائی پھر خلاف کیا اور دھوکہ یہی ہے اب یہاں احتمال تھا کہ گویا ہاں دھوکہ میں آنے سے یہ خسارہ ہوا لیکن شاید قیامت میں اس شخص کا یہ عذر پذیر ہو جاوے کہ مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا تو اس صورت میں دارالغرور کا ضرور ممتد نہ ہوگا تو اس سے حذر بھی چنداں مہتمم بالشان نہ ہوگا جیسا مولانا کے کلام سے جو قبل شعر زان لقب شد الخ سے ہے زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے آگے اس احتمال کو دفع کرتے ہیں کہ ایسا عذر بعض مجرمین کریں گے بھی مگر ان کے جواب میں (حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ (شیطان) خود صلاح سے جدا ہو چکا تھا (اور یہ بات سب کو اور تجھ کو بھی بتلا دی گئی تھی پھر تو نے اس کا اتباع کیوں کیا پس اس حالت میں) تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے (بھی اس لئے کہا کہ جس طرح شیطان بھی نہ چھوٹے گا آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے (جس طرح وہ نہ چھوٹے گا چنانچہ آگے تصریح ہے دونوں کے معذب ہونے کی یعنی) فاعل (مراد شیطان کہ فاعل ہے اضلال کا) اور مفعول (مراد یہ فریب خوردہ کہ مفعول یہ ہے فعل اضلال کا دونوں کے دونوں) روز شمار میں روسیہ ہیں اور ایک دوسرے کے شریک (فی العذاب) اور مرجوم (ومطرود آگے تفسیر ہے فاعل و مفعول کی یعنی) راہ زدہ اور راہ زن بالیقین حکم و عدل میں چاہ لعنت میں ہیں اور بستر زشت (یعنی جہنم) میں (آگے اس تفسیر کے مفہوم کا مصداق ہے یعنی) شیطان کو بھی اور اس احمق کو بھی جس کو اس نے فریب دیا خلاص اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہئے (کذا فی الغیث بالکاف العربی یعنی ناامید ہو جانا چاہئے آگے اس مضمحل بکسر انصار اور مضمحل بفتح الضاد کی ایک مثال ہے کہ) یہاں گدھا اور گدھے کا پکڑنے والا دونوں دلدل میں (پھنسے) ہیں (اول مثال ہے ضال کی اور دوسری مضمحل کی اور جب اوپر کے کلام سے دونوں جگہ کا خسارہ ان دونوں کا ثابت ہو گیا تو بطور خلاصہ مجموع کے کہتے ہیں کہ) یہاں غافل ہیں (کہ حق کی طرف توجہ نہ کی) اور وہاں (جنت سے) غائب ہیں۔ فہو کھولہ تعالیٰ و من کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الآخرة اعمیٰ واضل سبیلا اور شر حق پے شیطان الخ سے یہاں تک کا مضمون تین آیتوں سے ماخوذ ہے جو بترتیب منقول ہیں الاول قوله تعالیٰ واخزین لهم الشیطان اعمالہم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما تراءت الفتنان نکص علی عقبیہ وقال انی بری منکم انی اری مالا ترون انی اخاف اللہ الایہ والثانی قوله تعالیٰ الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لاتعبدا الشیطان انه لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکنون اتقلون والثالث قوله تعالیٰ فکان عاقبتہما انما فی النار خالدین فیہا الایہ اور چونکہ اس مضمون عدم قبول عذر فی الآخرة سے شبہ ہوتا تھا عدم قبول توبہ فی الدنیا کا بھی اس لئے آگے تائبین کا ان فریب خوروں سے استثناء کرتے ہیں یعنی ضالین کو سب کو خلاص و فوز سے ماپوس ہو جانا چاہئے) بجز ان لوگوں کے جو اس (ضلال) سے رجوع کر لیں (یعنی دنیا میں تائب ہو جاویں کما سیاتی اور) بہار فضل میں



آ جاویں خزاں سے (نکل کر یعنی) توبہ کر لیں اور خدا تعالیٰ توبہ کرنے والا ہے (قال تعالیٰ 'وهو الذي يقبل التوبة عن عباده اور) وہ لوگ اس کے حکم کو قبول کر لیں (یعنی توبہ کر کے اعمال صالحہ بھی اختیار کئے) کما قال تعالیٰ 'الامن تاب وامن و عمل عملا صالحا) اور وہ بہت اچھا صاحب حکم ہے (پس یہ لوگ) جب ندامت (وتوبہ) کے سبب آواز نالہ نکالتے ہیں تو عرش کا پنے لگتا ہے گنہگاروں کی آواز گریہ سے (اور) ایسا کانپتا ہے جیسے مان (اپنے) بچہ پر (کانپ اٹھتی ہے جب وہ روتا ہے پس عرش اس وقت) اس کا ہاتھ پکڑتا ہے (اور) اوپر کھینچ لیتا ہے (جیسے ماں بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اور عرش ان سے کہتا ہے) کہ اے لوگو تم کو خدا تعالیٰ نے (دنیا اور شیطان کے) دھوکہ سے چھڑا دیا (واضافی الغرور الى الدنيا والشيطان ماخوذ من قوله تعالیٰ 'فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور اور چھڑانا یہ کہ بعد حدوث کے اس میں بقاء نہ ہو اسو) اب (تمہارے لئے) فضل کے باغ ہیں اور اب رب غفور ہے (اور اب) اس (توبہ) کے بعد تم کو سامان اور رزق جاوداں سبحا حق سے نصیب ہو گا نہ کہ پر نالہ سے (سحاب سے مراد وہ ب اور ناوداں سے مراد کسب کیونکہ ناوداں مصنوع عبد ہے اور سحاب مصنوع حق مطلب یہ کہ اس رزق میں کسب و تلاش کو کہ وسائل رزق ہیں دنیا میں دخل نہیں محض موہوب بلا ان وسائل کے ہے آگے ایک انتقال ہے کہ جنت میں تو توکل بمعنی ترک اسباب مظنونہ سب ہی کے لئے عام ہو گا کمایدل علیہ از سحاب حق بود الخ مگر خواص اہل اللہ دنیا میں بھی اس فضیلت سے مشرف ہیں چنانچہ) جب دریا (یعنی حضرت حق) نے وسائل (واسباب مظنونہ) پر غیرت کی (یعنی ان خواص کو ذوقاً حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ میں یہ مکشوف ہوا کہ وہ ان کے لئے اشتغال بالاسباب المذکورہ کو پسند نہیں فرماتے و ہذا هو المراد بالغیرۃ کما فی الحدیث ومن غیرۃ خرم الفواحش وان لم تکن ہذہ الغیرۃ الی ما یقتضی التحریم) تو (اس) تشنہ (رضائے حق) نے ماہی کی طرح مشک کو ترک کر دیا (کہ ماہی دریا کے ہوتے ہوئے مشک کی طرف توجہ نہیں کرتی اسی طرح ان حضرات نے ایسے اسباب کو چھوڑ دیا اور جنت کے ذکر میں ان کا ذکر اس لئے بھی مناسب ہے کہ اس درجہ کے توکل کو دخول جنت بغیر حساب میں دخل ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ کما قال علیہ السلام ہم الذین لا یسترقون ولا یطیرون ولا یکوون و علی رہم بتوکلون اور اسباب میں مظنونہ کی قید اس لئے لگائی کہ اسباب مقطوعہ توجہ جنت میں بھی متروک نہ ہوں گے کالاکل والشرب للتمتع والتلذذ قال تعالیٰ کلاوا واشربوا ولا فاللہ قادر علی اعطاء اللذۃ بدون ہذہ الاسباب آگے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) شہزادوں کا قصہ پیش کرو کیونکہ یہ مضمون مذکور متعلق غرور دنیا یا توبہ یا توکل یا ہر واحد) حد امکان سے زیادہ ہے (یعنی اس کا محیط بیان معذور ہے کہ ہر مضمون کا بسط طویل ہے)۔

رواں شدن ہر سہ شہزادہ در ممالک پدر بعد از وداع کردن ایشاں

شاہراہ اعادہ کردن شاہ وقت وداع وصیت را کہ بقلعہ ہوش رہا نروید

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا ان کا شاہ کو رخصت کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دہرانا کہ ہوش اڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزم رہ کردند آں ہر سہ پسر	سوی املاک پدر رسم سفر
عزم راہ کیا ان تینوں لڑکوں نے	باپ کی املاک کی طرف بطریق سفر کے
در طواف شہر ہا و قلعہاں	از پئے تدبیر دیوان و معاش
اس کے شہروں اور قلعوں کے دورہ کی غرض سے	تدبیر دفتر اور محاصل کی غرض سے



خواستند از شہ اجازت گاہ عزم	داد اجازت شاں چونیت دید حزم
انہوں نے عزم کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی	اس نے ان کو اجازت دیدی جب نیت پختہ دیکھی
دست بوس شاہ کردند و وداع	پس بدیشاں گفت آں شاہ مطاع
انہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور وداع کیا	پھر ان سے اس بادشاہ مطاع نے کہا
ہر کجایں دل کشد عازم شوید	فی امان اللہ دست افشاں روید
تم کو دل جس جگہ لے جاوے عازم ہو جاؤ	فی امان اللہ کودتے پھاندتے چلے جاؤ
غیر آں یک قلعہ نامش ہشربا	تنگ آرد برکلہ داراں قبا
بجز اس ایک قلعہ کے کہ اس کا نام ہوش رہا ہے	وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے
اللہ داں دژ ذاتے صور	دور باشید و بترسید از خطر
اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں والے قلعہ سے	دور رہنا اور خطر سے ڈرنا
روی و پشت و برجہاں و سقف و پست	جملہ تمثال و نگار و صورتست
اس کی روی اور پشت اور برج اور چھت اور فرش	سب کا سب نقش و نگار و تصویر ہی ہے
ہمچو آں حجرہ زلیخا پر صور	تا کند یوسف بنا کا مش نظر
مثل اس حجرہ زلیخا کے کہ پر تصویر تھا	تاکہ یوسف علیہ السلام اچانک اس پر نظر کریں
چونکہ یوسف سوی او می ننگرید	خانہ را پر نقش خود کرد آں مکید
چونکہ یوسف علیہ السلام اس کی طرف نہ دیکھتے تھے	اس نے گھر کو اپنی تصویر سے پر کر دیا کید کے لئے
تا بہر سوکاں نگر د آں خوش عذار	روی او را بیند او بے اختیار
تاکہ وہ کلھزار جس طرف دیکھیں	بلا اختیار اس کا چہرہ دیکھیں

عزم راہ کیا ان تینوں لڑکوں نے باپ کی املاک کی طرف بطریق سفر کے (املاک بافتح جمع ملک بالکسر کذا فی الغیاث اور ان کا یہ سفر) اس (باپ) کے شہروں اور قلعوں کے دورہ کی غرض سے (تھا اور یہ دورہ) تدبیر دفتر اور محاصل کی غرض سے (تھا) پس لفظ در شروع شعر میں اجلیہ ہے کمافی الحدیث عذبت فی ہرۃ اور متعلق ہے سفر مذکور فی الشعر السابق کے اور از پے متعلق ہے طواف کے و اشرت الی ہذا کلمہ فی الترجمة اور) انہوں نے عزم (سفر) کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی (اور) اس (بادشاہ) نے ان کو اجازت دے دی جب نیت پختہ دیکھی (پس) انہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور (اس کو) وداع کیا پھر ان سے اس بادشاہ مطاع نے کہا (کہ) تم کو دل جس جگہ لے جاوے عازم ہو جاؤ فی امان اللہ کودتے پھاندتے چلے جاؤ (فی الغیاث دست افشاں رد کردن و ترک کردن و بمعنی رخص کردن نیز آمدہ مطلب یہ کہ جہاں دل چاہے جاؤ) بجز

اس ایک قلعہ کے کہ اس کا نام ہوش رہا ہے وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے (کیونکہ اس میں نہایت حسین و جمیل تصویریں ہیں کہ سلاطین ان کو دیکھ کر صاحب تصادیر کے عاشق ہو کر مصیبت میں پڑ جاتے ہیں اس طرح کہ قباہ و جود فراخ ہونے کے ان پر تنگ ہو جاتی ہے جیسا خاصہ ہے مصیبت کا کقولہ تعالیٰ وضافت علیہم الارض بمارحبت) اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں والے قلعہ سے دور رہنا اور خطر سے ڈرنا اس (قلعہ) کی روی اور پشت اور برج اور چھت اور فرش سب کا سب نقش و نگار و تصویر ہی ہے (اور اگر کسی کو اشکال ہو کہ ان تصویروں کا اس قلعہ میں باقی رکھنا کیسے جائز ہو جواب دو ہیں ایک یہ کہ شاید امم سابقہ میں کسی کا قصہ ہو ان میں اس کی اجازت تھی جیسا مثنوی میں سب سے پہلی حکایت بھی امم سابقہ کی ہے حیث قال بودشاہ در زمانے پیش ازیں والدلیل ہناک قتل الصانع بصحة الجارية فانظر ثمة دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید یہ شخص محتاط نہ ہو اور مولانا نے بھی کہیں اس بادشاہ کے دیندار ہونے کا ذکر نہیں فرمایا جیسا شاہ چین کے کامل ہونے کا بیان فرمایا ہے مگر یہ قلعہ شاہ چین کے عمل میں نہ تھا رہا یہ کہ یہ لڑکے ان تصویروں کو دیکھنے کیسے گئے حالانکہ بعض اشعار مثنوی سے ان کا دیندار ہونا معلوم ہوتا ہے جواب بر تقدیر امم سابقہ میں سے نہ ہونے کے یہ ہو سکتا ہے کہ احیاناً صدورم کا قارح صلاح نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ الا لکم آگے اس قلعہ ذات الصور کی تشبیہ ہے کہ) مثل اس حجرہ زلیخا کے کہ پر تصویر تھا تا کہ یوسف علیہ السلام اچانک اس (تصویر) پر نظر کریں (اور تصویر کے دیکھنے سے زلیخا کی) طرف میلان ہو جاوے کیونکہ وہ تصویر زلیخا کی تھی چنانچہ آگے اسکی تفصیل ہے کہ) چونکہ یوسف علیہ السلام اسکی (یعنی زلیخا کی) طرف (بوجہ عفت کے) نہ دیکھتے تھے (اس لئے) اس نے گھر کو اپنی تصویر سے پر کر دیا کید (میلان) کے لئے (اس کید کا بیان آگے آتا ہے یعنی) تا کہ وہ گلغدار (یعنی یوسف علیہ السلام) جس طرف دیکھیں بلا اختیار (وبلا ارادہ بواسطہ تصویر کے) اس کا چہرہ دیکھیں (اور اس کو دیکھ کر میلان پیدا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی محفوظ رکھا مطلب یہ کہ ایسا ہی وہ قلعہ تھا)۔

بہر دیدہ روشناں یزدان فرد	شش جہت را مظهر آیات کرد
یزداں واحد نے روشن چشموں کے لئے	شش جہت کو دلائل کا مظهر کر رکھا ہے
تا بہر حیوان و نامی کانگرنند	از ریاض حسن ربانی چرند
تا کہ وہ جس حیوان اور جس نامی کو دیکھیں	حسن ربانی کے باغوں سے غذا پاویں
بہر ایں فرمود باآں اسپہ او	حیث والیتم فثم وجهہ
اسی لئے اس نے اس گروہ سے فرمایا ہے	کہ تم جس طرف منہ نہ کرو ادھر ہی وجہ حق ہے
از قدح گردد در عطش آبے خورند	در درون آب حق را ناظر اند
وہ لوگ اگر پیاس میں پیالہ سے پانی پیتے ہیں	پانی کے اندر حق تعالیٰ کے دیکھنے والے ہیں
آنکہ عاشق نیست او در آب در	صورت خود بیند اے صاحب نظر
جو شخص عاشق نہیں وہ پانی کے اندر	اپنی صورت تو دیکھتے ہیں اے صاحب نظر



صورت عاشق چوفانی شد درو	پس در آب انکوں کرا بید بگو
عاشق کی صورت جب اس میں فانی ہو گئی	پس پانی میں وہ اب کس کو دیکھ رہا ہے کہو
حسن حق بیند اندر روی حور	ہمچو مہ در آب از صنع غیور
وہ لوگ روئے حور میں حسن حق کو دیکھتے ہیں	مثل چاند کے پانی میں غیور کے فعل سے ہے
غیرتش بر عاشق و صادقست	غیرتش بردیو و راستور نیست
اس کی غیرت عاشق اور صادق پر ہے	اس کی غیرت شیطان اور بہیمہ پر نہیں ہے
دیو اگر عاشق شود ہم گوی برد	جبرئیلے گشت و آں دیوے بمرد
اگر دیو عاشق ہو جاوے تو وہ بھی گوئے سبقت لے گیا	وہ جبرئیل ہو گیا اور وہ دیوی کی صفت زائل ہو گئی
اسلم الشیطان درینجا شد پدید	کہ یزیدے شد ز فضلش بایزید
اسلم الشیطان اس جگہ ظاہر ہو گیا	کہ ایک یزید اس کے فضل سے بایزید ہو گیا

(ان اشعار میں انتقال ہے کہ جس طرح زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے لئے تمام اجزاء حجرہ کو پر تصویر کر رکھا تھا کہ ذریعہ ہو مشاہدہ جمال زلیخا کا اسی طرح) یزدان واحد نے روشن چشموں (یعنی عارفین) کے لئے شش جہت (عالم) کو (اپنی) دلائل (قدرت و کمالات) کا مظہر کر رکھا ہے (پھر وہ دلائل مظہر ہیں صفات و کمالات حق کے فالجہات مظہر للآیات ظہرت فیہا الآیات والآیات ظہرت فیہا الکمالات) تاکہ وہ جس حیوان اور جس (جسم) نامی کو (کہ حیوان کے لئے جنس قریب ہے) دیکھیں (بزیادة الالف فی نکرند کافی قول مولانا جبرچہ بود بستنہ اشکستہ را الواقع فی الدفتر الاول قبل عنوان زیادت تاویل مگس) حسن ربانی کے باغوں سے غذا پادیں (چنانچہ عارفین کا ہر چیز میں حق تعالیٰ کے صفات و کمالات کا مشاہدہ کرنا ظاہر و معلوم ہے اور مظہریت الجہات للآیات مذکورہ مصرعہ شش جہت سے اصل مقصود اسی مظہریت للآیات للکمالات مذکورہ شعر تا بہر حیوان کا حکم کرنا ہے) اسی لئے اس نے (یعنی یزدان فرد نے) اس گروہ (عارفین) سے فرمایا ہے کہ تم جس طرف منہ کرو ادھر ہی وجہ حق ہے (یہ مضمون ہے اس آیت کا فاینما تلو افہم وجہ اللہ وزن شعر میں وہ الفاظ نہیں آ سکے اور یہاں ظاہر ادا اشکال ہیں ایک یہ کہ اس کے مخاطب تمام مومنین ہیں تخصیص عارفین کی نہیں دوسرے یہ کہ سب نزول اس کا صلوة بالتحری ہے نہ کہ مشاہدہ کمالات حق کا تمام آفاق میں جواب اشکال اول کا یہ ہے کہ مراد فرمود با آں اسپ سے مطلق خطاب نہیں بلکہ خطاب اول ہے اور ظاہر ہے کہ مخاطب اول قرآن مجید کے صحابہ ہیں اور دوسرے مخاطب ثانیاً اور صحابہ کا عارف ہونا ظاہر ہے پس مراد یہ ہے کہ مخاطب اول اس مضمون کے عارفین ہیں اور جواب اشکال ثانی کا یہ ہے کہ گو سب نزول خاص ہے مگر الفاظ تو عام ہیں جس میں صلوة بالتحری اور مشاہدہ جمال و کمال حق دونوں آ گئے اور چونکہ مضمون فی نفسہ صحیح اور دوسری نصوص میں مصرح ہے اس لئے اگر اس آیت کے عموم میں بھی اس کو لے لیا جاوے تو قواعد صحیحہ کے خلاف نہیں وہ نصوص یہ ہیں سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم اور اولم ینظر وافی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شی اور ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب الی قوله و من آیاتہ ان تقوم السماء

والارض الايات في الروم اور اگر اس پر اشکال ہو کہ یہ نصوص عارفین کے ساتھ خاص نہیں جواب یہ ہے کہ رویت و نظرو اعتبار کے مراتب مختلف ہیں ان کا درجہ اکمل عارفین کے ساتھ خاص ہے اور مطلق ان کا عام ہے جیسا کہ بعض آیات میں باوجود ان کے عموم لغیر المؤمنین کی بھی تخصیص اہل علم کی و اہل عقل کی و اہل ایمان کی فرمادی ہے باعتبار اصل انتفاع یا کمال انتفاع کے آگے اسی کی قدرے تفصیل ہے کہ (عارف) لوگ اگر پیاس میں پیالہ سے پانی پیتے ہیں پانی کے اندر حق تعالیٰ کے دیکھنے والے ہیں (اور باوجود اس حکم کے بدیہی ہونے کے بوجہ اس کے کہ بعض پر خفی ہے آگے اس پر ایک خاص تنبیہ کہ دوسری تنبیہات سے لطیف تر ہے فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ) جو شخص (حق تعالیٰ کا) عاشق نہیں (جیسا اکثر مجوہین ہیں) وہ پانی کے اندر اپنی صورت تو (ہر حال میں خواہ وہ عارف بھی نہ ہو ضرور ہی) دیکھتے ہیں اے صاحب نظر (کیونکہ چشم صقیل میں نظر کرنے کو اپنی صورت کا نظر آنا لازم ہے اور پانی پینے والا پانی میں عادتاً نظر کرتا ہی ہے پس لامحالہ اس کو اپنی صورت تو ضرور ہی نظر آوے گی پھر) عاشق کی صورت جب اس میں (یعنی ذات حق میں) فانی ہوگئی (جیسا عارفین اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں) پس (یہ بتلاؤ کہ) پانی میں وہ اب کس کو دیکھ رہا ہے کہو (مطلب یہ کہ اپنی صورت تو اس کو اب بھی نظر آوے گی اور بوجہ فنا کے وہ اپنی صورت رہی نہیں تو پھر وہ جو نظر آ رہی ہے وہ کیا ہے لامحالہ یہی کہو گے کہ وہ صورت حق ہے بمعنی مظہر حق پس ہمارا دعویٰ مذکورہ یعنی در درون آب حق راناظر نہ ثابت ہو گیا آگے ترقی ہے مضمون مذکور میں یعنی پانی تو کوئی دل ربا چیز نہیں اگر اس سے نظر منتقل ہو جاوے جمال حق کی طرف تو بعید نہیں ان کے مشاہدہ کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ لوگ روئے حور میں (بھی جو کہ اپنی طرف دل کو کشش کر کے دوسری طرف منتقل ہونے نہیں دیتا وہ اس میں بھی) حسن حق (ہی) کو دیکھتے ہیں (اور حور کی طرف ملتفت نہیں ہوتے چنانچہ میں نے حضرت مولانا فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی قدس سرہ کا مقولہ غالباً بواسطہ سنا ہے کہ جب ہم جنت میں جاویں گے اور ہمارے پاس حوریں آویں گی ہم ان سے صاف کہہ دیں گے کہ بی اگر ہم کو قرآن سناؤ تو بیٹھ جاؤ ورنہ جاؤ اھا آگے مضمون مصرعہ اول کی تشبیہ ہے یعنی) مثل چاند کے پانی میں (کہ چاند کا عاشق گویا ظاہر میں پانی کو دیکھ رہا ہے مگر مقصود اس کا چاند ہی کو دیکھنا ہے اور یہ ان کا حسن حق کو روئے حور میں دیکھنا) غیور (یعنی حق تعالیٰ) کے فعل سے ہے (مراد فعل سے فعل غیرت ہے یعنی سبب اس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ غیور ہیں کما فی الحدیث ان سعداً الغیور وانا اغیر منه واللہ اغیر منی پس وہ غیور ہونے کے سبب اس کو گوارا نہیں کرتے کہ ان کا عاشق غیر پر نظر کرے جب عاشق کو یہ دلیل و ذوقاً معلوم ہو گیا پس اگر اس کی نظر غیر پر پڑ بھی جاتی ہے وہ قہراً بھی اور حالاً بھی اس میں بھی حق تعالیٰ ہی کو مشاہدہ کرتا ہے تاکہ یہ غیر منظور بالذات نہ ہو جاوے کھس مراۃ کے درجہ میں رہے آگے ایک سوال کا جواب ہے کہ اگر سبب اس کا غیرت ہے تو چاہئے کہ کسی کی نظر بھی غیر پر نہ پڑا کرے اس میں عارفین کی کیا تخصیص ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اس کی غیرت عاشق اور صادق پر ہے اس کی غیرت شیطان اور بہیمہ (صفت انسان) پر نہیں ہے (کیونکہ مدعی محبت پر مجبوہین کو اس درجہ خاصہ کی غیرت ہوا کرتی ہے گو نفس غیرت سب پر ہو فلا ینقض بقولہ علیہ السلام و من غیرتہ حرم الفواحش مع کون التحریم عاماً پس عارفین کی وہ تخصیص معلوم ہوگئی اوپر دیو و مثلہ کے لئے جو حکم کیا ہے غیرتش بردیو و براستور نیست اس سے آگے ایک استثناء فرماتے ہیں کہ البتہ) اگر دیو عاشق ہو جاوے تو وہ بھی گوئے سبقت لے گیا وہ جبرئیل (کی طرح عارف) ہو گیا اور (اُس کی) وہ دیوی کی صفت زائل ہوگئی (اور اس حدیث میں اس کے لئے بھی عارف کے احکام ثابت ہو گئے اور یہ استثناء ایسا ہے جیسا قرآن



مجید میں جا بجا ذم کفار کے بعد الا الذین آمنوا فرما دیا جاتا ہے کما فی قوله تعالیٰ ولن اذقنا الانسان منار حمة الی قوله انه لفرح فخور ثم قال الا الذین اصبروا و عملوا الصالحات الایہ آگے حدیث سے اس استثناء کی تائید ہے کہ) اسلم الشیطان (کا مضمون) اس جگہ ظاہر ہو گیا کہ ایک یزید (صفت) اس کے فضل سے بایزید (صفت) ہو گیا (تو اس استثناء میں یہ استبعاد مت کرو کہ شیطان کس طرح زائل الشیطن اور عارف ہو سکتا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں ولكن الله اعانی علیه فاسلم علی رواية الماضي الغایب لا المضارع المتکلم)

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ	ہیں نہ دارید ازاں قلعہ وجوہ
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اے گروہ	ہاں محفوظ رکھنا اس قلعہ سے نفوس کو
ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند	کہ قتید اندر شقاوت تا ابد
ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہارا راہ مارے	کہ تم ابد تک شقاوت میں پڑ جاؤ
از خطر پرہیز آمد مفترض	بشنوید از من حدیث بیغرض
خطرہ سے پرہیز کرنا فرض ہے	مجھ سے کلام بے غرض سن لو
در فرج جوئی خرد سرتیز بہ	از کمین گاہ بلا پرہیز بہ
کشایش طلی میں ہم تن سرگرم بہتر ہے	کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے
گرمی گفت ایں سخن را آں پدر	ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اگر وہ باپ اس مضمون کو نہ کہتا	اور اگر اس قلعہ سے حذر کرینکا حکم نہ دیتا
خود بداں قلعہ نمی شد خیل شاں	خود نمی افتاد آں سو میل شاں
تو خود ہی اس قلعہ کی طرف ان کی جماعت نہ جاتی	خود ہی اس طرف ان کا میلان واقع نہ ہوتا
کاں نہ بد معروف و بس مہجور بود	از قلاع و از منابع دور بود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بالکل مترک تھا	قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا
چوں بگرد آں منع دلشاں ز اں مقال	در ہوس افتاد و در کوی خیال
جب اس نے منع کیا تو ان کا دل اس مقال سے	ہوس میں اور کوئے خیال میں واقع ہو گیا
رغبتے زیں منع در دل شاں برست	کہ ببايد سر آں را باز جست
اس ممانعت سے ان کے دل میں ایک رعبت پیدا ہو گئی	کہ اس کے راز کو انھیں کرنا چاہئے
کیست کز ممنوع گردد ممتنع	چونکہ الانسان حریص مامنع
وہ کون شخص ہے جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہ جاوے	جبکہ انسان منع کی ہوئی چیز پر حریص ہوتا ہے

نہی بر اہل تقی تبغیض شد	نہی بر اہل ہوا تحریض شد
نہی اہل تقویٰ پر موجب تنفیہ ہو گئی	نہی اہل ہوا پر موجب ترغیب ہو گئی
پس از یں یغوی بہ قوماً کثیر	ہم از یں یھدی بہ قلباً خبیر
بس اسی طور سے بذریعہ قرآن قوم کثیر کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے	نیز اسی طور سے بذریعہ قرآن قلب آگاہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے
کے رمداز نے حمام آشنا	بل رمداز نے حمامات ہوا
بائس سے پلا ہوا کبوتر کب بھاگتا ہے	بلکہ اس بائس سے ہوائی کبوتر بھاگ جاتے ہیں
پس بگفتندش کہ خدمتہا کنیم	برسمعنا و اطعناھا تنیم
پس بادشاہ سے لڑکوں نے کہا کہ ہم خدمتیں کریں گے	سمعنا و اطعنا پر آمادہ رہیں گے
رونگر دانیم از فرمان تو	کفر باشد غفلت از احسان تو
آپ کے حکم سے روگردانی نہ کریں گے	آپ کے احسان سے غفلت کرنا کفران کی بات ہے
لیک استثناء و تسبیح خدا	ز اعتماد خود بد از ایشاں جدا
لیکن استثناء اور خدا کی تسبیح کرنا	اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا
ذکر استثناء و حزم ملتوی	گفتہ شد در ابتدای مثنوی
ذکر استثناء کا اور احتیاط کا جو کہ ملفوف ہے	ابتدائے مثنوی میں کیا گیا ہے
صد کتاب ارہست جز یک ماب نیست	صد جہت را قصد جز مخراب نیست
اگر سو کتاب ہیں بجز ایک باب کے نہیں	سو جہت کا مقصود بجز مخراب کے نہیں
ایں طرق را منتہی یک خانہ است	ایں ہزاراں سنبل از یک دانہ ست
ان سب راستوں کا منتہی ایک گھر ہے	یہ ہزاروں خوشے ایک دانہ سے ہیں
گونہ گونہ خورد نیہا صد ہزار	جملہ یک چیز ست اندر اعتبار
گونہ گونہ معلومات لاکھوں	سب ایک ہی چیز ہیں غور کرنے میں
از یکے چوں سیر گشتی تو تمام	سرد شد اندر دلت پنچہ طعام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو چکا	تو تیرے دل میں پچاس طعام سرد ہو گئے
درمجاعت بس تو احوال بودہ	کہ یکے را صد ہزاراں دیدہ
تو بھوک میں احوال ہو رہا تھا	کہ ایک کو لاکھوں دیکھ رہا تھا



گفتہ بودیم از سقام آں کنیز	وز طبیبان و قصور فہم نیز
ہم نے اس کنیز کے مرض کی حکایت بیان کی تھی	اور اطبا اور قصور فہم کی بھی
کاں طبیبان ہچو اسپ بے فسار	غافل و بے بہرہ بودند از سوار
کہ وہ طبیب مثل اسپ بے رن کے	سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے
کام شاں پر زخم از قرع لگام	سم شاں مجروح از تحویل گام
ان کے تالو پر زخم ہے لگام کے جھکوں سے	ان کا سم مجروح ہے قدم کی تحریک سے
ناشدہ واقف کہ نک بر پشت ما	رائض چست ست استادی نما
واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر	ایک گھوڑوں کا سدھانے والا ہوشیار ہے جو کمال ظاہر کر رہا ہے
نیست سرگردانی ما زیں لگام	جز ز تصریف سوار دوستکام
ہماری سرگردانی جو اس لگام سے ہو رہی ہے	بجز تصرف سوار کامیاب کے نہیں ہے
ماپئے گل سوی بستانہا شدہ	گل نمودہ آن و آں خارے بدہ
ہم باغوں کی طرف پھول کے لئے گئے تھے	وہ پھول دکھائی دیا اور وہ خار تھا
ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد	بر گلوی ما کہ می کو بد لکد
ان کو بالکل توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے	ہمارے حلق پر کون لائیں مار رہا ہے
آں طبیبان آنچناں بندہ سبب	گشتہ انداز مکریز داں محجب
وہ اطبا اس طرح سے بندہ سبب ہو گئے	اضلال حق کے سبب مجرب ہو گئے
گر بہ بندی درا صطیلے گاؤ زر	بازیابی در مقام گاؤ خر
اگر تو کسی اطمینان میں ایک تیل باندھ دے	پھر تیل کی جگہ ایک گدھا پاوے
از خری باشد تغافل خفتہ وار	کہ بخوئی تا کیست ایں خفیہ کار
تو حماقت میں داخل ہوگا سوتے ہوئے غصہ کی طرح سے یہ تغافل کرنا	کہ تو اس کی تلاش نہ کرے کہ یہ خفیہ صنعت کون ہے
خود نلفتہ کایں مبدل تا کیست	نیست پیدا او مگر افلا کیست
یہ نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے	وہ محسوس ہے نہیں شاید افلا کی ہے
تیر سوی راست پرانیدہ	سوی چپ رفتہ است تیرت دیدہ
تو نے داہنی جانب تیر چلایا تھا	تیرا تیر بائیں جانب چلا گیا تو نے دیکھا ہے

سوی آہوی بصدی تاختی	خویش را تو صید خو کے ساختی
تو آہو کی طرف صید کرنے کے لئے دوڑا	تو نے اپنے کو ایک خوک کا صید بنا دیا
درپے سودے دودیدہ بہر کبس	نارسیدہ سود و افتادہ تحبس
کوئی شخص ایک نفع کے پیچھے دوڑا لوٹنے کی غرض سے	نفع تک تو رسائی نہ ہوئی اور جس میں پڑ گیا
چاہہا کندہ برائے دیگران	خویش را دیدہ فتادہ اندراں
دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے	اس میں اپنے کو گرا ہوا دیکھا
در سبب چوں بیمار ادت کردرب	پس چرا بدظن نگرودی در سبب
جب تجھ کو پروردگار نے سبب میں بے مراد کر دیا	پھر تو سبب کے بارے میں کس لئے بدگمان نہیں ہوتا
بس کسے از مکسے خا قاں شدہ	دیگرے زان مکسہ عریاں شدہ
بہت آدمی ایک کمائی سے نواب ہو گئے	دوسرا اسی کمائی سے ننگا ہی رہ گیا
بس کس از عقد زناں قاروں شدہ	بس کس از عقد زناں مادیوں شدہ
بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے قاروں ہو گئے	بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے
پس سبب گرداں چودم خر بود	تکیہ بروے کم کنی بہتر بود
پس سبب دم خر کی طرح گھومتا ہے	اس پر اعتماد کم کرے تو بہتر ہے
در سبب گیری نگرودی ہم دلیر	کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر
مباشرت اسباب میں بھی دلیر نہ ہو جانا	کیونکہ اس کے تحت میں بہت سی آفتیں غلی ہیں
سر استناست ایں حزم و حذر	زانکہ خر رابز نماید ایں قدر
استثناء کا راز یہی احتیاط اور حذر ہے	اس لئے کہ یہ قدر خر کو بز کر کے دکھلا دیتی ہے
آنکہ چشمش بست گرچہ گر بست	زاحولی اندر دو چشمش خر بست
جس کی آنکھ بند کر دی اگرچہ وہ سیانا ہے	احولی کے سبب اس کی دونوں آنکھ میں گدھا بکری ہے
چوں مقلب حق بود البصار را	او بگرداند دل و افکار را
جب حق تعالیٰ البصار کی تھلیب کر دیتے ہیں	تو وہ قلب اور فکر کو بھی مھلب کر دیتے ہیں
چاہ را تو خانہ بنی لطیف	دام را تو دانہ بنی طریف
تو کنویں کو ایک لطیف گھر دیکھتا ہے	تو دام کو دانہ تازہ دیکھتا ہے



مشرکاں را در دو چشم اہل بدر	کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر
اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی آنکھ میں مشرکین کو	کم کر کے دکھلایا تاکہ وہ مجمع کچھ وقعت نہ رکھے
ایں تسفط نیست تقلیب خداست	می نماید کہ حقیقتہا کجاست
یہ سو فطائیت نہیں ہے خدا تعالیٰ کی تقلیب سے	اور یہ دکھلاتے ہیں کہ حقائق کہاں ہیں
آنکہ انکار حقائق می کند	جملگی او بر خیالے می تند
جو شخص حقائق کا انکار کرتا ہے	وہ تو بالکل خیال ہی پر تپتا ہوا ہے
اونمی گوید کہ حباں خیال	ہم خیالے باشدت چشمے بمال
وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ خیال سمجھنا	بھی تیرا ایک خیال ہوگا تو آنکھ مل

یہ مضمون (صفات عشاق صادقین کا) انتہا نہیں رکھتا اے گروہ (اس لئے قصہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ نے لڑکوں سے کہا کہ) ہاں محفوظ رکھنا اس قلعہ سے (اپنے) نفوس کو (اور ممکن ہے کہ قلعہ مضاف ہو جوہ بمعنی صور کی طرف اور نگہدارید کا مفعول مقدر ہو یعنی خود را نگہدارید از قلعہ صور) ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہارا راہ مارے کہ تم ابد تک شقاوت میں پڑ جاؤ خطرہ سے پرہیز کرنا فرض ہے (قال تعالیٰ ولا تلقوا ابایدیکم الی التہلکۃ) مجھ سے کلام بے غرض سن لو کشائش طلبی میں ہمہ تن سرگرم (ہونا) بہتر ہے (اور) کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے (یعنی ضرر موجود کے دفع میں بھی کوشش کرنا ضرور ہے ہوا لمصر اے الاول اور ضرر محتمل سے بچنے میں بھی کوشش کرنا ضرور ہے وہوالمصر اے الثانی آگے ایک خاصہ طبیعت کا بیان فرماتے ہیں کہ) اگر وہ باپ اس مضمون کو نہ کہتا اور (تفسیر اس مصرعہ کی یہ ہے کہ) اگر اس قلعہ سے حذر کرنے کا حکم نہ دیتا تو خود ہی اس قلعہ کی طرف ان کی جماعت نہ جاتی (اور) خود ہی اس طرف ان کا میلان واقع نہ ہوتا کیونکہ وہ (قلعہ) مشہور نہ تھا اور بالکل متروک تھا (اور) قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا (اس لئے وہاں جانے کا کوئی احتمال قریب نہ تھا مگر) جب اس نے منع کیا تو ان کا دل اس مقال سے ہوس میں اور کوئے خیال میں واقع ہو گیا (اور) اس ممانعت سے ان کے دل میں ایک رغبت پیدا ہو گئی کہ اس (قلعہ) کے راز کو شخص کرنا چاہئے وہ کون شخص ہے (یعنی کم ہے) جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہ جائے جبکہ (یہ بات تجربہ کی ہے کہ) انسان منع کی ہوئی چیز پر حریص ہوتا ہے (آگے اس کیست کا مصداق جو کہ تحقیق میں قلیل ہے بتلاتے ہیں کہ) (نہی (شرعی) اہل تقویٰ پر (فعل ممنوع سے) موجب تنفیر ہو گئی (وہ مصداق یہ ہے اور اس کی قلت ظاہر ہے اور) (نہی (شرعی) اہل ہوا پر (فعل ممنوع کی) موجب ترغیب ہو گئی (اور یہی کثیر ہے اور قضیہ الانسان حریص علی مانع کا یہی موضوع ہے) بس اسی طور سے بذریعہ قرآن قوم کثیر کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے نیز اسی طور سے بذریعہ قرآن قلب آگاہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح ایک ہی نہیں میں حسب اختلاف استعداد اثر مختلف ہوا اسی طرح قرآن کا ایک ہی مضمون کسی کے لئے سبب ضلالت اور کسی کے لئے سبب ہدایت ہو جاتا ہے پس اس تشبیہ بالہی سے آیت قرآنی یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا کا استبعاد دفع کر دیا گو مقام میں مقصود نہیں مگر تا سید المقام

ہوتا سیدالہ بالمقام ذکر فرمادیا آگے مطلقاً ایک چیز میں دواثر ہونے کی کہ مقصود مقام بھی اس میں داخل ہے تمثیل ہے کہ) بانس (کی چھڑ) سے پلا ہوا کبوتر کب بھاگتا ہے بلکہ اس بانس سے ہوائی (یعنی جنگلی) کبوتر بھاگ جاتے ہیں (تو دیکھو ایک ہی چیز پر مختلف اثر مرتب ہوئے توحش وعدم توحش اور اس بانس میں دو غرضیں محتمل ہیں ایک تو اڑنے کے لئے کہ چھتری پر نہ بیٹھیں بلکہ پرواز کر کے آویں مگر پروردہ کبوتر اکثر بار بار لوٹ لوٹ کر پھر آ بیٹھتے ہیں دوسری بانس میں کوئی چپ وغیرہ لگا پر آئے کبوتر پکڑنے کے لئے تو اس سے اجنبی کبوتر فوراً اڑ جاتا ہے اور پروردہ بیٹھے رہتے ہیں یہ دونوں غرضیں اسی وقت ایک کبوتر باز نے بیان کیں جو اتفاق سے اس مقام کے لکھنے کے وقت مسجد میں آ گیا تھا اللہ تعالیٰ اس مقام کے حل کے صلہ میں اس کی اصلاح فرمادے) پس بادشاہ سے لڑکوں نے کہا کہ ہم خدمتیں کریں گے (یعنی) سمعنا و اطعنا پر آمادہ رہیں گے (اور) آپ کے حکم سے روگردانی نہ کریں گے (کیونکہ) آپ کے احسان (مریادہ) سے غفلت کرنا کفران کی بات ہے لیکن استثناء (یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہنا) اور خدا کی تسبیح (اور ذکر) کرنا (کہ عین استثناء ہے یا شامل للاستثناء) اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا (یعنی انہوں نے اپنے وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہا اور تسبیح میں جو دو احتمال کہے گئے یہ اتباع ہے مفسرین کا کہ سورہ نون کی آیت قال او سطھم الم اقل لکم لولا تسبحون میں انہوں نے تسبیح کی دو تفسیریں کی ہیں ایک متبادر دوسری استثناء فی الکمالین قیل معناه هلا تستنون و سمي الاستثناء تسبیحاً لانه تعظیم الله و اقرار بان له القدرة و تنزیه له عن العجز و قیل کان استثناء هم سبحان الله ا یعنی کان اصطلاحهم فی مقام الاستثناء کلمۃ سبحان الله چونکہ دفتر اول کی سب سے پہلی حکایت میں ترک استثناء کی وخامت مفصلاً ذکر فرمائی ہے اس مقام پر بطور عذر اکتفاء علی الاجمال فی ہذا المقام کے اُسکو یاد دلاتے ہیں کہ) ذکر استثناء کا اور احتیاط کا جو کہ (استثناء کے ضمن میں) ملفوف ہے (یعنی استثناء کی غرض احتیاط ہے کہ اپنے پروتوق نہ کرے حق تعالیٰ پر اعتماد کرے اس استثناء و احتیاط کا ذکر) ابتدائے مشنوی میں کیا گیا ہے (چونکہ دونوں مقام ایک ہی کتاب کے جزو ہیں اس لئے گویا دونوں مقام ایک ہی ہیں وہاں کا ذکر مثل یہاں کے ذکر کے ہے آگے اس سے ترقی کرتے ہیں کہ ایک کتاب کے دو جزو تو کا متحد کیوں نہ ہوتے واقع میں تو یہ ہے کہ) اگر (ایک مضمون کی) سو کتاب ہیں (وہ سب بھی) بجز ایک باب کے نہیں (یعنی وہ بھی کا متحد ہیں آگے اس کی چند مثالیں ہیں اول) سو جہت کا مقصود بجز محراب (یعنی قبلہ) کے نہیں (چنانچہ تمام سطح زمین پر مختلف مقامات میں نماز کی جہات ظاہراً مختلف ہیں مگر قصد توجہ الی الکعبۃ الواحدہ کے اعتبار سے سب کا متحد ہیں اسی طرح مقصود کتب مختلفہ کا جب واحد ہو مثلاً معرفت حق وہ سب ایک ہی ہیں مثال دوم) ان سب راستوں کا منتہی ایک گھر ہے (مثال سوم) یہ ہزاروں خوشے ایک دانہ سے ہیں (مثال چہارم) گونا گونہ مطعومات لاکھوں (باعتبار غرض کے) سب ایک ہی چیز ہیں غور کرنے (کے وقت) میں (چنانچہ اس اتحاد کا ثمرہ یہ ہے کہ) جب تو ایک سے پورا سیر ہو چکا (اور سیری کے سبب اس طعام سے دل سرد ہو گیا) تو تیرے دل میں پچاس طعام سرد ہو گئے (پس بقیہ اطعمہ بھی اس حکم میں اس طعام کے شریک ہو گئے پس گویا سب ایک ہی تھے) تو بھوک میں (مثل) احوال (کے) ہو رہا تھا کہ ایک کو لاکھوں دیکھ رہا تھا (کہ کبھی ایک کی رغبت ہوتی تھی کبھی دوسرے کی جس کی بناء تعدد ہے ان کا ورنہ مختلف طرف حرص نہ ہوتی جب سیری ہو گئی تو اس وقت کسی



کی طرف رغبت نہ رہنے سے ان کا اتحاد حکمی مکشوف ہو گیا آگے عود ہے شعر مذکور ذکر استثناء الی قولہ گفتہ شد کی طرف کہ) ہم نے اس کنیز کے مرض کی حکایت بیان کی تھی اور اطباء اور (ان کی) قصور فہم کی بھی (حکایت بیان کی تھی جس کا حاصل یہ تھا) کہ وہ طبیب مثل اسپ بے رسن کے سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے (فی الغیاب فساد مخفف افسار نیز بمعنی رسن اسپ یعنی جس طرح یہ گھوڑا بوجہ اس کے کہ وہ راکب سے خالی ہوتا ہے راکب سے غافل ہوتا ہے اس طرح وہ اطباء باوجودیکہ ان کے سر پر ایک متصرف غالب موجود ہے مگر پھر بھی وہ اس گھوڑے کی طرح اس متصرف و محرک سے غافل تھے پس تشبیہ غفلت میں ہے نہ کہ خلوعن الراکب میں چنانچہ آگے ان کے اس عدم خلو کی تصریح ہے کہ باوجودیکہ ان کے تالو پر زخم ہے لگام کے جھٹکوں سے (اور) ان کا سم مجروح ہے قدم کی تحریک سے (جس کا سبب راکب کا تصرف ہے مگر پھر بھی) واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر ایک گھوڑوں کا سہانے والا ہوشیار ہے جو کمال ظاہر کر رہا ہے (اور ان کو یہ خبر نہ ہوئی کہ) ہماری سرگردانی جو اس لگام سے ہو رہی ہے (کہ جد ہر لگام کا جھٹکا لگتا ہے ادھر چلنا پڑتا ہے یہ سرگردانی) بجز تصرف سوار کامیاب کے نہیں ہے (دوست کام آنکہ بمقصد و خود رسد یہ سواری کی صفت ہے اور اس قید میں اشارہ ہے متصرف حقیقی کے ارادہ سے امتناع تخلف مراد کی طرف انہوں نے یہ نہ دیکھا جس سے تصرف مذکور پر استدلال کر سکتے کہ) ہم باغوں کی طرف پھول کے لئے گئے تھے (مگر) وہ (مطلوب) پھول دکھلائی دیا اور (واقع میں) وہ خار تھا (مراد اس سے ظہور ہے نتیجہ خلاف توقع کا مثلاً اسباب طبیہ سے امید تھی صحت کی اور بالعکس مرض بڑھ گیا اگر اس میں غور کرتے تو اسباب کو بقضہ للسبب سمجھتے مگر) ان کو بالکل توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے (کہ) ہمارے حلق پر کون لاتیں مار رہا ہے (یعنی ہم میں ہمارے خیال کے خلاف کون تصرف کر رہا ہے پس) وہ اطباء اس طرح سے (جیسا کہ گھوڑے کی تشبیہ میں مذکور ہوا) بندہ سبب ہو گئے (اور) اضلال حق کے سبب (حقیقت بینی سے) مجبوب (اور محروم) ہو گئے (آگے ان اطباء و بندگان اسباب کی دوسری مثال ہے کہ) اگر تو کسی اصطلیل میں ایک نیل باندھ دے (اور) پھر (اس) نیل کی جگہ ایک گدھا (بندھا ہوا) پاوے تو حماقت میں داخل ہو گا سوتے ہوئے شخص کی طرح سے یہ تغافل کرنا کہ تو اس کی تلاش نہ کرے کہ یہ خفی الصنعت کون ہے (جس نے ایک کو کھول کر دوسرے کو باندھ دیا اس کو تلاش نہ کرے اور یوں سمجھ لے کہ وہ آپ سے آپ کھل گیا اور یہ آپ سے آپ بندھ گیا۔ اسی طرح اسباب کے ایک اثر متوقع کے دوسرے اثر غیر متوقع سے بدلنے کے وقت عبدالاسباب) یہ نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے (اگر عقل سے کام لیتا تو سمجھتا کہ ہے تو کوئی ضرور اور) وہ محسوس ہے نہیں (پس) شاید افلاکی (یعنی غائب عن المحواس) ہے (پس اس طرح سے اس کو متصرف کا پتہ لگ جاتا اور نصوص ظاہرہ میں حق تعالیٰ کے صفات میں علی العرش اور فی السماء وارد ہے فلنعنی الذی بعلمہ اللہ تعالیٰ آگے معتقدان تاثیر اسباب کے تخلف مراد کی تیسری مثال ہے کہ) تو نے داہنی جانب تیر چلایا تھا (مگر) تیرا تیر بائیں جانب چلا گیا تو نے دیکھا ہے (یہ صاف دلیل ہے کہ علاوہ تیرے اور کمان کے کوئی اور متصرف ہے آگے اس کا چوتھا مادہ تمسلی ہے کہ) تو آہو کی طرف صید کرنے کے لئے دوڑا (مگر) تو نے اپنے کو ایک خوک کا صید بنا دیا (یعنی بجائے صائد آہو بننے کے مصید خوک بن گیا تو یہ تخلف مراد دلیل ہوگی اسباب کے غیر مستقل اور مسبب کے موثر مستقل ہونے کی آگے



پانچویں تمثیل ہے تبدیل کی کہ) کوئی شخص ایک نفع کے پیچھے دوڑا لوٹنے کی غرض سے (لوٹنے سے مراد خوب نفع حاصل کرنا والکبس کما فی الغیاث شیخون بردن یعنی غارت کردن مگر) نفع تک تو رسائی نہ ہوئی اور جس میں پڑ گیا (چھٹی تمثیل) دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے (مگر) اس میں اپنے کو گرا ہوا دیکھا (پس) جب (ان مواد مذکورہ اور نیز دیگر مواد کثیرہ میں) تجھ کو پروردگار نے (بکثرت) سبب (کے اثر) میں بے مراد کر دیا پھر تو سبب کے بارہ میں کس لئے بدگمان نہیں ہوتا (مراد بدگمانی سے احتمال عدم تاثیر سبب آگے اس عدم استقلال تاثیر اسباب کی اور مثالیں ہیں کہ دیکھو) بہت آدمی ایک کمائی سے نواب ہو گئے (اور) دوسرا اسی کمائی سے ننگا ہی رہ گیا (اور پہلا سرمایہ بھی اس کی نذر کر بیٹھا) بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے قارون ہو گئے (مثلاً کوئی مالدار عورت مل گئی اور) بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے (مثلاً عورت بدانتظام یا بدخواہ ہوئی یا مہر وغیرہ کی ناش ہو گئی آگے اس سبب پر تفریع ہے کہ) پس (معلوم ہوا) سبب (طبعی) دم خرقہ کی طرح (مختلف جوانب کو) گھومتا ہے (جس طرح دم خرقہ بھی ایک طرف کو ہلتی ہے کبھی دوسری طرف کو اسی طرح اس کی تاثیر مستقل نہیں متبدل ہوتی رہتی ہے جب یہ بات ہے تو) اس پر اعتماد کم کرے تو بہتر (یعنی واجب) ہے (اور اس کا مقتضائے اصلی تو یہ تھا کہ استثناء اسباب ماسور بہا باقی اسباب کو بالکل ہی ترک کر دیا جاوے لیکن اتنی ہمت نہ ہو تو مباشرت اسباب کی اجازت ہے لیکن اس) مباشرت اسباب میں بھی دلیر نہ ہو جاتا (دلیری سے مراد ان کو موثر مستقل سمجھنا) کیونکہ اس کے تحت میں بہت سی آفتیں مخفی ہیں (اور ہم نے جس استثناء کی اوپر تاکید کی ہے اس) استثناء کا راز یہی احتیاط اور حذر ہے (اعتماد علی الاسباب والد ابیر سے) اس لئے کہ یہ (قضاؤ) قدر (احیاناً) خر کو بز کر کے دکھلا دیتی ہے (یعنی قضا و قدر کے غلبہ سے غلط بینی واقع ہو جاتی ہے جیسا اوپر کی مثالوں میں نتیجہ متوقعہ غلط نظر آیا اور واقع ہوا اور) جس کی آنکھ (قضا و قدر نے) بند کر دی اگرچہ وہ (کتنا ہی) سیانا ہے (مگر) احوالی کے سبب اس کی دونوں آنکھ میں گدھا بکری (معلوم ہونے لگتا ہے) اور (فی الغیاث گر بز بالضم و بائے موحده نیز مضموم بمعنی مکار و حیلہ گراہ) جب حق تعالیٰ (جو کہ مالک ہیں قضا و قدر کے) ابصار کی تقلیب کر دیتے ہیں تو وہ قلب اور فکر کو بھی منقلب کر دیتے ہیں (کیونکہ ان کی قدرت حواس اور عقل پر برابر ہے اور مشاہدہ حواس کی غلطی سے عقل کی غلطی اکثر وقوعاً ہے پس جب وہ حواس میں تغیر فرما سکتے ہیں تو اس مشاہدہ پر عقل میں بدرجہ اولیٰ تغیر فرما سکتے ہیں اور اس کو اولیٰ کہنا ایسا ہے جیسے ارشاد ہے و ہوا ہون علیہ ای باعتبار اعادۃ الناس اما باعتبار القدرۃ فہما سواء آگے اس تقلیب ابصار و بصائر کی اور مثالیں ہیں کہ) تو (بعض اوقات) کنویں کو (یعنی مضرت کو) ایک لطیف گھر (یعنی منفعت) دیکھتا ہے (اور بعض اوقات) تو دام کو دانہ تازہ دیکھتا ہے (یہ تو تقلیب بصیرت ہوئی اور تقلیب بصر اس طرح ہوئی کہ) اللہ تعالیٰ نے (صحابہ) اہل بدر کی آنکھ میں مشرکین کو کم کر کے دکھلایا (کما قال تعالیٰ و اذیریکم وہم اذالتقیم فی اعینکم قلیلاً) تاکہ وہ مجمع (مشرکین کا ان کی آنکھ میں) کچھ وقعت نہ رکھے (اور جرات کے ساتھ ان سے مقابلہ کریں تاکہ باطل سے حق غالب ہو جاوے قال تعالیٰ لیقضی اللہ امراکان مفعولاً اور قرآن مجید میں اسی آیت میں منصوص ہے و یقللکم فی اعینہم مگر تقلیب بصر مومنین ان کے لئے نافع ہوئی اور تقلیب بصر مشرکین ان کے لئے مضر ہوئی یہاں تک مضمون عدم استقلال



اسباب کا ختم ہو گیا مگر اس تقلیب مذکور سے شبہ واقع ہو سکتا ہے مذہب سوفسطائیہ کا کہ وہ حقائق کے منکر ہیں اور عالم کو خیال کہتے ہیں سو تقلیب میں بھی یہی ہوگا کہ جس کو حقیقت سمجھتا تھا وہ خیال تھا اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں (کہ یہ سوفسطائیت نہیں ہے خدا تعالیٰ کی تقلیب ہے اور یہ دکھلاتے ہیں کہ حقائق کہاں ہیں) (آیا عباد کے قبضہ میں ہیں یا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں مطلب یہ کہ ہم حقائق کے تو قائل ہیں مگر ان کو من کل الوجہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں مانتے ہیں تا ثیراً بھی کہ جب وہ چاہیں اثر دیں جب چاہیں نہ دیں اور حساباً بھی کہ اگر وہ چاہیں حقیقت اپنی اصل پر نظر آوے اور جب چاہیں اپنی اصل پر نظر نہ آوے بخلاف سوفسطائیہ کے کہ وہ تو اصل حقائق ہی کا انکار کرتے ہیں فشان مابینہما چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو شخص حقائق کا انکار کرتا ہے وہ تو بالکلیہ خیال ہی پر تہا ہوا ہے (اور ہم اس کے قائل نہیں کما ذکر آگے سوفسطائی پر ایک خاص رد فرماتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو تو خیال کہہ رہا ہے تو) وہ یہ نہیں کہتا (یعنی کیوں نہیں کہتا) کہ یہ خیال سمجھنا بھی تیرا ایک خیال ہوگا (یعنی جب وہ حکم کلی کرتا ہے ہر چیز کے خیال ہونے اور غیر واقعی ہونے کا تو دو حال سے خالی نہیں اگر وہ اس حکم کلی کو بھی خیال اور غیر واقعی کہتا ہے تو خود اپنے مذہب کے غیر واقعی اور باطل ہونے کا معترف ہے اور اگر اس کو واقعی مانتا ہے تو وہ حکم کلی نہ رہا تب بھی اپنے مذہب کا ترک لازم آیا پس شق اول میں بطلان کا التزام ہے اور شق ثانی میں لزوم بس ہر شق پر وہ مذہب باطل ٹھہرا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) تو آنکھ مل (کر دیکھتا کہ حقیقت واقعیہ نظر آوے کہ اثبات ہے حقائق کا اور غیر مستقل ہونا ہے ان حقائق کا اور یہی مذہب ہے اہل حق محققین کا کما ذکر تفصیل۔

فائدہ:- یہ تفصیل تا ثیر اسباب کے متعلق ہے اور ترک استثناء کے ضرر کی تفصیل نہیں پس شعر ذکر استثناء الخ کی تمہید میں جو احقر نے اکتفا علی الاجمال کہا ہے اس پر شبہ نہ کیا جاوے فقط۔

**رفتن پسران سلطان سوی قلعہ بحکم آ نکہ الانسان حریص علی مامع**

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا اس لئے کہ انسان جس چیز سے روکا جائے اس کا لالچی ہو جاتا ہے

مابندگی خویش نمودیم و لیکن خوئے بد تو بندہ ندانست خریدن

ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن تیری بدعات غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیر پانہاوند تار چاہ بلا افتادندومی گفت ایشاں رانفوس لواہ المہیا تکم

نذیر و ایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر

ان سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہاں تک کہ مصیبت کے گڑھے میں گر گئے

اور ان سے لواہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا اور وہ روتے

ہوئے اور شرمندہ کہہ رہے تھے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے

**ایں سخن پایاں ندارد آں فریق بر گرفتند از پئے آں دژ طریق**

یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس فریق نے اس قلعہ کی طرف راستہ لیا

بر درخت گندم منہی زدند	از طویلہ مخلصاں بیروں شدند
وہ درخت گندم ممنوع پر جا پہنچے	مخلصین کے مسکن سے باہر نکل گئے
چوں شدند از منع و نہیش گرم تر	سوی آں قلعہ بر آوردند سر
جب اس کی ممانعت کے سبب وہ زیادہ پر شوق ہو گئے	تو اس قلعہ کی طرف منہ اٹھا کر چلے
برستیز قول شاہ مجتبیٰ	تا بقلعہ صبر سوز ہش ربا
قول شاہ برگزیدہ کے خلاف	قلعہ صبر سوز و ہوش ربا کی طرف آئے
آمدند از غم عقل پند توز	در شب تاریک برگشتہ ز روز
برعکس عقل پند خواہ کے	دن سے شب تاریک کی طرف پھر گئے
اندر ان قلعہ خوش ذات الصور	پنج در در بحر و نیچے سوی بر
اس قلعہ پاکیزہ ذات الصور میں	پانچ دروازے دریا کی طرف تھے اور پانچ خشکی کی طرف
پنج ازاں چوں حس ظاہر رنگ بو	پنج ازاں چوں حس باطن راز جو
ان میں سے پانچ حواس ظاہرہ کی طرح تھے کہ مدرک رنگ و بو کے ہیں	ان میں سے پانچ حواس باطنہ کی طرح تھے جو کہ راز جو ہیں
زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار	می شدند از سوبو خوش بیقرار
ان ہزاروں تصویروں اور نقش و نگار سے	ادھر سے ادھر خوش بخوش بے قرار آ جا رہے تھے

یہ مضمون (تقلیب و تبدیل البصار و بصائر کا) انتہا نہیں رکھتا (کیونکہ افعال حق میں سے ہے جو کہ لا تقف عنہ میں اس لئے قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ) اس فریق نے اس قلعہ کی طرف راستہ لیا (اور گویا) وہ درخت گندم ممنوع پر جا پہنچے (اور گویا) مخلصین (مطیعین) کے مسکن سے باہر نکل گئے (یعنی) جب اس (بادشاہ) کی ممانعت کے سبب وہ زیادہ پر شوق ہو گئے تو اس قلعہ کی طرف منہ اٹھا کر چلے (اور) قول شاہ برگزیدہ کے خلاف قلعہ صبر سوز و ہوش ربا کی طرف آئے برعکس (مقتضائے عقل پند خواہ کے) (فی الغیاث تو خفتن حاصل کردن و خواستن اہ گویا) دن سے شب تاریک کی طرف پھر گئے (راحت کو دن سے اور مصیبت کو رات سے تشبیہ دی گئی اور) اس قلعہ پاکیزہ ذات الصور میں پانچ دروازے دریا کی طرف تھے (کہ دریا کے سفر کرنے والے آسانی سے آسکیں) اور پانچ خشکی کی طرف تھے (آگے ان دروازوں کی تشبیہ ہے کہ) ان میں سے پانچ حواس ظاہرہ کی طرح تھے کہ رنگ و بو (وغیرہ مدرکات ظاہرہ) کے مدرک ہیں (فالْمُضَافُ مَحْذُوفٌ وَهُوَ مَعَ الْمُضَافِ إِلَيْهِ صِفَةٌ حَسَّی اور) ان میں سے پانچ حواس باطنہ کی طرح تھے جو کہ راز جو ہیں (یعنی مدرکات باطنہ کے مدرک ہیں رنگ و بو کے ساتھ لفظ

۱۔ اگر کسی را اشکال افتد کہ بالا در ذیل سرفنی رواں شدن شہزادگان الخ بضم ش شرح شعروے و پشت الخ بجواب اشکالے گفتہ بودی کہ اس بادشاہ کے دین دار ہونے کا ذکر نہیں فرمایا الخ لفظ مجتبیٰ دیندار بودنش دلالت میکند جوابش اینکه اجزاء عام ست دینی و دنیوی را پس مراد آں تو اس شد کہ در میان شاہان در مال و جاہ یا دیگر صفات کمال متعارف برگزیدہ بود ۱۲ منہ



وغیرہ مفسر مدرکات ظاہرہ اس لئے بڑھایا کہ باصرہ و شامہ کے سوا کہ مدرک رنگ اور بو ہیں بقیہ تین حواس کہ سامعہ ذائقہ و لامسہ ہیں دوسرے مدرکات ظاہرہ کے مدرک ہیں پس تخصیص تمثیلاً ہے اور حواس باطنہ کے متعلق اگر یہ شبہ ہو کہ حس مشترک تو مدرک معانی کا نہیں بلکہ مدرک صور ہے اس کو راز جو بمعنی مدرک للمدرکات الباطنہ کیسے کہا جواب یہ ہے کہ وہ صور ظاہرہ بعد تجرید عن المادہ کے ظاہر نہیں رہتیں کیونکہ وہ تجرید کے ساتھ ظاہر میں متحقق نہیں پس حس مشترک ان کو اسی وقت ادراک کرتا ہے جب وہ باطن ہو جاتی ہیں اور اس تشبیہ میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قالب انسان بھی مثل اس قلعہ ہوش ربا کے ہے جس میں ان حواس کی راہ سے ایسے بیشمار مدرکات کا ادراک ہوتا ہے جس سے انسان مسلوب العقل مغلوب الحرس والاشہوت ہو کر مبتلائے مصیبت دنیوی و اخروی ہو جاتا ہے اس لئے ان صور کی طرف متوجہ ہونا کہ مشابہ ہے قلعہ میں داخل ہونے کے واجب الحذر ہے واللہ اعلم اور جب شہزادے اس قلعہ میں داخل ہوئے تو ان ہزاروں تصویروں اور نقش و نگار (کدیکھنے) سے (جو اس میں مرتم تھیں ان کی یہ کیفیت تھی کہ) ادھر سے ادھر خوش بخوش بے قرار آ جا رہے تھے (یعنی تصویریں ایک سے ایک بڑھ کر اس قدر عجیب و خوشنما تھیں کہ کبھی ایک کو دیکھتے پھر فوراً ہی دوسری کے دیکھنے کو دل چاہتا کسی ایک جگہ ان کو قرار نہ تھا خوش بخوش تماشا دیکھتے پھرتے تھے پس یہ قرار سے مراد تماشے کی بے قراری نہ کہ عشق کی کہ وہ تو ایک ہی تصویر سے ہوگی جس کا ذکر سرخی آئندہ میں آوے گا اور لفظ خوش بھی اس مصرعہ میں اس کا قرینہ صریحہ ہے آگے انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف۔

زیں قدجہای صور کم باش مست	تا نگر دی بت تراش و بت پرست
ان صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو	تاکہ تو بت تراش اور بت پرست نہ ہو جادے
از قدجہای صور بگذر مالیست	بادہ در جام ست لیک از جام نیست
صورتوں کے پیالوں سے گزر جا قرار مت پکڑ	بادہ جام میں تو ہے لیکن جام سے نہیں ہے
سوی بادہ بخش بکشا پہن گوش	تازاں سو بشنوی بانگ و خروش
بادہ بخش کی طرف خوب کان کھول	تاکہ تو اس طرف سے بانگ اور خروش سنے
گوش دار آواز ت آید دمبدم	چوں رسد بادہ نیاید جام کم
کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمبدم آواز آئے گی	جب بادہ مل جادے گا تو جام کی کچھ کی نہیں ہے
آدماً معنی دل بندم بجوی	ترک قشر و صورت گندم بگوی
اے آدم میرے معنی دل بند کو طلب کرو	پوست اور صورت گندم کو ترک کرو
چونکہ ریگے آرد شد بہر خلیل	دانکہ معزولست گندم اے نبیل
جب کہ ریگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کیلئے آتا ہو گیا تھا	تو جان لو کہ گندم معزول ہے اے بزرگ
صورت از بی صورت آمد در وجود	ہمچنان کز آتش زادست دود
صورت بے صورت سے وجود میں آئی ہے	جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے

کمترین عجبے مصور در خیال	چوں پیایے بینیش آرد ملال
ادنی درجہ کا عیب مصور فی الخیال کا تو یہ ہے	کہ جب تو اس کو متواتر دیکھتا رہے تو وہ ملال لاتا ہے
حیرت محض آردت بے صورتے	زادہ صدگوں آلت از بے آلتے
بے صورت تیرے اندر حیرت محض لاتی ہے	صد ہاتھم کے آلات ایک بے آلات سے پیدا ہوئے
بے زدستے دستہا با فدہمی	جان جاں سازد مصور آدمی
وہ بدوں ہاتھ کے ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے	روح الروح آدمی کو مصور کرتا ہے
آنچناں کاندردل از ہجر و وصال	می شود با فیدہ گونا گوں خیال
جس طرح سے کہ دل میں ہجر و وصال سے	اقسام اقسام خیالات پیدا ہوتے ہیں
ہیچ ماند ایں موثر با اثر	ہیچ ماند بانگ و نوحہ با ضرر
بھلا کہیں یہ موثر اثر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے	بھلا کہیں فغاں و نوحہ ضرر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے
نوحہ را صورت ضرر بی صورت ست	دست خاوند از ضرر کش نیست دست
نوحہ کی تو صورت ہے ضرر بے صورت ہے	لوگ ہاتھ چباتے ہیں ضرر سے جس کے ہاتھ نہیں ہے
ایں مثل نالائق ست اے متدل	حیلہ تفہیم را جہد المقل
یہ مثل غیر لائق ہے اے متدل	تدبیر تفہیم کے لئے ایک نادار کی کوشش ہے
صنع بی صورت نگارد صورتے	تن بروید یا حواس و آلتے
بے صورت کی صنعت صورت کو پیدا کرتی ہے	تن کو پیدا کرتا ہے مع حواس و آلات کے
تاچہ صورت باشد آں بروفق خود	اندر آرد جسم را در نیک و بد
تاکہ جوئی بھی صورت ہو وہ اپنے موافق	جسم کو نیک و بد میں لے آوے
صورت نعمت بود شاکر شود	صورت مہلت بود صابر شود
صورت نعمت کی ہو تو شاکر ہو جاتا ہے	صورت مشقت کی ہو تو وہ صابر ہو جاتا ہے
صورت رحم بود شاداں شود	صورت زخمی بود نالاں شود
صورت رحم کی ہو تو پھول جاتا ہے	صورت زخم کی ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے
صورت شہرے بود گیرد سفر	صورت تیرے بود گیرد سپر
کسی شہر کی صورت آجادے تو سفر اختیار کرتا ہے	تیر کی صورت آجادے تو سپر لے لیتا ہے



صورت خواباں بود عشرت کند	صورت غیبی بود خلوت کند
حسینوں کی صورت آجادے تو عشرت کرتا ہے	کوئی صورت غیبی آجادے تو خلوت کرتا ہے
صورت محتاجی آرد سوی کسب	صورت بازووری آرد بہ غصب
محتاجی کی صورت کسب کی طرف لاتی ہے	بازووری کی صورت غصب کی طرف لاتی ہے
ایں ز حد و انداز ہا باشد بروں	داعی فعل از خیال گونہ گوں
یہ حد اور اندازہ سے خارج ہے	فعل کا داعی گونا گوں خیالات سے
بے نہایت کشیہا و پیشہا	جملہ ظل صورت اندیشہا
غیر متناہی مذاہب اور پیشے	سب ظل ہیں صورت خیالات کے
بر لب بام ایستادہ قوم خوش	ہر یکے را بر زمیں میں سایہ اش
لب بام پر کوئی قوم خوش کھڑی ہے	ہر ایک کے سایہ کو زمین پر دیکھ لے
صورت فکرست بر بام مشید	واں عمل چوں سایہ برار کاں پدید
صورت فکر بام بلند پر ہے	اور وہ فعل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے
فعل بر ارکان و فکر مکتم	لیک در تاثیر و وصلت دو بہم
فعل تو ارکان پر ہے اور فکر مکتم ہے	لیکن تاثیر اور اتصال دونوں متاثر ہیں
آں صور در بزم کز جام خوشی ست	فائدہ او بخودی و بیہوشی ست
بزم میں جو صورتیں کہ جام خوشی سے ہیں	ان کا فائدہ بے خودی اور بے ہوشی ہے
صورت مردوزن و لعب و جماع	فائدہ اش بیہوشی وقت وقار
صورت مرد و زن کی اور لعب اور جماع	اس کا فائدہ بے ہوشی ہے وقت جماع کی
صورت نان و نمک کاں نعمت ست	فائدہ اش آں قوت بی صورت ست
صورت نان و نمک کی جو کہ نعمت ہے	اس کا فائدہ قوت بے صورت ہے
در مصاف آں صورت تیغ و سپر	فائدہ اش بی صورتی یعنی ظفر
جنگ میں وہ صورت تیغ و سپر کی	اس کا فائدہ ایک بے صورت ہے یعنی ظفر
مدرسہ و تعلیق و صورتہای وے	چوں بدانش متصل شد گشت شے
مدرسہ تعلیم کا اور اس کی صورتیں	جب علم سے متصل ہو گئیں تو وہ تمام ہو گئیں

ایں صورت چوں بندہ بیصورت اند	پس چرا در نفی صاحب نعمت اند
جب یہ صورتیں بے صورت کے تابع ہیں	پھر کس لئے یہ صاحب نعمت کی نفی میں ہیں
پس صورت ہا بندہ بیصورت اند	پیش او رویند و در نفی او فتند
پس صورتیں تابع ہیں بے صورت کے	اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور نفی میں واقع ہوں
ایں صورت دار دز بیصورت وجود	چست پس بر موجد خویش وجود
یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں	پھر ان کو اپنے موجد پر خود کیا ہے
خودازو یا بدظہور انکار او	نیست غیر عکس خود ایں کار او
اس کا انکار خود اس ہی سے ظہور پاتا ہے	اس کا یہ فعل بجز اپنے عکس کے نہیں ہے
صورت دیوار و سقف ہر مکان	سایہ اندیشہ معمار داں
ہر مکان کی صورت دیوار اور سقف کو	خیال معمار کا عقل جان
گرچہ خود اندر محل افکار	نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار
اگرچہ محل فکر میں	سنگ اور چوب اور خشت ظاہر نہیں ہے
فاعل مطلق یقین بے صورتست	صورت اندر دست او چوں آلتست
فاعل مطلق یقیناً بے صورت ہے	صورت اس کے ہاتھ میں مثل آلہ کے ہے
گہ گہ آں بیصورت از کتم عدم	مر صور را رونماید از کرم
وہ بے صورت گاہ گاہ پردہ غیب سے	صورتوں کو تجلی دکھلا دیتے ہیں کرم سے
تا مدگیرد از و ہر صورتے	از کمال و از جمال و قدرتے
تاکہ اس سے ہر صورت مدد حاصل کرے	کمال سے اور جمال سے اور قدرت سے
باز بیصورت چو پنہاں کرد رو	آمدند از بہر گد در رنگ و بو
پھر بے صورت نے جب تجلی مستر کر لی	تو وہ لوگ گدیہ کے لئے رنگ اور بو میں آ گئے
صورتے از صورت دیگر کمال	گر بجوید باشد آں عین ضلال
ایک صورت دوسری صورت سے اگر کمال	ڈھونڈھے تو وہ عین ضلال ہے
جز مگر آں صورتے کاں شیرزاد	بابت ارشاد کردش از و داد
بجز اس صورت کے جس کو اس حاکم عظیم نے	لائق ارشاد کے کیا ہو مودت سے



پس چہ عرضہ می کنی اے بے ہنر	احتیاج خود بحتاج دگر
پس کیا پیش کرتا ہے تو اے بے ہنر	اپنی احتیاج دوسرے محتاج کی طرف
چوں صور بندست بریزداں مگو	ظن مبرصورت بہ تشبہش مجو
جب صورتیں بندہ ہیں تو یزداں پر اطلاق مت کر	صورت کا گمان مت کر اس کو تشبیہ سے مت ڈھونڈھ
درتضرع جو و درافتائے خویش	کز تفکر جز صور ناید بہ پیش
تضرع میں اور اپنے فنا کرنے میں اس کو طلب کر	کیونکہ تفکر سے بجز صورتوں کے کوئی چیز پیش نہ آوے گی
ور ز غیر صورتت نبود فرہ	صورتے کاں بے تو زاید درتوبہ
اور اگر بدوں صورت کے تجھ کو انساں نہیں ہوتا	توبہ جو صورت بدوں تیرے تیرے اندر پیدا ہو وہ بہتر ہے
صورت شہرے کہ آنجا میروی	ذوق بیصورت کشیدت اے روی
اس شہر کی صورت کہ تو وہاں جاتا ہے	مجھ کو ذوق نے کھینچا ہے جو کہ بے صورت ہے اے سیراب ہونے والے
پس بمعنی میروی تا لامکاں	کہ خوشی غیر زمانست و مکاں
پس باطناً تم لامکاں کی طرف جا رہے ہو	کیونکہ خوشی غیر زمانی اور غیر مکانی ہے
صورتے یارے کہ سوی او شوی	از برای موی اش میروی
کسی دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے	تو اس کے افس کی وجہ سے جا رہا ہے
پس بمعنی سوی بیصورت شدی	گرچہ زان مقصود غافل آمدی
پس باطناً تو بے صورت کی طرف جا رہا ہے	اگرچہ اس مقصود سے تو غافل ہے
پس حقیقت حق بود معبود کل	کز پئے ذوق ست سیران سبل
پس در حقیقت حق تعالیٰ ہی معبود کل ہے	کیونکہ ذوق ہی کے لئے راستوں کا چلنا ہے
لیک بعضے روسوی دم کردہ اند	گرچہ سر اصلست سرگم کردہ اند
لیکن بعض نے تو توجہ دم کی طرف کی ہے	اگرچہ سر اصل ہے انہوں نے سر کو گم کر دیا ہے
لیک آں سر پیش ایں ضالان گم	می دہد داد سرے از راہ دم
لیکن وہ سران ضالین گم کے سامنے	سر کی عطا دم کے واسطے سے عطا کرتا ہے
آں ز سری یا بد آں داد ایں ز دم	قوم دیگر پا و سر کردند گم
وہ شخص سر سے پاتا ہے یہ عطا اور یہ شخص دم سے	ایک اور قوم نے پاؤں اور سر گم کر دیئے

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند	از گم آمد سوی کل بشتافتند
چونکہ سب گم ہو گئے انہوں نے سب کو پایا	گم ہونے کے سبب وہ کل کی طرف دوڑے

(بمناسبت صورت پسندی مذکورہ شعر زان ہزاراں صورت الخ کے بطور انتقال کے ارشاد فرماتے ہیں کہ) ان (ظاہری) صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو (یعنی ان کا فریفتہ مت ہو اور ان کو قدح کہنے کی تحقیق شعر آئندہ کے حل میں آوے گی) تاکہ توبت تراش اور بت پرست (کے مشابہ) نہ ہو جاوے (کہ وہ بھی ایک صورت کا عاشق ہوتا ہے گو اس کا عشق درجہ جو دیت تک پہنچ جاتا ہے اور تیرا درجہ مقصود دیت تک رہتا ہے لیکن اتنی مشابہت بھی مذموم ہے پس) صورتوں کے پیالوں سے گزر جا (اور ان پر) قرار مت پکڑ (کیونکہ) بادہ (جمال گواس) جام میں تو ہے لیکن جام سے نہیں ہے (بلکہ بادہ بخش کا ڈالا ہوا ہے پس شائق بادہ کا پیالہ پر عاشق ہونا حماقت ہے بادشاہ بخش پر عاشق ہونا چاہئے کہ بادہ کا مرجع وہی ہے اسی طرح صورت ظاہری مثل جام کے ہے پس قدح جہائے صورتوں میں اضافہ مثل لحن الماء کے ہے اور اس کا حسن مثل بادہ کے اور حق تعالیٰ مثل بادہ بخش کے پس مرجع حسن و جمال اور اصلی حسین و جمیل وہی ہیں ان پر عاشق اور ان کا طالب ہونا چاہئے چنانچہ آگے اس کی تصریح بھی ہے کہ) بادہ بخش کی طرف خوب کان کھول (یعنی ادھر متوجہ ہو اور گوش کی تخصیص میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ دنیا میں مطلوب حقیقی کی رویت بالہصر نہیں ہو سکتی اور تجلیت مبصرہ مثالی ہوتی ہیں عین حق نہیں ہوتیں البتہ حصول نسبت و قرب سے جن واردات سے مشرف ہوتا ہے وہ عین احکام حق ہوتے ہیں جو گوش باطن یعنی القاء سے منکشف ہوتے ہیں اس لئے گوش بکشا کہا چشم بکشا نہیں کہا) تاکہ تو اس طرف سے بانگ اور خروش (واردات کا) سنے (بانگ و خروش کا ہونا ضروری نہیں اور اگر ہو تو وہ صوت مثالی ہوتی ہے کیونکہ قول اور لحن نے آواز نے انکشاف و واردات کو سماع بانگ و خروش سے مجازاً تعبیر کر دیا اطلاق السبب فی الجملة علی المسبب اس طرف) کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمدم آواز آوے گی (یعنی واردات کا القاء ہوگا اور) جب بادہ (حسن حقیقی کا) مل جاوے گا تو جام کی کچھ کی نہیں ہے (یعنی ان واردات سے حق تعالیٰ کی صفات و افعال کی معرفت ہوگی اور تمام اجزاء عالم ان صفات و افعال کا مظہر معلوم ہوگا اور ان سب میں ان صفات و افعال کا مشاہدہ کرے گا یہ معنی ہیں۔ نیاید جام کم کے پس اس حالت میں یہ کسی صورت کا مقید اور فریفتہ نہ ہوگا آگے بطور حکایت عن الحق کے خطاب ہے آدم نہ! اسلام کو جس سے مقصود خطاب ہے۔ بنی آدم کو یعنی) اے آدم میرے معنی دلہند کو طلب کرو (اور) پوست اور صورت گندم کو ترک کرو (صورت کا عطف قشر پر تفسیری ہے اشارہ ہے قصہ نبی عن الشجرہ کی طرف اور معنی سے مراد صفات و افعال حق یعنی توجہ الی الخلق کو کہ مشابہ اکل شجرہ کے ہے ترک کر کے توجہ الی الحق کرو آگے صورت کا غیر معتد بہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) جبکہ ریگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے آٹا ہو گیا تھا (یہ آپ کا معجزہ مشہور ہے) تو (اس سے) جان لو کہ گندم (باعتبار صورت کے) معزول (اور قابل قطع نظر کرنے کے) ہے اے بزرگ (تو دیکھو کہ باوجود گندم کی صورت نہ ہونے کے ریگ سے گندم کا کام لیا گیا کہ اس سے آرد حاصل ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ صورت مقصود اور مدار مقصود نہیں پس اس کی طلب میں مت پڑو آگے صورت کا معنی بے صورت کے تابع ہونا بیان فرمائے ہیں دو طور سے۔

اول یہ کہ بے صورت علت فاعلی ہوتی ہے صورت کی و ہذا الی قولہ فعل برار کان الخ دوسرے یہ کہ بے صورت علت غائی ہوتی ہے صورت کی و ہذا من قولہ متصل بالبت المذکور آں صورت بزم الخ اور دونوں قسم کی علیہ میں تبعیت ظاہر ہے اول میں



قوعاً ثانی میں قصداً پس فرماتے ہیں کہ (صورت بے صورت سے وجود میں آئی ہے جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے) تشبیہ صرف سبب میں ہے قطع نظر باصورت و بے صورت ہونے سے کیونکہ آتش جس سے کہ دھواں پیدا ہوتا ہے وہ یقیناً بوجہ امتزاج بالا جزاء الارضیہ کے صورت حسیہ رکھتی ہے گو نار صرف کو غیر محسوس کہا گیا ہے پھر ظاہر اصورت سے مراد مطلق صورت مادیہ ہے گو محسوس نہ ہو چنانچہ شعر آئندہ متصل اور اشعار متعدده غیر متصلہ میں خیال کو بھی صورت کے عموم میں داخل کیا ہے تو نار صرف بھی اس معنی کر باصورت ہے پس تشبیہ صرف سبب ہی میں ہوئی آگے تائید مضمون صورت کے غیر قابل طلب اور معنی کے قابل طلب ہونے کے لئے جو کہ شعر صورت از بے صورت الخ کے لئے مذکور تھا صورت کی ایک خاصیت ذامہ اور بے صورت کی ایک خاصیت مادہ کا بیان ہے کہ (ادنی درجہ کا عیب مصوری الخیال کا) کہ ایک فرد ہے باصورت کی) تو یہ ہے کہ جب تو اس کو متواتر دیکھتا رہے (اور سوچتا رہے) تو وہ ملال (اور افسردگی) لے آتا ہے (بخلاف غیر مصورو بے صورت کے کہ وہ ملال کا سبب کبھی نہیں ہوتا بلکہ وہ) بے صورت تیرے اندر حیرت محضہ لاتی ہے (شرح اس کی یہ ہے کہ ملال ہوتا ہے احاطہ مدرک و تمام ادراک سے اور حیرت ہوتی ہے عدم احاطہ مدرک و عدم تمام ادراک سے تو باصورت میں تو تمام ادراک ہو سکتا ہے اس وقت ملال بھی ہو سکتا ہے اور بے صورت میں تمام ادراک نہیں ہوتا پس ملال بھی نہیں ہوتا بلکہ حیرت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حیرت میں ادراک کا شوق بڑھے گا اور شوق میں لذت ہوتی ہے اور ملال کا سبب انقباض ہونا ظاہر ہے پس باصورت کا خاصہ انقباض ہوا اور بے صورت کا خاصہ شوق و انشراح ہوا اور اول کا موجب ذم اور دوسرے کا موجب مدح ہونا ظاہر ہے اور ادنی کہنے سے معلوم ہوا کہ اور عیوب اس سے بھی زیادہ ہیں اور جب صورت خیالیہ جو کہ کسی قدر قیود سے مجرذ بھی ہے مگر حلول فی المادی کے سبب مادی ہے جب وہ ایسی ہے تو صورت مقیدہ بقیود کثیرہ تو اس خاصیت میں اس سے زیادہ ہوگی کہ ادراک اس کو زیادہ احاطہ کرے گا جس سے ملال زیادہ ہو اور اگر کوئی کہے کہ ہم کو تو صورت معشوقہ سے کبھی ملال نہیں ہوتا جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو مطلق صورت سے ملال کا وقوع تحقیق مدعا کے لئے کہ ترجیح بیان کرنا ہے بے صورت کا صورت پر کافی ہے کیونکہ بے صورت سے کبھی بھی ملال نہیں ہوتا اور یہ ترجیح کے لئے کافی ہے دوسرے مقصود بیان کرنا اصل خاصیت کا ہے قطع نظر عوارض سے اور یہاں عدم ملال ایک عارض سے ہے کہ وہ شہوت وغیرہ ہے چنانچہ اکثر بعد قضاء شہوت یہ ملال مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس عدم ملال کا راز بھی وہی عدم ادراک تام ہے کہ قبل قضاء شہوت خاص لذت کا ادراک نہیں تھا اس لئے شوق تھا کہ اس میں کیسی لذت ہوگی جب یہ ادراک بھی تام ہو گیا ملال پیدا ہو گیا اور یہ تفاوت درمیان باصورت و بے صورت کے اثناء مضمون تابعیت صورت للمعنی میں جو کہ شعر صورت از بے صورت الخ سے شروع ہوا ہے بطور جملہ معترضہ کے مذکور ہوا ہے اب پھر اسی مضمون تابعیت کی طرف عود ہے یعنی بے صورت کا باصورت سے وجود میں آنا جو کہ اجمالاً شعر صورت از بے صورت الخ میں مذکور ہوا اس کا اعادہ معہ تفصیل یہ ہے کہ (صد ہا قسم کے آلات ایک بے آلات سے پیدا ہوئے) (یہ اعادہ ہوا اس مضمون کا کیونکہ بے آلات سے مراد وہی بے صورت ہے اس لئے کہ باصورت میں صورت ہی آلہ ہوتی ہے افعال کی چنانچہ حیوان میں ہاتھ پاؤں آنکھ کان بطش دُمشی و بصرو سمع کے لئے اور غیر حیوان میں مادہ و صورت شخصیہ اس کے افعال و خواص کے لئے و ہذا ظاہر آگے مختلف عنوانات سے اس کی تفصیل ہے کہ (بے آلات و بے صورت یعنی حق تعالیٰ) بدوں ہاتھ کے (کہ جزو ہے ذی ید کا ذی آلات کے) ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے (یعنی) روح الروح (مراد حق تعالیٰ کہ محی روح ہے) آدمی کو (کہ ذی صورت و آلات ہے) مصور کرتا ہے جس طرح سے کہ دل میں ہجر و وصال (کے اثر) سے اقسام اقسام خیالات پیدا ہوتے



ہیں) ہجر اور وصال چونکہ امور اضافیہ سے ہیں صفات حقیقیہ سے نہیں اس لئے ان کا وجود انتزاعی ہوگا انضمامی نہ ہوگا اور صفات انتزاعیہ کسی مادی میں حلول کئے ہوئے نہیں ہوتیں اس لئے ان کو مادی نہ کہا جاوے گا پس وہ بے صورت ہوئیں اور خیال حال فی الدماغ المادی ہے اس لئے وہ باصورت ہوا اور ہجر کی حالت میں ہجر سے اور وصال کی حالت میں وصال سے مختلف حالات کا قلب و دماغ میں پیدا ہونا اہل مذاق عشقی کو معلوم ہے پس اس مثال میں بھی بے صورت موثر و فاعل ہوا باصورت میں پس اس میں جان جاں ساز و مصور آدمی کی بھی تشبیہ ہوگئی اور خود ایک مادہ تحقیق تاثیر غیر مصور فی المصور کا اضافہ معین فی التفصیل بھی ہو گیا آگے اس ہجر و وصال اور گونا گوں خیال کا مصور و غیر مصور ہونے میں تفاوت جو کہ مدار تھا تشبیہ بالا کا بیان فرماتے ہیں کہ) بھلا کہیں یہ موثر (یعنی ہجر و وصال) اثر (مذکور یعنی خیال) کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے (آگے اس کی مثال ہے کہ) بھلا کہیں فغان و نوحہ (کہ اثر ہے کلفت و ضرر کا) ضرر کے ساتھ (کہ موثر ہے فغان و نوحہ میں) کچھ مشابہت رکھتا ہے (یعنی نہیں رکھتا کیونکہ) نوحہ کی تو صورت ہے (کہ حال فی المادہ ہے اور) ضرر بے صورت ہے (کہ حقیقت اس کی فقدان مطلوب ہے جو کہ امراضانی و غیر حال فی المادہ ہے اس مثال سے تفاوت ہجر و وصال اور خیال میں بھی معلوم ہو گیا کہ موثر بے صورت ہے اور اثر باصورت جو اجمالاً مصرعہ ہیچ مانند اس موثر با اثر میں مذکور ہوا تھا آگے نوحہ کے باصورت اور ضرر کے بے صورت ہونے کی ایک خاص عنوان سے توضیح ہے کہ ضرر رسیدہ) لوگ ہاتھ چباتے ہیں (اس) ضرر (کے سبب) سے جس کے ہاتھ نہیں ہے (ضرر کے ہاتھ نہ ہونا ظاہر ہے مراد نفی ہے صورت کی جس کو احقر ابھی بیان کر چکا ہے اور دست خائیدن کا حال فی المادی ہونا ظاہر ہے اور چونکہ شعر آ پنچناں کا نردل الخ مثال تھی صنع حق بلا آلات مذکور فی قولہ بے زدستے الخ کی اور ہیچ مانند بانگ الخ مثال تھی اس مثال کی اور اس کے واسطہ سے مثال تھی اسی صنع کی پس ایک بواسطہ اور ایک بلا واسطہ دونوں مثالیں صنع حق کی ہو گئیں چونکہ احتمال تھا کہ کوئی شخص مشبہ یعنی صنع حق کو بالکل ان امثلہ مشبہ بہا کے مماثل من کل الوجوہ سمجھ جاوے جو کہ خلاف واقع ہے اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) یہ مثال غیر لائق ہے اے متدل (صرف) تدبیر تفہیم کے لئے ایک نادار کی کوشش ہے (کہ وہ بقدر کفایت انفاق نہیں کر سکتا اپنی وسعت کے موافق کر سکتا ہے اسی طرح ہماری یہ تشبیہات کشف حقیقت کے لئے کافی نہیں ہماری وسعت کے قدر من وجہ تفہیم کے لئے لائی گئی ہیں ورنہ کہاں سبب حادث غیر قادر و غیر مختار و غیر مستقل و غیر عالم اور کہاں علت قدیم و قادر و مختار و مستقل و عالم آگے بعد تشبیہات و دفع ایہام ناشی عن التثبیہ عود ہے مضمون بے زدستے الخ کی طرف یعنی) بے صورت کی صنعت صورت کو پیدا کرتی ہے (یعنی) تن کو پیدا کرتا ہے مع حواس و آلات (یعنی اعضاء و جوارح و خیالات) کے (کہ صورت کا مصداق ہے اور خیال کا صورت کے افراد میں سے ہونا احقر شرح شعر آ پنچناں کا نردل از ہجر و وصال میں لکھ چکا ہے اور آئندہ کئی شعر کے مضمون کا یہی مٹی ہے الی قولہ صورت فکرست اس کے بعد کے بعض اشعار میں افعال کو صورت کہا ہے جو کہ ظاہر ہے آگے بعض افراد صورت کی نگارش کے بعض آثار کو کہ وہ تصرفات ہیں صورت نگار کے بیان فرماتے ہیں یعنی صورت نگاری اس لئے کرتے ہیں) تاکہ جو کسی بھی صورت ہو وہ (صورت) اپنے مقتضا کے) موافق جسم کو (افعال) نیک و بد میں لے آوے (اس صورت سے مراد بقرینہ سیاق خیال ہے اور خیال کا مدار افعال ہونا ظاہر ہے چنانچہ آگے اس کی تفصیل ہے کہ اگر وہ) صورت نعمت کی ہو (جو دماغ مادی میں پیدا ہو) تو (وہ صاحب خیال) شا کر ہو جاتا ہے (اور فعل شکر اس سے پیدا ہوتا ہے اور محل شکر کا زبان اور جوارح اور قلب ہے اور یہ سب اجزاء ہیں جسم کے پس جملہ اندر آ رد جسم را در نیک و بد کا تحقیق ظاہر ہو گیا اسی طرح مواد آتیه میں دیکھ لیا جاوے اور وہ یہ ہیں کہ اگر



وہ صورت مشقت کی ہو تو وہ (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے (اور اگر) صورت رحم کی ہو (یعنی یہ خیال آ جاوے کہ فلاں صاحب اختیار ہم پر رحم کریگا) تو (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے (اور اگر) صورت رحم کی ہو تو وہ (صاحب خیال) نالاں ہوتا ہے (اور اگر اس کے دماغ میں) کسی شہر کی صورت (و خیال) آ جاوے تو سفر اختیار کرتا ہے (اور اگر اس کے خیال میں) تیر کی صورت آ جاوے (کہ کوئی تیر میری طرف شاید آ جاوے) تو (حفاظت کے لئے) سپر لے لیتا ہے (اور اگر خیال میں) حسینوں کی صورت (اور خیال) آ جاوے تو (ان کے قرب و وصال کا سامان کر کے ان کے ساتھ) عشرت کرتا ہے (اور اگر خیال میں) کوئی صورت غیبی آ جاوے (مثلاً تجلیات و واردات کا) تو (اس کی تحصیل کے لئے) خلوت (اختیار) کرتا ہے (اور) محتاجی کی صورت (موجودہ یا متوقعہ) کسب کی طرف لالی ہے (اور) بازووری (یعنی قوی بازو شدن) کی صورت غصب کی طرف لاتی ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ غصب سے پہلے اس خیال کا آنا ضروری ہے کہ میں زور آور ہوں غصب کر سکتا ہوں پس مقصود قوت بازو کا شرط بتلانا ہے نہ کہ علت تاکہ نقص لازم آوے کہ خیال قوت بازو کے لئے غصب لازم نہیں (اور) یہ حد اور اندازہ (یعنی شمار) سے خارج ہے (آگے اس اسم اشارہ کا مشار الیہ بتلاتے ہیں کہ یہ سے مراد) فعل کا داعی (اور سبب ہے آگے اس داعی کا بیان ہے پس از بیان یہ ہے یعنی) گونا گوں خیالات سے (مطلب یہ کہ جو خیالات محرک افعال ہیں ان کے افراد بے شمار ہیں چنانچہ) غیر متناہی مذاہب اور (غیر متناہی) پیشے سب (کے سب) ظل (اور اثر) ہیں صورت خیالات کے (یہ اضافہ بیان یہ ہے پس اس سمیت خیال و سمیت افعال کی ایسی مثال ہے کہ جیسے) لب بام پر کوئی قوم خوش کھڑی ہے (خوش کی قید اتفاقی ہے ان میں) ہر ایک کے سایہ کو زمین پر دیکھ لے (پس جس طرح یہ شخص سبب اور ظل مسبب ہے اسی طرح خیال سبب اور فعل مسبب ہے چنانچہ تصریح فرماتے ہیں کہ) صورت فکر (دماغ میں ہونے کے سبب گویا) بام بلند پر ہے اور وہ فعل (جو اس کا مسبب ہے) سایہ کی طرح اعضا پر ظاہر ہے (اور ہم نے جو صرف عمل کو پدید کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ) فعل تو ارکان پر ہے (جو کہ محل افعال ہیں اور وہ خود بھی اور ان کے ساتھ افعال کا قیام اور حلول بھی ظاہر ہے) اور فکر مکتم ہے (باعتبار محل کے بھی کہ دماغ ہے اور خود اپنی صورت نوعیہ کے اعتبار سے بھی کہ محسوس نہیں اگرچہ محل کا مشاہدہ بھی کیا جاوے اور اتصاف اور قیام کے اعتبار سے بھی تو گویا وہ کون کا دونوں میں فرق ہے) لیکن تاثیر (اس فکر کی) اور اتصال (اور ترتب اس عمل کا اپنے مؤثر پر یہ) دونوں مقارن ہیں (یعنی عمل کے وقت خیال کا وجود لازم ہے خواہ وہ خیال اسی وقت حادث ہوا ہو یا اس وقت تک باقی ہو جب خیال شرط ہے پس وجود عمل کا خود دلیل ہے اس کے وجود کی پس اس کے مکتم ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہ کرنا چاہئے اور استدراک بقولہ لیک در تاثیر کا محط فائدہ یہی وجود ہے اس فکر کا نہ کہ خصوصیت مقارنت کی کہ وہ خصوصیت اتفاقی و واقعی ہے اور یہاں تک صورت کا بے صورت کے لئے تابع ہونا اس طور پر کہ بے صورت علت فاعلی ہے صورت کی مذکور ہوا آگے اس صورت کا بے صورت کے لئے تابع ہونا اس طور پر کہ بے صورت علت غائی ہے صورت کی مذکور ہوتا ہے وقد بنھت علیہ من قبل فی تمہید شرح شعر صورت از بے صورت آ مداخ اور وہ علت غائی ہونا بے صورت کا صورت کے لئے اس طرح ہے کہ) بزم (شراب) میں جو صورتیں کہ جام خوشی سے (حاصل ہوتی) ہیں (مثل شرب خمر و افعال متعلقہ آں) ان کا فائدہ (یعنی علت نمائی) بے خودی اور بے ہوشی ہے (جو کہ بوجہ امر عدمی و امراضانی ہونے کے بے صورت ہے اور ایسے امور کا بے صورت ہونا شرح شعر آنچناں کا ندر دل الخ میں ذکر کیا گیا ہے اور افعال کا افراد صورت ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح) صورت مرد و زن کی اور لعب اور جماع (یہ عطف تفسیری ہے صورت کا) اس (صورت) کا فائدہ



(علت غائی) بے ہوشی ہے وقت جماع کی (غایت لذت کو بے ہوشی فرمایا اور اس کا غایت ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح) صورت نان و نمک کی جو کہ نعمت سے اس کا فائدہ (اور غایت) قوت بے صورت ہے اس کو بے صورت کہنا بالمعنی اہمذ کو رنی المواد السابقہ نہیں یعنی غیر حال فی المادہ کیونکہ قوت کا حلول مادہ میں اظہار ہے بلکہ بمعنی غیر صورت محسوسہ اور ظاہر ہے کہ قوت محسوس و مری نہیں ہے پس یہ مادہ مثال نہ ہوگی کلیہ مذکورہ کی بلکہ نظیر ہوگی اس کی یعنی بطور قیاس تمثیل کے ایک بے صورت باحد المعنیین کو دوسری بے صورت بالمعنی لاخر پر حکم متبوعیت میں قیاس کر لیا اور شعر آئندہ متصل مدرسہ تعلیم الخ میں دانش کو بے صورت کہنا بھی قول مشہور پر کہ علم مقولہ کیف سے ہے اسی اعتبار سے ہے پس وہ بھی نظیر ہے اور شعر آئندہ متصل در مصاف الخ میں ظفر اس معنی مذکور سابق کے اعتبار سے بے صورت ہے پس وہ مثال ہے یعنی اسی طرح) جنگ میں وہ صورت تیغ و سپر کی اس کا فائدہ ایک بے صورت ہے یعنی ظفر (اسی طرح) مدرسہ تعلیم کا اور اس کی صورتیں (و اسباب تعلیم مثل کتب وغیرہ) جب علم سے متصل ہو گئیں (یعنی علم ان پر مرتب ہو گیا جو کہ مدرسہ و اسباب تعلیم کی غایت ہے) تو وہ (صورتیں) تمام ہو گئیں (یعنی ان اسباب سے اس حیثیت خاصہ سے تعلق نہ رہا جیسا کہ حصول غایت کے بعد وسائط سے تعلق ختم ہو جاتا ہے مثلاً منزل پر پہنچ کر سواری چھوڑ دی جاتی ہے و مثل ذلک اور یہ علامت ہے علم کے غایت ہونے کی اور وہ بے صورت ہے بایں معنی کہ غیر محسوس ہے نہ بایں معنی کہ غیر حال فی المادہ ہے کیونکہ قول مشہور پر یہ مقولہ کیف سے ہے جو کہ صفت منضمہ ہے پس انسان مادی میں جو علم ہوگا حال فی المادہ ہوگا اور اگر مقولہ اضافہ سے ہو تو امور اضافیہ کا بے صورت ہونا بمعنی غیر حال فی المادہ او پر مذکور ہو چکا ہے اور بدانش متصل گشت الخ میں مقصود اتصال کا حکم کرنا نہیں ہے کیونکہ اس کو مقصود مقام میں کوئی دخل نہیں بلکہ مقصود اس کا غایت ہونا ہے تا کہ اس کے بے صورت ہونے سے مقصود مقام کی تائید ہو اور یہاں تک جب صورت کی تبعیت بے صورت کے لئے فاعلاً یا غائیہ بیان فرما چکے آگے اس تبعیت پر تفریع ہے کہ) جب یہ صورتیں بے صورت کے تابع ہیں پھر کس لئے یہ (صورتیں) صاحب نعمت کی نفی میں ہیں (جیسے دہریہ منکر ہیں صانع تعالیٰ کے آگے بھی تفریع ہے تاکید تفریع اول کے لئے یعنی جب دلائل تبعیت مذکورہ کے بیان کر دیئے گئے) پس (ان سے ثابت ہو گیا کہ) صورتیں تابع ہیں بے صورت کے (پھر تعجب ہے کہ اسی کے تصرف سے) اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور (اسی کی) نفی میں واقع ہوں (اور اس مصرعہ ثانیہ کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ تائید ہو مضمون مصرعہ اولیٰ کی یعنی بندہ ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اسی کے سامنے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے سامنے عدم میں واقع ہو جاتے ہیں اور یہ سب اسی کے تصرف سے ہوتا ہے اس سے بندہ ہونا ظاہر ہو گیا مگر اول توجیہ سیاق و سباق کے زیادہ مناسب ہے کہ دونوں جگہ اس کی تصریح ہے حیث قال قبلہ پس چرا نفی صاحب نعمت اندو قال بعدہ چیست پس بر موجد خویش جو آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں۔ پھر ان کو اپنے موجد پر جو دکیا ہے (آگے خود ان کے اس انکار سے بھی اس کے وجود پر استدلال کرتے ہیں کہ) اس (منکر) کا (یہ) انکار (بھی) خود اس (صانع) ہی سے ظہور پاتا ہے (اور) اس (صانع) کا یہ فعل (یعنی خالق انکار فی المنکر) بجز اپنے (یعنی صانع کے) عکس (اور اثر) کے نہیں ہے (یعنی انکار منکر بھی مجعول ہے اس صانع کا اور یہ مضمون ہے مصرعہ اولیٰ کا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ انکار حادث ہے اور ہر حادث کے لئے جاعل و محدث کی ضرورت ہے پس جاعل اس انکار مجعول کا حادث تو ہو نہیں سکتا لا تلزام الدور او التسلسل پس لا محالہ قدیم ہوگا پس جاعل قدیم ہوگا اور اس کا یہ جعل اس کا اثر حادث ہو اور یہ مضمون ہے مصرعہ ثانیہ کا آگے بعد تفریعات کے پھر عود ہے بے صورت کے علت فاعلیہ للصورة ہونے کی طرف یعنی) ہر مکان کی صورت دیوار



اور سقف کو خیال معمار کا ظل جان اگر چہ محل فکر (یعنی ذہن) میں سنگ اور چوب اور خشت ظاہر نہیں ہے (لیکن ان کا خیال ہے اور وہی سب فاعلی ہے صورت عمارت کا اور اس شعر میں اندیشہ و خیال کو جس کا با صورت ہونا اور پر معلوم ہو چکا ہے صورت کہنا بمعنی غیر المحسوس ہے نہ بمعنی غیر حال فی المادہ آگے خلاصہ ہے تمام مقام کا یعنی غرض یہ کہ (فاعل مطلق یقیناً بے صورت ہے) اور (صورت اس کے ہاتھ میں مثل آلہ کے) (تابع محض) ہے (کہ یقلبھا کیف یشاء اس مقام میں اثناء مضمون مقصود موثریت غیر المصور فی المصور میں یہ احکام مذکور ہوئے ہیں۔ نمبر احق تعالیٰ کا صانع ہونا نمبر ۲ اس کا ذاتا مستور ہونا کما یدل علیہ المثال المذكور فی قوله فعل برار کان و فکرت مکتم و ایضاً یدل علیہ نقل النفی عن الدھر بین فی قوله پس چرا در نفی صاحب نعمت اند وما یلیہ قبلہ و بعدہ لان سبب انکار ہم ہو هذا الاستار نمبر ۳ اس کا تصرفاً ظاہر ہونا کما یدل علیہ اثبات الصنع له فی اشعار متعدده و ایضاً یدل علیہ خود از ویابد ظہور الخ اور اسی ظہور کی بنا پر تعجب علی الانکار فرمایا گیا اور یہ ظہور استدلالی ہے جو معاندین پر حجت ہے آگے حق تعالیٰ کا ذوقاً و وجداناً ظاہر ہونا بیان فرماتے ہیں جو عارفین کو عطا ہوا ہے جس سے طالبین منتفع ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ گو (وہ بے صورت) (البصار سے مستور ہے مگر گاہ گاہ بصائر پر ظاہر و متجلی ہوتے ہیں چنانچہ) گاہ گاہ پردہ غیب سے (فالعدم اضافی) صورتوں کو (یعنی بعض اہل صور مثل انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو) تجلی دکھلا دیتے ہیں کرم سے (اس میں اشارہ ہے عدم استحقاق و جوبی کی طرف جس کے معترکہ قائل ہوئے ہیں اور اس تجلی سے مراد انکشاف ذوقی ہے آگے اس تجلی کی غایت ہے جس کو احقر نے اس شعر کی تمہید میں اس عبارت میں لکھا ہے جس سے طالبین منتفع ہوتے ہیں اھ یعنی اس لئے تجلی دکھلاتے ہیں) تاکہ اس سے ہر صورت (جن پر وہ تجلی نہیں ہوئی تھی یعنی عوام طالبین) مدد حاصل کرے (آگے بیان ہے مدد کا یعنی) کمال سے اور جمال سے اور قدرت سے (مطلب یہ کہ حق جل شانہ کے کمال اور جمال اور قدرت و جمیع صفات الہیہ سے فیض حاصل کرے بواسطہ ان اہل تجلی یعنی شیوخ عارفین کے پس از میں از بمعنی بواسطہ ہے اور مرجع اس کا صورت مذکور فی اشعر السابق ہے اور کمال و ما عطف علیہ میں مضاف مقدر ہے یعنی از فیض کمال الخ اور اس میں از بیانیہ ہے اور وہ فیض کمال مصداق ہے مدد کا پس تقدیر عبارت یہ ہوئی تاکہ طالب بواسطہ عارفین فیض صفات الہیہ حاصل کند اور اس غایت کا وہی حاصل ہے جو احقر کی عبارت تمہید یہ مذکور لفظاً کا حاصل ہے گویا یہ مضمون بطور استدراک کے ہے مضمون بالا یعنی ذم قصد صورت سے یعنی قصد صورت مطلقاً مذموم ہے لیکن جو صورت اس بے صورت کی طرف موصل ہو وہ مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے قصد سے بالذات قصد بے صورت ہی کا ہوتا ہے اور اس تجلی میں دو مرتبے ہیں ایک نفس تجلی ایک غلبہ تجلی مرتبہ اولیٰ تو ان کو دو ناما میسر رہتا ہے اور مرتبہ ثانیہ دائم نہیں ہوتا آگے اس مرتبہ ثانیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ (پھر (اس) بے صورت نے جب تجلی مستتر کر لی (یعنی اس کا غلبہ نہ رہا جیسا کا طلیں کو کبھی کبھی پیش آتا ہے) تو (اس وقت) وہ لوگ گدیہ (یعنی احتیاج الی اللوازم البشریہ) کے لئے رنگ اور بو (یعنی اسباب طبعیہ) میں آگئے (مطلب یہ کہ غلبہ تجلی کے وقت تو لوازم بشریت مغلوب ہوتے ہیں اور عدم غلبہ کے وقت وہ لوازم پھر ظاہر ہوتے ہیں شاید یہ حکم اس لئے بیان کر دیا ہو کہ ان کے خواص بشریہ دیکھ کر ان کی نسبت مع اللہ میں شبہ نہ کرے اور ان سے استفادہ بند نہ کر دے کیونکہ عدم غلبہ مستلزم عدم تعلق کو نہیں ہے آگے بھی مضمون مستدرک منہ اور استدراک کا اجمالاً اعادہ ہے یعنی) ایک صورت دوسری صورت سے اگر کمال ڈھونڈھے تو وہ عین ضلال ہے بجز اس صورت کے جس کو اس حاکم عظیم نے لائق ارشاد کے کیا ہو مودت (و محبوبیت یعنی مقبولیت) سے (فی النیث بابت لائق اھ آگے تفریع ہے مستدرک منہ پر یعنی جب صورت کی احتیاج







صورت ہے کماسیاتی) پس (ان دونوں مادوں میں کہ شہر کی طرف اور دوست کی طرف جانا ہے) باطننا تو بے صورت کی طرف جارہا ہے اگرچہ اس مقصود (بے صورت) سے تو غافل ہے (اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں صورت کے قصد سے جا رہا ہوں ان چار شعر میں ذوق اور خوشی اور منی کو بے صورت اور بواسطہ بے صورت ہونے کے غیر زمانی و مکانی کہا ہے اگر ان مفہومات کی تفسیر ایسی کی جاوے جس سے وہ صفات انتزاعیہ اور امورا ضافیہ قرار پائیں تب تو یہ حکم ظاہر ہے کیونکہ وہ حال فی المادہ نہ ہوں گی تو مکانی بھی نہ ہوں گی اور زمانیت چونکہ فرع ہے تحقق کی اور امورا ضافیہ بدوں اعتبار معتبر و انتزاع منزع فی انفسہا متحقق نہیں اس لئے زمانی بھی نہ ہوں گی اور اگر ان کی تفسیر صفات انضمامیہ سے کی جاوے تو اس حکم کی توجیہ یہ ہوگی کہ مثل اس صورت مقصودہ ظاہر کے یہ صورت نہیں ہیں یعنی ان کے مقابلہ میں مثل بے صورت کے ہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ شہر اور یار بوجہ جہریت کے بلا واسطہ مادی و متحیر ہیں اور یہ اوصاف بوجہ عرضیت کے بواسطہ محل کے مادی و متحیر ہیں بلا واسطہ نہیں اس لئے محل کے مقابلہ میں ان کو بے صورت کہہ دیا اور اس سے یہی مدعا ظاہر ہو گیا کہ قصد صورت سے واقع میں ایسی چیز کا قصد ہے جو اس کے اعتبار سے تو بے صورت ہے پس بے صورت کا اگرچہ وہ من وجہ ہی بے صورت ہے غایت ہونا صورت من کل الوجوہ کے لئے ثابت ہو گیا آگے اس ذوق کے مطلوب ہونے پر ایک ایسے مضمون کی تفریح ہے کہ اس سے سلسلہ صورت کے تابع و غیر مطلوب اور بے صورت کے متبوع و مطلوب ہونے کا چلا تھا جو کہ شروع سرخی کے تھوڑے بعد ان اشعار میں مذکور ہے زین قد جہائے صور کم باش الخ اور از قد جہائے صور بگذرا الخ اور سوئے بادہ بخش بکشا الخ جس کا حاصل حق تعالیٰ کا مطلوب حقیقی و مستحق مطلوبیت ہونا ہے پس فرماتے ہیں کہ جب ذوق کا مقصود ہونا مثلہ بالا سے معلوم ہو گیا) پس (اس سے ثابت ہوا کہ) در حقیقت حق تعالیٰ ہی معبود کل ہے کیونکہ ذوق ہی کے لئے (سب) راستوں کا چلنا (ہوتا) ہے (جیسا مثال قصد بلا و قصد اہل و داد سے معلوم ہوا ایک مقدمہ تو یہ ہے اور دوسرا یہاں مطوی ہے وہ یہ کہ ذوق بخش فعل ہے حق تعالیٰ کا لیکن اوپر شرح سرخی کے بعد یہ بھی مذکور ہوا ہے سوئے بادشاہ بخش بکشا پھن گوش الخ کیونکہ بادہ بخش اور ذوق بخش ایک ہی بات ہے پس کسی چیز سے ذوق کا قصد کرنا جس سے کوئی بھی خالی نہیں جبکہ ذوق بخش حق تعالیٰ ہے واقع میں حق تعالیٰ سے ان کا طلب کرنا ہے اور معبود کل میں عبادت سے یہی مراد ہے پس سب اسی کے عابد ہوئے پھر اگر عابد کو اس کی خبر نہ ہو جیسا کہ شعر بالا میں مذکور ہے گرچہ زان مقصود غافل آدمی اس وقت یہ عبادت اضطراری و تسخیری کہلاتی ہے و هو المراد فی قوله تعالیٰ بل لہ ما فی السموات والارض کل لہ قانون اور عابد کو اس کی خبر ہو تو وہ عبادت اختیاری اور تشریعی کہلاتی ہے پھر ان عابدین بالا اختیار میں مراتب مختلف ہیں بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ الی الحق بواسطہ افعال حق ہے بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ بواسطہ صفات حق ہے بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ بلا کسی واسطہ کے خاص ذات کی طرف ہے اور اول درجہ عوام کا ہے دوسرا خواص کا تیسرا اخص الخواص کا اور تیسرے درجہ کا بلا واسطہ ہونا بایں معنی نہیں کہ افعال و صفات تصور میں بھی مراۃ نہیں ہوتے کیونکہ ذات کا تصور تو بکنہ متنع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ افعال و صفات کی طرف التفات نہیں ہوتا جس طرح درجہ دوم میں افعال کی طرف نہیں ہوتا اور درجہ اول میں افعال کی طرف بھی ہوتا ہے آگے ان ہی تین درجوں کو بیان کرتے ہیں یعنی بعض تو غافل ہونے کے سبب صرف عابد تسخیری تھے جن کا اس شعر اور شعر سابق میں ذکر ہے اور بعض متوجہ و عابد اختیار ہیں کما بدل علیٰ هذا التوجہ قوله فی الشعر الاہمی رو کردہ اند) لیکن (ان میں بھی سب برابر نہیں بلکہ) بعض نے تو توجہ دم کی طرف کی ہے (اور) اگرچہ سراسر اصل ہے (مگر) انہوں نے سر کو گم (یعنی فراموش) کر دیا ہے (دم چونکہ بالکل ادنیٰ اور تابع ہوتی ہے

اس سے افعال کو تشبیہ دی کہ بوجہ حدوث کے صفات سے ادنیٰ اور صفات کے تابع ہوتی ہے چنانچہ صفات کا افعال کے لئے منشا ہونا ظاہر ہے اور سر سے صفات کو تشبیہ دی اور اس میں درجہ اول کا ذکر ہے کہ عوام کو افعال حق کی طرف زیادہ التفات ہوتا ہے اسی واسطے ان کو ہمارے حضرت مرشد عاشق احسانی فرماتے تھے کہ ان کی زیادہ محبت کا سبب عطاء نعم و بذل احسان ہوتا ہے جو کہ فعل ہے اور ان کی محبت اس حیثیت سے کم ہوتی ہے کہ خود حق تعالیٰ صاحب جمال و جلال و کمال ہیں (لیکن) چونکہ ان کی استعداد جو فی الحال ان کو حاصل ہے اسی قدر ہے اس لئے ان کی یہ توجہ بھی مقبول و مشر ہوتی ہے اور) وہ سران ضالین گم کے سامنے سر کی عطا دم کے واسطے سے عطا کرتا ہے (سر سے مراد صفات جیسا ابھی اوپر مذکور ہوا مطلب یہ کہ یہ عوام مذکورین کو متوجہ الی الافعال ہیں جس کا مقتضایہ تھا کہ یہ فیوض صفات سے محروم رہتے کیونکہ صفات کا حق انہوں نے ادا ہی نہیں کیا مگر صفات الہیہ ان کو توجہ الی الافعال کے واسطے سے وہی فیوض و برکات عطا فرماتے ہیں جو توجہ الی الا صفات کے واسطے سے عطا ہوتی چونکہ منشا فیوض کا صفات الہیہ ہیں جیسا اہل فن میں مشہور ہے اس لئے عطا دادن کو صفات کی طرف منسوب کیا اور باوجود ان کے عمل کے مقبول ہونے کے ان کو ضالان گم کہنا باعتبار درجہ مافوق کے ہے کہ اس درجہ تک تو ان کی رسائی نہیں ہوئی اس سے تو غائب اور ذلیل ہی ہیں جیسا اوپر کے شعر میں بھی گم کردہ انداز اعتبار سے کہا ہے اور می دہد داسرے از راہ دم باعتبار نفس نافیعت کے کہا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ دونوں مساوی نہیں ہیں کما قال تعالیٰ اولنک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی خلاصہ یہ کہ) وہ (ایک) شخص (جو متوجہ الی الصفات ہے) سر سے پاتا ہے یہ عطا اور یہ شخص (مذکور بالا جو متوجہ الی الافعال ہے) دم سے (پاتا ہے اس مصرعہ کے اول میں بیان ہے درجہ دوم کا اور آگے درجہ سوم کا ذکر ہے کہ) ایک اور قوم نے پاؤں اور سر (دونوں) گم کر دیے (یعنی افعال اور صفات سے آگے نظر بڑھا کر ملتفت الی الذات ہو گئے آگے ان کی فضیلت بیان کرتے ہیں کہ) چونکہ (ان کی نظر سے) سب گم ہو گئے (یعنی بجز ذات کے کسی طرف التفات نہ رہا اس لئے) انہوں نے سب کو پالیا (یعنی مراقبہ افعال و صفات سے جو فیوض و برکات ہوتے ہیں وہ سب ان کو میسر ہو گئے کیونکہ ذات سب کا مبداء ہے اس کا حاصل ہونا سب کا حاصل ہونا ہے اور یہی معنی ہیں مصرعہ ثانیہ کے کہ) گم (اور فنا فی الذات) ہونے کے سبب وہ کل کی طرف (یعنی ذات کی طرف اولاً اور توابع ذات کی طرف بواسطہ ذات کے) دوڑے (ذات کو کل بوجہ مجمع الکل ہونے کے کہا)۔

فائدہ:- آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

دیدن ایشاں در قصر آں قلعه ذات الصور نقش دختر شاہ چین و بیہوش

شدن ہر سہ و در فتنہ افتادن و تفحص کردن کہ ایں صورت کیست

اس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں ان کا شاہ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھنا اور

تینوں کا بیہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا اور اس کی جستجو کرنا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟

ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ صورتے دیدند با حسن و شکوہ

یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس گروہ نے ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی



خوب ترزاں دیدہ بودند آں فریق	لیک زیں رفتند در بحر عمیق
اس فریق نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے	لیکن اس سے وہ بحر عمیق میں چلے گئے
زانکہ ایفوں شاں ازیں کاسہ رسید	کاسہا محسوس ایفوں ناپدید
کیونکہ ان کو ایفوں اس کاسہ سے پہنچی	کاسے تو محسوس ہیں اور ایفوں غیر محسوس ہے
کرد فعل خویش قلعه ہش ربا	ہر سہ را انداخت در چاہ بلا
قلعہ ہوش ربا نے اپنا کام کر دیا	تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا
تیر غمزہ دوخت دل را بیگماں	الاماں یا ذالاماں زیں بے اماں
تیر غمزہ نے دل کو جھج جھج جمید دیا	اے امن دینے والے اس بے پناہ سے پناہ دیجئے
آں سہ شہ را صورت سنگے بسوخت	آتشی دردین و دل شاں بر فروخت
ان تینوں بادشاہوں کو پتھر کی تصویر نے جلا دیا	ایک آگ ان کے دین اور دل میں بھڑکا دی
چونکہ روحانی بود خود چوں بود	فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بود
وہ اگر جاندار ہو تو کیا کیفیت ہو	اس کا فتنہ تو ہر لحظہ دوسری طرح کا ہو
عشق صورت در دل شہزادگاں	چوں خلش میکرد مانند سنان
تصویر کا عشق شہزادوں کے دل میں	جب سنان کی طرح چھ رہا تھا
اشک می بارید ہر یک ہچو میخ	دست میخاسیدومی گفت اے دروغ
ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا	ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا اے افسوس
ماکوں دیدیم شہ ز آغاز دید	چند ماں سو گند داد آں بے ندید
ہم نے تو اب دیکھا بادشاہ نے اول سے دیکھ لیا تھا	ہم کو کتنی قسمیں دی تھیں اس بے نظیر نے
انبیاء را حق بسیارست ازاں	کہ خبر کردند از پایان ما
انبیاء علیہم السلام کے حقوق اس لئے بہت ہیں	کہ انہوں نے ہمارے انجام سے خبر دیدی ہے
کانچہ می کاری نروید جز کہ خار	ویں طرف پری نیابی زو مطار
کہ تو جو کچھ بورہا ہے اس سے بجز خار کے کچھ نہ جے گا	اور تو اس طرف اڑ رہا ہے تو اس سے طیران کی جگہ نہ پاوے گا
تخم از من برکہ تاریعے دہد	با پرمن پر کہ تیر آں سو جہد
تو تخم مجھ سے لے جا تاکہ وہ نفع دے	تو میرے پر سے اڑ کہ تیرا ہر ہی نکل جادے

تو ندانی واجبی آن و هست	ہم تو گوئی آخر آں واجب بدست
تو اس کے وجوب کو نہیں جانتا اور وہ ہے	تو بھی آخر میں کہنے لگے گا کہ وہ واجب تھی
از تو ست امانہ ایں تو کہ تن ست	آں توئی کہ برتر از ما و من ست
وہ تیری ہی طرف سے ہے لیکن اس توئی کا نہیں جو کہ تن ہے	اس توئی کا ہے جو کہ ماؤ من سے برتر ہے
ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی	ہستاندر سو و تو در بیسوئی
یہ ظاہری توئی جس کو تو توئی سمجھتا ہے	یہ جہت کے اندر ہے اور تو بے جہت میں ہے
بر صدف لرزاں چرائی اے گھر	توی خود رانے مداں میداں شکر
تو اے گوہر صدف پر کیوں لرزاں ہے	تو اپنی توئی کو بانس مت جان شکر جان
توئی بیگانہ است با تو ایں توئی	توی خود دریاب و بگذر از دوئی
یہ توئی ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے	تو اپنی توئی کو دریافت کر اور دوئی سے گزر جا
توئی آخر سوی توئی اولت	آمد است از بہر تنبیہ وصلت
تیری آخری توئی تیری ادلی توئی کی طرف	آئی ہے تنبیہ اور وصل کے لئے
توئی تو در دیگرے آمد دفیں	من غلام مرد خود بین چنیں
تیری ایک توئی دوسری میں مستر ہے	میں ایسے خود ہیں شخص کا غلام ہوں
آنچہ در آئینہ می بیند جواں	پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
جوان جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے	بوزحا اس سے پہلے خشت میں دیکھ لیتا ہے
ز امر شاہ خویش بیروں آمدیم	باعنایات پدر باغی شدیم
ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے	باپ کی عنایات کے ساتھ ہم گردن کشی کرنے والے ہوئے
سہل داستیم قول شاہ را	واں عنایتہائے بے اشباہ را
ہم نے بادشاہ کے قول کو سہل جانا	اور ان عنایات بے مثل کو
نک در افتادیم در خندق ہمہ	کشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ
اب ہم خندق میں گر پڑے	کشتہ اور مجروح بلا بدوں کار زار کے
تکیہ بر عقل خود و فرہنگ خویش	بود ماں تا ایں بلا آمد بہ پیش
ہم کو اپنی عقل اور دانائی پر اعتماد	ہو گیا جس سے یہ بلا پیش آئے



بے مرض دیدیم خویش و بے زرق	آنچناں کہ خویش را بیمار دق
بدوں کسی مرض کے اور بدوں غلامی کے ہم نے اپنے کو	ایسا دیکھا جیسا اپنے کو بیمار دق
علت پنہاں کنوں شد آشکار	بعد ازاں کہ بند کشتیم و شکار
علت مخفیہ اب ظاہر ہوئی	بعد اس کے ہم مقید اور شکار ہو گئے
سایہ رہبر بہ است از ذکر حق	یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق
رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے	ایک قناعت بہتر ہے صد ہا طعام و طبق سے
در قناعت خواندہ باشی اے حسن	ذکر ذکر حق و ذکر بوالحسن
تو نے قناعت کے باب میں پڑھا ہو گا اے حسن	قصہ ذکر حق کا اور قصہ ابوالحسن کا
چشم بینا بہتر از سہ صد عصا	چشم بشناسد گہر را از حصا
چشم بینا بہتر ہے تین سو عصا سے	چشم موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے
در تفحص آمدند از اندہاں	صورت کہ بود عجب ایں در جہاں
تفحص میں واقع ہوئے اسی وقت	یہ تصویر عجب کس کی ہے جہان میں
بعد بسیار تفحص در مسیر	کشف کرد آں راز را شیخ بصیر
بعد تفحص بسیار کے اثنائے سیر میں	اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت نے حل کیا
نہ طریق گوش بل از وحی ہوش	راز ہا بد پیش او بے روئے پوش
راہ گوش سے نہیں بلکہ الہام ہوش سے	اسرار ان کے سامنے بے حجاب تھے
گفت نقش رشک پروینست ایں	صورت شہزادہ چہین ست ایں
ان شیخ نے کہا کہ یہ ایک رشک پرویں کا نقشہ ہے	یہ شہزادی چہین کی تصویر ہے
دخترے دارد شہ چہیں بہمال	در بہاؤ در کمال و در جمال
شاہ چہین ایک دختر بے مثال رکھتا ہے	خوبی میں اور کمال میں اور جمال میں
ہمچو جان و چوں پری پنہانست او	در مکتم پردہ ایوانست او
وہ مثل روح کے اور مثل پری کے پنہاں ہے	وہ ایک مکتم پردہ ایوان میں ہے
سوی او نے مرد رہ دارد نہ زن	شاہ پنہاں کردہ او را از فتن
اس کی طرف نہ مرد راہ رکھتا ہے اور نہ عورت	شاہ نے اس کو فتنوں سے پنہاں کر رکھا ہے

غیرتے دارد ملک برنام او	کہ نپرد مراغ ہم بر بام او
بادشاہ اس کے نام پر اس قدر غیرت رکھتا ہے	کہ پندہ بھی اس کے بام پر نہیں اڑ سکتا
وای آں دل کش چنیں سودا افتاد	ہچکس را ایں چنیں سودا مباد
شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال واقع ہو گیا	کسی شخص کو خدا کرے ایسا خیال نہ ہووے
ایں سزای آنکہ تخم جہل کاشت	واں نصیحت را کساد و سہل داشت
یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے جہالت کا تخم بویا	اور اس نصیحت کو بے قدر اور سرسری قرار دیا
اعتمادے کرد بر تدبیر خویش	کہ برم من کار خود با عقل پیش
اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا	کہ میں عقل سے اپنا کام پیش لے جاؤں گا
نیم ذرہ زال عنایت بہ بود	کہ ز تدبیر خرد سہ صد ر صد
آدھا ذرہ اس توجہ کا بہتر ہوتا ہے	اس سے کہ تدبیر عقل سے تین سو حصے دیکھ بھال ہو
ترک مکر خویشتن گیراے امیر	پابکش پیش عنایت خوش بمیر
اے امیر تو اپنی تدبیر کو ترک کر	پاؤں باہر نکال لے توجہ کے سامنے فنا ہو جا
ایں بقدر حیلہ معدود نیست	زیں حیل تا تو نمیری سود نیست
یہ بقدر حیلہ معدود کے نہیں	جب تک تو فنا نہ ہو گا ان حیلوں سے کچھ نفع نہیں ہے
تائیمیری سود کے خواہی ربود	رو بمیر و بہرہ بردار از وجود
جب تک تو مرے گا نہیں نفع کب حاصل کرے گا	جا مر جا اور ہستی کا حصہ حاصل کر

یہ مضمون (فضیلت طالب ذات کا) انتہا نہیں رکھتا (اس لئے قصہ کی طرف عود کرتا ہوں کہ) اس گروہ نے ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی (اور گو) اس فریق نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے لیکن اس سے وہ (حیرت کے ایک) بحر عمیق میں چلے گئے کیونکہ ان کو ایفوں اس کا سہ سے پہنچی (حسن کو ایفوں سے تشبیہ دی زوال عقل و ہوش میں اور) کا سے تو محسوس ہیں اور ایفوں غیر محسوس ہے (یعنی ہر ایک کو محسوس نہیں چنانچہ ایک شخص کو ایک میں حسن معلوم ہوتا ہے دوسرے کو اس میں حسن نہیں معلوم ہوتا غرض) قلب ہوش ربانے اپنا کام کر دیا (اور) تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا تیر غمزہ نے دل کو سچ مچ چھید دیا (آگے بطور جملہ معترضہ کے حکیم امر کے لئے دعا ہے کہ) اے امن دینے والے اس بے پناہ (بلا) سے پناہ دیجئے ان تینوں بادشاہوں کو پتھر کی تصویر نے رلا دیا (اور) ایک آگ ان کے دین اور دل میں بھڑکا دی (اور) وہ اگر جاندار ہو (یعنی خود صاحب تصویر جو کہ زندہ ہے وہ سامنے آ جاوے) تو کیا کیفیت ہو اس کا فتنہ تو ہر لحظہ دوسری طرف کا ہو اور (اس) تصویر کا عشق شہزادوں کے دل میں جب سنان کی طرح چھو رہا تھا ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا (اور) ہاتھ چپاتا تھا اور کہتا تھا اے افسوس ہم نے تو اب دیکھا (اور) بادشاہ نے (یعنی ہمارے باپ نے) اول سے دیکھ لیا تھا ہم کو کتنی قسمیں دی



تھیں اس بے نظیر نے (آگے انتقال ہے کہ) انبیاء علیہم السلام کے حقوق اس لئے بہت ہیں کہ انہوں نے (اسی طرح) ہمارے انجام سے (ہم کو) خبر دیدی ہے (اور وہ خبر یہ ہے) کہ (اے متبع نفس) تو جو کچھ بورہا ہے (یعنی منافع کے لئے عمل کر رہا ہے جو کہ ناشی ہے راے اور ہوا سے) اس سے بجز خار (اور خسار و عدم رنج) کے کچھ نہ جمے گا (کیونکہ ضرر آخرت کے ہوتے ہوئے نفع دنیا کا عدم ہے) اور تو اس طرف (یعنی عالم سفلی و سعی الدنیا کی طرف) اڑ رہا ہے (تا کہ مضار سے پناہ میں ہو جاؤں جیسا پرندہ تیر و کلوخ وغیرہ سے بچنے کے لئے اڑ جاتا ہے دل علیہ قولہ الاتی کہ تیر آں سو جہد) تو اس (اڑنے) سے طیران کی جگہ نہ پاوے گا (یعنی ایسی جگہ نہ ملے گی جہاں ضرر سے محفوظ رہے کیونکہ ضرر دنیوی سے بچ جانا ضرر آخرت کے ہوتے ہوئے کا عدم ہے تو تیری کاشت جو جلب منافع کے لئے ہے اور تیری پرواز جو دفع مضرت کے لئے ہے دونوں بیکار ہیں بس) تو تخم مجھ سے لے جا (یعنی میری تعلیم کے موافق عمل کرتا کہ وہ نفع دے) کہ وہ نفع آخرت ہے اور) تو میرے پر سے اڑ (یعنی مضرت سے) استخلاص کا طریقہ مجھ سے سیکھ) کہ تیر (مضرت کا) ادھر ہی نکل جاوے (اور تجھ تک نہ پہنچے یہ مقولہ ہو چکا انبیاء علیہم السلام کا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ اس مقولہ مذکورہ انبیاء علیہم السلام کا حاصل ان کی تقلید کا وجوب ہے سو) تو (اے متبع نفس اس وقت) اس کے وجوب کو نہیں جانتا اور وہ (وجوب واقع میں) ہے (بعد چندے جب حقیقت کا انکشاف ہوگا) تو بھی آخر میں کہنے لگے گا کہ وہ واجب تھی (اور اوپر انبیاء علیہم السلام کے مقولہ میں جو مذکور ہوا ہے کہ میرے پر سے اڑ مثلاً سو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فعل جلب منفعت اخرویہ و دفع مضرت اخرویہ کا انبیاء کا فعل ہوگا تیرا فعل نہ ہوگا تا کہ اس پر شبہ ہو کہ آخر وہ جلب نفع و دفع ضرر بھی تو میرے ہی فعل و سعی کا اثر ہوا پھر انبیاء نے اپنی سعی کی طرف اس کو کیوں منسوب کیا کہ باپر من پر سو یہ شبہ اس لئے نہ ہوگا کہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ (فعل) تیرے ہی طرف سے ہے لیکن (تیری توئی یعنی تیرے تو ہونے کے دو درجہ ہیں ایک درجہ تن کا دوسرا روح کا پس یہ فعل نافع و دفع ضرر جو تعلیم انبیاء سے تو نے کیا ہے) اس توئی کا نہیں جو کہ تن ہے (بلکہ) اس توئی کا ہے جو کہ ماومن (یعنی قیود جسمیہ) سے برتر ہے (مراد اس سے درجہ روح کا ہے ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ جو مشاہدہ سے ثابت ہے یہ ہے کہ روح میں قوت علمیہ و عملیہ ہونا جو کہ شرط ہے صدور اعمال نافعہ کی منحصر ہے معیت انبیاء علیہم السلام میں بدوں اس معیت کے اگر لاکھوں کسب و ریاضات ہوں انکشاف حقائق و حصول اخلاص کے باپ میں سب بالکل معطل ہیں چونکہ انبیاء علیہم السلام اس قوت علمیہ و عملیہ میں بمنزلہ واسطہ فی الثبوت کے ہوئے جس کی طرف نسبت اولاً و بالذات ہوتی ہے اس لئے اس علم و عمل کے آثار یعنی اعمال مشابہ اسی کے ہوں گے کہ ان کی نسبت بھی انبیاء کی طرف گویا اولاً و بالذات اور امتی کی طرف ثانیاً و بالعرض ہے پس وجہ اس نسبت الی الانبیاء کی ظاہر ہو گئی آگے بھی توئی کے ان ہی دو درجوں کا ذکر ہے کہ) یہ ظاہری (جسمی) توئی جس کو توئی سمجھتا ہے یہ جہت کے اندر ہے (چنانچہ ظاہر ہے) اور تو (باعتبار حقیقت روح کے) بے جہت میں ہے (بناء علی تجرد الروح اور جب تیری جسمی توئی تیری حقیقت ہی نہیں تو پھر) تو اے گوہر (یعنی روح) صدف پر (یعنی جسم پر) کیوں لرزاں ہے (جیسا اہل تن ہر وقت تن ہی کی حفاظت کرتے رہتے ہیں حالانکہ صدف کے ٹوٹنے سے گوہر کا کچھ ضرر نہیں بلکہ اس کے کمالات کا اور ظہور ہو جاتا ہے) تو اپنی توئی کو بانس مت جان (بلکہ) شکر جان (یعنی تن کو کہ بمنزلہ کے ہے اپنی حقیقت مت سمجھ بلکہ روح کو کہ بمنزلہ (شکر کے ہے اپنی حقیقت جان) یہ (ظاہری و جسمی) توئی ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے (یعنی تیری حقیقت سے خارج ہے چنانچہ جسم کا حقیقت انسانیہ سے کہ روح ہے خارج ہونا ظاہر ہے پس) تو اپنی (حقیقی)

توئی (کی حقیقت) کو دریافت کر اور (اس کے مقتضا کی موافق) دوئی سے (کہ مقابل توحید ہے) گزر جا (مطلب یہ کہ جب اپنی حقیقت روحیہ کو دریافت کرے گا تو معلوم ہوگا کہ جس عمل میں تو مبتلا ہے کہ وہ توجہ الی غیر الحق ہے جس کو دوئی کہا ہے اس سے روح کو منافرت ہے اور جو عمل انبیاء بتلاتے ہیں کہ اس سب کا حاصل توجہ و تعلق مع الحق ہے جس کو بگذر از دوئی کہا ہے وہ روح کی غذا ہے پس اس کے معلوم ہونے کے بعد انبیاء کا اتباع واجب قرار دے گا جو اس مقام میں مقصود ہے اور) تیری آخری توئی تیری اولی توئی کی طرف آئی ہے تنبیہ اور وصل کے لئے (توئی آخر سے مراد روح اور توئی اول سے مراد تن یا تو اس لئے کہ بدن کا ادراک نشاۃ اولیٰ میں بھی ہوتا ہے اور روح کا نشاۃ آخرت میں ہوگا پس باعتبار موطن ادراک کے اول و آخر کہہ دیا اور یا اس لئے کہ اشعار اربعہ بالا میں سب کے اول مصرعوں میں تن کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعوں میں روح کا پس باعتبار ترتیب ذکر کے اول آخر کہہ دیا اور تنبیہ سے مراد ازالہ غفلت و فضل عن ماسوی اللہ اور وصل سے مراد ذکر و قرب حق مطلب یہ کہ روح انسانی روح حیوانی کو کہ اس البدن سے متنبہ کرتی ہے کہ ہوشیاری سے منفصل ہو کر عالم قدس سے متصل ہو پس تم کو چاہئے کہ اس کا ادراک کر کے اس کے مقتضا پر عمل کرو جس کا شعر سابق میں ذکر ہو چکا کہ وہ اتباع انبیاء ہے اور) تیری ایک توئی دوسری (توئی) میں مستتر ہے (مطلب یہ کہ احکام جسمیہ کے غلبہ سے احکام روحیہ ایسے مغلوب ہو گئے کہ گویا روح جسم کے اندر مدفون ہو گئی تو بصیرت سے کام لے کر اس پر مطلع ہو جس کو اوپر کہا تھا توئی خود دریا ب آگے اس ادراک و اطلاع کی مدح ہے کہ) میں ایسے خود میں شخص کا غلام ہوں (یعنی گو خود بینی علی الاطلاق مذموم مشہور ہے لیکن یہ خود بینی کہ اپنی حقیقت کو سمجھ کر اس کے مقتضا پر عمل کرے مدوح ہے اور جو مذموم ہے اس کے دوسرے معنی ہیں جس کا حاصل اس کا عکس ہے کیونکہ عجب و کبر مقتضائے وضع روح کے بالکل خلاف ہے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی وہ شہزادے بزبان حال کہنے لگے کہ) جوان (نا تجربہ کار) جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے (یعنی وقوع و حضور حادثہ کے وقت کہ مثل محاذات آئینہ کے اس وقت وہ چیز مری ہوتی ہے) بوڑھا (تجربہ کار اس چیز کو) اس (جوان) سے پہلے حشت میں دیکھ لیتا ہے (فی الحاشیہ حشت آہن کو ہنوز آئینہ ساختہ باشندادہ مراد اس سے قبل الوقوع وجہ العلاقة يعلم مما مر آنفا فی تشبیہ المرأة افسوس ہے) ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے (اور) باپ کی عنایات کے ساتھ ہم گردن کشی کرنے والے ہوئے ہم نے بادشاہ کے قول کو سہل جانا اور ان عنایت بے مثل کو (بھی سہل جانا جس کی بدولت) اب ہم خندق میں گر پڑے (اس حالت میں کہ) کشتہ اور مجروح بلا (ہو گئے) بدوں (ظاہری) کارزار کے (کہ اس میں کشتہ و مجروح ہونا عجیب نہیں ہوتا) ہم کو اپنی عقل اور دانائی پر اعتماد ہو گیا (اس سے یہ سمجھے کہ قلعہ میں جانے سے ضرر میں کیوں پڑنے لگے) جس سے یہ بلا پیش آئی بدوں کسی مرض کے اور بدوں (کسی کی) غلامی کے ہم نے اپنے کو ایسا دیکھا جیسا اپنے کو بیمار دق (دیکھتا ہے یعنی اگر مرض یا غلامی کی ذلت و مشقت سے اضمحلال ہو تو عجب نہیں ہم بدوں ان اسباب کے ویسے ہی ہو گئے علت خفیہ (جو ہمارے اندر مرتبہ استعداد میں تھی اور جس کو دیکھ کر بادشاہ نے تحذیر کی تھی وہ مرتبہ فعلیت میں آنے کے بعد) اب (ہم کو) ظاہر ہوئی (آگے تفسیر ہے کنون کی یعنی) بعد اس کے کہ ہم (عشق میں) مقید اور (اس کے) شکار ہو گئے (آگے تین شعر میں انتقال ہے مضمون وجوب اتباع شیخ کی طرف بمناسبت ظہور ضرر عدم اتباع پدر کے یعنی) رہبر کا سایہ (غیر محقق کے لئے) ذکر حق سے بہتر ہے (جو کہ قبل سایہ رہبر کے ہو وجہ یہ کہ نافعیت خاصہ ذکر کی جن شرائط سے مشروط ہے مثل خلوص و استعداد خاص وہ شرائط غیر محقق کے لئے عادیہ موقوف ہیں استفادہ عن الشیخ پر اور شرط میں اشتغال افضل ہے اشتغال فی



المشرط قبل الشرط سے مثلاً ایک شخص کو وضو نہ ہو جو کہ شرط نماز ہے تو اس شخص کو وضو کرنا افضل ہے بلا وضو نماز پڑھنے سے البتہ چونکہ یہ شرط شرعی ہے اس لئے یہ افضلیت بضمن وجوب ہوگی اور استفادہ عن الشیخ شرط عادی ہے اس لئے وجوب کا علی الاطلاق دعویٰ نہ کیا جاوے گا مگر افضلیت کا حکم صحیح رہے گا اور بعد تحصیل شرط کے پھر ذکر ہی افضل ہے کیونکہ وہ مقصود ہے اور استفادہ طریق ہے اور مقصود افضل ہوتا ہے طریق سے جس طرح بعد وضو کر لینے کے وضو سے نماز افضل اور واجب ہے اسی لئے احقر نے ذکر سے بہتر ہونے میں یہ قید لگا دی ہے جو کہ قبل سایہ رہبر کے ہواہ اور یہ (ایک قناعت) (واکتفاء علی المرشد) بہتر ہے صد ہا طعام و طبق (یعنی ذکر) سے (وجہ تشبیہ اس کا روحانی غذا ہونا ہے یہاں بھی ذکر سے وہی مراد ہے جو قبل تحصیل شرط ہوا اور اس قناعت کا یہ مطلب نہیں کہ ذکر کرے ہی نہیں مقصود اصلی تو وہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بمقابلہ مجاہدہ و ریاضت و کثرت ذکر کے جو درجہ شرط میں اپنی رائے سے کئے جاویں استفادہ عن الشیخ پر کفایت کرے کہ شرط ہونے کی حیثیت سے وہ کافی ہے پھر اگر وہ کوئی ذکر ہی بتلاوے تو وہ بھی استفادہ مذکورہ کا جزو ہوگا اور اگر بجائے ذکر کے اور کچھ بتلاوے تو وہی شرط کا جزو ہوگا اور بعد محققیت پھر یہ حکم نہیں ہوگا خود اس کی تجویز صحیح ہوگی) تو نے (اس) قناعت (علی المرشد بالمعنی المذکور) کے باب میں پڑھا ہوگا اے حسن قصہ ذکر حق کا (جو بدوں استفادہ عن الشیخ کے تھا) اور قصہ ابوالحسن (خرقانی) کا جبکہ انہوں نے شیخ بایزید بسطانی سے استفادہ کیا اگرچہ روحانی طور پر کیا تھا جس کو اصطلاح میں اویسییت کہتے ہیں اس قصہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ قبل استفادہ کے ذکر سے اتنا نفع نہیں ہوا جتنا بعد استفادہ کے ہوا اور یہ قصہ مولانا نے بھی دفتر چہارم میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت بایزید کا گزر خرقان کی طرف ہوا تو آپ پر ایک حالت طاری ہوئی اور آپ نے ابوالحسن خرقانی کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور ان کی مدح کی چنانچہ وہ بعد وفات حضرت بایزید کے پیدا ہوئے اور ان کو بھی یہ قصہ معلوم ہوا وہ ان کی قبر پر جایا کرتے اور فیض حاصل کرتے یہاں تک کہ صاحب کمال ہو گئے اس مقام کے بعض اشعار یہ ہیں۔

کہ حسن باشد مرید و اتم درس گیرد ہر صبح از تر لبسم  
ہر صبحی تیز رفتے بے فتور بر سر گوش نشستے با حضور  
تا مثال شیخ پیشش آمدے تاکہ بے گفتے شکالشی حل شدے  
تا یکے روزے بیامد باسعود گورہا را برف نو پوشیدہ بود  
بانگش آمد از خطیرہ شیخ حی ہا انا ادعوک کے تسعی الی  
حال اوزان روز شد خوب و پدید آں عجائب را کہ اول می شنید

مگر یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ شیخ میت سے استفادہ کافیہ بطور خرق عادت کے ہے اصل شرط استفادہ شیخ حی سے ہے آگے مثال ہے استفادہ عن الشیخ و مجاہدات و اذکار بالرائے کی کہ (چشم بینا بہتر ہے تین سو عصا سے) (جو نابینا کے پاس ہوں کیونکہ) (چشم) (بینا) موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے (اور نابینا عصا سے نہیں پہچانتا اس لئے غلطی میں پڑتا ہے اسی طرح شیخ سے دقائق و غوامض طریق کی بصیرت اور امتیاز بین النافع والضرر للباطن حاصل ہوتا ہے اور محض رائے سے نہیں ہوتا پھر رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادے اس تصویر کو دیکھ کر صاحب تصویر کے (تفحص میں واقع ہوئے اسی وقت) (کہ) یہ تصویر عجیب کس کی ہے جہان میں بعد تفحص بسیار کے اثنائے سیر میں اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت (و صاحب کشف) نے (جو کہ اس نواح میں ہوں گے) حل کیا (جس کا بیان آگے آتا ہے اور اس کا یہ حل کرنا) (راہ گوش) (و سماع روایت) سے نہیں

(تھا کہ اس شیخ نے کسی سے سنا ہوا درس کر کہہ دیا ہو) بلکہ الہام ہوش سے (تھا لفظ ہوش سے شاید بیداری مراد لے کر اشارہ اس طرف ہو کہ وہ الہام خواب کا نہ تھا کہ یہ تو عوام کو بھی ہوتا ہے بلکہ بیداری کا تھا آگے ان شیخ کی مدح ہے کہ) اسرار ان کے سامنے بے حجاب (ظاہر) تھے (یعنی کشف میں کامل تھے) ان شیخ نے کہا کہ یہ ایک رشک پرویس کا نقشہ ہے (یعنی) یہ شہزادی چین کی تصویر ہے (فی الغیث پروین شش ستارہ کو چک کہ باہم مجتمع اندوآں درایام زمستان از اول شب نمایاں باشنداد) شاہ چین ایک دختر بے مثال رکھتا ہے (جو) خوبی میں اور کمال میں اور جمال میں (بے مثل ہے فی الغیث ہمال بالفتح ہمتاھ) وہ (دختر) مثل روح کے اور مثل پری کے پنہاں ہے (اور) وہ ایک مکتوم پردہ ایوان میں ہے (یعنی ایوان کے اندر خود ایک پردہ مکتوم ہے کہ اہل ایوان بھی اس پردہ پر مطلع نہیں وہ اس پردہ میں رہتی ہے) اس کی طرف نہ مرد راہ رکھتا ہے اور نہ عورت شاہ (چین) نے اس کو فتنوں سے پنہاں رکھا ہے۔ بادشاہ اس کے نام (تک) پر اس قدر غیرت رکھتا ہے کہ پرندہ بھی اس کے بام پر نہیں اڑ سکتا (اور یہ درجہ قصویٰ ہے غیرت کا یعنی کوئی اس کا نام لے یہ بھی ناگوار ہے آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال واقع ہو گیا (جس کے حصول کی کوئی توقع قریب نہ ہو) کسی شخص کو خدا کرے ایسا خیال نہ ہووے (کہ بجز پریشانی کے کوئی حاصل نہیں ابدایا زمانا طویلا اور) یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے جہالت کا تخم بویا اور (تخم جہالت بونا یہ ہے کہ) اس نصیحت کو (جیسی باپ نے کی تھی) بے قدر اور سرسری قرار دیا (اور) اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا کہ میں عقل سے اپنا کام پیش لے جاؤں گا (حالانکہ امر واقعی یہ ہے کہ) آدھا ذرہ اس توجہ (مرشد شفیق) کا بہتر (نافع) ہوتا ہے (جبکہ اس پر عمل کیا جاوے) اس سے کہ تدبیر عقل سے تین سو حصے دیکھ بھال (اور احتیاط) ہو (فی الغیث صد چشم داشتن آگے تفریع ہے اس بہ بود پر یعنی جب یہ بات ہے تو) اے امیر (تو جو اپنی امارت اور انفاذ رائے کے گھمنڈ میں ہے) تو اپنی تدبیر (اور امارت و استقلال رائے) کو ترک کر (اور اس خود رائے سے) پاؤں باہر نکال لے (اور) توجہ (مرشد) کے سامنے فنا ہو جا (یعنی مثل میت فی ید الغسل منقاد ہو جا اور) یہ (مقصود مدلول بقولہ کہ بر من کار خود با عقل پیش المذکور قریباً) بقدر حیلہ معدود کے نہیں (معدود و قید واقعی ہے یعنی تیری رائے اور عقل سے جو حیلے اور تدبیریں تجویز ہوں گی وہ ایک حد اور شمار تک پہنچ کر ختم ہو جاویں گی اور آگے راہ سلوک میں ایسے مواقع پیش آویں گے جہاں وہ کام نہ دیں گی اس لئے ضرورت ہے ان حیل کو چھوڑ کر انقیاد لا مراشیخ کی چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تک تو (امر شیخ کے سامنے) فنا نہ ہو گا ان حیلوں سے کچھ نفع نہیں ہے۔ (غرض) جب تک تو (بالمعنی المذکور) مرگیا نہیں نفع کب حاصل کرے گا (پس) جا مر جا اور ہستی (وبقا) کل حصہ (کہ اصل نفع ہے) حاصل کر۔ ف اور جاننا چاہئے کہ احقر نے جو عنایت کی تفسیر میں توجہ مرشد اور فناء کی تفسیر میں انقیاد لا شیخ کہا ہے مقصود اس سے اس کا بمقابلہ اجتہاد و رائے کے مقصود کہنا ہے ورنہ واقع میں وہ بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات عنایت حق اور انقیاد الحق ہے مگر قصہ کی خصوصیت قرینہ اس کا ہوا کہ یہاں اس مقصود بالعرض ہی کا ذکر کرنا ہے کما۔ نظہر بالنظر الی قولہ قبلہ و آں نصیحت را کساد و اہل داشت و نحوہ و قولہ قبل ذلک سایہ رہبر بہ است اور مقصود بالذات کا ذکر حکایت آئندہ کے بعد ہے غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر در نگیرد با خدائے اے حیلہ گراالی قولہ بلکہ مرکش بے عنایت نیز نیست اور اس حکایت کی مناسبت یہ ہے کہ جس طرح اس طالب علم نے بہت سی تدبیروں سے صدر جہان سے لینا چاہا مگر نافع نہ ہوئیں ایک روز مردہ بن کر اس کے سامنے پیش ہوا اور مل گیا چنانچہ اس نے جب اپنی اس تدبیر پر فخر کیا کہ دیکھو کیسے لے لیا تو اس نے یہی جواب دیا گفت لیکن تانمردی اے عنود از جناب من نبردی ہیچ سود۔



حکایت صدر جہان بخاری کہ ہر سال کے کہ بزبان بخواستے از صدقہ عام او محروم شدے و آں دانشمند درویش بفراموشی و تجلیل بزبان خواست و صدر جہاں روی از و بگردانید و او ہر روز حیلہ نو ساختے و خود را گاہ زن کردے زیر چادر و گاہ نابینا و گاہ روی خود بہ بستے او بفراموشی شناختے صدر جہاں بخاری کی حکایت کہ جو سائل زبان سے مانگتا اس کے عام صدقے سے محروم ہو جاتا اور اس عقلمند درویش نے بھول کر اور جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدر جہان نے اس سے منہ پھیر لیا اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپا لیتا اور وہ اس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در بخارا خوی آں صدر اجل	بود با خواہندگان حسن عمل
بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت	سائلین کے ساتھ حسن معاملہ تھا
داد بسیار و عطای بے شمار	تا بشب بودے ز جودش زر نثار
داد بسیار اور عطاءئے بے شمار	رات تک اس کے جود سے سونا بکھرا جاتا تھا
زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود	تا و جودش بودی می افشانند جود
وہ سونے کو کاغذ کے پرچوں میں لپیٹ لیتا تھا	جب تک وہ موجود رہتے وہ جود افشانی کرتا تھا
ہمچو خورشید و چوماہ پاکباز	آنچہ گیرند از ضیابد ہند باز
مثل خورشید اور مثل ماہ پاکبان کے	کہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دے دیتے ہیں
خاک را زر بخش کہ بود آفتاب	زر از و درکان و گنج اندر خراب
خاک کو زر دینے والا کون ہوتا ہے آفتاب	زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اسی سے ہے
بتلایاں رابدے روزے عطا	روز دیگر بیوگاں را آں سخا
ایک دن تو بتلایاں مرض کے لئے عطا ہوتی	دوسرے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لئے ہوتی
روز دیگر بر علویان مقل	بافقیہان روز دیگر مشغول
ایک دن نادری علویوں پر	ایک دن طالب علموں کے ساتھ مشغول ہوتا
روز دیگر بر تہیدستان عام	روز دیگر برگرفاران دام
ایک دن عام تہی دستوں پر	ایک دن گرفتاران قرض پر
روز دیگر بر یتیمان صغیر	روز دیگر بر ضعیفان اسیر
ایک دن یتیم بچوں پر	ایک دن ضعیف قیدیوں پر

روز دیگر بہر ابناء السبیل	روز دیگر مرمکاتب را کفیل
ایک دن مسافروں کے لئے	ایک دن مکاتب کے لئے کفیل
شرط او بود آں کز وکس بازباں	زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں
اس کی یہ شرط تھی کہ اس سے کوئی شخص زبان سے	بالکل زر نہ مانگے اور منہ نہ کھولے
لیک خامش بر حوالی رہش	ایستادہ مفلساں دیوار وش
لیکن خاموشی کی حالت میں اس کے راستہ کے گرداگرد	مفلس لوگ دیوار کی طرح کھڑے رہتے تھے
ہر کہ کردے ناگہاں بالب سوال	زونبردے زیں گنہ یک حبه مال
جو شخص اتفاقاً لب سے سوال کر بیٹھتا	تو اس جرم کے سبب وہ اس سے ایک حبه مال نہیں لے سکتا تھا
من صمت منکم نجابد یا سہ اش	خامشاں را بود کیسہ و کاسہ اش
من صمت منکم نجبا اس کا قانون تھا	خاموشوں کے لئے اس کا کیسہ اور کاسہ تھا
بر نکوشی داشت عشق و تا سہ اش	بر خموشی بود عشق و یا سہ اش
عدم جہد پر رکھنا اپنا عشق اور اشتیاق	خاموشی پر تھا اس کا عشق اور قانون
نادر اروزے یکے پیرش جد گرفت	ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اتفاقاً ایک روز کسی بڑھے نے کہہ دیا	مجھ کو زکوٰۃ دے دے کہ میں گرنگی کا قرین ہوں
منع کرد از پیرو پیرش جد گرفت	ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اس نے بوڑھے سے روک لیا اور بوڑھے نے اس کا پیچھا لے لیا	خلقت بوڑھے کے سر ہونے سے تعجب میں رہ گئی
گفت بس بے شرم پیری اے پدر	پیر گفت از من توئی بے شرم تر
صدر جہاں نے کہا کہ تو بڑا بے حیا بڑھا ہے	بڑھے نے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ بے حیا ہے
کایں جہاں خوردی و خواہی تو ز طمع	کاں جہاں با ایں جہاں گیری نجع
کیونکہ یہ سب جہاں تو تو کہا گیا اور تو طمع کے سبب یہ چاہتا ہے	کہ وہ جہاں بھی اس جہاں کے ساتھ جمع کر کے لے لے
خندہ اش آمد مال داد آں پیر را	پیر تنہا برد آں توفیر را
اس کو ہنسی آ گئی اس بوڑھے کو مال دے دیا	بوڑھا تنہا اس مال کثیر کو لے گیا
غیر آں پیر آنچہ خواہندہ ازو	نیم حبه زر ندید و نے تسو
بجز اس شخص کے کسی مانگنے والے نے اس سے	آدھا حبه زر بھی نہیں دیکھا اور نہ ایک تسو



نوبت و روز فقیہاں ناگہاں	یک فقیہ از حرص آمد در فغاں
طالب علموں کی باری اور دن میں اچانک	ایک طالب علم حرص سے فغاں کرنے لگا
کرد از ریہا بے چارہ نبود	گفت ہر نوع نبودش ہیچ سود
اس نے بہتری زاری کی کچھ مفید نہ ہوئی	سب ہی قسم کی باتیں کہیں اس کو کچھ نفع نہ ہوا
روز دیگر بار کو پیچیدہ پا	پاکش اندر صف قوم بتلا
کسی دن چیتھڑوں سے پاؤں کو لپٹے ہوئے	پاؤں کو گھمٹتا ہوا قوم بتلایاں مرض میں
تختہ ہا بر ساق بست از چپ و راست	تاگماں آید کہ او اشکتہ پاست
تختیاں ساق پر چپ و راست سے باندھ لیں	تاکہ گمان ہو کہ یہ شکتہ پا ہے
دیدش و بشناختش چیزے نداد	روز دیگر رو پوشید از لباد
صدر جہاں نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہیں دیا	اس نے کسی اور دن نمده سے منہ چھپایا
تاگماں آید کہ نابینا ست او	درمیان اعمیاں برخاست او
اس غرض سے کہ یہ گمان ہو کہ یہ نابینا ہے	اندھوں کے درمیان اٹھا
ہم بدانتش ندادش آں عزیز	از گناہ و جرم گفتن ہیچ چیز
اس عزیز نے اس کو پھر یہی جان لیا	بوجھ بولنے کے گناہ و جرم کے اس کو کوئی چیز نہیں دی
چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید	چوں زناں او چادرے بر سر کشید
جب وہ صدہا اقسام فریب سے عاجز آ گیا	تو اس نے عورتوں کی طرح سر پر ایک چادر اوڑھی
درمیان بیوگاں رفت و نشست	سرفروا فکند و پنہاں کرد دست
بیوہ عورتوں میں گیا اور بیٹھ گیا	سر نیچا کر لیا اور ہاتھ چھپا لیا
ہم شناسیدش ندادش صدقہ	دردش آمد ز حرماں حرقہ
اس نے اس کو پھر بھی پہچان لیا اس کو صدقہ نہ دیا	اس کے دل میں محرومی سے ایک سوز پیدا ہو گئی
رفت او پیش کفن خواہے پگاہ	کہ بہ پیچم در نمذ نہ پیش راہ
وہ صبح کے وقت ایک کفن مانگنے والے کے پاس گیا	کہ مجھ کو ایک نمده میں لپیٹ دے راستہ میں رکھ دے
ہیچ مکشالب نشین و می نگر	تا کند صدر جہاں زیں جا گزر
لب بالکل مت کھولنا اور دیکھتا رہنا	تاکہ صدر جہاں اس جگہ سے گزرے

بو کہ بیند مردہ پندارد بظن	زر در اندازد پئے وجہ کفن
شاید کہ وہ دیکھے گمان سے مردہ سمجھے	امداد کفن میں زر ڈال دے
ہرچہ بدہد نیم آں بدہم بتو	ہمچناں کرد آں فقیر حیلہ جو
وہ جو کچھ دے گا اس کا نصف تجھ کو دوں گا	اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا
در نمد پیچید و در رانش نہاد	مبعر صدر جہاں آنجا فتاد
نمدہ میں لپیٹا اور اس کے راستہ میں رکھ دیا	صدر جہاں کا عبور اس جگہ واقع ہوا
زر در اندازید بر روی نمد	دست بیروں کرد از تعجیل خود
نمدہ کے اوپر زر ڈال دیا	اس نے جلدی سے خود ہاتھ باہر کر دیا
تا نگیرد آں کفن خواہ آں صلہ	تا نہاں نکند ازو آں وہ دلہ
تاکہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ لے لے	تاکہ وہ متردد اس سے پوشیدہ نہ کر لے
مردہ از زیر نمد بر کرد دست	سر بروں آمد پئے دستش ز پست
مردہ نے نمدہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا	ہاتھ کے پیچھے اس نے نیچے سے سر بھی نکال دیا
گفت با صدر جہاں چوں بستم	اے بستہ بر من ابواب کرم
صدر جہاں سے کہا میں نے کس طرح لے لیا	اے شخص جس نے مجھ پر ابواب کرم کو بند کر دیا تھا
گفت لیکن تا نمرودی اے عنود	از جناب من نبردی ہیچ سود
اس نے جواب دیا اے معاند جب تک تو مر نہیں گیا	میری بارگاہ سے تو کوئی نفع حاصل نہیں کر سکا
سرمو تو قبل موت ایں بود	کز پس مردن غنیمتہا رسد
راز موتہا قبل ان تموتہا کا یہی ہے	کہ مرنے کے پیچھے غنیمتیں پہنچتی ہیں
غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر	در نگیرد با خدا اے حیلہ گر
بجز مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری	خدا تعالیٰ کے ساتھ اثر نہیں کرتی اے حیلہ گر
یک عنایت بہ ز صدگوں اجتہاد	جہد را خوف ست از صدگوں فساد
ایک عنایت بہتر ہے صدہا اقسام کی کوشش سے	کوشش کو سو طرح کے مفاسد سے اندیشہ ہے
واں عنایت ہست موقوف ممات	تجربہ کردند ایں رہ را ثقات
اور وہ عنایت موقوف ہے موت پر	اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے



بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست	بے عنایت ہاں وہاں جائے مائست
اس کی مرگ بھی بے عنایت نہیں ہے	خبردار خبردار بے عنایت کے کہیں مت کھڑا ہونا
آں زمرہ باشد ایں افعی پیر	بے زمرہ کے شود افعی ضریر
وہ زمرہ ہے یہ افعی کہنہ ہے	بدوں زمرہ کے افعی کب اندھا ہوتا ہے

بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت سالکین کے ساتھ حسن معاملہ تھا (آگے بدل ہے حسن عمل کا یعنی) داد بسیار اور عطائے بے شمار (اور دن بھر) رات تک اس کے جود سے سونا بکھیرا جاتا تھا وہ سونے کو کاغذ کے پرچوں میں لپیٹ کر پڑیاں سی بنا لیتا تھا جب تک وہ (اس کے پاس) موجود رہتے وہ جود افشانی کرتا تھا مثل خورشید اور مثل ماہ پاکباز کے کہ جو کچھ روشنی (عطائے حق سے) حاصل کرتے ہیں (اہل ارض کو) دے دیتے ہیں (اسی طرح اس کے پاس جو کچھ خدا کا دیا ہوا ہوتا تقسیم کر دیتا آگے ایک مشبہ بہ یعنی خورشید کی فیض بخشی بیان فرماتے ہیں کہ) خاک کو زردینے والا کون ہوتا ہے آفتاب زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اسی (کے فیض) سے ہے (کیونکہ معدن میں سونے کے ٹکون میں جن بخارات کا دخل ہے وہ اثر آفتاب کا ہے پھر معدن سے نکال کر خزانہ میں پہنچتا ہے پس دونوں جگہ اس کا وجود مسبب آفتاب سے ہوا اور اس صدر جہاں کے یہاں) ہر صبح سے ایک ایک گروہ کا وظیفہ (مقرر) تھا (جس کا بیان آگے آوے گا) تاکہ کوئی گروہ اس سے محروم نہ رہے (یعنی) ایک دن تو مبتلایان مرض کے لئے عطا ہوتی دوسرے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لئے ہوتی ایک دن نادار علویوں پر (بذل ہوتا علویان را بضر ورت وزن بضم لام و سکون واو خواندہ شود کذافی الحاشیہ) ایک دن طالب علموں کے ساتھ مشغول ہوتا ایک دن عام تہی دستوں پر (عطا ہوتی) ایک دن گرفتاران قرض پر ایک دن یتیم بچوں پر ایک دن ضعیف قیدیوں پر ایک دن مسافروں کے لئے (مخصوص تھا) ایک دن مکاتب (غلام) کے لئے کفیل (تھا مگر اس عطا کے ساتھ) اس کی یہ شرط (عجیب) تھی کہ اس سے کوئی شخص زبان سے بالکل زرنہ مانگے اور منہ (بالکل) نہ کھولے لیکن خاموشی کی حالت میں اس کے راستہ کے گرد اگر مفلس لوگ دیوار کی طرح کھڑے رہتے تھے (اور) جو شخص اتفاقاً سب سے سوال کر بیٹھتا تو اس جرم کے سبب وہ اس سے ایک حبہ مال نہیں لے سکتا تھا من صمت منکم نجا (کا مضمون) اس کا قانون تھا (یعنی اس کا شدت سے عامل تھا فی الغیاب یا سہ آرزو و حکم و قانون و سیاست اور) اور خاموشوں کے لئے اس کا کیسہ (زر) اور کاسہ (طعام) تھا۔ عدم جہد پر رکھتا اپنا عشق اور اشتیاق (تاسہ بے قراری و اضطراب کذافی الغیاب اور) خاموشی پر تھا اس کا عشق اور قانون۔ اتفاقاً ایک روز کسی بڈھے نے کہہ دیا مجھ کو زکوٰۃ دے دے کہ میں گرنگی کا قرین ہوں اُس نے (اُس) بوڑھے سے (داد و ہش کو) روک لیا اور بوڑھے نے اس کا پیچھا لے لیا خلقت بوڑھے کے سر ہونے سے تعجب میں رہ گئی (کہ بوجہ خلاف عادت ہونے کے اس کو ملے گا نہیں اور یہ اثر ہا ہے تو ضرور اس پر سختی ہوگی یہ ڈرتا نہیں) صدر جہاں نے کہا کہ ارے باوا تو بڑا بے حیا بڈھا ہے (کہ اس قدر حریص ہے کہ انکار پر بھی تیری حرص نہیں گئی) بڈھے نے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ بے حیا ہے کیونکہ یہ جہاں تو تو کہا گیا (یعنی خوب اسباب و سامان جمع کیا) اور (اب) تو طمع (و حرص) کے سبب یہ چاہتا ہے کہ وہ جہاں بھی اس جہان کے ساتھ جمع

کر کے لے لے (تو اگر حرص علامت ہے بے حیائی کی تو مجھ سے بڑھ کر حرص تجھ میں ہے یہ اس نے ایک لطیفہ کہا بطور مدح بمایہ الذم کے پس اس لطیفہ سے) اس کو ہنسی آ گئی (اور) اس بوڑھے کو مال دے دیا (اور وہ) بوڑھا تنہا اس مال کثیر کو لے گیا (آن کا مشارالیه وہ مقدار جو اس کو ملی تھی بس) بجز اس (بوڑھے) شخص کے (کہ اس کو اپنے معمول کے خلاف عارض لطیفہ سنجی کے سبب دے دیا باقی) کسی زبان سے) مانگنے والے نے اس سے آدھاجہ زر بھی نہیں دیکھا اور نہ ایک سو (زر دیکھا فی الغیث جبہ رتی وفیہ طسوج ربع دانگ کہ مقدار دو جہ است معرب تسوا یک روز یہ قصہ ہوا کہ) طالب علموں کی باری اور دن میں اچانک ایک طالب علم حرص سے فغاں کرنے لگا (اور اس کے انکار پر اس نے بہتیری رازی کی) (مگر کچھ مفید نہ ہوئی اور مقصد برآری کے لئے) سب ہی قسم کی باتیں کہیں (مگر) اس (طالب علم کو) (ان سے) کچھ نفع نہ ہوا (اب اس نے صورت بدل کر دھوکہ دے کر اس سے لینا چاہا چنانچہ) کسی دن چیتھروں سے پاؤں کو لپیٹے ہوئے پاؤں کو گھسیٹتا ہوا قوم مبتلایان مرض میں (اس حالت سے آ بیٹھا کہ) تختیاں (مثل جبار کے) ساق پر چپ و راست سے باندھ لیں تاکہ گمان ہو کہ یہ شکستہ پا ہے (شعر روز دیگر الخ میں عامل مقدر ہے بقریئہ مقام چنانچہ تقریر ترجمہ میں احقر نے اسی کو ظاہر کر دیا یعنی آ بیٹھا فی الغیث رکود رکوی در کوہ در کوک ہمہ بضمتین بمعنی لتہ وجامہ کہنہ و مطلق کر پاس لیکن) صدر جہاں نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہیں دیا اس نے کسی اور دن نمدہ سے (کذا فی الغیث) منہ چھپایا (اور) اس غرض سے کہ یہ گمان ہو کہ یہ نابینا ہے اندھوں کے درمیان (شامل ہو کر) اٹھا (جبکہ وہ لینے کے لئے اٹھے پس لفظ تا متعلق بر خاست کے ہے جو مصرعہ ثانیہ میں ہے نہ کہ پوشید کے جو شعر سابق میں ہے) اس عزیز نے اس کو پھر بھی جان لیا (اور) بوجہ بولنے کے (اس) گناہ و جرم کے اس کو کوئی چیز نہیں دی جب وہ صد ہا اقسام فریب (کے استعمال) سے عاجز آ گیا تو اس نے (ایک دن) عورتوں کی طرح سر پر ایک چادر اوڑھی (اور) بیوہ عورتوں میں گیا اور بیٹھ گیا (اور) سر نیچا کر لیا اور ہاتھ (کپڑے میں) چھپالیا (اور کپڑے میں لپٹا ہوا پھیلا دیا ہوگا مگر) اس نے اس کو پھر بھی پہچان لیا (اور) اس کو صدقہ نہ دیا اس (طالب علم) کے دل میں (اس) محرومی سے ایک سوز پیدا ہو گئی (آخر) وہ (ایک روز) صبح کے وقت ایک کفن مانگنے والے کے پاس گیا (فی الحاشیہ عن المنج القوی کفن خواہ شخصیکہ از برائے مساکین و فقراء از اغنیاء کفنها جمع نماید تا بوقت حاجت بکار آید اھ گویم چنانکہ در زمان ماکارا نجنم ہاست و ممکن ست کہ اور اھم چیزے در صلہ خدمت دادہ باشند اور اس کے پاس جا کر کہا) کہ مجھ کو ایک نمدہ (کہنہ) میں (جس سے فقر مترشح ہو) لپیٹ دے (اور اس ہیئت سے مجھ کو اس کے) راستہ میں رکھ دے (تاکہ وہ مردہ سمجھے اور) لب بالکل مت کھولنا اور دیکھتا رہنا تاکہ صدر جہاں اس جگہ سے گزرے۔ شاید کہ وہ دیکھے (اور) گمان سے مردہ سمجھے (اور) امداد کفن میں (کچھ) زر ڈال دے (اور) وہ جو کچھ (کفن کے لئے) دے گا اس کا نصف تجھ کو دوں گا (چنانچہ) اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا (کہ اس کو) نمدہ میں لپیٹا اور اس (صدر جہاں) کے راستہ میں رکھ دیا (اور) صدر جہاں کا عبور اس جگہ واقع ہوا (اور) مردہ سمجھ کر) نمدہ کے اوپر زر ڈال دیا اس (طالب علم) نے جلدی سے خود ہاتھ باہر کر دیا تاکہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ لے لے تاکہ وہ (فقیر) متردد (اس رقم کو) اس سے پوشیدہ نہ کر لے (یعنی اگر وہ لیتا تو احتمال تھا کہ شاید اس کو پوری اطلاع نہ کرتا کچھ خیانت کر لیتا اور وہ دلہ بمعنی متردد اس کو بعض حالات کے اعتبار سے کہا کیونکہ خائن کبھی خیانت کے قبل



سوچا بھی کرتا ہے کہ خیانت کروں یا نہ کروں غرض اس جعلی (مردہ نے نمندہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا) (اور) ہاتھ کے پیچھے اس نے (کپڑے کے) نیچے سے سر بھی نکال دیا (اور) صدر جہاں سے کہا (کہ دیکھو) میں نے کس طرح (تم سے) لے لیا اے شخص جس نے مجھ پر ابواب کرم کو بند کر دیا تھا اس نے جواب دیا (کہ لیا تو سہی) اے معاند جب تک تو مر نہیں گیا (گو تشبیہا ہی سہی اس وقت تک) میری بارگاہ سے تو کوئی نفع (مالی) حاصل نہیں کر سکا (اور اس میں ایک لطیفہ ہے کہ انکار تو تجھ سے تھا جب تو نہ رہا میرا انکار بھی نہ رہا اور ظاہری سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدر جہاں غایت فراست سے اس کی حرکات کے تشابہ سے پہچان لیتا تھا چونکہ اس حالت میں کوئی حرکت نہیں ہوئی کوئی ذریعہ شناخت کا نہ تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) راز موت تو اقبل ان تموتو اکا یہی ہے کہ مرنے کے پیچھے غیمتیں پہنچتی ہیں (یہی مضمون اس حکایت سے پہلے بھی تھا تا نیری سود کے خواہی رہودا الخ) بجز مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری خدا تعالیٰ کے ساتھ اثر نہیں کرتی (یعنی نافع نہیں ہوتی لان اللہ تعالیٰ منزہ عن التأثر فی الکلام مجاز) اے حیلہ گر (اور یہ موت اس لئے نافع ہوتی ہے کہ یہ سبب ہے عنایت کا کماسیاتی فی قولہ واں عنایت الخ اور عنایت ایسی چیز ہے کہ) ایک عنایت (جس کو جذب کہتے ہیں) بہتر ہے صد ہا اقسام کی کوشش سے (جس کو سلوک کہتے ہیں کیونکہ) کوشش کو سوطر ح کے مفاسد سے اندیشہ ہے (کہ عمل میں ریا ہو جاوے عجب ہو جاوے وغیرہ ذلک مما یسوخ للسالکین) اور وہ عنایت (عادۃ) موقوف ہے موت (مذکور) پر اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے (اس سے یہی مشاہدہ ہوا آگے ترقی ہے کہ یہ موت بھی واسطہ عادیہ ہے لولاہ لامتنع نہیں ہے لولاہ لامتنع صرف عنایت ہے پس اصل چیز وہی ہوئی چنانچہ یقینی بات ہے کہ) اس (سالک) کی مرگ بھی بے عنایت نہیں ہے (اور عنایت کے موقوف علی الممات ہونے سے جو کہ اوپر مذکور ہے اور ممات کے موقوف علی العنایۃ ہونے سے جو یہاں مذکور ہے دور کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ عنایت کے افراد بہت ہیں تو فیتق ممات اور عنایت سے ہوئی قال تعالیٰ و ما کان لنفس ان تو من الابدان اللہ پھر اس ممات کے بعد دوسری عنایت متوجہ ہوئی قال تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین دونوں توقفوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا توقف بمعنی لولاہ لامتنع ہے اور دوسرا توقف صحیح لدخول الفاء ہے مگر چونکہ عنایت کا ہر درجہ مطلوب ہے اس لئے ممات کی کوشش کی جاوے گی تا کہ وہ دوسری فرد بھی حاصل ہو یہاں جو پہلے توقف کو بیان فرمایا ہے اس سے دوسرے توقف کی نفی یا اس کا غیر واقع ہونا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف تصحیح عقیدہ وعدم وثوق علی فعل نفسہ پر تنبیہ کے لئے بیان کیا ہے باقی عمل میں دوسرا توقف بھی واجب الاستحضار ہے اور جب عنایت ایسی چیز ہے پس) خبردار خبردار بے عنایت کے کہیں مت کھڑا ہونا (یعنی جو کام کرے نظر عنایت پر ہو اور اس کی درخواست بھی ہو گو کام میں بھی سعی ضروری ہے حسب تعلیم انبیاء و اولیاء نہ بالرائے والہوی اور) وہ (عنایت مثل) زمر (کے) ہے (اور) یہ (نفس مثل) افعی کہنہ (کے) ہے (سو) بدوں زمر کے افعی کب اندھا ہوتا ہے (کہ جس کے بعد پھر وہ ضرر نہیں پہنچا سکتا اسی طرح نفس کی شرارت اور مضرت اصل عنایت سے زائل ہوتی ہے اور اس کا مشار الیہ گو مذکور نہیں مگر قرینہ مقام سے مفہوم ہوتا ہے دل علیہ الممات لکونہ مصافا الی النفس و دل علیہ هذا التشبیہ ایضا کما ہو مشہور)

فائدہ:- آگے عنایت واجتہاد کے اثر کے تفاوت کو ایک حکایت تمثیلی سے واضح فرماتے ہیں کہ عنایت مثل

سوئے زنج کے ہیں کہ حفظ کے لئے قلیل بھی کافی ہیں اور اجتہاد مثل خشت کثیر کے بھی ناکافی ہے۔

حکایت آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امر در عزب خانہ مخفتند شبے اتفاقاً امر دہشتے چند  
بر در مقعد خود انبار کرد و عاقبت رباب دب آورد و آں شہتہارا کیلہ از بالائے مقعد او برمی  
داشت و آں کودک بیدار شد و بخشم گفت کہ شہتہا گو چرا برداشتی و او گفت چرا نہادی  
ان دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چگی داڑھی والا اور ایک بغیر داڑھی کا تھا وہ ایک رات اتفاقاً مردانہ  
مکان میں سو گئے بغیر داڑھی والے نے اپنی مقصد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر لگایا اور انجام کار معلم نے  
اغلام کیا اور اس نے ان اینٹوں کو تدبیر سے مقعد پر سے ہٹا رہا تھا وہ لڑکا جاگ گیا اور غصہ سے کہا کہ بتا  
اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور اس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

امردے و کوسہ در انجمن	آمدند و مجمعے بد در وطن
ایک امرد اور ایک کوسہ ایک انجمن میں	آئے اور کوئی جلسہ تھا وطن میں
مشتغل ماندند قوم منتخب	روز رفت و شد زمان ثلث شب
قوم منتخب مشغول رہے	دن گزر گیا اور ثلث شب کا وقت ہو گیا
زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس	ہم نجفتند آں شب از بیم عس
اس مجرد خانہ سے وہ دو شخص نہ گئے	اسی طرف سو گئے بوجہ خوف عس کے
کوسہ را بدبر زخنداں چار مو	لیک ہیمچوں ماہ بدرش بو درو
کوسہ کے زخندان پر چار بال تھے	لیکن اس کا چہرہ مثل ماہ بدر کے تھا
کودک امرد بصورت بود زشت	ہم نہاد اندر پس کوں پیست خشت
کودک امرد صورت میں بد شکل تھا	پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھ لیں
لوطی دب برد شب از گمرہی	خشت ہا را نقل کرد آں مشتی
ایک لوطی بد شکل نے گمرہی سے رات گزاری	اس شہوت پرست نے اینٹوں کو منتقل کیا
دست چوں بروے زد او از جائے جست	گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست
جب اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ جگہ سے اچھلا	کہا ہائیں تو کون ہے اے نفس پرست
گفت ایں سی خشت چوں انپاشتی	گفت تو سی خشت چوں برداشتی
وہ بولا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کی تھیں	اس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں اٹھائی تھیں



گفت اے فی النار خرس مردہ ریگ	ابلہ و بے خاصیت مانند ریگ
کہا کہ اے دوزخی رچھہ کمینہ	ابلہ اور بد خاصیت مانند ریگ کے
کود کے بیمارم و از ضعف خود	کردم ایں جا احتیاط و مرتقد
میں ایک بیمار کودک ہوں اور اپنے ضعف سے	میں نے اس جگہ احتیاط کی تھی اور خوابگاہ بنائی تھی
گفت اگر داری زر نجوری تھے	چوں زرفتی جانب دار الشفے
اس نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے	تو تو شفاخانہ کی طرف کیوں نہ گیا
یا بخانہ یک طیبے مشفقے	کو کشادے از سقامت مغلقے
یا کسی مشفق طیب کے گھر	کہ وہ تیری بیماری کے افلاق کو کشادہ کرتا
گفت آخر من کجا یارم شدن	کہ بہر جامے روم من ممتحن
اس نے کہا کہ آخر میں کہا جانے کا یارا رکھتا ہوں	کہ جہاں جاتا ہوں بتلائے محنت ہوتا ہوں
چوں تو زندیقے پلیدے ملحدے	می بر آرد سر بہ پشتم چود ددے
تیرے ہی مانند کوئی زندیق پلید ملحد	میرے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے درندہ کی طرح
خانقاہے کہ بود بہتر مکان	من ندیدم یک دے دروے اماں
خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے	میں نے وہاں تو ایک ساعت امان نہ دیکھا
رو بمن آرند مشے خمر خوار	چشمہا پر نطفہ کف خایہ فشار
میری طرف متوجہ ہوتے ہیں چند شراب خوار	آنکھیں مستی کی بھری ہوئی ہاتھ عضو تناسل پر پھیرتے ہوئے
یار مرناموس را غیر نظر	نیست لیکن زان نظر دیں پر خطر
یار باناموس میں بجز نظر کے	اور کوئی حرکت نہیں لیکن اس نظر سے دین پر خطر ہے
وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر	غمرہ دزدو میدہد مالش بکیر
اور جو صاحب ناموس ہے وہ خود نیچے ہی نیچے	خفیہ غمرہ کرتا ہے اور عضو تناسل کو ملتا ہے
خانقہ چوں ایں بود بازار عام	چوں بود خرگلہ دیوان خام
جب خانقاہ یہ بازار عام ہے	تو شیاطین خام کا مجمع مشابہ گلہ خراں تو کیسا ہوگا
خر کجا ناموس و تقویٰ از کجا	خرچہ داند خشیت و خوف و رجا
خر کہاں ناموس اور تقویٰ کہاں	خر کیا جانے خشیت اور خوف اور رجا

عقل باشد ایمنی و عدل جو	برزن و بر مرد اما عقل کو
امن اور عدل جوئیدہ تو عقل ہوتی ہے	زن پر بھی اور مرد پر بھی مگر عقل کہاں ہے
ورگریم من روم سوی زناں	ہمچو یوسف اتم اندر افتناں
اور اگر میں بھاگتا ہوں عورتوں کی طرف جاتا ہوں	تو یوسف علیہ السلام کی طرح اتلاہ میں واقع ہوتا ہوں
یوسف از زن یافت زندان و فشار	من شوم تو زلیح بر پنجاہ دار
یوسف علیہ السلام نے تو عورت ہی سے زندان اور شکنجہ پایا تھا	میں پچاس دار پر منقسم ہوتا ہوں
آں زناں از جاہلی بر من تنند	اولیا شاں قصد جان من کنند
وہ عورتیں جہالت سے مجھ پر گرتی ہیں	ان کے اولیاء میری جان کا قصد کرتے ہیں
نے زمرداں چارہ دارم نز زناں	چوں کنم چوں نے از نیم نے ازاں
نہ مردوں سے مجھ کو کوئی مضر ہے نہ عورتوں سے	میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں نہ ان میں سے
بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست	گفت اوبا ایں دو مواز غم بریست
بعد اس کے اس کودک نے کوسہ کو دیکھا	کہنے لگا کہ یہ ان دو باتوں کے سبب غم سے بری ہے
فارغست از خشت و از پیکار خشت	وز چو تو مادر فروش کنگ و زشت
یہ خشت سے اور پیکار خشت سے فارغ ہے	اور تجھ جیسے مادر فروش کنگ اور زشت سے بھی
بر زنج سہ چار مو بہر نمودن	بہتر از سی خشت گردا گرد کوں
زنج پر تین چار بال نمونہ کے طور پر	بہتر ہیں تیس خشت سے گردا گرد مقعد کے
ذرہ سایہ عنایت بہتر ست	از ہزاراں کوشش طاعت پرست
ایک ذرہ سایہ عنایت کا بہتر ہے	طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے
زانکہ شیطان خشت طاعت بر کند	گر دو صد خشتست خود را رہ کند
کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹا دیتا ہے	اگر دو سو خشت بھی ہیں تب بھی اپنے لئے وہ راہ کر لیتا ہے
باعنایت او ندارد زہرہ	تا بسازد خویشتن را بہرہ
عنایت کے ساتھ وہ ذرا طاقت نہیں رکھتا	کہ وہ اپنا کوئی حصہ بنا سکے
خشت گر پرست بنہادہ تو است	آں دوسہ مواز عطای آنسو است
خشت اگر بہت بھی ہوں وہ تیری رکھی ہوئی ہیں	وہ دو تین بال اس طرف کی عطا سے ہیں



در حقیقت ہر یکے مو را ازاں	خرد منگر ہمچو کو ہے داں کلاں
حقیقت میں ان میں سے ایک ایک بال کو	چھوٹا مت سمجھ مثل پہاڑ کے بڑا سمجھ
کاں اماں نامہ وصلہ شائشی ست	خلعت خانی قطب آگہی ست
کیونکہ وہ امن نامہ اور عقائے شائشی ہے	قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے
تو اگر صد قفل بنی بر درے	بر کند آں جملہ را خیرہ سرے
تو اگر سو قفل لگا دے کسی دروازے پر	اس سب کو کوئی بے باک ہٹا سکتا ہے
شحنہ از موم اگر مہرے نہد	پہلواناں را ازاں دل بشکد
کوٹوال اگر موم کی بھی مہر کر دے	تو پہلوانوں کا دل بھی اس سے ڈرے گا
شحنہ گر مہرے نہد از موم نرم	زاں بود کوتاہ پنچہ شیر گرم
شحنہ اگر نرم موم کی بھی اگر مہر کر دے	تو اس سے عاجز ہوتے ہیں پچاس شیر شجاع
آں دو سہ تار عنایت ہمچو کوہ	سد شدہ چوں فریما در وجوہ
وہ دو تین تار عنایت کے جو مثل کوہ کے ہیں	آڑ ہو گئے جس طرح نشان کی عظمت چہروں میں
خشت را مگزاراے نیکو سرشت	لیک ہم ایمن مخسپ از دیوزشت
خشت کو بھی مت چھوڑاے نیکو سرشت	لیکن شیطان زشت سے بے خوف مت سو
رو دوسہ موزاں کرم بادست آر	وانگہاں ایمن بخسپ و غم مدار
جا دو تین بال اس کرم کے ہاتھ میں لا	اور اس وقت بے خوف ہو کر سو جا اور غم مت رکھ

(وجہ ربط اوپر مذکور ہو چکی) ایک امرد (بے ریش) اور ایک کوسہ (یعنی کم ریش کہ دو تین بال سے زیادہ نہ ہوں) ایک انجمن میں آئے (یہ انجمن دینی تھی چنانچہ آئندہ اس کو خانقاہ کہا گیا ہے نہ بمعنی متعارف بلکہ بمعنی مسکن دینداران و پارسایان) اور (آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ) کوئی جلسہ تھا (ان کے اس) وطن میں قوم منتخب (یعنی معززین داعین و مدعوین جلسہ کی کارروائی میں) مشغول رہے (کہ) دن (بھی) گزر گیا اور ملت شب کا وقت ہو گیا اس مجرد خانہ سے وہ دو شخص (جن کا ذکر شعر اول میں ہے) نہ گئے اسی طرف (یعنی اس مکان انجمن میں) سو گئے بوجہ خوف عس کے (کہ بے وقت نکلنے سے گرفتار نہ کر لے اور اس کو مجرد خانہ اس لئے کہا کہ وہاں کے ہر وقت کے باشندے ایسے ہی لوگ تھے جیسے مدارس کی حالت ہے اس) کوسہ کے زخندان پر چار بال تھے لیکن اس کا چہرہ مثل ماہ بدر کے تھا (اور وہ) کودک امرد صورت میں بد شکل تھا (مگر بدنیت لوگوں کے اندیشہ سے) پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس (تیس) اینٹیں رکھ لیں (کہ سوتے ہوئے ان کی پناہ سے کوئی مجھ پر دست درازی نہ کرے اور میں نے تیس کا لفظ اس لئے بڑھا دیا کہ آگے ابھی آتا ہے اس کی خشت چوں الخ پس تخصیص بست کی تمثیل ہے) ایک لوطی بد فعل نے گمراہی (اور بدنیتی) سے رات گزاری (یعنی اسی خیال میں موقع کا

انتظار کرتا رہا اور جب موقع پایا کہ سب سو گئے تو اس شہوت پرست نے اینٹوں کو (وہاں سے) منتقل کیا (تاکہ اس تک پہنچے اور) جب اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ (اپنی) جگہ سے (گھبرا کر) اچھلا (اور) کہا ہائیں تو کون ہے اے نفس پرست (نفس کو سگ سے تشبیہ دی گئی اور دب بمعنی جماع ہے یہاں مبالغہ صاحب جماع پر محمول کیا گیا) وہ (لوٹی) بولا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کی تھیں اس (امرد) نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں اٹھائی تھیں (اور امرد نے یہ بھی) کہا کہ اے دوزخی ریچھ کمینہ ابلہ اور بد خاصیت مانند ریگ کے (کہ اس میں استحکام نہیں ہوتا یہی اس کی بد خاصیت ہے اسی طرح تجھ میں قوت عفت و ضبط کی نہیں اور مردہ ریگ کے معنی غیاث میں ناچیز و فرومایہ کے لکھے ہیں غرض امرد نے کہا کہ اے نالائق) میں ایک بیمار کو دکھوں اور اپنے ضعف (ورنجوری) سے میں نے اس جگہ احتیاط کی تھی اور خوابگاہ بنائی تھی (کیونکہ ضعف و بیماری کے سبب مقاومت اشرا کی قوت نہ تھی اس لئے اینٹیں رکھ کر لیٹ رہا تھا) اس (لوٹی) نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے تو تو شفا خانہ کی طرف کیوں نہ گیا۔ یا کسی مشفق طبیب کے گھر (کیوں نہ گیا) کہ وہ تیری بیماری کے اغلاق کو کشادہ کرتا (فالمغلق مصدر میمی) اس (امرد) نے کہا کہ آخر میں کہاں جانے کا یا ر رکھتا ہوں کہ جہاں جاتا ہوں (وہاں ہی) مبتلائے محنت ہوتا ہوں (اس طرح سے کہ) تیرے ہی مانند کوئی زندیق پلید ملحد میرے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے درندہ کی طرح خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے (کہ مسکن ہے عباد و زہاد کا) میں نے وہاں تو ایک ساعت اماں نہ دیکھا (اور وہ بے امانی یہ ہے کہ) میری طرف متوجہ ہوتے ہیں چند شراب خوار آنکھیں مستی کی بھری ہوئی (اور) ہاتھ عضو تناسل پر پھیرتے ہوئے (اور اس مستی شہوت سے تشبیہا خمر خوار کہا گیا اور نہ اہل خانقاہ کا خمر خوار ہونا عادت بعید ہے اور پایہ تقسیم اہل خانقاہ کی نہ ہو مطلقاً فساق کی تقسیم ہے یہ تو ان کا حال ہے جن میں ذرا آزادی اور بے حیائی ہے) اور (ان اہل خانقاہ میں یا مطلق اہل فسق میں علی التوجیہ الثانی) جو صاحب ناموس ہے وہ خود نیچے ہی نیچے خفیہ غمزہ کرتا ہے اور عضو تناسل کو ملتا ہے (اور یہ بات مسلم ہے کہ) یار باناموس میں بجز نظر کے اور کوئی حرکت نہیں لیکن (یہ کیا تھوڑی بات ہے کیونکہ) اس نظر سے (بھی) دین پر خطر ہے (پس ملامت و شاعت سے کوئی سالم نہیں پس) جب خانقاہ یہ بازار عام ہے تو شیاطین خام (تالبع نفس) کا مجمع مشابہ گلہ خراں تو کیسا ہوگا (آگے اس چوں بود کا بیان ہے کہ) خر کہاں ناموس اور تقویٰ کہاں۔ خر کیا جانے خشیت اور خوف اور رجا وجہ یہ کہ) امن اور عدل جو بندہ تو عقل ہوتی ہے زن پر بھی اور مرد پر بھی (یعنی سب پر یہ اثر مذکور عقل سے ہوتا ہے) مگر (ایسے لوگوں میں) عقل کہاں (اس لئے مشابہ خروں کے ہیں اور خشیت وغیرہ سے دور ہیں یہ تو میرا حال ہے مردوں میں) اور اگر میں (مردوں سے) بھاگتا ہوں (اور) عورتوں کی طرف جاتا ہوں تو یوسف علیہ السلام کی طرح (وہاں بھی) ابتلاء میں واقع ہوتا ہوں یوسف علیہ السلام نے تو (صرف) عورت ہی (کی وجہ) سے زندان اور شکنجہ (کمانی الغیاث فشار افسردن) پایا تھا (اور) میں پچاس دار پر منقسم ہوتا ہوں (یعنی عورتوں سے بھی اور مردوں سے بھی پھر دونوں طرف احاد کثیرہ پس) وہ عورتیں جہالت سے (خود) مجھ پر گرتی ہیں (اور) ان کے اولیاء (دوارث غیظ سے) میری جان کا قصد کرتے ہیں (مگر میری اس میں کیا خطا غرض) نہ مردوں سے مجھ کو کوئی مضرت ہے (اور) نہ عورتوں سے میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں اور نہ ان میں سے بعد اس کے اس کو دکھنے کو سہ کو دیکھا کہنے لگا کہ یہ ان دو باتوں کے سبب غم سے بڑی ہے یہ خشت سے اور پیکار خشت سے فارغ ہے اور تجھ جیسے مادر فروش کنگر اور زشت سے بھی (فارغ ہے) پیکار خشت کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو آلہ مدافعت بنایا جاوے جیسے پیکار میں بعض آلات مدافعت کے ہوتے ہیں پس) زرخ پر تین چار بال (گو) نمونہ



(ہی) کے طرز پر (ہوں) بہتر ہیں میں خشت سے گردا گرد مقعد کے (آگے مولانا بطور تطبیق حکایت علی المطلب السابق کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) ایک ذرہ سایہ عنایت کا بہتر ہے طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹا دیتا ہے اگر دو سو خشت بھی ہیں تب بھی اپنے لئے وہ راہ کر لیتا ہے (شرح اس کی سرخی کے قبل اس شعر کے حل میں گذری ہے ایک عنایت بہ زصدگوں اجتہاد و غرض وہ خشت اجتہاد میں تو خلل ڈال سکتا ہے لیکن) عنایت کے ساتھ وہ ذرا طاقت نہیں رکھتا کہ ہوا پنا کوئی حصہ بنا سکے خشت (مجاہدہ) اگر بہت بھی ہیں وہ تیری رکھی ہوئی ہیں (تو تیری طاقت کی مقاومت شیطان کی طاقت سے ممکن ہے اور) وہ دو تین بال (عنایت کے) اس طرف کی عطا سے ہیں (اور طاقت شیطان مقاومت نہیں ہو سکتی قوت حق کی پس) حقیقت میں ان میں سے ایک ایک بال کو چھوٹا مت سمجھ (بلکہ) مثل پہاڑ کے بڑا سمجھ کیونکہ وہ امن نامہ اور عطائے شائستگی ہے (اور ایسے امن نامہ کے ہوتے ہوئے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا اور ایسی عطا کے ہوتے ہوئے کوئی کمی محتمل نہیں ہو سکتی آگے دوسری تعبیر ہے صلہ شائستگی کی یعنی) قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے (تعبیر اول میں عطا کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور تعبیر ثانی میں مفعول کی طرف یعنی معطی حضرت حق ہے اور معطی قطب المعرفت یعنی عارف ہی آگے مجاہدہ اور عنایت کے تفاوت کی ایک اور مثال ہے کہ) تو اگر قفل لگا دے کسی دروازہ پر اس سب کو کوئی بے باک بتا سکتا ہے (اور) کو تو ال اگر موم کی بھی مہر کر دے تو پہلوانوں کا دل بھی اس سے ڈرے گا (کیونکہ وہ سرکاری مہر ہوگی اس پر دست اندازی کرنا سلطنت کا مقابلہ ہے آگے اسی کی تاکید ہے کہ) شخہ اگر نرم موم کی بھی مہر کر دے تو اس سے عاجز ہوتے ہیں پچاس شیر شجاع (پس مجاہدہ کی مثال تمہارے قفل کی سی ہے اور عنایت کی مثال سرکاری مہر کی سی ہے آگے پھر مثال اول خشت و تار مو کی طرف عود ہے کہ) وہ دو تین تار عنایت کے جو مثل کوہ کے ہیں (تصرف شیطین سے) آڑ ہو گئے جس طرح نشان (طاعت و سجود) کی عظمت (آڑ ہو گئی تھی جو کہ صحابہ و اہل صحابہ کے) چہروں میں (نمایاں تھی۔ چہرہ سے مراد مطلق ذوات یعنی صحابہ میں جو ایک نور عظیم محلیت عنایت کا تھا اس سے شیطین مایوس عن التصرف ہو گئے تھے کما قال تعالیٰ انہ لیس له سلطان علی الذین آمنوا و علی ربہم یتوکلون اور صحابہ کا اس کا اول مصداق ہونا ظاہر ہے اور ان کے اہلہ کا مصداق ثانی ہونا بھی اور ہر چند کہ اصل چیز عنایت ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ مجاہدہ و اعمال کو ترک کر دیا جائے و قد ذکر شی من ہذانی شرح شعرواں عنایت ہست موقوف مہمات قبیل الحکایہ بلکہ) خشت کو بھی مت چھوڑاے نیکو سرشت (یعنی مجاہدہ کرتا رہ) لیکن شیطان زشت سے بے خوف مت سو (یعنی مجاہدہ پر اعتماد مت کر اور اس کو باوجود ارتکاب کے ناکافی سمجھ کر عنایت کو بھی طلب کرتا رہ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جا (اور) دو تین بال اس کرم (و عنایت) کے ہاتھ میں لا اور اس وقت بے خوف ہو کر سو جا اور غم مت رکھ (یعنی اضرار شیطان سے مامون ہو جا اور اس سے مطلق امن جو کہ منافی ایمان سے لازم نہیں آتا کیونکہ امن منافی وہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بے خوف ہو جاوے کما قال تعالیٰ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون اور امن من الشیطان ابھی آیت انہ لیس له سلطان لا یراہ فیہ میں گزر چکا ہے آگے بھی تائید ہے عنایت کی ترجیح کی عبادت و مجاہدہ پر ایک حدیث سے مع اس کے مناسب مضامین کے)

نوم عالم از عبادت بہ بود	آنچناں علمے کہ مستنبہ بود
عالم کی نوم عبادت سے افضل ہے	ایسا علم جو کہ متنبہ کرنے والا ہو

آں سکون سانح اندر آشنا	بہ ز جہد اعجی بادست و پا
پیراک کا شنوری میں وہ سکون بہتر ہوتا ہے	اس انازی کی کوشش سے جو کہ بادست و پا ہے
دست و پاساکن بآب اندر سباح	بہ رود از اعجی بانصطاح
جس کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں	وہ شنوری میں زیادہ اچھا چلے گا اس انازی سے جو کمر مارتا ہو
اجمی زد دست و پا و غرق شد	میرود سباح ساکن چوں عمد
انازی نے تو ہاتھ پاؤں مارے اور غرق ہو گیا	پیراک ساکن ہی ہو کر ضمیر کی طرح جا رہا ہے
علم دریائست بیحد و کنار	طالب علم ست غواص بحار
علم ایک دریا ہے بے حد اور بے کنار	علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے
گر ہزاراں سال باشد عمر او	او نگرود سیر خود از جستجو
اگر ہزاروں سال کی عمر ہو	وہ خود سیر نہیں ہو گا طلب سے
کاں رسول حق بگفت اندر بیاں	ایں کہ منھومان ہمالا یشبعان
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان میں فرمایا ہے	یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے

در تفسیر ایں خبر کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود منھومان لایشبعان طالب الدنیا و طالب العلم کہ ایں علم غیر علم دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علم دنیا ہم دنیا باشد بے آخرت و اگر ہمچنین باشد کہ طالب الدنیا و طالب الدنیا تکرار بودنہ تقسیم مع تقریرہ اس حدیث کی تفسیر جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے ہیں دنیا کا طلبگار اور علم کا طلبگار کہ یہ علم دنیا کے علم کے علاوہ ہو گا تا کہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اس کی پوری تقریر کے

طالب الدنیا و تو فیراتھا	طالب العلم و تدبیراتھا
طالب دنیا کا اور اس کی ترقیوں کا	طالب علوم کا اور ان کی تدبیرات کا
پس دریں قسمت چو بگماری نظر	غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر
پس اگر اس تقسیم میں تو نظر کو مسلط کرے	تو یہ علم دنیا کا مغائر ہو گا اے پدر
غیر دنیا پس چہ باشد آخرت	کت کند زینجا و باشد رہبرت
دنیا کی مغائر پھر کیا چیز ہوتی ہے آخرت	جو کہ تجھ کو اس جگہ سے دل برداشتہ کرے اور تیرا رہبر ہو



## غیر دنیا آخرت باشد یقین کاں بروز نجات آنجاے امیں

دنیا کا مغائر آخرت ہو گی یقیناً کہ وہ تجھ کو اس جگہ سے اس جگہ لے جاوے اے امیں

(ان اشعار میں علی الترتیب والمناسبت یہ مضامین ہیں اول بعنوان خاص ایک تائید ترجیح عنایت بر عبادت کی جو کہ اصل مضمون ہے مقام کا اور وہ عنوان خاص اثبات افضلیت ہے علم و معرفت کا جو کہ آثار عنایت سے ہے مجاہدہ و عبادت بلا علم و معرفت سے دوسرا مضمون مدوحیت و مطلوبیت اس علم و معرفت کی تیسرا مضمون تعین مصداق اس علم و معرفت کی اجمالاً فی المصر اع الثانی من الشعر الاول وتفصیلاً فی العنوان الشارح الحدیث منہو مان الخ اور ان تینوں مضمونوں کا ترتیب و تناسب ظاہر ہے پس فرماتے ہیں کہ حدیث کا مضمون ہے کہ (عالم کی نوم) (غیر عالم کی) عبادت سے افضل ہے (اور یہ مضمون ایک حدیث سے بانضمام ایک مقدمہ صحیح کے حاصل ہوتا ہے حدیث یہ ہے نوم العام عبادة کما فی کنوز الحقائق للہناوی عن العربی ج ۲ ص ۱۲۶ و تتمۃ الحدیث و نفسہ تسبیح یہ ایک مقدمہ ہے اور مقدمہ ثانیہ یہ ہے کہ عبادة العلم افضل من عبادة غیر العالم نتیجہ یہ ہوا کہ نوم العالم افضل من عبادة غیر العالم اور آگے مصرعہ ثانیہ سے اجمالاً اور اشعار اخیرہ سے تفصیلاً اس علم کے تعین مصداق سے ثابت ہے کہ وہ علم مانع فی الدین ہے اور علم نافع فی الدین منحصر ہے اس علم میں جو ثمرہ عنایت کا ہو پس ثابت ہوا کہ عنایت بمقابلہ مجاہدہ کے ایسی چیز ہے کہ اس کے ایک ثمرہ کے ساتھ مشرف ہونے والے شخص کی نوم جو کہ ظاہراً عبادت ہے صاحب مجاہدہ کی عبادت سے افضل ہے۔ اس سے عنایت یعنی جذب کی افضلیت مجاہدہ یعنی سلوک پر بالکل واضح ہے اور یہ علم ہر علم نہیں ہے بلکہ وہ (ایسا علم) ہے (جو کہ) (نافع و مضری لا آخرۃ پر) متنبہ کرنے والا ہو) کما سیعلم من الاشعار الاخرۃ آگے اس استبعاد کو کہ نوم عالم افضل ہو جاوے عبادت غیر عالم سے ایک مثال سے دفع کرتے ہیں کہ اس کی نظیر دیکھ لو کہ (پیراک) (ماہر) (کا شنوری میں وہ) (صوری) (سکون بہتر) (اور نفع) (ہوتا ہے) اس اناڑی کی کوشش (اور حرکت) سے جو کہ بادست و پا ہے (یعنی جو دست و پا کہ حرکت دے رہا ہے اور بہتر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ) جس (پیراک) کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں وہ شنوری میں زیادہ اچھا ملے گا اس اناڑی سے جو ٹکڑا مارتا ہو (یعنی ہاتھ پاؤں مارتا چلتا ہو مطلب یہ کہ بہتر ہونا بمعنی بہتر رفتن کے ہے یعنی بہتری باعتبار رفتن و قطع مسافت کے ہے آگے اس کے رفتن کے ساتھ ناواقف کے رفتن کی تصریح فرماتے ہیں تاکہ مفضل و مفضل علیہ دونوں کے حال کی تصریح سے افضلیت کا حکم خوب واضح ہو جاوے (یعنی) اناڑی نے تو ہاتھ پاؤں (بھی) مارے اور (باوجود اس کے) غرق ہو گیا (اور) پیراک ساکن ہی ہو کر شہتیر کی طرح جا رہا ہے (جیسے بڑے بڑے لٹھے پانی میں چلے جاتے ہیں ڈوبتے نہیں باوجودیکہ ان کو حرکت ذاتیہ نہیں ہوتی اسی طرح پیراک لٹے بیٹھے بدوں اس کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کی حرکت ظاہر ہو گو کچھ حرکت لطیف غیر محسوس ہوتی بھی ہے چلے جاتے ہیں پس جس طرح اس نظیر میں ایک فن کے عالم کا سکون غیر عالم بالفن کے حرکت سے نفع ہے اسی طرح عالم باللہ کا بھی ایک سکون بطریق عبادت کے ظاہر نہیں اگر غیر عالم باللہ کی حرکت بطریق عبادت سے افضل ہو جاوے تو تعجب کیا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عبادت خاص افعال میں منحصر نہیں امتثال امر مع الاخلاص روح ہے عبادت کی پس عارف کا نوم علی حسب مراتب العارفین باوجود طبعی ہونے کے ایسی نیتوں پر مبنی ہوتا ہے کہ ویسی نیت غیر عارف کو ظاہری عبادت میں بھی میسر نہیں ہوتی اور امور طبعیہ اقتران نیت صالح سے عبادت فاضلہ بن جاتے ہیں جیسا اس حدیث کا تتمہ و نفسہ تسبیح

اس میں نص ہے بلکہ عالم سے گزر کر عالم کے متعلقات کے بعض امور کا موجب قرب و قبول ہونا نصوص میں وارد ہے چنانچہ صحاح میں ہے کہ جو گھوڑا بہ نیت اعلاء کلمۃ اللہ کے رکھا جاوے اس کا کھانا پینا بلکہ ہگنا موتا تک موجب عطاءِ حسنات ہوتا ہے پس اس سے ترجیح عنایت علی العبادت اچھی طرح ثابت ہوگئی آگے اس علم کی مدح بغرض ترغیب طلب ہے کہ یہ علم ایک دریا ہے بے حد اور بے کنار (اور اس) علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے (کہ گوہر مقصود نکال کر لاتا ہے اور اس نشی میں تشبیہ مذکور مضمون اول کی مناسبت کی بھی رعایت ہے چنانچہ ظاہر ہے آگے اس کے بے حد و کنار ہونے کی توضیح ہے کہ) اگر ہزاروں سال کی اس (طالب علم) کی عمر ہو (تب بھی) وہ خود (ہرگز سیر نہیں ہوگا) (اس کی) طلب سے (جیسا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے) بیان میں فرمایا ہے یہ کہ دو حریص (کبھی) سیر نہیں ہوتے (ایک تو) طالب دنیا کا اور اس کی ترقیوں کا (اور ایک) طالب علوم کا اور ان کی تدابیرات کا (اور قواعد سے یقیناً حدیث میں ایک حریص کی مذمت اور ایک کی مدح مقصود ہے جب حریص علم اس حیثیت سے مدوح ہوا کہ وہ اس کی طلب کو کبھی نہیں چھوڑتا تو ظاہر ہے کہ اس میں ترغیب بھی ہوئی اس کی طلب الی مالا متحد کی اور اس میں باوجودیکہ یہ مضمون اول کی مناسبت سے مذکور ہوا مگر اس کی بھی تائید ہے یعنی عنایت ایسی چیز ہے کہ اس کے ثمرات ابداً واجب الطلب رہتے ہیں اور علم کو انواع کے علم ساتھ ماؤل کر کے اس کی طرف ضمیر مونث کا ارجاع صحیح ہو جاوے گا اور یہ عدم سیری جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے ایسے ہی مشاہدہ سے بھی آگے اس علم کے مصداق کی تعین کی تفصیل ہے جیسا کہ شعر اول میں اس کا اجمال تھا یعنی تم نے حدیث کا مضمون جو کہ دال ہے طالب کے بیان اقسام پر سن لیا) پس اگر اس تقسیم میں تو نظر کو مسلط کرے تو (معلوم ہوگا کہ) یہ علم دنیا کا مغائر ہوگا اے پدر (کیونکہ تقسیم میں ہر قسم دوسرے قسم کا مبائن ہوتا ہے اور یہاں بواسطہ مقابلہ طالب دنیا اور طالب علم کے علم اور دنیا بھی قسم ٹھہرائے گئے ہیں پس لامحالہ یہ علم مغائر و مبائن ہوگا دنیا کا اور) دنیا کی مغائر پھر کیا چیز ہوتی ہے (ظاہر ہے کہ) آخرت (مراد علم متعلق آخرت کیونکہ جو علم متعلق بالدنیا ہے وہ تو دنیا کی فرد ہے لان الدنیا حالة عاجلة ثمرتها عاجلة اور علم دنیوی پر یہ تعریف صادق آتی ہے اور وہ علم ہے مبائن دنیا پس وہ اس علم دنیوی کا بھی مغائر ہوگا اور ہے علم پس لامحالہ وہ علم اخروی ہوگا) جو کہ تجھ کو اس جگہ سے (یعنی دنیا سے) دل برداشت کرے اور تیرا رہبر ہو (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) دنیا کا مغائر آخرت ہوگی یقیناً کہ وہ (یعنی اس کا علم) تجھ کو اس جگہ سے اس جگہ لے جاوے (یعنی متوجہ کرے) اے امین (پس جو علم کہ ثمرہ عنایت ہے اس کا مصداق علم نافع فی آخرت ہو پس اس کو بھی حاصل کر کے مورد عنایت ہو وہو المراد فی قولہ تعالیٰ رب زدنی علماً فحیث امر صلی اللہ علیہ وسلم بطلب الزیادہ فیہ مع کونہ اعلم الخلق فکیف بنا اللہم زدنا علماً)

فائدہ:- الحمد للہ کہ اس وقت کہ شب جمعہ اٹھارہ تاریخ ربیع الثانی کی ہے یہ عشر ثامن اختتام کو پہنچا آگے عشر تاسع بلکہ عاشر میں بھی قصہ شہزادگان مفتون تصویر دختر شاہ چین کا تمہ مذکور ہوگا جس کی چند سطریں عین اس کے اختتام کے ساتھ ہی لکھنے سے اس کا افتتاح بھی کر دیا واللہ الموفق لاتمام کل مرام وهو المفضل المنام و صلی اللہ تعالیٰ علی غیر خلقہ محمد سیدنا و سید الانام و علی آلہ العظام و صحبہ الکرام۔ ما دارت اللیالی والایام الی یوم القیام ولی مابعدہ من ازمنۃ دار السلام فقط۔



# العشر التاسع من شرح دفتر السادس من المثنوی المعنوی افتح فیہ للثامن عشر من ربيع الثاني ۱۳۳۳ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بحث کردن آل سہ شہزادہ در تذہیر ایں واقعہ

ان تین شہزادوں کا اس واقعہ کی کھود کرید کرنا

رو بہم کردند ہر سہ مفتن	ہر سہ را درد و یک رنج و حزن
تینوں مفتن ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے	تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و حزن تھا
ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم	ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے	تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے مہم تھے
در خموشی ہر سہ را خطرت یکے	در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا	تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی
یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں	بر سر خوان مصیبت خونفشاں
کسی وقت تینوں اشک ریز ہوتے تھے	خوان مصیبت پر خون فشاں
یک زماں از آتش دل ہر سہ کس	برزدہ باسوز چوں مجر نفس
کسی وقت آتش دل سے تینوں آدی	آگیشی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے
آں بزرگیں گفت کاے اخوان خیر	مانہ نر بودیم اندر نصیح غیر
اس بڑے نے کہا کہ اے اچھے بھائیو	کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے
از حشم ہر کہ بما کردے گلہ	از بلاؤ خوف و فقر و زلزلہ
حشم میں سے جو شخص ہم سے شکوہ کرتا	بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے
ماہمی گفتیم کم نال از حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
تو ہم کہا کرتے تھے غلی سے نالہ مت کر	مہر کر کہ مہر مفتاح ہے کشادگی کی

ایں کلید صبر ما اکنوں چه شد	اے عجب منسوخ شد قانونوں چه شد
ہماری کلید صبر اب کیا ہوئی	اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا
مانی گفتیم کاندہ کشمکش	اندرا آتش ہیمو زر خندید خوش
کیا ہم کہا نہ کرتے تھے کہ کشمکش میں	خوش بخوش زر کی طرح آتش میں خندان رہو
ہر سپہ را وقت تنگا تنگ جنگ	گفتہ ما کہ ہیں مگر دانید رنگ
ہر سپاہ کو جنگ کی بیجا جنگی میں	ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ مغیر مت کرو
آں زماں کہ بود اسپاں را وطا	جملہ سرہا بریدہ زیرپا
جو وقت کہ گھوڑے کے پاہل کرنے کا ہوتا تھا	کٹے ہوئے سروں کو پیروں کے نیچے
ما سپاہ خویش را ہے ہے کناں	کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سناں
ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے تھے	کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سناں کے
جملہ عالم را نشاں دادہ بصر	زانکہ صبر آمد چراغ و نور صدر
ساری دنیا کو تو ہم صبر کا پتہ بتلاتے تھے	کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے
نوبت مآشد چه خیرہ سر شدیم	چوں زناں زشت در چادر شدیم
ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہو گئے	زنان زشت کی طرح ہم چادر میں ہو گئے
اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم	گرم کن خود را و از خود آ ر شرم
اے دل کو تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا	اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ
اے زباں کہ جملہ را ناصح بدی	نوبت تو گشت از چه تن زدی
اے زبان نہ تو سب کی ناصح بنتی تھی	تیری باری آئی ہے کس سب سے خاموش ہے
اے خرد کو پند شکر خای تو	دور تست ایندم چه شد ہیہای تو
اے عقل تیری پند شکر خاکہاں گئی	اس وقت تیری باری ہے تیری ہے کیا ہوئی
اے زدلبا بردہ صد تشویش را	نوبت تو شد بکجاں ریش را
اے عقل جو کہ بہت دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی	تیری باری آئی ہے داڑھی کو ہلا
از غری ریش ارکنوں دزدیدہ	پیش ازیں بر ریش خود خندیدہ
اگر اب بدول سے تو نے داڑھی کو چھپا لیا	تو اس کے قبل تو اپنے اوپر ہنسی تھی



وقت پند دیگرانے ہائے ہائے	در غم خود چوں زنانه وائے وائے
تو دوسروں کو نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے	اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے
چوں بدرد دیگران درماں بدی	درد مہمان تو آمد تن زدی
جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا	درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا
بانگ بر لشکر زدن بد ساز تو	بانگ بر زن چہ گرفت آواز تو
لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا	نعرہ لگانا تیری آواز کیوں پکڑی گئی
آنچہ پنچہ سال بافیدی بہوش	زاں نیج خود بغلطاقے پوش
تو نے پچاس سال جو کچھ ہوشیاری سے بنا تھا	اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک بغلہ بند ہی پہن لے
از نوایت گوش یاراں بود خوش	دست بیروں آرو گوش خود بکش
تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے	اپنا ہاتھ نکال اور اپنا کان کھینچ
سربدی پیوستہ خود را دم مکن	پاؤ دست وریش و سبست گم مکن
تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دم مت بنا	پاؤ دست و ریش و سبست گم مت کر
بازی آن تست بر روی بساط	خویش را در طبع آرو در نشاط
تفریح میں لانا بدمر مجلس تیرا حق ہے	اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا
ایں حکایت گوش کنائے باخرد	تا بدانی اندریں معنی سند
یہ حکایت سن اے باخرد	تاکہ اس مضمون میں سند معلوم کر لے

تینوں مفتوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و حزن تھا۔ تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے۔ تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے مقیم تھے۔ خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا تکلم میں تینوں کی ایک ہی جھٹ تھی (مطلب یہ کہ حالتیں دو ہوتی ہیں سکوت اور تکلم سوا اگر وہ ساکت ہوتے تھے تو اس وقت ایک ہی خیال میں غرق ہوتے تھے اور اگر متکلم ہوتے تو ایک ہی دعویٰ یعنی عشق کا تینوں کا کلام مثبت ہوتا تھا) کسی وقت وہ تینوں اشک ریز ہوتے تھے (اور) خوان مصیبت پر خوں فشاں (ہوتے تھے اور) کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی انگلیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے اچھے بھائیو کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے (مقصود اس سے مشورہ دینا ہے کہ اپنی پہلی ہمت کو یاد کر کے اب بھی ہمت باندھو اور اگر شبہ ہو کہ یہ سب باہم رقیب تھے ان میں مشاور و نتائج کیسے ہو سکتا ہے اسی طرح آگے سب کا متفق ہو کر چلین کو روانہ ہونا اور ایک دوسرے کو طرق کامیابی میں رائے وغیرہ دینا آتا ہے یہ بھی مستبعد ہے جواب یہ ہے کہ باہم اتحاد و تحباب ان میں اس قدر ہوگا کہ وہ جس کو مل جاتی وہ دوسروں کے لئے اس پر راضی ہو جاتا اور اپنے لئے یاس کی راحت پر کفایت کرتا اور اثنائے

قصہ میں بہت سے اشعار معلوم ہوا کہ یہ شہزادے صالح اور دیندار تھے تو دینداروں سے ایسا ہونا عجیب نہیں اور بڑے بھائی نے یہ بھی کہا کہ (حشم میں سے جو شخص ہم سے شکوہ کرتا بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے تو ہم (اس کی فہمائش کے لئے) کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالہ مت کر (اور) صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی (سو) ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا کیا ہم (دوسروں کو کہانہ کرتے تھے کہ کشمکش میں خوش بخوش زر کی طرح آتش میں خنداں رہو ہر سپاہ کو جنگ کی تنگ تنگی میں ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا کٹے ہوئے سروں کو پیروں کے نیچے (اس وقت) ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے (یہ کلمہ زجر اور پراگھتگی) کے لئے ہے جس سے مقصود یہ ہوتا تھا) کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سان کے ساری دنیا کو تو ہم صبر (و تحمل) کا پتہ بتلاتے تھے کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے (جب) ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہو گئے زنان زشت کی طرح ہم چادر (یعنی زنانہ لباس) میں ہو گئے۔ اے دل کہ تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھاے زبان کہ تو سب کی ناصح بنتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے اے عقل تیری بند شکر خا کہاں گئی اس وقت تیری باری ہے تیری ہے کیا ہوئی اے عقل جو کہ بہت (لوگوں کے) دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے (اب تو) داڑھی کو ہلا۔ (اس میں اشارہ ہے قصہ سلطان محمود کی طرف جو کہ عشر سابع میں مذکور ہوا ہے کہ شناسا چور نے کہا تھا کہ سب نے تو اپنی اپنی باری میں اپنا کمال ظاہر کیا اب تمہاری باری ہے داڑھی ہلاؤ تاکہ سب چھوٹ جاویں سو یہاں اس قصہ سے تشبیہ دینا ہے اظہار کمال خرد کو اور وہ کمال آمادگی ہے صبر پر اور) اگر اب (ایسی ضرورت کے وقت میں) بدولی سے تو نے (اے عقل) داڑھی کو چھپا لیا تو (یہ سمجھا جاوے گا کہ) اس کے قبل (جو تو) اوروں کو ہنسا کرتی تھی گویا) تو اپنے اوپر ہنستی تھی (غریب و تحفیف بمعنی بدول وزن فاحشہ کذا فی الغیاث و یا مصدر یست) تو (اے نفس) دوسروں کی نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے کرتا تھا یہ بھی مثل ہے ہے کے کلمہ زجر کا ہے اور) اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے (کرنے لگا) جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا (اب) درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا (اب بھی تو) نعرہ لگا تیری آواز کیوں پکڑی گئی تو نے پچاس سال (تک) جو کچھ (تجربہ و استقلال) ہوشیاری سے بنا تھا اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک بغل بند ہی پہن لے (بغل بند مثل مرزائی و بندی فی الغیاث بغلطاق و بغلتاق بمعنی قبا دکلاہ و فرجی و طاقہ و بغل بند اھ ایس مرکب ست از بغل و طاق) تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے اپنا ہاتھ نکال اور (اس سے) اپنا کان کھینچ (اور اپنے کو ملامت کر کہ اس آواز پند سے خود کیوں نہیں منتفع ہوتا) تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دم مت بنا (اور) پاؤ دست و ریش و سہلت گم مت کر (یعنی قوت و ہمت و وضع کے مقتضا پر عمل کر) تفریح میں (دوسروں کو) لانا بر سر مجلس تیرا حق ہے (یعنی تجھ کو اس میں کمال ہے کہ دوسروں کا ازالہ غم کرے سو) اپنے کو بھی تو خوش مرا جی اور نشاط میں لا (فی الغیاث بساط فرش و عرصہ شطرنج اھ و من مجازاً بمعنی مجلس گرفتار و طبع و نشاط میں لانے کے مضمون پر) یہ حکایت سن اے باخرد تا کہ اس مضمون میں سند (اور نظیر) معلوم کر لے (کہ اول بادشاہ نے اس طالب علم کو شراب پلانے کے لئے ساتی سے کہا تھا کہ بطش آر پھر واقعہ کنیرک سے جب بادشاہ غضبناک ہوا تو اس طالب علم نے بھی اس ساتی سے کہا کہ در طبعش آر یعنی جس طرح مجھ کو نشاط میں لایا تھا اور میرا تقویٰ شکستہ کر دیا اب بادشاہ کو نشاط میں لا اور اس کا غضب شکستہ کر دے پس اسی طرح تجھ کو چاہئے کہ جب اوروں کو نشاط میں لاتا تھا اب اپنے کو لا۔



ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے رابا کراہ در مجلس در آورد و بنشانند و ساقی شراب  
براں دانشمند عرضہ کرد روی از ساغر بگردانید و ترشی و تندہی آغاز کرد شاہ ساقی را  
گفت ہیں در طبعش آرساقی مشست چند بر سرش کوفت و شراب بخوردش داد  
اس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لیا اور بٹھا دیا اور ساقی نے اس فقیہ کے سامنے شراب  
پیش کی اس نے جام سے منہ پھیر لیا اور ناگواری اور بد مزاجی شروع کر دی بادشاہ نے ساقی سے کہا ہاں اس کا مزاج  
ٹھکانے کر دے ساقی نے چند گھونے اس کے سر پر مارے اور اس کو شراب پینے کے لئے دیدی

پادشاہے مست اندر بزم خوش	می گذشت آں یک فقیہے بر درش
ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا	ایک طالب علم اس کے دروازہ پر گزرا
کرد اشارت کش دریں مجلس کشید	وین شراب لعل در خوردش دہید
بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اس کو مجلس میں لاؤ	اور یہ شراب لعل اس کے پینے کے لئے دو
پس کشیدنش بشہ بے اختیار	شست در مجلس ترش چوں زہر مار
پس اس کو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ لائے	مجلس میں ترش ہو کر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح
عرضہ کردش مے نہ پذیرفت او بخشم	از شہ و ساقی بگردانید چشم
اس کے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ میں قبول نہیں کی	بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی
کہ بعمر خود نخوردستم شراب	خوشر آید از شرابم زہر ناب
کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی	مجھ کو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے
ہیں بجای مے مرا زہرے دہید	تامن از خویش و شما از من رہید
ہاں بجائے شراب کے مجھ کو زہر دے دو	تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ
مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد	گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد
اس نے شراب نہیں پی تکرار شروع کیا	مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا

ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا (اتفاقاً اس وقت) ایک طالب علم اس کے دروازہ پر (کو) گزرا  
بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اس کو مجلس میں لاؤ اور یہ شراب لعل اس کے پینے کے لئے دو (یا یہ کہ اس کے لائق مقدار  
میں دو یعنی اتنی دو کہ غیر معتاد پی سکے) (الاول الصق بما سیاتی قریباً من ختم العوان انچہ آ نرا من نہ نوشم و قولہ انچہ آ نرا  
می خورم الخ) پس اس کو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ کر لائے مجلس میں ترش ہو کر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح

(بادشاہ یا ساقی نے) اس کے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ میں قبول نہیں کی (اور) بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی (اور کہا) کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی مجھ کو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے ہاں بجائے شراب کے مجھ کو زہر دے دو تا کہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ (یعنی میں اپنی ہستی سے اور تم میری اس بے لطفی سے خلاصی پاؤ غرض) اس نے شراب نہیں پی (اور) تکرار شروع کیا (اور اس) مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا (مولانا کے طرز کلام سے ان اشعار میں بھی اور مابعد میں بھی کہ اس طالب علم کو اہل نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے ذوقاً مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ انکار خوف حق سے نہ تھا بلکہ خلاف طبع یا خلاف وضع ہونے سے تھا اور اس کا یہ بھی قرینہ ہے کہ آگے آدے گا کہ وہ اس کنیز سے مرتکب فعل بد کا ہوا اگر خوف حق ہوتا تو وہاں بھی ہوتا اور شعار مقام میں بھی اس کا یہ قول اسی کا موید ہے کہ بھر خود بخورد ستم شراب اور نیز یہ قول بھی مراد ہرے دہید کیونکہ زہر پینا ہی حرام ہے اور اگر اکراہ میں جائز کہا جاوے تو جواب میں زہر کا ذکر نہ آتا کہ اس میں زہر اور شراب برابر ہیں بلکہ اول صرف انکار شراب پر اکتفا کرتا پھر جب اکراہ کی نوبت آتی اس عذر کا اعتبار کر سکتا بہر حال زہر کا ذکر محض بے معنی ہے اسی لئے مولانا کی نظر میں اس انکار کی کوئی وقعت مفہوم نہیں ہوتی آگے انتقال ہے شراب ظاہری سے شراب معنوی کے اور اس کے پیش کرنے اور انکار مضمون کی طرف۔

ہمچو اہل نفس و اہل آب و گل	در جہاں بنشست با اصحاب دل
جس طرح اہل نفس اور اہل جسم	دنیا میں اہل دل کے پاس بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں
حق ندارد خاصگاں را در کموں	از مے ابرار جز در یثربون
حق تعالیٰ خواص کو شراب ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا	بجز حالت شرب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا
عرضہ میدارند بر محبوب جام	حسنی یا بد ازاں غیر کلام
وہ لوگ محبوب پر جام پیش کرتے ہیں	حسن اس سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی
روہی گردانداں ارشاد شاں	کہ نمی بیند بدیدہ داد شاں
وہ ان کے ارشاد سے اعراض کرتا ہے	کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا
گرزگوشش تا خلقتش رہ بدے	سرنصح اندر دوش در شدے
اگر اس کے کان سے اس کے خلق تک راہ ہوتا	تو خیر خواہی کی حقیقت اس کے دل میں پہنچتی
چوں ہمہ نارست جانش نیست نور	کہ افکند در نار سوزاں جز قشور
چونکہ اس کی جان سراپا نار ہے نور نہیں ہے	نار سوزاں میں بجز پوست کے کون ڈالتا ہے
مغز بیروں ماند و قشر گشت رفت	کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست گیا	پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے



نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست	نار را با هیچ مغزے کار نیست
نار جنم صرف پوست گیر ہے	نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے
ور بود بر مغزے نارے شعلہ زن	بہر تختن داں نہ بہر سوختن
اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو	تو پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہہ جلانے کے لئے
تا کہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ	مستمر داں تا بری زان فائدہ
جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں یہ قاعدہ	مستمر جان تاکہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے
مغز نغز و قشر ہا مغفور ازو	مغز را پس چوں بسوزد دور ازو
مغز لطیف ہے اور بہت سے پوست اس سے مغفور ہو جائیں گے	مغز کو وہ کیونکر جلا دے گا یہ امر اس سے بعید ہے

(وہ طالب علم شراب صوری سے انکار کرنے کی حالت میں ان شراب پینے والوں اور شراب پیش کرنے والوں میں اس طرح سے منقبض ہو کر بیٹھا) جس طرح اہل نفس اور اہل جسم (جو کہ شراب معنوی سے اعراض کرتے ہیں) دنیا میں اہل دل کے پاس (کہ شراب معنوی پیتے بھی ہیں اور پلانا بھی چاہتے ہیں) بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں (ان اہل دل کی حالت یہ ہے کہ حق تعالیٰ (ان) خواص (یعنی اہل دل) کو شراب (مخصوص بہ) ابرار سے خفائیں نہیں رکھتا (یعنی) بجز حالت شراب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا) بلکہ ان پر اس شراب کو ظاہر کر دیتا ہے اور ان کو پلاتا ہے پس کلمہ جزا استثناء عن المذکور کے لئے نہیں ہے جس کا مدلول یہ ہوتا کہ بجز حالت شرب کے اور کسی حالت میں ان کو شراب سے خفائیں نہیں رکھتا کیونکہ اس سے لازم آتا کہ حالت شرب میں ان کو شراب سے خفائیں رکھتا ہے اور یہ معنی ظاہر الفساد ہے کیونکہ خفا عن الشراب تو عین عدم شرب ہے اور وہ نقیض ہے شرب کی پس دونوں کیسے جمع ہوں گی بلکہ جز در یثربون بتقدیر عامل بدل ہے جملہ اولیٰ کا اور تقدیر مجموعہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ خالصگان را از شراب در کمون و بعد نمیدارد یعنی بجز حالت شرب در حالت دیگر کہ آن عدم شرب و بعد ازاں باشد نمیدارد اور اس شعر میں تو خود ان کے شرب کا بیان تھا آگے ان کا دوسروں کے سامنے پیش کرنا مذکور ہے (یعنی) وہ لوگ محبوب (لوگوں) پر (اس کا) جام پیش کرتے ہیں (مگر ان مجوبین کی) حس اس (شراب معنوی) سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی (اس لئے) وہ (محبوب شخص) ان کے ارشاد سے (جو کہ جام ہے شراب معنوی کا) اعراض کرتا ہے کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا (مراد شراب معنوی سے واردات حقائق و معارف ہیں کہ روح کو مست حق کر دیتے ہیں اور خواص کا ہر وقت اس سے مشرف رہنا اور وقتاً فوقتاً شفقت سے دوسروں کو بھی ان سے نفع پہنچاتے رہنا ظاہر ہے اور جس طرح اس طالب علم نے انکار کیا تھا اسی طرح مجوبین اس سے اعراض کرتے ہیں اور انکار سے پیش آتے ہیں کیونکہ حقیقت سمجھنے کی تو وہ کوشش کرتے نہیں صرف ظاہری کلام سنتے ہیں جو بعض اوقات اپنے لفظی عنوان سے غیر ظاہر المراد ہوتا ہے اس لئے قبول نہیں کرتے) اگر اس (محبوب) کے کان سے اس کے حلق تک (یعنی ذوق و وجدان تک) راہ ہوتا تو (اس عارف کی) خیر خواہی کی (جو کہ ارشاد سے اس کا مقصود ہے) حقیقت اس کے دل میں پہنچتی (مگر) چونکہ اس کی جان (بوجہ اسیر شہوت و غضب و غرض دنیوی ہونے کے) سراپا نار (کے مشابہ) ہے (اور) نور نہیں ہے (اس لئے اس کے دل تک صرف اس کا کلام ظاہری پہنچتا

ہے جو کہ مشابہ پوست کے ہے حقیقت نہیں پہنچتی جو کہ مشابہ مغز کے ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ (نار سوزاں میں) (عادۃً) بجز پوست کے (مغز کو) کون ڈالتا ہے (اس لئے اس کے دل میں کہ مشابہ نار کے ہے صرف پوست پہنچا اور مصرعہ اولیٰ جو شرط ہے اس کی جزا مقدر ہے اور مصرعہ ثانیہ اس جزاء پر دل ہے چنانچہ میرے ترجمہ کی تقریر سے ظاہر ہے پس) مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست (اس دل مشابہ نار میں) گیا (اور چونکہ وہ پوست تھا اس لئے اس پر کوئی اثر نافع مرتب نہ ہوا کیونکہ) پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے (کیونکہ اس سے تغذی نہیں ہوتی اس لئے حرارت کو مدد نہیں پہنچتی اسی طرح صرف ظاہری الفاظ حرارت شوق و محبت کے پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں خصوص جبکہ انکار بھی ہوا گے اس کی ایک نظیر ہے یعنی محبوب کے دل مشابہ نار میں قشر کا پہنچنا مغز کا نہ پہنچنا ایسا ہی ہے جیسے نار جہنم میں قشر ہی جاوے گا مغز نہ جاوے گا بیان اس کا یہ ہے کہ) نار جہنم صرف پوست گیر ہے (از افشار دن بمعنی فشر دن کذا فی مصدر الفیوض و گرفتن از لوازم آنست اور اس) نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے (یعنی اصل میں وہ کفار ہی کے لئے ہے جو مشابہ پوست کے ہے مومن کے لئے نہیں جو مشابہ مغز کے ہے قال تعالیٰ اعدت للكفرین گو بعض مومن بھی اس میں جاویں گے اگرچہ موضوع کفار ہی کے لئے ہے باقی مومنین کا جانا کس لئے ہوگا اس کو آگے فرماتے ہیں یعنی) اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو تو (اس کو) پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہ جلانے کے لئے (جس طرح پوست کا جلانا ہی مقصود ہوتا ہے اور یہ عادت میں ظاہر ہے پس اسی طرح مومن کے جہنم میں جانے سے اصل مقصود احراق للتعذیب نہیں بلکہ معاصی کے اثر کا دور کرنا جس سے وہ جنت میں جانے کے قابل ہو جاوے جیسے کہ روغن آگ پر رکھنے سے اس کا پختہ کرنا صاف کرنے کے لئے مقصود ہوتا ہے اور اس کی تطہیر اور تہذیب و تزکیہ یہ امور مقصود ہیں اسی لئے کفار کی شان میں لایز کیہم فرمایا ہے اور وعید میں مفہوم مخالف کا معتبر ہونا مشہور ہے اور مومنین کی شان میں حدیث ہے یخلص المومنون من النار فیحبسون علی قنطرة الی قوله حتی اذا هذبوا ولقوا اذن لهم فی دخول الجنة رواہ البخاری آگے اسی کی تائید ہے ایک دلیل عقلی وارد بہ النقل سے بھی کہ) جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں (اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ حکیم ہیں فیما لم یزل ولا یزال مطلب یہ کہ دواماً وابدأ) یہ قاعدہ (احترق القشر لا الب بالنار کا) مستمر جان تا کہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے (فائدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے کا اور یقین ذی ہو کہ اولاً کلی سے اعتقاد تھا پھر ان مواد جزئیہ سے اور اعتقاد بڑھ گیا غرض اس مغز یعنی مومن کا نار میں جانا تو ایک عارض کے سبب ہے کہ وہ مغز پختہ نہ تھا اس کو حکمت پختگی کے لئے نار میں بھیج دیا باقی اصل وضع مغز کی تبجیل حق و وعدہ حق یہی ہے کہ وہ نار میں نہ جاوے آگے اس کی مزید تائید ہے کہ) مغز (تو خود ایک) لطیف (چیز) ہے اور بہت سے پوست (بھی) اس سے مغفور ہو جاویں گے (اور نار سے بچ جاویں گے یعنی جن میں ایمان ہوگا اور معصیت کے سبب کہ اس سے من وجہ قشر سے مشابہ ہو گئے ہوں گے دوزخ کے مستحق ہو گئے ہوں گے وہ بھی ان خالص مغزوں کی برکت و شفاعت سے خواہ قبل دخول نار یا بعد دخول نار ناجی ہو جاویں گے پس جب مغز کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی نجات عن النار کا واسطہ بنایا ہے تو پھر) مغز کو وہ کیونکر جلاوے گا یہ امر اس سے بعید ہے (یعنی جلانا حق تعالیٰ سے بعید ہے یا جلنا اس مغز سے بعید ہے اور اس شعر کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مومن عاصی کے دخول نار سے مغز کا احراق حق تعالیٰ کریں ہی گے نہیں کیونکہ اس میں جو چیز اصل مغز کے مشابہ ہے یعنی قلب جو محل ہے ایمان کا وہاں تک آگ نہ پہنچے گی جیسا حدیث میں آیا ہے عن ابی امامۃ حفظوا القرآن فان اللہم لا یعذب بالنار قلبا وعی القرآن رواہ فی شرح السنۃ کذا فی المرقاة ج ۲ ص ۵۹۲ و هو مرفوع حکما ثم رایت فی



شرح الاحیاء للزبیدی بروایۃ الحکیم الترمذی فی نواہر الاصول و بروایۃ تمام الرازی کما فی فوائدہ عن ابی امامۃ مرفوعاً ان اللہ لا یعذب قلباً وعی القرآن ج ۲ ص ۴۶۵ اور نار اللہ الموقدۃ الی تطلع علی الافئدة کفار کی شان میں ہے بلکہ قلب کے تعلق سے مواضع سجود کا بھی احراق نہ ہوگا کما فی الحدیث و حرم اللہ تعالیٰ علی النار ان تاكل اثر السجود فکل ابن آدم تا کله النار الا اثر السجود متفق علیہ اور پھر اس مغز کی بدولت کیونکہ سب نجات کا ایمان ہے جس کا محل قلب ہے وہ پوست یعنی بقیہ اعضاء و بدن مباشر معاصی بھی مغفور ہو جاوے گا جب اس سے اور ہی مغفور ہیں تو اس کو کیونکر سوختہ کیا جاوے گا یہ احراق اس سے بعید ہے چنانچہ حدیث مذکور میں اسی بعد کی تصریح ہے اور مجھ کو یہ توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے اور ذہن میں اولاً آئی بھی یہی تھی اگرچہ اتفاق سے لکھنے میں موخر ہو گئی واللہ اعلم۔

فائدہ:- آگے پھر قصہ کی طرف اس طور سے رجوع ہے کہ اس کے ابتداء ہی میں مضمون ارشادی منتقل الیہ مذکور کے ساتھ اس کے بعض اجزاء کی بھی تطبیق ہے۔

از عنایت گر بکوبد بر سرش	اشتہار آرد شراب احمرش
اگر حق تعالیٰ عنایت سے اس کی سرکوبی کر دے	تو وہ اس کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے
ورنہ کوبد ماند او بستہ دہاں	چوں فقیہ از شرب و بزم ایں شہاں
اور اگر وہ سرکوبی نہ کرے تو وہ بستہ دہن رہ جاوے	ان بادشاہوں یک شراب نوشی اور بزم سے طالب علم کی طرح
گفت شہ با ساقیش اے نیک پے	چہ خموشی دہ بطبعش آرہے
بادشاہ نے اپنے ساتی سے کہا اے نیک قدم	تو خاموش کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا ہاں
ہست پنہاں حا کے بر ہر خرد	ہر کرا خواہد بفن از خود برد
ہر عقل پر ایک عقلی حاکم ہے	جس کو چاہے فن سے خودی سے ہٹا دے
آفتاب مشرق و تنویر او	چوں اسیراں بستہ در زنجیر او
آفتاب مشرق اور اس کی تنویر	مثل اسیروں کے اس کی زنجیر میں مقید ہیں
چرخ را چرخ اندر آرد در زمن	چوں بخواند در دماغش نیم فن
وہ آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے	جب اس کے دماغ میں ذرا سائن بھی پڑھ دے
عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد	مہرہ زود ارد ویست استاد نرد
جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو	وہ مہرہ اسی سے رکھتی ہے استاد نرد وہی ہے
چند سیلی بر سرش زد گفت گیر	در کشید از بیم سیلی آں زحیر
اس کے سر پر کئی چپٹ لگائے کہا کہ لے	اور مظلوم چڑھا گیا چپٹ کے خوف سے

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ	در ندی و مضاحک رفت و لاغ
مست اور شاد اور مثل باغ کے خنداں ہو گیا	ندی اور مضحکات اور تسخر میں آ گیا
شیر گیر و خوش شد انگشتک بزد	سوی مبر ز رفت تا میزک کند
نیم مست اور خوش ہوا چنگیاں بجانے لگا	بیت الخلا کی طرف چلا تاکہ پیشاب کرے
یک کنیزک دید در مبرز چو ماہ	سخت زیبا روز قرناقان شاہ
بیت الخلا میں ایک کنیز چاند سی دیکھی	بہت ہی حسین بادشاہ کی خدمت گاروں میں سے
چوں بدید او را دہانش باز ماند	عقل رفت و تن ستم پرداز ماند
اس کو جو دیکھا منہ کھلا رہ گیا	عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا
عمر ہا بودہ عزب مشتاق و مست	بر کنیزک در زماں در زد و دوست
سالہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا	کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے
پس طپید آں دختر و نعرہ فراشت	بر نیامد باوے و سودے نداشت
بہتر از تری وہ لڑکی اور غل بچایا	اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا
زن بدست مرد در وقت لقا	چوں خمیر آمد بدست نانبا
عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت	مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبا کے ہاتھ میں
بسر شد گاہیش نرم و گہ درشت	ز و بر آرد چاق چاقے زیر مشت
وہ کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت	اس میں سے کچھ کھج آواز نکلتی ہے منہ کے نیچے سے
گاہ پہنش واکشد بر تختہ	در ہمیش آرد گہے یک لختہ
کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے	کبھی اس کو دفعہ سمٹ لیتا ہے
گاہ دروے ریزد آب و گہ نمک	از تنور و آتش سازد محک
کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک	تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے
اتچنین چچند مطلوب و طلب	اندریں لعب اند مغلوب و غلوب
مسی طرح مطلوب و طالب باہم لپٹ جاتے ہیں	اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں
ایں لعب تنہا نہ شورا بازن ست	ہر عشیق و عاشقے را ایں فن ست
یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے	ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے



از قدیم و حادث و عین و عرض	پچھے چوں و لیس و رامیں مفترض
قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے	ایک اتفاقات دیں اور رامیں کی طرح فرض ہے
لیک لعب ہر یکے رنگے دگر	پچش ہر یک ز فرہنگے دگر
لیکن ہر ایک کا تلاعب دوسرے رنگ کا ہے	ہر ایک کا اتفاقات جدا طریقہ کا ہے
شوی وزن را گفتہ شد بہر مثیل	کہ مکن اے شوی زن را بد گیل
شوی و زن کو مثال کے لئے کہہ دیا گیا ہے	کہ اے شوہر تو زن کو بری طرح و دل مت کر
آں شب گردک نہ یزگادست او	خوش امانت داد اندر دست شو
اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا کہ مشاطہ نے اس کا ہاتھ	ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا
کانچہ با او تو کنی اے معتمد	از بدو نیکی خدا با تو کند
کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو کرے گا	بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کرے گا
ایں زن دنیا کہ ہست او مست تو	حق امانت دادش اندر دست تو
یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست ہے	حق تعالیٰ نے اس کو تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے
حاصل اینجا آں فقیہ از بخودی	نے عصفی ماندش و نے زاہدی
حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی	نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی
آں فقیہ افتاد بر آں حور زاد	آتش او اندراں پنبہ فتاد
وہ طالب علم اس حور زاد پر واقع ہو گیا	اس کی آتش اس کے پنبہ میں واقع ہو گئی
جاں بجاں پیوست و قالبہا خید	چوں دو مرغ سر بریدہ می طید
جان سے جان مل گئی اور قالب سٹ گئے	دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے
چہ سقایا چہ ملک چہ ارسلان	چہ حیا چہ دین وزہد و خوف جاں
جام کیا چیز ہے بادشاہ کیا ہے شیر کیا ہے	حیا کیا ہوتی ہے دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے
چشم شاں افتادہ اندر عین و غین	نے حسن پیدا است انجانے حسین
ان کی آنکھیں عین و غین میں پڑی تھیں	اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین
یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مراد	طبع ہر یک خرم و دل گشت شاد
ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پائی	ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا

شد دراز و کو طریق بازگشت	انتظار شاہ ہم از حد گذشت
وقت دراز ہو گیا اور مراجعت کا راستہ کہاں	بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا
شاہ آمد تابہ بیند واقعہ	دید آنجا زلزله و القارعه
بادشاہ آیا تاکہ واقعہ دیکھے	وہاں زلزلہ اور قارعہ دیکھا
آں فقیہ از بیم برجست و برفت	سوی مجلس جام را بر بود تفت
وہ طالب علم خوف سے اٹھ اور	مجلس کی طرف چل دیا جام کو فوراً لے لیا
شہ چو دوزخ پر شرار و پر نکال	تشنہ خون دو جفت بدفعال
بادشاہ دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت پر سے ہے	دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا
چوں فقیہش دید رخ پر خشم و قہر	تلخ و خونیں گشتہ ہچموں جام زہر
جب طالب علم نے اس کا چہرہ خشم و قہر سے بھرا ہوا دیکھا	کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونیں ہوا ہوا ہے
بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار	چہ نشستی خیرہ وہ در طبعش آر
تو اس کے ساتی کو زور سے پکار کر کہا اے بارونق رکھنے والے	تو ست کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا
خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا	آدم با طبع آں دختر ترا
بادشاہ کو ہنسی آ گئی کہا اے صاحب	میں نشاط میں آ گیا وہ کنیز تیری ہی رہی
پادشاہم کارمن عدلست و داد	زاں خورم کہ یار را جودم بداد
میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد ہے	میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جودنے دیا
آنچہ آں رامن نہ نوشم ہچمونوش	کے دہم در خورد یار خویش و توش
جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں	میں اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا
آنچہ آں رامی خورم از نوش و خوش	میدہم در خورد یار از پنج و شش
جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں	وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں
زاں خورانم من غلاماں را کہ من	می خورم بر خوان خاص خویشتن
ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں	جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں
زاں خورانم بندگاں را از طعام	کہ خورم من خود ز پختہ یا کہ خام
میں غلاموں کو اسی طعام سے کھلاتا ہوں	جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو



من چو پوشم از خزو اطلس لباس	زاں پوشانم حشم را نے پلاس
میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں	اسی میں سے حشم کو پہناتا ہوں نہ کہ پلاس
شرم دارم از نبی ذوفنون	البسوہم گفت مما تلبسوں
میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکملات سے	آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنوا سی میں سے غلاموں کو پہناؤ
مصطفیٰ کرد ایں وصیت با بنوں	اطعموا الاذناں مماتکلوں
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے فرزندوں سے	اجتاع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو
شد فقیہ و برد با خود جفت خوب	از عطای خاص کشف الکروب
طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا	عطائے خاص کشف الکروب سے
دیگراں را بس بطبع آوردہ	در صبوری چست و راغب کردہ
تو دوسروں کو بہت نشاط میں لایا ہے	مہر میں چست اور راغب کیا ہے
ہم بطبع آور بمردی خویش را	پیشوا کن عقل صبر اندیش را
اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا	عقل صبر اندیش کو پیشوا کر
چوں قلاؤزی صبرت پر شود	جاں باوج عرش و کرسی بر شود
جب مہر کی رہنمائی تیرا پر ہو جادے	تو روح اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جادے
مصطفیٰ ہیں چونکہ صبرش شد براق	برکشاندیش ببالائے طباق
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا مہر براق ہو گیا	وہ آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا
چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ راد	از بلا او را در رحمت کشاد
جب مہر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے	تو بلا کے سبب ان کے لئے باب رحمت کھل گیا
صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست	صبر را مگذار تا بتواں زدست
صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو	صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ
صبر مفتاح الفرع نشیدہ	کاندریں تجیل در پیچیدہ
تو نے الصبر مفتاح الفرع نہیں سنا ہے	جو تو اس تجیل میں پیچیدہ ہو رہا ہے
حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن	وز حدیث عاشقاں برگو سخن
یہ مضمون حد نہیں رکھتا مختصر کرد	اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو

## باز گرد اے عاشق وز و تر براں

اے عاشق پھر لوٹ اور جلدی بیان کر

## کانتظار تست آں شہزادگان

کیونکہ وہ شہزادے تیرے منظر ہیں

(اور جن مجوہین کا مثل اس طالب علم معرض عن الشراب الحسی کے شراب معنوی سے اعراض کرنا اور پرشعر و ہمی گرد انداخ میں مذکور ہوا ہے) اگر حق تعالیٰ عنایت سے اس کی سرکوبی کر دے (یعنی جبراً پلا دے جس طرح اس طالب علم کی سرکوبی کر کے جبراً پلانے کا آگے اس شعر میں ذکر آتا ہے چند سیلی بر سرش ز داخ) تو وہ (سرکوبی) اس (محبوب) کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے (اور پی لیتا ہے جس طرح اس طالب علم نے بعد سرکوبی کے پی لی تھی اور تشبیہ صرف پینے میں ہے گو طالب علم کا رغبت سے پینا ثابت نہ ہو اور گو مشبہ میں اشتہا آرد مذکور ہے نہ کہ شرب لیکن چونکہ وہ شرب پر دال ہے اس لئے حکماً وہ بھی مذکور ہے پس یہ شبہ لازم نہیں آتا کہ مشبہ غیر مذکور ہے اور مراد جبر سے اختیار کی جو کہ مدار تکلیف ہے نفی نہیں ہے بلکہ ایسے اسباب کا جمع کر دینا ہے جس سے وہ اس شرب کو ضرور ہی اختیار کرے جیسے حدیث میں ہے یجرون الی الجنة بالسلام (اور اگر وہ) عنایت) سرکوبی نہ کرے (بلکہ اس شخص کو معذول کر دے) تو وہ بستہ دہن (اور محروم) رہ جاوے ان بادشاہوں (یعنی خواص عارفین کی شراب نوشی اور بزم سے) (اس) طالب علم کی طرح (کہ قبل سرکوبی کے معرض تھا پس از شرب متعلق ہے ماند بستہ وہاں مذکور کے ساتھ جو فعل ہے محبوب کا نہ کہ ماند بستہ وہاں مقدر کے ساتھ جو کہ فعل ہے فقیہ کا آگے اس طالب علم کے شراب پینے کا قصہ جو کہ شعر از عنایت میں اشارۃً مذکور تھا صراحتہً مذکور ہے جو شعر متصل میں شروع اور شعر چند سیلی ز داخ میں تمام ہوا ہے (یعنی) بادشاہ نے اپنے ساتھی سے کہا اے نیک قدم تو خاموش کیا بیٹھا ہے (اس کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لاہاں (مولانا یہاں اسی جزو تدبیر شراب خورانی فقیہ کی مناسبت سے ایک دوسرا انتقال فرماتے ہیں یعنی جس طرح سے اس بادشاہ نے فقیہ کو اسی کی مقتضائے رائے و عقل سے مغلوب کرنے کا سامان کیا کہ ساتھی سے فرمائش کی بطبعش آرا سی طرح) ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے (کہ) جس کو چاہے (اپنے) فن (و تصرف) سے خودی سے ہٹا دے (مطلب یہ کہ قدرت قدیمہ کے سب مسخر ہیں اس کے سامنے کسی کی تجویز نہیں چلتی) آفتاب مشرق اور اس کی تنویر (یعنی ذات و صفت یا بعنوان دیگر جو ہر و عرض) مثل اسیروں کے اس کی زنجیر میں مقید ہیں وہ (حاکم مخفی) آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے جب اس کے دماغ میں ذرا سافن بھی پڑھ دے (چرخ اندر یعنی اندر چرخ اور نیم فن سے مراد حکم مختصر مطلب یہ کہ اس کو مثل شاہان مجازی کے بہت سے اسباب جمع کرنے کی حاجت نہیں محض حکم فرما دینا کافی ہے اور ظاہر ہے کہ محض حکم بمقابلہ اسباب کے مختصر سی ہے پس اصل حاکم و متصرف وہی ہیں باقی ظاہر میں) جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو (حقیقت میں) وہ (عقل مغلوب کنندہ) مہرہ اسی (حاکم حقیقی مخفی) سے رکھتی ہے (اور) استاد زرد وہی (حاکم حقیقی) ہے (مطلب یہ کہ اس غالب میں قوت غلبہ بھی اسی کی دی ہوئی ہے پس واقع میں ان الامر کله لله اور وربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لہم الخیرۃ اب پھر قصہ ہے یعنی ساتھی نے شاہی حکم پا کر) اس (طالب علم) کے سر پر کئی چپت لگائے (اور) کہا کہ (شراب) لے وہ مظلوم (نورا) چڑھا گیا (زیادہ) چپت (لگنے) کے خوف سے (زحیر پچش و بمعنی ناخوش و آزرده چنانکہ زید عدل غیاث مختصر واجب شراب پی لی تو اس کے اثر سے) مست اور شاد اور مثل باغ کے خنداں ہو گیا (اور دوسرے اہل بزم کی طرح یہ بھی) ندیمی



اور مضحکات اور تمسخر میں آگیا (اور) نیم مست اور خوش ہوا (کذا فی الغیاث فی معنی شیر گیر اور حالت مستی میں) چنگیاں بجانے لگا (اور اسی حالت میں پیشاب کا تقاضا ہو گیا تو) بیت الخلاء کی طرف چلاتا کہ پیشاب کرے (میزک شامہ غیاث) بیت الخلاء میں ایک کنیز چاندی دیکھی بہت ہی حسین بادشاہ کی (خاص) خدمتگاروں میں سے (فی الغیاث قرناق بالضم خدمت گار و کنیز کاہ) اس کو جو دیکھا (فرط حیرت سے) منہ کھلا رہ گیا۔ عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا۔ (یعنی تمام بدن میں سناٹا ہو گیا جیسے کسی ظالم کے تسلط کے وقت ہوتا ہے اور اگر ستم پرداز کوئی خاص محاورہ ہو تو معلوم نہیں) سا لہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے بہتر اپڑنی وہ لڑکی اور غل مچایا (مگر) اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت مثل خمیر کے ہوتی ہے نانباتی کے ہاتھ میں وہ (نانباتی) اس (خمیر) کو کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت۔ اس (خمیر) میں سے کچھ کھج آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے کبھی اس کو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے کبھی اس میں بانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے (یعنی تنور اور آتش میں داخل کر کے اس کی خامی و پختگی کو دیکھتا رہتا ہے مطلب یہ کہ اس میں گونا گوں تصرف کرتا ہے یہی حال عورت کا مرد کے ہاتھ سے ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اسی طرح مطلوب اور طالب باہم لپٹ جاتے ہیں (اور) اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں۔ (یعنی مرد غالب اور عورت مغلوب آگے اس کی تعیم فرماتے ہیں ہر طالب و مطلوب کے لئے یعنی) یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے (بلکہ) ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے (آگے بیان ہے مواد تعیم کا یعنی) قدیم اور حادث اور جو ہر اور عرض سے (بھی) ایک التفات (کا ناشی ہونا) دیں اور راین کی طرح فرض (یعنی ضروری) ہے (دییں نام معشوقہ اور راین نام عاشق اور یہاں بہتر یہ ہے کہ قدیم سے مراد قدیم حقیقی نہ ہو بلکہ قدیم اضافی لیا جاوے یعنی وہ حادث جو دوسرے حادث سے اسبق ہو عرف میں بھی اس کو قدیم کہتے ہیں مثلاً ارواح اقدسہ ہیں ابدان سے پس مجموعہ الفاظ سے مراد تمام اجزاء عالم ہیں مطلب یہ کہ کوئی جزو عالم اس اثر تجاذب و تناسب سے نہ نسیں کسی کو کسی سے اور کسی کو کسی سے چنانچہ یہ امر بالکل ظاہر ہے آگے ان تجاذبات کے تفاوت کا ذکر ہے یعنی گونفس تجاذب تو تمام اجزاء عالم میں مشترک ہے) لیکن ہر ایک کا تلاءب (بمعنی تجاذب) دوسرے رنگ کا ہے (اور) ہر ایک کا التفات جدا طریقہ کا ہے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مثلاً کسی کا شعور کے ساتھ کسی کا بلا شعور پھر بلا شعور میں سے کسی کا شہوت و شرور کے ساتھ کسی کا بلا شرور پھر غیر اہل شرور میں سے کسی کا شہوانی سرور کے ساتھ جیسے زوجہ و جار یہ ملو کہ شرعیہ کسی کا غیر شہوانی سرور کے ساتھ جیسے اولاد والدین کے ساتھ وغیر ذلک من الاقسام والا حکام آگے تعلقات مذکورہ تحابت میں سے جن تعلقات کے کچھ حقوق شریعت نے مکلفین پر وضع فرمائے ہیں ان کے ادا و ایفاء کی ترغیب دیتے ہیں اور گوان تعلقات کے حقوق دلائل مستقلہ سے ثابت ہیں مگر بمناسبت ذکر زن و شوہر کے شعرا میں لعب تنہا نہ شور با زن ست میں ان سب حقوق کو صرف نص و اردنی حقوق الزوجہ سے بطور دالت مستنبط کرتے ہیں یعنی قرآن مجید میں جو حقوق زوجہ میں ارشاد ہوا ہے الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان تو اس میں) شی وزن کو مثال کے لئے کہہ دیا گیا ہے کہ اے شوہر تو ان کو بری طور پر وداع (و تسریح) مت کر (بلکہ) یا تو رکھ اور یا خوبی کے ساتھ رخصت کر یعنی بدوں اضرار کے جس کی وجہ یہ ہے کہ) اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا (یعنی ایسا ہوا) کہ مشاطہ نے اس (زن عروس) کا ہاتھ ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا (اور قالایا حالاً کہا تھا)

کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو (معاملہ) کرے گا بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کرے گا (پس تیرے ذمہ اس معاہدہ سے خواہ صراحت ہو یا خود عقد اس کو مستلزم ہو گیا ہو) کما قال تعالیٰ و کیف تاخذونه و قد افوض بعضکم الی بعض و اخذن منکم میثاقاً غلیظاً اس کے حقوق واجب ہو گئے سو اس آیت میں گونصاً صرف ایک صاحب حق کا حق مذکور ہے مگر با شتر اک علت کہ وہ اس کا صاحب تعلقات ہونا ہے یہی آیت حکماً تمام اہل تعلقات کے وجوب ادائے حقوق پر دال ہے یہ معنی ہیں قول مولانا کے کہ شوی وزن را گفته شد بہر مثل فی الغیاث گردک جملہ وینگانی الفصل الیاء مع النون مشاطہ آگے زن حقیقی کے امانت ہونے سے جو کہ ابھی مذکور ہوا ہے زن حکمی یعنی دنیا کے امانت ہونے کے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں تاکہ اس امانت کے حقوق پر بھی تنبیہ ہو یعنی یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست (اور تیری گلوگیر ہو رہی) ہے (جیسی منکوحہ ہوتی ہے) حق تعالیٰ نے اس کو (بھی) تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے (اس کے ساتھ بھی حسب امر الہی معاملہ کر کہ بقدر ضرورت اس سے قرب رکھ اور اس کو آخرت پر ترجیح مت دے اس کے ساتھ حسن معاملہ یہی ہے کہ اس میں گویا اساک بمعروف بھی ہے اخذ بقدر ضرورت کے اعتبار سے اور تسریح باحسان بھی ہے عدم ایثار علی لا خرة کے اعتبار سے آگے پھر قصہ ہے یعنی) حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی۔ (جس کا وہ دعویٰ بھگا رہا تھا اور) وہ طالب علم اس حور زاد پر واقع ہو گیا (اور) اس کی آتش (شہوت) اس (کنیز) کے پنہ میں واقع ہو گئی (اور) جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے (جیسے لذت جماع کے وقت ہوتا ہے فی الغیاث فی فصل الجیم الفارسی مع الخاء خیدن خود را بہم کشیدن وقت جماع اور) دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے (یعنی قابلوں میں غایت لذت سے ایسی بے اختیار مضطربانہ حرکتیں پیدا ہوتی تھیں جیسے مرغ سر بریدہ میں اور اس طالب علم کو مستی میں کچھ یاد نہ رہا کہ) جام (شراب) کیا چیز ہے (اور) بادشاہ کیا ہے (اور) شیر کیا ہے (مراد اس سے بادشاہ بصفقت قہر اور) حیا کیا ہوتی ہے (اور) دین وزہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے (سب رخصت ہو گیا اور) ان (دونوں کی آنکھیں عین وغین (یعنی اندھیر) میں پڑی تھیں (اس لئے ان کی نظر میں) اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین (باعتبار صیغہ ہیئت کے حسن سے مراد مجازاً بڑا آدمی اور حسین سے چھوٹا آدمی بلا قید اچھے ہونے کے اطلاقاً للمقید علی المطلق اور عین وغین دونوں بمعنی ابر کے آتا ہے کذا فی المنتخب اور مراد اس سے مجازاً تاریکی ہے اطلاقاً للسبب علی المسبب۔ مطلب یہ کہ شہوت سے ایسے اندھے ہو گئے کہ ان کی نظر میں کوئی نہ رہا اور نہ ایسی حرکت کیوں کرتے اور اگر کنیز پر شبہ راہ کا ہو تو اول میں یہ صحیح تھا مگر اشعار کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں وہ کرہ مبدل بطوع ہو گیا اور نہ شور و فغاں یا ابا و مدافعت میں ایسی نوبت اور طمانیت نہیں ہو سکتی غرض) ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پالی (اور) ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا (اور ادھر) وقت (طالب علم کی مراجعت کا) دراز ہو گیا اور (وہاں) مراجعت کا راستہ کہاں (وہ تو اور ہی خرافات میں مبتلا ہو رہا ہے اور) بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا (کہ وہ طالب علم اب تک کیوں نہیں آیا تاکہ واقعہ دیکھے) (کہ کس وجہ سے اب تک نہیں لوٹا) وہاں (پہنچ کر) زلزلہ اور قارعہ دیکھا (کہ جس طرح قیامت کے قرع سے زمین کو زلزلہ آوے گا یہاں عورت زلزلہ اور طالب علم قرع میں ہے بس) وہ طالب علم خوف سے (فوراً) اٹھ اور مجلس کی طرف چل دیا (اور جا کر ساقی کے ہاتھ سے) جام (شراب) کو فوراً لے لیا (اور) بادشاہ (کی یہ حالت کہ) دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت سے پر ہے دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیسا ہو رہا جب طالب علم نے اس کا



چہرہ خشم و قہر سے بھرا ہوا دیکھا کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونین ہوا ہوا ہے تو اس کے ساقی کو زور سے پکار کر کہا کہ اے (مجلس کے) بارونق رکھنے والے تو ست کیا بیٹھا ہے (فی الغیث خیرہ بمعنی ست بادشاہ کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لا۔ (یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے اس فقیہ کے لئے اسی ساقی سے کہا تھا یعنی تو نے جو تدبیر میری ترش روئی کی کی تھی وہی اس وقت بادشاہ کی ترش روئی کی کر) بادشاہ کو (اس لطیفہ سے) ہنسی آ گئی (اور) کہا اے صاحب میں (بدوں ساقی ہی کے) نشاط میں آ گیا (جائزہ قصور بھی معاف کیا اور) وہ کنیز (بھی) تیری ہی رہی (کیونکہ) میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد (یعنی انصاف یا عطا) ہے۔ میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جود نے دیا (یعنی جو کچھ یار کو جود سے دیتا ہوں وہی خود کھاتا ہوں پس جو طریقہ میں نے تیری رائے سے ہٹانے کے لئے تجویز کیا تھا اسی طریقہ سے میں خود بھی اپنی رائے سے ہٹتا ہوں اور غصہ کو ترک کرتا ہوں آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں میں (اس کو) اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں میں غلاموں کو اسی طعام میں سے کھلاتا ہوں جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو۔ میں اگر خزا اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں اسی میں سے خشم کو پہنتا ہوں نہ کہ پلاس میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکملات سے آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنوا اسی میں سے غلاموں کو پہنوا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے (معنوی) فرزندوں سے (یعنی امت سے کہ) اتباع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو (رواہ ابو ذر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قصہ یہ ہے کہ) طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا عطاء خاص کشاف الکروب سے (اس کو حق تعالیٰ کی طرف نسبت بوجہ اب حلال ہو جانے کے کیا قصہ ختم ہوا اب رجوع کرتے ہیں اس بڑے بھائی کے اس مقولہ کی طرف بازی آں تست بروئے بساط خویش را در طبع آرد در نشاط یعنی اے نفس) تو دسروں کو (ہمیشہ) بہت نشاط میں لایا ہے (اور دوسروں کو) صبر میں چست اور راغب کیا ہے اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا (اور) عقل صبر اندیش کو پیشوا کر (آگے مولانا کا مقولہ ہے) جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے تو روح (تیری) اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جاوے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا صبر (وکل علی اذی الکفار واستقامت علی الطاعات) براق ہو گیا وہ (براق) آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا (صبر شد براق میں مجاز ہے یعنی صبرش سبب براق شد اور توجیہ اس کی ظاہر ہے کہ آپ کی مقبولیت سبب ہے تجویز معراج کی اور تجویز معراج سبب ہے براق کی اور مقبولیت میں اعمال کو بھی دخل ہے اور صبر میں سب اعمال کا سبب سبب ہوتا ہے پس صبر سبب ہو گیا براق کا اور بحر العلوم نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ براق صورت اعمال بود چنانکہ در فتوحات مذکورست و صبر نیز عمل ست پس براق شدہ آمدہ باشد اور دیکھو) جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے تو بلا کے سبب ابواسطہ صبر کے) ان کے لئے باب رحمت کھل گیا۔ صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو (چنانچہ طاعت و مصیبت میں صبر علیہا ہے اور معاصی میں عنہا ہے پس) صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ تو نے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے جو تو اس تعجیل (یعنی بے صبری) میں پیچیدہ ہو رہا ہے (بعد بیان فضائل صبر کے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) یہ مضمون (مدح صبر کا) حد نہیں رکھتا (اس کو) مختصر کرو اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو۔ اے عاشق پھر (قصہ کی طرف) لوٹ اور (قصہ کو) جلدی بیان کر کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں۔

رواں شدن شہزادگان بعد از اتمام بحث و ماجرا بجانب ولایت چین سوی معشوق و  
مقصود تا بقدر امکان بمقصود نزدیک تر شوند اگر چہ راہ وصل مسدود دست  
نزدیک ہو جائیں اگر چہ وصل کا راستہ بند ہے بقدر امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہر سہ شہزادہ چو کار افتاد شاں	عشق درخور گو شالی داد شاں
تینوں شہزادوں کو جب خود کام پڑا	عشق نے ان کی موافق ان کو گوشالی دی
ایں بگفتند و رواں گشتند زود	ہر چہ بود اے یار من آں لحظہ بود
یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے	جو کچھ ہوتا تھا اے میرے یار اسی وقت ہو گیا
صبر بگزیدند و صدیقیں شدند	بعد از اں سوی بلاد چین شدند
صبر اختیار کیا اور پختہ ہو گئے	اس کے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے
والدین و ملک را بگذاشتند	راہ معشوق نہاں برداشتند
والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا	پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اٹھایا
ہمچو ابراہیم ادم از سریر	عشق شاں بے پاؤ سر کرد و فقیر
مثل ابراہیم ابن ادم کے عشق نے	ان کو تخت سے بے سرو پا اور فقیر کر دیا
یا چو ابراہیم مرسل سر خوشے	خویش را افگند اندر آتشے
یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر	اپنے کو آگ کے اندر ڈال دیا
یا چو اسماعیل صبار مجید	پیش عشق و خنجرش حلقے کشید
یا مثل اسماعیل علیہ السلام کامل الصبر صاحب الجہد کے	عشق کے اور اس کے خنجر کے روبرو حلق رکھ دیا

تینوں شہزادوں کو جب خود (بلا سے) کام پڑا عشق نے ان کی (حالت کی) موافق ان کو گوشالی دی (یعنی پہلے سے تو  
اوروں کو مصائب سے متاثر نہ ہونے کی تعلیم دیتے تھے جب خود کام پڑا تو متاثر ہو گئے اور درخور قید واقعی ہے اور یہ گوشالی دینا ان  
کے کلام بالا سے جس میں یہی مضمون ہے ظاہر ہے غرض) یہ (کلام جو اس مضمون مذکور پر دال تھا) کہا اور فوراً (چین کو) روانہ ہو  
گئے (اور) جو کچھ ہونا تھا اے میرے یار اسی وقت ہو گیا (یعنی مزید مشورہ و تامل نہیں کیا چل کھڑے ہوئے اور اس عشق پر) صبر  
اختیار کیا اور (اس میں) پختہ ہو گئے (اور اوپر جوان کے کلام سے صبر و استقلال کی نفی معلوم ہوتی ہے اس استقلال سے مراد عشق  
سے متاثر نہ ہونا تھا سو یہ نفی تھا اور یہاں صبر مثبت سے مراد عشق کا ثبات ہے پس منفی صبر عن العشق ہے اور مثبت صبر علی العشق ہے  
فلا تعارض اور) اس کے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا (اور) پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم  
اٹھایا مثل ابراہیم بن ادم کے عشق نے ان کو تخت سے بے سرو پا اور فقیر کر دیا۔ (تشبیہ صرف عشق میں ہے قطع نظر خصوصیت مجاز و



حقیقت کے) یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر اپنے کو آگ کے اندر ڈال دیا (کوئی شبہ نہ کرے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام اپنی خوشی سے آگ میں پڑے تھے بات یہ ہے کہ دعوت الی التوحید سبب تھا اس کا پس سبب کا خوشی سے اختیار کرنا بمنزلہ سبب کے بخوشی اختیار کرنے کے ہے) یا مثل اسماعیل علیہ السلام کامل الصبر صاحب الجہد کے عشق کے اور اس کے خنجر کے روبرو حلق رکھ دیا (آگے بمناسبت ذکر عشاق حقیقی کے جو اشعار بالا میں مشبہ بہ واقع ہوئے ہیں ایک اور عاشق کا قصہ ہے جو مجاز سے حقیقت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا)۔

حکایت امرؤ القیس کہ پادشاہ عرب بود و بصورت یوسف وقت  
خود و نان عرب زلیخا و ار مردہ او و اشاعر طبع بود و ایں شعر اوست  
امرؤ القیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دور کا یوسف تھا اور عرب  
کی عورتیں زلیخا کی طرح اس پر قربان تھیں اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اس کا ہے

قفابک من ذکرى حبيب و منزل  
تم دونوں ٹھہرو، ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رو لیں

چوں ہمہ زناں اور ابجان می جستند اے عجب غزل و نلہ او بہر چہ بود مگردانست کہ نہ نہا ہمہ  
تمثال صورتے اند کہ بر تختہائے خاک نقش کردہ اند آخرا امرؤ القیس را حالے پیدا  
شد کہ نیم شب از ملک و فرزند اں گریخت و خود را بدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیم دیگر  
برفت بطلب آنکہ از اقلیم منزہ است واللہ تختص بر حمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم  
جبکہ تمام عورتیں دلو جان سے اس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے اس کی غزل اور نالہ کس لئے تھا؟ شاید اس  
نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو مٹی کے تختوں پر نقش کر دی ہیں بالآخر امرؤ القیس کی ایسی حالت  
ہو گئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے آپ کو گدڑی میں چھپا لیا اور ایک ملک سے  
دوسرے ملک میں اس ذات کی طلب میں چل پڑا جو ملک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے  
جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

امرؤ القیس از ممالک خشک لب	ہم کشیدش عشق از خطہ عرب
امراؤ القیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا	اس کو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کر دیا
بود نازک طبع و ہم صاحب جمال	شاعر و صاحب اصول اندر کمال
وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا	شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا
چونکہ زد عشق حقیقی بردش	سرد شد ملک و عیال و منزلش
جب عشق حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا	تو اس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا

نیم شب دلتے پوشید و برفت	از میان مملکت بگریخت تفت
آدمی رات کو ایک دلق اوزھی اور نکل گیا	سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا
تا بیامد خشت میزد در تبوک	با ملک گفتند شاہے از ملوک
یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا	بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ
امروالقیس آمد ست اینجا بگد	در شکار عشق و نشتے میزند
امراء القیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا	وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے
آں ملک برخاست شب شد پیش او	گفت او را اے ملوک خوبرو
وہ بادشاہ اٹھا اس کے پاس آیا	اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو
یوسف وقتی دو مملکت شد کمال	مر ترا رام از بلاد و از جمال
تو یوسف وقت ہے تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں	تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی
گشتہ مرداں بندگاں از تیغ تو	واں زناں ملک مہ بے میغ تو
مرد تو تیری تلوار سے غلام ہیں	اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میغ کی ملک ہیں
پیش ما باشی تو بخت ما بود	جان ما از وصل تو صد جاں شود
تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے	ہماری جان تیرے قرب سے ۳۰ جاں ہو جاوے
ہم من و ہم ملک من مملوک تو	اے بہمت ملکہا متروک تو
میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے	اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں
فلفہ گفتش بے و او خموش	ناگہاں وا کرد از سر روی پوش
اس نے اس سے بہت ہی کچھ ترکیبوں کی باتیں کہیں اور وہ خاموش تھا	دفعتاً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا
تاچہ گفتش او بگوش از عشق و درد	ہمچو خود در حال سرگردانش کرد
کیا کچھ اس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہہ دی	اپنی طرح فوراً اس کو بھی سرگرداں کر دیا
دست او بگرفت و با او یار شد	او ہم از تخت و کمر بیزار شد
اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا	وہ بھی تخت اور ٹپکے سے بیزار ہو گیا
تا بلاد دور رفتند آں دو شہ	عشق یک کرت نکرد دست ایں گنہ
بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے	عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی ہار نہیں کیا



بر بزرگاں شہد و بر طفلانست شیر	او بہر کشتی بود من الاخیر
وہ بڑوں کے لئے شہد ہے اور بچوں کے لئے دودھ ہے	وہ ہر کشتی کے لئے من الاخیر ہے
کہ چو در کشتی رود غرقش کند	تا بقعر از پای تا فرقش کشد
کہ جس کشتی میں وہ جادے اس کو غرق کر دے	اس کو پاؤں سے سر تک قعر کی طرف لے جادے
غیر ایں دلبس ملوک بے شمار	عشق شاں از ملک بر بود و تبار
ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں	کہ عشق نے ان کو ملک اور خاندان سے جدا کر دیا
قصہ کنخسرو آں شاہ زماں	ہست شہرہ در میان انس و جاں
چنانچہ اس شاہ زماں کے خسرو کا قصہ	انس و جن میں مشہور ہے
جان ایں سہ شہ بچہ ہم گرد چیں	ہمچو مرغاں گشتہ ہر سودا نہ چیں
ان تین شہزادوں کی جان بھی چمن کے گرد	مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی

(رابطہ اوپر مذکور ہوا بعض نسخوں میں سرخی کے ایک جملہ کے بعد کہ اوشاعر طبع بود یہ عبارت اور زائد ہے وایں شعر از دست

قفانیک من ذکر ی حبیب و منزل

اس سے زیادہ تعین ہوگئی اس امر القیس کی کہ یہ وہی مشہور شاعر جاہلیت صاحب قصیدہ اولی من القصائد السبعة المعلقة المشہورہ ہے جس کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چوبیس سال پہلے ہوا ہے پس اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس کا حال جو شرح سبہ معلقہ نے لکھا ہے اس سے تو ملک اور عظیم ہونے کے ساتھ اس کا فسق و افجر ہونا معلوم ہوتا ہے نیز حاشیہ میں بحر العلوم سے نقل کیا ہے امر القیس شاعر از قدما و شاعران کفار و عرب بود و شیخ عہد الحق دہلوی قدس سرہ گفتہ کہ در حدیث مذمت امر القیس واقع شد و یقدم الشعراء الی النار اھ پھر مولانا کا یہ مضمون اس پر کیسے منطبق ہوگا غایت مافی الباب یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا امر القیس ہوگا اور بعض نسخوں میں جو عبارت زائد ہے ممکن ہے کہ مولانا کے بعد کسی نے تخمین سے بڑھادی ہو و اللہ اعلم بہر حال مولانا فرماتے ہیں کہ (امراء القیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا) (یعنی پہلے حکومت و ملک کا حریص تھا یا یہ معنی ہوں کہ ممالک خشک لب سے تھا یعنی عرب کا تھا) اس کو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کر دیا (بھی اس لئے کہا کہ جس طرح سے سرخی سے قبل کے عشاق کو مرغوبات سے علیحدہ کیا ہے) وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا (یعنی اس کے کمالات اصول صحیحہ کی موافق تھے آگے بیان ہے مصرعہ ہم کشیدش کا یعنی) جب عشق حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا تو اس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا (اور) آدھی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا۔ سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا (وہاں کے) بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ (یعنی امر القیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے وہ بادشاہ اٹھا) (اور) اس کے پاس آیا اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوب تو یوسف وقت ہے (اور) تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں (یعنی) تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی مرد تو تیری تلوار سے (تیرے) غلام

ہیں اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میخ (یعنی حسن) کی ملک ہیں تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے ہماری جان تیرے قرب سے سو جان (کی برابر) ہو جاوے میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے۔ اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں (یعنی تو ایسا عالی ہمت ہے غرض یہ کہ) اس نے اس سے بہت ہی کچھ ترکیبوں کی باتیں کیں اور وہ خاموش تھا (جب وہ سب کچھ کہہ چکا دفعۃً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا (اور معلوم نہیں کہ) کیا کچھ اس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہہ دی (کہ) اپنی طرح فوراً اس کو بھی سرگرداں کر دیا (بس) اس (شاہ تبوک) نے اس (امراء القیس) کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا (اور) وہ بھی تخت اور ٹپکے سے بیزار ہو گیا (اور) بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے (اور) عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا (بلکہ بکثرت ایسا کیا ہے کہ سب مال و جاہ چھڑا دیا اور اس کو گناہ باعتبار زعم مخاطب محبوب کے فرمایا کما قال تعالیٰ واذاتلی علیہم آیاتنا بینات تعرف فی وجوہ الذین کفروا المنکر یکادون یسطون بالذین یتلون علیہم آیاتنا قل افانہنکم بشر من ذلکم النار حیث یستلزم ظاہراً کون الا آیات ایضاً متضمناً للشر عیاذ باللہ . وقال تعالیٰ قل لاتسألون عما اجرنا الا یہ وهو صلے اللہ علیہ وسلم بری من الجرم آگے بیان ہے عشق یک کرت نکردست اس گنہ کا) وہ (عشق) بڑوں کے لئے (بمنزل) شہد (کے) ہے اور بچوں کے لئے (بمنزل) دودھ (کے) ہے (مطلب یہ کہ اس کا اثر ہونے کے لئے نہ بڑا ہونا شرط ہے نہ چھوٹا ہونا مانع بچوں پر بھی یہی اثر کرتا ہے اس کا مشاہدہ ہر وقت ہوتا ہے کہ شیر خواہ بچہ کو جس سے محبت ہو جاوے اگر اس کے ساتھ جانے میں تمام گھریا اور خاندان بھی چھٹتا ہو تو اس کو اس کی کچھ پروا نہیں ہوتی غرض) وہ (عشق) ہر کشتی کے لئے (بمنزل) من الاخیر (کے) ہے (جس کی شان یہ ہے کہ جس کشتی میں وہ جاوے اس کو غرق کر دے) (اور) اس کو پاؤں سے سرتک (دریا کی) قعر کی طرف لے جاوے (من الاخیر کے یہی معنی ہیں مطلب یہ کہ جس قلب میں پہنچے اس کو پورا غرق ہی کر دے چنانچہ تم نے ابھی امراء القیس اور شاہ تبوک کا قصہ سنا اور) ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بے شمار بادشاہ ہوئے ہیں کہ عشق نے ان کو ملک اور خاندان سے جدا کر دیا چنانچہ اس شاہ زماں کے خسروں کا قصہ انس و جن میں مشہور ہے (فی الحاشیہ شیخ محمد افضل گفتہ اشارت است بقصہ ترک کردن کے خسرو بادشاہی یا چنانکہ تفصیل در شاہنامہ مذکور است اھ اسی طرح ان تین شاہزادوں کی جان بھی چین کے گرد (عشق میں) مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی (اس شعر میں تائید مضمون منتقل الیہ یعنی عموم اثر عشق کے ساتھ ساتھ رجوع بقصہ بھی ہو گیا چنانچہ آگے بھی قصہ ہی کے اشعار ہیں اور یہ رجوع نہایت لطیف ہے۔)

زہرہ نے تالب کشائند از ضمیر	زانکہ راز با خطر بود و خطیر
ان کی یہ طاقت نہ تھی مانی الضمیر سے لب کشائی کریں	کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا
صد ہزاراں سرپو لے آں زماں	عشق خشم آلود زہ کردہ کماں
لاکھوں سراس وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں	جبکہ عشق خونی کمان پر حلیہ چڑھا لیتا ہے
عشق خود بخشم در وقت خوشی	خوی دارد دمبدم خیرہ کشتی
عشق بدوں خشم ہی کے خوشی کے وقت میں	عادت رکھتا ہے دمبدم بیباکانہ قتل کرنے کی



ایں بود آں لحظہ کو خوشنود شد	من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد
یہ حالت تو اس وقت ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے	میں کیا کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو
لیک مر ج جاں فدای شیر او	کش کشد ایں عشق و ایں شمشیر او
لیکن چراگاہ جان اس کے شیر پر فدا ہے	کہ اس کو یہ عشق اور اس کی شمشیر قتل کرے
کشتنی بہ از ہزاراں زندگی	سلطنتہا مردہ ایں بندگی
ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے	بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر قربان ہیں
باکنایت راز ہا باہم دگر	پست گفتندے بعد خوف و خطر
وہ شہزادے اسرار کو ایک دوسرے سے	بعد خوف و خطر پست آواز سے کہتے
راز را غیر خدا محرم نبود	آہ را جز آسماں ہدم نبود
راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا	آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہدم نہ تھا
اصطلاحاتے میان ہمدگر	داشتندے بہر ایراد خبر
کچھ اصطلاحیں خبر لانے کے لئے	آپس میں رکھتے تھے

ان (شہزادوں) کی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا (کیونکہ احتمال تھا کہ اگر زبان سے کہہ دیں تو بادشاہ تک پہنچ جاوے جس کی نسبت پہلے آیا ہے غیرتے دارد ملک برنام او اور اس لئے وہ غضبناک ہو کر ان کو ہلاک کر ڈالے آگے یہی مضمون ہے کہ) لاکھوں سراں وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے (مراد اس سے حالت خشم کی ہے اور عشق کا خشم دو طرح سے مستحق ہوتا ہے ایک یہ کہ معشوق خشناک ہو ایک یہ کہ کوئی اور اس عشق کے سبب خشناک ہو یہاں دوسری صورت تھی کہ شاہ چین اسی غیرت میں خشناک ہو جاتا اس سے ان کو خوف تھا کہ اس کی جان کی پروا بھی نہ کرتا اور عشق (تو ایسی چیز ہے کہ وہ) بدوں خشم ہی کے خوشی کے وقت میں عادت رکھتا ہے دمبدم بے باکانہ قتل کرنے کی۔ (اور یہ ظاہر ہے کہ معشوق کی ادائیں حالت رضا کی بھی ذبح کرتی ہیں) یہ حالت تو اس وقت ہے جبکہ وہ (عشق) خوش ہوتا ہے (سو) میں (اس وقت کی تو) کیا (بات) کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو لیکن (ان دونوں حال میں) چراگاہ جان اس (عشق) کے شیر پر فدا ہے کہ اس (جان) کو یہ عشق اور اس کی شمشیر قتل کرے (یہ بیان ہے فدا ہونے کا یعنی اس سے مقتول ہونے کے لئے فدا اور آمادہ ہے اور مر ج جان اور شیر او میں اضافت مثل لجین الماء کے ہے یعنی عشق بمنزلہ ایک شیر کے ہے اور جان عاشق کی مشابہ اس چراگاہ کے ہے جس کو وہ شیر بالکل چر جاوے مطلب یہ ہے کہ خواہ عشق راضی ہو یا غضبناک ہو عاشق بیچارہ دونوں حال میں اس پر جان بازی کے لئے تیار ہے اور اس کے نزدیک اس کا) ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے (اور اس کے

نزدیک) بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر (جو کہ عشق میں حاصل ہے) قربان ہیں (پھر قصہ ہے کہ) وہ شہزادے (اپنے) اسرار کو ایک دوسرے سے بصد خوف و خطر پست آواز سے کہتے (جس طرح سرگوشی کرتے ہیں اور چونکہ اس سرگوشی کا ہر وقت اور بہت دیر تک موقع میسر نہیں ہوتا اس لئے اکثر اوقات ان کے) راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا (اور ان کی) آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمد نہ تھا (اور گاہ گاہ بغرض اظہار بعض اسرار کے) کچھ اصطلاحیں (دل کی) خبر (زبان پر) لانے کے لئے آپس میں رکھتے تھے (اس سے کچھ غبار نکال لیتے تھے)۔

زیر لسان الطیر عام آموختند	طعم طراق سروری اندوختند
اس منطق الطیر سے عام نے سیکھ لیا ہے	مقتدائیت کا کردار حاصل کر لیا ہے
صورت آواز مرغست آں کلام	غافل ست از حال مرغاں مرد خام
وہ کلام صورت آواز طیور کے ہے	وہ مرد خام طیور کے حال سے غافل ہے
کو سلیمان نے کہ داند لحن طیر	دیو گرچہ ملک گیرد ہست غیر
سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں	دیو اگرچہ ملک لے لے اچھی ہے
دیو بر شبہ سلیمان کردہ ایست	علم مکرش ہست علمناش نیست
دیو نے سلیمان علیہ السلام کی شبہ پر قیام کیا ہے	اس کو علم کر تو ہے اس کو علمنا نہیں
چوں سلیمان از خدا بشاش بود	منطق الطیرے ز علمناش بود
سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بشاش تھے	ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا
تو ازاں مرغ ہوائی فہم کن	کہ ندیدیستی طیور من لدن
تو مرغ ہوائی سے سمجھ لے	کیونکہ طیور لدنیہ کو تو نے دیکھا بھی نہیں
جای سمرغاں بود آں سوی قاف	ہر خیالے رانباشد دست باف
ان سمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف ہے	ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں
ہر خیال را کہ دید آں اتفاق	آنگہش بعد العیاں افتد فراق
ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس کو دیکھا ہو	اس وقت بعد معائنہ کے اس کو فراق کا اتفاق واقع ہو جاوے
نے فراق قطع بہر مصلحت	کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
تو وہ فرق قطع کا نہیں ہوتا مصلحت کے لئے ہوتا ہے	کیونکہ وہ فضیلت ہر فراق سے مامون ہوتی ہے
بہر استبقای آں جسم چو جاں	لحظہ در ابر گردد خور نہاں
بغرض استبقا اس جسم کے جو کہ مثل جان کے ہے	کسی وقت ابر میں آفتاب پوشیدہ ہو جاتا ہے



بہر استبقائے آل روحی جسد	آفتاب از برف یک دم در کشد
اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے	آفتاب برف سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو ایکسو کر لیتا ہے
بہر جان خویش جو زایشاں صلاح	ہیں مدد از حرف ایشاں اصطلاح
تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو	ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چڑا

(اوپر ذکر تھا اصطلاحات قالیہ ابناء الملک کا اس کی مناسبت سے اس سے انتقال ہے ایک مضمون متعلق اصطلاحات حالیہ اہل اللہ کی طرف یعنی جس طرح ان شہزادوں کی اصطلاحات قالیہ کو دوسرا نہ سمجھتا تھا اسی طرح اہل اللہ کی اصطلاحات حالیہ مفسر ہما سیاتی کو عام لوگ نہیں سمجھتے پھر باوجود اس کے جو بعض محض براہ تقلید ان کے اقوال و ملفوظات کو مجالس میں نقل کرتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس منطق الطیر (یعنی کلام عارفین) سے (جو کہ غیر مفہوم عند العامة ہونے میں مشابہ منطق الطیر کے ہے ان) عام (لوگوں) نے (جو کہ محض نقال ہیں) سیکھ لیا ہے (یعنی الفاظ و عبارات یاد کر لی ہیں اور ان کو نقل کر کے) مقتدا بیت کا کروفر حاصل کر لیا ہے (یعنی غرض ان کی صرف یہ ہے باقی نہ وہاں فہم ہے اور نہ تفہیم ہے مراد اس سے عارفین کا وہ کلام ہے جو ان کے واردات و احوال و ذوق و وجدان سے ناشی ہے کہ اس کو اہل واردات و احوال ہی سمجھتے ہیں اسی کو اصطلاحات حالیہ سے بندہ نے تعبیر کیا ہے گو وہ الفاظ اصطلاحی المعنی الاصطلاحی نہ ہوں مثلاً اگر کوئی عاشق کہے کہ ہائے جل گیا گو یہ کوئی اصطلاحی لفظ نہیں لیکن محض لغت دانی اس کے سمجھنے کے لئے کافی بھی نہیں وہ تو حیرت کرے گا کہ یہ کہاں جلا ہے دوسرا عاشق البتہ اس جلنے کی حقیقت سمجھ جاوے گا اور مقصود مولانا کا اس سے مذمت و شاعت ہے مرزین کی جیسا مثنوی میں مقامات کثیرہ پر ہے آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جس کو مزدورین بے سمجھے نقل کر رہے ہیں) (صورت آواز طیور کے ہے) (یعنی جیسے کوئی آواز طیور کی حکایت کرنے لگے کہ اس کا وہ مدلول نہیں جو منطق الطیر واقعی کا ہے اور واقع میں وہ مردخام) (جو صورت طیر کی حکایت کر رہا ہے) (طیور کے حال سے) (کہ واقع میں وہ کس حال پر ان اصوات سے دلالت کا قصد کر رہے ہیں) غافل ہے (پس مردخام منطق الطیر کو نہیں سمجھتا بلکہ اس کا سمجھنا تو اس کی مماثل کا کام ہے کہ طیر ہو یا اس سے اکمل کا کام ہے کہ سلیمان ہو اسی طرح ایسے اہل اللہ کا کلام یا تو ان کا مماثل سمجھے یا ان سے اکمل و افضل سمجھے مولانا نے آگے اسی دوسری صورت کو بطور تمثیل کے فرمایا ہے نہ کہ بطور تخصیص حکمی کے یعنی) سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لجن طیور کو سمجھیں (وہ سمجھنا دیو کا کام نہیں کیونکہ) (دیو اگرچہ) (کسی دھوکہ سے) (ملک لے لے) (لیکن پھر بھی) (اجنبی ہے) (اسی طرح مزدورین اگر کسی فریب سے شیخ و مقتدا بھی بن جاویں مگر محبوب و ناواقف ہیں اور اس میں اشارہ ہے قصہ انتزاع سلطنت سلیمان کی طرف جیسا کہ مشہور ہے گو محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں آگے دیو کے غیر ہونے کی تفسیر ہے یعنی) (دیو نے سلیمان علیہ السلام کی تہ پر قیام کیا ہے اسی کو علم مکر تو ہے) (مگر) (اس کو علمنا) (کا مرتبہ) (نہیں) (یعنی وحی و علم لدنی جس کی بدولت وہ منطق الطیر کو سمجھتے تھے یہ علمنا نہ ہونا تفسیر ہے غیر ہونے کی اور) (سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے) (نعمتیں پا کر) (بشاش تھے) (کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ و قال الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین و قولہ یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیء ان ھذا ھو الفضل المبین) ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا (یعنی تعلیم الہی تھا پس اسی طرح بدوں تعلیم الہی قولی یعنی الہام یا عملی یعنی افاضہ واردات ان اہل اللہ کا کلام سمجھ میں نہیں آ سکتا آگے اس نہ سمجھنے کی تائید و تقویت ایک مثال سے



کرتے ہیں کہ) تو (اس مضمون کو) مرغ ہوائی (کی حالت) سے سمجھ لے کیونکہ طیور لدنیہ کو تو نے دیکھا بھی نہیں (اور ان طیور کو تو آنکھ سے دیکھا بھی ہے اور ان کی اصوات کو کان سے سنا بھی ہے اور باوجود اس کے ان کے حقائق مفہوم نہیں ہوتے تو ان بے دیکھے طیور کے بے سنے کلام کی حقیقت کو کیا سمجھے گا آگے جواب ہے اس سوال کا کہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ طیور لدنیہ کو دیکھا نہیں ہم تو عارفین کو شب و روز دیکھتے ہیں جواب یہ ہے کہ) ان سمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف (یعنی خارج و وراء) ہے (اور وہاں تک نظر تو کیا پہنچتی جس سے تو ان کو دیکھتا وہ مقام تو) ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں (فی الغیث دست باف کنایہ از آسان اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ عارف اصل میں روح ہے نہ کہ بدن اور وہی محل واردات و احوال ہے اور وہی اصل میں صاحب ارشاد و افاضہ ہے اور وہ بوجہ مجرد ہونے کے کما ذہب الیہ کثیر من المکاشفین مع قولہم بحلوئہ الذاتی و الزمانی عالم اجسام سے وراء ہے اور یہی معنی ہیں آن سوئے قاف کے یعنی وراء الافلاک و العرش المشابہة بالقاف فی الاحاطة پس اس سے سب احکام ظاہر ہو گئے ندیدیستی یہی اور اسی سے کلام اوشیندستی یہی کیونکہ ان الکلام لفی الفواد الخ اور یہی فواد متکلم مرشد و مفیض ہے اور اسی طرح خیال کی وہاں تک رسائی نہ ہونے کا حکم بھی اور اسی سے اس شبہ کا جواب حاصل ہو گیا جو ندیدیستی پر ہوا تھا اور ہر خیال اس لئے کہا کہ اہل بصیرت تو اس مقام موطن روح محل فیوض غیبیہ و واردات لدنیہ کے مشاہدہ سے مشرف ہیں عیاناً اور وجداناً چنانچہ اس کے بعد کے شعر میں اسی خیال کے دید کا ذکر آدے گا اور یہ شعر آئندہ بھی مثل شعر جائے سمرغان الخ جواب ہے ایک سوال کا وہ سوال یہ ہے کہ اس شعر جائے سمرغان الخ کی تقریر سے یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ ہم اس روح کا اور اس کے مقام فیض کا مشاہدہ نہیں کرتے لیکن جن کو تم اہل مشاہدہ کہتے ہو ان کی حالت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی مشاہدہ نہیں کراتے کیونکہ اس مشاہدہ کے آثار ان پر غالب نہیں دیکھے جاتے پس اس کا جواب دیتے ہیں کہ) ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس مقام فیوض و واردات (کو دیکھا ہو) اور (اس وقت) (یعنی) بعد معائنہ کے اس کو فراق (و استتار) کا اتفاق واقع ہو جاوے تو وہ فراق قطع کا نہیں ہوتا (محض) مصلحت کے لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ فضیلت (مشاہدہ کی) ہر فراق سے ماموں ہوتی ہے (اس لئے فراق قطع کا احتمال نہیں محض مصلحت ہے اور وہ مصلحت یہ ہے یعنی) بغرض استبقاء اس جسم کے جو کہ مثل جان کے (عزیز) ہے (اس لئے کہ روح کے بہت سے افادات جسم کے تعلق پر موقوف ہیں پس اس کے استبقاء کے لئے) کسی وقت ابر میں آفتاب (احوال و واردات کا) پوشیدہ ہو جاتا ہے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے (جو کہ لطافت و عزت میں مشابہ روح کے ہے) آفتاب (مفسر آنفاً) برف (بدن) سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو ایک سو (یعنی) محجب) کر لیتا ہے (حاصل جواب یہ کہ آثار کا ہر وقت غالب نہ رہنا عدم مشاہدہ کے سبب نہیں بلکہ اس میں ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ اگر ہر وقت غلبہ رہے تو نفس و روح تدبیر بدن سے معطل ہو جاوے اور بدن فنا ہو جاوے اور مقصود اس کا استبقاء اس لئے حکمت حق مقتضی ہوتی ہے تجلیات کی استتار کو بعض اوقات میں جس طرح ابر میں آفتاب اس لئے پوشیدہ ہو جاوے کہ برف ایک دم سے نہ گھل جاوے اور لحظہ در ابرائ الخ میں اشارہ ہو سکتا ہے طرف توجیہ حدیث انہ لیغان علی قلبی کے باعتبار اس کی تفسیر و نیز حکمت کے پس غالب نہ رہنا احوال کا تو عدم مشاہدہ کی دلیل نہیں اور گاہ گاہ آثار کا غالب ہونا مشاہدہ کی دلیل ہے پس مشاہدہ ثابت ہو گیا اور احتمال نفیض کا جاتا رہا آگے پھر رجوع ہے مضمون شعراول کی طرف کہ جب اصطلاح آموزی مضر ہے (تو) تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چرا (کہ اول نافع ہے ثانی مضر آگے اصطلاحات زلیخا سے مثال لاتے ہیں اصطلاحات ابناء الملک یا اصطلاحات اہل اللہ کی پس اس میں عود ہے شعر زین



لسان الطیر یا اصطلاحات کی طرف اور وجہ تمثیل دونوں احتمال پر نامحرم کا نہ سمجھنا اور محرم کا سمجھنا اور اس محرم کے سمجھنے سے ایک گونہ اپنی تسلی اور کبھی دوسرے کو افادہ ہے۔ و هذا كله يقع للعشاق على الصور وعلى المعاني.

آں زلیخا از سپنداں تا بعود	نام جملہ چیز یوسف کردہ بود
اس زلیخا نے سپندان سے لے کر عود تک	سب چیزوں کا نام یوسف گر رکھا تھا
نام او در نامہا مکتوم کرد	محرمات را سر آں معلوم کرد
ان کے تمام کو ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا	محرموں کو اس کا راز معلوم کرا رکھا تھا
چوں بگفتے موم ز آتش نرم شد	ایں بدے کاں یار باما گرم شد
اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا	تو یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا
ور بگفتے مہ برآمد بنگرید	ور بگفتے سبز شد آں شاخ بید
اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو	اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی
ور بگفتے آبہا خوش می تند	ور بگفتے خوش ہی سوزد سپند
اور اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں	اور اگر کہتی کہ سپند خوب چل رہے ہیں
ور بگفتے برگہا خوش می طپند	دست برہم رقص و مستی می کنند
اور اگر کہتی کہ پتے خوب تھر تھراتے ہیں	ہتھیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں
ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت	ور بگفتے شہ شہباز گفت
اور اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے	اور اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہہ دیا ہے
ور بگفتے چہ ہما یونست بخت	ور بگفتے کہ بر افشانید رخت
اور اگر کہتی کہ نصیب کیا ہمایوں ہے	اور اگر کہتی کہ اسباب جہاز دو
ور بگفتے کہ سقا آورد آب	ور بگفتے کہ برآمد آفتاب
اور اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا	اور اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا
ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند	یا حوانج از پرش یک لختہ اند
اور اگر کہتی کل رات ایک دیگ پکائی ہے	یا مصالح سے ایک ذات ہو گئے ہیں
ور بگفتے ہست نانہا بے نمک	ور بگفتے عکس می گردد فلک
اور اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں	اور اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے

ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم	ور بگفتے درد سر شد خوشترم
اور اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا	اور اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں
محرماں رازاں خبر بد کہ چہ گفت	کہ مخالف باموافق گشت جفت
ان کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا	کہ مخالف بھی موافق کی ہمراہ ہوتا تھا
گر ستودے اعتناق او بدے	ور نکوہیدے فراق او بدے
اگر وہ تعریف کرتی تو یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا	اور اگر مذمت کرتی تو یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا
صد ہزاراں نام گر برہم زدے	قصد او و خواہ او یوسف بدے
اگر لاکھوں نام کو مخلوط کرتی تو	اس کا مقصود اور اس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے
گر سنہ بودے چو گفتم نام او	می شدے او سیر و مست از جام او
وہ بھوکے ہوتی جب ان کا نام لیتی	تو وہ سیر اور ان کے جام سے مست ہو جاتی
تشنکیش از نام او ساکن شدے	نام یوسف شربت باطن شدے
اس کی تشنگی ان کے نام سے ساکن ہو جاتی	یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا
ور بدے دردیش ز اں نام بلند	درد او در حال گشتے سودمند
اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اس نام عالی سے	اس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا
وقت سرما بودے او را پوتیں	ایں کند در عشق نام دوست ایں
وہ سرما کے وقت اس کا پوتین ہوتا	محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے
عام می خوانند ہر دم نام پاک	ایں عمل نکند چون بود عشق ناک
عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک پڑھتے ہیں	یہ اثر نہیں کرتا جبکہ وہ عشق ناک نہ ہو
آنچه عیسیٰ کردہ بود از نام ہو	می شدے پیدا و را از نام او
عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا	وہ ان کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا
چونکہ باحق متصل گردید جاں	ذکر آں اینست ذکر اینست آں
جب روح حق تعالیٰ کے ساتھ متصل ہو گئی	تو اس کا ذکر تو اس کا ہے اس کا ذکر اس کا ہے
خالی از خود بود و پر از عشق دوست	پس ز کوزہ آں تراود کہ دروست
وہ اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پر ہو گیا	پس کوزہ سے وہ نیچے گا جو اس میں ہے



خندہ بوئے زعفران وصل داد	گریہ بوہائے پیاز اندر بعاد
خندہ زعفران وصل کی خوشبو دے گا	گریہ اس فراق کے پیاز کی بو
ہر یکے را ہست در دل صدمراد	ایں نباشد مذہب عشق و وداد
ہر شخص کے دل میں صدمہ مراد ہیں	عشق و محبت کا یہ طریق نہیں ہوتا
یار آمد عشق را روز آفتاب	آفتاب آں روی را ہچوں نقاب
اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے	آفتاب اس ذات کے لئے مثل نقاب کے ہے
آنکہ شناسد نقاب از روی یار	عابد الشمس ست دست ازوے بدار
جو شخص نقاب کو روئے یار سے متمیز نہ کرے	وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار ہو جا
روز او و روزی عاشق ہم او	دل ہم او دلسوزی عاشق ہم او
عاشق کا روز بھی وہی ہے اور روزی بھی وہی ہے	عاشق کا دل بھی وہی ہے دلسوزی بھی وہی ہے
ماہیاں را نقد شد از عین آب	نان و آب و جامہ و دار و خواب
ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ	اور دارد اور خواب عین آب سے نقد و نت ہو گیا
ہچو طفل ست اوز پستاں شیر گیر	او نداند درد و عالم غیر شیر
وہ مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے	وہ دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا
طفل داند ہم نداند شیر را	راہ نبود ایں طرف تدبیر را
لڑکا دودھ کو جانتا بھی ہے نہیں بھی جانتا	اس طرف کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے
گیج کرد ایں گرد نامہ روح را	تانیابد فاتح و مفتوح را
اس تعویذ مفروز نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے	تاکہ وہ فاتح کو اور مفتوح کو نہ پاوے
گیج نبود در روش بلکہ اندرو	حاملش دریا بود نے سیل و جو
سلوک میں پراگندہ مغز نہیں رہتا	بلکہ اس میں اس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر
چوں بیاید او کہ یا بدگم شود	ہچو سیلے غرقہ قلزم شود
وہ جب آتا ہے کہ پاوے تو گم ہو جاتا ہے	سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے
دانہ گم شد انگھے او تیں شود	تا نمرودی زر ندادم ایں بود
دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر ہو جاتا ہے	جب تک تو مرا نہیں میں نے زر نہ دیا یہی ہوتا ہے

اس زلیخا نے سپندان سے لے کر عود تک سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ہر چیز کو یوسف کہا کرتی اس صورت میں تو اخفا کچھ بھی نہ ہوتا جو کہ اصطلاح سے مقصود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کے نام سے مراد یوسف ہوتے تھے اس سے اخفاء کی غرض کا حاصل ہونا ظاہر ہے پسند اور سپندان رائی یا اس کے مثل کوئی تخم ہے جس کو نظر بد کے دفع کے لئے جلاتے ہیں اور عود کو خوشبو کے لئے جلاتے ہیں مطلب یہ کہ جلانے کی چیزوں میں بھی ادنیٰ سے اعلیٰ تک ہر چیز سے اشارہ محبوب ہی کی طرف ہوتا تھا اسی طرح اور چیزوں کے نام سے بھی یعنی ہر وقت جو باتیں معمولی ہوتی رہتی ہیں ان کے کلمات اور تراکیب سے اس نے تعلق محبت و محبوب کے متعلق حالات کی خاص اصطلاحیں قرار دے رکھی تھیں پس اس طرح سے) ان کے نام کو (دوسرے) ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا (اور) محرموں کو اس کا راز معلوم کر رکھا تھا (مثلاً) اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا تو (اس کی اصطلاح خاص میں اس کا) یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا (مہربانی کے درجات مختلف ہیں اس سے یوسف علیہ السلام کی ناجائز مہربانی لازم نہیں آتی) اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو (تو اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں پس اس کی جزا مقدر ہے اسی طرح یہاں سے درگفتے کہ بدر آ مدسرم الخ تک اور وہ جزاء یہی ہے جو اس مصرعہ کے بعد ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی یعنی قولہ اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے اور اس کے بعد جو میں نے یہ کہا ہے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں یہ جزو جزاء نہیں ہے ہر جگہ اس کا شرح میں انتظار نہ کیا جاوے محض مثال ہے جو ہر جگہ مناسب شرط سمجھ لی جاوے) اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی (تو اس کا بھی کوئی ایسا ہی مطلب ہوتا) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پسند خوب جل رہا ہے (جس کا ذکر سب سے اول شعر میں بھی آیا ہے) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پتے خوب تھر تھراتے ہیں (یعنی) ہتھیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہہ دیا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ نصیب کیا ہمایوں ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ کل رات ایک دیگ پگائی ہے یا (یہ کہتی کہ) مصالح پکنے سے ایک ذات (یعنی خوب مخلوط) ہو گئے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں (سب کا ایسا ہی مطلب ہوتا اور) ان (اصطلاحات) کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا (اور یہ اصطلاحات اس لئے مقرر کی تھی) کہ (مجلس میں) مخالف بھی موافق کے ہمراہ ہوتا تھا (اس سے اخفاء کے لئے ایسا کر رکھا تھا اسی طرح) اگر وہ (کسی چیز کی) تعریف کرتی تو (اس سے مراد) یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا (اس سے معانقہ کا وقوع مراد نہیں کیونکہ ذکر معانقہ ذکر وقوع میں منحصر نہیں بلکہ ذکر تمنائے معانقہ بھی ذکر معانقہ ہے) اور اگر (کسی چیز کی) مذمت کرتی تو (مراد اس سے) یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا (غرض یہ ہے کہ) اگر لاکھوں نام (والفاظ) کو محفوظ کرتی تو (سب الفاظ سے) اس کا مقصود اور اس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے (یہاں تک تو حکمت بیان کی تھی زلیخا کے خاص اصطلاح میں یوسف علیہ السلام کا نام لینے کی اور اس مقام پر ایراد حکایت زلیخا سے یہی اصل غرض بھی ہے کہ تشبیہ دی گئی ہے اصطلاحات اہل اللہ کو اصطلاحات زلیخا سے آگے ان کا مطلق نام لینے کی حکمت مذکور ہے قطع نظر مصطلح یا مصرح سے پس گویا یہ ایک قسم کا انتقال ہے عشق کے ایک اثر کے ذکر سے



اس کے دوسرے اثر کے ذکر کی طرف یعنی ایک اثر عشق کا غیرت علی المحبوب ہے جس پر اصطلاح تجویز کرنے کو اوپر متفرع کیا ہے دوسرا اثر اطمینان و استبشار بذکر المحبوب ہے کما قال تعالیٰ الابد ذکر اللہ تطمئن القلوب و قال تعالیٰ فاما الذین امنوا فزادتهم ایمانا و هم یستبشرون اس کا آگے ذکر ہے یعنی (وہ زلیخا) بھوکی ہوتی جب ان کا نام لیتی تو وہ سیر اور ان کے جام سے مست ہو جاتی (اسی طرح) اس کی تشنگی ان کے نام سے ساکن ہو جاتی (اور اس کے لئے) یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اس نام عالی سے اس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا (اس کی فائدہ مندی یہی ہے کہ صحت یاب ہو جاوے اور) وہ (نام) سرما کے وقت اس کا پوستین ہوتا (یعنی مثل پوستین کے دفع سرما ہوتا غرض وہ مثل غذا و دوا و دواء کے دفع جوع و عطش و دافع وجع و مرض و دافع قرد برد ہوتا اور اس کا تعجب نہ کیا جاوے کیونکہ) محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے (اور اگر عشق نہیں ہے تو یوں تو) عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک (حق تعالیٰ) کا پڑھتے ہیں۔ (لیکن) یہ اثر نہیں کرتا (جو کہ مذکور ہوا) جبکہ وہ (ذکر) عشق ناک نہ ہو (چنانچہ عام میں یہ اثر نہ ہونا بھی ظاہر ہے اور اہل عشق میں وہ اثر ہونا بھی مشاہد ہے کہ اس کی لذت میں بھوک پیاس اور مرض اور گرمی و سردی کا محسوس نہ ہونا بلکہ اکثر دفع ہو جانا بھی حد تو اتر تک پہنچ چکا ہے آگے بطور انتقال کے بمناسبت ذکر خواص اسم محبوب کے عشق کا ایک تیسرا اثر یعنی فناء فی المحبوب ذکر فرماتے ہیں یعنی عشق کا ایک اثر فناء المحب فی المحبوب ہے جس پر احکام کثیرہ متفرع ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ جیسی برکات محبوب کے نام میں ذکر کی گئیں اسی کے مشابہ برکات اس فانی کے نام میں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں چنانچہ (عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا (یعنی احیاء موتی) وہ (کام) ان کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا (یعنی اگر تم باذن فرماتے تو مثل قم باذن اللہ فرمانے کے اس کا بھی وہی اثر ظاہر ہوتا جس کا راز یہ تھا کہ وہ یا تو مثل شجرہ طور کے حاکی ہوتے اور محض ظاہر میں وہ کلام ان کی طرف منسوب ہوتا ورنہ واقع میں حق تعالیٰ ہی کے طرف منسوب ہوتا اور اگر حاکی نہ ہوتے تو باذن فرماتے والٹانی ارجح و انسب بمقام الانبیاء و کمل الاولیاء آگے یہی مضمون ہے کہ) جب (فانی کی) روح حق تعالیٰ کے ساتھ (بے تکلیف) متصل ہو گئی تو اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ذکر تو اس کا (یعنی روح کا ذکر) ہے (اور) اس کا (یعنی روح کا) ذکر اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ہے (اور یہ فرمانا متصل گردید الخ دونوں مرتبوں کو شامل ہے حکایت کثرۃ الطور کو بھی اور صدور اقوال و افعال بالاذن کو بھی کما فی الحدیث کنت سمعہ و بصرہ اور مقبولین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں الاول احیاء و الثانی اکثر اور بعض آثار و برکات کے تشابہ سے تمام احکام کا اشتراک لازم نہیں آتا پس کسی کو یہاں یہ گنجائش نہیں کہ بزرگوں کے نام کے وظیفہ بنانے کو مثل اسماء الہیہ کے تجویز کرے کیونکہ یہ تعبد ہے جس میں اشتراک باطل ہے فناء کا ایک حکم تو یہ ہوا اور دوسرا حکم ان میں سے یہ ہے کہ فانی کو غیر محبوب کی طرف التفات نہیں رہتا اس لئے ہر وقت وہ اسی کے ذکر اور اسی کی فکر میں غرق رہتا ہے آگے اسی کا بیان ہے کہ وہ (فانی) اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پر ہو گیا پس کوزہ سے وہی ٹپکے گا جو اس میں ہے (اور اس میں صرف عشق محبوب ہے اس لئے اس کی ہر حالت کا منشاء عشق محبوب ہی ہوگا چنانچہ اس کا) خندہ زعفران وصل کی خوشبودے گا (اور اس کا) گربہ اس فراق کے پیاز کی بو (دے گا یعنی اس کا خندہ مسبب ہوگا وصل کے کسی درجہ سے اور اس کا گربہ مسبب ہوگا فراق کے کسی درجہ سے گو وہ وصل سے بھی بڑھ کر ہو مطلب یہ کہ غایت فنا سے اس کے اکثر افعال طبعیہ بھی ناشی اسی تعلق مع المحبوب سے ہوں گے آگے بھی اسی عدم التفات الی غیر المحبوب کا عبارت دیگر بیان ہے کہ) ہر شخص کے دل میں صد ہا مراد (ہوتی) ہیں (مگر) عشق و محبت کا یہ



طریق نہیں ہوتا (بلکہ اس کی تو صرف ایک ہی مراد رہ جاتی ہے یعنی محبوب چنانچہ) اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے (یعنی وہ آفتاب کو نور بخش نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہے کہ آفتاب میں اصل ظہور نور حق ہی کا ہے باقی) آفتاب (اس مظہریت سے قطع نظر کر کے فی نفسہ) اس ذات کے لئے مثل نقاب کے (حجاب) ہے (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر اس میں مظہریت کی حیثیت نہ دیکھی جاوے اس حیثیت سے قطع نظر کر کے اس کو نور بخش قرار دیا جاوے جیسے اہل طبعیات سمجھتے ہیں تو وہ حاجب عن اللہ ہے آگے ان ہی مظہریت سے قطع نظر کرنے والوں کو کہتے ہیں کہ) جو شخص نقاب کو روئے یا رے متمیز نہ کرے (یعنی جو نور کہ اصل میں روئے یا رے کا ہے اس کو نقاب یعنی آفتاب کی صفت سمجھ لے تو گویا نقاب اور روئے یا رے کو ایک سمجھ لیا) وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار (وہ بزار) ہو جا۔ (اور میری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ جس اتحاد پر انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روئے یا رے کی طرف التفات نہ کرے اور آفتاب کی طرف کرے اور جس اتحاد کا سبب اس کا عکس ہو یعنی روئے یا رے کی طرف التفات ہو اور آفتاب کی طرف نہ ہو یہ عین مذاق ہے صوفیہ و عارفین کا اور جا بجا مولانا نے اس کا دعویٰ کیا ہے پس اس سے تعارض کا وہم بھی جاتا رہا خوب سمجھ لو) عاشق کا روز بھی وہی (محبوب) ہے اور (اس کی) روزی بھی وہی ہے (اور اس) عاشق کا دل بھی وہی ہے (اور اس کی) دلسوزی بھی وہی ہے (جس طرح زلیخا کی غذا و دوا و کساء سب یوسف ہی تھے اور جیسا کہ) ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ اور دار و دار خواب (یہ سب) عین آب سے نقد وقت ہو گیا (پس) وہ (عاشق بوجہ اقصاء نظر علی المحبوب کے) مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے وہ (طفل) دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا (اسی طرح عاشق بجز محبوب کے کسی کو نہیں جانتا اور عاشق کی طفل کے ساتھ ایک تشبیہ تو یہ تھی اوند اندر دو عالم غیر شیر اور ایک تشبیہ اور ہے جو باوجود مقصود مقام میں کہ قصر نظر علی المحبوب ہے دخیل نہ ہونے کے محض بطور ایک فائدہ مستقلہ مہمہ کے آگے بتلاتے ہیں یعنی) لڑکا دودھ کو من وجہ جانتا بھی ہے (اور اس کا وہ جانتا بھی قصر نظر کے لئے کافی ہے اور من وجہ نہیں بھی جانتا) جانتا تو صرف مطلوب بیت کی حیثیت سے اور نہ جانتا حقیقت و کنہ کے اعتبار سے چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح عاشق عارف حق تعالیٰ کو اجمالاً و طلباً جانتا ہے اور اسی پر قصر نظر مرتب ہو جاتا ہے اور کنہ کے اعتبار سے نہیں جانتا اور غالباً یہ تنبیہ اس لئے فرمائی کہ قصر نظر سے شاید کسی کو ادراک کنہ کا شبہ ہو جاتا آگے بتلاتے ہیں کہ یہ عاشق جتنا جانتا بھی ہے (اس (جاننے کی) طرف (بھی) کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے) (جس طرح طفل کو دودھ کا یہ علم کسی تدبیر سے نہیں ہوا اور مراد اس علم عارف سے علم ذوق ہے نہ کہ مکتسب اور واقعی وہ وہی محض ہے کہ غیر عارفین اس سے بھی محروم ہیں آگے مجاہدین کے اس علم سے اسی حرمان اور عارفین کے اسی تشرف بالعرفان کو بیان فرماتے ہیں کہ مجاہدین کی روح جو اس علم سے محروم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس تعویذ مضرور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے تاکہ وہ فاتح (یعنی حق تعالیٰ) کو اور مفتوح (یعنی مخلوق) کو نہ پاوے (گرد با فتح بمعنی شہر کذا فی الغیاث اور گرد نامہ و تعویذ جو کسی گریختہ کے لئے لکھیں کہ وہ جب کہیں جاوے پریشان ہو کر پھر اپنے شہر میں چلا آوے اس سے تعلقات بدنہ کو تشبیہ دی گئی ہے کہ سبب ہے آگے نہ بڑھ سکنے کا مطلب یہ کہ محبوب کی روح پر تعلقات بدنہ کا جو غلبہ ہے اس نے اس کو جاہل اس علم سے بنا رکھا ہے اور یہ سلوک کے قبل ہوتا ہے اور) سلوک میں پراگندہ مغز (و جاہل) نہیں رہتا (نہ اس وجہ سے کہ اس سے بشریت جانی رہتی ہے) بلکہ (اس وجہ سے کہ) اس (سلوک) میں اس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر (اس طرح سے کہ) وہ جب (اس لئے) آتا ہے کہ (مطلوب کو پاوے تو) (اپنی ہستی سے) گم (اور فنا) ہو جاتا ہے (اور) سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے (جب) دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر



ہو جاتا ہے (جیسا صدر جہان نے کہا تھا کہ) جب تک تو مرا نہیں میں نے زرنہ دیا (اس کا مصداق) یہی ہوتا ہے (جس کا قصہ عشر ثامن کے آخر میں گزرا ہے حاصل تقریر یہ ہوا کہ اس میں بشریت تو رہتی ہے مگر فنا سے اس کے احکام مغلوب ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ اس کو یہ علم ہیہ فرماتے ہیں کہ فنا کی خاصیت عطاءِ ثمرات ہے کسی تدبیر سے حصول نہیں ہوتا جو کہ سیل و نہر کے مشابہ ہیں آگے پھر قصہ ہے۔

بعد از مکث و متواری شدن در بلاد چین در شہ تخت گاہ و در از شدن صبر و بے صبر شدن برادر

بزرگ تر کہ من رستم تا خود را بر شاہ چین عرضہ کنم و نصیحت برادران اور اسودنا داشتن

شہر نے اور چین کے شہروں شہر دار الخلافہ میں چھپے رہنے اور صبر کے دراز ہو جانے کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہو جانا کہ میں جاتا ہوں تاکہ اپنے آپ کو شاہ چین کے سامنے پیش کر دوں اور بھائیوں کی نصیحت کا اس کو فائدہ نہ دینا

اما قدمی نیلنی مقصودی	او القی راسی کفوادی ثمہ
یا میرا قدم مجھے میرا مقصود عطا کرے	یا میں اس جگہ دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں
پایائی رساندم بمقصود مرا	یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا
یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے	یا دل کی طرح میں اس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دوں گا
یا عاذل العاشقین دع فئۃ	اضلہا اللہ کیف ترشدها
اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے اس جماعت کو چھوڑ	جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اس کو کیسے ہدایت دے گا؟
آں بزرگیں گفت اے اخوان من	ز انتظار آمد بلب ایں جان من
اس بڑے نے کہا کہ اے میرے بھائیو	انتظار سے میری یہ جان لب پر آ گئی
لا ابالی گشتہ ام صبرم نماںد	مر مرا ایں صبر در آتش نشاند
میں لا ابالی ہو گیا مجھ کو صبر نہیں رہا	مجھ کو اس ضبط نے آگ میں بھلا دیا
طاقت من زیں صبوری طاق شد	واقعہ من عبرت عشاق شد
میری طاقت اس صبر سے طاق ہو گئی	میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہو گیا
من زجاں سیر آدم اندر فراق	زندہ بودن در فراق آمد نفاق
میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا	فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے
چند درد فرقتش بکشد مرا	سر بہر تا عشق سر بخشد مرا
کہاں تک اس کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا	میرا سر کاٹ ڈال تاکہ عشق مجھ کو سر عطا کرے

دین من از عشق زنده بودن ست	زندگی زیں جان و سرنگ منست
میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے	زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے تنگ ہے
تیغ جانہارا کند پاک از عیوب	زانکہ سیف افتاد محاء الذنوب
تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کر دیتی ہے	کیونکہ سیف ذنوب کی محو کر دینے والی ہے
چوں غبار تن بشد ماہم بتافت	ماہ جان من ہوائی صاف یافت
جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا	میرے ماہ روح نے ہوائے صاف پائی
عمر ہابر طبل عشق آں صنم	ان فی موتی حیاتی میز نم
عمر ہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں	کہ میری موت میں میری حیات ہے
دعویٰ مرغابی کر دست جاں	کے ز طوفان بلا دارد فغاں
مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے روح نے	طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی
بط را از اشکستن کشتی چه غم	کشتیش بر آب بس باشد قدم
بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم	اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر
زنده زیں دعویٰ بود جان و تنم	من ازیں دعویٰ چگونہ تن ز نم
اس دعوے سے میری جان و تن زندہ ہے	میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہوں گا
خواب می بینم و لے در خواب نے	مدعی ہستم و لے کذاب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب نہیں ہے	میں مدعی ہوں و لیکن کذاب نہیں ہوں
گر مرا صد بار تو گردن زنی	ہمچو شمعم بر فروزم روشنی
اگر تو مجھ کو سو بار بھی گردن مارے	میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھا دوں گا
آتش از خرمن بگیرد پیش و پس	شبرواں را خرمن آں ماہ بس
آتش اگر خرمن کو آگے اور پیچھے سے لے لے	شبرو لوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے
کردہ یوسف را نہاں و مخبتی	حیلت اخواں ز یعقوب نبی
یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا	بھائیوں کے حیلہ نے یعقوب علیہ السلام سے
خفیہ کردندش بحیلت سازیے	کرد آخر پیرہن غمازیے
انہوں نے ان کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا	آخر پیرہن نے غمازی کی



آں دو گفتندش نصیحت در سمر	کہ مکن ز اخطار خود را بے خبر
ان دونوں نے اس کو تذکرہ میں نصیحت کی	کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر مت کر
ہیں منہ بر ریشہای ما نمک	ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک
ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ	ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے
جز بتدبیر یکے شیخ خبیر	چوں روی چوں نبودت قلب بصیر
بدوں تدبیر کسی شیخ باخبر کے	تو کیونکر چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں
وای آں مرغی کہ ناروسیدہ پر	برپرد بر اوج و افتد در خطر
خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدوں پر جسے ہوئے	بلندی پر اڑے اور خطرہ میں پڑے
عقل باشد مرد را بال و پرے	چوں ندارد عقل عقل رہبرے
آدمی کے لئے عقل بال و پر ہوتا ہے	اگر عقل نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل
یا مظفر یا مظفر جوی باش	یا نظر وز یا نظر ور جوی باش
یا تو مظفر یا مظفر کا طالب رہ	یا صاحب نظر یا صاحب نظر کا طالب رہ
بے ز مفتاح خرد ایں قرع باب	از ہوا باشد نہ از روی صواب
بدوں مفتاح عقل کے دروازہ کا یہ کلکھٹانا	ہوا سے ہوتا ہے نہ کہ ازراہ صواب

اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے میرے بھائی انتظار سے میری یہ جان لب پر آگئی میں لاابالی (و بے باک) ہو گیا مجھ کو صبر نہیں رہا۔ مجھ کو اس ضبط نے آگ میں بٹھلا دیا میری طاقت اس صبر سے طاق (یعنی جدا) ہو گئی میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہو گیا میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا۔ فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے۔ کہاں تک اس کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا (اس سے کہہ دو کہ) میرا سر کاٹ ڈال تا کہ عشق مجھ کو سر عطا کرے (اشارہ ہے بطور انتقال کے احکام بقاء بعد الفناء کی طرف کئی شعر تک) میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے تنگ ہے (یعنی مجھ کو یہ ظاہری زندگی نہیں چاہئے معنوی زندگی چاہئے) تنگ جانوں کو عیوب سے پاک کر دیتی ہے کیونکہ سیف ذنوب کی محو کر دینے والی ہے (یہ مضمون فضائل شہادت کے متعلق ہے اس میں فناء اصطلاحی کو اس شہادت پر قیاس کیا ہے) جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا۔ میری ماہ روح نے ہوائے صاف پانی (مفارقت مادہ ہیولانی سے روح کی لطافت کا بڑھ جانا ظاہر ہے) عمر باعمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں کہ میری موت میں میری حیات ہے (آگے اپنا بے خوف ہونا ہلاک و فنا سے بتلاتے ہیں کہ) مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے (میری) روح نے (تو پھر) طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی۔ بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم۔ اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر۔ اس دعویٰ (عشق) سے میری جان و تن زندہ ہے (پھر) میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہوں گا۔

میں (غلبہ عشق سے) خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب (واقعی) نہیں ہے (بلکہ یقیناً نہ ہونے سے عوام اس کو خواب سمجھتے ہیں اہل محبت پر ایسے حالات استغراق وغیرہ کا طاری ہونا بکثرت ہے اور) میں مدعی ہوں لیکن کذاب نہیں ہوں (صادق ہوں) اگر تو مجھ کو سوا بار بھی گردن مارے میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھا دوں گا۔ (جیسے شمع کا گل توڑنے سے وہ مشابہ سر بریدن کے ہے اس کی روشنی بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح روح مفارقتہ مادہ سے خواہ وہ مفارقتہ حسا ہو کمافی الفناء الملعوی یا تو جہا ہو کمافی الفناء الاصطلاحی زیادہ لطیف ہو جاتی ہے اور اس فناء سے جو جسمی وحسی ضرر ہوتا ہے عشاق اس سے نہیں ڈرتے کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے کہ) آتش اگر (اپنے) خرمن (وذخیرہ) کو آگے اور پیچھے سے (یعنی تمامہ) لے لے (یعنی کہیں آس پاس آگ نہ رہے جس سے مشعل وغیرہ سفر کے لئے لے سکیں لیکن) شب رولوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے (آتش نہ رہنے سے ان کا کوئی ضرر نہیں پس جسم مادی مثل آتش عنصری کے ہے اور روح بمنزلہ مادہ کما قال سابقاً ماہ جان من الخ پس فناء جسم مع بقاء روح بھی مضر نہیں و ہذا التوجیہ مما خشی اللہ تعالیٰ بہ بفضلہ اس کے بعد شہزادہ اپنی کامیابی کی امید کی تقریر کرتا ہے یعنی دیکھو) یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا بھائیوں کے حیلہ سے یعقوب علیہ السلام سے (اور) انہوں نے ان کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا (لیکن عشق و محبت کے اثر سے) آخر پیرہن نے غمازی کی (اور یوسف علیہ السلام کو ظاہر کر دیا اسی طرح گوشہ کا نے اس معشوقہ کو ایسا مخفی کر رکھا ہے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا اور پیام بھیجتا تو کیا معنی چنانچہ ختم سرخی سے پچیس تیس شعر قبل مذکور ہوگا کہ جو شخص پیام بھیجتا ہے شاہ چین اس سے کہتا ہے کہ میری دختر ثابت کر ورنہ سزا ہوگی مگر باوجود اس کے اس اختفاء کے مجھ کو امید ہے کہ میرے عشق کی تاثیر اس کو ظاہر کر کے رہے گی اور میں مثل یعقوب علیہ السلام کے اس تک پہنچوں گا و فی ہذا الباب قیل۔

آہ من گر اثرے داشتے یار بکویم گزرے داشتے

ان دونوں (بھائیوں) نے اس کو تذکرہ میں نصیحت کی کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر (اور غافل) مت کر (بلکہ جو خطرات اس میں ہونے والے ہوں ان کو بھی پیش نظر رکھ اور) ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ (کہ ایک تو غم سے چور ہو ہی رہے ہیں اگر تم کو کچھ ضرر پہنچ گیا ہم کو زیادہ صدمہ ہوگا اور) ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے (یعنی ایسے امر خطرناک کا قصد کرنا بمنزلہ زہر کے ہے جلدی کا مطلب تو ظاہر ہے اور شک کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مضر ہونا یقینی ہے مگر تم اس ضرر کو مشکوک سمجھتے ہو یہ مشکوک سمجھنا سبب ہو جاوے گا اس زہر خوری کا آگے ایک قید ہے مخورائیں زہر کی بطور استثناء کے یعنی تو یہ زہر مت کھا) بدوں تدبیر کسی شیخ باخبر کے (یعنی اگر کوئی اپنا شفیق و تجربہ کار بزرگ ہو خواہ دنیوی امور دنیویہ میں یا دینی امور دینیہ میں اس کی رائے اور مشورہ سے زہر خوری و وقوع فی الخطر مضا لفقہ نہیں باقی بدوں اس کے) تو کیونکر (ایسے راستہ کو) چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں (یعنی جبکہ تو محقق بھی نہیں تو بدوں تقلید کسی محقق کے امر خطرناک میں اپنی رائے ناقص سے کیسے واقع ہوتا ہے اور یہ یا شہزادوں کا مقولہ ہے یا مولانا کا بطور انتقال کے اور اول احتمال پر آگے سے انتقال ہوگا خواہ مصلحا خواہ شعر عالمی الخ سے آگے غیر محقق کے لئے خود رائی کا ضرر مذکور ہوتا ہے یعنی) خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدوں پر جمے ہوئے بلندی پر اڑے اور خطر میں پڑے (آگے بتلاتے ہیں کہ پر کے مشابہ کیا چیز ہے یعنی) آدمی کے لئے (خود اپنی) عقل (کامل) بال و پر ہوتا ہے (اور) اگر عقل (کامل) نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل (بال و پر ہوتا ہے پس) یا تو مظفر (عقل اور) یا مظفر کا طالب رہ (اور) یا صاحب نظر (و بصیرت) یا صاحب نظر کا طالب رہ (کیونکہ) بدوں مفتاح عقل کے (خواہ وہ



اپنی محققانہ عقل ہو یا کسی محقق کی عقل ہو جس کی تقلید کرے پس بدوں اس کے (دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا (جس کا تم ارادہ کرتے ہو) ہوا (ی نفسانی) سے ہوتا ہے نہ کہ از راہ صواب (و مصلحت چنانچہ یہی حال ہے سلوک باطنی کا کہ قبل از فوز بدرجہ تحقیق کسی مرشد کامل کا اتباع حصول مقصود کے لئے موقوف علیہ ہے اور خود رائی کہ اس کا حاصل اتباع ہوئی ہے موجب مضار کثیرہ بدنید و روحیہ و قد یعلمہا اہلہ فلا حاجۃ الی البیان آگے نظائر ہیں اتباع ہوئی کے مضار کے)۔

فائدہ:- اور جاننا چاہئے کہ غیر محقق کا اتباع بھی خود رائی کے حکم میں ہے آخر بحث تک اس کو مختصر رکھو۔

عالمے در دام میں ہیں از ہوا	وز جراحتمای ہمرنگ دوا
ایک عالم کو دام میں دیکھ بسبب ہوی کے	اور بسبب ان زخموں کے جو دوا کی ہمرنگ ہیں
مار استادہ است برسینہ چومرگ	در دہاں بگرفتہ بہر صید برگ
سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح	منہ میں پتا لئے ہوئے شکار کرنے کے واسطے
در حشالیش چوں حشیثے او بیاست	مرغ پندارد کہ او شاخ گیاست
گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے	پرنده سمجھتا ہے کہ وہ گھانس کی شاخ ہے
چوں نشیند بہر خور بر روی برگ	درفتد اندر دہان مار مرگ
جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے	تو مار مرگ کے منہ میں آ گرتا ہے
کردہ تمساح دہان خویش باز	گرد و دندانہاش کرمان دراز
ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے	اس کے دانتوں کے گرد لے لے کیڑے ہیں
از بقیہ خور کہ در دندانش ماند	کرمہا روئید و بردنداں نشاند
بقیہ خوراک سے جو کہ اس کے دانت میں رہ گیا ہے	کیڑے پیدا ہو گئے ہیں اور اس نے دانت پر جمار کھے ہیں
مرغگاں بیند کرم و قوت را	مرج پندارند آں تابوت را
پرنده اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں	چراگاہ سمجھتے ہیں اس تابوت کو
چوں دہاں پر شد ز مرغ او ناگہاں	در کشد شان و فرو بند دہاں
جب منہ پرندوں سے پر ہو گیا	تو اچانک وہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے
ایں جہان پر ز نقل و پر زناں	چوں دہان باز آں تمساح داں
یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے	مثل اس ناکو کے دہن کشادہ کے جان
بہر کرم و طعمہ اے روزی تراش	از فن تمساح دہر ایمن مباحش
کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش	مکر نہنگ زمانہ سے بے خوف مت رہ

رو بہ افتد پہن اندر زیرک خاک	بر سر خاکش جوب مکرناک
لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑ جاتی ہے	اس کی سطح خاک پر دانہ مکرناک
تابیاید زاغ غافل سوی آں	پای او گیرد بمکر آں مکر داں
تاکہ زاغ غافل اس کی طرف آوے	وہ مکر داں مکر سے اس کا پاؤں پکڑ لے
صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست	چوں بود مکر بشر کو مہتر ست
جب لاکھوں مکر جانور میں ہیں	تو بشر کا مکر تو کیسا کچھ ہو گا کہ وہ تو سردار ہے
مصحفے بر کف چو زین العابدیں	خنجرے پر زہر اندر آستیں
ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح	آستیں میں خنجر پر زہر ہے
گویدت خنداں کہ اے مولای من	در دل او بابلے پر سحر و فن
تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم	اس کے دل میں ایک بابل ہے سحر و فن کا بھرا ہوا
زہر قاتل، صورتش شہد ست و شیر	ہیں مرو بے صحبت پیر خبیر
زہر قاتل ہے صورت اس کی شہد و شیر ہے	خبردار بدوں صحبت شیخ باخبر کے راستہ مت چلنا
جملہ لذات ہوا مکر ست و زرق	سوز و تار کی ست گرد نور برق
تمام لذات ہوا مکر و دھوکہ ہے	نور برق کے گرد سوز اور تار کی ہے
برق نور کوتہ و کذب و مجاز	گرد او ظلمات و راہ تو دراز
نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے	اس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے
نے بنورش نامہ تانی خواندن	نے بمنزل اسپ تانی راندن
نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے	نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے
لیک جرم آنکہ باشی رہن برق	از تو رو اندر کشد انوار شرق
لیکن اس جرم میں کہ تو برق کا مرہون ہو رہا ہے	تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں
خشم گیرد بردلت آں آفتاب	چوں تو جوئی از عطار د نور و تاب
تیرے قلب پر وہ آفتاب غصہ کرتا ہے	جب تو عطار د سے نور اور تابش ڈھونڈھتا ہے
می کشاند مکر برقت بے دلیل	در مفازہ مظلمے شب میل میل
تجھ کو وہی برق دروغ بدوں کسی رہبر کے لئے جاری ہے	میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کر کے



گاہ بر کہ گاہ بر جو اوفتی	گہ بدیں سو گہ بداں سو اوفتی
---------------------------	-----------------------------

کبھی پہاڑ پر کبھی ندی میں تو گر گر پڑتا ہے	کبھی ادھر کبھی ادھر گر پڑتا ہے
--	--------------------------------

ایک عالم کو دام میں (بتلا) دیکھ بسبب (اتباع) ہوا کے اور بسبب ان زخموں کے جو کہ دوا کی ہمرنگ ہیں (اور حرکت ہوا کا یہی منشا ہے کہ ان کا ظاہری نافع ہونا دیکھ کر مضار میں پھنس جاتا ہے چنانچہ) سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح (اور) منہ میں پتا لئے ہوئے ہے شکار کرنے کے واسطے (اور) گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی (کوئی) شاخ ہے جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے تو مار مرگ کئے منہ میں آ گرتا ہے (دوسری نظیر یہ کہ) ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے اس کے (دانتوں کے گرد لے لے کیڑے ہیں بقیہ خوراک سے جو کہ اس کے دانت میں رہ گیا ہے کیڑے پیدا ہو گئے ہیں اور اس نے دانت پر جمار کھے ہیں (یعنی ان کو قصد اذیعت نہیں کیا) پرندے اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں (اور) چراگاہ سمجھتے ہیں اس تابوت (موت) کو جب (اس کا) منہ پرندوں سے پر ہو گیا تو اچانک وہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے (اسی طرح) یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے مثل اس ناکو کے دہن کشادہ کے جان (پس) کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش مکر نہنگ زمانہ سے بے خوف مت رہ (تیسری نظیر) لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑ جاتی ہے اس کے (پاس کی) سطح خاک پر دانے مکرناک (ہوتے ہیں) تاکہ زراغ غافل اس کی طرف آ دے (اور اس وقت) وہ مکر داں مکر سے اس کا پاؤں پکڑ لے (اور) جب لاکھوں مکر جانور میں ہیں (جیسا اوپر مار و نہنگ و روباہ کا حال مذکور ہوا) تو بشر کا مکر تو کیسا کچھ ہوگا کہ وہ تو (فہم میں سب کا) سردار ہے (آگے اس کے ایک مکر کا بیان ہے کہ) ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح (اور) آستین میں خنجر پر زہر ہے (یعنی ظاہر موافق اور باطن مخالف) تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم (اور) اس کے دل میں ایک باہل ہے سحر فتن کا بھرا ہوا (وہ) زہر قاتل ہے (مگر) صورت اس کی شہد اور شیر ہے (اسی طرح باطن میں بھی سمجھو کہ نفسانی تسویلات و شیطانی تلبیسات ہوتی ہیں جب یہ کیفیت ہے تو) خبردار بدوں صحبت شیخ باخبر کے (سلوک کا) راستہ مت چلنا (آگے تمثیلاً اور بھی تلبیسات کا بیان ہے کہ) تمامی لذات ہوا مکر اور دھوکہ ہے (اور) نور برق کے گرد سوز اور تار یکی ہے (سلوک میں دو قسم کے دھوکے ہوتے ہیں ایک یہ کہ اخلاق میں تلبیس کرتا ہے مثلاً کبھی توسع فی السباحات کو شیطان ذریعہ بناتا ہے انہماک فی اللذات کا کبھی تضیق فی السباحات کو ذریعہ بناتا ہے لذت جاہ کا مصرعہ اولیٰ میں لذات ہوا کا مدلول یہ قسم ہے دوسری قسم یہ کہ مکاشفات میں تلبیس کرتا ہے کہ احوال نفسانیہ کو احوال روحانیہ یا انوار حادثہ کو انوار قدیمہ خیال میں ڈالتا ہے مصرعہ ثانیہ کا مدلول یہ قسم ہے اور چونکہ ثانی اضروا شد ہے اول سے اس لئے آگے اسی کے بیان پر اکتفا فرماتے ہیں کہ) نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے (اور) اس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے (اور) چونکہ اس برق کا نور کوتاہ و کذب و مجاز ہے اس لئے) نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے (اور) نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے (یعنی اس نور سے نہ سلوک نظری ہو سکتا ہے کہ معارف ہیں نہ سلوک قدیمی کہ احوال صادقہ سے اتصاف ہے پس اس خود رائی سے نفع تو کچھ نہ ہوا) لیکن (حرمان حالی کے علاوہ ایک نقصان البتہ ہو گیا جس سے مآل میں بھی حرمان ہی رہا وہ یہ کہ) اس جرم میں کہ تو (اس) برق (خلب) کا مرہون (اور گرفتار) ہو رہا ہے تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں (مراد انوار آفتاب سے کامیں کہ مشابہ انوار آفتاب کے ہیں یا فیوض کامیں کہ کامیں مشابہ آفتاب کے اور ان کے فیوض مشابہ اس کے انوار کے

آگے بھی اس اعراض کی تاکید ہے کہ) تیرے قلب پر وہ آفتاب (یعنی شیخ الوقت) غصہ کرتا ہے جب تو (اس کو چھوڑ کر) عطار دے (کہ وہ تیری رائے اور فہم ہے) نور اور تابش ڈھونڈھتا ہے (چنانچہ یہ بھی مشاہد ہے کہ ایسے معجب برای نفسہ سے شیوخ مکدر رہتے ہیں پس ایسے شخص پر آئندہ بھی سبب مسدود رہتے ہیں پس اس حالت میں) تجھ کو وہی برق دروغ بدوں کسی (حقیقی) رہبر کے لئے جارہی ہے۔ میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کر کے (جس سے راہ دراز کا قطع کرنا مستبعد ہے اور دراز ہونے کی چار شعر قبل تصریح ہے گردِ اظلمات و راہ تو دراز اور وہ میل چلنا بھی اس انداز سے ہے کہ) کبھی پہاڑ پر (اور) کبھی ندی میں تو گر گر پڑتا ہے کبھی ادھر کبھی ادھر گر پڑتا ہے (اور پر ایسے شخص سے نکدر شیوخ کا ذکر تھا آگے یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شیخ وسیع الاخلاق غالب الاشفاق نکدر پر اپنی شفقت و خیر خواہی کو غالب کر کے ایسے شخص کو متنبہ بھی کرتا ہے یا بلا قصد اس کے ارشادات اس باب کے متعلق اس کے کان میں پڑتے ہیں تو یہ شخص اسی خود رائی کے سبب اس کی تنبیہ کو قبول نہیں کرتا آگے متصل اسی کا ذکر ہے مع ردِ عذر اس مفرد کے)۔

خود نہ بینی تو دلیل اے راہ جو	وربہ بینی رو بگردانی ازو
اے راہ جو تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں	اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے
کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل	مر مرا گمراہ گوید آں دلیل
کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل سفر کر چکا ہوں	مجھ کو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے
گر نہم من گوش سوی آں شگفت	امر او را ہم ز سر باید گرفت
اگر میں اس عجیب بات کی کان رکھوں	تو اس کے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہئے
من دریں رہ عمر خود کردم گرو	ہرچہ بادا باد اے خولجہ برو
میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کر دی	جو کچھ بھی ہو سو ہو اے صاحب چلا جا
راہ گردی لیک در ظن چو برق	عشر آں رہ کن پئے وحی چو شرق
تو نے راستہ تو طے کیا ہے لیکن خیال میں جو مثل برق کے ہے	اس راستہ کا دسواں حصہ باجاء وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کر لے
ظن لا یعنی من الحق خواندہ	وز چناں برتے ز شرقے ماندہ
تو نے ان الظن لا یعنی من الحق سمجھا پڑھا ہے	اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے
ہے درآ در کشتی ما اے نرند	یا تو ایں کشتی برآں کشتی بہ بند
خبردار ہماری کشتی میں آ جا اے سرکش	یا تو اس کشتی کو اس کشتی سے باندھ دے
گویداو چوں ترک گیر و دار	چوں روم من در طفیلت کور وار
وہ کہتا ہے میں زیست کو کیسے چھوڑ دوں	تیرے طفیل میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں



کوربا رہبر بہ از تنہا یقین	زاں یکے ننگ ست و صد ننگ ست ازیں
کور جو کہ راہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے بھینا اچھا ہے	اس سے تو ایک ہی ننگ ہے اور اس سے صد ہا ننگ ہیں
می گریزی از پشہ در اژدہا	می گریزی از نمی در بحرہا
تو پشہ سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے	ایک نم سے تو ایک دریا کی طرف بھاگتا ہے
میگریزی از جفاہائی پدر	درمیان لوطیان شور و شر
تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے	لوطیان با شور و شر کے درمیان میں
می گریزی ہچو یوسف ز اں دہے	تاز نرتع نلعب افقی در چہے
تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں سے جاتا ہے	یہاں تک کہ نرتع و نلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے
درچہ افقی زیں تفرج ہچو او	مر ترا لیک آں عنایت یار کو
تو اس تفرج کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑے گا	لیکن تیرے ساتھ وہ عنایت ناصر کی کہاں ہے
گر نبودے آں بفرمان پدر	بربنا وردے ز چہ تا حشر سر
اگر یہ باذن پدر نہ ہوتا	تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے
آں پدر بہر دل او اذن داد	گفت چوں اینست میلست خیر باد
اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دیدیا تھا	فرمادیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے کہ تو خدا بہتر کرے
ہر ضریرے کز میچے سر کشد	او جہودانہ بماند از رشد
جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے	وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاوے گا
قابل ضو بود اگرچہ کور بود	شد ازیں اعراض او کور و کبود
وہ قابل روشنی کے تھا گو کہ کور تھا	اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور و کبود ہو گیا
گویدش عیسیٰ بزمن درمن دودست	اے عملی کل ضریری بامن ست
اس سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ لے	اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے
از من ار کوری بیابی روشنی	بر قمیص یوسف جاں برزنی
اگر تو کور ہے مجھ سے روشنی پاوے گا	قمیص یوسف روحانی سے جا ملے گا
کاروبارے کت رسد بعد شکست	اندر اں اقبال و منہاج راہ است
جو کاروبار کہ تجھ کو بعد شکست ہونے کے پہنچے	اس میں کہ اقبال اور منہاج راہ ہے

کاروبارے کاں ندارد پا و دست	ترک گیراے بوالفضل گنج مست
جو کاروبار کے ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو	ترک کر دے اے بوالفضل احمق مست
کاروبارے کہ ندارد پا و سر	ترک کن ہے پیر خراے پیرہ خر
جو کاروبار کے سر پاؤں نہ رکھتا ہو	ترک کر دے ہاں پیر کو اختیار کراے بوڑھے گدھے
غیر پیر استاد و سر لشکر مباد	پیر گردوں نے ولے پیر رشاد
بجز پیر کے کوئی استاد اور سر لشکر نہ ہو	پیر زمانہ نہیں د لیکن پیر ارشاد
در زماں چوں پیر راشد زبردست	روشنائی دید آں ظلمت پرست
جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آ گیا تو فی الفور	اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی
شرط تسلیم ست نے کار دراز	سود نبود در ضلالت ترک تاز
تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز	راہ گم ہونے میں دوڑ دھوپ کچھ مفید نہیں
من نجوم زیں سپس راہ اثیر	پیر جویم پیر جویم پیر پیر
اس کے بعد میں ملک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا	پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر
پیر باشد نزد بان آسماں	تیر پراں از کہ گرد از کماں
پیر نزد بان آسماں ہے	تیر کس سے پراں ہوتا ہے؟ کماں سے

اے راہ جو (خود رائے) تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں اور اگر (کسی کی رہنمائی سے) دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل (یعنی طویل) سفر کر چکا ہوں (اور پھر بھی) مجھ کو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے (پس) اگر میں اس عجیب بات کی طرف کان رکھوں تو اس (سفر) کے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہئے) گویا تمام طے شدہ سلوک کا عدم قراردادوں سو یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ) میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کردی (سو اس کو کا عدم کیسے سمجھوں اب تو) جو کچھ بھی ہو سو ہواے صاحب (یعنی اے نفس یوں ہی) چلا جا (کبھی نہ کبھی پہنچ ہی رہے گا وہ محقق شفقت سے جواب دیتا ہے کہ) تو نے راستہ تو (بزع خود) طے کیا ہے لیکن (محض) خیال میں جو کہ مثل برق کے ہے (جس کا اوپر ذکر آچکا ہے) اس راستہ کا دسواں ہی حصہ باتباع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کر لے (یہاں وحی عام ہے حقیقی اور حکمی یعنی نص والہام غیر مخالف نص کو کہ وہ اتباع وحی سے مسبب ہونے کے سبب متشبہس من الوجہی ہے اور ظن سے مراد اس کا مقابل یعنی رائے محض) تو نے (قرآن مجید میں) ان الظن لا یغنی عن الحق شیناً پڑھا ہے (جس سے مراد دعویٰ غیر مستند الی الوجہی ہے پس دلیل شرعی ظنی جو مستند الی الوجہی ہو وہ اس ظن غیر مغنی سے خارج ہے) اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے خبردار ہماری کشتی میں آ جا اے سرگشتہ (کذافی الغیاث) یا تو (اپنی) اس کشتی کو (ہماری) اس کشتی سے باندھ دے (اول اشارہ ہے تفویض محض کی طرف جیسا مرید کرتا ہے پیر کے ساتھ اور دوسرا اشارہ ہے اپنی تجویز میں مشورہ لے لینے کی طرف جیسا چھوٹا برادر طریقت



بڑے برادر طریقت کے ساتھ کرتا ہے) وہ خود رائے جواب میں) کہتا ہے میں ریاست (و متبوعیت) کو کیسے چھوڑ دوں (اور) تیسرے طفیل (اور تابعیت) میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں (مولانا اس عذر قبیح کو رد فرماتے ہیں تو جو کوروار کہتا ہے تو سمجھ لے کہ) کور جو کہ رہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے یقیناً اچھا ہے (کیونکہ) اس (اتباع) سے تو ایک ہی ننگ ہے (کہ یہ ناواقف ہے اور اس (راہروی بے رہبری) سے صد ہا ننگ ہیں (دنیا میں بھی مبصرین کے نزدیک اور آخرت میں سب کے نزدیک بس تو ننگ خفیف سے بھاگ کر ننگ عظیم میں پڑتا ہے تیری ایسی مثال ہے جیسی گویا) تو پشت سے عقب کی طرف بھاگتا ہے (اور) تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے (اور) لوطیان با شور و شر کے درمیان میں (جاتا ہے اور) تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں (یعنی کنعان) سے جاتا ہے یہاں تک کہ نزع و نلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے (یہاں تشبیہ صرف انقطاع عن المرئی میں ہے گو مشبہ بہ میں محض صوری ہے وقد صرح به فیما سیاتی من قولہ گر نبودے ان بفرمان الخ اور مشبہ میں حقیقی پس کوئی اشکال نہیں اور تشبیہ مذکور سے شاید کسی کو شبہ ہوتا کہ پھر ہم بھی چاہ سے نکل آویں گے آگے اس کو دفع کرتے ہیں کہ یہ تشبیہ تام من کل الوجوہ نہیں ہے اس جزو خاص میں باہم فرق ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) تو اس تفرح کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑے گا لیکن (ان کی طرح نکلے گا نہیں کیونکہ ان کے ساتھ تو عنایت حق تھی اور) میرے ساتھ وہ عنایت ناصر (حقیقی) کی کہاں ہے (اور ان کے ساتھ عنایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ جانا بھی باذن شیخ تھا ورنہ) اگر یہ (جانا) بہ اذن پدر نہ ہوتا تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے (بلکہ وہاں ہی ہلاک ہو جاتے اور تو خود اتباع شیخ سے بعید ہے پس اپنا قیاس ان پر صحیح نہیں اور اگر شبہ ہو کہ جب باوجود اذن شیخ کے بھی ان پر بلا آئی تو اتباع و عدم اتباع برابر ہو اور نہ ان پر بلا کیوں آئی تو جواب اس کا یہ ہے کہ) اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دے دیا تھا (اور) فرما دیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے تو (جاؤ) خدا بہتر کرے (مطلب یہ کہ وہ رائے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ابتدائی نہ تھی پس اس جانے میں جتنا دخل تھا رائے یوسفی کا وہ سبب بلا کا ہوا اور جتنا دخل تھا اذن یعقوبی کا وہ سبب نجات کا ہوا پھر بھی اتباع و عدم اتباع برابر نہ ہوا اور جاننا چاہئے کہ یہ جواب مولانا کا تبرعاً و تنزلاً ہے ورنہ شروع سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ یہ جانا نہ سلوک سے متعلق ہے اور نہ اس میں کوئی دین کی مضرت ہوئی پس باوجود اذن کے بھی اس بلا کا آ جانا اصل مدعا پر کہ تفروع عن الشیخ فی السلوک کا مضردین ہونا ہے موجب اشکال نہیں ہے پھر عود ہے مضمون کور بار ہر الخ کی طرف یعنی کور بار ہر کا بہتر ہونا تو معلوم ہو گیا اب کور بے رہبر کا بیان سنو کہ) جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاوے گا (اور قبل سرکشی کے) وہ قابل روشنی کے تھا (یعنی اس میں استعداد صالح تھی) گو کہ کور (اور ناواقف راہ) تھا (مگر جب اس نے سرکشی کی تو) اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور و کبود ہو گیا (یعنی استعداد بھی فاسد ہو گئی گو باطل تو عمر بھر بھی نہیں ہوتی لان الاستعداد هو مناط التكلیف والتکلیف باق مدۃ عمرہ فکذا الاستعداد) اس (کور) سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ لے اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے اگر تو کور ہے (تو کیا ہوا میرا اتباع کر) مجھ سے روشنی پاوے گا (اور) تمیص یوسف روحانی سے جاملے گا (مطلب یہ کہ اگر فاسد الاستعداد بھی خلوص کے ساتھ کامل کا اتباع کرے پھر اس کی استعداد میں صلاحیت ہو جاتی ہے گو اکثر قدرے توقف سے سہی آگے بھی برکت اتباع شیخ کی اور نہ ہی تفرد سے مذکور ہے یعنی) جو کاروبار کہ تجھ کو بعد شکستہ ہونے کے پہنچے (شکستگی سے مراد انقیاد شیخ ہے کہ اس میں انکسار ہے نفس کا جاہ و ریاست سے جس کا غدر ہونا خود رائے کی جانب سے اوپر مذکور ہوا تھا گوید اوچوں ترک گیرم الخ پس گویا وہ خود رائے اس کا مخاطب بالاولیٰ ہے یعنی عدم انکسار کے

ثمرات تو دیکھ لئے اب انکسار کا ثمرہ دیکھ لینا کہ اس کے بعد جو کچھ حال پیش آدے گا) اس میں (دیکھے گا) کہ اقبال اور منہاج راہ ہے (پس) جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو (مراد اس سے سلوک بطور خود بدوں ارشاد مرشد کے اس کو) ترک کر دے اے بوالفضل احمق مست (آگے پھر اسی کی تاکید ہے کہ) جو کاروبار کہ سر پاؤں نہ رکھتا ہو (ہمارے محاورات میں بے ڈھنگی چیز کو کہا کرتے ہیں کہ اس بات کے نہ سر ہے نہ پاؤں ہے اس کو) ترک کر دے ہاں پیر کو اختیار کراے بوڑھے گدھے (اور پیر وہ چیز ہے کہ خدا کرے) بجنوں پیر کے کوئی استاد اور سر لشکر نہ ہو (یعنی پیر ہی متبوع ہو ہر قوم کا اور مراد پیر سے) پیر زمانہ نہیں (ہے کہ زمانہ عمر اس کا زیادہ ہو یعنی بوڑھا ہو) لیکن پیر ارشاد (یعنی مرشد کامل مراد ہے اور پیر کی ایسی برکت ہے کہ) جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آگیا تو فی الفور اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی (ظلمت پرست سے مراد جو کہ بطور خود سلوک کر رہا تھا یعنی وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ بشرط خلوص پیر کے ساتھ تعلق شروع کرتے ہی وہ اپنے قلب میں نور ہدایت پاوے گا اور یہ امر مشاہد ہے آگے ان برکات مذکور کی ایک شرط کو بیان فرماتے ہیں جس کو بندہ نے کہیں کہیں اثنائے تقریرات میں بعنوان خلوص ظاہر بھی کیا ہے اس کو مولانا عنوان تسلیم سے ذکر فرماتے ہیں یعنی ان سب برکات کے لئے) تسلیم شرط ہے نہ کہ کاروراز (یعنی مجاہدات طویلہ اور بدوں شیخ کے اور عدم تسلیم بھی بحکم عدم الشیخ ہے راہ سلوک گم ہے اور) راہ گم ہونے (کی حالت) میں دوڑ دھوپ (یعنی مجاہدات طویلہ متعبہ) کچھ مفید نہیں (چنانچہ محسوسات میں بھی اگر کوئی شخص بے راہ ہو اور بڑی زور سے دوڑے تو مقصود سے اور دور ہی ہوتا جاوے گا جب ثابت ہو گیا کہ بدوں شیخ کے مجاہدہ وسعی غیر مفید ہے پس) اس کے بعد میں فلک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا (یعنی محض مجاہدہ سے ترقی کا قصد نہ کروں گا بلکہ اس کے قبل پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر (یہ تاکید در تاکید ہے اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ مولانا تو پیر کو اختیار کر چکے تھے پھر جویم کے کیا معنی یہ جویم ایسا ہے جیسے ومالی لا اعبد یعنی اوروں کو ترغیب دینا ہے اپنے اوپر رکھ کر آگے علت ہے پیر جوئی کی یعنی پیر کو اس لئے ڈھونڈوں گا کہ) پیر نردبان آسمان ہے (یعنی ذریعہ ترقی باطن کا آگے اس کی ایک مثال ہے کہ) تیر کس سے پران ہوتا ہے (خود جواب دیتے ہیں کہ) کمان سے (اسی طرح مرید برکت پیر کے مقام عالی تک پہنچ جاتا ہے اور متفرد گو سعی کرے مگر اس طرح بیکار ہے جیسے نمرود آسمان پر کرکسوں کے واسطے سے جانا چاہتا تھا اور نا کام رہا آگے یہی مضمون ہے۔)

بے ز ابراہیم نمرود گراں	کرد با کرگس سفر بر آسماں
بدوں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود غبی نے	کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا
از ہوا شد سوی بالا او بے	لیک بر گردوں نپرد کرگسے
ہوا کے سبب اوپر کی طرف بہت گیا	لیکن آسمان پر کرگس نہیں اڑتا
گفتش ابراہیم اے مرد سفر	کرگست من باشم اینست خو بر
ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے سفر کرنے والے	تیرا کرگس میں ہو جاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے
چوں زمن سازی ببالا نرد بان	بے پریدن بر روی بر آسماں
جب تو اوپر کے لئے میری نردبان بنادے گا	تو بدوں چڑاز کے تو آسمان پر چلا جاوے گا



آنچنانکہ میرود تا غرب و شرق	بے ز زاد و راحلہ دل ہچو برق
جس طرح سے غرب اور شرق تک	بدوں زاد و راحلہ کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے
آنچنانکہ میرود شب ز اغتراب	حس مردم شہر ہا در وقت خواب
جس طرح سے کہ شب کو مسافت کے طور پر	آدمیوں کے حواس شہر و شہر ہونے کے وقت چلے جاتے ہیں
آنچنانکہ عارف از راہ نہاں	خوش نشستہ میرود در صد جہاں
جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے	اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے
گر نداشتش چنین رفتار دست	ایں خبر ہا ز اں ولایت از کیست
اگر اس کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی	تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے ہیں
ایں خبر ہا ویں روایات محق	صد ہزاراں پیر بروے متفق
یہ خبریں اور یہ روایت حقہ	لاکھوں شیوخ ان پر متفق
یک خلائے میان ایں عیوں	آنچنانکہ ہستدر علم ظنوں
ان بزرگوں کے درمیان ان میں ایک خلاف بھی نہیں	جیسا کہ علوم ظنیہ میں ہوتا ہے
آں تحری آمد اندر لیل تار	ویں حضور کعبہ و وسط نہار
وہ تو شب تاریک میں تحری ہے	اور یہ حضور کعبہ اور وسط نہار ہے
خیزاے نمرود پر جوی از کساں	نزد بانے نایدت از کرگساں
اے نمرود آنھ آدمیوں سے پر طلب کر	تجھ کو کرگسوں سے نزد بان نہ ملے گی
عقل جزوی کرگس آمد اے مقل	پر او باجیفہ خواری متصل
عقل ناقص کرگس ہے اے قلیل المتاع	اس کا پر مردار خواری سے متصل ہے
عقل ابدالوں چو پر جبریل	می پرد تا ظل سدرہ میل میل
اولیاء کی عقل مثل پر جبریل کے ہے	جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے
باز سلطانم کشم نیکو پیم	فارغ از مردارم و کرگس نیم
میں باز شاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں	مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں
ترک کرگس کن کہ من باشم کست	یک پر من بہتر از صد کرگس ست
تو کرگس کو ترک کر کے کہ میں تیرا یار ہوں	میرا ایک پر تیرے صد کرگس سے افضل ہے

چند برعمیا دوانی اسپ را	باید استا پیشہ را و کسب را
-------------------------	----------------------------

تو الا وند کتنا دوڑاوی گا کھوڑے کو	پیشہ اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے
------------------------------------	---------------------------------------

بدوں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود غی نے کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا (اور) ہوا (ے نفسانی) کے سبب اوپر کی طرف بہت (دور تک) گیا (بھی) لیکن (پھر بھی) آسمان پر (تو) کرگس نہیں اڑتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے (اس سے) فرمایا (قالا یا حالاً کہ) اے سفر کرنے والے تیرا کرگس میں ہو جاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے (یعنی میرے اتباع سے عروج الی السماء بالمعنی آلاتی کہ وہی مفید بھی ہے میسر ہو سکتا ہے پس) جب تو اوپر (جانے) کے لئے میری نردبان بناوے گا تو بدوں (حسی) پرواز کے تو آسمان پر چلا جاوے گا (مراد اس سے عالم غیب کے ساتھ تعلق ہو جانا ہے اسی اعتبار سے آگے مثالیں ہیں یعنی) جس طرح سے غرب اور شرق تک بدوں را دور احوالہ (یعنی اسباب سفر حسی) کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے (یہ جانا وہی تعلق و توجہ ہے اور) جس طرح سے کہ شب کو مسافرت کے طور پر آدمیوں کے حواس شہر در شہر سونے کے وقت چلے جاتے ہیں (اس کی صورت بھی وہی تعلق و توجہ ہے اور) جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے (یہ جانا بھی تعلق و توجہ ہے عوالم غیب کی طرف آگے اس جانے کی ایک دلیل ہے یعنی) اگر اس (عارف) کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے (منقول) ہیں (یعنی کوئی نقل سابق تو پائی نہیں گئی اور وہ علوم عقلی بھی نہیں محض کشفی و حالی ہیں اور وہ کشف موقوف ہے اس عالم کے ساتھ تعلق ہونے پر پس خبر دلیل کشف ہے اور کشف دلیل تعلق اور یہی مدعا تھا اور اگر کوئی یہ احتمال کرے کہ ممکن ہے کہ محض خیالی خبریں خلاف واقع ہوں اور ایسی حکایت دلیل نہیں ہے تحقق محکی و تعلق الحاکم کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جو استدلال کیا ہے اس خبر ہائے سومستدل بہ مطلق خبریں نہیں بلکہ) یہ خبریں اور یہ روایات حقہ (اور) لاکھوں شیوخ ان پر متفق (اور) ان بزرگوں کے درمیان ان (خبروں) میں ایک خلاف بھی نہیں جیسا کہ علوم ظنیہ (عقلیہ) میں ہوتا ہے (پس یہ مثل تو اتر کے دلیل ہے ان اخبار کے صحیح ہونے کی پس محکی عنہ کا تحقق ثابت ہو گیا اور عقلی ہونا اس مضمون سے منفی ہے یک خلافتی نے انہی پس لامحالہ ان کے ساتھ تعلق کشفی ہوگا اور مجموعہ تحقق و تعلق سے مدعا محفوظ رہا اور مراد ان اخبار سے وہ مسائل کشفیہ ہیں جن میں اختلاف نہیں ہے اور وہ بہت ہیں کمالاً کشفی علی صاحب الفن اور انبیاء ثابت الصدق بالدلائل العقلیہ نے تو خود بہت امور کے مشاہدہ کی خبر دی ہے پس یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ انبیاء کا مشاہدہ اس دلیل سے ثابت نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ صرف وحی سے خبر دیدی ہو آگے علوم ظنیہ میں اختلاف اور ان علوم میں عدم اختلاف کی وجہ ایک مثال میں بتلاتے ہیں کہ) وہ (علم ظنی) تو شب تاریک میں تحری (کی مثل) ہے اور یہ (علم عارفین) حضور کعبہ اور وسط نہار (کی مثل) ہے (جس کا راز یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے اور وہ استدلال اے نمرود اٹھ (اور مقبول) آدمیوں سے پر طلب کرتے ہو کرگسوں سے نردبان نہ ملے گی (اسی طرح) عقل ناقص (جیسی سالک خود رائے کی ہے) کرگس ہے اے قلیل المتاع (یعنی قلیل العقل اور) اس (کرگس) کا پر مردار خواری سے متصل (ہو رہا) ہے (اسی اتصال کے واسطے سے نمرود نے کرگس سے کام لیا تھا اس سے تعلق بغیر الحق کو تشبیہ دی گئی اور) اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل کے ہے جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے (پھر مقولہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا کہ اے نمرود) میں باز شاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں (اور) مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں تو کرگس کو ترک کر کہ میں تیرا یار بنوں میرا ایک پر تیرے صدا ہا کرگس سے افضل ہے تو



الادہند کتنا دوڑا دے گا گھوڑے کو (یعنی اپنی رائے سے کہاں تک سعی کرے گا) پیشہ اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے (یہ شعر جس طرح مضمون بالا کے مناسب ہے اسی طرح شہزادوں کی نصیحت کے بھی مناسب ہے پس اس میں اشارۃً ایک لطیف طریق سے قصہ کی طرف بھی رجوع ہو گیا چنانچہ آگے رجوع صریح ہے)۔

خویش را رسوا مکن در شہر چین	عاقلے جو خویش ازوے در چین
اپنے کو شہر چین میں رسوا مت کر	کسی عاقل کو ذھن نہ اپنے کو اس سے جدا مت کر
آنچه گوید آں فلاتون زماں	ہیں ہوا بگذار و رو بروفق آں
وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے	ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل
جملہ می گویند اندر چین بجد	بہر شاہ خویشتن کہ لم یلد
تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ	اپنے بادشاہ کے نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی
شاہ ماخود چچ فرزندے نژاد	بلکہ سوئی خویش زن را رہ نداد
ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا	بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی
ہر کہ از شاہاں ازیں نو عیش بگفت	گردش با تیغ براں گشت جفت
بادشاہوں میں سے جس نے اس کو اس قسم کی بات کہی	اس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقروں کی گئی
شاہ گوید چونکہ گفتی ایں مقال	زود ثابت کن کہ من دارم عیال
بادشاہ کہتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے	تو جلدی ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں
مر مرا دختر اگر ثابت کنی	یافتی از تیغ تیزم ایمنی
اگر تو نے میری لڑکی ثابت کر دی	تب تو میری تیغ تیز سے تو نے امن پایا
ورنہ بیشک من بہر مخلق تو	بر کشم از صوفی جاں دلق تو
ورنہ بیشک میں تیرا خلق کاٹ ڈالوں گا	تیری صوفی روح سے دلق کو اتار دوں گا
سرخواہی بردیچ از تیغ تو	اے بگفتہ لاغ کذب آمیز تو
تو تھوڑے سے سر کو نہ لجاوے گا	اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے
بگر اے از جہل گفتہ ناحقے	پر ز سرہای بریدہ خندقے
اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے	سرہائے بریدہ سے پر یہ خندق دیکھ لے
خندقے از قعر خندق تا گلو	پر ز سرہائے بریدہ زیں غلو
ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک	سرہائے بریدہ سے پر ہے بوجہ غلو کے

جملہ اندر کار ایں دعویٰ شدند	گردن خود را بدیں دعویٰ زدند
تمام لوگ اس دعوے کے فتنل میں گئے	اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا
ہاں بہیں ایں را بچشم اعتبار	اتچنیں دعویٰ میندیش و میار
ہاں دیکھ لے اس کو چشم عبرت سے	ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لا
تلخ خواہی کرد بر ما عمر ما	کہ بریں میدارد اے دا در ترا
تو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا	تجھ کو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے
گر رود صد سال آنکہ آگاہ نیست	برعمی آں از حساب راہ نیست
اگر سو سال تک بھی ایسا شخص ملے جو کہ باخبر نہیں ہے	حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے
بے سلاحے در مرو در معرکہ	ہمچو بیباکاں مرو در تہلکہ
بدوں سلاح کے معرکہ میں مت جا	اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا
ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور	کہ مرا زیں گفتہا آید نفور
انہوں نے یہ سب باتیں کہیں اور اس بے صبر نے کہا	کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے
سینہ پر آتش مرا چوں منقل ست	کشت کامل گشت وقت منجل ست
میرا سینہ آتش داں کی طرح پر آتش ہے	کھیتی پختہ ہو گئی وقت درانی کا ہے
صدر را صبرے بدا کنوں آں نماند	بر مقام صبر عشق آتش نشانہ
سینہ میں صبر تھا وہ اب نہیں رہا	مقام صبر میں عشق نے آگ بھلا دی
صبر من مرد آں شبے کہ عشق زاد	در گذشت و حاضر اں را عمر باد
میرا صبر اسی شب میں رہ چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا	وہ فوت ہو چکا اور حاضرین کی عمر ہو
اے محدث از خطاب و از خطوب	زاں گذشتہ آہن سردے مکوب
اے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے	میں اس سے گزر چکا ہوں تو آہن سرد مت کوٹ
سرنگونم ہے رہا کن پای من	فہم کو در جملہ اجزائے من
میں سرنگوں ہوں ہاں میرا پاؤں چھوڑ	میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے
اشترم من تا توانم می کشم	چوں فقام زار با کشتن خوشم
میں شتر ہوں جب تک ہو سکے گا بوجھ کھینچوں گا	جب زار ہو کر گر پڑوں گا تو کشتہ ہونے کے لئے خوش ہوں



پیش درد من مزاح مطلق ست	برسر مقطوع اگر صد خندق ست
میرے درد کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے	سرہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں
ایں چنینی طبل ہوا زیرِ گلیم	من نخواہم زد و گرا از خوف و بیم
ایسے طبل عشق کو زیرِ گلیم نہ بجاؤں گا	میں آئندہ خوف و بیم کے سب
با سر اندازی و یا روی صنم	من علم اکنون بصر را میزنم
یا تو سر اندازی ہے اور یاروے صنم ہے	اب میدان میں علم لگاؤں گا
آں بریدہ بہ بشمشیر ضراب	حلق کاں نبود سزای ایں شراب
وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا	جو حلق کہ اس شراب کے لائق نہ ہو
آنچناں دیدہ سفید و کور بہ	دیدہ کو نبود زو صلش در فرہ
ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے	جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہ ہو
برکنش کہ نبود آں برسر نکو	گوش کاں نبود سزای راز او
اس کو اکھاڑ ڈال کہ وہ سر پر اچھا نہیں	جو کان اس کے راز کے لائق نہ ہو
آں شکستہ بہ بسا طور قصاب	اندر اں دستے کہ نبود آں نصاب
وہ قصاب کے چہرے سے شکستہ اچھا	جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہ ہو
جاں نہ پیوند بہ نرگس زار او	آنچناں پای کہ از رفتار او
جان اس کی نرگس زار سے نہ مل جاوے	وہ پاؤں کہ اس کی رفتار سے
کانچناں پا عاقبت درد سرست	آنچناں پا در حدید اولیٰ ترست
کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں درد سر ہے	ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے

(دو بھائیوں نے اس بڑے بھائی سے کہا کہ) اپنے کو شہر چین میں رسوا مت کر کسی عاقل کو ڈھونڈھ (اور) اپنے کو اس سے جدا مت کر (اور) وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے ہاں ہوئے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ اپنے بادشاہ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی (یعنی) ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا (اور) جو کہ عربی جملہ تھا اس لئے بعد میں فارسی میں تفسیر کی گئی) بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی (اور) بادشاہوں میں سے جس نے اس کو اس قسم کی بات کہی (کہ اس کے اولاد ہے غالباً دختر کے لئے پیام بھیجنے کے ضمن میں یہ بات کہنا مراد ہوگا) اس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقرروں کی گئی (یعنی) بادشاہ (اس پیام والے سے) کہتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے (کہ میرے کوئی اولاد ہے) تو جلدی (اس کو) ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں۔ اگر تو نے میرے لڑکی

ثابت کر دی تب تو میری تیغ تیز سے تو نے امن پایا ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالوں گا (اور) تیری صوفی روح سے دل کو (کہ وہ جسم ہے) اتار دوں گا (اور) تو تلوار سے سر کو (سلامت) نہ لے جاوے گا اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے (فی الغیاث آمیغ بمعنی آمیز) اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے سرہائے بریدہ سے پر یہ خندق دیکھ لے ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک سرہائے بریدہ سے پر ہے بوجہ (اس) غلو کے (کہ میرے اولاد بتلاتا ہے اور ثابت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک مقولہ شاہ چین کا نقل کیا اب شہزادے کہتے ہیں کہ) تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے (اور) اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا ہاں دیکھ لے اس کو چشمِ عبرت سے (اور) ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لاتو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا تجھ کو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے (فی الغیاث دادفتح دال ثانی بمعنی برادر و دوست) اگر سو سال تک بھی ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے (چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح) بدوں سلاح کے معرکہ میں مت جا اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا (مطلب یہ کہ کوئی کام بے طریقہ ٹھیک نہیں اور تو طریقہ جانتا نہیں اس لئے جلدی مت کر کسی آگاہ کو بہم پہنچا تب اس کو شروع کر رہی یہ بات کہ یہ بادشاہ باوجود عارف ہونے کے جیسا اس حکایت کی تمہید میں احقر نے مع الدلیل اس کو بیان کیا ہے اس واقعی بات پر کہ اس کے اولاد ہے لوگوں کو قتل کی وعید کیوں سناتا تھا اور پھر قتل کیوں کرتا تھا جیسا خندق کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے سو میرے ذوق میں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس میں بھی بوجہ شیخ ہونے کے اخلاق کی تعلیم کرتا تھا کہ بدوں دلیل دعوے کرنا گونجا طب کے نزدیک وہ صحیح ہی ہو لیکن دعوے خلاف احتیاط ہے اس سے روکنے کے لئے وعید کا طریقہ اختیار کیا تھا باقی اس پر قتل نہ کرتا تھا اور خندق دوسرے واقعی مجرموں سے پرہوگی مگر بمصلحت وہ اپنے کلام میں اس کا ایہام دلاتا تھا کہ ان مقتولین کا یہی جرم تھا تا کہ خوب احتیاط سیکھیں) انہوں نے یہ سب باتیں کہیں اور (جواب میں) اس بے صبر نے کہا کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے میرا سینہ آتش دان کی طرح پر آتش ہے (فی الغیاث منقل انکشدان و مجرم میرے صبر کی ایسی مثال ہے کہ) کھیتی پختہ ہو گئی (اب) وقت درانتی (پڑنے) کا ہے (یعنی صبر انتہا کو پہنچ گیا اب اس کی قطع برید کا وقت ہے) سینہ میں صبر تھا (مگر) وہ اب نہیں رہا مقام صبر میں عشق نے آگ بٹھلا دی میرا صبر اسی شب میں مر چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا وہ فوت ہو چکا (اور اس کے ساتھ میں بھی جانے کو تیار ہوں) اور (بقیہ) حاضرین کی عمر ہوائے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے (کہ اظہار میں ایسا ایسا حادثہ پیش آ جاوے گا) میں اس سے گزر چکا ہوں تو آہنِ سرد مت کوٹ۔ میں (حوادث کے لئے) سرنگوں (انہ نقاد ہوں) ہاں میرا پاؤں چھوڑ (کہ حوادث میں واقع ہوں) میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے میں شتر ہوں جب تک ہو سکے گا بوجھ کھینچوں گا (اور) جب (بار کی کثرت سے) زار ہو کر گر پڑوں گا تو کشتہ ہونے کے لئے خوش ہوں (مگر اس خوف کے سبب بوجھ کی کثرت سے نہ ڈروں گا اور) سرہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں (مگر) میرے درد (عشق) کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے (یعنی میں اس کو ایک کھیل سمجھتا ہوں غرض یہ ہے کہ) میں آئندہ خوف و بیم کے سبب ایسے طبلِ عشق کو زیرِ گلیم (یعنی مخفی) نہ بجاؤں گا (بلکہ) اب میدان میں علم لگاؤں گا (پس) یا تو سراندازی ہے اور یاروئے صنم ہے (وجہ اس فیصلہ کی یہ ہے کہ) جو حلق کہ اس شراب (وصال) کے لائق نہ ہو وہ شمشیرِ قتال سے کٹا ہوا اچھا (اس لئے) اول وصال کی کوشش کروں گا اور اگر وہ میسر نہ ہو تو اپنے حلق کے لئے کٹنا ہی پسند کروں گا اسی طرح) جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہ ہو ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے (اسی طرح) جو کان اس کے راز کے لائق نہ ہو اس



کو اکھاڑ ڈال کہ وہ (کان) سر پر (لگا ہوا) اچھا نہیں (معلوم ہوتا اسی طرح) جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہ ہو وہ (ہاتھ) قصاب کے چھری سے شکستہ اچھا (فی الغیث سا طور کا رو بزرگ و خنجر اسی طرح) وہ پاؤں کہ اس کی رفتار سے جان اس (محبوب) کی نرگس زار سے نہ مل جاوے ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں درد سر ہے (اور موجب کلفت فراق ہے اس لئے سزا کے لائق ہے)۔

فائدہ:- آگے بطور انتقال کے تشبیہ ہے اس طلب مجاز کی طلب حقیقت کے ساتھ کہ اس میں بھی کوشش و مجاہدہ انتہا کو پہنچا دینا چاہئے گو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوشش و مجاہدہ طریق وصول نہیں ہے اور اس اجمال کی تفصیل بھی آگے آوے گی اور پھر حال سالک سے انتقال ہوگا خاص اس ضمنوں کی تعلیم کی طرف کہ جہد کی جاوے اور طریق سے اور مقصود حاصل ہو دوسرے طریق سے۔

بیان مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگرچہ داند کہ بسطت عطائے حق آں مقصود از طرف دیگر و بسبب نوع عمل دیگر بدور ساند کہ در وہم او نبودہ باشد و او ہمہ و ہم و امید دریں طریق معین بستہ و ہمیں حلقہ درمی زند بو کہ حق تعالیٰ آں روزی را از در دیگر بدور ساند کہ او آں تدبیر نکرده باشد و یرزقہ من حیث لا یختسب العبد ید بروا اللہ یقدر و بود کہ بندہ را وہم بندگی بود کہ مرا از غیر ایں در بر ساند اگرچہ من حلقہ ایں درمی زخم حق سبحانہ و تعالیٰ اورا ہم ازیں در رزوی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای یک سرای است اس مجاہدہ کرنے والے کا بیان جو مجاہدہ سے دست بردار نہیں ہوتا اگرچہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے اس کو پہنچا دے گا۔ جو اس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اس نے تمام وہم اور امیدیں اسی معین راستہ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور اسی در کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزی کو دوسرے دروازے سے اسے پہنچا دے جس کی اس نے کوئی تدبیر نہ کی ہو اور اللہ اس کو اس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اس کو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اس در کے غیر سے وہ پہنچائے گا اگرچہ میں اس در کی کنڈی پیٹتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو اسی در سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان کے دروازے ہیں۔

یادریں رہ آیدم آں کام من	یا چو باز آیم روم سوی وطن
یا تو اس راہ میں میرا وہ مقصود حاصل ہو جاوے	یا بار کی طرح راہ سے وطن کی طرف آ جاؤں
بو کہ موقوفست کامم بر سفر	چوں سفر کردم بیابم در حضر
ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو	جب سفر کر چکوں تو حضر ہی میں پا لوں
یار را چنداں بجویم جد و چست	مابدانم کہ نمی بایست جست
میں محبوب کو جس قدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کروں گا	یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ طلب کرنے کی ضرورت نہیں

آں معیت کے رود در گوش من	تا نگر دم گرد دوران زمن
وہ معیت میرے کان میں کب جاوے گی	جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھر لوں گا
تا حساب خطوتان و قد وصل	گردوم روشن شود اشکال حل
یہاں تک کہ خطوتان من قطعہما فقد وصل کا حساب	مجھ کو روشن ہو جاوے اشکال حل ہو جاوے
کے کنم من از معیت فہم راز	جز مگر بعد از سفر ہائے دراز
میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں	مگر بعد سفر ہائے دراز کے
حق معیت گفت و دل را مہر کرد	تا کہ عکس آید بگوش دل نہ طرد
حق تو نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے	تا کہ گوش دل میں جامعیت آ جاوے نہ کہ مانعیت
چوں سفر ہا کرد و داد راہ داد	بعد ازاں مہر از دل او بر کشاد
جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ کا ادا کیا	اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی
چوں خطائیں آں حساب با صفا	گردش روشن ز بعد دو خطا
مثل خطائیں اس حساب لطیف کے	اس کو وہ منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے
بعد ازاں گوید اگر دانستے	ایں معیت را کے او را جستے
اس کے بعد کہتا ہے کہ اگر میں	اس معیت کو جانتا تو اس کی کب طلب کرتا
دانش آں بود موقوف سفر	ناید آں دانش بہ تیزی فکر
اس کا علم سفر پر موقوف تھا	ذکاوت فکر سے یہ علم میر نہیں آتا
آںچنانکہ وجہ وام شیخ بود	بستہ و موصوف گریہ آں وجود
جیسا کہ قرض شیخ کا طریق	معلق اور موقوف تھا اس ہستی کے گریہ پر
کودک حلوائی بگریست زار	توختہ شد وام آں شیخ کبار
ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا	اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا
گفتہ شد آں داستان معنوی	پیش ازیں اندر خلال مشنوی
وہ پر مغز داستان	اس کے قبل اثنائے مشنوی میں کہی گئی ہے
اں سخن در دفتر دویم گذشت	گر نمی دانی کن آنجا باز گشت
یہ مضمون دفتر دوم میں گزرا ہے	اگر تمھ کو معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کر لے



در دلت خوف افگند از موضع	تا نباشد غیر آنت مطمع
حق تعالی تیرے دل میں ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے	کہ بجز اس کے تیرے لئے کوئی امیدگاہ نہیں ہوتی
در طمع خود فائدہ دیگر نہد	واں مرادت از کسے دیگر دہد
خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے	اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے
اے طمع بر بستہ در یکجای سخت	کایدم میوہ ازاں عالی درخت
اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے	کہ مجھ کو اس درخت بلند سے میوہ ملے گا
آں طمع زان جا نخواہد شد وفا	بل زجای دیگر آید آں عطا
وہ امید وہاں سے پوری نہ ہو گی	بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی
آں طمع را پس چرا در تو نہاد	چوں نبودش نیت اکرام و داد
اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا	جبکہ اس کا قصد اکرام اور عطا کا نہ تھا
از برائے حکمت و صنعت	نیز تا باشد دلت در حیرتے
کسی حکمت اور صنعت کے لئے	نیز تاکہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے
تا دلت حیراں بود اے مستفید	کہ مرا دم از کجا خواہد رسید
تاکہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید	کہ میری مراد کہاں سے ملے گی
تا بدانی عجز خویش و جہل خویش	تا شود ایقان تو در غیب بیش
تاکہ تو اپنے عجز و جہل کو جان لے	تاکہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے
ہم دلت حیراں بود در منتجع	کہ چہ رویاند مصرف زیں طمع
نیز تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب و علف میں	کہ تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے
طمع داری روزی در درزی	تاز خیاطی بری زر تازی
تو روزی کی طمع خیاطی میں رکھتا ہے	تاکہ خیاطی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے
رزق تو در زرگری آرد پدید	کہ زوہمت بود آں مکسب بعید
وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے	کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا
پس طمع در درزی بہر چہ بود	چوں ترا در جائے دیگر درکشود
پھر طمع خیاطی میں کس لئے تھی	جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ مفتوح فرمایا

بہرنا در حکمتے در علم حق	کہ بنشت آں حکم را درما سبق
کسی عجب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے	کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھ دیا ہے
نیز تاجیراں بود اندیشہ ات	تا کہ حیرانی بود کل پیشہ ات
نیز تا کہ تیری قوت فکریہ حیران رہے	تا کہ حیرانی حیرا پورا شیوہ ہو جاوے
یا وصال یار زیں سعیم رسد	یا ز راہ خارج از سعی جسد
خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب مل جاوے	خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو
من نگویم زیں طریق آید مراد	می طہم تا از کجا خواہد کشاد
میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاوے گی	میں تو مضطر بانہ حرکت کرتا ہوں کہ کسی جگہ سے فتح باب ہوگا
سر بریدہ مرغ ہر سو می فتد	تا کدا میں سو رہد جاں از جسد
سر بریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے	کہ کوئی طرف جان بدن سے خلاصی پاوے
یا مراد من برآید زیں خروج	یا ز برج دیگر از ذات البروج
خواہ میری مراد اس خروج سے برآوے	یا کسی دوسرے برج سے نکل ذات البروج میں سے

(شہزادہ کے مقولہ سے انتقال ہے سالک مجاہد کے مقولہ کی طرف بمناسبت لزوم طلب بالغ یعنی یہ سالک کہتا ہے کہ میں بھی مثل اس شہزادہ کے مطلوب حقیقی کی طلب میں کوشش بلغ کروں گا کہ سفر باطنی ہے یہاں تک کہ) یا تو اس راہ میں (سفر کے ذریعہ سے) میرا وہ مقصود حاصل ہو جاوے (اور) یا باز کی طرح راہ سے (یعنی سفر سے) وطن کی طرف (واپس) آ جاؤں (اور وہ مقصود وطن میں آ کر حاصل ہو جاوے باز کی ساتھ تشبیہ اس میں ہے کہ وہ عادت صید کے لئے سفر کرنے کے بعد وطن ضرور لوٹ آتا ہے اور چونکہ دریں رہ آیدم کے مقابل آیم زرہ سوئے وطن آیا ہے اس لئے اس کے ترجمہ میں یہ نکال دیا ہے کہ سفر کے ذریعہ سے اور وطن سے مراد آگے آتی ہے اور یہ دونوں شقیں احتمال عقلی کے درجہ میں ہیں ورنہ آئندہ کے اشعار میں جیسا کہ شرح کے بعد معلوم ہوگا شق متعین یہی ہے کہ وطن ہی میں مقصود حاصل ہوگا لیکن قبل اس کے وقوع کے طالب کی نظر میں تو دونوں ہی احتمال ہو سکتے ہیں آگے مصرعہ ثانیہ کی تاکید ہے کہ) ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو (یعنی سفر اس کے لئے شرط ہو پھر) جب سفر کر چکوں تو (اس مقصود کو) حضر (وطن) ہی میں پالوں (شرح اس کی جیسا مقام کے مجموعہ کلام سے مستفاد ہوتا ہے یہ ہے کہ مقصود سے مراد معیت حق اور سفر سے مراد مجاہدہ اور وطن و حضر سے مراد فطرت پس سالک اس معیت کی تحصیل کے لئے مجاہدہ کرتا ہے اور بعد مجاہدہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معیت تو بدو فطرت سے حاصل تھی پس ایسی مثال ہوگئی کہ ایک چیز اپنے گھر میں موجود ہے مگر چونکہ اس کو دیکھا نہیں یا پہچانتا نہیں اس لئے خبر نہیں کہ گھر میں ہے اس کے ڈھونڈنے کو گھر سے نکلا بڑے بڑے سفر کئے سفر میں کسی نے پورا پتہ بتلایا کہ وہ ایسی ایسی چیز ہے اور تمہارے گھر میں ہے گھر میں آ کر وہ مل گئی جس طرح اس سرخی کے بعد ایک حکایت آوے گی کہ کسی بغدادی نے خواب



میں دیکھا کہ مصر میں ایک خزانہ ہے وہ اس کی تلاش میں مصر پہنچا کو تو ال نے پکڑ لیا اس نے کہا کہ میں چور نہیں ہوں صرف ایسا خواب دیکھا تھا اس لئے یہاں آیا ہوں اس نے کہا کہ تو بھی عجیب شخص ہے خواب پر اتنا بڑا سفر کیا خواب میں تو مجھ کو بارہا نظر آیا ہے کہ بغداد کے فلاں گھر میں کہ وہ اسی کا گھر تھا خزانہ ہے مگر میں نے کبھی اس پر کوئی عملدرآمد نہیں کیا اس شخص کو حیرت ہو گئی اور اپنے گھر آ کر خزانہ تلاش کیا اور مل گیا تو پہلے خواب کا مطلب یہ تھا کہ خزانہ کا پتہ مصر میں ہے پس اسی طرح معیت حق تعالیٰ کی فطری ہے مگر اس کا انکشاف ہر شخص کو نہیں ہے اس کے لئے مجاہدہ کیا جاتا ہے بعد مجاہدہ کے جب اس کا انکشاف ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے سے میسر تھی اور گو حق تعالیٰ نے یہ خبر دے دی ہے وہو معکم اینما کنتم جس کے بعد ظاہراً عدم انکشاف مستبعد و مستلزم تکذیب نص معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں دو مرتبہ ہیں ایک معیت عقلیہ اعتقاد یہ عامہ دوسری معیت ذوقیہ حالیہ خاصہ تو آیت سے قبل ذوق مرتبہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے چنانچہ اہل ظاہر نے یہی سمجھا ہے اور ذوق کے بعد مرتبہ ثانیہ بھی آیت کا مدلول معلوم ہوتا ہے پس اخبار الہی کے بعد عدم انکشاف مرتبہ ثانیہ کا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ مرتبہ اولیٰ کے مان لینے سے بھی تصدیق آیت کی ہو جاتی ہے اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف حقیقتہً تو محض فضل و عنایت پر موقوف اور اس کا معلول ہے جس کو جذب کہتے ہیں لیکن عادتہً دو امر پر موقوف ہے ایک یہ سمجھنا کہ یہ معیت حاصل نہیں ہے دوسرا یہ کہ یہ طلب یعنی مجاہدہ سے حاصل ہوگی جس کو سلوک کہتے ہیں اور امر اول پر تو توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ یہ مجھ کو حاصل ہے تو وہ طلب ہی کیوں کریگا کہ تحصیل حاصل محال ہے اور امر ثانی پر تو وقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ مجھ کو حاصل نہیں مگر یہ نہ سمجھے کہ طلب مجاہدہ سے اس کا حصول ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی طلب و مجاہدہ نہ کرے گا اور گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا کہ میرا یہ سمجھنا کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں خلاف واقع نکلا کیونکہ معیت تو حاصل تھی اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس کا حصول مجاہدہ سے نہیں ہوا کیونکہ یہ قبل مجاہدہ بھی حاصل تھا لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا اعتقاد ہونا کہ مجھ کو حاصل نہیں اور یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگا مجھ کو مفید ہوا کہ بدوں اس کے مجاہدہ نہ کرتا اور بدوں مجاہدہ اس کا انکشاف نہ ہوتا اور بدوں انکشاف یہ نہ معلوم ہوتا کہ یہ پہلے سے میسر ہے اور ان دونوں اعتقادوں کو جو خلاف واقع کہا گیا یہ باعتبار ظاہر نظر کے ہے ورنہ واقع میں دونوں اعتقاد مطابق واقع کے ہیں یعنی معیت کا جو درجہ اب حاصل ہوا ہے اس کا پہلے حاصل نہ ہونا بھی اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہونا بھی لیکن اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ صرف یہ درجہ حاصل نہیں اور نفس معیت حاصل ہے تو چونکہ اس وقت ان دونوں درجوں میں فرق نہیں کر سکتا تھا اس لئے درجہ حاصلہ کو کافی سمجھ کر درجہ غیر حاصلہ کو طلب نہ کرتا اس لئے حاصل کے حصول کا استحضار اس کو مضرت تھا پس ضرورت اس کی تھی کہ اس کا استحضار نہ ہو پس اس عدم استحضار کو صورتہً اعتقاد عدم حصول کہا گیا اس کی ایسی مثال ہے کہ مبتدی کو جو کمالات حاصل ہیں اگر ان کو وہ مستحضر رکھے تو عجب وغیرہ کا خوف ہے اس لئے یہ کہا جاوے گا کہ تم اپنے کو معرہ سمجھو اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ جہل قبیح ہے اور معیت حسن تو تحصیل حسن کے لئے اعتقاد قبیح شرط و موقوف علیہ کیسے ہو سکتا ہے ورنہ اس قبیح کی تحصیل کا مطلوب ہونا لازم آوے گا کیونکہ بوجہ شرطیت کے بدوں اس کی تحصیل کے اس حسن کا حصول ممکن نہیں عقلاً یا عادتہً جیسی شرط ہو البتہ اگر قبیح حسن کے لئے سبب محض ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ عدم توقف کے اس کی تحصیل تو لازم نہیں آتی جب وہ حاصل ہوگا اس کی طرف منطقی ہو جاوے گا جس کی بہت سی مثالیں عشر ہذا کی آخری سرخی کے ذیل میں آویں گی قریب ختم عشر ہذا کے یہ چند احکام ہیں بحث معیت کے متعلق اگلے اشعار میں یہ سب مذکور ہوتے ہیں اسی لئے احقر نے ان سے پہلے یہ تقریر کر دی



کہ فہم اشعار میں سہولت ہو پس فرماتے ہیں کہ) میں محبوب کو جس قدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کروں گا یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ (اب) طلب کرنے کی ضرورت نہیں (یعنی معیت خاصہ منکشف ہو جاوے کہ یہ انتہا ہے سیرالی اللہ کی اور طلب سے یہی مراد ہے جو کہ یہاں منتہی ہو گئی آگے سیر فی اللہ رہتی ہے جس کا کہیں انتہا نہیں کما قال مولانا۔

اے برادر بے نہایت در گہمیت ہرچہ بروے میری بروے مایست  
اور سیرالی اللہ سے مقصود بھی یہی سیر فی اللہ ہے پس اس کو اس مقام پر مقصود کہنا باعتبار مجاہدہ کے ہے کہ اس کی غایت مقصودہ تو یہی ہے باقی یہ سیر فی اللہ اس غایت کی بھی غایت ہے خوب سمجھ لو اور) وہ معیت (جس کے انکشاف کے بعد یہ حکم کیا گیا ہے تا بدائم کہ نمی بایست جست) میرے کان میں کب جاوے گی (مراد اس سے اس کا مشاہدہ ہے اطلاقاً للخاص علی العام لان السمع قسم من المشاہدۃ یعنی اس کا مشاہدہ کب ہوگا) جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھروں گا (یہ کنایہ ہے مجاہدہ سے آگے غایت ہے گردم گرد دوران زمن کی یعنی میں) یہاں تک (پھروں گا) کہ خطوتان من قطعہما فقد وصل کا حساب مجھ کو روشن ہو جاوے (اور) اشکال حل ہو جاوے (یہ ایک مشہور قول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے یک قدم بفرق خود نہ وان دگرد کوئے دوست اور یہ دو قدم کنایہ ہے مجاہدہ سے کہ اس سب کا حاصل فنا و بقاء ہے جو کہ دو قدم کے مشابہ ہے اور اس کا حساب روشن ہونا کنایہ ہے حصول مقصود معیت سے اور حل اشکال سے بھی یہی مراد ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اتنا پھروں گا کہ مجاہدہ کا ثمرہ یعنی حصول مقصود متحقق ہو جاوے آگے تفسیر ہے شعر آں معیت کے رودایخ کی کیونکہ رفتن معیت در گوش اور گشتن گرد دوران زمن میں قدرے ابہام تھا اس لئے دونوں مصرعوں میں دونوں کی تفسیر کرتے ہیں یعنی) میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں (جو کہ مقصود ہے) مگر بعد سفر ہائے دراز (یعنی مجاہدہ) کے (فی الحاشیہ اجتماع لفظ جز با مکر از قبیل اجتماع لفظ نیز و ہم است اور گو آیت میں نص ہے وهو معکم اینما کنتم جس کے بعد معیت کی تصدیق کا مجاہدہ پر موقوف ہونا غیر صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے تاکہ گوش دل (یعنی عقل استدلالی میں) اس کی) جامعیت (کا مرتبہ) آ جاوے نہ کہ مانعیت (کا مرتبہ مراد مرتبہ جامعیت سے معنی عام ہیں معیت کے جو مرتبہ عقلیہ اعتقاد یہ ہے اور مراد مرتبہ مانعیت سے معنی خاص ہیں معیت کے جو مرتبہ ذوقیہ حالیہ ہے اور وجہ تعبیر ظاہر ہے کہ معنی عام سے اگر کسی خاص کی حد کی جاوے تو اس حد کا افراد محدود کے لئے جامع ہونا تو یقینی ہے مگر مانع نہ ہوگا اور معنی خاص سے اگر حد کی جاوے تو وہ جامعیت کے ساتھ مانع بھی ہوگا مثلاً انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ کرنا جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور حیوان ناطق مانع بھی ہے اسی طرح معنی عام باعتبار معیت خاصہ کے جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور معنی خاص مانع بھی ہے حاصل جواب کا یہ ہوا کہ معیت منصوص تو ہے مگر چونکہ معنی خاص کا انکشاف نہیں ہے جس کو مہر کرنا کہا ہے اس لئے وہ معنی خاص جو کہ جامع مانع سے مفہوم نہیں ہوتے معنی عام جو کہ صرف جامع سے مفہوم ہوتے ہیں پس آیت کی تفسیر اس معنی عام کے ساتھ کر لینے سے تصدیق بھی آیت کی ہو گئی اور معنی خاص کے لئے مجاہدہ کی ضرورت کا حکم بھی صحیح رہا پھر) جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ (سلوک) کا ادا کیا (جس کو فرماتے ہیں سعی لہا سعیہا) اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی (اور انکشاف خاصہ کا ہو گیا اسی ثمرہ کے ترتیب علی المجاہدہ کو کسی نے اس طرح کہا ہے۔

صوفی نشود صافی تادر نکشد جامے بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے  
یہاں تک تو توقف انکشاف کا مجاہدہ پر بیان فرمایا جس کو احقر نے اوپر اس قول میں لکھا ہے لیکن عادۃ دوا میں موقوف



ہے الخ آگے وہ مضمون ہے جس کو احقر نے اوپر اپنی تقریر کے آخر میں ذکر کیا ہے اس قول میں کہ گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا الخ چنانچہ فرماتے ہیں کہ (مثل خطائیں) (یعنی) اس حساب لطیف کے (جس کو حساب خطائیں کہتے ہیں) اس کو وہ (مقصود یعنی معیت) منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے (اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مثل عمل خطائیں کے وہ حساب با صفا یعنی جواب سوال اس کو دو خطا کے بعد روشن ہوتا ہے اول حساب خطائیں کو سمجھنا چاہئے جو کہ مشبہ بہ ہے پھر تطبیق کی تقریر آسان ہو جاوے گی سو جاننا چاہئے کہ اہل حساب کے نزدیک استخراج عدد مجہول کے کئی طریق اور عمل ہیں ایک عمل اربعہ متناسبہ کا دوسرا خطائیں کا تیسرا عکس و تحلیل و تعاکس کا چوتھا جبر و مقابلہ کا اس جگہ صرف عمل خطائیں کو بتلاتا ہوں اور توجیہ اول پر اس کو غایت نفاست و لطافت کے سبب با صفا فرمایا ہے حتیٰ کہ بعض نے گو بلا سند ہے اس کی نسبت لکھ دیا ہے و هذا العمل من معجزات احد من الانبياء واللہ اعلم۔

قاعدہ اس کا یہ ہے کہ کسی عدد مجہول کے سوال کے جواب کیلئے ایک عدد جو چاہو فرض کر لو مثلاً کسی نے سوال کیا کہ وہ کون عدد ہے کہ اگر اس عدد پر اس کا دوثلث اور واحد صحیح بڑھا دیا جاوے تو دس حاصل ہو جاوے تو تم اس کا جواب دینے کیلئے جو عدد چاہو کیف ما اتفق فرض کر لو مثلاً ہم نے اسکے جواب کے لئے نو کا عدد لے لیا اور اس کا نام مفروض اول رکھ لو اور اس میں وہ عمل کر کے دیکھو جو سائل نے بتلایا ہے یعنی اس پر اس کا دوثلث اور واحد بڑھاؤ چنانچہ ہم نے نو کے ساتھ یہ عمل کیا کہ اس پر اس کا دوثلث یعنی چھ اور پھر ایک بڑھایا تو حاصل سولہ ہوئے سو کبھی تو اس عمل کرنے سے یہ عدد مفروض عدد مقصود کی مطابق نکلے گا تب تو جواب حاصل ہو گیا اور کبھی مطابق نہ نکلے گا غلط نکلے گا جیسا یہاں ہوا کہ نو کے ساتھ یہ عمل کرنے سے دس حاصل نہیں ہوا بلکہ سولہ حاصل ہوئے جیسا ابھی گزرا اب اس عدد حاصل یعنی سولہ اور اس عدد مطلوب یعنی دس میں تفاوت دیکھیں گے سو یہاں تفاوت چھ کا ہے (اس چھ کو خطا اول کہیں گے پھر جواب معلوم کرنے کیلئے ایک اور عدد کیف ما اتفق فرض کر لو مثلاً ہم نے دوسری بار میں چھ کا عدد لے لیا اور اس کا نام مفروض ثانی رکھ لو اور اس میں وہی عمل کر کے دیکھو چنانچہ ہم نے چھ پر اس کا دوثلث یعنی چار اور ایک مجموعہ پانچ بڑھایا تو حاصل گیارہ ہوئے سو اگر اس عمل سے دس حاصل ہو جاتے تو چھ عدد مطلوب ہوتا لیکن یہاں بھی مطابق نہ نکلا اس سے ایک زائد رہا پس اس تفاوت کو خطا ثانی کہیں گے پھر مفروض اول کو مثلاً نو کو خطا ثانی میں مثلاً ایک میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو یعنی مثلاً نو کو محفوظ اول کہیں گے اور مفروض ثانی کو مثلاً چھ کو خطا اول میں مثلاً چھ میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو مثلاً چھتیس کو محفوظ ثانی کہیں گے اسکے بعد دیکھیں گے کہ خطا اول مثلاً چھ اور خطا ثانی مثلاً ایک آیا عدد مطلوب یعنی مثلاً دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے ایک کم اگر دونوں زائد ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسے یہاں دونوں ناقص ہیں تب تو یہ دیکھو کہ خطا اول اور خطا ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت پانچ کا ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظ اول و محفوظ ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت ستائیس کا ہے پس تفاوت بین المحفوظین کو مثلاً ستائیس کو تفاوت بین الخطائین پر مثلاً پانچ پر تقسیم کر دو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثلاً ہم نے جب ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصل ہوا پانچ صحیح اور پانچ خمس پس یہی عدد مطلوب ہے چنانچہ اگر اس پر اس کا دوثلث اور ایک صحیح بڑھا دو تو دس حاصل ہو جاوے گا اور اس بڑھانے کا یعنی جمع کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ اس پانچ صحیح کو جنس کسر یعنی خمس سے بنا لو چنانچہ ایسا کرنے سے پانچ کے تو پچیس خمس ہوئے اور اس کو تجنیس کہتے ہیں اور دو خمس اس کے ساتھ پہلے سے تھے کل ستائیس خمس ہوئے پھر اس پر اسکے دوثلث کو بڑھایا یعنی اٹھارہ خمس اور ملا دیئے ستائیس اور اٹھارہ مل کر پینتالیس خمس ہو گئے اب ہم نے اس کو صحیح عدد اس طرح بنایا کہ اس کو پانچ پر تقسیم



کر دیا تو حاصل قسمت نو ہوا اس کو رفع کہتے ہیں پھر اس پر واحد صحیح بڑھا دیا دس ہو گئے یہی مطلوب تھا۔ یہ قاعدہ تو اس وقت تھا جبکہ خطائیں مطلوب پر زائد یا مطلوب سے ناقص ہوں اور اگر ایک زائد اور ایک کم ہو تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائیں پر تقسیم کر دو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثال خود نکال لو اصل قاعدہ کے لئے ایک مثال لکھ دینا کافی ہے ہذا کلمہ من خلاصۃ الحساب یہ تو مشبہ بہ کی تحقیق تھی اب تطبیق تشبیہ کو سمجھو کہ جس طرح اس عمل میں دو خطا ایک خاص عمل سے سبب ہو گئیں وصول الی المطلوب کی اسی طرح مشبہ میں دو امر جن کا خلاف واقع ہونا بعد انکشاف کے معلوم ہوتا ہے ایک یہ کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں دوسرے یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگی یہ دونوں امر خلاف واقع ایک خاص وجہ سے واسطہ ہو گئے حصول مطلوب یعنی معیت کے چنانچہ ان دونوں امر کا خلاف واقع ہونا مع تفسیر خلاف واقع ہونے کے اوپر اس قول میں مذکور ہوا ہے اور گو بعد انکشاف کے الخ اور ان دونوں کا واسطہ مطلوب ہونا اس قول میں مذکور ہوا ہے لیکن عادۃً دو امر پر موقوف ہے الخ اور وہ خاص وجہ اس قول میں مذکور ہوئی ہے اور امر اول پر تو توقف اس لئے ہے الخ الحمد للہ کہ مقام توقف سے زیادہ حل اور واضح ہو گیا آگے بیان ہے معیت حاصلہ کے قبل المجاہدہ علم نہ ہونے کے ایک فائدہ کا جس کو اوپر کی تقریر میں اس قول میں احقر نے لکھا ہے لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا الخ آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی اس (انکشاف) کے بعد (شکر اللعنة نہ کرتا سفاکما یمکن ان یتوہم) کہتا ہے کہ اگر میں اس معیت کو (پہلے سے یعنی قبل المجاہدہ) جانتا تو اس کی کب طلب کرتا۔ (اور بدوں طلب کے ایسا انکشاف کب میسر ہوتا اور اس حالت میں اس انکشاف کے برکات سے محروم رہتا پس) اس کا (پورا) علم (کہ ذوقی و حالی ہے) سفر (و مجاہدہ) پر موقوف تھا (کیونکہ بدوں ذوق کے صرف) ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا (اور بدوں مجاہدہ کے ذوق نہیں ہوتا پس بدوں مجاہدہ کے یہ علم میسر نہ ہوتا آگے اس توقف کی مثال ہے تا کہ رتبہ اس توقف کا واضح ہو کہ عادی ہے ورنہ اصل علت اس کی فضل و عنایت ہے جیسا احقر نے اسی تقریر میں اس کو بھی لکھا ہے اس قول میں اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف الخ پس فرماتے ہیں کہ یہ توقف ایسا ہے (جیسا کہ) (ادائے) قرض شیخ کا طریق معلق اور موقوف تھا اس ہستی (ضعیف) کے گریہ پر (آگے اس ہستی کی تعیین ہے یعنی) ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا (جس کے بعد) اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا (تو ظاہر ہے کہ گریہ کا ادائے قرض سے کوئی موثر تعلق نہیں محض ایک بہانہ تھا توجہ رحمت حق کے لئے اور اصل علت رحمت حق تھی اسی طرح مجاہدہ ایک بہانہ ہے توجہ رحمت حق کا اور اصل علت رحمت ہے آگے اس قصہ کا پتہ بتلاتے ہیں کہ وہ پر مغز داستان اس کے قبل اثناء مثنوی میں کہی گئی ہے یہ مضمون (اس کی حکایت کا) دفتر دوم میں گزرا ہے اگر تجھ کو (قصہ) معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کر لے یہاں تک سالک کے مجاہدہ و طلب کا مضمون تھا جس کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہوا ہے کہ سالک نے مجاہدہ کو سبب حصول مقصود کا سمجھا مگر وہ محض ایک بہانہ تھا مقصود اس کو دوسری جگہ سے یعنی عنایت حق سے ملا اس کے بعد ایک مثال دی جس سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ تخصیص مقصود سلوک کی نہیں دوسرے مقاصد میں بھی حق تعالیٰ خلاف توقع موقع سے مقصود عطا فرمادیتے ہیں آگے اسی کو بطور کلی کے بیان فرماتے ہیں تا کہ زیادہ تقسیم ہو جاوے جس کے عموم میں سالک کے معاملات بھی داخل ہیں کہ بعض اوقات وہ اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ایک طریق تجویز کرتا ہے مگر یہ مقصود کسی دوسرے ایسے طریق یا عمل سے حاصل ہوتا ہے جس کا گمان بھی نہ تھا اور اہل سلوک اس کا شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں سرخی میں اس عموم اور ان معاملات کی تصریح ہے اور اسی کے ساتھ اخیر میں شہزادہ کے قصہ کو چسپاں کر دیں گے اور پھر اسی کلی کی تائید کے لئے وہ قصہ لاویں گے جس کو احقر اشعار مقام کی شروع شرح میں اجمالاً لایا ہے پس یہ سب مضامین اول اشعار سے حکایت



مستقبل تک باہم متناقص و متلاصق و متجاذب و متجاذب ہیں پس فرماتے ہیں کہ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ جس پر من کل الوجوہ سبب کا گمان ہوتا ہے وہ غیر سبب ثابت ہوتا ہے جیسے مجاہدہ وصول کے لئے اور جس پر من وجہ بھی سبب کا گمان نہیں ہوتا وہ من وجہ سبب ہوتا ہے جیسا کہ یہ کو دک اداۓ قرضہ کے لئے اور یہ دونوں سبب موثر حقیقی نہ ہونے کے اعتبار سے فی نفسہ ایک ہی درجہ کے ہیں مگر تفاوت صرف یہ ہوا کہ ایک کو سبب مستقل سمجھا تھا اور گمان غلط ہوا اور ایک کو کسی درجہ میں بھی سبب نہ سمجھا تھا اور وہ ایک درجہ میں سبب نکلا اسی طرح (حق تعالیٰ تیرے دل میں) (بعض اوقات) ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے کہ بجز اس (موضع) کے تیرے لئے کوئی امید گاہ نہیں ہوتی (یعنی جس جگہ سے اتنی بڑی امید ہو کہ امید منحصر ہو جاوے اس جگہ میں حق تعالیٰ جب چاہیں اسی موضع کو خوفناک جہاں امید کا احتمال بھی نہ رہے بنا دیتا ہے پس یہ تا بمعنی کافی بیان یہ ہی کمافی الغیاث و برائے بیان آید یعنی قائم مقام کافی بیان یہ دو مثال آدراہ اور محشین نے دو توجیہ کی ہیں اول ضمیر آنت راجع بسوئے مطلوب ست اگرچہ مذکور نیست لیکن مقام قرینہ است دوسری از ترک موضع خوف پیدا میکند تا طمع تو غیر آں موضع نبود آہ اب تم کو جو پسند آوے میری توجیہ پر یہ مادہ وہ ہوا کہ سبب متوقع کو غیر سبب بنا دیا پھر یہ کہ چندے اس کے طمع گاہ بننے میں کیا فائدہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ (خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے) (جس کا بیان عنقریب آتا ہے از برائے حکمت الخ) اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے (جہاں خیال بھی نہ تھا یہ وہ مادہ ہوا کہ غیر سبب کو سبب متوقع بنا دیا سابق کا عکس) اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے کہ مجھ کو اس درخت بلند سے میوہ ملے گا (سمجھ لے کہ بعض اوقات) وہ امید وہاں سے پوری نہ ہوگی بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی (اب پھر سوال رہا کہ) اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا جبکہ اس کا قصد (اس جگہ سے) اکرام اور عطا کا نہ تھا (جواب یہ ہے کہ) کسی حکمت اور صنعت کے لئے (یہ طمع رکھی تھی یہاں تعین نہیں کہ اس حکمت کی ممکن ہے کہ مراد یہی ہو کہ حکمت کی تعین ضروری نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے یا بنا برظہور کے ذکر نہیں فرمایا وہ یہ کہ عقیدہ و عمل تمہارا درست رہے کہ اگر کسی چیز کو موثر مستقل نہ سمجھو کہ خلاف توحید و توکل ہے یہ تو علوم ظاہرہ کے مناسب فائدہ ہے) نیز (علم باطنی کے مناسب بھی ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ) تاکہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے (یعنی) تاکہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید (اور حیرت اس میں ہو) کہ میری مراد کہاں سے ملے گی (اور حیرت کا یہ فائدہ ہے) تاکہ تو اپنے عجز (مقابل قدرت) و جہل (مقابل علم) کو جان لے (کہ میں کچھ اور سمجھا تھا مگر وہ غلط نکلا یہ جہل ہوا اور میں نے چاہا اور جگہ سے اور ملا اور جگہ سے یہ عجز ہوا اور اس عجز و جہل کے جاننے کا یہ فائدہ ہے) تاکہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے (کہ خدا تعالیٰ کو قادر اور عالم مطلق مجھے اور حیرت اس تقریر میں تو مقصود بالعرض ہوئی چنانچہ اس کا فائدہ مشاہدہ عجز و جہل عبد اور اس کا فائدہ مشاہدہ قدرت و علم حق بیان کیا گیا اور یہ مشاہدہ ذوقی ہے اور از برائے حکمت الخ کی شرح میں جو ایک فائدہ توجیہ صحت عقیدہ و عمل میں کہا گیا تھا وہ علم اعتقادی ہے پس قولہ شود ايقان تو در غیب پیش کے معنی یہ ہوں گے کہ در عقائد غیبیہ یقین باس طور بیش شود کہ ذوق ہم با اعتقاد و منضم شود آگے حیرت کافی نفسہ مقصود ہونا بھی فرماتے ہیں (یعنی) نیز (یہ فائدہ ہے کہ) تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب و علف میں کہ (دیکھئے) تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے (پس یہ حیرت خود بھی ایک حال عالی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ ایک تجلی کا اثر ہے اور یہ حیرت محمودہ کہلاتی ہے جس کا سبب تو اثر و توار تجلیات ہے جیسا یہاں ہوا کہ حق تعالیٰ کے تصرفات متنوع اس کے پیش نظر ہو کر حیرت ہو گئی کہ خدا جانے اس مسبب کو وہ فلاں طریق سے پیدا کرے گا یا فلاں طریق سے پس یہ کثرت علوم سبب حیرت کا ہو گئی آگے بعضی مثالیں ہیں مضمون بالا کی یعنی) تو روزی کی طمع

خیالی میں رکھتا ہے تاکہ خیالی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے (لیکن) وہ تیرا رزق زر گری میں پیدا کرتا ہے کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا (اور جو سوال حکمت کا اوپر تھا وہ آگے پھر ہے مگر تکرار اس لئے نہیں کہ وہ ایک کلیہ پر سوال تھا یہ ایک جزئیہ پر ہے اور جزئیہ کی تحقیق ممکن فی النفس ہوتی ہے یعنی سوال یہ ہے کہ) پھر طمع خیالے میں کس لئے تھی جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ (رزق) مفتوح فرمایا (آگے جواب ہے کہ) کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھ دیا ہے نیز تاکہ تیری قوت فکر یہ حیران رہے تاکہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادہ نے کہا کہ یہی میرا عقیدہ ہے کہ کام ان کے قبضہ میں ہے (خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب مل جاوے خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاوے گی میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں (اور دیکھتا ہوں) کہ کس جگہ سے فتح باب ہوگا (جیسا) سربریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے کہ کوئی طرف (اس کی) جان بدن سے خلاصی پاوے (اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ) خواہ میری مراد اس خروج (طبی طلب المحبوبة الی سلطان الصین) سے برآوے یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں سے (شاید یہ محاورہ بنا بر اصطلاح اہل نجوم کے ہو کہ وہ بروج کا دخل حوادث میں مانتے ہیں)

فائدہ:- اسی مضمون کی تائید میں کہ گمان کچھ ہوتا ہے واقعہ کچھ ہوتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا ایک حکایت لاتے ہیں جس کو بندہ اجمالاً اشعار مقام کی شروع شرح میں لکھ چکا ہے۔

حکایت آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار بمصر و فاشود آنجا گنجے  
ست در فلاں محلہ در فلاں خانہ چوں بمصر آمد کہے گفت من خواب دیدہ ام کہ  
گنجے ست در بغداد در فلاں خانہ و در فلاں محلہ نام محلہ و خانہ بگفت آں شخص فہم  
کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہت آں بود کہ مرا یقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی  
بایست جست و لیکن ایں گنج معین و محقق جز در مصر حاصل نہ شود

اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مال داری تو چاہتا ہے وہ مصر میں ملے گی وہاں فلاں گھر میں فلاں محلہ میں ایک خزانہ ہے وہ جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں گھر میں فلاں محلہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے اس نے محلہ اور گھر کا نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ تھا کہ مجھے یقین دلادیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہیے لیکن یہ معین اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہوگا۔

بود زر میراثی را بے شمار	جملہ را خورد و بماند او عور زار
ایک میراث یا بندہ کے پاس بے شمار زر تھا	سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا
مال میراثی ندارد خود وفا	چوں بنا کام از گذشتہ شد جدا
مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا	جب کہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے



او نداند قدر ہم کا ساں بیافت	کو بکد ورنج و کسبش کم شتافت
وہ قدر ہی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پالیا	اس لئے کہ وہ اس کی مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا
قدر جاں زان می ندانی اے فلاں	کہ بدادت حق بہ بخشش رائگاں
تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا	کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو مفت دے دی ہے
نقد رفت و کالہ رفت و خانہا	ماند چغداں دراں ویرانہا
نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی	وہ مثل چغداں کے ویرانوں میں رہ گیا
گفت یارب برگ دادی رفت برگ	یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ
کہا کہ اے رب آپ نے سامان دیا تھا سامان جاتا رہا	یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے
چوں تہی شد یاد حق آغاز کرد	یارب و یارب اجر نی ساز کرد
جب خالی ہو گیا یاد حق شروع کی	یارب اور یارب مجھ کو پناہ دے کا سامان مہیا کیا
چوں پیمبر گفت مومن مزم مرست	در زمان خالی نالہ گرسٹ
جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن مزم رہے	خلو کے وقت میں وہ نالہ مگر ہوتا ہے
چوں شود پر مطربش بنہد زدست	پر مشو کا سیب دستا و خوش ست
جب وہ پر ہو جاتی ہے تو مطرب اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے	تو پرست ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا قرع خوش ہے
تی شود خوش باش بین الاصبغین	کز مئے لا ایں سرمست ست ایں
تو تہی ہو جا اور بین الاصبغین خوش رہ	کیونکہ شرب لامکان سے مکان سرمست ہے
رفت طغیاں آب از چشمش کشاد	ابر چشمش زرع دیں را آب داد
طغیان جاتا رہا پانی اس کی آنکھ سے کھل گیا	اس کی ابر چشم نے زرع دین کو پانی دیا
در دعا و لا بہ در زد ہر دو دست	زر طلب شد بے تعب آل زر پرست
دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا	وہ زر پرست بلا تعب زر طلب ہوا

ایک میراث یا بندہ کے پاس بیٹھا زر تھا سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا (آگے عادت غالبہ کے موافق مال میراثی کے متعلق فرماتے ہیں کہ) مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے (حالانکہ اس نے بہت محنت سے کمایا تھا مگر اس کے پاس بھی نہ رہا تو وارث کے پاس تو کیا رہے گا کیونکہ) وہ (تو اس کی) قدر بھی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پالیا اس لئے کہ وہ اس کے مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا (آگے ایک شعر بطور انتقال کے ہے کہ) تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو مفت دے دی ہے (چنانچہ

مشاہد ہے کہ اس کو نہ مضرات دنیویہ سے بچاتا ہے نہ مضرات اخرویہ سے اور نہ اس پر حق تعالیٰ کا کوئی معتد بہ شکر ادا کیا جاتا ہے غرض اس شخص کا (نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی) (اور) وہ مثل چغندوں کے ویرانوں میں رہ گیا (آخر حق تعالیٰ سے دعائیں) (کہا کہ اے رب آپ نے سامان دیا تھا) (مگر میری حماقت سے وہ) سامان جاتا رہا (اب) یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے (کہ بے سامانی پر صبر نہیں ہوتا) جب خالی ہو گیا یا حق شروع کی (اور) یارب اور یارب مجھ کو (مصیبت سے) پناہ دے (اس) کا سامان مہیا کیا (آگے تہی شکمی و نادری کی جس کا اوپر ذکر تھا چوں تہی شد ایک فضیلت بیان کرتے ہیں کہ وہ جالب ہے تضرع کی یعنی) جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن (کی مثال) زمزم (کی سی) ہے (اس لئے) خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہے (جیسے نے کہ مجوف ہونے کے وقت اس میں آواز خوش پیدا ہوتی ہے اور مصمت میں سے نہیں نکلتی اس حدیث کے یہ الفاظ لکھے ہیں المؤمن کمثل المزمزم لا یحسن صوته الا بجلاء بطنه اس حدیث کی تو مجھ کو تحقیق نہیں لیکن یہ امر فی نفسہ مشاہد اور مطابق واقع کے ہے آگے اسی کا تتمہ ہے کہ) جب وہ (نے) پر (اور مصمت) ہو جاتی ہے تو مطرب اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے (کیونکہ اب اس میں سے آواز نہ نکلے گی اسی طرح جب تو پر ہونے سے قابل نالہ کے نہ رہے تو تجھ پر محبوب کا ویسا دست شفقت نہیں رہتا پس) تو پر مت ہو کیونکہ اس (محبوب) کے ہاتھ کا قرع (زیادہ) خوش ہے (یعنی نے پر بجانے کے وقت جس طرح زمزم انگلیاں رکھتا اٹھاتا ہے جو ایک قسم کا قرع ہے مگر نے کی خوبی اسی سے ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اگر محبوب تیرے اندر اس طرح کے تصرفات کرے جو سب ہوں نالہ کا تو یہ سب ہے تیری تہذیب و تکمیل کا پس تجھ کو چاہئے کہ) تو تہی ہو جا اور بین الاصبغین خوش رہ (تی مخفف تھی) کیونکہ شراب لامکاں سے مکان سرمست ہے (یعنی اگر تو ہوا و شہوت سے خالی رہا تو جس طرح خلونے کے وقت زمزم اس میں اپنی آواز بھرتا ہے جس سے مستی پیدا ہوتی ہے اسی طرح تیرے اندر کہ تو مکانی ہے فیض ربانی کہ لامکانی ہے بھرا جاوے گا جو سب ہوگا عشق مستی کا خود تیرے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اسی کو مئے لائیں کہہ دیا گیا پس خلو کی اس خاصیت کے موافق اس شخص کا) طغیان جاتا رہا (جس کا سبب کبھی استغناء ہو جاتا ہے قال تعالیٰ کلان الانسان لیطغی ان راہ استغنی اور) پانی اس کی آنکھ سے کھل گیا (یعنی آنسو جاری ہو گئے اور) اس کے ابر چشم نے (اس کے) زرع دین کو پانی دیا (اور) دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا (اور) وہ زر پرست (یعنی طالب زر) بلا تعب زر طلب ہوا (بے تعب قید زر کی ہے یعنی یہ دعا کرتا تھا کہ مجھ کو بلا تعب زر مل جاوے جیسے اس دفتر کے عشر خاس کے شروع میں فقیر روزی طلب بے کسب کا قصہ آیا ہے آگے بمناسبت مضمون دعا کے تاخیر اجابت کی ایک حکمت جو کہ دعائیں واقع ہوتی ہے بیان فرماتے ہیں)۔

### سبب تاخیر اجابت دعای مومن

مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مخلص کہ نالد دروعا	دود اخلاش برآید تا سما
اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں	اس کے اخلاص کا دھواں آسمان تک پہنچتا ہے
تا رود بالائی ایں سقف بریں	بوی مجر از انین المذنبیں
یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک	انگینھی کی خوشبو نالہ گنہگاروں سے جاتی ہے



پس ملائک با خدا نالند زار	کائے مجیب ہر دعا و مستجار
پس ملائکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں	کائے حاجت کرنے والے حمد دعا کے لئے عہد ذات کی بنا طلب کی جاتی ہے
بندہ مومن تضرع می کند	او نمی داند بجز تو مستند
بندہ مومن تضرع کر رہا ہے	وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے
توعطا بیگانگان را می دہی	از تو دارد آرزو ہر مشتہی
آپ بیگانوں کو عطا دیتے ہیں	آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے
حق بفرماید نہ از خواری اوست	عین تاخیر عطا یاری اوست
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے	عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد ہے
نالہ مومن ہمیداریم دوست	گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست
ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں	کہو کہ تضرع کرتا رہ کیونکہ یہ اس کا اعزاز ہے
حاجت آوردش ز غفلت سوی من	آں کشیدش موکشاں در کوی من
حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے	اسی نے اس کو موکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے
گر بر آرم حاجتش او را رود	ہمدراں بازیچہ مستغرق شود
اگر میں اس کی حاجت پوری کر دوں تو وہ واپس چلا جاوے گا	اسی بازیچہ میں مستغرق ہو جاوے گا
گرچہ می نالد بجاں یا مستجار	دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار	دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
خوش ہمی آید مرا آواز او	واں خدایا گفتن و آں راز او
مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے	اور وہ اس کا خدایا کہنا اور اس کا وہ راز
زانکہ اندر لاہ و در ماجرا	می فریباند بہر نوع مرا
اور یہ امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں	ہر ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے
طوطیان و بلبلان را از پسند	از خوش آوازی قفس درمی کشند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے	خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کر دیتے ہیں
زاغ را و چغند را اندر قفس	کے کنند ایں خود نیامد در نقص
زاغ اور چغند کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں	یہ بات قصوں میں خود نہیں آئی

پیش شاہد باز چوں آید دو تن	آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن
شاہد باز کے سامنے جب دو شخص آویں	ایک بڑھیا اور دوسری خوش ذقن ہو
ہر دو ناں خواہند او زو تر فطیر	آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
دونوں روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی	لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے
واں دگر را کہ خوشتش قد و خد	کے دہد ناں بل بتا خیر افگند
اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہے	روٹی کب دے گا بلکہ تاخیر میں ڈالے گا
گویش بنشیں زمانے بے گزند	کہ بخانہ نان تازہ می پزند
اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند بیٹھ جا	کہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں
چوں رسد آں نان گرمش بعد کد	گویش بنشیں کہ حلوا می رسد
جب گرم روٹی بعد مشقت کے آ جاوے	تو اس سے کہتا ہے کہ بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے
ہم بدیں فن دار دارش می کند	وز رہ پنہاں شکارش می کند
اس ترکیب سے اس کو ذرا ٹھہر جا ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے	اور راہ پنہاں سے اس کو شکار کرتا ہے
کہ مرا کاریست با تو یک زماں	منتظر می باش اے خوب جہاں
کہ مجھ کو تجھ سے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر	اور منتظر رہ اے حسین جہاں
تابدیں حیلست فریباند و را	تا مطیع و رام گرداند و را
تاکہ اس بہانہ سے اس کو پھسلا دے	تاکہ اس کو مطیع و مسخر کر لے
مثل آں کمپیر داں بیگانگاں	شاہد خوش روی مثل مومناں
مثل اس بڑھیا کے بیگانوں کو سمجھ	شاہد خوش روی مثل مومنوں کے ہے
ایں جہاں زندان مومن زیں بود	کافراں را جنت حالی شود
یہ دنیا جہنم مومن اسی لئے ہے	کافروں کے لئے جنت عاجلہ ہے
بے مرادی مومناں از نیک و بد	تو یقین میداں کہ بہر ایں بود
مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ نیک ہو خواہ وہ بد ہو	تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے

اے بہت سے مخلص کہ دعائیں نالہ کرتے ہیں (اور) اس کے اخلاص کا دھواں (جو آہ و نالہ سے لگتا ہے) آسمان تک پہنچتا ہے یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک انگیٹھی کی خوشبو نالہ گنہگاروں سے جاتی ہے (ان کے سینہ کو انگیٹھی سے



تشبیہ دی کہ نالہ و گریہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور مذہبن کی قید غیر مذہبن سے احتراز کے لئے نہیں واقعی ہے کیونکہ غیر نبی سے کسی نہ کسی درجہ میں ذنوب ضرور ہی صادر ہوتے ہیں غرض اس کی نالہ و دعا کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے مگر اجابت میں توقف واقع ہوتا ہے (پس) اس وقت اس تاخیر کو دیکھ کر ملائکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں کہ اے اجابت کرنے والے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے (یہ) بندہ مومن تضرع کر رہا ہے (اور) وہ بجز آپ کے کسی کو تکلیف گاہ نہیں جانتا ہے آپ بیگانوں (یعنی کفار) کو عطا دیتے ہیں آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے (اور باوجود اس کے اس کی عرض قبول فرمانے میں اس قدر توقف ہوا اس میں کیا مصلحت ہے) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (یہ تاخیر اجابت) اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے (بلکہ) عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد (اور عطا) ہے (جس کا بیان آگے آتا ہے یعنی وہ یہ کہ) ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں (اے مخاطب اس مومن سے) کہو کہ تضرع کرتا رہے کیونکہ یہ (امر کہ یہ تضرع کرے اور ہم دینے میں دیر کریں) اس کا اعزاز ہے (جیسا آگے مثالوں میں آوے گا) حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے اسی (حاجت) نے اس کو موکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے (پس) اگر میں اس کی حاجت پوری کر دوں تو وہ (میرے کوچہ سے پھر غفلت کی طرف) واپس چلا جاوے گا (یعنی) اسی بازیچہ (وغفلت) میں مستغرق ہو جاوے گا اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار (اور اس حالت میں نالہ کر رہا ہے کہ) دل شکستہ سینہ خستہ سو گوار (ہے) اور اس نالہ کا مقضایہ تھا کہ اس کی حاجت جلدی جلدی پوری کر دی جاتی لیکن توقف اس لئے ہے کہ (مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا وہ خدایا کہنا اور اس کا وہ راز اور یہ امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے) یہ سب اچھا معلوم ہوتا ہے اور میری فریباند میں مجاز ہے یعنی ہر ہر نوع تملق می کند مثل آنکس کہ کسے را فریباند آگے مولانا مضمون بالا کی دو مثالیں بتلاتے ہیں ایک یہ کہ (طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کر دیتے ہیں) (اور) زانغ اور چغند کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں یہ بات قصوں میں خود (کبھی سننے میں) نہیں آئی اور (دوسری مثال یہ کہ) شاہد باز (عاشق مزاج) کے سامنے جب دو شخص آویں (جن میں) ایک (تو) بڑھیا (ہو) اور دوسری خوش ذہن (حسین عورت) ہو (اور) دونوں (آ کر) روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے (تا کہ اس کی صورت مکروہ اور آواز مکروہ جلدی دور ہو) اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسارہ خوبصورت ہے۔ روٹی (جلدی) کب دے گا بلکہ (اس کو) تاخیر میں ڈالے گا اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند (یعنی آرام سے) بیٹھ جا کہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں (پھر) جب گرم روٹی (بھی) بعد مشقت (انتظار) کے آ جاوے تو اس سے کہتا ہے کہ ابھی اور بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے (غرض) اسی ترکیب سے اس کو ذرا ٹھہر جازرا ٹھہر جا کر تار ہتا ہے اور راہ پنہاں سے اس کو شکار کرتا ہے (یعنی اپنی طرف مائل کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ مجھ کو تجھ سے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر اور منتظر رہ اے حسین جہاں تا کہ اس بہانہ سے اس کو پھسلادے تا کہ اس کو مطیع اور مسخر کر لے (اور از رہ پنہاں اس لئے کہا کہ وہ عورت تو خالی الذہن ہے وہ یہ نہیں سمجھتی کہ اس کا یہ مقصود ہے پس) مثل اس بڑھیا کے بیگانوں (کفار) کو سمجھ (جس کو جلدی سے دے دیا اور مقصود نالنا ہے اور) شاہد خوش روئے مثل مومنوں ہے (جس کو دینے میں دیر کی اور مقصود اس کے جمال کا دیکھنا ہے آگے اس پر ایک تفریع ہے کہ) یہ دنیا جتن مومن اسی لئے ہے (کہ اس کی حاجات کم پوری ہوتی ہیں جس سے وہ تنگ ہونے لگتا ہے اور اصلی سبب نہیں جانتا جس طرح بلبل و طوطی کے لئے زندان تجویز کیا جاتا ہے اور وہ تنگ ہوتی ہیں اور) کافروں کے لئے (دنیا) جنت عاجلہ (حاضرہ) ہے (کہ اس کی اکثر حاجات اس کی مرضی کے موافق پوری ہو جاتی ہیں غرض) مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ (مومن) نیک ہو خواہ بد ہو تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے (جو اوپر مذکور ہوا)

فائدہ:- تاخیر اجابت کی علت یا حکمت کا اسی میں انحصار مقصود نہیں بلکہ منجملہ دیگر اسباب کے ایک یہ بھی ہے چونکہ یہ مشہور نہ تھی اس لئے اس پر تنبیہ مناسب ہوئی اور حدیث الدنیا مسجن المؤمن و جنة الکافر کی ایک توجیہ یہ بھی ہے یہاں بھی اسی میں انحصار نہیں اور توجیہات بھی مشہور ہیں مثلاً یہ کہ مومن کو جو نعمتیں جنت میں ملنے والی ہیں دنیا میں کیسی ہی خوش عیشی ہو مگر اس کے اعتبار سے جہنم ہے۔ علی ہذا کافر کی عقوبت کے اعتبار سے دنیا کی مصیبت بھی جنت ہے اور مثلاً یہ کہ مومن کا دنیا میں مثل جہنم کے جی نہیں لگتا وللکافر ضد ذلک و بهذا الاخیر یشہد ذوقی آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)۔

رجوع بقصہ آل شخص کہ باو نشان گنج دادند بمصر و بیان تضرع وے از درویشی بحضرت جل جلالہ

اس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتہ دیا اور فقر کی وجہ سے اس کا (اللہ تعالیٰ) جل جلالہ کے دربار میں عاجزی کرنا

خواجہ چوں میراث خورد و شد فقیر	آمد اندر یارب و گریہ و نفیر
خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہو گیا	تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا
خود کہ کو بد ایں در رحمت نثار	کو نیابد در اجابت صد بہار
کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو	جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو
خواب دید و ہاتھے گفت او شنید	کہ غنائے تو بمصر آید پدید
اس نے خواب دیکھا اور ایک ہاتھ نے کہا اس نے سنا	کہ تیری تو گمری مصر میں ظاہر ہو گی
رو بمصر آنجا شود کار تو راست	کرد گد یہ ات را قبول او مرتجاست
تو مصر میں جا وہاں تیر کام ٹھیک ہو جاوے گا	تیرے سوال کو قبول کر لیا وہ ایسا ہے جس سے امید کی جاتی ہے
در فلاں موضع یکے گنجیست زفت	در پے آں بایدت تا مصر رفت
فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے	اس کی تلاش میں تجھ کو مصر تک جانا پائے
بید رنگے ہیں ز بغداد اے نژند	رو بسوی مصر و منت گاہ قند
بلا توقف بغداد سے اے افسردہ	مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا
چوں ز بغداد آمد او تا سوی مصر	گرم شد و شستش چو دید او روی مصر
جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا	تو اس کی پشت قوی ہو گئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا
بر امید وعدہ ہاتھ کہ گنج	یابد اندر مصر بہر دفع رنج
امید وعدہ ہاتھ پر کہ خزانہ	مصر میں پادے گا دفع رنج کے لئے
در فلاں کوی و فلاں موضع دفیں	ہست گنج سخت نادر بس گزیں
فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے	خزانہ نہایت نادر بہت پسندیدہ



لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماںد	خواست دتے بر عوام الناس راند
لیکن اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا	اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا
لیک شرم و ہمتش دامن گرفت	خویش را در صبر افشردن گرفت
لیکن شرم و ہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا	اپنے کو صبر میں دھانا شروع کیا
باز نفسش از مجاعت بر طپید	ز انتجاع از خواستن چارہ ندید
پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا	گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا
گفت شب بیروں روم من نرم نرم	تاز ظلمت نایم از گدیہ شرم
کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا	تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھ کو شرم نہ آوے
ہمچو شبکو کے کنم من ذکر و بانگ	تارسد از بامہایم نیم دانگ
مثل شبکو کے میں ذکر اور آواز کروں گا	تاکہ مجھ کو بالا خانوں سے آدھائی دانگ مل جاوے
اندریں اندیشہ بیروں شد بکو	واندریں فکرت ہی شد سوبسو
اسی سوچ میں محلہ میں باہر نکلا	اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا
یک زماں مانع ہی شد شرم و جاہ	یک زماں نے جوع می گفتش بخواہ
کسی وقت تو شرم چاہ مانع ہوتی تھی	کسی وقت بھوک اس کو کہتی کہ مانگ
پای پیش و پای پس تاثلث شب	کہ بخواہم یا بخشم خشک لب
ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تھائی شب تک	کہ مانگوں یا سوکے ہی منہ سو جاؤں

رسیدن آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی از بہر شبکو کی و گدائی و گرفتن عس اور او مراد او حاصل شدن از عس بعد از خوردن زخم بسیار عسی ان تکرہواشیئا و هو خیر لکم و قولہ تعالیٰ ان مع العسر یسرا و قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشندی از مہ تنفر جی و جمیع القرآن والکتب المنزلة فی تقریر ہذا

اس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شب کی اور گدائی کے لئے باہر نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت پٹنے کے بعد اس کی مراد کا حاصل ہو جانا، قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بیشک سچی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت تو سخت ہو جا، کھل جائے گی اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اس کو ثابت کرنے میں

ناگہانی خود عس اور گرفت	چو بہا ازد بے محابا نا شگفت
دفع عس نے اس کو گرفتار کر لیا	بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں
اتفاقاً اندراں شبہائے تار	دیدہ بدمردم ز شب دزداں ضرار
اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو	چوری کرنے والوں سے معزت دیکھی تھی
بود شبہائے مخوف و منتحس	پس بجدی جست دزداں را عس
راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں	پس عس چوروں کو اہتمام سے تلاش کر رہا تھا
تا خلیفہ گفتہ کہ برید دست	ہر کہ شب گردد اگر خویش منست
یہاں تک کہ بادشاہ نے کہہ دیا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو	جو شخص کہ شب کو پھرتا ہو اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو
بر عس کردہ ملک تہدید و بیم	کہ چرا باشید بر دزداں رحیم
عس پر بادشاہ نے تہدید اور تحویف کی تھی	کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحیم ہوتے ہو
عشوہ شاں را از چہ رو باور کنید	یا چرا از ایشاں قبول زر کنید
ان کے بھمہ کو کس وجہ سے باور کرتے ہو	یا کس لئے ان سے زر قبول کرتے ہو
رحم بر دزدان و ہر منحوس دست	بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست
رحمت کرنا چوروں پر اور ہر منحوس دست پر	ضعیفوں پر زحمت اور بے رحمی ہے
ہیں زرنج خاص مکسل ز انتقام	رنج او بگزیں و بنگر رنج عام
ہاں خاص شخص کے رنج سے انتقام لینے سے مت درگزر	اس کے رنج کو اختیار کر لے اور عام کے رنج کو دیکھ
اصبح ملدوغ بر در دفع شر	در تعدی و ہلاک تن نگر
ڈی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے کاٹ ڈال	تعدیہ میں اور جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر
گشتہ دزدانہ دراں ایام بس	کاں فقیر افتاد در دست عس
ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا	کہ یہ فقیر عس کے ہاتھ میں واقع ہو گیا
اتفاقاً اندراں ایام دزد	گشتہ بود انبوه پختہ و خام دزد
اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ	مجمع ہو گئے تھے دزد پختہ بھی رخام بھی
در چنیں و قش بدید و سخت زد	برسر و بر پشت چوب بے عدد
ایسے وقت میں عس نے اس کو دیکھا	اس کے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں



نعرہ و فریاد زان درویش خاست	کہ مزن تا من بگویم حال راست
اس فقیر سے نعرہ و فریاد نکلنے لگا	کہ مارت تاکہ میں تجھ سے صحیح صحیح حال کہہ دوں
گفت اینک دامت مہلت بگو	تا بشب چوں آمدی بیروں بگو
اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجھ کو مہلت دی کہہ	کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتا
تو نہ زینجا غریب و منکری	راستی گو تا بچہ مکر اندری
تو یہاں کا نہیں ہے پردہ کی اور اجنبی ہے	ج بتا تو کس فکر میں ہے
اہل دیواں بر عسس طعنہ زدند	کہ چرا دزداں کنوں انہ شدند
اہل دفتر نے تھانہ دار کو مطعون کر رکھا ہے	کہ کس لئے اب چور زیادہ ہو گئے ہیں
انہی از تست و از امثال تست	وانما یاران ز شتت را نخست
کثرت تجھ سے اور تیرے ہم رنگ لوگوں سے ہے	پہلے اپنے بد معاش یاروں کو بتا
ورنہ کین جملہ را از تو کشم	تا شود ایمن ز شر ہر محشم
ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا	تاکہ ہر صاحب شمت شر سے بے خوف ہو جاوے
گفت او از بعد سوگند ان پر	کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بر
اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا	کہ میں خانہ رعب اور کیسہ پر نہیں ہوں
من نہ مرد دزدی و بیدادیم	من غریب مصرم و بغدادیم
میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں	میں مصر کا تو پردہ کی اور بغداد کا باشندہ ہوں
قصہ آں خواب و گنج زر بگفت	پس ز صدق اودل آنکس شگفت
قصہ اس خواب اور گنج زر کا کہا	پس اس کے صدق سے اس کا دل شگفتہ ہو گیا
بوی صدقش آمد از سوگند او	سوز او پیداشد از اسپند او
اس کی سوگند سے اس کو صدق کی بو آئی	اس کا سوز اس کے سپند سے ظاہر ہو گیا

خواجه نے جب میراث کھالی اور فقیر ہو گیا تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو (یعنی وہ داعی کی دعا کو قبول کرتے ہیں وقت اجتماع شرائط کے تعمیم صور اجابت کے پس) اس نے خواب دیکھا اور (اس خواب میں) ایک ہاتف نے کہا (اور) اس نے سنا (اور وہ بات جو کہی یہ تھی) کہ تیری تو نگری مصر میں ظاہر ہوگی تو مصر میں جاوہاں تیرا کام ٹھیک ہو جاوے گا (اللہ تعالیٰ نے) تیرے سوال کو قبول کر لیا (اور) وہ ایسا (ہی) ہے جس سے امید کی جاتی ہے۔ فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے اس کی تلاش میں تجھ کو مصر

تک جانا چاہئے بلا توقف بغداد سے اے افسردہ مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا (عطف تفسیری ہے) جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا تو اس کی پشت قوی ہو گئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا (اور اس کی پشت کا قوی ہونا جو کہ اوپر مذکور ہے) امید وعدہ ہاتف پر (تھا اور وہ وعدہ یہ تھا) کہ خزانہ مصر میں پاوے گا دفع رنج کے لئے (اور اس کا یہ پتہ تھا کہ) فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے خزانہ نہایت نادر (اور) بہت پسندیدہ (غرض اس وجہ سے وہ مصر کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اگر شبہ ہو کہ وہ خزانہ تو بغداد میں ملے گا جیسا آگے آتا ہے پھر ہاتف کے مصر کا پتہ بتلانے کی کیا توجیہ ہے جواب یہ ہے کہ مراد ہاتف کی یہ تھی کہ مصر میں فلاں مقام پر پہنچ کر اس کا پتہ معلوم ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جس عس سے اس کو معلوم ہوا ہے ممکن ہے کہ اسی ہاتف کے بتلائے پتہ پر اس کو ملا ہو اور مصر میں مدفون ہونے کا حکم کرنا یہ بھی مجاز ہے یعنی اس خزانہ کی دلیل اس موضع میں مستتر ہے اور تعبیر میں ایسے ہی تجوزات ہوا کرتے ہیں) لیکن (جیسے مصر کو دیکھ کر خوش ہوا اسی طرح وہاں پہنچ کر اس کو ایک تردد بھی ہوا وہ یہ کہ) اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا (سب راہ میں خرچ ہو گیا اور ضرورت خرچ کی ہوئی خورد و نوش کے لئے بھی اور شاید کچھ خزانہ کے اخراج یا تلاش میں بھی کچھ خرچ ہوا ہو کیونکہ خزانہ ملنا منہ کا نوالہ تو ہے ہی نہیں اس لئے) اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا (دق فی الغیاث بالفتح بمعنی گدائی زریا کہ آں درد یگراں را کو متن ست اھ مختصر) لیکن (عادت نہ ہونے کے سبب) شرم و ہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا (یعنی مانع ہوا پس) اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا (مگر) پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا (اس لئے) گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا (اپنے جی میں) کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھ کو شرم نہ آوے مثل (گدائے) شکوک کے (یعنی جو کہ شب کو درختوں پر بیٹھ کر سوال کرے کذافی الغیاث) میں ذکر (یعنی دعا للمعطين) اور آواز (یعنی سوال) کروں گا تاکہ مجھ کو بالا خانوں سے آدھا ہی دانگ مل جاوے (شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شب کو دینے کے لئے باہر نہ نکلتے ہوں بام پر سے ڈال دیتے ہوں گدا اٹھالیتا ہو حاصل یہ کہ) اسی سوچ میں محلہ میں باہر نکلا اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا کسی وقت تو شرم و جاہ مانع ہوتی تھی کسی وقت بھوک اس کو کہتی کہ مانگ (اسی طرح) ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تہائی شب تک (متردد رہا) کہ مانگوں یا سوکھے ہی منہ سو جاؤں۔ (اسی حیص و بیص میں تھا کہ) دفعہ عس نے اس کو گرفتار کر لیا (اور) بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں (فی الغیاث مجابا بضم اول دراصل محاباة بود فرو گذاشتن و مروت و اعانت و فیہ شکیفتن بمعنی صبر کردن اھ اور وجہ اس عس کے اس تشدد کی یہ تھی کہ) اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی (اور) راتیں خونناک اور نامبارک تھیں (لوقوع الضرر فیہا) پس عس چوروں کو (نہایت) اہتمام سے تلاش کر رہا تھا یہاں تک کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو جو شخص کہ شب کو پھرتا ہوا اگر چہ وہ میرا ہی عزیز ہو (اور) عس پر بادشاہ نے تہدید اور تحویف کی تھی کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحیم ہوتے ہو (اور) ان کے پتھمہ کو کس وجہ سے باور کرتے ہو (مراد اس سے وہ عذر ہے جو رات کو نکلنے کے لئے تراشا جاوے) یا کس لئے ان سے (رشوت میں) زر قبول کرتے ہو (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) رحمت کرنا چوروں پر اور منحوس دست پر (حقیقت میں) ضعیفوں پر رحمت اور بے رحمی ہے ہاں خاص شخص کے رنج (کے خیال) سے انتقام لینے سے مت درگزر اس کے رنج کو اختیار کر لے اور عام کے رنج کو دیکھ (آگے اس کی مثال ہے کہ اگر انگلی میں سانپ کے کاٹنے سے ایسا زہر ہو جاوے کہ آگے تعدیہ کا اندیشہ ہو تو اس) ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے (فوراً) کاٹ ڈال (اور اس کے) تعدیہ میں اور (تعدیہ کے سبب بقیہ) جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر (پس اسی طرح جس کا ضرر دوسروں پر پہنچے اس کو قطع یا



قتل کر دو حسب اجازت شریعت غرض) ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا کہ (اسی زمانہ میں اتفاقاً) یہ فقیر عس کے ہاتھ میں واقع ہو گیا (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ مجتمع ہو گئے تھے دزد پختہ بھی اور خام بھی (یعنی مشاق قدیم و نو آموز جدید) ایسے وقت میں عس نے اس کو دیکھا اس کے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں اس فقیر سے نعرہ و فریاد نکلنے لگا کہ مار مت تاکہ میں تجھ سے صحیح صحیح حال کہہ دوں اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجھ کو مہلت دی کہہ کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتلا (اور) تو یہاں کا (رہنے والا بھی) نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے۔ سچ بتلا تو کس فکر میں ہے اور اس عس نے یہ بھی کہا کہ) اہل دفتر نے تھانہ دار کو (یعنی مجھ کو) مطعون کر رکھا ہے کہ کس لئے اب چور زیادہ ہو گئے ہیں (سو یہ) کثرت تجھ سے اور تیرے ہمرنگ لوگوں سے ہے۔ پہلے اپنے (ان) بد معاش یاروں کو بتلا ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا تاکہ ہر صاحب حشمت شر سے بے خوف ہو جاوے (تخصیص صاحب حشمت کی اس لئے ہے کہ چوری ایسوں ہی کے گھر ہوتی ہے) اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا کہ میں خانہ روب اور کیسہ بر نہیں ہوں۔ میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں (اور پھر تمام) قصہ اس خواب اور گنج زر کا کہا پس اس کے صدق سے اس (عس) کا دل شگفتہ ہو گیا (اور شبہ دزدی کا جاتا رہا اور) اس کی سوگند سے اس کو صدق کی بو آئی (اور ایسی مثال ہوئی کہ) اس کا سوز اس کے پسند سے ظاہر ہو گیا (آگے انتقال ہے صدق و کذب کے بیان خاصیت خاصہ کی طرف)۔

### در بیان ایں حدیث شریف کہ الصدق طمانیۃ والکذب ریبۃ

اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

دل بیارامد بگفتار صواب	آنچناں کہ تشنہ آرامد بآب
دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے	جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے
جز دل محبوب کو را علّیت	از نبی اش تا غبی تمیز نیست
بجز قلب محبوب کے کہ جس میں کوئی علت ہے	جس کو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے
ورنہ آں پیغام کز موضع بود	بر زند بر مہ شگافیہ شود
ورنہ جو پیام کہ موضع سے ہو	وہ چاند پر اثر کرتا ہے وہ شگافیہ ہو جاتا ہے
مہ شگافد واں دل محبوب نے	زانکہ مردود ست او محبوب نے
وہ چاند تو شگافیہ ہو جاتا ہے قلب محبوب نہیں ہوتا	کیونکہ وہ مردود ہے محبوب نہیں ہے
چشمہ شد چشم عس ز اشک بل	نے ز گفت خشک بل از بوی دل
عس کی آنکھ چشمہ ہو گئی اشک ترکندہ سے	گفتار خشک سے نہیں بلکہ بوی دل سے
یک سخن از دوزخ آید سوی لب	یک سخن از شہر جاں در کوئی لب
ایک بات دوزخ سے لب کی طرف آتی ہے	ایک بات شہر جان سے کوئی لب میں پہنچتی ہے

بحر جاں افزا و بحر پر جرج	درمیان ہر دو بحر ایں لب مرج
بحر جان افزا اور بحر پر خرج	دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل ہے مرج کا
بحر جاں افزا و بحر عمر کاہ	ہر دو آں برب گزر دارند و راہ
بحر جان افزا اور بحر عمر کا ہندہ	دونوں لب پر گزر اور راہ رکھتے ہیں
چوں ینپلو درمیان شہر ہا	از نواجی آمد آنجا بہر ہا
جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان	اطراف سے اس جگہ سے آتے ہیں
کالہ معیوب و قلب کیسہ بر	کالہ پرسود و مستشرق چو در
مٹا محب اور ردی کیسہ کا قطع کرنے والا	مٹا پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا
زیں ینپلو ہر کہ باز رگاں ترست	برسرہ و بر قلبہا دیدہ ورست
اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے	وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے
شد ینپلو مردرا دارالرباح	واں دگر را از عمی دارالبجناح
منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے	اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ ہے
ہر یکے ز اجزائے عالم یک بیک	بر غبی بندست و بر استاد فک
ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کر کے	غبی کے لئے قید ہے اور استاد پر فک قید ہے
بر یکے قدست و بردیگر چوز ہر	بر یکے لطف ست و بردیگر چوقہر
ایک پر قد ہے اور دوسرے پر زہر	ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے
بر یکے دیوست و بردیگر چو حور	بر یکے نارست و بردیگر چو نور
ایک پر دیو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے	ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے
بر یکے گنج ست و بردیگر چو مار	بر یکے وردست و بردیگر چو خار
ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے	ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے
بر یکے شیریں و بردیگر ترش	بر یکے مبہوت و بردیگر چو ہش
ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش	ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے
بر یکے پنہاں و بردیگر عیاں	بر یکے سودست و بردیگر زیاں
ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل عیاں کے	ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں



بر یکے بندست و بر دیگر کشاد	بر یکے قیدست و بر دیگر مراد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی	ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد
بر یکے نوشست و بر دیگر چونیش	بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش
ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر مثل نیش کے	ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے
بر یکے نقصست و بر دیگر کمال	بر یکے ہجرست و بر دیگر وصال
ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال	ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال
بر یکے روزست و بر دیگر چو شب	بر یکے عیشست و بر دیگر تعب
ایک نقص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے	ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے
بر یکے محبوب و بر دیگر عدو	بر یکے راحست و بر دیگر کدو
ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن	ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو
بر یکے آبست و بر دیگر چو خون	بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے	ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے
بر یکے حلوا و بر دیگر چوسم	بر یکے سنگست و بر دیگر صنم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے	ایک پر پتھر اور دوسرے پر معشوق ہے
بر یکے جسمست و بر دیگر چو روح	بر یکے جسست و بر دیگر فتوح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے	ایک پر جس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے
بر یکے تیرست و بر دیگر کمان	بر یکے نانست و بر دیگر سنان
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے	ایک پر روٹی اور دوسرے پر سنان ہے
ہر جمادے با نبی افسانہ گو	کعبہ حاجی گواہ و نطق جو
ہر جماد نبی کے ساتھ افسانہ گو	کعبہ حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہو گا
بر مصلی مسجد آمد ہم گواہ	کو ہی آمد بمن از دور راہ
مصلے پر بھی مسجد گواہ ہو گی	کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا
بر خلیل آتش بود ریحان و ورد	لیک بر نمرود آں مرگست و درد
حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحان اور ورد ہو گی	لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی

بارہا گفتیم ایں را اے حسن	می نگردم از برانش سیر من
ہم نے اسی کو بارہا کہا ہے اے حسن	میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں
بارہا خوردی تو ناں دفع ذبول	ایں ہماں نان ست چوں نبوی ملول
تو نے بارہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے	یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا
در تو جوئے میرسد نوز اعتدال	کہ ہمی سوزد از و تخمہ و ملال
تیرے اندر بوجہ اعتدال کے ایک گرستی تازہ پہنچ جاتی ہے	کہ اس کی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت ہو جاتا ہے
ہر کرا درد مجاعت نقد شد	نوشدن با جزو جزوش عقد شد
جس کو الم جوع حاصل ہو گیا	جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا
لذت از جوعست نے از نقل نو	با مجاعت از شکر بہ نان جو
لذت بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے	بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے
پس ز بے جوعیست و ز تخمہ تمام	آں ملالت نے ز تکرار کلام
وہ تیرا ملول ہونا بالکل ناگرسنگی	اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے
چوں زدکان و مکیس و قیل و قال	درفریب مردمت ناید ملال
دکان اور مہاکسہ اور قیل و قال سے	جو کہ لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکر ملال نہیں ہوتا
چوں ز غیبت و اکل لحم مردماں	شصت سالت سیرے نامد ازاں
غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے	ساتھ سال میں تجھ کو اس سے سیری نہ ہوئی
شعر ہا در عشق صحبہ گفتہ تو	بے ملالت ہیمو گل بشگفتہ تو
بہت سے اشعار تو نے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں	بلا ملال تو گل کی طرح شکفتہ رہا ہے
مدحہا در صید شلہ گفتہ تو	بے ملولی بارہا بشگفتہ تو
بہت مدحیں شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کہی ہیں	بلا ملال بارہا تو شکفتہ رہا ہے
بار آخر گویش سوزان و چست	گرم تر صد بار از بار نخست
دوسری بار تو اس کو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر	سوار میں زیادہ شائق پہلی بار سے
درد داروی کہن را نو کند	درد ہر شاخ ملولے خو کند
مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے	مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے



کیمیای نو کنندہ درد ہاست	کولولی آں طرف کہ درد خاست
کیمیا نیا بنانے والی امراض ہیں	اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا
ہیں مزن تواز ملولی آں سرد	درد جو و درد جو و درد درد
خبردار تو ملولی سے آہ سرد مت کر	درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد
خادع درد اند درمانہای تراژ	رہزنند و زرستاناں رسم باژ
بیہودہ محالجات درد کے دھوکہ دینے والے ہیں	رہزن ہیں اور زرستاناں ہیں بطریق خراج کے
آب شورے نیست درمان عطش	وقت خوردن گر نماید سرد و خوش
آب شور لکھی کا علاج نہیں	اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو
لیک خادع گشت و مانع شد ز جست	زاب شیرینی کز و صد سبزہ رست
لیکن وہ خادع ہو گیا اور مانع ہو گیا	آب شیریں کی جست کرنے سے جس صد سبزہ پیدا ہوئے ہیں
ہمچنین ہر زر قلبے مانع ست	از شناس نقد زر ہر جا کہ ہست
اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے	معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے
بال و پرت را بہ تزویرے برید	کہ مراد تو منم گیر اے مرید
تیرے بال و پرت کو تزویر سے قطع کر دیا	کہ تیری مراد میں ہوں اے مرید لے
گفت دردت چہ نیم و خود درد بود	باطناً خار و بظاہر ورد بود
کہا کہ تیرا مرض میں جن لوں گا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا	وہ باطناً خار تھا اور بظاہر گل تھا
روز درمان دروغیں می گریز	تا شود دردت مطیب مشک بیز
جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ	تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک بیز ہو جاوے

دل نسل پاتا ہے گفتار صواب سے جس طرح کہ تشنہ نسل پاتا ہے آب سے (جیسا عس کے قلب کو اس کی حکایت سے تسلی ہو گئی اور یہ مضمون حدیث کا ہے اور مقصود اس سے فی نفسہ صدق و کذب کی ایک خاصیت بیان کرنا ہے اور عوارض سے تخلف ممکن ہے اور نیز ہر قلب کے اعتبار سے یہ حکم نہیں ہے بلکہ جس میں صفت ملامت کی ہو اسی لئے مولانا قلب غیر سلیم کو آگے مستغنی فرماتے ہیں یعنی) بجز قلب محبوب کے کہ جس میں کوئی علت ہے جس کو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے ورنہ (اگر قلب محبوب نہ ہو تو پھر) جو پیام (اور مضمون) کہ موضع (اصلی) سے ہو (مراد اس موضع سے محکی عنہ ہے یعنی جو حکایت کہ مطابق محکی عنہ کے ہو) وہ چاند پر (بھی) اثر کرتا ہے (اور) وہ (اس کے اثر سے) شگافیدہ ہو جاتا ہے (اور) وہ چاند تو (اس سے) شگافیدہ ہو جاتا ہے (مگر) قلب محبوب (متاثر) نہیں ہوتا کیونکہ وہ (قلب محبوب) مردود ہے (اور)

محبوب نہیں ہے (پس مردود ہونے سے فاسد الادراک ہو گیا اور مراد چاند سے اگر قلب منور ہے تب تو مطلب ظاہر ہے اور اگر معنی حقیقی ہیں تو یہ بعض اوقات کے اعتبار سے ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت کا صادق تھا اور آپ کے صدق کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے چاند کو منشق کر دیا اور قلوب کفار متاثر نہ ہوئے اور اس انشقاق میں آپ کے صدق کو موثر کہنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ کا دعویٰ سبب ہو گیا حق تعالیٰ سے اس معجزہ کی درخواست کا اور وہ درخواست سبب ہوئی اس کے ظہور کا اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے پس دعویٰ سبب موثر فی الانشقاق ہوا چونکہ اس فقیر کی بات بھی سچی تھی اور عس کی استعداد قلب کی باطل نہ ہوئی ہوگی گو ممکن ہے کہ پورا عدل سونے سے ضعیف ہو گئی ہو مگر ایمان کی وجہ سے باقی ہوگی اس لئے اس عس کی آنکھ (مثل) چشمہ (کے) ہو گئی اشک تر کنندہ (یعنی کثیر) سے (یعنی وہ رونے لگا سو یہ اثر) گفتار خشک سے نہیں (ہوا) بلکہ بوئے دل سے (ہوا) آگے علاوہ اثر طمانینہ و ربیہ کے دوسرے آثار میں کلاموں کا مختلف ہونا بیان فرماتے ہیں کہ (ایک بات دوزخ سے) (کہ مثال ہے نفس کی نکل کر) لب کی طرف آتی ہے (اور) ایک بات شہر جان سے (کہ مشابہ جنت کے ہے) کوئے لب میں پہنچتی ہے (یعنی کسی بات کا منشا نفس ہوتا ہے اور کسی کا روح اور ہر ایک کا جدا اثر ہوتا ہے جس میں سے ایک اثر طمانینہ درینہ ہے پس ایک کلام تو جس کا منشا روح ہے گویا) بحر جان افزا (و مورث آثار محمودہ و منہا الطمانینہ ہے) اور (ایک کلام جس کا منشا نفس ہے گویا) بحر پر حرج (و مورث آثار مذمومہ و منہا الربیہ ہے اور ان دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل ہے مرج کا) (جس کے معنی ہیں خلط وارسل یہ اشارہ ہے آیہ مرج البحرين يلتقيان بينهما بوزخ لا یغیان کی طرف مطلب یہ کہ یہ دونوں کلام روحانی و نفسانی تو بوجہ اختلاف خواص کے گویا دو بحر مختلف مائع و عذب ہیں اور لب جن پر سے دونوں کلام گزرتے ہیں گویا وہ زمین ہے جو محل ہے مرج بحرین مختلفین کا چنانچہ لب کی وجہ تشبیہ آگے مصرح ہے یعنی) بحر جان افزا (یعنی کلام طمانینت بخش) اور بحر عمر کا ہندہ (یعنی کلام ربیہ بہت زایہ) دونوں لب پر گزرا اور راہ رکھتے ہیں (لیکن جس طرح دونوں بحروں کو اہل ذوق صحیح پہچان لیتے ہیں اسی طرح دونوں کلاموں کو ایسے لوگ متمیز کر لیتے ہیں آگے مثال ہے لبوں پر مختلف کلاموں کے آنے کی یعنی) جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان (کذا فی الغیاث) اطراف (مختلف) سے اس جگہ حصے (یعنی اسباب مختلف) آتے ہیں (یعنی) متاع محبوب اور روی کیسہ کا قطع کرنے والا (بھی اور) متاع پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا (بھی یہ سب آتے ہیں لیکن) اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سودا گر ہے وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے (پس) منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ (و نقصان) ہے (اسی طرح مختلف و مختلف کلام باوجودیکہ ایک ہی منڈی یعنی لب و دہاں میں جمع ہوتے ہیں اور اس لئے کاشی الواحد ہیں مگر اہل بصیرت کو ان میں امتیاز ہے اور وہ اس امتیاز سے منفعہ ہوتے ہیں اور غیر اہل بصیرت تکلیس و ضرر پڑتے ہیں پس ایک ہی کلام ایک کے لئے نافع دوسرے کے لئے مضر آگے بطور انتقال من الانتفاع بمعرفة خاصية الطمانينة والريية والتضرر بعدم معرفتهما الى مطلق الانتفاع والتضرر اس اختلاف نفع و ضرر کی تعیم کرتے ہیں کہ کلام ہی کی کیا تخصیص ہے) ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کر کے غبی کے لئے قید (اور گرفتاری) ہے اور استاد (یعنی عارف صاحب بصیرت) پر فک قید ہے (مثلاً ایک شخص ان اجزاء کے تعلق میں خدا تعالیٰ سے دور ہو گیا دوسرا ان ہی اجزاء کو مظہر سمجھ کر خدا تعالیٰ کا مقرب ہو گیا پس ایک ہی چیز) ایک (شخص) پر قید ہے اور دوسرے (شخص) پر زہر (یعنی ایک کے لئے خیر و نفع دوسرے کے لئے شر و ضرر) ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل نیش



کے ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال ایک پر ہجرت ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے ایک پر دیو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل غیاں کے ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر وصال ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو (جو ظرف شراب ہے) ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے ایک پر پتھر (بیکار ہے اور دوسرے پر معشوق (دلدار) ہے ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے ایک پر جس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے ایک پر روئی اور دوسرے پر سنان ہے۔ ہر جماد (عام کے ساتھ جماد اور) نبی کے ساتھ افسانہ گو (اس جماد میں سے ایک) کعبہ (ہے کہ وہ قیامت کے روز) حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہوگا (اور جن کو اس سے تعلق نہیں ان کے لئے ناطق بالشہادۃ والشفاعۃ نہ ہوگا تو یہاں بھی ایک چیز ایک کے حق میں ایک صفت کی دوسرے کے حق میں دوسری صفت کی اسی طرح) مصلے پر بھی مسجد گواہ ہوگی کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا (اور جن کو اس سے علاقہ نہیں ان کے لئے شہید و شفیع نہ ہوگی تو یہاں بھی ایک چیز دو شخصوں کے حق میں دو صفت کی ہوئی اسی طرح) حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحان اور درد ہوگئی لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی (چنانچہ اس کے لئے سبب ہوگئی مرگ و درد ابدی کی پس ان امثلہ سے مدعائے مذکور کہ ایک شے کسی کو نافع ہے کسی کو مضر بوجہ احسن و امین ثابت ہو گیا آگے جواب ہے سوال مقدر کا کہ تم تو اس مضمون کو متعدد دفعہ بیان کر چکے ہو بار بار تکرار سے کیا فائدہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ واقعی) ہم نے اسی (مضمون) کو بار بار کہا ہے اے حسن (جیسا دفتر اول میں بھی تحت سرخی تفسیر آیت مر ج البحرین ان اشعار میں بیان کیا ہے در مقامے ہست اس ہم زہر مارالی قولہ اس چنیں باشد تفاوت در امور لیکن) میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں (مطلب یہ کہ تم بوجہ بے رغبتی کے اس مضمون سے سیر ہو اس لئے تم کو یہ تکرار معلوم ہوتا ہے اور میں بوجہ رغبت کے اس سے سیر نہیں ہوں اس لئے مجھ کو یہ تکرار معلوم نہیں ہوتا چنانچہ جو چیزیں تم کو مرغوب ہیں ان کا تم بھی تکرار بلا ملال کرتے ہو مثلاً) تو نے بار بار روئی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے یہ وہی روئی ہے (جو اس سے پہلے بار بار کھائی ہے مگر) تو ملول کیوں نہیں ہوتا (یہ تو بطور جواب الزامی ہے آگے اس عدم ملال کی لم بتلاتے ہیں جس سے یہ جواب تحقیقی ہو جاوے گا کہ وجہ روئی سے ملول نہ ہونے کی یہ ہے کہ) تیرے اندر بوجہ اعتدال (مزاج) کے ایک گرنگی تازہ پہنچ جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت (اور فنا) ہو جاتا ہے (کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) جس کو الم جوع حاصل ہو گیا (غذائے غیر جدید کا) جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا (پس اصل) لذت (و رغبت) بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے (جو کہ بدوں بھوک کے ہو پس معلوم ہوا کہ) وہ تیرا ملول ہونا (مضمون مذکور کے اعادہ سے) بالکلیہ ناگرنگی اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے (ورنہ ہر جگہ تکرار موجب ملولی ہوتا حالانکہ مرغوب کی تکرار سے بھی ملال نہیں ہوتا اس کی اور مثال لو کہ) دکان (تجارت) اور مہاکسہ (بمعنی تنگی در بیع امالہ مکاس بضم المیم) اور قیل وقال سے جو کہ (مشرقی) لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکہ ملال نہیں

ہوتا (اور مثال لو کہ) غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے ساٹھ سال میں تجھ کو اس سے سیری نہ ہوئی (اور مثال لو کہ) بہت سے اشعار تو نے فجبہ کے عشق میں کہے ہیں (اور) بلا ملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے بہت مدھیں (کسی فجبہ کی) شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کہی ہیں بلا ملال بارہا تو شگفتہ رہا ہے (پھر) دوسری بار تو اس کو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر (اور) سو بار میں زیادہ شائق پہلی بار سے (اور مثال لو کہ) مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے (کذا فی الغیاث فی معنی خو) کیمیا (جو کہ پرانی چیزوں کو) نیا بنانے والی (ہے وہ) امراض ہیں اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا (اور جیسا امثلہ بالا میں طلب اور درد کا خاصہ معلوم ہوا یہی حال ہے درد باطن اور طلب کا کہ اس کے ہوتے ہوئے تکرار کا خود تقاضا ہوتا ہے نہ کہ اس سے ملال ہو جب یہ معلوم ہو گیا پس) خبردار تو ملولی سے آہ سرد مت کر (بلکہ) درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد (یہ تاکید ہے اور چونکہ عادت درد و طلب پیدا ہونے کا طریق صحبت ہے شیوخ کی اور اس میں بعض اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے کہ مزدور کو کامل سمجھ کر اس سے رجوع کرے اس لئے اس سے تحذیر ہے کہ) بیہودہ (اور بے اثر) معالجات درد (مرض) کے دھوکہ دینے والے ہیں (جیسے بے قاعدہ علاج مرض کے حق میں بالکل دھوکہ ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اسکو کافی سمجھا دوسرے یہ کہ صحیح علاج سے مستغنی رہا اور یہ شبہ نکلیا جاوے کہ مرض حسی میں تو مرض کا ازالہ مقصود ہے اور عدم ازالہ دھوکہ ہے اور درد باطن میں بالعکس ہے پس تشبیہ کیسے صحیح ہے بات یہ ہے کہ یہاں بھی دھوکہ بھی عدم ازالہ مرض ہی ہے یہاں مرض درد نہیں ہے بلکہ عدم درد ہے پس حاصل دھوکہ کا یہ ہوا کہ عدم درد زائل نہ ہو یعنی درد پیدا نہ ہو کہ یہی درد صحت باطنی ہے جب یہ معالجات ایسے ہیں تو اس معالجہ کے مدعی (رہزن اور زرستان ہیں بطریق خراج کے) (ہذا فی الغیاث فی معنی باز مرادف باج اور ایسے لوگوں کا ٹیکس لینا مشاہد ہے آگے اس خداع کی مثال ہے کہ جیسے) آب شور تشنگی کا علاج نہیں ہے اگر چہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو (سو اس میں نفع تو کچھ نہیں) لیکن (ضرر البتہ ہے وہ یہ کہ) وہ خادع ہو گیا اور (تفسیر خادع ہونے کی یہ ہے کہ) مانع ہو گیا آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس سے صد ہا سبزہ پیدا ہوئے ہیں (آگے اور مثال ہے کہ) اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے (پس اسی طرح اس مزدور نے) تیرے بال و پر کو (یعنی صلاحیت ترقی کو) تزویر سے قطع کر دیا کہ تیری مراد میں ہوں اے مرید (مجھ سے مراد) لے (اور براہ تدویر یہ) کہا کہ تیرا مرض میں چن لوں گا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا (اور) وہ باطناً خاں تھا اور بظاہر گل تھا (مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے طالب) جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہتا کہ تیرا درد پاکیزہ اور مشکبیز ہو جاوے (یعنی تیری اس طلب پر ثمرات محمودہ قرب و وصول و نسبت مع اللہ مرتب ہوں آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)۔

### گفتن عس خواب خود را با غریب مسکین و نشان گنج داد نہم در خانہ او

کو تو ال کا مسکین پر دیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اسی کے گھر میں خزانہ کا پتہ دینا

گفت نے دزدی تو و نے فاسقی	مرد نیکی لیک گول و احمقی
مس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے	نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے
بر خیال خواب چندیں رہ کنی	نیست عقلت را تسوئے روشنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے	تیری عقل میں ایک سو بھر بھی روشنی نہیں ہے



بر خیالے آتچنیں راہ دراز	پیش گیری از سر جہل و زآز
ایک خیال پر اتنا دراز راستہ	اختیار کرتا ہے جہل و حرص کی رو سے
بارہا من خواب دیدم مستمر	کہ بعد بغداد ست گنج مستتر
میں بارہا مدت مستمر سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں	کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے
در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں	بود آں خود نام خانہ و کوی ایں
فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے	وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلہ کا نام تھا
ہست در خانہ فلاں نے روبجو	نام خانہ و نام او گفت آں عدو
وہ فلاں نے گھر میں ہے جا تلاش کر	اس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا
دیدہ ام خود بارہا ایں خواب من	کہ بہ بغداد ست گنج در وطن
میں نے بارہا یہ خواب دیکھا	کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن کے اندر
ہیج من از جانرتم زیں خیال	تو بیک خوابے بیائی بے ملال
میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا	تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا
خواب احمق لائق عقل ویست	ہمچو او بے قیمت ست و لاشی ست
احمق کا خواب اسی کی عقل کے لائق ہے	اس کی موافق بے قیمت اور لاشے ہے
خواب زن کمتر ز خواب مردواں	از پئے نقصان عقل وضعف جاں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان	بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے
خواب ناقص عقل و گول آید کساد	پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد
خواب ناقص عقل اور احمق کا کساد ہوتا ہے	پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا
گفت با خود گنج در خانہ من ست	پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست
اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر میں ہے	پھر مجھ کو اس جگہ کیا فقر و ماتم ہے
برسر گنج از گدائی مردہ ام	زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام
خزانہ پر بیٹھا ہوا گدائی سے مردہ ہوں	اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں
زیں بشارت مست شد در دش نماںد	صد ہزار الحمد زیر لب بخواند
اس بشارت سے وہ مست ہو گیا اور اس کی کلفت نہ رہی	لاکھوں الحمد لبوں کے نیچے ہی نیچے پڑھیں

گفت بد موقوف ایس لت لوت من	آب حیواں بود در حانوت من
کہا کہ میری یہ نعت لات پر موقوف تھی	آب حیات میری دوکان ہی میں تھا
روکہ برلوت شگرفے بر زوم	کوری آں وہم کہ مفلس بدم
چل کہ نعت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے	ناس ہواس خیال کا کہ میں مفلس تھا
خواہ احمق دان و خواہی عاقل	یا فتم ہرچہ کہ می خواہد دلم
خواہ مجھ کو احمق جان خواہ مجھ کو عاقل سمجھ	میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی
خواہ احمق داں مرا خواہی فرد	آن من شد ہرچہ می خواہی بگو
خواہ مجھ کو احمق جان خواہ کتر	وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا
من مراد خویش دیدم بے گماں	ہرچہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی	بلا کسی شک کے تو جو چاہے کہہ اے بد زبان
گو مرا پر درد گو اے محتشم	پیش تو پر درد و پیش خود خوشم
تو مجھ کو مریض کہہ اے صاحب احتشام	میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں
وای گر برعکس بودے ایس مطار	پیش تو گلزار و پیش خویش خار
افسوس ہوتا اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا	تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا
بافقرے گفت روزے یک حصے	کہ ترا ایس جانی داند کسے
کسی فقیر سے کسی روز ایک کینہ نے کہا	کہ تجھ کو اس جگہ کوئی نہیں جانتا
گفت او گرمی نداند عایم	خویش را من نیک می دانم کیم
اس نے کہا اگر مجھ کو عای آدمی نہیں جانتا	میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں
وای گر برعکس بودے دردوریش	او بدے بینای من من کور خویش
افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا	کہ وہ تو میرا بیٹا ہوتا اور میں اپنا ٹاپینا ہوتا
احتمم گیر احمق من نیک بخت	بخت بہتر از لجاج و روی سخت
تو مجھ کو احمق سمجھ میں احمق خوش نصیب ہوں	نصیب بہتر ہے خصومت اور ترشروی سے
ایس سخن بر وفق ظننت می جہد	ورنہ بختم داد عقلم می دہد
یہ مضمون تیرے گمان کے موافق نکل رہا ہے	ورنہ میرا نصیب میری عقل کی داد دے رہا ہے



بازگشتن آں مرد شادماں مراد یافتہ و شکرگویاں و سجدہ کنان و حیراں در غرائب

اشارت حق سبحانہ و تعالیٰ و ظہور تاویلات آں برو جیکہ ہیچ عقلے و فہمے آں جانرسد  
اس شخص کا خوش خوش اور مراد حاصل کر کے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں  
کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور ان کی تاویلات کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

باز گشت از مصر تا بغداد او	ساید و راکع ثنا گو شکر گو
وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا	سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا ثناء و شکر کرتا ہوا
جملہ رہ حیران و مست اوزیں عجب	ز انعکاس روزی راہ طلب
تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے	روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے
کز کجا امیدوارم کردہ بود	وز کجا افشاند برمن سیم و سود
کہ مجھ کو کہاں سے تو امیدوار کیا تھا	اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار فرمایا
ایں چہ حکمت بود کاں قبلہ مراد	کردماز خانہ بروں گمراہ و شاد
یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے	مجھ کو گمراہ سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے
تا شتاباں در ضلالت می شدم	ہر دم از مطلب جدا ترمی بدم
یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتاباں جا رہا تھا	ہر لمحہ مطلب سے زیادہ جدا ہوتا جاتا تھا
باز آں عین ضلالت را بجود	حق وسیلت کرد اندر رشد و سود
پھر اسی عین گمراہی کو جود سے	حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا

عس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے (کہ محض) خواب کے خیال پر  
تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے (معلوم ہوتا ہے) تیری عقل میں ایک سو بھر روشنی بھی نہیں ہے (محض) ایک خیال پر اتنا دراز راستہ  
اختیار کرتا ہے جہل و حرص کی رو سے میں بارہا مدتہ مستمرہ سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے (اور)  
فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے (اور) وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلہ کا نام تھا وہ فلاں نے گھر میں ہے جا تلاش کر (اور)  
اس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا (غرض) میں نے بارہا یہ خواب دیکھا کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن  
کے اندر (یعنی جنگل میں نہیں بلکہ آبادی میں مگر) میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا (اور) تو ایک ہی خواب  
پر بے ملال چلا آیا (واقعی) احمق کا خواب اسی کی عقل کے لائق (ہوتا) ہے (یعنی) اس (عقل) کی موافق (وہ بھی) بے  
قیمت اور لاشے (ہوتا) ہے (اسی لئے) عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے (اور  
جب) خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہے پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا (یہ تفاوت مذکور ان  
خوابوں میں ہوتا ہے جس میں کچھ تصرف و تخیل کا بھی ہو عس سے یہ سن کر) اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر

میں ہے پھر مجھ کو اس جگہ کیا فقر و ماتم (ہو رہا) ہے۔ (باوجود اس کے کہ میں خود) خزانہ پر بیٹھا ہوا (ہوں اور پھر) گدائی سے مردہ (ہو رہا) ہوں اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں (یعنی اس لئے کہ اس کا علم نہیں ہے غرض) اس بشارت سے وہ مست ہو گیا اور اس کی کلفت (سفر کی یا عس کی مار پیٹ کی) نہ رہی لاکھوں الحمد لبوں کے نیچے ہی نیچے (یعنی چپکے چپکے) پڑھیں (اور اپنے نفس سے) کہا کہ میری یہ نعمت لات (گھونسہ کھانے) پر موقوف تھی (فی الغیث لات زوں و کو فتن اھ ورنہ) آب حیات میری دوکان ہی میں تھا (مگر اس کا ملنا اس سختی جھیلنے پر موقوف تھا اے نفس) چل کہ نعمت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے ناس ہو اس خیال کا کہ میں مفلس تھا (آگے دل ہی دل میں عس کو خطاب ہے کہ) خواہ مجھ کو احمق جان خواہ مجھ کو عاقل سمجھ میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی خواہ مجھ کو احمق جان خواہ (احق سے بھی) کمتر وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی بلا کسی شک کے تو مجھ کو جو چاہے کہہ اے بد زبان تو مجھ کو مر لیض (بمرض حماقت) کہہ اے صاحب احتشام میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں افسوس ہوتا اگر یہ مقام پر داز بر عکس ہوتا (یعنی) تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا (اس واقعہ کو مطار سے شاید اس لئے تعبیر کیا ہو کہ یہ نخل ہے پرواز افکار کا آگے اس کی ایک مثال ہے کہ) کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا کہ تجھ کو اس جگہ کوئی نہیں جانتا اس فقیر نے کہا کہ اگر مجھ کو عامی آدمی نہیں جانتا (تو کیا ہوا) میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش بر عکس ہوتا کہ وہ تو میرا بیٹا (یعنی میرے کمالات کا معتقد) ہوتا اور میں اپنا بیٹا (یعنی ان کمالات کا فاقد) ہوتا (مقصود درویش کا تفاخر نہیں ہے بلکہ تحدث بالنعمة اور عوام کے اعتقاد اور عدم اعتقاد کا عدم اعتبار ہے پس اسی مثال کی طرح) تو مجھ کو احمق سمجھ میں احمق (سہی مگر) خوش نصیب (تو) ہوں نصیب بہتر ہے خصومت اور ترش روئی سے (جو کہ ناداری میں پیش آتی ہے اور) یہ مضمون (کہ میں احمق ہوں) تیرے گمان کے موافق (میرے منہ سے) نکل رہا ہے (کہ میں اپنی احمقی کو تسلیم کر رہا ہوں) ورنہ (واقع میں خود) میرا نصیب میری عقل کی داد دے رہا ہے (یعنی خوش نصیبی ہی دلالت کر رہی ہے میرے عاقل ہونے پر کیونکہ عاقل ہونے سے جو مقصود ہے کامیابی وہ مجھ کو حاصل ہے جب غایت حاصل ہو گئی طریق بھی حکماً موجود ہے گو حقیقتہً معدوم ہو آگے اس شخص کے بغداد کو واپس جانے اور خزانہ ملنے کی سرخی ہے اور اس کے ساتھ اس قصہ عجیبہ کی مناسبت سے دوسرے مضامین کی طرف انتقال ہے یعنی اس کے بعد) وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا۔ سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا (حق تعالیٰ کی) ثنا و شکر کرتا ہوا تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے (یعنی طریق) روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے کہ مجھ کو (حق تعالیٰ نے) کہاں سے تو امیدوار کیا تھا اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار فرمایا یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے مجھ کو گھر سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے (یعنی وہ خزانہ کا رستہ نہ تھا مگر میں اس خیال سے کہ وہاں خزانہ ملے گا خوش خوش جا رہا تھا) یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتاباں شتاباں جا رہا تھا (اور) ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا (اور دور) ہوتا جاتا تھا (ابتداء تو یہ تھی اور) پھر (انتہا یہ ہوئی کہ) اسی عین گمراہی کو (اپنے) جود (و کرم) سے حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا (جیسا کہ عس کے قصہ میں معلوم ہوا آگے حق تعالیٰ کے ایسے ہی عجائب تصرفات کہ اسباب پر خلاف توقع مسبات کو مرتب فرماتے ہیں اور پھر قریب سرخی آئندہ کے اشعار ثلثہ اندر اس فنخ الخ میں رجوع ہے قصہ کی طرف کہ وہاں پہنچ کر وہ خزانہ مل گیا اور پھر شعرا بے میں کہ شعر اخیر ہے سرخی گزشتہ کا تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی جو انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا)۔



## بیان بعضی عجائب تصرفات الہیہ

گم رہی را منہج ایماں کند	کثر روی را مقصد احساں کند
وہ گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں	کج روی کو اخلاص کا مقصد کر دیتے ہیں
تا نباشد ہیچ محسن بے و جا	تا نگردد ہیچ خائن بے رجا
تا کہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے	تا کہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے
اندرون زہر تریاق آں خفی	کردتا گویند ذواللطف انھی
زہر کے اندر تریاق اس مہربان نے کر رکھا ہے	تا کہ لوگ صاحب لطف خفی کہیں
نیست مخفی در نماز آں مکرمات	در گنہ خلعت نہد آں مغفرت
وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے	گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں
منکراں را قصد اذلال ثقات	ذل شدہ عز و ظہور معجزات
منکروں کا قصد مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا	وہ ذلت عزت اور ظہور معجزات ہو گئی
قصد شاں ز انکار ذل دیں بدہ	عین ذل عز رسولاں آمدہ
ان کا قصد انکار سے دین کی ذلت تھی	عین ذلت رسولوں کی عزت ہو گئی
گر نہ انکار آمدے از ہر بدے	معجز و برہاں چرا نازل شدے
اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا	تو معجزہ اور برہاں کس لئے نازل ہوتا
تا نگردد خصم تو مصداق خواہ	کے کند قاضی تقاضائے گواہ
جب تک تیرا محاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا	حاکم گواہ کا تقاضا کب کرتا ہے
معجزہ ہچموں گواہ آمد ز کی	بہر صدق مدعی در بیشکی
معجزہ مشابہ گواہ زکی کے ہے	صدق مدعی کے لئے نفی شبہ میں
طعنہ چوں می آمد از ہر ناشناخت	معجزہ می داد حق و می نواخت
جب ہر تاوائف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا	تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے
مکر آں فرعون سی صد تو بدہ	جملہ ذل او وقع او شدہ
اس فرعون کا مکر تین سو حصے تھا	وہ سب اس کی ذلت اور اس کے قلع قمع کا سبب ہو گیا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد	تا کہ جرح معجزہ موسیٰ کند
ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو	تا کہ معجزہ موسیٰ میں جرح کرے
تا عصا را باطل و رسوا کند	اعتبارش راز دلہا بر کند
تا کہ عصا کو باطل اور رسوا کرے	اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے
عین آں مکر آیت موسیٰ شدہ	اعتبار آں عصا بالا شدہ
عین وہ مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا	اس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا
لشکر آرد او پگہ تا حول نیل	تا زند بر موسیٰ و قومش سبیل
دیکھ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گرد و پیش تک	تا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اور ان کی قوم پر راہ زنی کرے
ایمنی امت موسیٰ شود	او تحت الارض و ہاموں در رود
امت موسیٰ کے امن کا سبب بن جاوے	وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے
گر بمصر اندر بدیاو نامدے	وہم از سبطی کجا زائل شدے
اگر وہ مصر ہی میں رہتا نہ آتا	تو وہم سبطی سے کہاں زائل ہوتا
آمد و در سبط افگند او گداز	کہ بداں کہ امن در خوف ستراز
وہ آیا اور سبطوں میں اس نے اندیشہ ڈالا	کہ جان لے کہ امن خوف میں خفی ہے
ایں بود لطف خفی کو را صمد	نار بنماید خود آں نورے بود
لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ ان کو حضرت صمد	نار دکھلا دیں وہ خود ایک نور ہو
نیست مخفی مزد دادن در تقا	ساحراں را اجر ہیں بعد از خطا
اجر دنیا تقویٰ میں یہ خفی نہیں ہے	ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے
نیست مخفی وصل اندر پرورش	ساحراں را وصل داد او در برش
پرورش میں وصل مخفی نہیں ہے	ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع میں
نیست مخفی سیر باپائے روا	ساحراں را سیر ہیں در قطع پا
چلتے ہوئے پاؤں سے چلتا مخفی نہیں ہے	ساحروں کا چلتا دیکھ پاؤں قطع ہونے کی حالت میں
عارفاں زانند دائم آمنوں	کہ گزر کردند از دریای خوں
عارفین اسی سبب سے ہمیشہ سے بے خوف ہیں	کیونکہ وہ دریائے خون سے گزر چکے ہیں



امن شاں از عین خوف آمد پدید	لاجرم باشند ہر دم در مزید
ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے	اس لئے وہ ہر دم ترقی ہی میں رہتے ہیں
امن دیدی گشتہ در خوفی خفی	خوف ہیں ہم در امیدے اے صفی
تو نے خوف میں امن خفی دیکھ لیا	تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ
آں امیر از مکر بر عیسے تند	عیسیٰ اندر خانہ روپنہاں کند
وہ امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے	عیسیٰ علیہ السلام اپنے کو پنہاں کرتے ہیں
اندر آید تاشود او تاجدار	خود ز شبہ عیسے آمد تاجدار
وہ اندر آتا ہے تاکہ وہ سردار ہو جاوے	وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے
ہیں میا و یزید من عیسے نیم	من امیرم بر جہوداں خوش پیم
ہاں مت لکاو کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں	میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں
زوترش بردار آویزید کو	عیسیٰ ست از دست ما تخلص جو
اس کو جلدی دار پر لکاو کہ یہ	عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے
چند لشکر میرود تا بر خورد	برگ او بر گردد و بر سر خورد
بہت سے لشکر جاتے ہیں تاکہ متح ہوں	اس کا سامان مہلب ہو جاتا ہے اور سر پر کھاتا ہے
چند بازرگاں رود بر بوی سود	عید پندارد بسوزد ہمچو عود
بہت سے سوداگر امید لفع پر جاتے ہیں	عید گمان کرتا ہے عود کی طرح جلتا ہے
چند در عالم بود در عکس ایں	زہر پندارد بود آں انگیں
بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے	زہر سمجھتا ہے وہ شہد ہو جاتا ہے
بس سپہ بہاد دل بر مرگ خویش	روشنیہا و ظفر آید بہ پیش
بہت سپاہ نے دل کو اپنی موت پر جما لیا ہے	روشنیاں اور غلبہ اس کو پیش آتا ہے
ابرہہ با پیل بہر ذل بیت	آمدہ تا افگند حی را چو میت
ابرہہ مع لیل کے ذلت بیت کے لئے آیا	تاکہ زندہ کو مثل میت کے ڈال دے
تا حریم کعبہ را ویراں کند	جملہ را ز انجای سرگرداں کند
تاکہ حریم کعبہ کو ویران کرے	سب کو اس جگہ سے پریشان کرے

تاہمہ زوار گرد او تند	کعبہ او را ہمہ قبلہ کنند
تا کہ تمام زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں	اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنا لیں
وز عرب کینہ کشد اندر گزند	کہ چرا در کعبہ ام آتشزنند
اور عرب سے گزند پہنچا کر کینہ کشی کرے	کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں
عین سعیش عزت کعبہ شدہ	موجب اعزاز آں بیت آمدہ
اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہو گئی	اس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا
مکیاں را عزیکے بد صد شدہ	تا قیامت عزشاں ممتد شدہ
اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ ایک حصہ تھی سو حصہ ہو گئی	قیامت تک ان کی عزت ممتد ہو گئی
او و کعبہ او شدہ مخوف تر	از چہست ایں از عنایات قدر
وہ اور اس کا کعبہ زیادہ غارت ہو گیا	یہ کس سبب سے ہوا عنایات قدرے ہوا
از جہاز ابرہہ خیل عرب	گشتہ مستغنی ز فضہ وز ذہب
ابرہہ کے سامان سے عرب کے گردہ	سیم و زر سے مستغنی ہو گئے
از جہاز ابرہہ ہچوں دودہ	آں فقیران عرب منعم شدہ
ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے	وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے
از جہاز رہہ دون دنی	ایں فقیران عرب گشتہ غنی
ابرہہ حقیر و دنی کے سامان سے	یہ فقیران عرب غنی ہو گئے
او گماں بروہ کہ لشکر می کشد	بہر اہل بیت او زرمی کشد
اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے	وہ بیت اللہ والوں کی زر کشی کر رہا تھا
اندریں فسخ عزائم ویں ہم	در تماشا بود در رہ ہر قدم
ان ہی ارادوں کے فسخ ہوئے اور ان ہی ارادوں میں	وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں
خانہ آمد گنج را او بازیافت	کارش از لطف خدائی سازیافت
مگر پہنچا اس نے خزانہ کو پایا	اس کے کام نے لطف خدائی سے سرانجام پایا
تابدانی حکمت فرد حکیم	ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تا کہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے	وہ خوف و بیم میں بہت سے امن رکھتا ہے



## یادِ آمد قصہ شہزادگان گوش ہوش آور بمن بشنو بیاں

مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا تو گوش ہوش میری طرف لایاں من

(رابطہ اور پر مذکور ہوا کہ بمناسبت قصہ کنج یابی خلاف طریق منظموں ایسے ہی بعض عجائب تصرفات الہیہ کا بیان ہے جس سے مقصود تو حید و توکل و خوف ورجا کی تعلیم ہے اور اسباب کو موثر مستقل نہ سمجھنے کی اور مسبب پر نظر رکھنے کی اور عدم امن و عدم قنوط کی اور جاننا چاہئے کہ یہ سب جو یہاں مذکور ہوں گے اسباب ہیں شرائط نہیں پس اس پر کوئی اشکال افشاء الشرائی الخیر کا لازم نہ آوے گا جس کے عدم لزوم کی تقریر اوپر سرخی بیان مجاہد کے اشعار کے شروع حل میں گزری ہے دیکھ لیا جاوے یعنی وہ (بعض اوقات) گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں (اور کبھی اس کا عکس) کجروی کو اخلاص کا مقصد (و منہجائے قصد) کر دیتے ہیں (یعنی گمراہی سبب ایمان کا اور اخلاص سبب کجروی کا ہو جاتا ہے اس طرح سے کہ گمراہی مثلاً سبب ہوئی کسی مقبول شخص کے ایذا پہنچانے کے لئے اس کے پاس جانے کا اور وہاں پہنچنا سبب ہو گیا اس کے کسی کمال کی طرف دل منجذب ہونے کا اور وہ سبب ایمان کا اور اس کا عکس اس طرح کہ کبھی اخلاص پر نظر کر کے عجب پیدا ہو گیا اور عجب کا کجروی ہونا ظاہر ہے آگے دونوں حکموں کی بعض حکمتیں علی سبیل اللف والنشر غیر المرتب مذکور ہیں یعنی ایسا اس لئے کرتے ہیں) تاکہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے (فی الغیاث و جالفتح ترس و اندوہ یہ تو حکمت ہے مصرعہ ثانیہ کی اور) تاکہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے (یہ حکمت ہے مصرعہ اولیٰ کی) زہر (مضر) کے اندر تریاق (نافع) اس مہربان نے کر رکھا ہے تاکہ لوگ (اس کو) صاحب لطف کھفی کہیں (ورنہ) اگر تمام الطاف مواقع منظونہ ہی سے ظاہر ہوا کرتے تو ذواللطف تو کہا جاتا مگر ذواللطف الکفی نہ کہا جاتا چنانچہ وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے (کیونکہ نماز کا اجر و ثواب کے لئے سبب بن جانا ظاہر ہے انکا ذواللطف الکفی ہونا یہ ہے کہ) گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں (اس طرح سے کہ گناہ سے بعض اوقات اس قدر ندامت ہوتی ہے کہ وہ مغفرت کے لئے کافی ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اس شخص کی طاعات میں بوجہ آمیزش عجب وغیرہ کے یہ اثر نہ ہو اسی طرح ان کی عجائب صنع سے یہ ہے کہ) منکروں کا قصد (طلب معجزات سے انبیاء) مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا (کہ ان کا گمان) یہی تھا کہ یہ امور ہونہ سکیں گے تو یہ حضرات شرمندہ ہوں گے (عین وہ) ذلت (مزعومہ کفار) رسولوں کی عزت ہو گئی (کہ معجزات کا ظہور ہوا جس سے ان کی عظمت اور بڑھ گئی چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا تو معجزہ اور برہان کس لئے نازل ہوتا (آگے اس کی مثال ہے کہ دیکھو) جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا حاکم گواہ (پیش کرنے) کا تقاضا (تجھ سے کہ تو مدعی ہے) کب کرتا ہے (پس) معجزہ (بھی) مشابہ گواہ زکی (و عادل) کے ہے صدق مدعی کے لئے نفی شبہ میں (یہ وجہ تشبیہ ہے کہ مشابہت اس میں ہے پس گواہ کی طرح کہ انکار کے وقت پیش ہوتا ہے) جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے (آگے بھی اسی کی تائید ہے کہ کفار نے جو اسباب اذلال رسل اور اپنے اعزاز کے جمع کئے تھے وہ اسباب منعکس ہو گئے یعنی) اس فرعون کا مکر تین سو حصے تھا (جس سے مقصود اس کا اپنا اعزاز اور موسیٰ علیہ السلام کا

اذلال تھا مگر وہ سب اس کی ذلت اور اس کے قلع قمع کا سبب ہو گیا ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو تاکہ معجزہ موسوی میں جرح کرے (یعنی) تاکہ عصا کو باطل اور رسوا کرے (اور) اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے (مگر) عین وہ مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا (یعنی سبب ہو گیا ان کے معجزہ کے ظہور قوت کا اور) اس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا (لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ سب سحر کو نکل گیا اسی طرح حق تعالیٰ کی صنعت عجیبہ یہ ظاہر ہوئی کہ) وہ (فرعون) پگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گرد و پیش (یعنی نزدیک) تک تاکہ موسیٰ علیہ السلام پر اور ان کی قوم (سبط) پر راہ زنی کرے (یہ اس کا بقصد اضرار آنا) امت موسویہ کے امن کا سبب بن جاوے (اس طرح سے کہ) وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے (یعنی غرق سے ہلاک ہو جس سے سبطی ہمیشہ کے لئے بے فکر ہو گئے ورنہ) اگر وہ (فرعون) مصر ہی میں رہتا (اور سبطیوں کے تعاقب میں) نہ آتا تو وہ ہم اندیشہ اس کی طرف کا (سبطی) (کے دل) سے کہاں زائل ہوتا (مگر) وہ (مصر میں نہ رہا بلکہ تعاقب میں) آیا اور سبطیوں میں اس نے اندیشہ (جاں گداز) ڈالا (جس کے معنی بلکہ آب نیلگوں ہے کیونکہ فرعون نیل میں غرق نہیں ہوا بحر اعظم میں غرق ہوا ہے نیز) لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ ان کو (یعنی موسیٰ علیہ السلام کو) حضرت صمد نارد کھلا دیں (اور) وہ خود ایک نور ہو (اور) اجر دنیا تقویٰ میں یہ (لطف) خفی نہیں ہے (بلکہ لطف جلی ہے البتہ لطف خفی دیکھنے کے لئے) ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے (کہ وہ آئے مقابلہ کے لئے جو کہ گناہ تھا وہ آنا سبب ہو گیا معجزہ دیکھنے کا اور وہ ایمان کا اور وہ اجر کا اسی طرح) پرورش (و تنعیم) میں وصال مخفی نہیں ہے ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع (دست و پا) میں (مطلب یہ کہ آرام و راحت سے رکھنا تو ظاہر علامت ہے عنایت کی مگر لطف خفی یہ ہے کہ مقبولین کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں اور واقع میں وہ مورد عنایت ہوں اسی طرح) چلتے ہوئے پاؤں سے چلنا مخفی نہیں ہے ساحروں کا چلنا دیکھ پاؤں قطع ہونے کی حالت میں (کہ ہاتھ پاؤں کہ آلہ ہے عمل کا وہ مقطوع ہو گئے اور پھر ان کو قرب میں ترقی ہو رہی ہے یہ ہے لطف خفی آگے اس مذکور پر ایک تفریع ہے کہ) عارفین اسی سبب سے ہمیشہ (اسباب خوفہ دنیویہ) سے بے خوف ہیں کیونکہ وہ دریائے خون (یعنی خطرات ظاہری یا باطنی) سے گزر چکے ہیں (اور دیکھ چکے ہیں کہ) ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے اس لئے وہ ہر دم (امید لطف کی) ترقی ہی میں رہتے ہیں (اور ان ابیات بالا میں اندرون زہر سے یہاں تک) تو نے خوف میں امن خفی دیکھ لیا (اب اشعار آئندہ میں) تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ (اس کے بعض مواد یہ ہیں کہ) وہ (یہودی) امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے (اور) عیسیٰ علیہ السلام (اس سے بچنے کے لئے) اپنے کو پنہاں کرتے ہیں (اور) وہ (ان کے پکڑنے کے لئے اس گھر کے) اندر آتا ہے تاکہ (اس کا رگزاری کے صلہ میں اپنی قوم کی جانب سے) وہ سردار ہو جاوے (مگر تصرف حق سے) وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے (اور جب اس کی قوم اس کو دار پر چڑھانا چاہتے ہیں تو کہتا ہے کہ) ہاں (مجھ کو دار پر) مت لٹکاؤ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں (کہ یہودی اور عدو عیسیٰ ہوں مگر قوم کہتی ہے کہ) اس کو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے (چنانچہ وہ مصلوب کیا گیا تو دیکھو اس کو اس کا رگزاری سے امید تھی تاجدار ہونے کی اور ہو گیا تاج دار اسی طرح) بہت سے لشکر (کہیں) جاتے ہیں تاکہ



مستمتع ہوں (مگر) اس کا سامان منقلب ہو جاتا ہے اور سر پر (ضر میں کھاتا ہے) (اسی طرح) بہت سے سوداگر امید نفع پر (کہیں) جاتے ہیں (اور اس کو) عید گمان کرتا ہے (مگر) عود کی طرح جلتا ہے (اور) بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے (کہ) زہر سمجھتا ہے (اور) وہ شہد ہوتا ہے (چنانچہ) بہت سپاہ نے دل کو اپنی موت پر جمایا ہے (مگر) روشیاں اور غلبہ اس کو پیش آتا ہے (آگے پھر ایک نظیر ہے مضمون ابیات بالا کی کہ کفار نے اہل اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سب ہو گیا ان کے اعزاز کا اور وہ نظیر قصہ ابرہہ کا ہے کہ اس نے بیت اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سب ہو گیا اس کے زیادہ اعزاز کا اور عازم تذلیل کے ہلاک و خسار کا پس فرماتے ہیں کہ) ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا تا کہ زندہ (لوگوں) کو (کہ خادم و حامی بیت اللہ ہیں) مثل میت کے (ہلاک و مغلوب کر کے) ڈال دے تا کہ حریم کعبہ کو دیران کرے (اور) سب (سکان مکہ) کو اس جگہ سے پریشان کرے تا کہ تمام (آفاقی) زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں (اور) اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنالیں اور (تا کہ) عرب سے گزند پہنچا کر کینہ کشی کرے کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں (جیسا کہ سیر میں ہے کہ بنی کنانہ میں سے کسی نے اس کے کعبہ میں آگ لگا دی تھی پس وہ ان اغراض فاسدہ کے لئے آیا تھا مگر) اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہو گئی (یعنی) اس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا (سب نے دیکھ لیا کہ یہ بیشک بیت اللہ ہے اور کعبہ کے ساتھ) اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ (پہلے سے) ایک حصہ تھی سو حصہ ہو گئی (اور) قیامت تک ان کی عزت ممتد ہو گئی (اور) وہ (خود) اور اس کا کعبہ (بھی) زیادہ غارت ہو گیا یہ کس سبب سے ہوا عنایات (قضاء و) قدر سے ہوا (اور اس) ابرہہ کے سامان (دمال) سے عرب کے گروہ سیم و زر سے مستغنی ہو گئے (یعنی بہت سامان ان کے ہاتھ آیا جس کو چھوڑ کر وہ ہلاک ہوا آگے بھی دو شعر میں اس کی تاکید ہے کہ) ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے ابرہہ حقیر و دنی کے سامان سے یہ فقیران عرب غنی ہو گئے (حاصل یہ کہ) اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے (اور واقع میں) وہ بیت اللہ والوں کی زر کشی کر رہا تھا (اب آگے تمیم ہے قصہ بغدادی کی کہ) ان ہی ارادوں کے فسخ ہونے میں اور ان ہی ارادوں میں وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں (یعنی ہر قدم پر اس تماشا کو سوچ رہا تھا کہ دیکھو مصر کا کس طرح ارادہ ہوا اور پھر وہ ارادہ کس طرح فسخ ہوا اور پھر بغداد کا ارادہ ہوا غرض اسی طرح) گھر پہنچا (اور) اس نے خزانہ کو پالیا اس کے تم نے لطف خدائی سے سرانجام پایا (اور یہ قصہ ہم اس لئے بھی لائے) تا کہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے (کہ) وہ خوف و بیم میں بہت سے امن رکھتا ہے (جس طرح عس اس کے لئے سامان خوف کا تھا اور وہی سبب ہوا کامیابی کا آگے تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی کہ) مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا تو گوش ہوش میری طرف لا (اور مجھ سے اس کا) بیان سن۔

فائدہ:- الحمد للہ کہ عشر تاسع اختتام کو پہنچا اور وہ قصہ شہزادوں کا انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا اور ماشاء اللہ تعالیٰ یہ عشر تاسع بہت جلدی یعنی پورے آٹھ روز میں لکھا گیا کیونکہ ربیع الثانی اٹھارہ کو شروع ہوا تھا اور آج ستائیس ہے یہ دس ہوئے اور دو جمعہ نکال کر آٹھ روزہ گئے حق تعالیٰ عشر عاشر کو بھی آسانی سے انجام کو پہنچا دیں آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

مقام تھانہ بھون روز یکشنبہ ۱۳۳۳ھ

# العشر العاشر من شرح المثنوی المعنوی افتح فیہ للثامن والعشرین یوم الاثنين من ربيع الثاني سنة ۱۳۳۳ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مکرر کردن برادران پند دادن برادر بزرگ تر را و تاب نا آوردن پند را از  
ایشان و شیدا و بنحو درفتن و خود را در بارگاه پادشاه انداختن و دستوری خواستن  
لیک از فرط عشق و محبت نہ از گستاخی و لا ابالی

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اس کا ان کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور  
بے خود ہو کر چلا جانا اور اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور  
عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپرواہی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت کند قبول	من گوش استماع ندارم لمن یقول
بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کرے گا	جو شخص کہتا ہے میں اس کے سننے کے لئے کان نہیں رکھتا
آں دو گفتندش کہ اندر جان ما	ہست پاسخها چو نجم اندر سما
ان دونوں نے اس سے کہا کہ ہماری جان میں	بہت سے جواب ہیں مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں
گر نگویم آں نیاید راست نزد	ور بگویم آں دلت آید بدرد
اگر ہم وہ نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی	اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے
ہمچو چغزیم اندر آب از گفت الم	وز خموشی اختناقست و سقم
ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے	اور خاموشی سے محض اور بیماری ہے
گر نگویم آشتی را نور نیست	ور بگویم آں سخن دستور نیست
اگر ہم نہیں کہتے تو آتش میں نور نہیں ہے	اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو اجازت نہیں ہے
در زماں برجست کاے خویشاں وداع	انما الدنيا و مافیہا متاع
وہ دفعہ کھڑا ہو گیا کہ اے اپنی رخصت	بس دنیا و مانیہا محض ایک متاع ہے



پس بروں جست او چو تیرے از کماں	کہ مجال گفت کم بود آں زماں
پس وہ اس طرح نکل کر چل دیا جیسے کمان سے تیر	کیونکہ بات چیت کی گنجائش اس وقت کم تھی
اندر آمد مست پیش شاہ چہیں	زود مستانہ بوسید او زمیں
مستانہ وار شاہ چہیں کے سامنے آ پہنچا	جلدی سے مستانہ وار اس نے زمین کو بوسہ دیا
شاہ را مکشوف یک یک حال شاں	اول و آخر غم و لرزاں شاں
بادشاہ کو ان کا ایک ایک حال مکشوف تھا	ان کا ابتدائی اور آخری غم اور حیران ہونا
میش مشغولست در مرعای خویش	لیک چوپاں واقفست از حال میش
بھیر اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے	لیکن رائی حال میش سے واقف ہوتا ہے
کلکم راع بدانداز رومہ	کہ علف خوارستو کہ در ملحمہ
وہ بگم کلکم راع کے جانتا ہے کہ گمہ میں سے	کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں ہے
گرچہ در صورت ازاں صف دور بود	لیک چوں دف در میان سور بود
اگرچہ وہ ظاہر میں اس صف سے دور تھا	لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا
واقف از سوز ولہیب آں وفود	مصلحت آں بد کہ خشک آوردہ بود
واقف تھا اس گروہ کے سوز و التهاب سے	مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا
در میان جان شاں بود آں سہمی	لیک قاصد کردہ خود را انجمی
وہ عالی جاہ ان کی جان کے اندر تھا	لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا
صورت آتش بود پایان دیگ	معنی آتش بود در جان دیگ
آگ کی صورت دیگ کے نیچے ہوتی ہے	آگ کا باطن دیگ کی جان میں ہوتا ہے
صورتش بیروں و معنی اندروں	معنی معشوق جاں در رگ چو خون
اس کی صورت خارج ہے اور معنی داخل ہے	معشوق روح کے معنی خون کی طرح رکوں کے اندر ہے
شاہزادہ پیش شہ زانو شدہ	دہ معرف شارح حالش شدہ
شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوئے ادب سے کر کے جا بیٹھا	مقامی معرف اس کے حال کی شرح کرنے لگا
گرچہ شہ عارف بد از کل پیش پیش	لیک میگردے معرف کار خویش
اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے	لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا

در دروں یک ذرہ نور عارفی	بہ بود از صد معترف اے صفی
باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا	بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ
گوش را رہن معرف داشتن	آیت مجوبی ست و حرز وطن
کان کو معرف کا مقید کر دینا	علامت محبوب ہونے کی ہے اور تحنیں وطن کی
آنکہ اورا چشم دل شد دیدباں	دید واہد چشم او عین العیاں
جس کی چشم دل دیدبان ہو گی	اس کی آنکھ بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی
با تواتر نیست قانع جان او	بل ز چشم دل رسد ایقان او
تواتر پر اس کی جان قانع نہیں ہوتی	بلکہ چشم دل سے اس کا یقین پہنچتا ہے
پس معرف پیش شاہ منتخب	در بیان حال او بکشود لب
پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے	اس کے بیان حال میں لب کھولا
گفت شاہا صید احسان تو است	پادشاہی کن کہ او آن تو است
کہا کہ اے بادشاہ یہ آپ کے احسان کا شکار ہے	آپ بادشاہی کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے
دست در فتراک ایں دولت زدست	بر سر سر مست او بر مال دست
اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے	اس کے سرست سر پر ہاتھ پھیرئے
گفت شہ ہر منصب و ملکتے	کالتماش ہست یا بدآں فتنے
بادشاہ نے کہا جس منصب اور ملک کی	اس کو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملے گا
یست چنداں ملک کوشدزاں بری	بخشمش اینجا و من خود بر سری
جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے میں گوئوں	میں اس جگہ دوں گا اور میں خود اس کے علاوہ
گفت تا شاہیت دروے عشق کاشت	جز ہوائی تو ہوائی کے گذاشت
معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اس میں آپ کی عشق کا غم بویا ہے	بجز آپ کی محبت کے اس نے کوئی خواہش کب چھوڑی ہے
بندگی تش چناں در خورد شد	کہ شہی اندر دل او سرد شد
آپ کی غلامی اس کو ایسی سزاوار ہوئی	کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہو گئی
شاہی و شہزادگی در باختہ است	از پئے تو در غربی ساختہ است
اس نے شاہی اور شہزادگی سب تاج دی ہے	آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے



صوفیے کا نداشت خرقہ و جد در	کے رود او بر سر خرقہ دگر
جس صوفی نے کہ جد کے اندر خرقہ اتار کر پھینک دیا	وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے
میل سوئی خرقہ دادہ ند	آنچناں باشد کہ من مغبوں شدم
دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور نام ہونا	یہ تو ایسا ہے کہ میں زبان خوردہ ہو گیا
باز وہ آں خرقہ ایں سوائے قریں	کہ نمی ارزاید آں یعنی بدیں
اے ہمیشہ میرا خرقہ ادھر واپس دے	کیونکہ وہ اس کی برابر قیمت نہیں رکھتا
دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش	ور بیاید خاک بر سر بایدش
عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے	اور اگر آوے تو اس سر پر خاک چاہیے
عشق ارزد صد چو خرقہ کالبد	کہ حیاتے دارد و حس و خرد
عشق قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے	جو کہ حیات اور حرص اور عقل رکھتا ہے
خاصہ خرقہ ملک دنیا کا ترست	پنج دانگ ہستیش درد سرست
خاص کر خرقہ ملک دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے	اس کی پنج دانگ ہستی درد سر ہے
ملک دنیا تن پرستاں را حلال	ما غلام ملک عشق بے زوال
ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو	ہم تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں
عامل عشق ست معزولش مکن	جز بعشق خویش مشغولش مکن
یہ عامل عشق ہے اس کو معزول نہ کیجئے	جز اپنے عشق کے اس کو مشغول نہ کیجئے
منصبے کا نم ز رویت مجب ست	عین معزولی ست نامش منصب ست
جو منصب کہ میرے لئے آپ کے دیدار سے حجاب ہے	عین معزولی ہے نام اس کا منصب ہے
موجب تاخیر ایں جا آمدن	فقد استعداد بود و ضعف تن
اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب	فقد استعداد اور ضعف تن تھا
بے ز استعداد برکانے روی	بر یکے حبه نگردی محتوی
بدوں استعداد کے کسی معدن پر توجہ دے	تو ایک حبه پر بھی تو قابض نہ ہو گا
ہمچو عینینے کہ بکرے را خرد	گرچہ سیمیں تن بود کے بر خورد
مثل ایک عین کے کہ کسی بارہ کو خریدے	اگرچہ وہ سیمیں تن ہو یہ کب جمع ہو گا

چوں چراغ بے ززیت و بے فیتل	نے کثیر ستش ز نور و نے قلیل
مثل ایک چراغ بے روغن اور بے فیتل کے	اس میں نور سے نہ کثیر ہے نہ قلیل
در گلستاں اندر آید اشتمے	کے شود مغزش ز ریحاں خرے
باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے	اس کا مغز پھول سے کب خوش ہو گا
ہمچو خوبے دلبرے مہمان غر	بانگ چنگ و بر بٹے در پیش کر
مثل ایک حسین دلبر کے مہمان ہو نامرد کی	چنگ و بربٹ کی آواز ہو بہرے کے سامنے
ہمچو مرغ خاک کاید در بحار	ز اں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار
مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے	اس سے کیا حاصل کرے گا بجز ہلاکت اور زیان کے
ہمچو بے گندم شدہ در آسیا	جز سفیدی ریش و مونی بود عطا
مثل بے گندم گھنٹے کے کہ چکی گھر میں گیا ہو	بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملے گا
آسیای چرخ بر بے گندماں	موسپیدی بخشد و ضعف میاں
اسیائے چرخ بے گندم لوگوں پر	بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے
لیک بابا گندماں ایں آسیا	ملک بخش آمد دہد کا روکیا
لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا	ملک بخش ہوا کارخانہ اور عظمت دیتا ہے
اول استعداد جنت بایدت	تاز جنت زندگانی زایدت
اول تجھ کو جنت کی استعداد چاہئے	تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو
طفل نورا از شراب و از کباب	چہ حلاوت از قصور و از قباب
طفل نوزائیدہ کو شراب و کباب سے	کیا حلاوت کٹھنیوں اور گنبد دار مکان سے
حد ندارد ایں سخن کم جو سخن	تو برو تحصیل استعداد کن
یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں کلام مت تلاش کر	تو جا تحصیل استعداد کی کر
بہر استعداد تا اکنوں نشست	شوق از حد رفت و آں نامد بدست
یہ اب تک استعداد کے لئے بیٹھا رہا	شوق حد سے گزرا اور وہ ہاتھ نہیں آئی
گفت استعداد ہم از شہ رسد	بے زجاں کے مستعد گردد جسد
اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد بھی بادشاہی سے مل جاوے گی	بدوں روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے



لطفہائے شہ غمش را درنوشت	شد کہ صید شہ کند او صید گشت
بادشاہ کے الطاف نے اس کے غم کو تہ کر کے رکھ دیا	یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے وہ خود ہی شکار ہو گیا
ہر کہ در اشکار چوں تو صید شد	صید را ناکردہ قید او قید شد
جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار میں گیا ہو گا	وہ صید کو بدوں قید کئے ہوئے خود قید ہو گیا ہو گا
ہر کہ جو یای امیری شد یقین	پیش از اں او در اسیری شد رہیں
جو شخص امیری کا جو یا ہوتا ہے یقیناً	اس سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے
عکس میاں نقش دیباچہ جہاں	نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
چہرہ عالم کے نقش کو منعکس سمجھ	ہر بندہ جہاں کا نام خواجہ جہاں ہے
اے تن کثر فکرت معکوس رو	صد ہزار آزاد را کردی گرو
اے تن جو کہ کج فکر ہے معکوس رفتار ہے	تو نے لاکھوں آزاد کو مقید کر دیا
مدتے بگزار ایں حیل ت پزی	چند دم پیش از اجل آزاد ذی
ایک مدت کے لئے اس حیلہ پزی کو چھوڑ دے	چند ساعت موت کے قبل آزاد ہو کر زندگی کر لے
ور در آزادیت چوں خراہ نیست	ہمچو دلت سیر جز در چاہ نیست
اور اگر گدھے کی طرح تجھ کو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے	مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے اور کہیں نہیں ہے
مدتے رو ترک جان من بگو	رو حریفے دیگرے جز من بگو
تو ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ	جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر
نوبت من شد مرا آزاد کن	دیگرے را غیر من داماد کن
میری باری ہو چکی مجھ کو آزاد کر	کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا
اے تن صدکارہ ترک من بگو	عمر من بردی کسے دیگر بگو
اے تن صد فن تو مجھ کو چھوڑ	میری عمر تو تو نے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ

ان دونوں (بھائیوں) نے اس (بڑے) سے کہا کہ (تم نے جس قدر تقریر کی ہے) ہماری جان (اور ہمارے ذہن میں) (اس کے) بہت سے جواب ہیں (جو واضح ہونے میں) مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں (لیکن ہم اس مشکل میں پڑ گئے کہ) اگر ہم وہ (جوابات) نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی (یعنی کام نہیں بنتا کہ تم کو اپنی غلطی معلوم نہ ہوگی) اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے (جیسا کہ عاشق کو نصیحت ناگوار ہوا کرتی

ہے پس اس اشکال میں) ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے (ازگفت سے) آخر تک بیان ہے وجہ شبہ کا اور مشبہ بہ میں خاموشی پر ترتب اختناق کا ظاہر ہے اور گفتن سے الم کا ہونا اس طرح ہے کہ پانی کے اندر بات کی جاوے تو منہ میں پانی بھر کر تکلیف ہوتی ہے غرض) اگر ہم نہیں کہتے تو (ایسی مثال ہے کہ جیسے بے پھونک مارے ہوئے) آتش میں نور نہیں ہے (اسی طرح بے کہے مانی الضمیر کا وضوح نہیں ہوتا) اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو (عوارض کے سبب) اجازت نہیں ہے (وہ دونوں بھائی تو یہی کہتے رہے) دفعہ کھڑا ہو گیا کہ اے کہ رخصت بس دنیا و مافیہا محض ایک متاع (فانی) ہے (ایک دن ختم ہونا ہے سو خطرات عشق ہی میں ختم ہو جاویں گے) پس وہ اس طرح نکل کر چل دیا جیسے کمان سے تیر کیونکہ بات چیت کی گنجائش اس وقت کم تھی (اور) مستانہ وار شاہ چین کے سامنے آ پہنچا (اور) جلدی سے مستانہ وار اس نے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ (چونکہ صاحب کشف تھا اس) کو ان (سب بھائیوں) کا ایک ایک حال مکشوف تھا (یعنی) ان کا ابتدائی اور آخری غم اور (عشق سے) متزلزل ہونا (سب معلوم تھا آگے اس کی مثال ہے کہ جس طرح) بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے لیکن راعی حال میٹھ سے واقف ہوتا ہے (گو میٹھ کو راعی کے اس باخبر ہونے کی بھی خبر نہیں) وہ (راعی) بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ (اس) گلہ میں سے کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں (مشغول) ہے (مراد اس سے جانوروں کی باہمی معمولی لڑائی اس میں مولانا نے اشارہ کیا ہے کہ شیخ کو اسی طرح طالبین کے حال کا تفقد ضروری ہے پھر قصہ فرماتے ہیں کہ) اگرچہ وہ (شاہ چین) ظاہر میں اس صف (یعنی جماعت شہزادگان) سے دور تھا لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا (اور) واقف تھا اس گروہ کے سوز و التهاب سے (مگر) مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا (کنایہ ہے خاموشی سے جس طرح تر زبانی کنایہ ہے تکلم سے جس طرح محققین اہل کشف کا سکوت بمصالح مشاہد ہے) وہ عالی جاہ (بادشاہ باعتبار اطلاع ان کے ضمائر کے گویا) ان کی جان کے اندر تھا لیکن اپنے کو قصد انا واقف بنا رکھا تھا (قاصداً سے کہ حال ہے ضرورت شعر سے تنوین حذف ہو گئی آگے مجموعہ در صورت ازاں صف دور بود اور در میان جان شان بود کی مثال ہے کہ دیکھو) آگ کی صورت دیگ کے نیچے (اور اس سے خارج) ہوتی ہے (لیکن) آگ کا باطن (کہ حرارت ہے وہ) دیگ کی جان میں (اور اس کے اندر) ہوتا ہے (پس) اس کی صورت خارج ہے اور معنی داخل ہے (اسی طرح) معشوق روح (یعنی روح) کے معنی (اور اثر و تصرف) خون کی طرح رگوں کے اندر ہے (باوجودیکہ روح بوجہ تجرد کے خارج عن البدن ہے اور معشوق روح میں اضافہ بیانیہ ہے پھر قصہ ہے یعنی) شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوے ادب تہ کر کے جا بیٹھا (اور) مقامی معرف اس (شہزادہ) کے حال کی شرح کرنے لگا (فی الغیث معرف بمعنی کسی کہ در مجلس سلاطین و امرا مردمان را بجائے لائق ہر کدام نشان و شغصے باشد کہ چوں کے پیش سلاطین و امراء رود و مجہول الحال باشد اوصاف و نسب او بیان کند تا در خور آں مواد عنایت بحال او باشد و فی الحاشیہ وہ معرف اے معرف وہ و شہزادہ ترجمہ بحاصلہ اور) اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا (چونکہ اس کا فرض منصبی تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ (میرے ذوق میں یہاں مراد اس سے یہ ہے کہ شیخ کا طالبین کی حالت کو نور بصیرت سے پہچانا



ضرور ہے محض راویوں کے بیان پر اعتماد کرنا نہ چاہئے آگے اسی کی تفصیل ہے کہ) کان کو معروف (اور عام رواد) کا مقید کر دینا (اور اسی پر مدار رکھنا یہ) علامت محجوب (اور غیر ذی بصیرت) ہونے کی ہے اور (علامت) تخمین و ظن کی (ہے جو کہ غیر مبصرین کا وظیفہ ہے پس وہ شیخ نہیں ہے حرز بفتح حائے مہملہ و سکون زائے معجمہ و در آ خراء مہملہ تخمین کردن اور) جس کی چشم دلہ دید بان ہوگی اس کی آنکھ (حال طالب کو) بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی (عین العیان خواہ دید کا مفعول بہ نہیں ہے کہ معاین کا دیکھنا تو عوام میں بھی مشترک ہے بلکہ اس کا مفعول مطلق ہے اور مفعول بہ مقدر ہے یعنی مخفی را عیان نامی بیند اور) تواتر (عرفی) اس کی جان قانع نہیں ہوتی بلکہ (حال طالب کے متعلق) چشم دل سے اس کا یقین (بدرجہ جواز عمل) پہنچتا ہے (اور اوپر معائنہ سے بھی یہی مراد ہے عرفی کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ تواتر تو عقلاً حجتہ قطعہ ہے اور سمعاً بھی اس کی حجیت ثابت ہے دفع شبہ یہ ہے کہ تواتر حقیقی ہے اور یہاں مراد کثرت روایت ہے جس کو بہت سے عوام محض تخمین و ظن سے اور بے تحقیق نقل کرتے ہیں چونکہ منتہا اس کا حس نہیں ہوتا اس لئے یہ تواتر سے خارج ہے عام کے زعم پر اس کو تواتر سے تعبیر فرما دیا اور حال طالب اور درجہ جواز عمل کی تقید سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ کیا کشف دلیل یقینی ہے رفع شبہ یہ کہ اول تو یہاں مطلق کشف کا ذکر نہیں صرف خاص حال طالب کے متعلق ہے کہ اس میں طلب صادق ہے یا نہیں پھر یقین سے مراد وہ درجہ نہیں جس پر اعتقاد جائز ہو جاوے بلکہ وہ درجہ جس پر عمل جائز ہو سواگر ذوق و وجدان و شرح صدر سے کسی کی نسبت اس کا طالب صادق نہ ہونا معلوم ہو جاوے سو اس سے ایسے تعلقات سے انکار کر دینا جو کہ شرعاً واجب نہیں ہیں جائز ہے البتہ امور واجبہ سے انکار کر دینا جائز نہیں مثل تعلیم احکام ضرور یہ پھر قصہ ہے یعنی) پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے اس کے بیان حال میں لب کھولا (اور) کہا کہ اے بادشاہ یہ (شہزادہ) آپ کے احسان کا شکار (کیا ہوا) ہے آپ (اس کے ساتھ) بادشاہی (و بزرگی کا برتاؤ) کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے (اور) اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے (فتراک بالکسر) والے کا بریمین و یسار زین اسپ آویزند بجهت بستن شکار وغیرہ) اس کے سرمست سر پر (جس کا دماغ آپ کی مستی و سودائے عشق سے پر ہے شفقت کا) ہاتھ پھیرے۔ بادشاہ نے کہا کہ جس منصب اور ملک کی اس کو خواہش ہو وہ اس نو جوان کو ملے گا جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ میں اس جگہ دوں گا اور میں خود اس کے علاوہ (اس کے حصہ میں رہوں گا یعنی اس کو اپنا مورد عنایت رکھوں گا) کافی الحاشیہ بر سری علاوہ باریکہ بالائے برنہند اھ) معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اس میں آپ کے عشق کا تخم بویا ہے بجز آپ کی محبت کے اس نے (اس کے اندر) کوئی خواہش کب چھوڑی ہے آپ کی غلامی اس کو ایسی سزاوار ہوئی کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہو گئی اس نے شاہی اور شہزادگی سب بچ دی ہے (اور) آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے (آگے مولانا شہزادہ کی ترک شاہی کو ایسے طور پر کہ پھر نہیں لینا چاہتا تشبیہ دیتے ہیں صوفی صاحب وجد کی خرقہ اندازی کے ساتھ یعنی اسی طرح) جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اوتار کر پھینک دیا وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے۔ دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور (دے دینے پر) نادم ہونا یہ تو ایسا ہے کہ (جیسے گویا جس کو خرقہ دے دیا ہے اس سے یوں کہتا ہے کہ) میں (اس معاملہ میں) زیاں خوردہ ہو گیا (پس) اے ہمنشیں (قوال وغیرہ) میرا خرقہ ادھر واپس دے



کیونکہ وہ (وجد) اس (خرقہ) کی برابر قیمت نہیں رکھتا (بلکہ خرقہ زیادہ قیمتی ہے پس میں وجد کے عوض خرقہ دینا نہیں چاہتا اور وہ زیان یہی ہے یہ سب مقولہ اس صوفی حریص خرقہ کا ہے سو) عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے (کہ برکات وجد پر خرقہ پر ترجیح دے اور اس لئے اس کو دے کر پھر واپس لے) اور اگر (ایسا خیال کسی کو) آوے تو اس کے سر پر خاک (ڈالنا) چاہئے (اگر یہ خرقہ اسی کو دے دیا تھا بشرطیکہ دینے کے وقت باوجود غلبہ حال کے اتنا شعور و قصد ہو کہ شرعاً اس کے تصرفات صحیح ہوں تب تو پھر مانگنا شریعت کے بھی خلاف ہے اور اگر صرف اوتار دیا تھا اور کسی نے رسم کے طور پر اٹھا لیا تو اس وقت بعد القاء و اعراض کے کہ دعویٰ ترک ہے واپس لینا بوجہ علامت حرص ہونے کے باوجود اباحت کے زہد کے خلاف ہے پس یہ ذمہ کلی مشکل کے طور پر باختلاف درجہ دونوں کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہے آگے تفصیل ہے دوران عاشق کہ اس فکر آیدش کی یعنی صوفی غیر عاشق کا یہ کہنا کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں مردود محض ہے کیونکہ) عشق (کہ وجد بھی اسی کے آثار سے ہے وہ چیز ہے کہ وہ) قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے جو (قالب) کہ حیات اور حسن اور عقل (بھی) رکھتا ہے (مطلب یہ کہ خرقہ پارچہ تو کیا چیز ہے بدن جیسی جی حساس دراک چیز بھی اس پر فدا ہے چنانچہ اہل مجاہدہ کا اپنے جسم کو عشق میں فنا کر دینا مشاہد ہے آگے بطور دلالت بالا ولی کے کہتے ہیں کہ) خاص کر خرقہ ماک دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے (اور) اس (کے ناقص ہونے کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ) (دنیا) کی پنج دانگ ہستی (محض) در دسر ہے (چنانچہ ظاہر ہے پس جسم انسانی کے سامنے اس کی کیا حقیقت ہے سو جب جسم ہی عشق میں بے قیمت سمجھا جاتا ہے تو دنیا کی تو کیا قیمت ہوگی البتہ مثل اس صوفی خام کے دنیا دار اس کو بہت قیمتی سمجھتے ہیں پس اس صورت میں) ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو (اور) ہم (عشاق) تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں (اور اسی تشبیہ بالصوفی میں شاہزادہ کے متعلق بھی معرف کے معروضہ کا حاصل نکل آیا کہ جب اس نے سلطنت ترک کر دی تو مثل خرقہ انداختہ کے پھر یہ اس کا حریص نہیں ہے اور پنج دانگ کنایہ ہے مجموعہ سے اور غیاث میں چار دانگ کی تحقیق اس طرح لکھی ہے کنایہ از چیز یکہ بہ نسبت امثال خود دو چند باشد چہ (دینار شش دانگ سے باشد و دانگ ششم حصہ دینار ست پس چار دانگ بہ نسبت دو دانگ زائد سے باشد اھ اور پنج دانگ کی دلالت اس مفہوم پر زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم آگے پھر قصہ میں معروف کا قول ہے کہ) یہ (شہزادہ) عامل عشق ہے (اس عمل و امارت سے) اس کو معزول نہ کیجئے (یعنی) بجز اپنے عشق کے اس کو (دوسرے عمل و منصب میں) مشغول نہ کیجئے (کہ اس مشغولی سے منصب عشق سے معزولی لازم آوے گی اور معرف نے یہ بھی کہا کہ حضور یہ شہزادہ بھی عرض کرتا ہے کہ) جو منصب کہ میرے لئے آپ کے دیدار سے حجاب ہے (محب مصدر میسمی بمعنی حجاب وہ) عین معزولی ہے (اگرچہ) نام اس کا منصب ہے (کما ذکر آنفاً باقی حضور یہ شبہ نہ فرماویں کہ اگر یہ ہمارا ایسا عاشق ہے تو یہاں حاضر ہونے میں اتنی تاخیر کیونکر کی سو) اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب فقد استعداد اور ضعف تن تھا (یعنی ایک تو حضور کی لیاقت و صلاحیت کی اور دوسرے بعد حضوری کے جو خدمت کرنا لازم ہے اس خدمت کے لئے جسمانی قوت کی ان دونوں کی ضرورت تھی اس کے انتظار میں یہ تاخیر واقع ہوئی آگے مولانا کا مقولہ ہے استعداد کے مناط کار ہونے میں یعنی) بدوں استعداد کے (اگر) کسی معدن پر تو جاوے تو ایک حبابہ پر بھی تو قابض نہ ہوگا (استعداد



متعلق معدن کے یہ ہے کہ اس کی معرفت ہو اور اس سے استخراج کا طریقہ جانتا ہو ورنہ معدنیات سب مٹی میں آمیختہ ہوتی ہیں اول تو پہچان مشکل کہ یہاں معدن ہے پھر استخراج مشکل تو حرمان لازم اس میں مولانا کا مقصود بقریہ قصہ تاخیر حاضری شہزادہ بدر بادشاہ عارف با انتظار استعداد یہ ہے کہ اسی طرح طالب کو چاہئے کہ اول طلب اور شوق اپنے اندر پیدا کرے کہ یہی استعداد ہے رجوع کی تب عارفین سے استفادہ ہو سکتا ہے ورنہ گو وہ حضرات معاون فیوض و برکات ہیں لیکن اگر طلب و شوق نہیں ہے تو مثل فاقہ الاستعداد کے معاون سے محروم آوے گا آگے اشتراط و حرمان فاقہ الاستعداد کی چند مثالیں ہیں مثال اول (مثال ایک عنین کے کہ کسی باکرہ (جاریہ) کو خرید لے۔ اگر چہ وہ (کیسی ہی) سیمین تن ہو (مگر) یہ کب متمتع ہوگا) مثال دوم (مثال ایک چراغ بے روغن اور بے فتیلہ کے اس میں نور سے نہ کثیر ہے اور نہ قلیل (مثال سوم) باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے اس کا مغز پھول سے کب خوش ہوگا (مثال چہارم) مثل ایک حسین دلبر کے کہ مہمان ہونا مرد کی (مثال پنجم) چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے سامنے (مثال ششم) مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے اس سے کیا حاصل کرے گا بجز ہلاکت اور زیاں کے (مثال ہفتم) مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملے گا (کیونکہ آٹا ملنے کے لئے اس کی استعداد یعنی باگندم ہونا شرط تھا آگے ایک انتقال ہے یعنی اسی طرح) آسیائے چرخ بے گندم (اور بے دولتان علم و عمل) لوگوں پر (صرف) بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے) یعنی زمانہ گزرنے سے بڑھاپا آ جاتا ہے جیسا اس شخص کی داڑھی آٹا کر لگنے سے سفید ہو گئی تھی اور ہاتھ کچھ بھی نہ آیا) لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا (ے چرخ) ملک بخش ہوا (اور ان کو) کارخانہ اور عظمت (یعنی سلطنت معنوی) دیتا ہے (جس طرح آسیائے متعارف باگندم لوگوں کو آٹا دیتی ہے مثال ہشتم جو کہ مضمون منتقل الیہ متعلق آسیا سے بھی من وجہ مفہوم ہوا تھا یعنی) اول تجھ کو جنت کی استعداد چاہئے (جو کہ علوم نافعہ و اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے) تا کہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو (خواہ آخرت میں اور وہ ظاہر ہے یا دنیا میں کہ حیوۃ طیبہ ہے مشابہ حیوۃ اہل جنت کے مثال نہم) طفل نوزائیدہ کو شراب و کباب سے کیا حلاوت (اسی طرح) کوٹھیوں اور گنبد دار مکانوں سے (کیا حلاوت اور چونکہ) یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں (بے شمار ہیں اس لئے اس کے متعلق) کلام (اور مثال) مت تلاش کر تو جا (اور) تحصیل استعداد کی کر (آگے پھر قصہ میں معرف کا قول ہے کہ) یہ اب تک استعداد کے لئے بیٹھا رہا (مگر اب) شوق حد سے گزرا اور وہ (استعداد علی سبیل الکمال اب بھی) ہاتھ نہیں آئی (مگر شدت شوق میں حاضر ہو گیا اور استعداد کامل کے متعلق اپنے دل میں) اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد (کامل) بھی بادشاہ ہی سے مل جاوے گی (اس کی یہ مثال ہے کہ) بدوں روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے (احقر نے جو یہاں استعداد میں کامل کی قید لگادی اس سے یہ شبہ مرتفع ہو گیا کہ جب شوق کا وجود متحقق مان لیا اور یہی استعداد تھی حاضری کی پھر اس کے کیا معنی کہ آن نامد بدست اور استعداد ہم از شہ رسد وجہ دفع یہ ہے کہ استعداد کے دو مرتبہ ہیں ایک بقدر ضرورت اس کا تو تقدم ضروری ہے یعنی ضروری شوق و طلب اور یہ حاصل تھا اور ایک بدرجہ کمال اس کا تقدم ضروری نہیں بلکہ اس کا کمال بعد تعلق ہی کے مشاہد ہے پس نفس استعداد شرط ہے حضور و رجوع کی اور کمال استعداد مشروط ہے حضور و رجوع کے ساتھ چنانچہ اس کی جو یہاں مثال مذکور ہے وہ اس تقریر



کی صاف دلیل ہے کیونکہ جسد میں ایک تو استعداد ہے تعلق روح کی اس کا تو تقدم تعلق روح پر ضروری ہے اور ایک استعداد کامل ہے صدور افعال کی یہ تعلق روح سے متاخر ہوگی اور اس میں بھی اشارہ ہو گیا معاملہ طالب و شیخ کی طرف کہ نفس طلب و شوق بدرجہ معتد بہ کا تو استفادہ و رجوع سے تقدم ضروری ہے اس کا تو انتظار کرے لیکن کمال اس کا خود استفادہ و رجوع سے متاخر ہوگا اس کا انتظار نہ کرے بس اول کا انتظار نہ کرنا یا دوسرے کا انتظار کرنا دونوں تفریط و افراط ہیں اور اول تعجیل اور مشابہ اداء صلوٰۃ قبل الوقت ہے اور ثانی تسویف اور مشابہ تقویت صلوٰۃ الی ما بعد الوقت ہے اور نیز معرف استمالت قلب شاہ کے لئے یہ اظہار برکات و محبوبیت شاہ کے لئے کہتا ہے کہ) بادشاہ کے (یعنی آپ کے) الطاف نے اس کے غم کو تہ کر کے رکھ دیا (یعنی ختم کر دیا) یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے (یعنی آپ کو مسخر کرے) وہ (الطاف کو دیکھ کر) خود ہی شکار (اور مسخر) ہو گیا (اور احقر نے اس کو معرف کا قول بخطاب شاہ کے شعر آئندہ کے قرینہ سے سمجھا کہ اس میں چوں تو خطاب صریح ہے اور وہی معرف کہتا ہے کہ شکار ہونے میں اسی کی کیا تخصیص ہے یہ قاعدہ تو عام ہے کہ) جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار (اور تسخیر) میں گیا ہوگا وہ صید کو بدوں قید کئے ہوئے خود قید ہو گیا ہوگا (چنانچہ اہل اللہ کا بھی یہی معاملہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ان کی خدمت و اطاعت کرتے ہیں کہ یہ ہم سے محبت کریں گے مگر روز روز خود ہی ان کے دام محبت میں زیادہ قید ہوتے جاتے ہیں یہاں تک مقولہ ہو گیا معرف کا آگے مولانا تقیید و تقید محمود سے جو کہ اس شعر میں مذکور تھا کیونکہ اہل اللہ کو محبت یا محبوب بنانا دونوں مطلوب ہیں انتقال فرماتے ہیں تقیید و تقید مذموم کی طرف جس میں اہل دنیا مبتلا ہیں یعنی اس تقید کے لئے بھی تقید لازم ہے چنانچہ) جو شخص امیری (مالی یا جاہی) کا جو یا ہوتا ہے یقیناً اس (کے حصول) سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر اس کی محبت میں گرفتار نہ ہوتا تو اس کو طلب ہی کیوں کرتا پس ارادہ کرتا ہے اس کو مقبوض بنانے کا اور خود اس کا مقبوض ہو چکا ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ جب امیری کے لئے اسیری لازم ہے پس) چہرہ عالم (یعنی ظاہر عالم) کے نقش کو منعکس سمجھ (کہ) ہر بندہ جہان کا نام خواجہ جہاں ہے (چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ ہے تو اسیر اور کہلاتا ہے امیر اور چونکہ اس اسیری کا اثر روح پر بھی ہوتا ہے چنانچہ روح پر عقاب بھی ہوگا اور یہ اسیری اس کی اصل فطرت کے خلاف ہے اس تقریب سے آگے روح کا نفس و بدن کو خطاب مذکور ہے بطور شکایت کے جس سے مقصود تنبیہ ہے اس اسیری کے مضرو مذموم ہونے پر پس روح نفس و بدن سے کہتی ہے کہ) اے تن جو کہ کج فکر ہے (کہ اسیری کو امیری سمجھتا ہے اور) معکوس رفتار ہے (کہ اسیری کی تحصیل کی کوشش کرتا ہے اول صفت میں قوۃ علمیہ کا اخلاص مذکور ہے اور ثانی میں قوۃ عملیہ کا) تو نے لاکھوں آزاد کو (یعنی روح کو) مقید کر دیا (کیونکہ تیرے تقید سے اس کا بھی تقید ہوا اور فاعل باوجودیکہ نفس ہے مگر بدن کو خطاب اس لئے ہے کہ اس نفس کے آلات معاصی میں یہی اعضاء و قوی بدنہ ہیں) ایک مدت کے لئے اس حیلہ پزی کو چھوڑ دے (کہ حیل سے مال و جاہ کو حاصل کر رہا ہے) چند ساعت موت کے قبل (ان چیزوں سے) آزاد ہو کر زندگی کر لے (کہ تو اور میں دونوں اسیری سے خلاصی پاویں) اور اگر گدھے کی طرح تجھ کو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے (اور) مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے (کہ قید ہے) اور کہیں نہیں ہے تو (خدا کے لئے) ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ (اور) جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر (کیونکہ)



میری باری (مقید کرنے کی) ہو چکی مجھ کو آزاد کر (اور) کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا (جس طرح آئندہ حکایت میں قاضی نے اس مکارہ عورت سے یا اس کے شوہر مکار سے کہا تھا کہ ایک بار تو نے مجھ کو فریب میں پھنسا لیا تھا اب اور کسی کو جا کر فریب دے اور اسی لئے یہاں داماد کا لفظ مناسب ہوا کیونکہ اس عورت نے شوہر کے کہنے سے قاضی کو ہم بستری کی طمع دلا کر بلایا تھا جو داماد کے لئے ہوتا ہے خصوصاً باعتبار شوہر زن مذکورہ کے کہ عورت مثل دختر کے اس کے اختیار میں تھی جس سے قاضی کی تشبیہ داماد کے ساتھ اور بھی اظہر ہو گئی اے تن صدفن (وحیلہ گر) تو مجھ کو چھوڑ میری عمر تو تو نے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ (جیسے قاضی نے کہا تھا کہ اب کوئی اور تلاش کر اور اخیر کے تین اشعار یعنی مدتے رواج محض تحسّر و تحسّر پر مبنی ہیں ورنہ عدم افتراق کا امتناع اور عدم فائدہ ظاہر ہے ممکن اور مفید تو یہی ہے کہ اقتران میں نفس کی اصلاح ہو جاوے اور بجائے حاکم علی الروح ہونے کے وہ محکوم للروح ہو جاوے آگے اس قاضی اور عورت کی حکایت ہے)۔

مفتوں شدن قاضی بر زن جوئی و در صندوق ماندن و نائب  
قاضی صندوق را خریدن باز سال دوم آمدن زن جوئی بر امید  
پارینہ و بار دیگر گفتن قاضی کہ مرا آزاد کن و دیگرے را بخواہ  
قاضی کا جوئی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا اور قاضی کے نائب کا  
صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پر جوئی کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ  
میں کہنا کہ مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کر لے

ہر زماں جوئی ز درویشی بفسن	رو بز ن کردے کہ اے دلخواہ من
جوئی ناداری کے سب مکر کرنے کے لئے	بی بی کی طرف متوجہ ہوتا کہ اے میری چاہتی
چوں سلاحت ست رو صیدے بگیر	تا بدوشانیم از صید تو شیر
جب تیرے پاس ہتھیار ہے تو جا کوئی شکار پکڑ	تاکہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دو ہیں
قوس ابرو تیر غمزہ دام کید	بہرچہ دادت خدا؟ از بہر عنید
ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر فریب کا جال	خدا نے تجھ کو کاہے کے لئے دیا شکار کے لئے
روپے مرغ شگرفے دام نہ	دانہ بنما لیک در خوردش مدہ
جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا	دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا
کام بنما دکن او را تلخ کام	کے خورد دانہ چوشد در جس دام
مقصد تو دکھلا اور اس کو تلخ کام کر	وہ دانہ کب کھاوے گا جب جال میں پھنس جاوے گا

شد زن او نزد قاضی در گلہ	کہ مرا افغاں ز شوی دہ دلہ
اس کی بیوی قاضی کے پاس شکایت لے کر گئی	کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے
قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار	از مقال و از جمال آں نگار
قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا	اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے
گفت ایدر محکمہ است و غلغلہ	من نتانم فہم کردن ایں گلہ
کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے	میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا
گر بخلوت آئی اے سرو سہی	وز ستمگاری شو شرم دہی
اگر تو خلوت میں آدے اے سرو سہی	اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے
فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش	آنچہ حق باشد تو زیں غمگیں مباحش
تو میں اس کو اچھی طرح سمجھوں اس کو سزا دوں	جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگیں مت ہو
مر مرا معلوم گردد حال تو	شوہرت را نرم سازم بے عتو
مجھ کو تیرا حال معلوم ہو	تیرے شوہر کو نرم بے نشور کروں
گفت زن در خانہ تو نیک و بد	ہر دم از بہر گلہ آید رود
عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی	ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے
گفت خانہ تو ز ہر نیک و بدے	باشد از بہر گلہ آمد شدے
کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی	شکوہ کے لئے آمد و شد ہوتی رہتی ہے
خانہ سر جملہ پرسودا بود	صدر پر وسواس و پر غوغا بود
خانہ سردار تمام پر سودا رہتا ہے	سینہ پر وسواس و غوغا رہتا ہے
باقی اعضا ز فکر آسودہ اند	واں صدور از صادران فرسودہ اند
باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں	اور یہ اعضائے رئیسہ اس میں فرسودہ رہتے ہیں
ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن	گرد خالی تا رسد از امر کن
شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے	خالی ہو جا تا کہ امر کن سے
برگہا و میوہ ہائے نور غیب	از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب
نور غیب کے برگ اور میوے لگیں	اس کہنے کے بعد بدوں کسی شک کے



درخزان و باد خوف حق گریز	آں شقائقہای پاریں را بریز
تو خزاں اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر	ان پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کر دے
کیں شقائق منع نو اشگوفہاست	کہ درخت دل برائے آں نماست
اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ مانع ہیں ان نئے شگوفوں کے	جن کے نما کے لئے یہ درخت دل ہے
خویش را در خواب کن زیں افتکار	سر ز زیر خواب در یقظت بر آر
اپنے کو اس فکر سے خواب میں کر دے	سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا
ہمچو آں اصحاب کہف اے خواجہ زود	روبا یقاظا کہ تحسہم رقود
مثل ان اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے	جا طرف مضمون تحسہم ايقاظا ہم رقود کے
گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست	گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست
قاضی نے کہا اے صنم تدبیر کیا ہے	کہنے لگی کہ اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے
نصم درودہ رفت و حارس نیز نیست	بہر خلوت سخت نیکو مسکنے ست
مدقابل تو گاؤں گیا ہے اور پاسبان بھی نہیں	تہائی کے لئے بے حد عمدہ مسکن ہے
امشب ار امکاں بود آنجا بیا	کارشب بے سملہ است و بے ریا
آج کی رات اگر امکان ہو اس جگہ آ جا	رات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے
جملہ جاسوساں زخمر خواب مست	زنگی شب جملہ را گردن زد دست
تمام بحس کرنے والے شراب خواب سے مست ہیں	زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے
خواند بر قاضی فسونہائے عجب	آں شکر لب و انگہانے از چہ لب
اس شکر لب نے قاضی پر عجیب انصوں پڑھے	اور پھر کیسے لب سے
چند با آدم بلیس افسانہ کرد	چونکہ حوا گفت خورازگاہ خورد
کتنی آدم علیہ السلام کے ساتھ بلیس نے افسانے کئے	جب حوا علیہا السلام نے کہہ دیا کہ کھا لو اس وقت کھا لیا
اولیں خوں در جہان ظلم و داد	از کف قابیل بہر زن فقاد
اول خون عالم ظلم و عدل میں	قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا
نوح برتابہ چو بریاں ساختے	واہلہ بزمانہ سنگ انداختے
نوح علیہ السلام توے پر بریاں کرتے	واہلہ توے پر پتھر پھینک دیتی

مکر زن برفن او چیرہ شدے	آب صاف وعظ او تیرہ شدے
عورت کا مکر ان کے فن پر غالب ہو جاتا	ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا
قوم را پیغام کردے از نہاں	کہ نگہدارید دیں از گمراہاں
وہ قوم کو خفیہ طور سے پیغام بھیج دیتی	کہ تم لوگ دین گمراہوں سے محفوظ رکھنا
لوط را زن ہنچنیں بدکافرہ	خواندہ باشی قصہ آں فاجرہ
لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی	تو نے اس بددین کا قصہ پڑھا ہو گا
یوسف از کید زلیخای جواں	ماند در زنداں برای امتحاں
یوسف علیہ السلام زلیخاے جوان کے کید سے	زندانی میں رہے امتحان کے لئے
ہر بلا کاندہر جہاں بنی عیاں	باشد از شومی زن در ہر مکاں
جو بلا کہ جہاں میں تم عیاں دیکھو	وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہو گا

جوتی (کہ ایک مسخرہ کا نام ہے) ناداری کے سبب مکر کرنے کے لئے (اپنی) بی بی کی طرف متوجہ ہوتا (اور کہتا) کہ اے میری چاہتی (بی بی) جب تیرے پاس (حسن و جمال کا) ہتھیار ہے تو جا (اس کے ذریعہ سے) کوئی شکار پکڑ (یعنی کسی کو فریفتہ کر) تا کہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دو ہیں (یعنی اس سے کچھ وصول کریں کہ افلاس دور ہو) ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر (اور) فریب کا جال۔ خدا نے تجھ کو کاہے کے لئے دیا۔ شکار کے لئے (پس) جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا (اور) دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا (یعنی وصال کی توقع دلا کر ناکام رکھنا) مقصد تو دکھلا اور اس کو تلخ کام کر (اور) وہ دانہ کب کھاوے گا جب جال میں پھنس جاوے گا (یعنی اول ہی سے کسی ترکیب سے کہیں بند کر دینا پھر وصال کہاں میسر ہوگا جیسا آگے صندوق میں بند کرنا مذکور ہوگا اس مشورہ کے بعد) اس کی بیوی قاضی کے پاس شکایت لے کر گئی کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے (جس کا دل دس طرف ہے میری طرف توجہ نہیں کرتا اور میرے نان و نفقہ کی خبر نہیں لیتا اور اس قسم کی طرح طرح کی باتیں کیں) قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غفلت ہے میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا (اس لئے) اگر تو خلوت میں آوے اے سرو سہی اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے تو میں اس کو اچھی طرح سمجھوں (اور) اس کو سزا دوں جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین مت ہو مجھ کو تیرا حال معلوم ہو تیرے شوہر کو نرم (اور) بے نشوز کر دوں عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے (اور یہ بھی) کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی شکوہ کے لئے آمد و شد ہوتی رہتی ہے (آگے مولانا دماغ و قلب مقیدان غیر اللہ کو خانہ قاضی سے تشبیہ دے کر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ اسی طرح) خانہ سردار تمام پر سودار ہوتا ہے۔ (اور) سینہ (بھی) پر و سواس و غوغا رہتا ہے (اور) باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں اور یہ اعضاء رئیسہ اس (فکر) میں فرسودہ رہتے ہیں (مقصود مولانا کا اس تشبیہ سے ترغیب ہے ان کو ماسوی اللہ سے خالی کرنے کی جس طرح آگے خانہ جوتی کا خالی ہونا مذکور ہوگا چنانچہ آگے اس خلاء مقصود کی تصریح ہے



کہ شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے (یعنی خیالات سابقہ دنیویہ سے) خالی ہو جاتا کہ امر کن سے (یعنی حکم حق و عنایت حق سے) نور غیب کے برگ اور میوہ (یعنی علوم و معارف و احوال اس شاخ قلب پر) لیکن اس کہنے کے بعد بدوں کسی شک کے (اور) تو خزانہ اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر (اور) ان پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کر دے (مراد افکار دنیویہ اور چونکہ خوف حق سے یہ فنا ہو جاتے ہیں اس اعتبار سے اس کو خزاں سے تشبیہ دی ورنہ اصل بہار تو وہی ہے آگے علت ہے بریز کی یعنی) اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ (کہنے) مانع ہیں ان نئے شگوفوں کی جن کے نما کے لئے یہ درخت دل (موضوع) ہے (اور ان ہی جدید شگوفوں کے اعتبار سے وہ خوف حق مثل بہار کے ہے آگے بھی ان ہی افکار غیر اللہ کے ازالہ کا دوسرے عنوان سے مضمون ہے کہ) اپنے کو اس فکر (ماسوی) سے خواب (اور بے خبری) میں کر دے (اور باعتبار حقیقت کے اس کے معنی یہ ہیں کہ) سرزیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا (کیونکہ غیر اللہ کے ساتھ بیداری حقیقت میں خواب ہے اللہ سے اور غیر اللہ سے خواب ہونا حقیقت میں بیداری ہے اللہ کے ساتھ) مثل ان اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے جا طرف مضمون تحسبہم ایقظاً و ہم رقود کے ((یعنی تو بھی ان کے مشابہ ہو جا اس بات میں کہ لوگ تجھ کو باخبر از خلق جانیں اور تو بے خبر از خلق ہو پس مقصود تشبیہ ہے نہ کہ تفسیر آگے قصہ ہے کہ) قاضی نے کہا اے صنم (پھر) تدبیر خلوت کی (کیا ہے کہنے لگی اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے مد مقابل (یعنی شوہر) تو گاؤں گیا ہے اور (کوئی اس کی طرف سے) پاس بان بھی نہیں (جو ہماری نگرانی کرے) تنہائی کے لئے بے حد عمدہ مسکن ہے (سو) آج کی رات اگر امکان ہو اس جگہ آجارات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے (کہ) تمام تجس کرنے والے شراب خواب سے مست (ہوتے) ہیں (اور) زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے (اسی طرح سے) اس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے اور پھر کیسے لب سے (پڑھے نہایت دلفریب لب سے آگے بعض فتن عورتوں کی دلفریبی کے مذکور ہیں کہ) کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ اہلیس نے افسانے کئے (لیکن پختہ اثر نہ ہوا اور) جب حوا علیہا السلام نے کہہ دیا کہ کھا لو اس وقت کھالیا (یہ مٹی ہے ایک تول پر کہ وسوسہ اہلیس سے آدم علیہ السلام صرف متردد ہوئے تھے عزم نہ ہوا تھا اس نے حوا علیہا السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا اور انہوں نے وہ وسوسہ آدم علیہ السلام کے دل میں جمادیا اور گندم کھالیا اسی طرح) اول خون (اس) عالم ظلم و عدل میں قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا (اسی طرح) نوح علیہ السلام توے پر (ماہی کو) بریاں کرتے (کنایہ ہے سامان دعوت ایمان سے کہ غذائے روحانی ہے) ولہلہ (ان کی زوجہ اس) توے پر پتھر پھینک دیتی (جس سے سب غذا غارت ہو جاتی یعنی قوم کو بہکا دیتی جس سے وعظ کا اثر باطل ہو جاتا جیسے آگے آتا ہے یعنی) عورت کا مکران کے فن (وعظ) پر غالب ہو جاتا (اور) ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا (اس طرح سے کہ) وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیج دیتی کہ تم لوگ (اپنا) دین (ان) گمراہوں (یعنی نوح اور مومنین بہ نوح) سے محفوظ رکھنا (اسی طرح) لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی تو نے اس بد دین کا قصہ پڑھا ہوگا (کہ وہ امر دمہمان کے آنے کی اطلاع اپنی قوم کو کر دیتی تھی یہاں فاجرہ سے مراد کافرہ ہے نہ کہ معنی مشہور کہ انبیاء کی ازواج اس سے منزہ ہیں اسی طرح) یوسف علیہ السلام زلیخا کے جوان کے کید سے زندان میں رہے امتحان کے لئے (غرض) جو بلا (وفتنہ) کہ جہان میں تم عیاں دیکھو وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہوگا (ہر بلا کہنا بحکم لہا کثر حکم الکمل ہے اور اس کی اکثریت میں کوئی شبہ نہیں آگے پھر قصہ ہے)۔

رفتن قاضی بخانہ زن جوئی و حلقہ زدن جوئی تند بخشم بر در  
و گریختن قاضی در اندرون صندوق چوں محل دیگر نبود  
قاضی کا جوئی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوئی کا غصہ سے دروازے کی کنڈی  
کھٹکھٹانا اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکر زن پایاں ندارد رفت شب	قاضی زیرک سوی زن بہر دب
عورتوں کا مکر انتہا نہیں رکھتا شب کو	قاضی زیرک عورت کی طرف محبت کے لئے گیا
زن چو شمع و نقل مجلس راست کرد	زاں نوازش شاد شد قاضی فرد
عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل درست کر کے رکھی	اس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا
چونکہ بنشستند باہم ساعتی	تا بر آسایند اندر خلوتی
جب دونوں باہم ایک ساتھ بیٹھے	تاکہ خلوت میں آسودہ ہوں
چوں نشست او پہلوئے زن بامراد	گشت جان پر غمش زاں وصل شاد
جب وہ عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا	اس کی جان پر غم اس وصل سے شاد ہوئی
اندر آں دم جوئی آمد در بزد	جست قاضی مہر بے تادر خزد
اسی وقت جوئی آ پہنچا دروازہ کھٹکھٹاتا	قاضی جلدی سے اٹھا تاکہ کسی گریز کی جگہ میں جا سکے
غیر صندوقے ندید او خلوتی	رفت در صندوق از خوف آں فتنی
بجز صندوق کے اس نے کوئی خلوت نہ دیکھی	صندوق میں چلا گیا اس جوان کے خوف سے
اندر آمد جوئی و گفت اے حریف	اے و بالم در رنج و در خریف
جوئی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف	میری و بال رنج میں اور خریف میں
من چہ دارم کہ فدایت نیست آں	کہ زمن فریاد داری ہر زماں
میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیری فدا نہیں ہے	کہ تو مجھ سے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے
گفت شخصے نزد قاضی رفتی	درہم ناگفتینہا گفتی
ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی	میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں
بر لب نسک کشادستی زباں	گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں
میرے لب خشک پر تو نے زبان کھولی ہے	کبھی تو مجھ کو مفلس کہتی ہے کبھی دیوث



اے جان مجھ میں یہ دو عینیں ہیں	اے جان مجھ میں یہ دو عینیں ہیں
اگر اے جان مجھ میں یہ دو عینیں ہیں	اگر اے جان مجھ میں یہ دو عینیں ہیں
من چہ دارم غیر ایں صندوق و کاں	من چہ دارم غیر ایں صندوق و کاں
میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی	میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی
خلق پندارند زر دارم دروں	خلق پندارند زر دارم دروں
مخلوق یہ سمجھتی ہیں کہ میں اندر خانہ زر کہتا ہوں	مخلوق یہ سمجھتی ہیں کہ میں اندر خانہ زر کہتا ہوں
صورت صندوق بس زیباست لیک	صورت صندوق بس زیباست لیک
صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن	صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن
چوں تن زراق خوب و باوقار	چوں تن زراق خوب و باوقار
جیسے ریاکار کا تن ہوتا ہے خوب اور باوقار	جیسے ریاکار کا تن ہوتا ہے خوب اور باوقار
من برم صندوق فردار را بکو	من برم صندوق فردار را بکو
میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لے جاؤں گا	میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لے جاؤں گا
تابہ بیند مومن و گبر و جهود	تابہ بیند مومن و گبر و جهود
تاکہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں	تاکہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں
گفت زن ہی در گزرائے مردزیں	گفت زن ہی در گزرائے مردزیں
عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد	عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد
بارسن صندوق را دردم بہ بست	بارسن صندوق را دردم بہ بست
ری سے فوراً باندھا	ری سے فوراً باندھا
از پگہ حمال آورد او چو باد	از پگہ حمال آورد او چو باد
صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا	صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا
اندر ایں صندوق قاضی از نکال	اندر ایں صندوق قاضی از نکال
اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے	اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے
کرد آں حمال پیش و پس نظر	کرد آں حمال پیش و پس نظر
اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی	اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی
آں یکے از تست و دیگر از خدا	آں یکے از تست و دیگر از خدا
تو ایک تو تیری طرف سے ہے اور ایک خدا کی طرف سے ہے	تو ایک تو تیری طرف سے ہے اور ایک خدا کی طرف سے ہے
ہستمایہ تہمت و پایہ گماں	ہستمایہ تہمت و پایہ گماں
مایہ تہمت اور بناء گمان ہے	مایہ تہمت اور بناء گمان ہے
داد واگیرند از من زیں ظنون	داد واگیرند از من زیں ظنون
ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں	ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں
از عروض و سیم و زر خالیست نیک	از عروض و سیم و زر خالیست نیک
امتہ اور نقد سے بالکل خالی ہے	امتہ اور نقد سے بالکل خالی ہے
اندر ایں سلسلہ نیابی غیر مار	اندر ایں سلسلہ نیابی غیر مار
اس نوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا	اس نوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا
پس بسوزم درمیان چار سو	پس بسوزم درمیان چار سو
پھر چوراہہ کے درمیان جلا دوں گا	پھر چوراہہ کے درمیان جلا دوں گا
کاندریں صندوق جز لعبت نبود	کاندریں صندوق جز لعبت نبود
کہ اس صندوق میں بجز بے ہودگی کے کچھ نہ تھا	کہ اس صندوق میں بجز بے ہودگی کے کچھ نہ تھا
خورد سو گند آں کہ نلگم جز چنینیں	خورد سو گند آں کہ نلگم جز چنینیں
اس نے قسم کھالی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا	اس نے قسم کھالی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا
خویشتن را کردہ بد مانند مست	خویشتن را کردہ بد مانند مست
اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا	اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا
زود آں صندوق بر پشتش نہاد	زود آں صندوق بر پشتش نہاد
فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا	فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا
بانگ میزد کاے حمال وای حمال	بانگ میزد کاے حمال وای حمال
آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال	آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال
کز چہ سو در میرسد بانگ و خبر	کز چہ سو در میرسد بانگ و خبر
کہ کس طرف سے آواز اور خبر آ رہی ہے	کہ کس طرف سے آواز اور خبر آ رہی ہے

ہاتف ست ایں داعی من اے عجب	یا پری ام میکند پنہاں طلب
یہ میرا پکارنے والا کوئی هاتف ہے اے عجب	یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلا رہا ہے
چوں پیاپے گشت آن آواز بیش	گفت هاتف نیست باز آمد بخویش
جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی	کہنے لگا کہ هاتف نہیں ہے پھر آپے میں آیا
عاقبت دانست کان بانگ و فغاں	بدز صندوق و کسے دروے نہاں
آخر جان لیا کہ یہ بانگ و فغاں	صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے
عاشقے کو در غم معشوق رفت	گرچہ بیرونست در صندوق رفت
جو عاشق کہ معشوق کے غم میں مبتلا ہوا ہو	اگرچہ وہ باہر سے صندوق میں مقید ہوا ہے
عمر در صندوق برد از اندہاں	جز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں
اس شخص نے غموں کے سبب عمر صندوق میں پوری کی ہے	بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا
آں سرے کہ نیست فوق آسماں	از ہوس اورا دراں صندوق داں
جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے	بسبب ہوس کے اس کو اس صندوق میں جان
چوں ز صندوق بدن بیروں رود	اوز گورے سوئے گورے می شود
جب صندوق بدن سے باہر جاوے گا	تو وہ ایک گورے سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے
ایں سخن پایاں ندارد قاضیش	گفت اے جمال و اے صندوق کش
اس مضمون کا انتہا نہیں قاضی نے اس کو	کہا اے جمال اور اے صندوق کش
از من آگہ کن دروں محکمہ	ناہم را زود تر با ایں ہمہ
میرے حال سے خبردار کر دے محکمہ میں	میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے
تاخرد ایں را بزرزیں بے خرد	ہمچنین بستہ بخانہ مابرد
تاکہ وہ اس کو بے عقل سے خریدے	اسی طرح بندھا بندھا یا ہمارے گھر تک لے جاوے
اے خدا قوم رحم مند	تاز صندوق بدن ماں وا خرنند
اے خدا رحم مند قوم کو مسلط کر دے	تاکہ صندوق بدن سے ہم کو خرید لیں
خلق را از بند صندوق فسوں	کہ خرد جزا بنیا و مرسلوں
خلق کو قید صندوق فسوں سے	کون خریدتا ہے بجز انبیاء و مرسلین کے



از ہزاران یک کسے خوش منظرست	کہ بدانند کو بصندوق اندرست
ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے	جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے
آنکہ داند تو نشانش ایں شناس	کوز روح ایں جہاں دارد ہراس
جو شخص جانتا ہے تو اس کی علامت یہ پہچان لے	کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے
او جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں	تا بدایں ضدش گردد عیاں
اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا	جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اس کو عیاں ہوگئی
زیں سبب کہ علم ضالہ مومنست	عارف ضالہ خودست و موقنست
اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے	وہ اپنے گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور یقین رکھنے والا ہے
آنکہ ہرگز روز نیکو خود ندید	او دریں ادبار کے خواہد طہید
جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو	وہ اس ادبار میں کب مضطرب ہو گا
یا بطفلی در اسیری او فتاد	یا خود از اول زما در بندہ زاد
یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہو گیا ہے	یا خود اول ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے
ذوق آزادی ندیدہ جان او	ہست صندوق صور میدان او
اس کی جان نے آزادی کا ذوق نہیں دیکھا	تصویرات کا صندوق اس کا میدان ہو گا
دائما محبوس عقلش در صور	از قفص اندر قفص دارد گزر
ہمیشہ اس کی عقل تصویرات میں محبوس رہے گی	ایک قفس سے دوسرے قفس میں گزر رکھے گا
منفذش نے از قفص سوئے علا	در قفصہا میرود از جا بجا
اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے	قفصوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے
در بنی ان استطعم فانفذوا	ایں سخن باجن و انس آمد زہو
قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ	جن و انس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے
گفت منفذ نیست از گردون شاں	جز بسلطان و بوجی آسمان
یہ فرمایا کہ سموات سے ان کو کوئی منفذ نہیں	جز قوت اور دجی آسمان کے
گرز صندوقے بصندوقے رود	او سمائی نیست صندوقی بود
اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جا رہا ہے	وہ شخص علوی نہیں ہے صندوقی ہے

فرجہ صندوق نو نو مسکرت	در نیابد کو بصندوق اندر ست
نئے نئے صندوقوں کی سیر مت کر دینے والی ہے	وہ اس کا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے
گر نشد غرہ بدیں صندوقہا	ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا
اگر وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا	تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈے گا
آنکہ داند ایں نشانہ آں شناس	کو نباشد بے فغاں و بے ہراس
جو شخص اس کو جانے گا اس کی علامت یہ پہچان لے	کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہو گا
ہمچو قاضی باشد او در ارتعاد	کے شود ز ایں غم دلش یک لحظہ شاد
قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا	اس غم سے اس کا دل کب ایک لمحہ بھی شاد ہو گا
رہوے را گفت آں جمال شاد	کہ برودر محکمہ قاضی چو باد
اس جمال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا	کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا
نائبش را گوی کیں شد واقعہ	برسر قاضی بیامد قارعہ
اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے	قاضی کے سر پر مصیبت آ گئی ہے
شغل را بگزار زود اینجا بیا	زو بخیر سربستہ ایں صندوق را
کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ	جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو
چونکہ رہو شد رسالت را رساند	ہر کہ زو بشنید ایں خیرہ بماند
جب وہ راہرو گیا پیام پہنچایا	جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا
برد القصہ خبر صندوق کش	نائب قاضی حسن را از غمش
القصہ صندوق کش کی خبر نے	قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جا رفتہ کر دیا
آتشے بر کردہ جوے از ملا	کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را
جوجی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی	کہ میں تو اس صندوق کو جلاؤں گا
برسر بازار جوشش عامہ	چیت جوجی می نہد ہنگامہ
بازار میں عوام الناس کا ایک جوش ہے	کیا قصہ ہے وہ جوجی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے

عورتوں کا کمر (جس کا اوپر کے اشعار میں بیان ہے) انتہا نہیں رکھتا (اس کی بے شمار حکایات ہیں اس لئے اس کو چھوڑ کر قاضی کا قصہ بیان کرو کہ) شب کو قاضی زیرک عورت کی طرف صحبت کے لئے گیا عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل (از



قسم فواکہ یا شیرینی وغیرہ) درست کر کے رکھی اس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا جب دونوں باہم ایک ساعت بیٹھے تاکہ خلوت میں آسودہ ہوں جب وہ (قاضی) عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا (اس کی جان پر غم اس وصل سے شاد ہوئی اسی وقت جوتی آ پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا قاضی جلدی سے اٹھا تاکہ کسی گریز کی جگہ میں جا گھسے بجز صندوق کے اس نے کوئی خلوت نہ دیکھی صندوق میں چلا گیا اس جوان کے خوف سے (اور) جوتی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف (اور) میری دہال رنج میں اور خریف میں (یعنی تمام اوقات میں) میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیرے فدا نہیں ہے کہ تو مجھ سے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے (یعنی جو چیز میرے پاس ہے تجھ سے دریغ نہیں پھر کا ہے کو شکایت کرتی رہا کرتی ہے مجھ سے) ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی (اور) میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں میرے لب خشک (یعنی خاموش) پر تو نے زبان کھولی ہے (یعنی باوجودیکہ میں تیری کوئی مذمت نہیں کرتا مگر تو نے میری شکایت کی ہے) کبھی تو مجھ کو مفلس کہتی ہے کبھی دیوٹ اگر اے جان مجھ میں یہ دو علتیں ہیں تو ایک تو تیری طرف سے ہے (یعنی دیوٹ کہ اگر میں ایسا ہوں تو اس کا سبب تیری آوارگی ہو گی) اور ایک خدا کی طرف سے ہے (یعنی مفلس اور یہ تو بتلا کہ) میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی مایہ تہمت اور بناء گمان ہے مخلوق یہ سمجھتے ہیں کہ میں اندر خانہ زر رکھتا ہوں (ورنہ اتنا بڑا صندوق کس کام کا ہے اور) ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں (یعنی صدقہ و خیرات بھی مجھ کو نہیں دیتے) صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن امتعہ اور نقد سے بالکل خالی ہے جیسے (شیخ) ریا کار کا تن ہوتا ہے (کہ باہر سے) خوب اور باوقار (ہوتا ہے لیکن) اس نوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا (کنایہ ہے اخلاق ذمیرہ وغیرہ ہاشرور سے پس) میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لے جاؤں گا پھر چوراہہ کے درمیان (رکھ کر) جلا دوں گا تاکہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں کہ اس صندوق میں بجز بیہودگی کے کچھ نہ تھا۔ عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد (مگر) اس نے قسم کھالی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا (پھر) رسی سے فوراً باندھا (اور) اپنے کودیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا (اور) فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال۔ اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی کہ کس طرف سے (یہ) آواز اور خبر آ رہی ہے یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے اے عجب یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلارہا ہے جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے (اور) پھر آپے میں آیا آخر جان لیا کہ یہ بانگ و فغاں صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ صندوق کے بند ہونے میں کچھ اس قاضی کی تخصیص نہیں) جو عاشق (مجازی) کہ معشوق کے غم (اور عشق) میں مبتلا ہوا ہو اگرچہ (ظاہر میں) وہ باہر ہے (لیکن معنی) صندوق میں مقید ہوا ہے (کیونکہ دل کا پھنس جانا جسم کے پھنس جانے سے اشد ہے پس وہ تعلق اور تصور صندوق سے زیادہ قید ہے اور) اس شخص نے غموں کے سبب (جو عشق میں پیش آئے) عمر صندوق میں پوری کی ہے بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا (آگے اور) تعلیم کرتے ہیں کہ اس میں عاشق مجازی کی بھی تخصیص نہیں بلکہ (جو سرکہ آسمان کے اوپر نہیں ہے) (یعنی جس کی توجہ عالم سفلی میں ہے) بسبب (گرفتاری) ہوس کے اس کو اس صندوق میں جان (پس ایسا شخص) جب صندوق بدن سے باہر (نکل کر قبر میں) جاوے گا تو (یوں سمجھو کہ) وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جارہا ہے (یعنی یہ قبر اس کے لئے نئی چیز نہیں اس سے پہلے بھی وہ قبر ہی میں تھا کہ اس کا قالب مثل تابوت کے مشتمل تھا قلب میت محبوب فی تعلقات الدنیا و ماسوی اللہ پر اور اس سے اوپر تعلقات ماسوی کو صندوق کہا اور یہاں بدن کو سوان تعلقات ماسوی کا محل چونکہ قوی حالہ فی الجسم ہیں اس لئے دونوں



تشبیہوں میں صرف عنوان کا تفاوت ہے معنوں واحد ہے آگے پھر قصہ ہے کہ اس مضمون کا انتہا نہیں (قصہ یہ ہے کہ) قاضی نے اس (جمال) کو کہا اے جمال اور اے صندوق کش میرے حال سے خبردار کر دے محکمہ میں میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے تاکہ وہ اس (صندوق) کو اس بے عقل سے خرید لے اسی طرح بندھا بندھایا ہمارے گھر تک لے جاوے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) اے خدا (ہم پر) رحم مند قوم کو مسلط کر دے تاکہ صندوق بدن سے ہم کو خرید لیں (اس سے خلاصی دینے کے لئے مراد اس قوم سے با شفقت اہل ارشاد ہیں جو قلب کو تعلقات ماسوی سے پاک کر دیں) (آگے تعین ہے قوم رحم مند کی یعنی) خلق کو قید صندوق فسوں (وغرور) سے کون خرید (کر چھڑا) تا ہے بجز انبیاء و مرسلین (اور ان کے وارثان صدق) کے (اول اول اور ثانی تبعاً آگے اکثر گرفتاران تعلقات ماسوی کا جہل بتلاتے ہیں کہ باوجودیکہ یہ لوگ صندوق میں ہیں مگر پھر بھی) ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے (آگے اس جاننے والے کی علامت بتلاتے ہیں کہ) جو شخص (اس بات کو) جانتا ہے تو اس کی علامت یہ پہچان لے کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہر اس رکھتا ہے (یعنی یہاں کے سامان عیش و لذت سے اس کو دلچسپی نہیں بلکہ توحش ہے پس) اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اس کو عیاں ہوگئی (جس طرح صندوق کی تنگی کو وہ سمجھے گا جس نے عالم فراخ دیکھا ہوگا پس اسی طرح جس نے بصیرت سے اس عالم کو دیکھ لیا ہے یہ عالم اور اس کے تعلقات اس کو صندوق نظر آتے ہیں اور ان سے وہ متوحش ہوتا ہے اور) اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے (جیسا حدیث میں ہے الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فبواحق بہا) وہ اپنی گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور (اس پہچاننے میں) یقین رکھنے والا ہے (جیسا مالک اپنی چیز کو یقین کے ساتھ پہچان لیتا ہے یہ دلیل ہے مضمون شعر بالا کی یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ اس نے اس عالم کو دیکھا ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ دارا صلی تو مومن کا وہی ہے وہاں سے جدا ہو جانا ایسا ہے جیسا کوئی گم ہو جانا پس جب انبیاء علیہم السلام نے اس عالم کا تذکرہ فرمایا تو یہ مومن فوراً مثل ضالہ کے اس کو پہچان گیا اور اس کے پہچاننے سے یہ عالم صندوق نظر آیا اور برخلاف اس کے) جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو (یعنی اس کو عالم علوی کی فراخی مشاہدہ نہ ہوئی ہو) وہ اس ادب (دنیوی و تعلقی ماوی) میں کب مضطرب ہوگا (بلکہ اس کی حالت یہ ہوگی ورضوا بالحوۃ الدنیا واطمانوا بہا الا یہ اور ایسا شخص) یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہو گیا ہے یا خود اول ہی سے (یعنی طفلی کے بھی قتل) مان سے غلام پیدا ہوا ہے (جو ایک قسم کی اسیری ہے اس لئے) اس کا جان نے آزادی (اور حریت و خلاصی) کا ذوق نہیں دیکھا (پس ظاہر ہے کہ اس کو قید اور ضدوں کی تنگی کیوں ناگوار ہوگی گو وہ صندوق ہی میں ہو بلکہ) تصویرات کا صندوق اس کا میدان ہوگا (یعنی وہ اسی کو میدان سمجھے گا اور ان تصویرات کے تماشے کو منتہی مقصود کا سمجھے گا اور) ہمیشہ اس کی عقل تصویرات میں مجبوس رہے گی (اور وہ) ایک قفس سے دوسرے قفس میں گزر رہے گا (یعنی کبھی ایک تصویر میں مبتلا ہو گیا کبھی اس سے نکل کر دوسرے میں مبتلا ہو گیا) اس شخص کا منفذ قفس سے علوی طرف نہیں ہے قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے (آگے نفوذ و خروج من جس الدنیا کا طریق ایک آیت سے بطور علم اعتبار کے بتلاتے ہیں کہ) قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ جن وانس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے (اور اس کے بعد) یہ فرمایا ہے کہ سموات سے ان کو کوئی منفذ نہیں بجز قوت اور وحی آسمان کے (یہ عطف تفسیری ہے اس آیت کی یہ تفسیر نہیں ہے کیونکہ آیت کا مدلول تعجیز عن النفوذ اور انتفاء سلطان کا ہے اور مولانا نے امر فانفذوا کو طلب پر اور لا منفذون الا بسلطان کو ترغیب تحصیل سلطان پر محمول فرمایا ہے اس کو علم



اعتبار کہتے ہیں چونکہ مدعائے مقام آیت کی اس تفسیر پر موقوف نہیں بلکہ بدیہی و ضروری ہے اس لئے تفسیر کے انتفاء سے مدعا کے ثبوت میں کوئی قدح نہیں لازم آتا بطور نکتہ کے ایک تائید ظاہری کردی ہے سو اس کے لئے استدلال بطور اعتبار بھی کافی ہے غرض یہ گرفتار صندوق) اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جا رہا ہے (جس سے تصورات دنیویہ کو تشبیہ دی گئی ہے) وہ شخص علوی نہیں ہے (جس کا ذکر بناء علی الاعتبار اس آیت میں ہے ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا بلکہ وہ شخص) صندوقی ہے (اور اس کے لئے) نئے نئے صندوقوں کی (تصورات دنیویہ کی) سیر مست کر دینے والی ہے وہ اس کا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے (اور) گر (کسی تشبیہ سے) وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈھے گا (اور) جو شخص اس کو جانے گا اس کی علامت یہ پہچان لے کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہوگا (بلکہ) قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا اس غم سے اس کا دل لب ایک لحظہ بھی شاد ہوگا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس حمال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا (شاید خوش ہونا اس لئے ہو کہ قاضی نے اس سے کسی انعام کا وعدہ کیا ہوگا) اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے قاضی کے سر پر مصیبت آ گئی ہے کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ جلدی خرید سر بستہ اس صندوق کو جب وہ رہو گیا پیغام پہنچایا جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا القصدہ صندوق کش کی خبر نے قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جا رفته کر دیا (حسن فرضی نام معلوم ہوتا ہے قاضی کا یا نائب کا اور ادھر) جوتی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی کہ میں تو اس صندوق کو جلاؤں گا (اور) بازار میں عوام الناس کا ایک جوش (اور ہجوم) ہے (آپس میں پوچھتے ہیں کہ) کیا قصہ ہے (دوسرا جواب دے رہا ہے کہ میاں) وہ جوتی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے۔

### آمدن نائب قاضی میاں بازار و خریداری کردن صندوق را از جوتی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوتی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند	گفت نہصد بیشتر زر میدہند
نائب آیا کہا کہ تیرا صندوق کتنے کو ہے	جوتی نے کہا کہ تو سو سے تو زیادہ زر دے رہے ہیں
من نمی آیم فروتر از ہزار	گر خریداری کشا کیسہ بیار
میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا	اگر تو خریدار ہو ٹھیلی کھول لا
گفت شرمے دار اے کوتہ نمند	قیمت صندوق خود پیدا بود
نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کر اے مفلس	صندوق کی قیمت تو خود ظاہر ہوتی ہے
گفت شرمے دار از اہل خرد	کس بدیں مقدار ایں را کے خرد
کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر	کوئی شخص اس مقدار سے اس کو کون خرید لے گا
گفت بے رویت شری خود فاسد لیست	بیج مازیر گلیم ایں راست نیست
جوتی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی فاسد ہے	ہماری بیج زیر ہمیں ٹھیک نہیں ہے

برکشایم گر نمی ارزد مخر	تانا باشد بر تو حیفے اے پدر
میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہو گا مت خریدتا	تاکہ اے پدر تم پر ظلم نہ ہو
گفت اے ستار بر مکشائے راز	سربہ بستہ می خرم با من بساز
تائب نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کو مت کھول	میں سربستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنا لے
ستر کن تا بر تو ستاری کنند	تانه بنی ایمنی بر کس مخذ
پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں	جب تک تو امن نہ دیکھ لے کسی پر مت ہنس
بس دریں صندوق چون تو ماندہ اند	خولیش را اندر بلا بنشانده اند
بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں	انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے
انچہ بر تو خواہ ال باشد پسند	برد گر کس آں کن از نفع و گزند
جس چیز کا ارادہ تجھ کو اپنے اوپر پسند ہو	دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے
انچہ تو بر خود رواداری ہماں	می بکن از نیک و از بد با کساں
جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے	نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر
انچہ نہ پسندی بخود از نفع و ضرر	بر کسے پسند ہم اے بے ہنر
جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے	اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر
زانکہ بر مرصاد حق اندر کمیں	می دہد پاداش پیش از یوم دیں
اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے	یوم قیامت سے پہلے بھی پاداش دے دیتا ہے
آں عظیم العرش عرش او محیط	تخت دادش بر ہمہ جانہا بسیط
وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے	اس کے عدل کا تخت تمام جانوں پر مبسوط ہے
گوشہ عرشش تبو پیوستہ است	ہیں مجنباں جز بدیں و داد دست
اس کے تخت کا گوشہ تیرے ساتھ متصل ہے	خبردار بجز دین اور عدل کے مت ہلاتا
تو مراقب باش براحوال خویش	نوش بین در داد و بعد از ظلم نیش
تو اپنے احوال پر نگراں رہ	عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش
پس ہمیں جا خود جزائے نیک و بد	میرسد باہر کسے چوں بنگرد
پس ایسی جگہ نیک و بد کی جزا	پہنچ جاتی ہے اگر ہر شخص دیکھے



واں جزا کاجا رسد در یوم دیں	ہیچ آں بایں نمازند نیک ہیں
اور جو جزا کہ وہاں قیامت کے دن ملے گی	وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے
بے حد و بے عد بود آنجا جزا	دوزخ و نارست جائے ناسزا
اس جگہ وہ جزا بے حد اور بے شمار ہوگی	دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ
گفت آرے انچہ کردم استمست	لیک ہم میدان کہ بادی اظلم ست
جوجی نے کہا کہ بے شک میں نے جو کچھ کیا ظلم ہے	لیکن یہ بھی جان لو کہ ابتدا کرنے والا اصل ظالم ہے
نائب یک بیک ماباد نیم	باسوا دروچہ اندر شاد نیم
نائب نے کہا ہم ایک ایک کر کے سب بادی ہیں	بادجود رویا ہی ہم کیا خوشی میں مشغول ہیں
ہیچو زنگی کو بود شاداں و خوش	او نہ بیند غیر او بیند رخس
مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے	وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اس کا منہ دیکھتا ہے
ماجرا بسیار شد درمن یزید	داد صد دینار و آں ازوے خرید
ماجرا بہت ہوا نیلام میں	اس نے سو دینار دیئے اور وہ اس سے خریدا
ہر دے صندوقی اے بد پسند	ہاتفاں و غیبیانت می خرنند
تو ہر وقت صندوق ہو رہا ہے اے برے عمل کے پسند کرنے والے	تجھ کو ہاتف اور غیبی لوگ خرید رہے ہیں
ایں یقین میدان کا سیرد بندہ	زانکہ در صندوق غمہا ماندہ
تو اس کو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے	کیونکہ غم کے صندوق میں رہا ہوا ہے
بند ہر چہ گشتہ از نیک و بد	ہر یکے بر تو چو صندوقست سد
تو جس چیز کا مقید ہو رہا ہے نیک و بد سے	ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے
تا نگردے زیں ہمہ آزاد تو	کے شوی ایجان زغم دلشاد تو
تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہو گا	غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہو گا

نائب آیا کہا تیرا صندوق کتنے کو ہے جوجی نے کہا کہ نو سو سے تو زیادہ زردے رہے ہیں (مگر) میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا اگر تو خریدار ہو تو تھیلی کھول (اور قیمت) لا۔ نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کرائے مفلس (فی الحاشیہ) اے باوجودیکہ لباس گلیم و صوف داری و آں ہم کو تہ دعویٰ امیرانہ میداری کہ چندان قیمت صندوق می نمی آھ) صندوق کی قیمت تو خود ظاہر اور (معلوم) ہوتی ہے (آگے اسی کی تاکید ہے کہ نائب نے) کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر کوئی شخص اس مقدار سے اس کو کون خرید لے گا جوجی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی

فاسد ہے۔ ہماری بیع زیرِ غیم (یعنی بیع کے مخفی رہتے ہوئے) ٹھیک نہیں ہے (اس لئے) میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہوگا مت خریدنا تا کہ اے پدر تم پر ظلم (یعنی غبن) نہ ہو (یہاں فاسد کے معنی صرف غیر تام ہیں کیونکہ خیارِ رؤیت کے رہتے ہوئے مشتری کو بجز درویت واپسی کا اختیار ہے) نائب نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کو مت کھول میں سر بستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنالے اور یہ بھی احتمال ہو کہ اول مصرعہ دعا ہو یعنی جوجی کی سختی کو دیکھ کر حق تعالیٰ سے دعا کی ہو کہ اے اللہ خیر کچھ قاضی کا پردہ مت کھولیو پھر دعا کر کے جوجی سے معاملہ کے متعلق کہا ہو اور اس جوجی سے یہ بھی چپکے سے کہا کہ خدا سے ڈر اور جس بناء پر تو قیمت بڑھا رہا ہے اس پر ناز مت کر پس (پردہ پوشی کرتا کہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں) (اور) جب تک تو (یقینی) امن نہ دیکھ لے (اور وہ نجات آخرت کے بعد ہوگا) کسی پر مت ہنس بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں (اور تفسیر اس کی یہ ہے کہ) انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے (اور چوں تو میں تنبیہ کر دی کہ تو بھی کسی نہ کسی ایسی بلا میں گرفتار ہوگا کہ اس کا اخفا چاہتا ہوگا پس) جس چیز کا ارادہ تجھ کو اپنے اوپر پسند ہو دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر (اور) جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر (یہ مضمون حدیث کا ہے و ان تحب للناس ماتحب لنفسک و تکرہ لہم ماتکرہ لنفسک او کما قال) اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے یوم قیامت سے پہلے بھی (اکثر) پاداش دے دیتا ہے (سو تعجب نہیں ہے کہ اگر تو دوسرے کو رسوا کرے حق تعالیٰ تجھ کو رسوا کر دے۔ و فیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ و ان ربک بالمرصاد اور لفظ اکثر میں یہ شبہ جاتا رہا کہ بعض اوقات یہاں پاداش نہیں ملتی جواب ظاہر ہے اور اگر پاداش کو مثل کے ساتھ خاص نہ کیا جاوے تو پھر یہ حکم کلی ہے چنانچہ اسکی تحقیق احقر کے رسالہ جزاء الاعمال دیکھنے سے ہو سکتی ہے) وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے (اور) اس کی عدل کا تحت تمام جانوں پر مبسوط (اور مشتمل) ہے (مراد تخت عدل سے خود عدل ہے یعنی اس کی صفت عدل کے احواء سے کوئی چیز خارج نہیں ہے ہر شخص کے لئے وہ اس کا ظہور کر سکتے ہیں چنانچہ آگے یہی مضمون ہے کہ) اس کے تحت (عدل) کا گوشہ تیرے ساتھ (بھی) متصل ہے (پس) خبردار (اس گوشہ کو) بجز دین اور عدل کے مت ہلانا (یعنی جس کے ساتھ جو معاملہ کرو دین اور عدل کا خیال رکھنا ورنہ اگر اس کے خلاف تم نے اس گوشہ تخت عدل کو ہلایا یعنی دین اور عدل کے خلاف کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کیا تو پھر حق تعالیٰ کے عدل کا یہ ظہور ہوگا کہ تم کو بھی ویسی ہی پاداش مل جاوے گی آگے تفریع ہے یہاں پاداش ملنے پر (کہ) تو اپنے احوال پر نگراں رہ (اور) عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے پس اسی جگہ نیک و بد کی جزاء پہنچ جاتی ہے اگر ہر شخص (غور سے) دیکھے اور جو جزاء کہ وہاں قیامت کے دن ملے گی وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے (بلکہ) اس جگہ وہ جزاء بے حد اور بے شمار ہوگی دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ (یہ سب مواعظ بلسان نائب ہیں) جوجی نے کہا کہ بیشک میں نے جو کچھ کیا (وہ فی نفسہ) ظلم ہے لیکن یہ بھی جان لو کہ (بالنظر الی سببہ ظلم نہیں کیونکہ حدیث میں ہے البادی اظلم یعنی) ابتداء کرنے والا اصل ظالم ہے (اس نے جیسا میرے ساتھ کیا کہ میری بی بی سے ارادہ بد کیا اس اعتبار سے مجھ کو ایسا کرنا جائز ہے) نائب نے کہا (کہ ہمارا



کیوں منہ ہے کہ با تعین کسی کو بادی کہیں کیونکہ اگر اپنے اعمال میں غور کریں تو من وجہ) ہم ایک ایک کر کے سب بادی ہیں (پس) باوجود رسیا ہی (وابتلاء بالمعاصی والفضائح کے) ہم (کسی کی بد حالی پر) کیا خوشی میں مشغول ہیں مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے (کہ میں بد صورت نہیں ہوں وجہ یہ کہ) وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اس کا منہ دیکھتا ہے (پس اسی طرح ہر شخص اپنا عیب نہیں دیکھتا حالانکہ دیکھ سکتا ہے چنانچہ اسی واقعہ میں جو جی نے یہ ابتداء کی کہ عورت کے ذریعہ سے مکر کر کے قاضی کو بلا کر پھنسا یا۔ پس یہ بھی اس اعتبار سے بادی ہوا حاصل قصہ یہ کہ) ماجرا بہت ہوا نیلام میں اس نے سودینا ردیے اور وہ (صندوق) اس سے خریدا (آگے مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) تو ہر وقت صندوق ہو رہا ہے اے برے عمل (و معصیت) کے پسند کرنے والے (اور یہی برا عمل صندوق ہے اور مقتضا اس کا تیرا ہلاک اور رخسار تھا لیکن) تجھ کو (نائب کی طرح) ہاتف اور غیبی لوگ خرید (کر چھڑا) رہے ہیں (یعنی قبل تیرے خزی و ہلاک کے تجھ کو ارشاد طریق حق و توبہ و اصلاح کی طرف کر رہے ہیں کہ اس صندوق سے تجھ کو خلاصی ہو اور مراد ان ہوا توف غیبیہ سے اہل اللہ و اہل ارشاد ہیں کہ امت کی خیر خواہی کرتے ہیں) تو اس کو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے کیونکہ غموم کے صندوق میں (گرفتار) رہا ہوا ہے (غموم سے مراد علائق دنیویہ کہ معاصی کا اس میں اور سبب ہیں غموم کے آگے اس صندوق غموم کی یہی تفسیر ہے یعنی) تو جس چیز (یعنی علاقہ) کا مقید ہو رہا ہے نیک و بد سے (نیک و بد سے مراد نفس کا ملائم و غیر ملائم گو باعتبار مذموم ہونے کے سبب بد ہے ان میں) ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سدر راہ ہے (وصول الی فضاء القدس سے) تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہو گا غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہو گا (اور آزاد ہو کر البتہ حیوۃ طیبہ سے مشرف ہو سکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی کما قال تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انشی و هو مؤمن فلنحییہ حیوۃ طیبہ آگے اس آزادی کی مدح اور ترغیب ایک حدیث سے مستنبط فرماتے ہیں)۔

در بیان خبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود من کنت مولاه فعلی مولاه تا منافقاں طعنہ کردند کہ اس بس نبود کہ ما مطیع شدیم وے را کہ مطاوعت کو دے فرماید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا ”میں جس کا آقا ہوں پس علیؑ اس کا آقا ہے“ حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا کہ ہم ان کے فرمانبردار ہو گئے کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کر رہے ہیں

زیں سب پیغمبر با اجتہاد	نام خود و آن علی مولاناہاد
اسی سب سے پیغمبر صاحب اجتہاد نے	اپنا نام اور علی کا نام مولا رکھا ہے
گفت ہر کو را منم مولا و دوست	ایں عم من علی مولائے اوست
فرمایا ہے کہ جس کا میں مولا اور دوست ہوں	میرے ابن الہم علی بھی اس کے مولا ہیں
کیست مولا آنکہ آزادت کند	بند رقت راز پائیت بر کند
مولا کون ہوتا ہے وہ کہ تجھ کو آزاد کرے	غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے

چوں بآزاری نبوت ہادی ست	مومنوں راز انبیاء آزادی ست
جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے	مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے
اے گروہ مومنان شادی کنید	ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید
اے گروہ مومنین خوشی کرو	مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو
لیک میگوئید ہر دم شکر آب	بے زباں چوں گلستان خوش خضاب
لیکن ہر وقت پانی کا شکر کہتے رہو	بدوں زبان کے مثل باغ خوش رنگ کے
بے زبان گویند سرو و سبزہ زار	شکر آب و شکر عدل نو بہار
بدوں زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزہ زار	پانی کا شکر اور موسم نو بہار کے عدل کا شکر
حلبا پوشیدہ و دامن کشاں	مبست ورقاص و خوش و عنبر فشاں
جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں	مست اور رقاص اور خوش اور عنبر فشاں ہیں
جزو جزو آہستن از شاہ بہار	جسم شان چوں درج پر در ثمار
جزو جزو حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب	ان کا جسم ڈبہ کی طرح ثمار کے موتیوں سے پر ہے
مریمیں بے شوئے آہست از مسیح	خامشاں بے لاف و گفتارے فصیح
بہت سی مریمیں بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں	خاموش بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح
ماہ ماہ بے نطق خوش بر تافتہ است	ہر زباں نطق از فراویافتہ است
ہمارا چاند بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے	ہر زبان نے نطق اس کے ہی نور سے پایا ہے
نطق عیسے از فرمریم بود	نطق آدم پر تو آں دم بود
عیسیٰ علیہ السلام کا نطق نور مریم علیہا السلام سے ہے	آدم علیہ السلام کا نطق اس نطق کا پرتو ہے
تازیات گرد و از شکر اے ثقات	بس نبات دیگر ست اندر نبات
تاکہ شکر سے زیادت عطا ہوا ہے ثقہ لوگو	بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں
عکس آں اینجاست ذل من قنع	اندریں طور ست عز من طمع
یہاں اس کا عکس ہے کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے	اس طریق میں ہے کہ عزت پائی جس شخص نے کہ طمع کی
در جوال نفس خود چندین مرو	از خریداران خود غافل مشو
اپنے نفس کی گون میں اتنا مت چل	اپنے خریداروں سے غافل مت ہو



اسی سبب سے (کہ آزادی بند تعلقات سے مطلوب و مدوح ہے جیسا کہ سرخی سے اوپر کا شعر دال ہے اور یہ کہ انبیاء و اولیاء تجھ کو یہی آزادی دینا چاہتے ہیں جیسا کہ سرخی سے چار شعر اوپر کہا گیا ہے ہر دمے صندوقی الخ اور جیسا کہ سرخی سے تقریباً پچاس شعر اوپر کہا گیا ہے خلق را از بند صندوق فسوں کہ خرد جز انبیاء و مرسلوں الخ) پیغمبر صاحب اجتہاد (وکوشش در آزاد کردن امت) نے اپنا نام اور علی کا نام مولا رکھا ہے (چنانچہ ارشاد) فرمایا ہے کہ (اس امت میں) جس کا میں مولا اور دوست ہوں میرے ابن العم علی بھی اس کے مولا ہیں (اور) مولیٰ کون ہوتا ہے (یعنی اس کے کیا معنی ہیں) وہ کہ تجھ کو آزاد کرے (اور) غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے (مولیٰ کے معانی میں سے ایک معنی دوست و محبوب بھی ہیں اور ایک معنی معق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھ کو محبوب بھی ہیں اور ایک معنی معق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھ کو محبوب سمجھے اس پر واجب ہے کہ حضرت علی کو بھی محبوب رکھے اور شان و رود بھی حدیث کا اسی کا قرینہ ہے اور اس کے بعد یہ دعا اللهم وال من والاه بھی اس پر دال ہے لیکن مولانا نے حدیث کو جملہ خبریہ اور مولیٰ کو بمعنی معق قرار دے کر مقصود مقام پر استدلال کیا ہے۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ورثہ الانبیاء کا معق یعنی آزادی دہندہ ہونا ثابت ہوا اور اسی سے مدح و ترغیب بھی مفہوم ہوئی اور یہی مدعا تھا مقام کا اس کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مولیٰ کو بجائے مشترک لفظی کے مشترک معنوی کہا جاوے کہ اس کے معنی مطلق صاحب علاقہ و قرب کے ہیں اور اس کی یہ سب صورتیں ہیں یعنی محبوب ہونا معق ہونا پس حاصل یہ ہوگا کہ حدیث سے مولیٰ ہونا معلوم ہوا جو عام ہے دونوں معنی کو اور اصل عموم میں ارادہ ہے جمیع افراد ممکنہ الاجتماع فی الوجود کا پس اس طرح سے محبوبیت و اعتناق دونوں ثابت ہوئے چنانچہ خود مولانا بھی شعر دوم میں مولا کی تفسیر میں دوست کا لفظ لائے ہیں آگے آپ کے اولاً اور آپ کے ورثہ کے تبعاً معق ہونے پر تفریع کے طور پر مومنین کا اس آزادی سے مشرف ہونا اور ان کو امر بالفرح و الشکر ہے (یعنی) جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے اے گروہ مومنین (خوب) خوشی کرو (اور) مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو۔ (سرو کو پھل نہ ہونے کے سبب آزاد کہتے ہیں شاید سوسن کو بھی اسی لئے آزاد کہتے ہوں) لیکن (نری رسی خوشی کوئی چیز نہیں بلکہ حقیقی خوشی کرو وہ یہ کہ) ہر وقت پانی کا شکر کہتے رہو (جس نے مثل شجر سرو و سوسن کے تمہاری تربیت فرمائی اور آزادی کی صفت بخشی مطلب یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ورثہ مریدین کا شکر ادا کرو بحکم من لم يشكر الناس لم يشكر الله اور یہ شکر) بدوں زبان کے (بھی ادا کرو) مثل باغ خوش رنگ کے (کہ بے زبان شکر ادا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا کہ خوشی کرو پھر کہا کہ رسی خوشی نہیں بلکہ حقیقی خوشی یعنی شکر اب کہتے ہیں کہ شکر بھی صرف زبانی نہیں بلکہ زبان کے ساتھ جنائی اور ارکانی یعنی بالقلب و الجوارح بھی کہ قلب سے محبت کی جاوے اور جوارح سے اطاعت و خدمت چنانچہ معنی شکر کا تعلق تینوں سے مشہور ہے پس بے زبان کہنے سے شکر باللسان کی نفی مقصود نہیں بلکہ اکتفا باللسان کی نفی مقصود ہے چنانچہ احقر نے اس کے ترجمہ میں لفظ بھی اس لئے بڑھا دیا فانظر مرة اخری اور اس میں گویا ایک قسم کی شرح ہو گئی آیت لا تمفرح ان الله لا يحب الفرحین اور آیت قل بفضل الله و برحمته فبذلك فليفرحوا کی اور اس میں اشارہ ہے حقوق شیخ کی طرف کہ اس کا مربی ہونا مقتضی ہے اس کی خدمت و اطاعت کو اور سبب ہے ترقی برکات کا جس کی یہاں سے ساتویں آٹھویں شعر میں تصریح بھی ہے تا زیادت گرد الخ آگے مشبہ بہ یعنی گلستاں خوش خضاب کے بے



زبان شکر کرنے کا مضمون ہے یعنی) بدوں زبان کے ادا کرتے ہیں سر اور سبزہ زار پانی کا شکر اور موسمِ نو بہار کے دل کا شکر (کہ وہ سبب ہوا اشجار کو ان کے مناسب برگ و ثمر و کل کے عطا ہونے کا اور اسی لئے اس کے واسطے عدل کا اثبات کیا گیا اور ان کا شکر پانی اور بہار کے لئے یہ ہے کہ وہ پانی اور بہار کی فیض و عطا کا حالاً اظہار کر رہے ہیں چنانچہ آگے اسی کا بیان ہے کہ) جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں مست اور رقص اور خوشی اور غنیمت شاں ہیں (اور ان کا) جزو جزو حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب (اور) ان کا جسم ڈبہ کی طرح ثمار کے موتیوں سے پر ہے (گویا) بہت سی مریمیں (ہیں کہ) بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں (یعنی مسیح ان کے لپٹن میں ہیں یہاں پھل پھول کو تشبیہ مسیح علیہ السلام سے دی اور وہ اشجار ظاہراً و قالاً خاموش (ہیں اور حالاً بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح (ہیں اور ناطق ہیں شکر آب و بہار کے ساتھ اور بدالالت حال اپنی خاموشی و عدم نطق بالشرک مقالہ کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ) ہمارا چاند (جس سے ہم نے نور و سرور حاصل کیا مراد اس سے موسم بہار ہے خود) بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے (اور) ہر زبان نے نطق اس کے ہی نور سے (کذا فی الغیث) پایا ہے (مطلب یہ کہ ہم اگر ناطق بالشرک نہیں تو کیا ہوا خود ہمارا مشکور غیر ناطق ہے اور بے نطق ہی اس قدر افادہ کر رہا ہے کہ خود اہل نطق کا نطق بھی اسی کا فیض ہے پس جس طرح اس کا عدم نطق اس کے افادہ میں مضمر نہیں ہمارا عدم نطق ہمارے شکر میں مضمر نہیں اور جیسا اس کا عدم نطق افادہ میں نطق سے بڑھ کر ہے کہ فیض نطق بھی اسی سے ہے اسی طرح ہمارا عدم نطق شکر میں نطق سے بڑھ کر ہے کہ اہل نطق سے زیادہ ہم اس کے فیوض و برکات سے منصفی ہیں کہ یہی اظہار ہمارے مناسب حال شکر ہے اور بہار کا دخل نطق میں بواسطہ ہے کہ وہ نشوونما و تعدیل مزاج و انبات اغذیہ وغیرہا کا سبب ہے اور ان سب کا دخل نطق میں ظاہر ہے آگے تمثیل ہے مصرعہ عدم زبان نطق از فردا یافتہ است کی یعنی دیکھو) عیسیٰ علیہ السلام کا نطق نور (و برکت) مریم علیہا السلام سے ہے (اور) آدم علیہ السلام کا نطق اس نفخ (مذکور فی قولہ تعالیٰ و نفخت فیہ من روحی) کا پرتو (اور ظل) ہے (پس گو مریم علیہا السلام خود خاموش تھیں کما قال تعالیٰ و لن اکلم الیوم انسیا اور صاحب اس نطق یعنی حق تعالیٰ اس نطق متعارف سے منزہ ہیں مگر دونوں پیغمبروں کا نطق فیض غیر ناطقوں کا تھا اسی طرح مشبہ میں سمجھو آگے تترہ ہے مضمون لیک میگوئید الخ کا یعنی شکر مربی اور آزادی بخش کا کرتے رہو) تاکہ شکر سے زیادت عطا ہواے ثقتہ لوگو (کیونکہ یہاں) بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں (فیوض و برکات کونباتات سے تعبیر کرنا بمناسبت مشبہ بہ یعنی اشجار کے ہے کہ جیسے بہار ان کے اجزاء نباتات کو ترقی بخشی ہے اسی طرح شکر محسن سے باطنی فیوض میں ترقی ہوگی آگے ترغیب ہے طلب مزید کا جس کا طریق اوپر شکر بتلایا اور مذمت ہے قناعت علی الحاصل کی یعنی) یہاں (دینی نعمتوں میں) اس (قول) کا عکس ہے (جو کہ دنیا کے باب میں وارد ہے کہ عز من قنع و ذل من طمع اور وہاں یہی صحیح ہے لیکن اس کو یہاں مت جاری کرنا روہمت کم مت کرنا یہاں اس کا عکس ہے اس طرح سے) کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے (اور) اس طریق میں (اس کا دوسرا جزو بھی معکوس) ہے کہ عزت پائی جس شخص نے طمع کی (دین میں زیادت کا مطلوب ہونا ظاہر ہے حاصل مقام یہ کہ ان مربیوں کی اطاعت کر اور اپنی ہوا اور رائے سے) اپنے نفس کے گون میں (کہ اس نے تجھ کو مثل صندوق کے اس میں بند کر رکھا ہے) اتنا مت چل (جتنا تو چل رہا ہے اور) اپنے خریداروں سے (اور خلاصی و آزادی بخشے والوں سے کہ شیوخ و مربی ہیں) غافل (اور مستغنی و بے تعلق) مت ہو (بلکہ ان کی اطاعت کر کہ ان کا یہی شکر ہے اور تیرے لئے بھی سبب نجات ہے آگے پھر قصہ قاضی کا ہے)۔



باز آمدن زن جوگی بحکمہ قاضی سال دوم برامید  
آنکہ وظیفہ پار سال بجا آورد و شناخت قاضی اورا  
دوسرے سال جوگی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اس امید  
پر کہ گذشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اس کو پہچان لینا

بعد سالے باز جوگی از محن	رو بزن کرد و بگفت اے چست زن
ایک سال کے بعد پھر جوگی محنتوں سے	عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت
آن وظیفہ پار را تجدید کن	پیش قاضی از گلہ من گو سخن
اس پار سال والے معمول کی پھر تجدید کر	قاضی کے رو برو میری شکایت کی بات کہہ
زن بر قاضی درآمد بازنان	مرز نے را کرد آں زن ترجمان
عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی	ایک عورت کو اس عورت نے ترجمان بنایا
تانه شناسد ز گفتن قاضیش	یاد ناید از بلائے ماضیش
تاکہ بولنے سے قاضی اس کو پہچان نہ لے	بلائے گذشتہ سے اس کو یاد نہ آجائے
ہست فتنہ غمزہ غماز زن	لیک آں صد تو شود ز آواز زن
عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے	لیکن وہ سو گونہ ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے
چوں نمی تانست آوازے فراشت	غمزہ تنہائے زن سودے نداشت
چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی	عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا
گفت قاضی رو تو خصمت را بیار	تا دہم کار ترا با او قرار
قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آ	تاکہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو قراردادوں
جوگی آمد قاضیش شناخت زود	کہ بوقت بقیہ در صندوق بود
جوگی آیا قاضی نے اس کو جلدی نہیں پہچانا	کہ ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا
زوشنیدہ بود آواز از بروں	در ثراء و بیع و در نقص و فزوں
باہر سے اس کی آواز سنی تھی	خرید و فروخت میں اور کمی بیشی میں
گفت نفقہ زن چراند ہی تمام	گفت از جان شرع را ہستم غلام
قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا	کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں

لیک اگر میرم ندارم من کفن	در قمارم مفلس و شش پنج زن
لیکن اگر میں مر جاؤں تو کفن بھی نہیں رکھتا	میں قمار میں مفلس اور شش و پنج کرنے والا رہتا ہوں
زیں سخن قاضی مگر بشناختش	یاد آورد آں دغل واں باختش
اس بات سے قاضی نے غالباً اس کو پہچان لیا	وہ مکر اور اس کی وہ بازی یاد کی
گفت آں شش پنج با من باختی	پار اندر شش درم انداختی
کہنے لگا وہ شش و پنج تو نے میری ہی ساتھ کھیلنا تھا	پارسل تو نے مجھ کو حیرانی میں ڈالا تھا
نوبت من رفت امسال آں قمار	بادگر کس باز و دست از من بدار
میری نوبت تو گزر گئی امسال وہ قمار	کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلنا مجھ سے ہاتھ اٹھا

ایک سال کے بعد پھر جوجی (افلاس کی) محنتوں سے عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت اس پارسل والے معمول کی پھر تجدید کر قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی ایک عورت کو اس عورت نے ترجمان بنایا تاکہ بولنے سے قاضی اس کو پہچان نہ لے (اور) بلائے گذشتہ سے اس کو یاد نہ آ جاوے (سو بولنا تو اس لئے ممکن نہ تھا البتہ ویسے بہت غمزے کئے کہ قاضی کو لبھاوے لیکن کام نہ چلا کیونکہ) عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے لیکن وہ (فتنہ) سو گونہ ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے (اور ابکی بار) چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی (اس لئے) عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا۔ قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آ تاکہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو (انصاف کے ساتھ) قراردادوں (چنانچہ) جوجی آیا (اور) قاضی نے اس کو جلدی نہیں پہچانا (جلدی اس لئے کہا کہ اخیر میں تو پہچان لے گا کما سیاتی اور جلدی نہ پہچاننے کا سبب یہ ہوا) کہ (پارسل کی) ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا (اس کی صورت نہ دیکھی تھی بلکہ صرف) باہر سے اس کی آواز سنی تھی (صندوق کی) خرید و فروخت میں اور (قیمت کی) کمی بیشی میں (پس) قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا (کہ شریعت سے واجب ہے) کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں (انکار نہیں) لیکن (عذر ہے وہ یہ کہ میں اس قدر نادار ہوں کہ) اگر میں مر جاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا (اور) میں قمار میں مفلس اور شش و پنج (یعنی تدبیر و حیلہ) کرنے والا رہتا ہوں (یعنی جس طرح صاحب قمار طرح طرح کے حیلے مال حاصل کرنے کے لئے کرتا رہتا ہے اور پنج و شش قمار ہی کی اصطلاح ہے کما فی الحاشیہ شش و پنج کنایہ از قمارست و شش و پنج بازی کنایہ از مکر و فریب و حیلہ باشد برہان آھ اسی طرح میں بھی ہر طرح کی تدبیر کرتا ہوں مگر مفلس ہی رہتا ہوں پس) اس بات سے قاضی نے غالباً اس کو پہچان لیا (اور) وہ مکر اور اس کی وہ بازی یاد کی (کیونکہ کچھ اس کے جواب میں ذکر تھا حیلہ و فریب کا کچھ شاید آواز پہچانی ہو غرض اس کا ذہن منتقل ہو گیا) کہنے لگا وہ شش و پنج (جس کا تو ذکر کرتا ہے کہ میں پنج و شش زندہ رہتا ہوں وہ) تو نے میرے ہی ساتھ کھیلنا تھا (اور) پارسل تو نے مجھ کو حیرانی میں ڈالا تھا (سو) میری نوبت تو گزر گئی امسال وہ قمار کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلنا مجھ سے ہاتھ اٹھا (اور معاف کر



اور اس سے زیادہ کارروائی اس لئے نہ کر سکا ہوگا کہ اول تو ثبوت نہیں پھر دوسرے اپنی رسوائی)۔  
 فائدہ:- آگے انتقال ہے بمناسبت مضمون تحفظ قاضی عن الفرور کے طرف مضمون توفی اہل اللہ عن علائق  
 الدنیا و ماسوی اللہ کے بغرض ترغیب طالبین کے ان کے اتباع میں اور ان علائق سے خروج میں بواسطہ ان کے  
 اتباع کے اور ساتھ ساتھ مدح بھی ہے اہل اللہ کی اور بیان ان کے فضائل کا۔

ازشش و از پنج عارف گشت فرد	محترز گشت ست زیں شش پنج نزد
شش سے اور پنج سے عارف علیحدہ ہو گیا	اس شش و پنج نزد سے محترز ہو گیا
رست او از پنج حس و شش جہت	از و رائے آل ہمہ کرد آگہت
وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا	ان سب کے مادراء سے اس نے تجھ کو آگاہ کیا ہے
شد اشارات اشارات ازل	جاوزا لاوہام طراً و اعترل
اس کے اشارات اشارات ازل کے ہیں	اس نے تمام اوہام سے تجاوز کیا ہے اور یکسو ہوا ہے
زیں چہ شش گوشہ گر نبود بروں	چوں برآرد یوسف را از دروں
وہ اس جاہ شش گوشہ سے اگر خارج نہیں ہے	تو یوسف کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے
واردے بالائے چرخ بے ستن	جسم او چوں دلو و رچہ چارہ کن
وہ وارد ہے چرخ بے ستون سے باہر	اس کا جسم مثل ذول کے کنویں کے اندر تدبیر کر رہا ہے
یوسفان چنگال درد لوش زدہ	رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ
طالبین نے اس کے دلو کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے	چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے
دلوہائے دیگر از چہ آب جو	دلو او فارغ ز آب اصحاب جو
دوسرے دلو تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں	اس کا دلو پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے
دلوہا غواص آب از بہر قوت	دلو او قوت و حیات جان حوت
دوسرے دلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے	اس کا دلو قوت ہے اور جان حوت کی حیات ہے
دلوہا وابستہ چرخ بلند	دلو او در اصبعین زور مند
دوسرے دلو تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں	اس کا دلو قوی کے بین الاصبعین میں ہے
دلو چہ و جبل چہ و چرخ چی	ایں مثال بس ریک ست اے انخی
دلو کیا چیز ہے اور رکن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے	یہ مثال بالکل ریک ہے اور اے بھائی

از کجا آرم مثال بے شکست	کفو او نے آید و نے آمدست
میں ناشکستہ مثال کہاں سے لاؤں	اس کا مثل تو نہ آوے اور نہ آیا
صد ہزاراں مرد پنہاں دریکے	صد کمان و تیر درج ناو کے
لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں	سو کمان اور تیرا ایک ناوک میں درج ہیں
مارمیت اذرمیت فتنہ	صد ہزاراں خرمن اندر خفہ
مارمیت اذرمیت کا مصداق ایک امتحان ہے	لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر
آفتابے در یکے ذرہ نہاں	ناگہاں آں ذرہ بکشايد دہاں
ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے	ناگہاں وہ ذرہ منہ کھول دے
ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں	پیش آں خورشید چوں جست از کمیں
تو سب افلاک و زمین ذرہ ذرہ ہو جائیں	اس خورشید کے سامنے جبکہ وہ کمین سے نکلے گے
ایں چنیں جانے چہ در خورد تن ست	ہیں بشو اے تن از یں جان ہر دو دست
ایسی روح کیا لائق تن ہے	ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال
اے تن گشتہ وثاق جان بس ست	چند تاند بحر در مشکے نشست
اے تن جو کہ روح کا غانہ ہو رہا ہے بہت ہے	کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کر سکتا ہے
اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر	اے مسیحان نہاں در جوف خر
اے ہزاروں جبرئیل ہیں بشر کے اندر	اے بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں
اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد	واقف از خوف ست درست از نیک و بد
اے کلیم اللہ ہیں نمد میں	جو کہ خوف کی چیز سے واقف بھی ہیں اور نیک و بد سے چھوٹ بھی گئے ہیں
اے حبیب اللہ نہاں در غارتن	گنج ربانی نہاں در مار تن
اے حبیب اللہ نہاں ہیں غارتن میں	گنج ربانی ہے نہاں مارتن میں
اے ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس	اے غلط انداز عفریت و بلیس
اے ہزاروں کعبے پنہاں ہیں کنیسہ میں	اے غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا
سجدہ گاہ لامکانی در مکاں	مر بلسیان راز تو ویران دکاں
لامکانی کا سجدہ گاہ مکان میں	ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی



کہ چرا من خدمت ایں طین کنم	صورت دوں رالقب چوں دین کنم
کہ میں اس مٹی کی خدمت کیوں کروں	ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں
نیست صورت چشم را نیکو بمال	تابہ بنی شمع نور جلال
یہ صورت نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل	تاکہ تو شمع نور جلال کو دیکھے

شش اور پنج سے (بالتفسیر الائی فی الشعر الائی) عارف علیحدہ ہو گیا (اور) اس شش و پنج زد (یعنی تدابیر تحصیل دنیا) سے (بھی محترز ہو گیا اور تفسیر مصرعہ اولیٰ کی یہ ہے کہ) وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا (ان میں ایک مدرک مبنی للفاعل اور ایک مدرک مبنی للمفعول ہے مطلب یہ کہ بجز حق تعالیٰ کے اس کا کسی سے تعلق نہیں رہا نہ مدرکات سے نہ مدرکات سے اور چونکہ اس پنج و شش سے خلاصی یافتہ ہے اسی لئے) ان سب کے ماوراء (و ما فوق) سے اس نے تجھ کو آگاہ کیا ہے (یعنی اس کا ماوراء محسوسات و ما فوق العالم السفلی سے خبر دینا دلیل ہے اس کی کہ اس کو عالم علوی سے اتصال ہے اور یہ علامت ہے عالم سفلی سے خلاصی پانے کی بدوں اس کے وہ اتصال نہیں ہوتا پس یہ آگاہ کروں اس رستن پر مبنی ہے اور اس کا یہ آگاہ کرنا علم مکتسب سے نہیں بلکہ اس کے اشارات (حکما) اشارات ازل (یعنی علم الہی قدیم) کے ہیں (یعنی اس کا علم فیض و ہی علم حق کا ہے اور) اس نے تمام اوہام (یعنی علوم مکتسبہ تخمینہ) سے تجاوز کیا ہے اور (اس سے یکسو ہوا ہے اور جس طرح آگاہ کروں کہ تعلیم و افادہ قالی ہے دلیل ہے رستن کی کما ذکر اسی طرح طالبان راہیروں از چاہ کردن کہ تربیت و افادہ عالی ہے دوسری دلیل ہے اس رستن کی اور رستن کے ساتھ رہانیدن کی آگاہی اس کے فرماتے ہیں کہ) وہ (عارف) اس چاہ شش گوشہ سے (یعنی عالم شش جہت سے کہ مثل چاہ کے ہے) اگر خارج ہے تو یوسف (یعنی طالب) کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے (کیونکہ جو شخص خود کنوئیں کے اندر ہو وہ دوسرے کو کنوئیں سے نہیں نکال سکتا اسی طرح جو شخص خود تعلقات ماسوی اللہ میں آلودہ ہو اس کی تعلیم و تربیت و صحبت میں عادت یہ اثر نہیں ہوتا کہ دوسرے کے یہ تعلقات قطع ہو جاویں پس) وہ (باعتبار روح کے) وارد ہے کالوار الذی اخرج یوسف المذکور فی قوله تعالیٰ فارسلوا واردہم) چرخ بے ستون سے باہر (یعنی عالم غیب میں اور) اس کا جسم مثل ڈول کے کنوئیں کے اندر تدبیر (اخراج یوسف کی) کر رہا ہے (اس میں ایک سوال کا بھی جواب ہے اور برآورد یوسف را از دروں کا طریق بھی ہے یعنی اگر کسی کو شبہ ہو کہ تمہارا یہ کہنا کہ رست اواز پنج خس و شش جہت کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ہم عارف کو بھی اسی کنوئیں میں مشاہدہ دیکھتے ہیں پس جب یہ خود چاہا میں ہے تو دوسرے کو کیا نکالے گا جواب اس کا یہ ہے کہ عارف میں جو مرتبہ روح کا ہے ان احکام کا محکوم علیہ وہ ہے سو وہ اس چاہ سے خارج ہے اور جس کو تم چاہ کے اندر دیکھتے ہو وہ اس کا جسم ہے مگر وہ بھی مقید ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ آلہ اخراج ہونے کی حیثیت سے جیسا دلو ہوتا ہے کہ وہ بھی چاہ کے اندر ہوتا ہے مگر اس میں محبوس نہیں ہوتا بلکہ اگر کسی محبوس کو نکالتے ہیں تو اس کا ذریعہ یہی دلو ہوتا ہے پس اسی طرح عارفین اپنے جسم سے یہاں ہیں تاکہ تم کو اپنے اندر لے کر پھر تم کو اپنی روح کے افعال سے نکال لیں ورنہ اگر وہ جسم سے بھی تمہارے ساتھ ساتھ نہ ہوتے تو تمہاری خلاصی کی کوئی صورت نہ ہوتی یا اگر ان میں روح کا مرتبہ خارج نہ ہوتا تب بھی تمہارے اخراج کے لئے وہ کافی نہ تھے

جیسے فرض کرو کہ کوئی شخص ڈول سمیت کنویں کے اندر آ گرے وہ دوسرے کو نہیں نکال سکتا اور اسی تشبیہ سے بطور جملہ معترضہ کے ایک اور مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جس طرح دلو کے ساتھ تمسک اسی وقت تک مفید ہے جب تک کہ رس نے واسطہ سے یہ دلو اس وارد کے ہاتھ سے تعلق رکھے ورنہ اگر رس چھوٹ جاوے ٹوٹ جاوے تو پھر یہ تمسک غیر مفید ہے اسی طرح جسم کی صحبت و خدمت و تعلق اسی وقت تک مفید ہے جب تک اس جسم کا علاقہ روح سے ہے ورنہ بعد مفارقت کے تمسک بالجسم کعبۃ القبر بالکل بیکار ہے آگے چارہ کنی مذکور فی ہذا الشعر کا فائدہ مرتبہ ہے کہ (طالبین نے اس کی دلو کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے) (اور اس کی بدولت) چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے دوسرے دلو تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں (اور) اس (عارف) کا دلو پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے (جو چاہ میں محبوس ہیں دوسرے دلووں سے مراد دوسروں کے اجسام اور پانی سے مراد مطلوبات دنیویہ یعنی اور لوگ تحعات کے طالب ہیں یہ شخص انقاز کی کوشش کرتا ہے اور یہ سب شاہد ہے) دوسرے دلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے (اور) اس کا دلو (خود) قوت ہے اور جاں حوت کی حیات ہے (حوت سے مراد طالب حق جو اس چاہ عفن کدر نزر الماء میں محبوس ہونے کے بعد دلو کے ذریعہ سے نکل کر دریا سے اس کا اتصال ہو گیا) دوسرے دلو تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں (اور) اس کا دلو قوی (مطلق) کے بین الاصبغین میں ہے (اور بالائے چرخ ہے جس کو اوپر قریب کلام میں بھی کہا تھا وارد ہے بالائے چرخ بے ستن مطلب یہ کہ اوروں کے اجسام کا تمام تر تعلق عالم عناصر سے ہے جس میں فلکیات متصرف ہیں اور اس عارف کے جسم کا معتد بہ تعلق کہ صدور طاعات ہے جو ارجح سے حق تعالیٰ سے ہے کما ورد کنت سمعہ الذی یسمع بی و بصرہ الذی یبصر بی اور ان اشعار میں عارف کے جسم و روح و مقام روح کو صریحاً اور تعلق جسد و روح کو مفہوماً تشبیہ دی ہے دلو اور وارد اور مالائے چرخ اور رس سے آگے ان مثالوں کا ناقص ہونا بتلاتے ہیں کہ) دلو کیا چیز ہے اور رس کیا چیز ہے (اور اسی کے ساتھ وارد بھی حکماً مذکور ہو گیا کہ وہ بھی کیا چیز ہے) یہ مثال بالکل رکیک ہے اور اے بھائی (اس سے مماثلت من کل الوجوہ مت سمجھ جانا رہا کوئی یہ کہے کہ پھر تمام مثالیں لے آؤ سو اس کا جواب یہ ہے کہ) میں ناشکستہ (وغیر ناقص) مثال کہاں سے لاؤں (کیونکہ) اس (عارف) کا مثل تو (ان اشیاء محسوسہ میں) نہ (وجود میں) اور نہ (کبھی وجود میں) آیا (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے خصوصاً روح کہ اصل عارف ہے وہ خود غیر محسوس ہے خصوصاً جب اس میں نسبت مع اللہ کا لحاظ کیا جاوے پس غیر اشرف میں اشرف کا مماثل اور محسوسات میں غیر محسوس کا مماثل اور متعلقات بما سوی اللہ میں متعلق مع اللہ کا مماثل کہاں پایا جاوے گا پھر مثال کے تام ہونے کی کیا صورت ہے جب آوے گی رکیک ہی آوے گی آگے اس کی امثلیت اور افضلیت جو مصرعہ کفو او نے آید الخ میں مجملاً مذکور ہوتی ہے اور اس امثلیت و افضلیت کی بناء کہ اس کی روح کا تعلق مع اللہ ہے ذکر فرماتے ہیں یعنی وہ عارف ایسا ہے گویا) لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں (اور گویا) سوکماں اور تیر ایک ناوک میں درج ہیں (فی الغیث ناوک مصغر ناوست چو بے باشد مجوف میاں خالی آہ فی الحاشیہ بعد ہذہ العبارة کہ دراں تیر نہادہ انداز ندالی قولہ دستور است کہ تیر را در ناوک نمی دارند بلکہ در ترکش دارند و تن عارف چنان ناوک ست کہ صد تیر و کمان درد مندرج ست آہ مختصراً مطلب اس کا ایسا ہے لیس علی اللہ بمستنکر وان یجمع العالم فی واحد کما قال تعالیٰ ان ابراہیم کان امة قانتاً للہ



الایہ اور وہ عارف بوجہ نسبت فنامع اللہ کے) مارمیت اذرمیت کا مصداق (اور) ایک امتحان (الہی) ہے (قال تعالیٰ و جعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اور امتحان ہونا اس کا اقل درجہ یہ ہے کہ لوگ اس کو اپنا مثل سمجھ کر انکار و اعتراض سے پیش آتے ہیں اور اس کی روح کی جانب کو نہیں دیکھتے اور وہ) لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر (یہ اور اوپر صد ہزار ان مرد اور صد کمان اور بعد میں آفتابے یہ سب تشبیہات ہیں باعتبار وسعت روح اور ضیق جسم کے اور وہ گویا) ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے (اور اگر) ناگہاں وہ درہ (جس میں آفتاب نہاں ہے) منہ کھول دے (جس کے کھولنے سے اس آفتاب کی شعاعیں پھیلنے لگیں) تو سب افلاک وزمین ذرہ ذرہ ہو جاویں اس خورشید کے سامنے جب کہ وہ کمین سے (یعنی اس ذرہ سے جس میں وہ پوشیدہ تھا) نکلنے لگے (اس کا نکلنا اس کی شعاعوں کا پھیلنا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی عارف کی زبان القاء افادات و اظہار و اردات کے لئے کھلتی ہے جس سے روحانی فیض اس کا پھیلنے لگتا ہے تو اس وقت تمام عالم بے قدر اور ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے خود اس کی عظمت کے سامنے بھی اور اس لئے بھی کہ اس کلام سے دوسرے عالم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے آگے جسم کا لاشی ہونا روح کے مقابلہ میں اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ اہل اللہ کو صرف جسمیت کی حیثیت سے نہ دیکھا جاوے جیسا آگے عنقریب شعر اخیر نیست صورت میں اس کی تصریح بھی ہے پس فرماتے ہیں کہ) ایسی روح (جس کا بیان ہوا) کیا لائق تن ہے (آگے شاعرانہ خطاب ہے کہ) ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال (یعنی اس کو چھوڑ) اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے (جتنا تو نے اس کو اپنے اندر رکھا یہ رکھنا) بہت ہے (بس اب) کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کر سکتا ہے (اس سے مقصود یہ نہیں کہ تو روح کو چھوڑ دے بلکہ شاعرانہ پیرایہ میں دونوں کا متناسب نہ ہونا یعنی روح کا اعلیٰ اور جسم کا ادنیٰ ہونا بتلاتے ہیں آگے پھر وہی مضمون ہے آفتابے دریکے ذرہ اور اس پر اسی مضمون کی تفریع ہے جو انچنیں جانے میں مذکور ہوا تھا یعنی) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں جبریل ہیں بشر کے اندر (اور) اے (روح عارف کہ گویا) بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں (کہ مثال ہے تن کی اور) اے (روح عارف کہ گویا) کلیم اللہ ہیں مند میں جو کہ خوف کی چیز ہے واقف بھی ہیں (یہ علم معرفت ہے) اور نیک و بد (یعنی نافع و مضر فی الدنیا) سے جھوٹ بھی گئے ہیں (یہ عمل بمقتضائے علم مذکور ہے اور) اے (روح عارف کہ گویا) حبیب اللہ نہاں ہیں غارتن میں (جس طرح رسول اللہ و حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں جا کر پوشیدہ ہوئے تھے اور تو گویا) گنج ربانی ہے (جو) نہاں (ہے) (مارتن میں) (اور) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں کعبے نہاں ہیں کینہ میں (ان سب اشعار میں تشبیہات روح و جسد کی ہیں وجہ تشبیہ ہر جگہ ظاہر ہے یعنی نفیس ہونا اور خسیس ہونا اور) اے (روح عارف) غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا (کہ اس نے صرف جسم کو دیکھا کما یدل علیہ عذرہ خلقتہ من طین اس لئے غلطی میں پڑ گیا اور اے روح عارف کہ تو) لامکانی کا سجدہ گاہ (ہے) مکان میں (یعنی ملائکہ کا سجدہ گاہ بنا جن کو لامکانی کہنا بمقابلہ مکان غنصری کے ہے کہ مکان فلکی میں بوجہ کم تغیر ہونے کے ایک گونہ مشابہت ہے مجردات کے ساتھ جو حقیقتہً لامکانی ہیں اور در مکان کے معنی اس صورت میں مناسب ہیں کہ فی الارض لئے جاویں جیسا کہ ایک قول مشہور ہے کہ سجدہ قبل دخول جنت کے ہوا تھا اور اس پر اگر شبہ ہو کہ پھر اباء عن السجدہ کے بعد شیطان سے کہا گیا فاخرج منها جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ جنت میں تھا اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اہل سموات سے سجدہ وہاں ہی کرایا گیا ہو اپنے کو ادھر متوجہ کر

کے ساجد ہونے سے اور ابا عن السجدہ کی وجہ سے اس کو سموات سے خارج کر دیا گیا ہو واللہ اعلم اے روح) ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی (اور ویران اس لئے ہوئی کہ اس نے کہا) کہ میں اس مٹی کی خدمت (اور تعظیم) کیوں کروں (اور) ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں (دین سے مراد دینی لقب یعنی سجدہ گاہ مثلاً پس اس سے مطرود ہو گیا یہی ویرانی ہے دکان کی مولانا ابلیس کا رد فرماتے ہیں کہ ارے احمق) یہ صورت (محض نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل تا کہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے) کہ وہ روح ہے جو مثل شعاع کے ظل ہے نور حقیقی کا)۔  
فائدہ:- آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف۔

### باز آمدن بقصہ شہزادہ و ملازمت او حضرت شاہ

شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

شاہزادہ پیش شہ حیران ایں	ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طیس
شہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا	اس نے ایک مشت گل میں ہفت آسمان دیکھے
ہیچ ممکن نے بہ بکھے لب کشود	لیک جان با جان دے خامش نبود
بحث میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا	لیکن جان جان کی ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی
آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست	اسنہمہ معنی ست پس صورت زچست
اسکے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ نہایت خفی ہے	یہ سب باطن ہے صورت کس غرض سے ہے
صورتے از صورتت بیزار کن	خفتہ مر خفتہ را بیدار کن
یہ ایک صورت ہے تجھ کو صورت سے بیزار کرنے والی	ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا
آں کلامت می رہاند از کلام	واں سقامت می جہاند از سقام
وہ کلام تجھ کو کلام سے چھڑاتا ہے	اور وہ مرض تجھ کو مرض سے نکال دیتا ہے
پس سقام عشق جان صحت است	رنجہا لیش حسرت ہر راحت است
پس بیماری عشق صحت کی جان ہے	اس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں
اے تن اکنوں دست خود از جان بشو	ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو
اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو	اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر

شاہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا (کہ) اس نے (وہاں) ایک مشت گل (یعنی تن شاہ) میں ہفت آسمان دیکھے (یعنی روح کامل دیکھی جو بمنزلہ ہفت گردوں بلکہ مجموعہ عالم کے بلکہ اس سے بھی افضل ہے جیسا اس سرخی سے اوپر کے شعاع میں مذکور ہوا جن میں یہ مضمون طین کا بھی ہے اور یہ حالت دیکھ کر اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا



جس کا ذکر تیسرے شعر میں ہے آمدہ در خاطرش مگر ہیبت کے مارے جس کا سبب علاوہ اس کی ظاہری عظمت سلطنت کے اس کا ملیت کا مشاہدہ بھی تھا) بحث (و سوال) میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا لیکن (شہزادہ کی) جان (شاہ کی) جان کے ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی (یعنی اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا جس پر بادشاہ مطلع ہوتا تھا یہ معنی ہیں خاموش نہ ہونے کے پھر اس نے اپنے تصرف سے کوئی جواب اس کے قلب میں القاء کیا ہو مثلاً وہی جواب جو مولانا آگے نقل کریں گے تو اس صورت میں جان با جان خامش نبود نہوں طرف سے ہو جاوے گا یا نہ کیا ہو اور ظاہر یہی ہے بقرینہ عدم نقل جیسا میرے ترجمہ میں اس ہی ظاہر کو اختیار کیا گیا ہے تو اس صورت میں جان با جان خامش نبود ایک جانب سے ہو جاوے گا اور مولانا کا جواب دینا بمقتضا مقام ہو جاوے گا اور وہ سوال یہ تھا کہ) اس کے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ (مسئلہ) نہایت خفی ہے (جس کا بیان آگے ہے یعنی یہ بات کہ) یہ سب (جو کہ نفث گردوں کا جامع بالتفسیر المذکور آنفاً دیکھا جاتا ہے) باطن (اور روح) ہے (کہ یہ وسعت اور جامعیت اسی میں ہے پس جزء مقصود انسان میں وہی ہوا تو) صورت کس غرض سے ہے (اس لئے کہ اس صفت میں صورت کو کوئی دخل نہیں تو اگر روح کے تعلق سے تن جسم کے ساتھ کیا فائدہ ہوا یہ سوال ہے آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس سوال منقول کو دیکھ کر شاید اور کسی کو یہی سوال پیدا ہو پس فرماتے ہیں کہ) یہ ایک صورت ہے تجھ کو صورت سے بیزار کرنے والی (جو ظاہر میں ایسا ہے کہ گویا) ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا (خفتہ سے تشبیہ دی صورت کو کہ اصل صفت اس کی غفلت ہے اور بیداری اس میں تعلق روح کے واسطے سے آئی ہے مگر باوجود اس کے بھی اقتضائے بشریت سے اس صفت اصلہ کا اثر اس میں کم و بیش رہتا ہے اس لئے اس کو خفتہ سے تشبیہ دی گئی اس میں صورت کا فائدہ بیان کیا ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ عوام کو روح کامل سے اگر وہ بدن سے مجرد ہوتی بوجہ عدم مناسبت کے فیض نہ ہو سکتا جیسا عامہ کو کالمین اموات سے نہیں ہوتا اب ان میں مابہ الاشتراک صورت ہے جس سے باہم مناسبت ہو گئی فیض ممکن ہوا جس کا حاصل بیزاری از صورت اور بیداری از غفلت ہے پس صورت سے جو یہ بیزاری ہو رہی ہے جس پر سوال دال ہے یہ اس صورت ہی کا طفیل ہے اور غفلت سے جو یہ بیداری ہو رہی ہے جس سے سوال ناشی ہوا ہے یہ اس خفتہ ہی کی بدولت ہے اور اسی اشتراط مناسبت کی بناء پر حق تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ممتن بہا میں من انفسکم بڑھایا ہے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے (یعنی) وہ کلام (جو کہ اس کی صورت سے صادر ہوتا ہے اور مشتمل ہوتا ہے ارشاد پر) تجھ کو کلام (مانع عن المقصود) سے چھڑاتا ہے (ورنہ روح کا کلام کہاں سنا جاتا) اور وہ مرض (عشق جو کہ اس کے جسم کو لاحق ہوتا ہے) تجھ کو مرض (باطنی) سے نکال دیتا ہے (اور جس عشق سے دوسرا متاثر ہوتا ہے وہی ہے جس کے آثار کا دوسرے کو بھی ادراک ہو مثل غلبہ مواجید و احوال اور اس میں بوجہ ان کے صفت نفس ہونے کے جسم کی بھی شرکت ہے بخلاف روح محض کے کہ اس کا عشق اور اس کے آثار از بس لطیف ہیں چنانچہ کالمین پر جب اس کا غلبہ ہوتا ہے عوام الناس اس حالت میں ان کے کمال کو نہیں پہچان سکتے پس مستفید بھی نہ ہوتے یہاں تک جواب ہو گیا آگے اس شبہ کا دفع ہے کہ کیا عشق بیماری ہے جیسا تم کہتے ہو جواب دیتے ہیں کہ گویا ہر وہ بیماری ہے کما قالہ الاطباء لیکن جب اس میں یہ اثر ہے کہ می جہاند از سقام) پس (یہ) بیماری عشق (باعتبار اسی اثر کے تو) صحت کی (بھی) جان ہے (کیونکہ صحت سے اصلی غرض راحت ہے اور) اس کے رنج (و غموم) ہر راحت کا رشک ہیں (چنانچہ مشاہد بھی ہے کہ

جس قدر تعلق مع اللہ بڑھتا جاتا ہے راحت میسر ہوتی ہے پس اس غایت کے اعتبار سے وہ مرض صحت سے افضل ہوا پھر اگر کسی فن کی اصطلاح پر اس کو مرض کہا جاوے تو کیا مضر اور کیا محل شبہ ہوا چونکہ ابھی مضمون جواب میں بھی اور سرخی سے پہلے بھی روح کی فضیلت ثابت ہوئی ہے اور مجموعہ مقامین سے جسم عوام کا بے قدر ہونا بھی کیونکہ اشعار مقام میں خواص کے تو جسم کی بھی برکت بیان کی ہے آگے بطور تفریع کے جسم محبوب کو خطاب ہے کہ (اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو) یعنی روح کو اپنا مت سمجھ اور اس کو چھوڑ) اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر (جس میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کی اصلاح کرے کہ گویا جان جدید ہوگی اور اس میں عود ہے سرخی سے نو شعر قبل کے شعر کی طرف اچھپیں جانے اٹخ آگے پھر قصہ ہے)۔

در بیان نوازش و احترام شاہ چین شاہزادہ غریب عاشق را  
شاہ چین کے پردیسی (عاشق شہزادے) کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل آں شہ نیک اور امی نواخت	اوازاں خورشید چوں مہ میکداخت
حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا	وہ اس خورشید سے چاند کی طرح گھلتا تھا
آں گداز عاشقاں باشد نمو	ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو
عشاق کا وہ گداختہ ہوتا نمو ہے	ماہ کی طرح گدازش میں بھی تازہ رو ہیں
جملہ رنجوران دوا دارند امید	نالدایں رنجور کم افزوں کشید
تمام مریض دوا کی امید کرتے ہیں	یہ مریض نالہ کرتا ہے کہ میرا اور افزوں کردد
جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں	رنج افزوں جوید و رنج و حنین
تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ	رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے
خوبتر زبں سم ندیدم شربتے	زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا	اس مرض سے خوشتر کوئی صحت نہیں دیکھی
زیں گنہہ بہتر نباشد طاعتے	سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
اس گناہ سے کوئی طاعت بہتر نہ ہو گی	بہت سے برس اس دم کی نسبت ایک ساعت ہیں
مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق	دل کباب و جان نہادہ بر طبق
ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا	دل کباب اور جان طبق پر رکھی تھی
گفت شاہ از ہر کسے یک سر برید	من زشہ ہر لحظہ قربانم جدید
کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک سر کاٹا	میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں



من فقیرم از زر و از سرغنی	صد ہزاراں سر خلف داداں سنی
میں زر سے فقیر ہوں اور سر سے غنی ہوں	لاکھوں سراں صاحب نور نے عوض میں دیئے ہیں
باد و پادر عشق نتواں تاختن	با یکے سر عشق نتواں باختن
دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے	ایک سر کے ساتھ عشق بازی نہیں کر سکتے
ہر کسے را خود دو پاؤ یک سرست	با ہزاراں پاؤ سر تن نادرست
ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے	ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے
زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر	ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
اسی سبب سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے	یہ ہنگامہ ہر وقت زیادہ رونق پر ہے
معدن گرمی ست اندر لامکاں	ہفت دوزخ از شرار ش یک دھاں
گرمی کا معدن لامکان میں ہے	ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے

حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا (اور) وہ اس خورشید (عشق) سے (جس کو نہ ظاہر کر سکتا تھا نہ تحمل کر سکتا تھا) چاند کی طرح (کہ شمس کے قرب سے اس کو محاق ہوتا ہے) گھلتا تھا (آگے مولانا عشق حقیقی کے خواص بیان کرتے ہیں کہ) عشاق کا وہ (ظاہر و جسماً) گداختہ ہونا (باطن و روحاً) نمود ہے (اور وہ) ماہ کی طرح گزارش میں بھی تازہ رو ہیں (کہ وہ محاق سے بھی نہیں گھبراتا جس کے بعد ہی بدر ہونے لگتا ہے یہ مثال ہے صرف توضیح کے لئے مداراثبات اس پر نہیں ہے جس پر کوئی شبہ کیا جاوے کہ بد ریت تو بعید ہونے سے ہوتی ہے) تمام مریض دوا کی امید (یعنی استدعاء) کرتے ہیں (اور) یہ مریض (عشق حقیقی) نالہ کرتا ہے کہ میرا (مرض) اور افزوں کر دو (اور یہ ظاہر بھی ہے کہ عاشق حق محبت میں زیادتی ہی چاہتا ہے) تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ (مریض عشق) رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے۔ میں نے اس زہر سے خود کو کوئی شربت نہیں دیکھا (اور) اس مرض سے خوش تر کوئی صحت نہیں دیکھی (جیسا سرخی سے پہلے بھی فرمایا ہے پس سقام عشق جان صحت ست الخ) اس گناہ سے بہتر کوئی طاعت نہ ہوگی (گناہ باعتبار زعم منکران بارنج کہا کہ وہ ہمیشہ عشاق کے افعال غامضہ پر مخالفت شرع کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں) بہت سے برس اس دم (یعنی سخن یا افسوس عشق) کے نسبت ایک ساعت ہیں (یعنی اگر عشق میں برس بھی گزر جاویں بوجہ سیری نہ ہونے کے وہ ایک ساعت معلوم ہوتی ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا (کہ) دل کباب (تھا) اور جان طبق پر رکھی تھی (یعنی جان بازی پر آمادہ تھا چنانچہ عنقریب آتا ہے کہ وہ جلدی ہی مر بھی گیا اپنے دل میں) کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا (جیسا اوپر مع توجیہ کے مضمون آچکا ہے کہ جو کوئی لڑکی کا نام لیتا تھا اس کا سر کاٹ ڈالتا تھا اور) میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں (یعنی ایک بار قربان ہو کر پھر دوبارہ ہوتا ہوں اور یہ بہ نسبت سابق کے جدید ہوگا یہ وہ مضمون ہے کشتگان خنجر

تسلیم رالغ آگے بلسان شہزادہ مقولہ ہے عاشق حقیقی کا یعنی) میں زر سے فقیر ہوں (کہ زردارم) اور سر سے غنی ہوں (کہ سر ہادارم و ہر دم فدائش میکنم آگے اس فدا کی علت ہے کہ فدا کیوں نہ کروں کیونکہ) لاکھوں سراپی صاحب نور نے عوض میں دیئے ہیں (یہ فدا مجاہدہ و فنا ہے اور خلف دادن مشاہدہ و بقاء ہے آگے مجاہدہ و فنا میں عاشق کی ترقی کرنے کا مضمون ہے کہ صرف) دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے (بلکہ ہمہ تن مجاہدہ بننا ضرور ہے اور) ایک سر کے ساتھ عشق بازی نہیں کر سکتے (بلکہ سراپا فناء ہو جانا چاہئے معمولی طور پر) ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے (اور) ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے (اس نادر کا مصداق عاشق ہی ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی سبب (اور فرق مذکور) سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے (اور) یہ ہنگامہ (عشق) ہر وقت زیادہ رونق پر ہے (مطلب یہ کہ اوروں کی طلب و شوق بوجہ شہوانی ہونے کے شہوت کے افسردہ ہو جانے سے یا حسن کے سرد ہو جانے سے منتہی ہو جاتی ہے اور دو پاؤں سر سے اسی قوی جسمانیہ کی طرف اشارہ ہے اور عشق حقیقی متزاید رہتا ہے آگے گرم تر ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ اس کی گرمی رہنے کا سبب یہ ہے کہ اس) گرمی کا معدن لامکان میں ہے (یعنی اس کا تعلق حضرت حق سے ہے جس کا جمال غیر فانی اور مد رک اس کی روح ہے جس میں ذہول نہیں یا یہ کہ وہ گرمی لامکان اور عالم غیب سے عطا ہوتی ہے بالانقطاع ان دونوں وجہ سے وہ عشق متزاید ہے اور وہ گرمی عشق ایسی ہے کہ) ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے (یعنی اس کے سامنے نار دوزخ بھی ضعیف ہے جیسا آگے حدیث آتی ہے پس اور دنیوی گرمی تو اس کے سامنے کیا ہوگی من الشهوة والغضب اس سے مضمون زین سبب الخ متاید و واضح ہو گیا)۔

در بیان آنکہ دوزخ گوید کہ قطرہ صراط بر سر اوست اے مومن زود تر بشتاب و

بگذر تا عظمت نور تو آتش مرانکشد جز یا مؤمن فان نورک اطفاناری

اس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پل صراط اس کے اوپر ہے کہتی ہے اے مومن جلدی کر اور گزر جاتا کہ

تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھا دے اے مومن! گزر جا بیشک تیرے نور نے میری آگ بجھا دی (آر وہ فی المقاصد الحسنہ باب التاء مرفوعاً بلفظ تقول النار للمؤمن يوم القيمة جزیا مؤمن فقد اطفاع نورک لہی عن الکبیر للطبرانی و کامل ابن عدی و نوارد الاصول للحکیم الترمذی واحد الرواة فیہ منصور بن عمار قال فیہ بعضهم انه لیس بالقوی وقال بعضهم منکر الحدیث وقال بعضهم فی الحدیث ار جوان یکون صحیحا اھ ملخصاً بمعناہ)

ز آتش مومن ازیں روئے صفی	می شود دوزخ ضعیف و منطقی
اسی سب سے اے برگزیادہ آتش مومن سے	دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی ہو جاوے گی
گویدش بگذر سبک اے محتشم	ورنہ ز آتشہائے تو مرد آتشم
اس سے کہے گی کہ اے محتشم جلدی سے گزر جا	ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بھی
کفر کہ کبریت دوزخ اوست بس	بین چہ می بخساند او را ایں نفس
کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس	دیکھ لے اس کو کس طرح پڑمردہ کر دیتا ہے اس وقت



کفر کان کبریت نار دوزخ ست	بین کہ چوں میرد از وائے خود پرست
کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے	دیکھ لے کہ اس سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست
زود کبریت بدیں سو واسپار	تاناہ دوزخ بر تو نازد نے شرار
تو اپنی کبریت اس طرف سپرد کر دے	تاکہ نہ دوزخ تجھ پر دڑے نہ شر
گویش جنت گزر کن ہیمو باد	زرنہ گردد ہر چہ دارم من کساد
اس سے جنت بھی کہے گی تو ہوا کی طرح گزر جا	ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاوے گا
کہ تو صاحب خرمی من خوشہ چیں	من بے ام تو ولایتہائے چیں
کیونکہ تو صاحب خرمی ہے میں خوشہ چین ہوں	میں بت ہوں تو ولایات چین ہے
ہست لرزاں زونجم و ہم جناں	نے مرایں رائے مرا و از واماں
اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی	اس سے نہ اس کو امان ہے نہ اس کو

اسی سبب سے (کہ اوپر مذکور ہوا معدن گرمی ست اخ) اے برگزیدہ آتش مومن سے (کہ نور عشق ہے) دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی (یعنی بجھنے کے قریب) ہو جاوے گی (جبکہ وہ صراط پر سے گزرے گا اور دوزخ) اس سے کہے گی کہ اے مختشم جلدی سے گزر جاوے نہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی (اور اس کا نمونہ خود دنیا میں مشاہدہ میں آتا ہے جس سے حدیث کی مزید تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ) کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس (کہ کبریت جس طرح جالب النار و آتشگیر ہے اسی طرح کفر ہے) دیکھ لے (کہ مومن کا نور) اس کو کس طرح پڑ مردہ کر دیتا ہے اس وقت (یعنی دنیا میں چنانچہ مومن کامل کی صحبت سے بشرط کسی قدر قابلیت کے صد ہا کفار مومن ہو گئے اور ہوتے ہیں پس جب کفر جو کہ دوزخ معنوی ہے اس کے سامنے مضحمل ہو جاتا ہے اگر دوزخ صوری بھی اسی طرح مضحمل ہو جاوے تو عجب کیا ہے فی الغیاث نخس بفتح اول و سکون خائے معجمہ پڑ مردہ و گداختہ اھ آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے دیکھ لے کہ اس (نور مومن) سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست (آگے اس سے ایک فائدہ مستنبط کر کے اس کو اس پر متفرع فرماتے ہیں کہ) تو اپنی کبریت (وہستی) اس طرف (یعنی صاحب عشق و معرفت کے ہاتھ میں) سپرد کر دے تاکہ (وہ اس کے فیض سے گداختہ ہو کر فنا ہو جاوے اور پھر مادہ آتشگیر کے نہ رہنے کے سبب) نہ دوزخ تجھ پر دڑے نہ شر (اور تو اس کے نور کا اثر باعتبار جہنم کے بیان فرمایا تھا جو دلیل جزئی سے ثابت ہے آگے اس کا اثر باعتبار جنت کے فرماتے ہیں جو کہ دلیل کلی سے ثابت ہے یعنی) اس (عاشق) سے جنت بھی بزبان حال) کہے گی (کہ) تو (مجھ سے) ہوا کی طرح گزر جاوے نہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاوے گا کیونکہ تو (تشبیہا) صاحب خرمی ہے (اور) میں خوشہ چین ہوں (اور) میں بت ہوں (اور) تو ولایت چین ہے (جہاں بہت سے صنم مجتمع ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ تو مجھ سے زیادہ مظہر جمال و کمال حق ہے اور مجھ میں اور تجھ میں تفاوت امثلہ مذکورہ کا سا ہی ہے اور اس

سے زیادہ ایک واضح مثال احقر کے ذہن میں آئی ہے اور وہ بھی حق تعالیٰ کی موہبت مولانا کے خدمت کلام کی برکت سے ہے وہ یہ کہ جنت ایک گھر ہے اور اہل جنت خصوصاً مقربین مثل مکرم مہمان کے ویدل علیہ قولہ تعالیٰ جنات الفردوس نزلا اور ظاہر ہے کہ ایسا مہمان اشرف ہوتا ہے گھر سے اور قواعد شرعیہ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ انبیاء و اولیاء رتبہ میں جنت سے افضل ہیں اور مدار اس افضلیت کا وہی نور خاص حق ہے جو اس کو عطا ہوا ہے پس اس نور کے سبب یہ نار پر بھی غالب ہے جیسا اول بیان کیا اور جنت سے بھی افضل ہے جیسا آخر میں بیان کیا اور گویہ قول جنت کا کہیں منقول نہیں مگر بطور تمثیل نے اس افضلیت کو اس عنوان سے تعبیر کیا یعنی اگر جنت ایسا کہتی تو اس کہنے سے جس افضلیت پر دلالت ہوتی وہ افضلیت دلائل سے ثابت ہے اسی لئے بندہ نے اس شعر کے ترجمہ میں بزبان حال کا لفظ بڑھادیا اور یہ توجیہ کہ نہایت ہی سہل ہے بہت پریشانی کے بعد ذہن میں آئی ولله الحمد الذی جعل مع العسر یسرا آگے مجموعہ حالین جنان و نیران بالنسبۃ الی العارف کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ (اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی اس سے نہ اس کو امان ہے اور نہ اس کو) یعنی لرزہ سے امن ہے اور مراد اس مقولہ نار و جنت سے وہی اظہار اپنے ضعف کا اور اقرار اس کی عظمت کا آگے پھر قصہ ہے)

وفات یافتن برادر بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت کردن برادر میاں پادشاہ چین را

شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مرجانا اور درمیانی بھائی کا شاہ چین کی صحبت اختیار کرنا

رفت عمرت چارہ را فرصت نیافت	صبر بس سوزاں بد و جاں بر نتافت
اس کی عمر گزر گئی علاج کی فرصت نہ پائی	صبر بہت سوزاں تھا اور جان برداشت نہ کر سکی
مدتے دندان کناں ایں میکشید	نارسیدہ عمر او آخر رسید
ایک مدت تک ترساں اس کو جھیلتا رہا	بے پہنچے اس کی عمر ختم کو پہنچی
صورت معشوق از و شد در نہفت	رفت و شد بامعنی معشوق جفت
صورت معشوق کی اس سے اختفاء میں ہو گئی	گیا اور یعنی معشوق کے قرین ہو گیا
گفت لبش گرز شعر شترست	اعتناق بے حجابش خوشترست
کہا کہ اگر اس کا لباس شہر شتر کے ریشمی کپڑے کا ہو	اس کا معانقہ بلا حجاب زیادہ خوش ہے
من شدم عریاں زن او از خیال	می خرابم در نہایات الوصال
میں تن سے عریاں ہو گیا وہ خیال سے	میں نہایات الوصال میں خراباں جا رہا ہوں
ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست	ہرچہ آید زیں سپس نہفتنی ست
یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں	اس کے بعد جو کچھ آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے
گر بکوشی و ر بگوئی صد ہزار	ہست بیکار و نگرود آشکار
اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر تو لاکھ کہے	تو محض بے کار ہے اور وہ ظاہر نہ ہو گا



تا بدریا سیر اسپ و زیں بود	بعد از انت مرکب چوین بود
لب دریا تک تو اسپ اور زیں کی سیر ہوتی ہے	اس کے بعد تیرا مرکب چوین ہوتا ہے
مرکب چوین بخشگی ابترست	خاص آل دریائیاں را رہبرست
مرکب چوین خشگی میں محض ضائع ہے	خاص ان دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے
ایں خموشی مرکب چوین بود	بحریاں را خامشی تلقین بود
یہ خاموشی مرکب چوین ہے	دریائیوں کے لئے خاموشی تلقین ہوتی ہے
ہر خموشی کان ملولت می کند	نعرہائے عشق زان سوی زند
جو خموشی تجھ کو ملول کرتی ہے	اس طرف سے عشق کے نعرے لگا رہی ہے
تو ہی گوئی عجب خامش چراست	او ہی گوید عجب گوشش کجاست
تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے	وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے
من ز نعرہ کرشدم او بے خبر	تیز گوشان زیں سمرہستند کر
میں نعرہ سے بہرا ہو گیا وہ بے خبر ہے	تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں
آں یکے در خواب نعرہ میزند	صد ہزاراں بحث و تلقین میکند
وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے	لاکھوں بحث و تلقین کر رہا ہے
ایں نشستہ پہلوئے او بے خبر	خفته خود آنست و کرزاں شور و شر
یہ شخص اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے	خفته خود یہ شخص ہے اور اس شور و شر سے بہرا
واں کسے کش مرکب چوین شکست	غرق شد در آب او خود ماہی ست
اور جس شخص کا مرکب چوین بھی شکست ہو گیا	وہ پانی میں غرق ہو گیا وہ خود ماہی ہے
نہ خموش ست و نہ گویا نادرست	حال او را در عبارت نام نیست
نہ خاموش ہے اور نہ گویا ہے ایک نادر چیز ہے	اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں
نیست زیں دوہر دوہست آن بوالعجب	شرح ایں گفتن برونست از ادب
ان دونوں میں سے نہیں اور یہ دونوں ہے وہ بوالعجب	اس کی شرح کہنا ادب سے خارج ہے
ایں مثال آمد ریک و بے ورود	لیک در محسوس زیں بہتر نہ بود
یہ مثال ریک اور غیر قابل ورود ہے	لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی

## حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت جانش پر درد و جگر پر سوز تفت

حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا اس حالت میں کہ اس کی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پر سوز گرم تھا

اس کی عمر گزر گئی (اور) علاج (یعنی تدبیر وصال) کی فرصت نہ پائی۔ صبر (وضبط) بہت سوزان تھا اور جاں (اس کی) برداشت نہ کر سکی۔ ایک مدت تک ترساں (کذافی الغیث فی معنی دندان کنان بضم کاف آھ غالباً بنائش آنکہ دریں حالت دندان ظاہری کند) اس (مشقت) کو بھیلتا رہا (مراد تک) بے پہنچے اس کی عمر ختم کو پہنچی (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) صورت معشوق کی اس سے اختفاء میں ہو گئی (دنیا سے) گیا اور معنی معشوق کے ساتھ قرین ہو گیا (احقر کے ذوق میں جو کہ اسی وقت موہوب ہوا اس کی تقریر یہ ہے کہ معشوق سے مراد حق تعالیٰ اور صورت سے مراد اس کا مظہر مثلاً دختر شاہ کا بحکم

حسن خویش از روئے خواہاں آشکارا کردہ پس بچشم عاشقان خود را تماشا کردہ

مظہر صفت جمال حق تھی اور معنی سے مراد حق تعالیٰ کی حقیقت جو اس مظہر میں ظاہر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ محبوب حقیقی کا جو مظہر تھا یعنی محبوب مجازی یہ تو مرنے سے ہمیشہ کے لئے ایسا مختفی ہو گیا کہ اب مشافہت کی امید ہی نہ رہی اور یوں وہ دختر پہلے بھی مختفی تھی لیکن احتمال تو تھا مواصلت و مواجہت کا مرنے سے وہ بھی قطع ہو گیا لیکن محبوب حقیقی کے معنی یقینی حقیقت کا قرب اس کو میسر ہو گیا اور یہ بنی ہے ایک حدیث پر مبنی ہے ایک حدیث پر جس کو مقاصد حسنہ میں خطیب و جعفر سراج و ابن مرزبان و دیلمی طبرانی و خرائطی و بیہقی سے کسی قدر تضعیف کے ساتھ کہ بعد تعدد طرق کے وہ ضعف شدید نہیں رہتا بایں الفاظ وارد کیا ہے من عشق ففعل فکتم فصبر فمات فہو شہید چونکہ شہزادہ متوفی سے عفت میں کوئی اخلاق نہیں ہوا اور نہ ایسا اظہار کیا جس سے محبوب یا اس کا کوئی اہل متاذی یا رسوا ہوا اس لئے وہ اس حدیث کی رو سے شہید ہوا اور شہید جس مرتبہ کا بھی ہو حق تعالیٰ کا مقبول اور واصل ہے پس شعر میں یہ معنی مراد ہیں آگے بھی اسی کے مطابق سمجھنا چاہئے یعنی اس نے اپنے دل میں یہ حالت دیکھ کر) کہا کہ اگر اس (معشوق حقیقی) کا لباس (کہ مظہر مجازی ہے) شہر شستر کے ریشمی کپڑے کا ہو (یعنی اگرچہ مظہر بہت ہی حسین و جمیل ہو مگر) اس (معشوق حقیقی) کا معانقہ (یعنی قرب) بلا حجاب (یعنی بے واسطہ مظہر و محبوب مجازی کے) زیادہ خوش ہے (اور یہ ظاہر ہے مطلب یہ کہ گود دختر کی مواصلت حلال میں اس کے جمال کو مرآۃ جمال حق بنانا بھی مفید تھا لیکن اب بلا واسطہ اس مرآۃ کے قرب حق میسر ہو گیا یہ اس سے بدرجہ بے شمار اچھا ہوا) میں تن سے عریاں ہو گیا (اور) وہ (تن) خیال سے (بالکلیہ اس طرح عریاں ہوا کہ اس کے ملا بس میں بھی وہ خیال نہیں رہا اس لئے بفضلہ تعالیٰ) میں (اب) نہایات الوصال میں (کہ وصال حق ہے) خراماں جا رہا ہوں (اس میں یہ بات بتلا دی کہ اگر محبت حرام ہو تو مرنے سے بھی وہ اثر اور محبوب کا خیال روح میں بسبب ملا بستہ سابقہ بدن کے باقی رہتا ہے جیسے اور معاصی کا اثر رہتا ہے جس سے وہ متعالم ہوتی ہے اور بخلاف محبت حلال کے چونکہ اس میں مضطر تھا اس لئے بوجہ معصیت نہ ہونے کے اللہ تعالیٰ اس کو روح سے زائل فرما دیتے ہیں تاکہ تالم و عقوبت نہ ہو اور وہ مانع قرب نہیں ہوتا بلکہ اس مصیبت کی وجہ سے بھی کچھ اجر ملتا ہے چنانچہ اس کو درجہ شہادت دینے سے یہ امر صاف ظاہر ہے فی



الغیاث شعر نو سے ازجامہ باریک ابریشمی و فیہ شستری نو سے از دیباے نفیس منسوب بشہر شستراہ چونکہ مولانا کا ذہن لفظ جفت و اعتناق و وصال سے مسائل تو حید کی طرف چلا گیا اور اس کا مقتضایہ تھا کہ اسکو بیان فرماتے اور باوجود اس کے پھر نہیں بیان کیا آگے اس کے بیان نہ کرنے کے متعلق مضامین ہیں پس فرماتے ہیں کہ (یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں) کہ اہل ظاہر بھی سمجھ سکتے ہیں اور اس لئے کوئی فتنہ محتمل نہیں اور (اس کے بعد جو کچھ (ذہن میں) آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے) کیونکہ وہ اسرار ذوقیہ ہیں جس سے اہل ظاہر معرا ہیں اس لئے ان کا اظہار فتنہ ہے اور دوسرے یہ کہ اگر فتنہ کا ضرر بھی نہ ہوتا ہم کچھ نفع بھی نہیں کیونکہ جب مخاطب میں ذوق نہ ہو تو (اے سامع) اگر تو (اس کے سمجھنے کی) لاکھ کوشش کرے اور (اے متکلم) اگر تو لاکھ کہے تو (بوجہ فقدان ذوق کے وہ) محض بیکار ہے اور وہ (کبھی) ظاہر نہ ہوگا (یعنی مفہوم نہ ہوگا تو عبث ہوا تو پھر کیوں ظاہر کیا جاوے آگے اس کی مثال ہے کہ کہنا ہر جگہ مفید اور کافی نہیں ہوتا یعنی جس طرح سے کہ) لب دریا تک تو اسپ اور زین کی سیر ہوتی ہے (پھر) اس کے بعد تیر مرکب چوبیس ہوتا ہے (یعنی کشتی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرتبہ حال سے جو کہ مشابہ دریا کے ہے پہلے پہلے یعنی مرتبہ قال تک تو تکلم کافی ہے جو کہ مشابہ اسپ وزین کے ہے پھر اس کے بعد ذوق کی ضرورت ہے جو کہ مشابہ کشتی کے ہے اور عوام میں ذوق ہے نہیں اس لئے تکلم مناسب نہیں اور سب جانتے ہیں کہ) مرکب چوبیس خشکی میں محض ضائع ہے (کذا فی الغیاث فی معنی ابتر لیکن) خاص ان دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے (اسی طرح عوام کے سامنے کہ خشکی میں ہیں اسرار ذوقیہ کو بیان کرنا ایسا ہے جیسا خشکی میں کشتی چلانا کہ وہ اسرار بھی ضائع ہوں گے اور کشتی کے ساتھ مشابہت ذوق کے لئے قرار دی گئی ہے مگر چونکہ ذوقیات کا پیش کرنا مستلزم ذوق کے پیش کرنے کو بھی ہے اس لئے یہاں ذوقیات میں وہی تشبیہ معتبر مان لی گئی البتہ جو دریائی یعنی اہل حال ہیں ان کے لئے وہ اسرار ذوقیہ راہگیر ہوتے ہیں آگے شعر بالا کی شرح ہے کہ ہم نے جو کہا ہے مرکب چوبیس الخ اور خاص آن الخ اس کی شرح یہ ہے کہ) یہ خاموشی (یعنی ذوق) مرکب چوبیس ہے (جو اہل خشکی کے لئے بیکار ہے البتہ) دریائیوں کے لئے (یہ) خاموشی (یعنی قلت نطق یا کسی وقت محض دلالتہ حاصل بھی بوجہ ذوق کے) تلقین ہوتی ہے (ذوق کو خاموشی سے اس لئے تعبیر کیا کہ ذوق کا نطق بوجہ غیر مفہوم للعوام ہونے کے ان کے اعتبار سے مثل خاموشی ہی کے ہے جیسا شعر مابعد ہر خاموشی اس پر دال ہے دوسرے وہ نطق چونکہ صرف افہام اہل ذوق کے لئے ہوتا ہے اور وہ بوجہ ذوق کے اس کو جلدی سمجھ لیتے ہیں اس لئے اس کلام میں عوام کا سا اطناب نہیں ہوتا تو اس نطق میں خاموشی جلدی ہو جاتی ہے چنانچہ کالمین محققین بہت بہت دیر میں کوئی بات کہہ دیتے ہیں اور پھر خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اس لئے بھی ذوق کو خاموشی سے تعبیر کیا باقی یہ کہ باوجود مولانا کی تفسیر کرنے کے مرکب چوبیس کو خشکی کے ساتھ احقر نے ذوق کے ساتھ کہاں سے تفسیر کی سو میں نے اس کو شعر تا بدریا الخ اور شعر مرکب چوبیس الخ سے سمجھا کیونکہ وہاں ذوق کے ساتھ تفسیر کرنے سے تو وجہ صحیح ہوگی جیسا مذکور ہوا اور اگر خاموشی کے ساتھ تفسیر کی جاوے تو عبارت شرح کی یہ ہوگی کہ بعد ازاں خاموشی بود و خاموشی بہ خشکی ابتر ست اور اس کے کوئی معنی محصل نہیں خصوص اس سے اوپر کے شعر کے ساتھ کوئی ربط ہی نہ ہوگا گر بکوشی الخ کیونکہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ گر بکوشی الی قولہ ہست بیکار کی شعر آئندہ دلیل ہے پس اس بنا پر یہ عبارت ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بیکار ست چرا کہ مثل کشتی در آنجا خاموشی موقوف

علیہ فہم ست و خاموشی نیست پس گفتن بکارست اور اس کا مہمل ہونا ظاہر ہے اور ذوق کے ساتھ مفسر کرنے میں عبارت یہ ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بکارست چرا کہ مثل کشتی در آنجا ذوق موقوف علیہ فہم ست و ذوق نیست پس گفتن بکارست اور اس کا صحیح ہونا ظاہر ہے آگے بھی مضمون شعر بالا کی مزید شرح ہے یعنی (جو خاموشی (اہل ذوق کی) تجھ کو ملول کرتی ہے) کیونکہ تیرا تو یہ دل چاہتا ہے کہ بس چرخہ سا چلتا ہی رہے اور اہل کمال محض ضرورت افادہ کے لئے تکلم کرتے ہیں جو کہ قلیل ہوگا کبھی بالکل ہی نہ ہوگا ان کا حال مبداء افادہ ہوگا اس لئے عامی شخص ان کے اس صمت سے ظاہر ہے کہ ضرور ملول ہوگا پس فرماتے ہیں کہ وہ خاموشی (اس طرف سے) یعنی اہل ذوق کی طرف سے (عشق کے نعرے لگا رہی ہے) یعنی نطق طویل سے زیادہ افادہ کر رہی ہے پس (تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے) اور (وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے) کہ یہ نعرہائے عشق کو نہیں سنتا اور وہ یہی کہتا ہے کہ (میں نعرہ (عشق سننے) سے بہرا ہو گیا) اور (وہ بے خبر ہے) اور اسی کی کیا تخصیص ہے سارے اہل دنیا (تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں) اوپر یہ عارف نعرہ گو معلوم ہوتا ہے اور یہاں نعرہ شنو قرار دیا ہے مگر چونکہ نعرہ گوئی مسبب نعرہ شنوی سے ہے اور دونوں مجاور ہیں اس لئے دونوں تعبیروں کا ایک ہی حاصل ہے آگے اس کی مثال ہے کہ کوئی نعرہ کرے اور پاس والا نہ سنے مثلاً (وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے) اور (لاکھوں بحث و تلقین (خواب میں) کر رہا ہے) اور (یہ (دوسرا) شخص اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے) پس اس اعتبار سے (خفتہ خود یہ شخص ہے اور اس شور و شر سے بہرا) بھی یہی ہے گویا اس کو خفتہ سمجھ رہا ہے پس اسی طرح اہل حال کے نعرہ کو عامی نہیں سنتا اور گوکان سے کچھ سن بھی لیا مگر مثل نہ سننے کے اور اس کا بولنا اس کے نزدیک مثل نہ بولنے ہی کے ہے یہ تو یہی کہے گا کہ کیا ذرا سی بات کر دی اس سے کیا بھلا ہوا اور یہاں تک اہل عبارات اور اہل اذواق کا ذکر تھا آگے اہل فناء و استغراق کا بیان ہے یعنی ان اہل اسپ و اہل مرکب چوبین کا تو یہ حال تھا جو مذکور ہوا) اور جس شخص کا مرکب چوبین بھی شکستہ ہو گیا (یعنی وہ ذوق بھی فنا ہو گیا) وہ پانی میں غرق ہو گیا (یعنی مشاہدہ یا معاینہ میں وہ مستغرق ہو گیا) وہ خود مایہ (کی مثال) ہے (کہ اس کے پاس مرکب چوبین بھی نہیں ہوتا خود دریا میں بلا واسطہ رہتی ہے اسی طرح اس شخص کی توجہ الی محبوب میں ذوق کا بھی واسطہ نہ رہا۔ پس یہ شخص) نہ خاموش ہے (یعنی اہل ذوق کی سی اس کی خاموشی نہیں جو مقروں مع الذوق تھی) اور نہ گویا ہے (یا تو بالکل گویا نہیں اور یا اگر غلبہ حال میں کچھ بولتا ہے تو اس کی اہل ظاہر بلکہ اہل ذوق کی سی بھی گویائی نہیں کیونکہ قصد و اختیار بالکل مفقود ہے غرض اس اعتبار سے نہ خاموش اور نہ گویا بس) ایک نادر چیز ہے (اور) اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں (یہ مطلب نہیں کہ اصطلاح میں اس کا کوئی نام نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں کہ وہ نام اس کی حالت کی تعبیر تام کے لئے کافی ہو اور اس کی حالت کے لئے کاشف ہو جاوے غرض یہ شخص ایک اعتبار سے تو) ان دونوں میں سے نہیں (یعنی نہ خاموش اور نہ گویا کما ذکر) اور (ایک اعتبار سے) یہ دونوں ہے وہ بوالعجب (یعنی گویا بھی اور خاموش بھی یعنی گویائی اگر ہے اپنی حالت کے مناسب ہے اور خاموشی بھی اپنی حالت کے مناسب اور ان دونوں معنی کا بھی ابھی بشرح قولہ نہ خاموش ست و نہ گویا ذکر ہوا ہے اور گویائی کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاموشی میں بھی اس کا حال اپنے آثار و برکات سے دوسروں کو ارشاد کر رہا ہے پس اس دلالت کے اعتبار سے گویا وہ گویا ہے اور



بوالعجب باعتبار ظاہری صورت اجتماع عدم و ملکہ یا ارتفاع عدم و ملکہ یا مجموعہ اجتماع و ارتفاع کے فرمایا احتمال اول و ثالث کا عجیب ہونا تو بوجہ امتناع کے ظاہر ہے اور احتمال ثانی اس لئے عجیب ہے کہ محل صالح سے ارتفاع عدم و ملکہ ہر دو کا ممتنع ہے بخلاف ضدیں کے کہ ان کا ارتفاع جائز ہے آگے اس مقام کی تفصیل سے عذر فرماتے ہیں کہ (اس کی شرح کہنا ادب (شریعت) سے خارج ہے) کیونکہ عوام الناس سمجھیں گے نہیں اگر اعتقاد کر لیا تو علماً گمراہ ہوں گے اور اگر قائل کے ساتھ انکار و ایذا سے پیش آئے تو عملاً مرتکب گناہ ہوں گے اور ہر حال میں اضلال بالشریعت لازم آیا اور ایسے بہت کم ہیں کہ نہ قول کی تصدیق کریں اور نہ قائل کی تفسیق کریں اور باقی باوجود اس شخص کے حال کے ناقابل فہم ہونے کے اوپر جو ہم نے تشبیہ ماہی سے دی ہے اس سے شبہ قابل فہم ہونے کا نہ کرنا کیونکہ (یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی) خلاصہ یہ کہ اس مثال سے بھی عوام کو شبہ ہوگا کہ شاید حق تعالیٰ نعوذ باللہ مثل دریاے ہو اور یہ مثل ماہی کے اس کے اندر چلا جاتا ہو حالانکہ حق تعالیٰ کسی کا ظرف بننے سے یا کسی کے ساتھ حساً متصل ہو جانے سے مثل ذلک سب سے منزہ ہے اس لئے یہ مثال بھی رکیک ہے لیکن اس سے قریب کوئی مثال ملی نہیں اس لئے اہل فہم کے لئے آئے کہ وہ سمجھ لیں گے کہ تشبیہ میں کسی خاص وصف کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ تمام اوصاف کا اور یہاں وصف جو کہ وجہ تشبیہ ہے صرف وہ ہے جو بضمن تقریر شعرواں کے کش مرکب چوبیس شکست الخ مذکور ہوئی ہے اب اوپر کے قصہ کا حاصل فرماتے ہیں) حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا اس حالت میں کہ اس کی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پر سوز گرم تھا (آگے پھر قصہ ہے)۔

آمدن برادر میاں گئیں بجزازہ برادر کہ ایں کو چک صاحب فراش بود از رنجوری و

نواختن پا دشاہ میاں گئیں را و صد ہزار غنائیم غیبی و عینی بدور سیدن از نظر شاہ

بچلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا اور

بادشاہ کا بچلے کو نوازا نا اور بادشاہ کی نظر سے اس کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

کو چکیں رنجور بود و آں وسط	بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
چھوٹا تو بیمار تھا اور وہ منجھلا	فقط اس بڑے کے جنازہ پر آیا
شاہ دیدش گفت قاصد کیس کیست	کہ ازاں بحرست و ایں ہم ماہی ست
بادشاہ نے اس کو دیکھا قصداً کہا کہ یہ کون ہے	یعنی اسی بحر سے ہے اور یہ بھی ماہی ہے
پس معرفت گفت پور آں پدر	ایں برادر زان برادر خرد تر
پس معرفت نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے	یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے
شہ نوازدیش کہ ہستی یادگار	کرد او را ہم بدایں پرش شکار
بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو یادگار ہے	اسی پرش سے اس کو بھی شکار بنا لیا

از نواز شہائے آں شاہ وحید	در تن خود غیر جان جانے بدید
اس نے نوازش ہائے شاہ یکتا سے	اپنے تن میں جان کے علاوہ اور ایک جان بھی دیکھی
در دل خود دید عالی غلغلہ	کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا	جس کو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے
در دل خود یافت عالی عالمے	کان نیابد کس بصد خلوت ہے
اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم پایا	جو کہ سو خلوت سے بھی نہ پاوے
عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت	پیش او چوں نارخنداں می شکافت
میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا	اس کے سامنے مثل انارخنداں کے بٹھا جاتا تھا
ذره ذرہ پیش او چوں آفتاب	دمبدم می کرد صد گوں فتح باب
ایک ایک ذرہ اس کے رو برو مثل آفتاب کے ہو گیا	دمبدم سو طرح کا فتح باب کرتا تھا
باب گہرہ روزن شدے گاہے شعاع	خاک گہ گندم شدے و گاہ صاع
باب کبھی روزن ہو جاتا کبھی شعاع بنتا تھا	خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی اور کبھی صاع
در نظر ہا چرخ بس کہنہ و قدید	پیش چشمش ہر دمے خلق جدید
نظروں میں افلاک بالکل کہنہ اور گوشت خشک تھے	اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی
روح زیبا چونکہ وارست از جسد	از قضا بیشک چنین چشمش رسد
روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے	تو حکم حق سے بے شک اس کو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے
صد ہزاران غیب پیشیش شد پدید	انچہ چشم محرماں بیند بدید
لاکھوں امور مخفیہ اس کے سامنے ظاہر ہو گئے	واقفین کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اس نے بھی دیکھا
انچہ او اندر کتب بر خواندہ بود	چشم را در صورت آں بر کشود
اس نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا	آنکھ کو اس کی صورت میں کشادہ کر دیا
از غبار موکب آں شاہ نر	یافت او کحل عزیزی در بصر
اس شاہ نر کے غبار لٹکر سے	اس نے سرمہ عزیزی بصر میں پایا
برچنین گلزار دامن می کشید	جز و جزو ش نعرہ زن ہل من مزید
ایسے گلزار پر دامن کشیدہ چلتا تھا	اس کا ایک جزو ہل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا



گلشنے کز عقل روید خرم ست	گلشنے کز بقل روید یک دم ست
جو گلشن کہ عقل سے پیدا ہو وہ تازہ ہے	جو گلشن کہ سبزہ سے پیدا ہو وہ ایک ساعت ہے
گلشنے کز دل دمد وافر حتاہ	گلشنے کز گل دم گردد تباہ
جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبمان اللہ	جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ تباہ ہو جاتا ہے
زاں گلستاں یک دوسہ گلدستہ داں	علمہائے بامزہ دانستہ ماں
اس گلستاں سے ایک یا دو یا تین گلدستہ جان	ہمارے مزہ دار جانے ہوئے علوم کو
کاں در گلزار بر خود بستہ ایم	زاں زبوں یک دوسہ گل دستہ ایم
کہ اس باب گلزار کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے	ہم اس سب سے ایک دو تین گل دستہ کے مطلوب ہو رہے ہیں
می فتد ایجاں دریغا از بناں	آن چناں مفتاحا ہر دم بناں
گر رہی ہیں افسوس اے جان	ایسی مقاصد ہر وقت روٹی کے عوض میں سرانگشت سے
گرد چادر کردی و عشق زناں	وردے ہم فارغ آرندت زناں
تو تو چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے	اور اگر کسی وقت لوگ تجھ کو فارغ کر دیتے ہیں
ملک و شہرے بایدت پرناں وزن	باز استققات چوں شد موجزن
تجھ کو ایک شہر چاہئے جو نان اور زن سے پر ہو	پھر جب تیرا استقفا موجزن ہوتا ہے
یک سرت بودایں ز منے مفت سہ	مار بودی اژدہا گشتی مگر
تیرے ایک سر تھا اس وقت سات سر ہو گئے	تو سانپ تھا تو اژدہا بن گیا
حرص تو دانہ است دوزخ فح بود	اژدہائے ہفت سر دوزخ بود
تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے	اژدہا سات سر والا دوزخ ہے
باز کن درہائے نوایں خانہ را	دام را بدرائیں بسوزان دانہ را
پھر اس بیت کے ابواب جدید کو کشادہ کر دے	تو جال کو پہاڑ ڈال اور دانہ کو جلا دے
ہمچو کوہے بے خبر داری صدا	چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا
تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے محض ایک صدا رکھتا ہے	اگر تو عاشق نہیں ہے اے حریص
عکس غیر ست آں صدا اے معتمد	کوہ را گفتار کے باشد ز خود
وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد	پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے

گفت تو زان رو کہ عکس دیگر نیست	جملہ احوالت بغیر عکس نیست
تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے	تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں
خشم و ذوق ہر دو عکس دیگران	شادی و قوادہ و خشم عواں
تیرا خشم اور تیرا ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہے	قوادہ کی خوشی اور پولیس کا غصہ
آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد	کہ دہداو را بکینہ زجر و درد
اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے	کہ اس کو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے
تا بکے عکس خیال لامعہ	جہد کن تا گردوت ایں واقعہ
کب تک یہ عکس کہ خیال لامع ہے	تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ ہو جاوے
تا کہ گفتارت ز حال تو بود	سیر تو باپر و بال تو بود
تا کہ تیری گفتار تیرے حال سے ہو	تیری سیر تیری پردہ بال سے ہو
صید گیرد تیرہم باپر غیر	لا جرم بے بہرہ است از لحم طیر
شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے	لا محالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے
باز صید آرد بخود از کوہ سار	لا جرم شاہش خوراند کبک و سار
باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے	لا محالہ بادشاہ اس کو کبک اور سار کھلاتا ہے
باز باپر خود آرد صید شبک	لا جرم شاہش خوراند لحم کبک
باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار	لا محالہ بادشاہ اس کو لحم کبک کھلاتا ہے

چھوٹا (بھائی) تو بیمار تھا اور وہ منجھلا (بھائی) فقط اس بڑے (بھائی) کے جنازہ پر آیا۔ بادشاہ نے اس کو دیکھا (اور) قصداً کہا (باوجودیکہ کشف سے جانتا تھا) کہ یہ کون ہے یعنی (کیا یہ بھی) اس بحر سے ہے (جس سے یہ متوفی تھا) اور (کیا) یہ بھی ماہی ہے (جیسا وہ تھا بحر سے مراد محبت اور ماہی سے محبت اور مضاف الیہ اس کا بروئے کشف تو دختر اور بناء علی قول المعروف کہ اس نے بڑے شاہزادہ کو محبت شاہ بتلایا تھا خود شاہ تھا) پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے (جس کا وہ تھا یعنی) یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو (متوفی کی) یادگار ہے (اور بادشاہ نے) اسی پرشش (عنایت) سے اس کو بھی شکار (ومسخر) بنا لیا (جیسا عموماً احسان میں خاصہ ہے خصوص جس سے مقصود معشوقہ کے ملنے کی امید ہو اس کا احسان و تملطف تو اور زیادہ موثر ہے خصوص جبکہ مقصود ظاہری کے ساتھ وہاں مقصود باطنی بھی منضم ہو جاوے جو کہ دیندار کی نظر میں اعظم المقاصد ہے) اس نے نوازش شاہ یکتا ہے اپنے تن میں جان (متعارف) کے علاوہ اور ایک جان (یعنی حیوۃ قلب) بھی دیکھی (یعنی اپنے اندر اس کی صحبت



سے برکات باطنی و احوال محمودہ معاینہ کئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ (اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا جس کو صوفی سوچلہ میں بھی نہ پاوے) جیسا کہ بعض اہل تصرف کی صحبت سے ایسا ہوتا ہے گویاے انعکاس کو استقرار نہیں ہوتا جب تک خود مجاہدہ سے رسوخ حاصل نہ کرے لیکن بطور انعکاس کے مشاہدہ ایسے آثار کا ضرور ہوتا ہے اور (اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم (احوال و برکات کا) پایا جو کہ سوخلت سے بھی (صوفی) نہ پاوے (ان انوار انعکاسیہ سے) میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا (اور) اس کے سامنے (یہ سب) مثل انار خندان کے پھٹا جاتا تھا (یعنی ہر چیز مظہر صفات و کمالات حق کی نظر آتی تھی اور اس میں واردات و معارف منکشف ہوتے تھے اور) ایک ایک ذرہ اس کے روبرو مثل آفتاب کے ہو گیا (اور وہ ایک ایک ذرہ) و مبدم سوطرح کا فتح باب (علوم) کرتا تھا (اور وہ) باب (علم) کبھی روزن ہو جاتا (جس میں سے شعاعیں آیا کرتی ہیں اور) کبھی (خود) شعاع بناتا تھا (یعنی کبھی تو وہ علم خود مشہور رہتا اور کبھی وہ دوسرے علم کا مبداء انکشاف و واسطہ ظہور مثل روزن کے بن جاتا تھا اور) خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی (جو کہ مقصود ہے) اور کبھی صاع (پیمانہ جو کہ مقصود کا ظرف اور موصل الی المقصود و واسطہ ہے یہ مثال ہے مضمون مصرعہ اولیٰ کی اور اس شاہزادہ کی نظروں میں (یہ ظاہری) افلاک بالکل کہنہ اور (مثل) گوشت خشک (کے معلوم ہوتے) تھے (اور) اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی۔ (یعنی کشف عجائب ملکوت سے یہ کائنات ناسوتیہ اس کو بے قدر معلوم ہوتے تھے جیسا کہ مقصود حقیقی کی تجلی کے وقت وہ ملکوت بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور یہاں بقرینہ لفظ خلق مقصود حقیقی مراد نہیں ہو سکتا یہ انکشاف مذکور کچھ عجیب نہیں قاعدہ ہے کہ) روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے (یعنی اس کی توجہ لذات و تعلقات جسمانیہ کی طرف مغلوب ہو جاتی ہے جیسا مجاہدہ یا صحبت سے ایسا ہو جاتا ہے) تو حکم حق سے بیشک اس کو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے (جس سے ایسے امور کا انکشاف ہونے لگتا ہے پس اسی طرح) لاکھوں امور مخفیہ اس (شہزادہ) کے سامنے (بھی) ظاہر ہو گئے (اور) واقفین (اسرار) کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اس نے بھی دیکھا (اور) اس (شہزادہ) نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا آنکھ کو اس کی صورت (کے مشاہدہ) میں کشادہ کر دیا (یعنی استدلالیات مشاہد و مکشوف ہو گئے حالات انفسیہ بھی کائنات آفاقہ بھی اور) اس شاہنر (یعنی شاہ چین) کے غبار لشکر (کی برکت) سے اس نے سرمہ عزیزی (اپنی) بصر میں پایا (غبار موکب کنایہ ہے صحبت سے کیونکہ صحبت سبب ہوگی اس کی ہمراہی میں غبار آلودہ ہونے کا بھی اور عزیزی میں یا مصدری ہے یعنی عزیز شدن اور عزیز سے مراد صاحب باطن اور وہ) ایسے (عجیب غریب) گلزار پر (یعنی باغ علوم و احوال باطنی پر جس کا اوپر ذکر ہوا) دامن کشیدہ (و خراماں) چلتا تھا (اور باوجود اس کے) اس کا ایک ایک جزو (شدت اشتیاق سے) ہل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا (جیسا اہل باطن طالب ترقی کے ہوا کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ دامن کشیدن کنایہ ہونشان محو کرنے سے کہ عادت ہے جب قدم کا نشان محو کرنا چاہتے ہیں تو دامن خوب نیچا چھوڑ دیتے ہیں کہ اس سے وہ نشان مٹا چلا جاوے تو گلزار سے مراد گلزار حسی یعنی باغ و بہار دنیا پر وہ جھاڑ و پھیرتا چلا جاتا تھا اور گلزار معنوی کے اشتیاق میں ترقی ہوتی جاتی تھی اور یہ گلشن معنوی ایسی ہی چیز ہے چنانچہ) جو گلشن کہ سبزہ (وغیرہ) سے پیدا ہو وہ ایک ساعت (کا) ہے (یعنی تھوڑی مدت میں پڑ مرده ہو جاتا ہے اور) جو گلشن کہ عقل (عالی) سے پیدا ہو (من العلوم والاحوال) وہ (ہمیشہ) تازہ ہے جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ (جلدی) تباہ (اور ویران) ہو جاتا ہے (اور) جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبحان

اللہ (اور وہ گلزار علوم و احوال کا ایسا ہے کہ) ہماری (ان) مزہ دار جانے ہوئے (رسمی علوم کو اس گلستاں (معنوی) سے ایک یا دو یا تین گلدستے جان (یعنی بہت قلیل و غیر ثابت جیسے گلدستہ بہ نسبت مجموعہ باغ کے) ہم اس سبب سے (اسی) ایک دو تین گلدستہ کے مغلوب (اور مفتون) ہو رہے ہیں کہ اس باب گلزار (معنوی) کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے (یعنی ان علوم و احوال کے محبوب ہونے سے ان علوم رسمہ کو بڑا کمال مایہ افتخار سمجھتے ہیں آگے ان کے مسدود ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) ایسی مفتاحیں (جن سے ابواب علوم و احوال باطنہ مفتوح ہوتے ہیں) ہر وقت روٹی کے عوض میں سرانگشت سے گر رہی ہیں افسوس اے جان (روٹی سے مراد لذات و شہوات بطن یعنی طلب دنیا میں ان علوم و احوال کے اسباب کو ضائع کر رکھا ہے اور وہ اسباب یا مجاہدہ و صحبت ہے یا نور و بصیرت جو مجاہدہ و صحبت سے حاصل ہو علی سبیل منع الخلو) اور اگر کسی وقت لوگ تجھ کو فارغ کر دیتے ہیں تو (اس وقت) تو (عورتوں کی) چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے (یعنی شہوت فرج کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے غرض ہر وقت مختلف لذات و شہوات میں مبتلا رہتا ہے اور) پھر جب تیرا استسقا (ان لذات کے متعلق) موج زن ہوتا ہے (اس وقت) تجھ کو ایک شہر چاہئے جو نان اور زن سے پر ہو (مطلب یہ ہے کہ قدر ضروری پر بھی اکتفا نہیں ہوں بڑھتی چلی جاتی ہے پس قبل استسقائے مذکور کے تو) تو سانپ تھا (اور اب) تو اڑدھا بن گیا (پہلے) تیرے ایک سر تھا (اور) اس وقت سات سر ہو گئے (اور) اڑدھا سات سر والا دوزخ ہے (کما قال تعالیٰ لها سبعة ابواب پس تو ہفت سر ہو کر مشابہ دوزخ کے ہو گیا اور) تیری (یہ) حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے (یعنی جس طرح دانہ سبب ہوتا ہے جال میں گرفتار ہو جانے کا اسی طرح یہ حرص و شہوت سبب ہے گرفتاری دوزخ کا اب) تو (اس) جال کو (کہ دوزخ و معاصی میں) پہاڑ ڈال اور (اس) دانہ کو (کہ حرص و رغبت ہے معاصی کی) جلادے (اور) پھر اس بیت (علوم و احوال مذکورہ) کے ابواب جدید (تازہ شگفتہ دائمی حسب ماذکر) کو کشادہ کر دے (کیونکہ مانع یہی امور تھے کما مر فی قولہ کان در گلزار بر خود بستہ ایم و قولہ آنچنان مفتاحہا رخ اور) اگر تو (حق تعالیٰ کا) عاشق (و طالب) نہیں ہے (جو کہ دولت ہائے مذکورہ سے مشرف ہوتا ہے) اے حریص (دنیا کماد کر اور اس حرص کو مانع ان علوم و احوال کا نہیں سمجھتا اور اس وجہ سے اپنے علوم رسمہ پر قانع ہے تو سمجھ لے کہ اس حالت میں) تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے (اور) محض ایک صدار کھتا ہے (یعنی جس طرح پہاڑ میں جا کر کوئی بولے تو پہاڑ میں بھی اسی کی نقل پیدا ہوتی ہے مگر پہاڑ کو کچھ خبر نہیں یہی کیفیت اس حالت میں تیرے علوم کی ہے جن پر تجھ کو ناز ہے کہ خود تجھ کو ان کی حقیقت کی خبر نہیں دوسروں کی نقلیں تو بھی کر رہا ہے آگے وجہ تشبیہ کی تصریح ہے کہ) پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد (یہی حال ہے تیرے علوم کا کماد کر آ نفا اور شرح اس کی یہ ہے کہ اگر وہ علوم متعلق احوال کے ہیں تب تو وہ احوال چونکہ ذوقی ہیں ان کا علم کافی بدوں اتصاف ان احوال کے نہیں ہوتا بلکہ وہ الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اور اگر وہ علوم متعلق عقائد کے ہیں تو ان میں انشراح کافی محض دلائل تخمینہ سے نہیں ہوتا ضرورت ہے نور یقین کی جو موقوف ہے انقیاد محض للوحی و ترک رائے پر اور یہ بھی بدوں اتصاف بالاحوال المذکورہ کے کامل نہیں ہوتا پس بتلائے دنیا کے یہ علوم بھی الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اسی کو مولانا نے فرمایا ہے عکس غیر ست آں صدا اے معتمد آگے اس عکسیت میں تعیم کرتے ہیں کہ جس طرح تیرے اقوال عکس غیر ہیں اور یہ بعد تقریر مذکور کے بالکل ظاہر ہے اسی طرح



تیرے احوال بھی عکس غیر ہیں اور تیرا ان کو اپنا حال سمجھنا تیرا دھوکہ ہے پس فرماتے ہیں کہ (تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے (اسی طرح) تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں (چنانچہ) تیرا خشم (یعنی خط) اور تیرا ذوق (یعنی رضا) دونوں دوسروں کا عکس ہے (جیسے) قوادہ (یعنی دلالہ) کی خوشی اور پولیس کا غصہ (کہ دوسروں کا عکس ہے چنانچہ قوادہ اس سے خوش ہوتی ہے کہ کوئی فاسق جال میں پھنسا تو پچی میں مجھ کو بھی روپیہ ملے گا تو یہ خوشی عکس ہے اس فاسق کی شہوانی خوشی کی کہ اس کو شوق و رغبت فعل بد کی پیدا ہوئی پس اصل مبداء اس فعل کی خوشی کا اس میں ہے باقی اس فعل پر جو یہ قوادہ خوش ہوئی ہو حالانکہ اس فعل میں اس کو کوئی حظ نہیں وہ اس شخص کی خوشی سے مسبب ہے اور گوروپیہ ملنے کو اس کی خوشی کا سبب کہہ سکتے ہیں مگر وہ روپیہ ملنا بھی اسی شخص کے فعل سے مسبب ہے پس ہر حال میں اس کی خوشی عکس ہوئی اس شخص کی خوشی کی اور پولیس کا ظالم اہلکار کہ اکثر عنوان کا اطلاق اسی پر آتا ہے اور اقتراں ذکر قوادہ کے ساتھ بھی اس کا قرینہ ہے اس کا خشم ظالمانہ اکثر طمع زر میں ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ) اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے کہ اس کو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے (اگر ایسا ہوتا تو اس کا خشم اصلی اور ناشی منشاء صحیح سے ہوتا جب یہ نہیں تو معلوم ہوا کہ طمع زر سے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مظلوم اس سے ناراض ہے اس وجہ سے وہ اس کو زردینا نہیں چاہتا پس اس کی ناراضی کا عکس اس کی ناراضی ہے اور چونکہ اس مظلوم کی ناراضی کا منشاء صحیح ہے یعنی اس عنوان کا ظالم ہونا اور ناحق روپیہ کی خواہش کرنا اس لئے اس کے خشم کو اصلی کہیں گے اور یوں نہ کہیں گے کہ وہ بھی خشم عنوان کا عکس کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ عنوان نے مانگا اور اس نے نہ دیا اس سے وہ عنوان ناراض ہوا میری تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا خلاصہ یہ کہ پس اسی طرح تیرے احوال دوسروں کے عکس ہیں اور مراد میرے ذوق میں احوال مخاطب سے وہ احوال ہیں جن کو مخاطب باطنی سمجھتا ہے اور مقصود اس سے اس دھوکہ کا رفع کرنا ہے کہ اوپر جن کو خطاب کیا ہے کہ علوم و احوال باطنیہ حاصل کرو ان میں سے بعض کے اس کہنے کا احتمال تھا کہ ہم کو تو ایسے احوال بھی حاصل ہیں کیونکہ اکثر مغروران علم اپنے کو مقدس بھی سمجھتے ہیں خصوصاً اگر کسی قدر تھوڑی بہت طریقت کی طرف توجہ بھی رہی ہو تو ایسے دھوکہ کا بہت زیادہ احتمال ہے پس مولانا اس کی تحقیق کرتے ہیں کہ وہ احوال جن کا تجھ کو تو ہم ہوا ہے وہ محض خیالات ہیں یا تو ان احوال کے تو ہم کے وقت کچھ اسباب دینیہ کے ساتھ دنیوی اغراض بھی مقترن اور عارض ہو جاتی ہیں اور وہ احوال ان سے مسبب ہوتے ہیں اور دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ مسبب ہیں اسباب دینیہ سے مثلاً کسی وقت نماز یا قرآن میں لطف ہوا اور اتفاق سے اس وقت کسی امیر یا محبوب نفسانی کا قرب ہے اصل حظ اس سے ہے مگر اس کو شبہ ہو گیا کہ نماز یا قرآن سے ہے اور یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ مناسبت ہوئی تو وہ چند روزہ ان کا عکس ہے اور یہ شخص اس کو اپنی صفت اور حال سمجھ گیا غرض ہر حال میں وہ احوال متوہمہ خیالات ہیں یہ حاصل ہے مولانا کی تحقیق کا اب آگے ترغیب دیتے ہیں کہ ان علوم رسمہ پر کہ نقل و قال محض ہے اور ان احوال متوہمہ پر کہ عکس و خیالات ہیں قناعت مت کرو بلکہ احوال صحیحہ جس کے اسباب اوپر مذکور ہوئے ہیں یعنی مجاہدہ و انقیاد یہ حاصل کرو پس فرماتے ہیں کہ (کب تک (رہے گا) یہ عکس کہ خیال لامع ہے (جیسے بعض ماؤف العین لوگوں کی نگاہ کے سامنے غیر واقعی خیالات چمک اٹھتے ہیں اور لامعہ صفت خیال کی اور خیال کی طرف اضافہ عکس کی بیانیہ ہے) تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ (یعنی صفت واقعیہ) ہو جاوے (یعنی تو ان علوم و احوال سے متصف ہو جاوے تاکہ تیری گفتار تیرے حال سے

ہو (اور) تیری سیر تیرے پرو بال سے ہو (یعنی تیرا کلام ناشی ہو حال اور بصیرت سے نہ کہ نقل محض جیسے کوئی دوسرے کے بال و پر سے اڑے آگے ایک مثال میں فرق بیان کرتے ہیں تحقیق اور نقل الفاظ میں یعنی دیکھو) شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے (اس لئے) لامحالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے (اور) باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے (اس لئے) لامحالہ بادشاہ اس کو کبک اور سار (کا گوشت) کھلاتا ہے (فی الحاشیہ سار جانور ریت پرندہ سیاہ کو خالہائے سفید دارد و خوش آواز بود و بیشتر شکار ملخ کند آگے تفسیر آرد بخود کی اور تاکید بیت بالا کی ہے یعنی) باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار (یعنی وہ شکار جو کبھی جال سے پکڑا جاتا ہے یہ قید واقعی ہے اس لئے) لامحالہ بادشاہ اس کو لحم کبک کھلاتا ہے (پس نقل مثل تیر کے ہے کہ دوسرے کے پر سے اڑتا ہے اور صاحب بصیرت مثل باز کے پس اسی طرح نقل ثمرات علم سے محروم رہتا ہے اور صاحب بصیرت فائز ہوتا ہے)۔

منطقه کز وحی نبود از هواست	ہمچو خاک کے در هوا و در ہباست
جو کلام کہ وحی سے نہ ہو ہوا سے ہے	مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے
گر نماید خواجه را ایں دم غلط	زاوّل والنجم برخواں چند خط
اگر میاں صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو	تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے
تا کہ ماینطق محمد عن ہوی	ان ہوالابوحی احتوی
ما مینطق عن الہوی	ان حوالا وحی یوحی تک
تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا	وانگفت و گفت از وحی خدا
تا کہ تو معلوم کر لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے	نہیں فرمایا اور وحی خدا سے فرمایا
احمد اچوں نیستت از وحی یاس	جسمیاں را دہ تحری و قیاس
اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے	تو جسموں کو تحری اور قیاس عطا فرمائیے
بید را گر میوہ نے باشد ظلال	کز ضرورت ہست مردارے حلال
درخت بید میں اگر میوہ نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے	کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے
گر تحری نیست در کعبہ وصال	لیک ہست اندر بیاباں ضلال
اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے	لیکن بیاباں ضلال میں تو ہے
بے تحری واجتہادات ہدی	ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوی
بدوں تحری و اجتہاد ہدی کے	جو شخص ہوا سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے
ہمچو عاوش بر برد باد و کشد	نے سلیمانست تا تختش کشد
تو اس شخص کو ش عاد کے ہوا تباہ کر دے گی اور تل کر دے گی	وہ سلیمان نہیں ہے تاکہ وہ ان کے تخت کو کینچے



عاد را بادست جمال خذول	ہمچو برہ در کف مرد اکول
عاد کے لئے ہوا جمال مخالف ہے	مثل بکری کے بچے کے کھانے والے کے ہاتھ میں
ہمچو فرزندش نہادہ برکنار	می برد تا بکشدش قصاب وار
مثل فرزند کے اس کو آغوش میں رکھے ہوئے	لئے جا رہا ہے تاکہ اس کو قصاب کی طرح قتل کرے
عادیاں را باد ز استکبار بود	یار خود پنداشتند اغیار بود
عاد والوں کو یہ ہوا تکبر کی وجہ سے تھی	انہوں نے اپنا یار گمان کیا اغیار تھے
چوں بگردانید ناگہ پوستین	خرد آن شکست آں مبس القرین
جب اس نے پوستین الٹ دیا	تو ان کو اس مبس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا
باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد	پیش ازاں کت بشکند او ہمچو عاد
باد کو شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے	قبل اس کے کہ تجھ کو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے
ہود دادے پند کاے پر کبر خیل	بر کند از دست تاں ایں باد ذیل
ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت	تمہارے ہاتھ سے یہ ہوا دامن چھڑا لے گی
لشکر حق ست باد و از نفاق	چند روزے باشما کرد اعتناق
ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر	اس نے چند روز تمہارے ساتھ معافیت کر رکھا ہے
او بسر با خالق خود راست ست	چوں اجل آید بر آرد باد دست
وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے	جب میعاد آوے گی ہوا ہاتھ لگائے گی
ایں ہماں بادست کا یمن میگذشت	بود ہمچوں جاں و ہمچوں مرگ گشت
یہ وہی ہوا ہے جو با یمن ہو کر گزرا کرتی تھی	مثل جان کے تھی اور مثل موت کے ہو گئی
دست آنکس کو بکروت دست بوس	وقت خشم آں دست میگرد و بوس
جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا	غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہو جاتا ہے
باد را اندر دہن میں رہگذر	ہر نفس آیاں رواں در کروفر
اس ہوا ہی کا گذر منہ کے اندر دیکھ لے	ہر وقت آئندہ روندہ ہے کروفر کے ساتھ
خلق و دندانہا ازو ایمن بود	حق چو فرماید بدنہاں در رود
خلق اور دندان اس سے ایمن رہتے ہیں	جب حق تعالیٰ حکم دے دیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے

کوه گردد ذرّۀ باد و ثقیل	درد دندان دardش زار و علیل
ذرّۀ باد کوه اور ثقیل ہو جاتا ہے	درد دندان اس کو زار اور علیل رکھتا ہے
یارب و یارب برآرد او زجاں	کہ بربایں باد را اے مستعان
یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے	کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر
اے دہاں غافل بدی زیں بادرو	از بن دندان در استغفار شو
اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا جا	تہہ دل سے استغفار میں مشغول ہو
چشم سختش اشکها باران کند	منکراں را درد اللہ خواں کند
اس شخص کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے	منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے
چوں دم یزداں نہ پذیرفتی زمرد	وحی حق را ہیں پذیرا شوز درد
جب تو نے کلام حق کو مرد سے قبول نہ کیا	تو وحی حق کو درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے
باد گوید حکیم از شاہ بشر	گہ خبر خیر آورم گہہ شور و شر
ہوا کہتی ہے کہ میں مالک البشر کی طرف سے قاصد ہوں	کبھی خیر کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر
من چو تو غافل ز شاہ خود کیم	زانکہ ماموریم امیر خود تنم
میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں	کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں
گر سلیمان وار بودے حال تو	چوں سلیمان گشتے جمال تو
اگر تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا	تو میں سلیمان کی طرح تیری جمال ہوتی
عارستم گشتے ملک کفت	کردے بر راز خود من واقفت
میں عاریت ہوں تیرے ہاتھ کی ملک ہو جاتی	میں تجھ کو اپنے راز پر واقف بناتی
لیک چوں تو باغی من مستعار	می کنم خدمت ترا روزے سہ چار
لیکن چونکہ تو باغی ہے میں مستعار طور پر	تیری خدمت تین چار روز کرتی ہوں
پس چو عادت سرنگوتیہا دہم	ز اسپہ تو باغیانہ بر جہم
پھر عاد کی طرح تجھ کو بہت سی سرنگونی دوں گی	تیری سپاہ سے باغیوں کی طرح کل جاؤں گی
تا بغیب ایمان تو محکم شود	آں زماں کا ایمانت مایہ غم شود
انجام یہ ہو گا کہ تیرا ایمان بالغیب اس وقت محکم ہو	جس وقت کہ ایمان لانا تیرے لئے مایہ غم ہو جاوے



آں زماں خود جملگاں مومن شونند	آں زماں خود سرکشوں برسر دوند
اس وقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں	اس وقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں
آں زماں زاری کنند و افتقار	ہمچو دزد و راہزن در زیر دار
اس وقت زاری و افتقار کرتے ہیں	جیسے چور و ڈاکو زیر دار
لیک گر در غیب گردی مستوی	مالک دارین و شخنہ خود توی
لیکن اگر تو غیب میں مستقیم ہو جاوے	تو تو مالک دارین اور شخنہ ہو جاوے
رونماید بادشاہی مقیم	نے دو روزہ مستعارست و سقیم
ملک دائم منہ دکھائے گی	وہ دو روزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے
رستی از بیگار و کار خود کنی	ہم تو شاہ و ہم تو طبل خود زنی
تو بیگار سے چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے	تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ بھی بجاوے
چوں گلو تنگ آورد برما جہاں	خاک خورد کاشکے حلق و دہاں
جب گلوہم پر عالم کو تنگ کر رہا ہے	تو کاش حلق و دہاں خاک کھایا کرتا

(اوپر علوم بے بصیرت و احوال بے حقیقت کی ترمیم تھی جس میں غالب مضمون احوال کے متعلق تھا آگے ایسے علوم کے متعلق مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) جو کلام کہ وحی (کے فیض) سے (کہ مشروط ہے انقیاد وحی کے ساتھ علماء و عملاً) نہ ہو (وہ) ہوا (نفسانی) سے ہے (اور وہ) مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے (یعنی اس میں ثبوت اور قوت نہیں اور ادلہ شرعیہ سب وحی کے مدلول میں داخل ہیں اور) اگر میاں (منکر) صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو تو اول و انجم سے چند نقوش پڑھ لے (مراد نقوش سے الفاظ و جملے جو لکھنے کی حالت میں نقوش واللہ علی العروف ہوتے ہیں مگر پڑھنے کے اعتبار سے الفاظ کہے جاویں گے اور اس شعر میں لفظ اول میں ابتداء ان جملوں کی بتلائی تھی آگے ان کی غایت بتلاتے ہیں یعنی اول سے پڑھ لے) ما یبسط عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی تکتا کہ (اس کے پڑھنے سے) تو معلوم کر کے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے نہیں فرمایا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ جو نطق وحی سے نہ ہو گا وہ اس کے مقابل سے ہو گا۔ یعنی ہوی سے وہو المطلوب اور شعر تا کہ الخ میں تا بمعنی الی ہے نہ بمعنی لام اور مصرعہ اولیٰ میں نام مبارک اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ احتوی وزن کے شعر کے لئے بڑھایا ہے اور احتوی بمعنی احاطہ ہے اور یہ صفت ہے وحی کی اور اس میں عائد الی الوحی کہ مفعول ہے احتوی کا مقدر ہے یعنی احواہ اور ضمیر فاعل راجع ہے لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور فی المصر اع الاول کی طرف اور معنی ظاہر ہیں اور چونکہ اس پر ظاہر اشبہ ہوتا تھا کہ اس سے توا جتہاد و قیاس شرعی کا بھی داخل ہوئی ہونا لازم آتا ہے کیونکہ وہ وحی نہیں ہے آگے اس کا جواب دیتے ہیں جس کی طرف بندہ نے بھی شعر اول کی تقریر میں مختصراً اشارہ کر دیا ہے پس بعنوان خطاب حق للنبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب شروع کرتے ہیں کہ) اے احمد صلی

اللہ علیہ وسلم جب آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے تو جسموں کو (یعنی جو ملائکہ روحانین منزلیں وحی کا آپ کی طرح بطریق قطعی مشاہدہ نہیں کرتے مراد یہ کہ غیر اصحاب وحی کو) تحری (یعنی اجتہاد) اور قیاس عطا فرمائیے (حاصل جواب کا یہ ہے کہ عدم تیسر وحی کے وقت وہ بھی حکماً بجائے اسی کے ہے لان البدل له حکم المبدل و يفهم كونه بدلا من قوله چوں نیستت الخ پس وہ بھی حجت ہے اور ہوئی وہ ہے جو اس کے بھی علاوہ ہو یعنی رائے محض و تخمین بحث کہ وحی کی طرف مستند بھی نہیں باقی قیاس تو مظہر حکم ہوتا ہے اور مثبت اس حکم قیاسی کا بھی وحی ہی ہے پس وہ ہوئی میں داخل نہیں اور علاوہ دلالت بدلیت قیاس من الوحی علی کون القیاس فی حکم الوحی کے اس پر ایک اور دلالت بھی اس شعر میں ہے وہو قوله جسمیایان رادہ یعنی یہ بھی عطا فرمایا ہوا اور اجازت دیا ہوا حضور ہی کا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور دادن میں حکم دادن کا داخل ہونا ایسا ہے جیسا اس آیت میں وما اتاکم الرسول فخذوه الخ اور مولانا کے اس کلام سے یہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیاس کی اجازت ہے کیونکہ جواز قیاس کو معلل کیا ہے یا من الوحی سے کما ہو مفہوم قولہ چوں نیستت الخ تو جب وقت ضرورت تک وحی نہ آئی تو علت پائی گئی پس جواز کا حکم بھی پایا جاوے گا و علیہ اکثر العلماء اور جسمیان کی جو میں نے تفسیر کی ہے اس میں تمام غیر اہل وحی داخل ہو گئے من العلماء و المجتہدین والا ولیاء والمکاشفین گو بعض افراد اس تحری کے زیادہ قناعت بخش ہوں کعلوم اہل الاحوال لہم مگر درجہ میں وحی کی برابر نہ ہوں گے آگے مضمون شعر ہذا کی مثال ہے یعنی) درخت بید میں اگر میوہ نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے (اسی طرح جس کے پاس وحی نہ ہو تحری و قیاس بھی درست اور واجب العمل ہے) کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے (جو پہلے حلال نہ تھا اور حلال نہ ملنے کے وقت جب اضطرار شدید ہو حلال بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے کہ اگر نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار مرے گا کما صرح الفقہاء بہ اسی طرح تحری و اتباع دلیل ظنی جس میں الہام و اجتہاد سب داخل ہے پہلے جائز نہ تھا مگر وحی نہ ملنے کے وقت درست بلکہ واجب ہو گیا اور تشبیہ مردار کے ساتھ عدم جواز فی الاصل و جواز یا وجوب وقت الضرورة میں ہے آگے ایک مسئلہ جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہے یعنی) اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے لیکن بیابان ضلال میں تو ہے (وصال سے مراد مشاہدہ کہ لازم است وصال را یعنی کعبہ مشاہدہ کردہ شدہ اور ضلال بمعنی ما وقع الضلال عنه ای لم یدر ولم یعلم یعنی دیکھو ضرورت کے وقت اس تحری کی اجازت دی گئی جو کعبہ کے دیکھتے ہوئے جائز نہ تھی سو تحری و اجتہاد کی دو قسم ہوئیں ایک بضرورت جس کی شریعت نے اجازت دی بشرائط اس کو نظر االی اشرا لا تی اجتہاد ہدی سے ملقب کرنا مناسب ہے اور ایک وہ جو بلا ضرورت ہو یعنی دلیل شرعی کے ہوتے ہوئے کہ ان ادلہ نے سب ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے پھر اجتہاد کرنا کہ اس میں شرائط مفقود ہوں گی کیونکہ منجملہ شرائط یہ بھی ہے کہ ضرورت ہو اور یہاں ضرورت نہیں لہذا ذکر اس کو اجتہاد غیر ہدی سے ملقب کیا جاوے کضیع المدعیین للحکمة فی زماننا اور قسم اول کا جواز بیان فرمایا ہے آگے دوسری قسم کا ابطال کرتے ہیں کہ) بدوں تحری و اجتہاد ہدی کے (یہ ہدی بواسطہ عطف کے دونوں کی قید ہے) جو شخص ہوا (انسانی) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے (اس میں یہ بتلاد یا کہ اس صورت میں وہ تحری خود اور جو اس سے ثابت کیا ہے وہ بھی بدعت و ضلالت ہوگا اور راز ہوا قید واقعی ہے) تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کر دے گی اور قتل کر دے گی (اس مصرعہ میں ہوی نفسانی کو ہوائے عنصری سے تشبیہ دے کر اس کی طرف کشتن کی اسناد بطور اسناد الی السبب کے کی ہے یعنی وہ اس اتباع ہوی سے ہلاک ہو جاوے گا) وہ سلیمان نہیں ہے



تا کہ وہ (ہوا) ان کے تخت کو کھینچے (یعنی وہ اگر اتباع تحری میں منقاد حق ہوتا جیسے تحری ہدی کے اختیار کرنے والے ہیں تو وہ سب ہو جاتا اس کے ارتفاع رتبہ عند اللہ کا تو تحری مرتبہ کلی میں ایک چیز ہے اس کے دواثر ہیں ایک اثر اس کی ایک قسم کا اور دوسرا اثر دوسری قسم کا مثل ہوا کے کہ عاد کے ساتھ اور فعل اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اور فعل آگے تشبیہ بہ ہوائے عاد کی مزید توضیح ہے کہ عاد کے لئے ہوا حمل مخالف ہے مثل بکری کے بچہ کے کھانے والے کے ہاتھ میں (کہ) مثل فرزند کے اس کو آغوش میں رکھے ہوئے لئے جارہا ہے تا کہ اس کو قصاب کی طرح قتل کرے (پس اسی طرح ہوا جو عاد کو ان کی جگہ سے اٹھاتی ہے تو پٹکنے کے لئے اگرچہ اولاً ان کو موافقت کا دھوکہ ہوا کما سیاتی فی قوله فلما رأوه عارضاً اور) عاد والوں کو یہ (سزائے) ہوا تکبر (خصوص علی الانبیاء) کی وجہ سے تھی (کما قال تعالیٰ فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق ثم رتب علیہ قوله تعالیٰ فارسلنا علیہم ریحاً صرصراً لآیہ) انہوں نے (اس کو) اپنا یار (اور موافق) گمان کیا (قال تعالیٰ فلما رأوه عارضاً مستقبل اودیتہم قالوا هذا عارض ممطرنا لیکن وہ) اغیار تھی (قال تعالیٰ بل هو ما استعجلتم به ریح فیہا عذاب الیم لآیہ چنانچہ) جب اس نے پوسٹین الٹ دیا (یعنی اس نے دوسری صورت جو کہ اصلی تھی ظاہر کی) تو ان کو اس مبس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا (اس کا انطباق مشبہ میں یوں ہوگا کہ اس وقت وہ رائے اور ہوا الذیذ معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ منشا اس اتباع رائے کا تکبر ہے کہ اپنے کو قابل مزاحمت قواعد وحی کے سمجھتا ہے انجام میں یہ ہوی جس کا منشا تکبر تھا ان کو ہالک اور خاسر کرے گی آگے اس کبر کے ازالہ کا امر فرماتے ہیں جو مفہمی الی الہلاک ہوگا کہ اے مخاطب (یعنی کبر و ہوا کو کہ مشابہ باد ہے) شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے (اور یہ شکستہ کرنا) قبل اس کے (ہونا چاہئے) کہ تجھ کو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے (یعنی وقت عقوبت سے پہلے دارالعمل ہی میں اس کی اصلاح کر لے جس کے لئے لازم ہے انقیاد للوحی آگے ہوائے نفسانی کے مشبہ بہ یعنی ریح عاد کی طرف رجوع ہے جس سے ایک اور فائدہ علاوہ فائدہ مذکورہ کے مستنبط کریں گے کہ اجزائے عالم سب مسخر قدرت ہیں جس کو جس کے لئے جب تک چاہے نافع بنادے اور اسی طرح مضر بناوے پس فرماتے ہیں کہ) ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت تمہارے ہاتھ سے یہ ہوا (اپنا) دامن چھڑا لے گی (یعنی دشمن ہو جاوے گی کیونکہ یہ) ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر (یعنی ظاہری طور پر و ہذا استعارۃ) اس نے چند روز تمہارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے (مگر) وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے جب (تمہاری ہلاکت کی) میعاد آوے گی (یہ) ہوا ہاتھ (پاؤں) نکالے گی (اور) یہ وہی ہوا ہے جو باطن ہو کر گزرا کرتی تھی (یہ) مثل جان کے تھی اور (اب) مثل موت کے ہو گئی (اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہو جاتا ہے (اور مثال سے قطع نظر خود) اس ہوا ہی کا گزر منہ کے اندر (بھی) دیکھے (کہ) ہر وقت آئندہ روندہ ہے کروفر کے ساتھ (مراد اس سے سانس ہے کہ وہ بھی ہوا ہے اور بھی اس لئے کہا کہ کبھی صرف ناک کی راہ سے اس کی آمد و رفت ہوتی ہے اور) حلق اور دندان اس سے ایمن رہتے ہیں (ان کو ایذا نہیں پہنچاتی مگر اسی ہوا کو) جب حق تعالیٰ حکم دے دیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے (اور) ذرۃ باد (اس وقت ایک) کوہ اور ثقیل ہو جاتا ہے (اور) در دندان اس (دندان یا صاحب دندان) کو زار اور علیل رکھتا ہے (اس کی طبی توجیہ حسب قول حکیم محمد ہاشم سلمہ یہ ہے کہ مسوڑھوں میں کوئی ترمادہ پیدا ہو جاتا ہے اس سے بخارات اٹھ کر مستحیل بریاح ہو کر اعصاب میں تحدید



پیدا کرتے ہیں اس سے درد پیدا ہو جاتا ہے اتنی بلفظ اور اس وقت (یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر) تو دیکھو وہی ہوا جو نافع تھی مضر ہو گئی اور اس مقام پر وہ قائدہ مستبطہ حاصل ہو گیا آگے اس سے ایک اور مضمون کی طرف انتقال ہے کہ جب یہ سب مسخر حق ہیں تو اس کی اطاعت اور ذکر اختیار کر پس فرماتے ہیں کہ (اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا جا) اور (تہہ دل سے استغفار میں مشغول ہو) آگے تکلیف کا ایک نفع بیان کرتے ہیں کہ درد ایسی چیز ہے کہ (اس شخص) صاحب درد کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے (اور) منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے (آگے فرماتے ہیں کہ جب درد میں یہ خاصیت ہے تو تجھ کو اس سے انتفاع چاہئے اور پہلی غفلت کو جو کہ باوجود استماع احکام کے زائل نہ ہوئی تھی اب زائل کر دینا چاہئے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو نے کلام حق کو مرد (حق) سے قبول نہ کیا تو وحی حق کو (اس) درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے (آگے اوپر کے دونوں مضمونوں کا مجموعہ ہے یعنی اجزائے عالم کا مسخر حق ہونا اور انقیاد حق کا ضروری ہونا ذکر الاول فی اشعار کثیرۃ والثانی اولانی قولہ بادر! بشکن الخ وثانیاً فی قولہ ای دہاں غافل بدی الخ وقولہ چوں دم یزداں الخ پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) ہوا کہتی ہے میں مالک البشر کی طرف سے (مثل) قاصد (کے) ہوں کبھی خیر (اور نفع) کی خبر لاتی ہوں (اور) کبھی شور شر (کی خبر لاتی ہوں اور) میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں (اور ہوا یہ بھی کہتی ہے کہ) اگر (انقیاد میں) تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی (یعنی بامر حق تجھ کو نفع ہی پہنچایا کرتی خواہ ظاہر بھی یا صرف باطناً جیسا کہ مضار دنیویہ سے منافع آخرت اہل ایمان کو حاصل ہوتے ہیں اب تو بحالت تیرے عدم انقیاد کے دنیوی حوائج کے لئے تیرے کارآمد ہونے میں) میں عاریت ہوں (انقیاد کی حالت میں) تیرے ہاتھ کی مملوک ہو جاتی (یعنی مثل مملوک کے ہر وقت خادم و نافع ہوتی اور) میں تجھ کو اپنے راز پر واقف بناتی (یہ اسناد مجازی ہے یعنی سبب واقفیت کا ہو جاتی اس طرح سے کہ ہوا بھی آیات الہیہ سے ہے اور متضمن ہے حکم و مصالح کو کہ منجملہ ان کے بصیرت بالحق ہے کما قال تعالیٰ و فی الارض آیات للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون اور انقیاد حق میں خاصہ ہے صحت بصیرت کا پس اگر انقیاد اختیار کرتا تو ہوا کے بھی ان اسرار کی اس کو بصیرت ہوتی) لیکن چونکہ تو باغی ہے (اس لئے) میں مستعار طور پر تیری خدمت (دنیویہ) تین چار روز کرتی ہوں (چنانچہ ہوا سے دنیوی انتفاع جس کا ظاہر ہے اور) پھر (مرنے پر) عادی طرح تجھ کو بہت سی سرنگونی دوں گی (اور) تیری سپاہ (اور نافع چیزوں سے باغیوں کی طرح نکل جاؤں گی) اور سبب ضرر بنوں گی سبب ضرر بننا یہی ہے کہ حق تعالیٰ اس پر سزا دیں گے کہ باوجود میری سب آیات اور نعم کے تو نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس شعر سے پہلے یقیناً روزے سے چار سے مراد عمر حیوۃ دنیا ہے اور اس شعر میں اس کے بعد لفظ پس آیا ہے جو تعقیب کے لئے ہے اور حیوۃ دنیویہ سے معقب حالت موت ہے عین موت بھی اور ما بعد الموت بھی سو اس دلیل سے حکم سرنگو نیہا دہم اور باغیانہ برجم کا ظرف زمان حالۃ الموت ہوئی چنانچہ بندہ نے ترجمہ اسی کی موافق کیا ہے آگے اس حکم مذکور من حیث التقید بہذا التقید کی عاقبت فرماتے ہیں یعنی حالت موت میں تیرے لئے میرے واسطہ عقوبت بننے کا) انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اس وقت محکم ہو جس وقت کہ ایمان لانا (تجھ کو نافع نہ ہو بلکہ غیر مقبول ہونے کی حسرت سے اور زیادہ) تیرے لئے مایہ غم ہو جاوے (مراد اس سے وہ وقت ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا باسنا اور یہ



تا کہ بمعنی لام عاقبت ہے اس میں اس شخص کی بغاوت الی آخر الحیوۃ پر وعید سنانا ہے کہ اس وقت حقیقت ان آیات سے متنبہ نہ ہونے کی معلوم ہوگی کہ جب معلوم ہونا مفید نہ ہوگا اور معلوم کر کے ایسے وقت ایمان لاوے گا کہ اور حسرت ہوگی کہ میں ایمان بھی لاتا ہوں اور نافع نہیں ہوتا اور اگر ایمان نہ لاتا تو صرف عقوبت کا الم ہوتا یہ حسرت نہ ہوتی جیسا کہ احقر نے ایمانت مایہ غم کی تفسیر میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے آگے اس وقت کی حالت کا بیان ہے کہ وہ ایسا وقت ہے کہ اس وقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں (اور) اس وقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں (اور) اس وقت زاری و افتقار کرتے ہیں جیسے چور اور ڈاکو زبرداری (آ کر ایسا ہی کرتا ہے سو اس وقت ایمان و معذرت کچھ بھی نافع نہیں ہوگا) لیکن اگر تو غیب (کی حالت) میں (ایمان و قبول حق میں) مستقیم ہو جاوے (اور یہ ایمان قبل الموت میں ہوتا ہے) تو تو مالک دارین (بھی) اور شحنے (بھی) ہو جاوے (مالک جس کے حق کے لئے دار پر دزدو راہزن مذکور فی الشعر السابق کو چڑھاتے تھے اور شحنے وہ جو کہ دار پر چڑھاتا تھا مطلب یہ کہ پھر تو ایسا مومن ہو جاوے گا جیسا خود مالک اور شحنے اور تجھ کو) ملک دائم منہ دکھلائے گی (جنت کا ایسا ہی ہونا ظاہر ہے اور) وہ (ملک دائم) دور وزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے (جیسی دنیا کی نعمتیں تھیں کما ذکر فی قولہ عارستم یعنی نہ اس میں کما نقص ہے کہ دور وزہ ہو اور نہ کیفاً کہ سقیم اور ردی ہو اور) تو (اس وقت) بیگار سے (یعنی ذلت سے اطلاقاً للاسباب علی السبب او عکسہ) چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے (یہ مقابل ہے بیگار کا تو یہ کنایہ ہوگا عزت و حریت سے کہ اس میں بیگار نہیں ہوتی اور) تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ (عزت کا) بھی بجاوے (قال تعالیٰ و اذ ایت ثم رایت نعیمًا و ملکًا کبیرًا و قال تعالیٰ و جنات لهم فیہا نعیم مقیم یہ تو ایمان بالغیب کی صورت میں ہے اور اگر اس کے خلاف ہو جس کا اوپر ذکر تھا آں زمان خود جملگان اور آن زمان زاری کنند تو اس صورت میں یہ حالت ہوگی کہ وہ سرکش و زاری کنندہ مثل دزد اور راہزن کے عالم جزاء کے معائنہ کے وقت حسرت کریں گے کہ) جب (ہمارا یہ) گلو (جس کے انہماک میں ایمان سے بھی محروم رہے) ہم پر عالم کو تنگ (و تاریک اور محل عقوبت) کر رہا ہے تو کاش (ہمارا یہ) حلق و دہاں (بجائے لذیذ اور مرغوب اشیاء کے) خاک کھایا کرتا (اور ہم لذات میں منہمک نہ ہوتے جس سے غفلت نہ بڑھتی اور ایمان کی توفیق ہو جاتی تو یہ روز بددیکھنا نہ پڑتا ان لذات نے ہم کو تباہ کر دیا اور بندہ نے عالم سے مراد عالم آخرت سمجھا ہے کیونکہ دنیا سے تو جا ہی رہا ہے یہاں تنگی و فراخی سے کیا بحث دوسرے اس میں بہت مبالغہ ہو جاوے گا کہ عالم آخرت باوجود اتنی بڑی فراخی کے اس پر تنگ ہو جاوے گا فضلاً عن الدنیا)

فائدہ:- آگے انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ وہ باغی جو حسرت کر رہا ہے کہ کاش میں دنیا میں خاک کھایا کرتا سو واقع میں دنیا میں تو خاک ہی کھا رہے ہیں مگر اس خاک کی صورت بدل گئی ہے جس سے یہ لذات معلوم ہوتی ہیں اور مقصود اس سے تڑہید ہے اشیاء دنیویہ میں کہ ان کے آغاز و انجام کو متحضر رکھ کر ان میں زیادہ منہمک نہ ہو جیسا وہ شخص منہمک ہوا جس کا اس شرچوں گلو الخ میں مقولہ مذکور ہے کہ ایمان سے بھی محروم رہا۔

ایں دہاں خود خاک خوارے آمدست	لیک خاک کے را کہ آں رنگیں شدہ است
یہ دہن خود خاک کھانے والا ہے	لیکن اس خاک کو کہ وہ رنگین ہو گئی ہے

ایں کباب و ایں شراب و ایں شکر	خاک رنگین ست و نقشیں اے پر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر	خاک رنگین اور نقشیں ہے اے پر
چونکہ خوردی و شد آنہا لحم و پوست	رنگ کھمش داد و ایں ہم خاک کوست
جب تو نے کھا لیا اور وہ لحم و پوست ہو گیا	تو اس کو لحم کا رنگ دے دیا یہ بھی خاک کوچہ ہے
ہم زخا کے بخجہ برگل می زند	جملہ را ہم باز خاک کے می کنند
خاک ہی سے گارے پر بخجہ بناتے ہیں	پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں
ہندو و قیچاق و رومی و حبش	جملہ یک رنگ انداندر گور خوش
ہندی اور قیچاقی اور رومی اور حبشی	سب ایک رنگ ہیں گور میں اچھے طور پر
تا بدانی کان ہمہ رنگ و نگار	جملہ روپوش است و مکر و مستعار
تاکہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار	سب حجاب ہے اور نمائش ہے اور مستعار
زانکہ باقی صبغة اللہ است و بس	غیر آں بربستہ داں ہچموں جرس
کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے	اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے
رنگ صدق و رنگ تقوی و یقین	تا ابد باقی بود بر عابدیں
صدق کا رنگ اور تقوی و یقین کا رنگ	ابد تک باقی رہے گا عابدین پر
رنگ شک و رنگ کفر و نفاق	تا ابد باقی بود بر جان عاق
شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی	ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر
چوں سیہ روئی فرعون دغا	رنگ او باقی و جسم او فنا
جیسے فرعون دغا باز کی سیہ روئی ہے	کہ اس کا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی ہے
برق و فروئے خوب صادقین	تن فنا شد و اں بجاتا یوم دین
نور اور روئی خوب صادقین کی	تن تو فنا ہو گیا اور وہ قائم رہے گی یوم دین تک
رشت آں زشت ست و خوب آں خوب و بس	دائم آں صحاک و ایں اندر عبس
زشت وہی زشت ہے اور خوب وہی خوب ہے اور بس	ہیش کے لئے وہ خندان اور یہ ترش روئی میں رہے گا
خاک را رنگ و فن و شنگے دہد	طفل خویاں را بداں جنگے دہد
وہ خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شنگ دیتے ہیں	الطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دیتے ہیں



از خمیر اشتر و شیرے پزند	کودکان از حرص آں کف می مزند
آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں	لڑکے اس کی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں
شیر و اشتر نان شود اندر دہاں	در نگیرد ایں سخن باکود کاں
وہ شیر اور شتر منہ میں جا کر روٹی ہو جاتی ہے	یہ بات لڑکوں میں اثر نہیں کرتی
دامن پر خاک ما چوں کودکاں	رفته از سر جہد اسباب و دکاں
ہم لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے	دماغ سے اسباب اور دکان کا اہتمام نکلا ہوا
کودک اندر جہل و پندار و شکے ست	شکر باری قوت او اند کے ست
لڑکا جہل اور خیالات اور شک میں ہے	مگر خیر شکر ہے کہ اس کی قوت تو تھوڑی ہے
وائے ز اں طفلان کہ پیری می کنند	لنگ مورانند و میری می کنند
افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں	لنگ مور ہیں اور سرداری کر رہے ہیں
طفل را استیزہ و صد آفت ست	شکرا ایں کو بے فن و بے آلت ست
طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے	اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے
وائے زیں پیران طفل نا ادیب	گشتہ از قوت بلائے ہر لیب
افسوس ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے	قوت کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے
چوں سلاح و جہل جمع آید بہم	گشت فرعون نے جہاں سوز از ستم
جب ہتھیار اور جہل باہم جمع ہو جاویں	تو وہ شخص ایک فرعون ہو جاوے گا جو ظلم سے جہاں سوز ہے
شکر کن اے مرد درویش از قصور	کہ ز فرعونی رہیدی و ز کفور
اے مرد فقیر تو کوتاہی سے شکر کر	کہ تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے
شکر کہ ملومی و ظالم نہ	ایمن از فرعونی و ہر فتنہ
شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے	فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے
اشکم تی لاف الہی نزد	کاتشش را نیست از ہیزم مدد
شکم تہی نے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا	کیونکہ اس کے آتش کو ہیزم کی مدد نہیں پہنچی
اشکم خالی بود زنداں دیو	کش غم نان مانعست از مکرو ریو
شکم خالی شیطان کا زندان ہے	کیونکہ اس کو غم نان مانع ہے مکرو فریب سے

اشکم پر لوت داں بازار دیو	تاجران دی را دروے غریو
شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان	تاجران شیطان کا اس میں شور ہے
تاجران ساحر لاشے فروش	عقلہا را تیرہ کردہ از فروش
ان تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں	عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے فروش سے
خم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس	کرد کر باسی ز مہتاب و غلس
مٹکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے	کپڑا بنا رکھا ہے چاندنی اور اندھیری ہے
چوں بریشم خاک را بر می تنند	خاک در چشم میز می زند
بریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں	میز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں
جندلے را رنگ عودی می دہند	بر کلوخے ماں حسودی می دہند
پتھر کو عودی رنگ دے رہے ہیں	کلوخ پر ہم کو رشک دے رہے ہیں
پاک آں کو خاک را رنگے دہد	ہمچو کودک ماں بر آں جنگے دہد
پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے	کودک کی طرح ہم کو اس پر جنگ دیتا ہے
دامن پر خاک ماچوں طفلکان	در نظر ماخاک ہمچو زر کان
ہم دامن کو خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں	ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے ہے
طفل را بابالغاں نبود جدال	طفل را حق کے نشاند بار جال
طفل کو بالغین کے ساتھ جلال نہیں ہوتا	طفل کو حق تعالیٰ مردوں کے برابر کب بٹھلاتا ہے
میوہ گر کہنہ شود تا ہست خام	پختہ نبود غورہ گویندش بنام
میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے جب تک خام ہے	پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ ہی کہیں گے
گر شود صد سالہ آں خام و ترش	طفل و غورہ است او بر ہر تیز ہش
اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے	وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تیز ہوش کے نزدیک
گرچہ باشد موے وریش او سپید	ہمدراں طفلی و خوف ست و امید
اگرچہ اس کے بال اور ریش سفید ہو جاویں	اسی طفلی اور خوف و امید میں ہے
ماند خواہم نارسیدہ یارسم	حق کند با من غضب یا خود کرم
معلوم نہیں میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا	حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے یا خود کرم کرے



گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام	اے عجب با من کند لطف و کرم
اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ ہوں تب بھی	اے لوگو عجب بات یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ لطف و کرم ہی فرما دے گا
باچنیں ناقابلی و دوری	بخشد ایں غورہ مرا انگور یی
بادجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے	وہ بخشدے گا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت
نیستم امید وار از ہیچ سو	واں کرم کی گویدم لاتیاً سوا
وہ کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں	اور وہ کرم مجھ کو لاتیاً سو کہہ رہا ہے
دائماً خاقان ما کردست طو	گوش مارا میکشد لا تقنطوا
ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے	ہمارے کان کو لا تقنطوا کھینچ رہا ہے

(رابطہ اور شرح اشعار بالا کے اخیر میں مذکور ہو چکا پس فرماتے ہیں کہ) یہ وہ بن خود خاک کھانے والا ہے لیکن اس خاک کو (کھاتا ہے) کہ وہ رنگین ہوگئی ہے (اس لئے اس کو خاک نہیں سمجھتا اور اس کے پیچھے ایمان تک کھو بیٹھتا ہے) یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر (سب) خاک رنگین اور نقشین ہے اے پسر (چنانچہ اصل بھی سب کی خاک ہے اور مرجع بھی سب کا خاک ہی ہے کہ بقاعدہ کل شی رجع الی اصلہ وہ بھی خاک کے اصل ہونے پر دال ہے اور گو اور عناصر بھی ان کی ترکیب میں داخل ہیں مگر غالب خاک ہی ہے اور رنگینی یہی ہے کہ وہ کسی جزء میں صورت فاکہیہ ہے کسی میں صورت طعامیہ یہ رنگ تو کھانے کے قبل تھا اور) جب تو نے کھالیا اور وہ لحم و پوست ہو گیا تو (اس وقت) اس کو لحم کا رنگ دے دیا (پھر) یہ (لحم) بھی خاک کو چہ ہے (یعنی اخیر میں یہ لحم بھی تسخیل الی التراب ہو جاوے گا اور یہ ظاہر ہے) خاک ہی سے گارے پر بنیہ بناتے ہیں (مثلاً جسم کے ساتھ اجزاء غذائیہ منضم ہوتے ہیں) پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں (چنانچہ) ہندی اور قپاتی (کہ ایک قوم ہے ترکوں کی) اور رومی اور حبشی (یہ) سب ایک رنگ (یعنی خاک) ہیں گور میں اچھی طور (یعنی پورے طور) پر تا کہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار سب حجاب ہے اور نمائش ہے اور مستعار (یعنی عارضی) کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے (مراد اس سے رنگ اعمال کا۔ ہے اور اضافۃ تشریف کے لئے اشارۃ الی قولہ تعالیٰ صبغة الله و من احسن من الله صبغة اور) اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے (کہ جزو حیوان نہیں اوپر سے باندھ دیتے ہیں اور الوان جسمیہ کا زائل ہو جانا اور الوان روحیہ کا کہ اعمال ہیں زائل نہ ہونا ظاہر ہے چنانچہ) صدق کا رنگ اور تقویٰ و یقین کا رنگ ابد تک باقی رہے گا عابدین پر (اور گو وہاں بقاء جسم بشری کو بھی ہوگا اور یوں تو اس کے لئے لازم ہے لیکن وہ یہ لوں تو نہ ہوگا بخلاف اعمال کے کہ وہ یہی اعمال ہوں گے یہ تو صبغة اللہ کا بقاء ہوا آگے اس کے مقابل یعنی اعمال کفریہ کا بقاء بتلاتے ہیں گو وہ صبغة اللہ میں داخل نہ ہو اور صبغة اللہ میں جو بقاء کا حکم کیا تھا وہاں حصر پر کوئی دلالت نہ تھی یعنی اعمال ایمانیہ کی طرح) شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر جیسے فرعون و غاباز کی سیہ روئی ہے کہ اس (سیہ روئی) کا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی (اسی طرح) نور اور رونق روئے خوب صادقین کی (کہ) تن تو فنا ہو گیا اور وہ (خوب روئی) قائم رہے گی یوم دین (اور اس کے مابعد ابد) تک (اور سیہ روئی و



خوب روئی میں رو سے مراد وجہ باطن ہے باقی روئے ظاہری تو جزو جسم کا اور اسی کی ساتھ فانی پس جب یہ خوبی اور زشتی اعمال کی باقی ہے اور صورت ظاہر کی فانی تو (زشت (اصلی) وہی زشت ہے اور خوب (اصلی) وہی خوب ہے اور بس (کہ) ہمیشہ کے لئے وہ (خوب) خنداں اور یہ (زشت) ترش روئی میں رہے گا (اور بعض محشین نے صبحۃ اللہ کو عام لیا ہے رنگ اعمال ایمانیہ و کفریہ کے لئے مگر میرا ذوق اس کو قبول نہیں کرتا غرض یہ کہ) وہ (حق تعالیٰ) خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شنگ (یعنی رعنائی و زیبائی) دے دیتے ہیں (مراد مطلق مرغوبیہ خواہ انسان میں ہو یا اموال و اسباب میں اور یہ مرغوبیت دیکر) اطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دے دیتے ہیں (کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں لوں اور دوسرے کو نہ لینے دوں جس طرح سے) آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں (اور) لڑکے اس کی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں (کذا فی الغیاث مزیدن ملکین یعنی لڑکے یہ سمجھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے شیر لیا اور کھالیا ہم نے اونٹ لیا اور کھالیا حالانکہ محض صورت ہے شیر و شتر کی اور حقیقت اس کی روئی اور آٹا ہے اور اس لئے) وہ شیر اور شتر منہ میں جا کر روئی ہو جاتی ہے (حقیقت تو یہ ہے لیکن) یہ بات لڑکوں میں (کبھی) اثر نہیں کرتی (یعنی اگر ان سے کہو کہ حقیقت اس کی بردی ہے یہ شیر و شتر نہیں ہے محض اس کی ہیئت ہے تم اس کے لئے لڑومت روئی کھا لو تو کبھی اس کو نہ مانیں کہ اس کی حقیقت روئی ہے بلکہ اس صورت ہی کو مقصود سمجھتے ہیں اسی طرح عوام الناس اس بات کو نہیں سمجھتے کہ حقیقت اس کی خاک ہے اور یہ صورتیں عارضی ہیں اصلی نہیں ہم اس پر جنگ نہ کریں اور جب یہ سب چیزیں جن میں تنافس ہے خاک ہیں تو) ہم (صورت پرست لوگ ان کی مشغولی میں) لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے (اور ہمارے) دماغ سے اسباب اور دکان (مقصود) کا اہتمام نکلا ہوا (جیسے اطفال اس کھیل کے سامنے ان چیزوں کو جانتے بھی نہیں اور ان اشعار میں طالبان دنیا کو اطفال سے تشبیہ دی ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ ان سے بھی زیادہ بد حال ہیں کیونکہ) لڑکا (یہ مسلم ہے کہ) جہل اور خیالات اور شک میں ہے مگر شکر ہے کہ اس کی قوت (عملیہ) تو تھوڑی ہے (جس کے سبب اس نقصان علم و عقل کا کوئی اثر مضر ظاہر نہیں ہوتا چنانچہ اس خاک پر لڑتے بھی ہیں تو نہ ہتھیار ہے نہ زور ہے نہ تدبیر اور چالاکی ہے یوں ہی معمولی تو تو میں میں ہوئی اور ختم ہوا اور زیادہ) افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں (یعنی لنگ مور ہیں) باعتبار ضعف قوت علمیہ اور نا حقیقت شناسی دنیا کے (اور) (پھر) سرداری کر رہے ہیں (یعنی سامان و اسباب سردارانہ مال و جاہ وغیرہ رکھتے ہیں جس سے ان کو قوت عملیہ معتد بہا حاصل ہے اور پیری سے بھی یہی مراد ہیں نہ کہ مشیخت گو وہ بھی اس کے عموم میں داخل ہے پس مصرعہ ثانیہ کے دونوں جز و تفسیر ہیں مصرعہ اولیٰ کے دونوں جزووں کی مطلب یہ کہ ان پیران نابالغ کا حال زیادہ برا ہے کہ قوت علمیہ تو ان کی ناقص اور سامان اضرار و تجادل و تراحم کا ان کے پاس وافر پس ان میں مضارت و مضادت بہت بڑھی ہوئی ہے جب یہ جنگ کریں گے خاک پر تو ان کی جنگ اطفال کی جنگ سے اضرار اور ادھی و امر ہوگی آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ بیشک) طفل میں لڑائی اور سوافت ہے (یہ مسلم مگر) اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے افسوس (زیادہ) ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے (کہ) قوت (و سامان) کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے (یعنی حقیقی عقلاء کو ستاتے ہیں اور) جب ہتھیار (کہ قوت عملیہ کی زیادتی ہے) اور جہل (کہ قوت علمیہ کی کمی ہے دونوں) باہم جمع ہو جاویں تو (اس وقت) وہ شخص ایک فرعون ہو جاوے گا جو ظلم سے جہاں سوز ہے (آگے قوت عملیہ مع الجہل کی مضرت ثابت ہونے پر تفریع ہے کہ) اے مرد فقیر (نادار) تو (سامان کی)



کو تا ہی سے شکر کر کہ تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے (فی المنتخب کفر بالضم ناسپاسی کردن) شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے (اور) فرعونیت اور ہرقتہ سے تو مامون ہے (آگے بھی ناداری کے اسلم ہونے کا مضمون ہے کہ دیکھو) شکم ہی نے الوہیت کا دعویٰ (کبھی) نہیں کیا کیونکہ اس کے آتش (مادہ خبیثہ کبر) کو ہیزم کی مدد نہیں پہنچی (ہیزم سے مراد اسباب و سامان جاہ و قدرت آگے مثال ہے شکم ہی اور شکم پر کی زندان و بازار کے ساتھ یعنی) شکم خالی شیطان کا زندان ہے (یعنی شیطان وہاں ایسے تصرفات سے محبوس ہے) کیونکہ اس کو غم نان مانع ہے (ایسے) مکر و فریب سے (کہ لاؤ خدائی کا دعویٰ کرو اور) شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان تا جبران شیطان کا اس میں شور (مچ رہا) ہے (اور دھوکہ کی چیزیں اس میں بیچ رہے ہیں آگے اس کی تفصیل ہے یعنی) ان تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے (اس پر انگدگی میں مشتریوں کو تیز نہ رہی عث و بکین میں فرق کرنے کی ان ساحر تاجروں نے) مٹکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے (کہ خریدار نظر بندی کے سبب اس کو گھوڑا سمجھ کر دام ڈبو دیتا ہے اور ان ہی ساحروں نے) کپڑا بنا رکھا ہے چاندنی اور اندھیری سے (کہ شعاعوں کو بشکل کپڑے کے نمایاں کر کے دام لے لیتے ہیں اسی طرح تاریکی کو شاید سیاہ کپڑا کر کے دکھلاتے ہوں اور یہ ساحر لوگ) ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں (جس کو پورنا کہتے ہیں خریدار ابریشم سمجھ کر دام دے دیتا ہے اور) تمیز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں (اور) پتھر کو عودی رنگ رہے ہیں (اور) کلون پر ہم کو رشک دے رہے ہیں (یعنی سحر سے اس کی ایسی صورت دکھلائی ہے کہ دیکھ کر رغبت خریداری کی ہوتی ہے یہ سب مثالیں ہو گئیں تصرفات شیطین کی آگے پھر عود ہے مضمون سابق کی طرف کہ یہ سب متاع دنیا خاک ہے جس پر مختلف رنگ اور نقش کر دیئے گئے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے (اور) کودک کی طرح ہم کو اس پر جنگ دیتا ہے (شاید بیچ کے ساتھ اس کو شروع کرنے میں اشارہ ہو ایک شبہ کے دفع کی طرف شبہ یہ کہ اشعار متصل میں جو تصرفات مذمومہ بیان کئے گئے ہیں ان کا حاصل بھی تلمیس ہے اور خاک کو رنگین و نقشین کرنا جو کہ حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے یہ بھی ایک قسم کی تلمیس ہے جب دونوں متشابہ ہیں تو پھر اگر یہ قبیح ہے اور اس لئے شیطان کی طرف اس کی نسبت صحیح ہوئی ہے تو حق تعالیٰ کی طرف کیسے صحیح ہوگی اور اگر یہ قبیح نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی طرف اس لئے نسبت صحیح ہوئی تو پھر شیطین کی طرف نسبت کرنا معرض ذم میں کیسے واقع ہوا جواب یہ ہے کہ شیطین تو اس کے کاسب ہیں اور قبیح کا کاسب قبیح ہے اور حق تعالیٰ خالق ہے اور قبیح کا خلق قبیح نہیں پس وہ قبیح کو خلق کر کے بھی قبیح سے منزہ ہے لفظ پاک میں تنزیہ خاص مراد لے کر اس جواب کی طرف اشارہ ہو گیا آگے اسی رنگ کردن خالق اور جنگ کردن عام مخلوق کا مضمون ہے کہ) ہم دامن کو ایک خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں (اور اس رنگین کرنے سے) ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے (معلوم ہوتی) ہے (آگے ان فریفتگان رنگ اور شیفتگان جنگ کو بطور نصیحت کے فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ) طفل کو بالغین کے ساتھ جدال (جائز) نہیں ہوتا (کیونکہ) طفل کو حق تعالیٰ مردوں کی برابر کب بٹھلاتا ہے (یہ کنایہ ہے عدم تساوی سے کما قال تعالیٰ هل يستوی الاعمی والبصیر وقال تعالیٰ هل يستوی الذی یعلمون والذین لا یعلمون اور میں نے جو نبود جدال کا ترجمہ کیا ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ خبر کو انشاء پر محمول کیا گیا کما قالوا فی قوله تعالیٰ لا جدال فی الحج ای لا تجادلوا حاصل یہ ہوا کہ تم طفل ہو اور مردان حق بالغ ہیں اور طفل کو بالغ کے امر میں معارضہ نہ چاہئے اور بالغین حب دنیا سے منع

کر رہے ہیں پس تم ان کے کہنے پر چلو اور گو تم یہ کہو کہ ہم تو نابالغ نہیں آگے اس کا جواب ایک تشبیہ سے دیتے ہیں کہ (میوہ اگر چہ کہنہ ہو جاوے (لیکن) جب تک خام ہے (اور) پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ (بواؤ مجہول) ہی کہیں گے (جس کے معنی انگور ہائے نارسیدہ ترش ہیں کذا فی الغیاث آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے (اس طرح سے کہ خام توڑ کر سالہا سال کسی ترکیب سے محفوظ رکھا تب بھی) وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تیز ہوش کے نزدیک (پس اسی طرح تم اگر چہ بالغ لغوی یا بوڑھے ہو جاؤ مگر چونکہ تم میں پختگی عقل و بصیرت کی نہ آئی تھی اور اسی حالت میں تم کہنہ سال ہو گئے تو مثل اس میوہ خام کہنہ کے تم بھی عقل کے اعتبار سے طفل اور خاک اور سن کے اعتبار سے کہنہ ہو گے تو معنی نابالغ بمعنی خام ہوئے پس وہ شبہ جاتا رہا چنانچہ شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے کہ اسی طرح) اگر چہ اس (طفل عقل) کے بال اور ریش سفید ہو جاویں (لیکن یہ) اسی طفلی اور (اسی) خوف و امید میں ہے (جس میں پہلے تھا جس کا آگے بیان ہے اور جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا نام اس شخص نے خود خوف ورجا رکھا ہے اس رجا کی حقیقت غرور اور دھوکہ ہے جیسے کوئی شخص بدوں تخم پاشی کے متوقع ہو کہ غلہ پیدا ہوگا اور اس خوف کی حقیقت عین وضعف ہمت ہے جیسے کوئی شخص کاشتکاری اس لئے نہ کرے کہ شاید تخم ضائع ہو جاوے یا پیداوار برف سے ہلاک ہو جاوے ایسا ہی حال ہے مجسم دنیا کا کہ عمل بالکل نہیں اور متوقع ہیں مقبولیت و مقربیت کے کہ اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں بے عمل بھی فضل فرمادیتے ہیں اسی طرح عمل میں صد ہا شبہات نکالتے ہیں کہ شاید مقبول نہ ہوں یا حبط ہو جاوے کیونکہ وہ بڑے بے نیاز ہیں عمل کی وہاں کیا قدر ہے اور یہ صورت خوف ورجا ہے حقیقت نہیں اور یہ خوف ورجا طفلانہ ہے اسی لئے طفل کے ساتھ اس کو مقرون کیا اور اسی معنی کے افادہ کی طرف بندہ نے ترجمہ شعر میں خوف و امید کے ساتھ لفظ اسی کو ظاہر کر دیا جو بواسطہ عطف کے کلام میں مکرر ہے یعنی ہمدراں طفلی و ہمدراں خوف و امید تا کہ خوف ورجا حقیقی نہ سمجھا جاوے بلکہ خاص یہ خوف ورجا صوری سمجھا جاوے آگے اسی خوف ورجا کی تفسیر ہے کہ وہ اس خوف و امید طفلانہ میں رہتا ہے کہ (معلوم نہیں میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا) (اور معلوم نہیں) حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے (یہ مرتب ہے نارسیدہ خواہم ماند پر) یا خود کرم لے (یہ مرتب ہے رسم پر اس سے یہی مراد ہے کہ خالی احتمالات نکالتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہوگا شاید باوجود عمل نارسیدہ مانم و حق غضب کند یا بدوں عمل رسم و حق کرم کند پھر اس کے بعد اپنی من سمجھوتی کرتا ہے کہ دو احتمال بھی کیوں نکالے چاہیں کہ نارسیدن پر غضب اور رسیدن پر کرم بلکہ فحوائے سبقت رحتی علی غضبی یہی سمجھنا چاہئے کہ) اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ رہوں تب بھی اے لوگو عجیب بات یہ ہے کہ وہ (دونوں حال میں) میرے ساتھ لطف و کرم ہی فرماوے گا (اور اس میں نفس کی زیادہ تسویل ہے کیونکہ وہ خوف صوری گو خوف حقیقی نہ تھا لیکن اس کے واسطے سے کبھی احتمال تو غضب کا ہو جاتا تھا یہ کسی وقت شاید نافع ہو جاتا اس میں اس کو بھی رخصت کر دیا اور یہ بھی کہتا ہے کہ) باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے (میں) کچھ عمل نہیں کرتا بلکہ معصیت کے کام کرتا ہوں و دل علی الاول قولہ ناقابل و دل علی الثانی قولہ دوری) وہ بخش دے گا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت (یعنی وہ مجھ کو خام سے پختہ اور ناقص سے کامل کر دیں گے اس میں نارسیدن پر نجات کی امید سے ترقی کر کے ولی بننے اور رسیدن کا بھی یقین کر لیا اور یوں بھی کہتا ہے کہ) میں کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں (حتیٰ کہ عمل کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا) اور وہ کرم مجھ کو لانا پسو کہہ رہا ہے (اور) ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے (فی الغیاث طوبالضم وواؤ معروف معرب تو بواؤ



مجہول درتر کی شادی عروسی را گویند اور) ہمارے کان کو لا تقطعوا کھینچ رہا ہے (اس سب کا حاصل وہی غرور ہے اور میرے ذوق میں آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں رجاء حقیقی کی طرف جس میں باوجود عمل کے اپنے عمل کو ہیچ سمجھنے سے حق تعالیٰ ہی کی رحمت پر نظر ہوتی ہے جیسا کاشنکار باوجود ختم پاشی کے بارش کا امیدوار حق تعالیٰ سے رہتا ہے)۔

گرچہ مازیں ناامیدی در گویم	چوں صلاز و دست اندازاں رویم
اگرچہ ہم اس ناامیدی سے گڑھے میں ہیں	جب حق تعالیٰ نے صلا دی ہے تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے چل رہے ہیں
دست اندازیم چوں اسپان سپس	درد ویدن سوئے مرعائے انس
ہم بعد اس کے ہاتھ پھینک رہے ہیں	دوڑنے میں طرف چراگاہ انس کے
گام اندازیم و آنجا گام نے	جام پردازیم و آں جام نے
ہم پاؤ پھینک رہے ہیں اور اس جگہ قدم نہیں	ہم پیالہ خالی کر رہے ہیں اس جگہ جام نہیں
زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست	معنی اندر معنی و ربانی ست
اس لئے کہ اس جگہ تمام اشیاء روحانی ہیں	خلاصۃ الخلاصہ اور ربانی ہیں
ہست صورت سایہ معنی آفتاب	نور بے سایہ بود اندر خراب
صورت تو سایہ ہے معنی آفتاب ہے	نور بے سایہ تو دیرانی میں ہوتا ہے
چونکہ آنجا خشت بر خشتہ نماںد	نور مہ را سایہ زشتہ نماںد
جب وہاں خشت پر خشت نہ رہی	تو نور ماہ کے لئے کوئی سایہ زشت نہ رہا
خشت گرزریں بود بر کندنی ست	چوں بہائے خشت وحی و روشنی ست
خٹک اگر زریں بھی ہے تب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے	جبکہ خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے
کوہ بہر دفع سایہ مند کے ست	پارہ گشتن بہر ایں نور اند کے ست
دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ ہے	اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا تھوڑی بات ہے
بر بروں کہہ چوز و نور صمد	پارہ شد تا در روش ہم زند
پہاڑ کے ظاہر پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی	تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ اس کے باطن میں بھی داخل ہو جاوے
گر سنہ چوں بر کفش زد قرص نان	واشگافند از ہوس چشم و دہاں
گر سنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے	تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ پھاڑ دیتا ہے
صد ہزاران پارہ گشتن از رد ایں	از میاں چرخ بر خیزاے زمیں
لاکھوں ٹکڑے ہو جانا اس کے لئے زیبا ہے	آسمان کے چرخ میں سے اٹھ جا اے زمین

تا کہ نور چرخ گردد سایہ سوز	شب ز سایہ تست اے باغی روز
تا کہ نور آسمان سایہ سوز ہو جادے	شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی
ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں	بالغاں را تنگ میدارد مکاں
یہ زمین مثل گہوارہ اطفال کے ہے	بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے
بہر طفلان حق زمین را مہد خواند	بالغاں را تنگ میدارد مکاں
اطفال کے لئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے	اور اس میں اس دودھ میں سے اطفال پر عطا فرمایا ہے
خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا	طفلکان راز و دبالغ کن شہا
یہ گھر ان گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے	ان اطفال کو جلدی بالغ کر دے اے بادشاہ
ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ	تا تو اندرفت بالغ بید رنگ
ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کر	تا کہ بالغ چل سکے بے درنگ
اے گوارہ خانہ را ضیق مدار	تا تو اند کرد بالغ انتشار
اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ	تا کہ بالغ آمد و رفت کر سکے

(رابطہ اوپر مذکور ہوا ہے یعنی انتقال ہے رجاء حقیقی کی طرف جس کے ساتھ عمل بھی ہوتا ہے مگر اس کو بے اثر سمجھا جاتا ہے اور اتکال رحمت پر ہوتا ہے اور اس بے اثر سمجھنے کو خوف لازم ہے پس رجاء کے ساتھ خوب بھی حکماً مذکور ہو گیا ہے اور مامور بہ مجموعہ ہی ہے رجاء اس قول کا مدلول ہے گرچہ ماضی ناامیدی الخ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ناامیدی نہ چاہئے اور اس کے ساتھ عمل ہونا جس سے وہ رجاء حقیقی ہو جاوے اس قول کا مدلول ہے دست اندازیم و کام اندازیم اور اس کا بے اثر سمجھنا اس قول کا مدلول ہے انجام گام نے و انجام جام نے اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا اس قول کا مدلول ہے جملہ اشیاء جانی ست معنی اندر معنی الخ اور رجاء کے لئے خوف کے اعتبار کا لازم ہونا ابھی اوپر مذکور ہوا اور پھر اس اتکال کے تعلق سے جذب حق کی ضرورت کا مضمون کہ وہی اصل موثر ہے وصول الی المقصود میں اور ضرورت کے ساتھ اس کی طلب مذکور ہے پس فرماتے ہیں کہ) اگرچہ ہم اس ناامیدی سے (جو ہماری حالت کا مقتضا ہے) گڑھے میں ہیں (حالت نا کارگی کو تشبیہ دی گڑھے کے ساتھ جس میں ہلاک محتمل ہے لیکن) جب حق تعالیٰ نے (دعوت الی رحمت کی) صلا دی ہے (کما قال تعالیٰ واللہ یدعو الی دار السلام) تو ہم ہاتھ پھیلتے ہوئے (یعنی حرکت ممکنہ کرتے ہوئے) چل رہے ہیں (وہذا کقولہ گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف واری باید دوید آگے رویم کا معمول بتلاتے ہیں کہ) ہم بعد اسی (صلا) کے ہاتھ پھینک رہتے ہیں دوڑنے میں طرف چراگاہ انس (و مقعد صدق) کے جو مصداق ہے دار السلام مذکور آیت موصوفہ کافی المنتخب بختین مردم و قبیلہ کہ یکا مقیم باشند او من لوازم المرعی للمجتمعین کونہ ما یونس بہ فتر جمعت بالحاصل اور) ہم



(ادھر جانے کی طرف ہاتھ) پاؤں پھینک رہے ہیں (یعنی بقدر امکان کوشش کر رہے ہیں) اور اس جگہ (یہ) قدم (معتد بہ) نہیں (کیونکہ اس مقصود کے مقابلہ میں یہ سعی کیا چیز ہے اور) ہم (اپنے زعم میں) پیالہ خالی کر رہے ہیں (جو کہ پوری شراب پینے میں ہوتا ہے یعنی مقتضائے عبدیت و خدمت سے کہ افراغ جہد ہے پورا مجاہدہ اختیار کرتے ہیں اور واقع میں) اس جگہ یہ جام (معتد بہ) نہیں (کماذکر فی شرح قولہ گام نے آگے اس گام نے و جام نے کی وجہ کی توضیح ہے یعنی) اس لئے کہ اس جگہ (یعنی اس دربار کے لائق) تمام اشیاء روحانی (یعنی لطیف و خالص) ہیں (آگے جانی کی تفسیر ہے یعنی) خلاصۃ الخلاصہ ربانی ہیں (چونکہ شے کا خلاصہ لطیف بمنزلہ اس کی روح کے ہے اس لئے روحانی بمعنی لطیف و خلاصہ کے ہوا جس کا مصداق ربانی میں بتلادیا یعنی وہ اعمال جن میں کوئی نقص و شائبہ ریا و عجب و کراہتہ و تفریط ادب و حقوق وغیرہ کا نہ ہو اور خالص ابتغاء لوجہ اللہ کئے گئے ہوں جس سے ان کو رب عظیم کی طرف منسوب کرنا صحیح ہو ورنہ اس میں دوسرے کا شائبہ ہونے سے وہ محل ہو جاوے گا اس ارشاد کا انا اغنی الشرکاء عن الشرک مطلب یہ کہ اس حالت میں ظاہر ہے کہ جب ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے لن تحسوا اور لن یشاد الذین احد الا غلبتو گام نے و جام نے کا حکم مذکور صحیح ہو گیا اور باوجود اس کے اعمال کا قبول کرنا جیسا کہ جزاء بما کانوا یعملون اس پر دال ہے صاف دلیل ہے کہ وصول الی المقصود میں رحمت حق ہی موثر ہے کما قلت فی التہمید اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا الخ اور چونکہ حاصل اعمال کا سلوک ہے اور حاصل تاثیر رحمت حق کا جذب ہے تو اعمال کے عدم تاثیر اور رحمت حق کی تاثیر کا جو کہ یہاں تک اشعار میں مذکور ہوئے حاصل سلوک کی عدم تاثیر اور جذب کی تاثیر ہے اس لئے آگے اس جذب کے بعض احکام و آثار مثل فناء و بقاء اور ان کے خواص اور ان کی مطلوبیت بیان فرماتے ہیں یعنی) صورت تو سایہ ہے (اور) معنی آفتاب ہے (صورت سے مراد غلبہ احکام جسمانیہ کا کہ وہی سبب ہوتا ہے شوائب نقص فی الاعمال کا اور معنی سے مراد غلبہ احکام روحانیہ کا کہ اسی سے اعمال کا نقص مبدل بکمال مناسب للعبد لا الکمال اللائق بحقوق الحق تعالیٰ ہو جاتا ہے جس سے اعمال معنوی اور ربانی ہو جاتے ہیں جن کا شعر سابق میں ذکر تھا جس کا راز یہ ہے کہ یہ غلبہ اثر ہے فنا کا اور فنا میں وہ افعال عبد مصداق ہیں مضمون کے ہیں۔

گریہ او خندہ او نطق او فہم او خلق او خلق او عقل او وہم او و حسن او نیست ازوے ہست محض صنع او

کذا فی الدفتر الخامس من هذا المثنوی فی عنوان بقیہ حال مرید مقلد در گریہ اس لئے وہ ان شوائب سے ناص ہو جاتے ہیں آگے تفریع ہے مضمون مصرعہ اولیٰ پر یعنی جب صورت سایہ اور معنی آفتاب ہے تو نور بے سایہ تو ویرانی میں ہوتا ہے (کیونکہ آبادی میں تعمیرات و اشجار وغیرہ کا سایہ پڑنے سے نور خالص نہیں ہوتا بلکہ مشوب بالظل ہوتا ہے اور) جب وہاں خشت پر خشت نہ رہی تو نور ماہ (یا آفتاب مذکور فی الشعر السابق) کے لئے کوئی سایہ زشت (وصفہ بہ لکونہ مانعاً عن النور) نہ رہا۔ (اسی طرح اگر احکام روحانیہ کا غلبہ جس کے آثار ابھی مذکور ہوئے یعنی اعمال کی معنویت و ربانیت چاہتے ہو تو فناء جسم کو اختیار کرو کہ اس پر دولت بقاء مرتب ہوگی جس سے تم متخلق باخلاق اللہ و خالص الاعمال ہو جاؤ گے چنانچہ آگے اسی بقاء کا عطاء ہونا مذکور ہے کہ) خشت (جبکہ مانع

نور ماہ و خور ہے تو وہ) اگر زریں بھی ہے تب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے جبکہ (اس) خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے (یہ آثار ہیں بقاء کے مطلب یہ کہ جب بقاء باللہ صلہ ہے فناء کا تو فناء واجب التحصیل ہے اور اس فناء میں گو تن پروری و تن آرائی فوت ہوگی مگر اس کی پروا امت کرنا کیونکہ فناء جسم حصول نور کے لئے وہ چیز ہے کہ) دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ (ہو جاتا) ہے (اور) اس نور کے لئے پارہ پارہ ہوے جانا تھوڑی بات ہے (یعنی طور پر جب تجلی ہوئی تو نور حق کے تجلی ہونے سے کہ دفع سایہ اس کے لئے لازم ہے جو مصرعہ اول میں ہے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا (اور) پہاڑ کے ظاہر (سطح) پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تا کہ اس کے باطن میں بھی داخل ہو جاوے (جیسے) گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ (بھی) پھاڑ دیتا ہے (یہی) حالت طور کی ہو گئی کہ گویا منہ پھاڑ دیا کہ غذائے نور جس طرح اس کے ہاتھ یعنی ظاہر پر رکھی گئی اسی طرح اس کے منہ یعنی باطن میں بھی پہنچادی جاوے پس جس طرح اس نے نور کے لئے فناء صورت کو گوارا کر لیا تو بھی جسم کی پروا مت کر اس نور کے حاصل کرنے کے لئے فنا کر دے اور مقصود اس تشبیہ سے صرف تو نفع ہے صورت کے غیر معتد بہ ہونے کی نور کے مقابلہ میں گو مشبہ بہ میں دک اضطراری ہے اور شبہ میں اختیاری آگے جسم کو خطاب کرتے ہیں جس سے مقصود صاحب جسم کو سنا کر اس کی ہمت بڑھانا ہے پس فرماتے ہیں کہ) لاکھوں ٹکڑے ہو جانا (کوہ ذر میں یعنی جسم کے) اس (نور) کے لئے زیبا ہے (پس آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جاوے زمین تا کہ نور آسمان (مثلاً نور آفتاب) سایہ سوز ہو جاوے (یعنی جو میں نور ہی نور رہ جاوے کیونکہ) شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی (یعنی مخالف نور آفتاب کی جیسا کہ اہل ہیئت نے کہا ہے کہ شب کی حقیقت سایہ ہے زمین کا کہ آفتاب جس وقت مثلاً ہمارے اعتبار سے زمین کی دوسری طرف ہوتا ہے تو زمین کا سایہ جو میں پڑتا ہے وہ شب ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح مثلاً زمین کے اٹھ جانے سے ہر وقت جو میں نور ہی نور رہا کرے اسی طرح اگر جسم فنا ہو جاوے تو روح پر نور حق متجلی رہا کرے پس جب فنا کی یہ خاصیت ہے تو اس میں کیوں پس و پیش کیا جاوے اور اس افناء مذکور میں جس طرح خود مامور بالفناء کے خطرات ضیاء حظوظ جسمانیہ کے مانع ہوتے ہیں اسی طرح کبھی دوسرے مقیدان احکام جسمانیہ کی طرف سے مزاحمت پیش آتی ہے خواہ موافقانہ جیسے نادان دوست بزم خود خیر خواہی کیا کرتے ہیں خواہ مخالفانہ جیسے حساد و معاندین ایذا پہنچایا کرتے ہیں اور کام میں مشغول نہیں ہونے دیتے اوپر پہلی مانعیت کے متعلق مضمون تھا جس میں ہمت دلائی تھی آگے دوسری مزاحمت کا مضمون ہے جس میں حق تعالیٰ سے التجا ہے اس مزاحمت کے رفع کرنے کی فی قولہ زود بالغ کن اور مزاحمین کو اس لئے شاید خطاب نہ کیا ہو کہ بے شمار ہیں کسے کسے سمجھائیں پس ارشاد ہے کہ) یہ زمین (یعنی عالم اجسام و ناسوت) مثل گہوارہ اطفال کے ہے (بوجہ اس کے کہ اس کے اکثر سکان طفلان عقل ہیں کما ذکر مفصلاً فی اشعار قبل اشعار المقام اور یہ گہوارہ) بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے (جیسے کسی گھر میں بہت بچے ہوں اور ہر ایک کے لئے ایک گہوارہ ہو تو سارا گھر گہواروں ہی سے بھر جاوے گا اور بالغوں کو بیٹھنے اور چلنے کے لئے جگہ نہ رہے گی اسی طرح اہل دنیا کی مزاحمتیں کا ملین کے ساتھ اور ان کو تنگ کرنا مشابہ اسی کے ہے جیسے مذکور ہوا آگے تا سید نفلی ہے اس تشبیہ ارض بالمہد کی کہ دیکھو) اطفال کے لئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے (قال تعالیٰ جعل لکم الارض مہداً) اور (پھر) اس (مہد) میں اس دودھ میں سے



اطفال پر عطا فرمایا ہے (یعنی لذات دنیویہ مثل دودھ کے ہیں اور قرآن مجید میں جو مہد آیا ہے وہ بمعنی مطلق فراش کے ہے جو گہوارہ کو بھی مشتمل ہے۔ پس یہ استدلال ایک قسم کا استیناس ہے اور مقصود اس استدلال پر موقوف نہیں اس لئے احتمال مضرب نہیں اور) یہ گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے (کماذکر تقریرہ مع المقصود بہ فی شرح مصراع بالغان راتنگ میدارد مکان پس) ان اطفال کو جلدی بالغ کر دے اے بادشاہ (یعنی اللہم اھد قومی تاکہ یہ مزاحمت چھوڑیں آگے خطب مجازی ہے گہوارہ کو جس سے مقصود محض اظہار تمنی ہے بلا قصد خطاب پس فرماتے ہیں کہ) ہاں اے گہوارہ گھر کو بیگ بست کرتا کہ بالغ چل (پھر) سکے بے درنگ۔ اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ تاکہ بالغ آمد و رفت کر کے (وہذا الانتشار کقولہ تعالیٰ فان تشر وافی الارض)۔

فائدہ:- اظہار عجز کے لئے اپنی حکایت بیان کرتا ہوں کہ ان اشعار کے حل میں ایسی طبیعت بستہ ہوئی کہ بڑی مشکل سے اتنا لکھا گیا جس سے اس کا اور تازہ یقین ہو گیا کہ آدمی کا نہ علم کچھ ہے نہ عمل۔ حق تعالیٰ ہی کام لے لیتے ہیں آگے رجوع ہے قصہ کی طرف۔

### در بیان استغناء و عجب شاہزادہ و زخم خوردن از باطن شاہ

(حاصل مضمون اس سرخی کا یہ حکایت ہے کہ اس شاہزادہ کو شاہ چین سے فیوض و برکات حاصل ہوئے مگر اس کو گمان ہو گیا کہ میں جب کامل ہو گیا مجھ کو شیخ کی اور اس کی خدمت کی کیا ضرورت رہی اس کا یہ وبال ہوا کہ وہ برکات سب مسلوب ہو گئے اور متنبہ ہو کر استغفار کیا اور اس کے بعد ایک سرخی اس قصہ کی اور آوے گی اس میں اس کا تتمہ ہے کہ استغفار میں باطنی مضرت سے تو محفوظ ہو گیا اب خواہ وہ کمال سابق عائد ہوا ہو یا نہ ہوا لیکن چونکہ شیخ کے قلب کو اس سے صدمہ پہنچا تھا اور اس کے قلب میں تصرف کی قوت بھی تھی اس کے اثر سے شاہزادہ مر گیا کہ صاحب تصرف اگر اس کا قصد بھی نہ کرے مگر اس کو صدمہ ہونا اس دنیوی ضرر کا سبب ہو جاتا ہے کیونکہ ناگواری میں ایک گونہ توجہ اس شخص کے اضرار کی طرف طبعاً ہو جاتی ہے اور اس سے یہ اثر ہو سکتا ہے اور اس تقریر سے کئی مسئلے بھی معلوم ہو گئے جو ظاہر ہیں اب صرف حل عبارت شرح اشعار میں کافی ہے)۔

چوں مسلم گشت بے بیع و شری	از دروں شاہ در جانش جبری
جب مسلم ہو گیا بدوں بیع و شراء کے	باطن شاہ سے اس کے باطن میں روزینہ
قوت می خوردے ز نور جان شاہ	ماہ جانش ہیمو از خورشید ماہ
وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا	اس کا ماہ جان ایسا ہو گیا تھا جیسا خورشید سے ماہ
راتبہ جانی ز شاہ بے ندید	دمبدم در جان مستش می رسید
روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے	دمبدم اس کی جان مست میں پہنچتا تھا
آں نہ کش ترسا و مشرک میخورند	زاں غذائے کش ملائک میخورند
وہ نہیں جس کو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں	اس غذا سے کہ اس کو ملائکہ کھاتے ہیں

اندروں خویش استغنا بدید	گشت طغیانے ز استغنا پدید
اس نے اپنے اندر استغنا دیکھا	استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا
کہ نہ من ہم شاہ وہم شہزادہ ام	چوں عنان خود بدیں شہ دادہ ام
کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں	کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دے رکھی ہے
چوں مرا ماہے برآمد بالمع	پس چرا باشم غبارے را تیغ
جب میرا ایک چاند بانور طلوع ہو چکا ہے	پھر میں ایک غبار کا تاج کیوں ہوں
آب درجئے من ست و وقت ناز	ناز غیر از چہ کشم من بے نیاز
پانی میری نہر میں ہے اور وقت ناز کا ہے	میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں
سر چرا بندم چو درد سر نماوند	وقت روئے زرد و چشم تر نماوند
میں سر کیوں باندھوں جب درد سر نہ رہا	روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا
چوں شکر لب گشتہ ام عارض قمر	باز باید کرد دکان دگر
میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں	تو دوسری دکان کھولنا چاہئے
زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت	صد ہزاران ژاژ خائیدن گرفت
اس امانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا	تو لاکھوں بکواس بکنا شروع کیا
صد بیابان ز اں سوئے حرص و حسد	تا بدانجا چشم بدہم میرسد
حرص و حسد سے اس طرف صد بیابان ہوں	وہاں تک بھی نظر بد پہنچ جاتی ہے
بحر شہ کہ مرع ہر آب اوست	چوں نداندا نچہ اندر سیل و جوست
بادشاہ کا دریا کہ ہر پانی کا مرجع وہ ہے	کیونکر نہ جانے گا جو کہ سیل اور نہر میں ہے
شاہ را دل درد کرد از فکر او	ناپاسی عطائے بکر او
بادشاہ کے قلب کہ اس کے خیال سے تکلیف ہوئی	اس کی عطائے جدید کی ناپاسی سے
گفت آخر اے خس واہی ادب	ایں سزائے داد من بود اے عجب
کہا کہ آخر اے خنسیں ست ادب	یہی میری عطا کی سزا تھی عجب بات ہے
من چہ کردم با تو زیں گنج نفیس	تو چہ کردی با من از خوئے خنسیں
میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے	تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خنسیں سے



من ترا ما ہے نہادم در کنار	کہ غروبش نیست نا روز شمار
میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا	کہ قیامت تک اس کو غروب نہ ہو گا
در جزائے آن عطائے نور پاک	تو زدی دزدیدہ من خار و خاک
تو نے اس نور پاک کی عطا کی عوض میں	میری آنکھ میں خار اور خاک دے دیا
من ترا بر چرخ گشتہ نزد بان	تو شدہ در حرب من تیر و کمان
میں تو تیرے لئے چرخ پر نزد بان ہو گیا	تو میرے حرب میں تیر و کمان
ورد غیرت آمد اندر شہ پدید	عکس درد شاہ اندروے رسید
شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا	درد شاہ کا عکس اس میں پہنچا
مرغ دولت در عتابش بر طپید	پردہ آں گوشہ گشتہ بر درید
مرغ دولت اس کے عتاب کے سبب متحرک ہوا	اس گوشہ گشتہ کے پردہ کو اس نے پھاڑا
چوں دروں خود بدید آں خوش پسر	در سیہ کاری خود کردہ اثر
جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے	اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا
آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ	خانہ شادی اوپر غم شدہ
وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہو گیا	اس کی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا
باخود آمد اوز مستی عقار	زاں گنہہ گشتہ سرش خانہ خمار
وہ ہوش میں آیا مستی شراب سے	اس گناہ سے اس کا سر پر خمار ہوا ہوا تھا
ہر کہ خود بنی کند در راہ دوست	مغز را بگذاشت کلی دید پوست
جو شخص طریق محبوب میں خود بنی کرے	اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا
دشمن من در جہاں خود ہیں مباد	زانکہ از خود ہیں نیاید جز فساد
میرا دشمن بھی جہاں میں خود ہیں نہ ہو	کیونکہ خود ہیں سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا
مے ازاں آمد حرام اندر جہاں	کہ خوری خود ہیں شوی اندر زماں
شراب اسی لئے جہاں میں حرام ہوئی ہے	کہ اس کو پی کر فوراً تو خود ہیں ہو جاتا ہے
بہتر از خود در تصور نایدت	وہ ہمہ از نفس خود ہیں زانکہت
اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا	اور یہ سب نفس خود ہیں سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے

آنکہ با خودی خوردے با خود دست	اتچنین میخوار خوار و مرتد دست
جو شخص اپنی ساتھ شراب پیتا ہے وہ با خود ہے	ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد ہے
ہر کہ با او می خورد بادش حلال	وانکہ بے اودم زند بادش دبال
جو شخص اُنکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے	میں آنگ کھوتا ہوں اُنکا جمال دیکھتا ہوں
چونکہ با او می خورد از جام ہو	چشم بکشایم بہ بینم روے او
جب وہ اُنکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے	میں آنکھ کھوتا ہوں اُنکا جمال دیکھتا ہوں
بعد ازاں از خود بکلی بکسلم	ہم زے خوردن شود ایں حاصلم
اس کے بعد اپنے سے بالکل منقطع ہو جاتا ہوں	شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے
ایک میخوایی کہ از خود بکسلی	تا کہ اندر بند ایں جان و دلی
اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے	تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے
جان بجاناں واگزاراے جان من	تابہ بنی یار دل رنجان من
جان محبوب کو سپرد کر دے اے میری جان	تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے
دل بدلدارے دہ و آزاد شو	غنخور او باش و ازوے شاد شو
دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو جا	اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ
نفس خود بر خود مگرداں چیر تو	زود او را باز گیر از شیر تو
اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر	جلد اس کو دودھ سے علیحدہ کر
ہر چہ هست آں مستے دارد یقین	خواہ شیر و خواہ خمر و انگلیں
جو چیز ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے	خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگلیں ہو
مستی گندم بداں اے آدمی	کہ بگرد آں آدمے را بجی
مستم کی مستی کو جان لے اے آدمی	کہ اس نے آدم علیہ السلام کو نادانستہ بنا دیا
خوردہ گندم حلہ زو بیروں شدہ	خلد بروے بادیہ و هاموں شدہ
انہوں نے گندم کھا لیا حلہ ان سے علیحدہ ہو گیا	خلد ان پردشت اور صحرا ہو گیا
دید کان شربت و را بیمار کرد	زہر آں ما و منی ہاکار کرد
اس نے دیکھا کہ اس شربت نے اس کو بیمار کر دیا	اس مادمین کا زہر کام کر گیا



جان چوں طاؤس در گلزار ناز	ہمچو چغدے شد بویرانہ مجاز
روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار ناز میں	مثل چغد کے ہو گئی ویرانہ مجاز میں
ہمچو آدم دور ماند او از بہشت	در زمیں میراند گاؤے بہر کشت
مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا	جو کہ زمین میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے
اشک میراند او کہ اے ہندووی زاؤ	شیر را کردی اسیر دم گاؤ
وہ آنسو چلانے لگا کہ اے چور اور اے معمار	تو نے شیر کو دم گاؤ کا اسیر کر دیا
کردہ اے نفس بد بارد نفس	بے حفاظی باشہ فریاد رس
اے نفس خبیث سرد سخن تو نے	شاہ فریاد رس کے ساتھ حفظ حق نہ کیا
دام بگزیری ز حرص گندے	بر تو شد ہر گندم او کژدے
تو نے جال کو اختیار کیا حرص گندم سے	تجھ پر ہر گندم ایک کڑم ہو گیا
در سرت آمد ہوائے ماؤ من	قید میں بر پائے خود پنجاہ من
تیرے دماغ میں ماؤ من کی ہوا بھر گئی	اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے
نوحہ میگردایں نمط بر جاں خویش	کہ چرا گشتم ضد سلطان خویش
اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا	کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا
آمد او با خویش و استغفار کرد	با انابت چیز دیگر یار کرد
وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا	توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منظم کیا
درد کان از وحشت ایماں بود	رحم کن کان درد بیدرماں بود
جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو	رحم کر کیونکہ وہ درد لاعلاج ہوتا ہے
مر بشر را خود مباحامہ درست	چوں رہید از صبر در حیل صدر جست
بشر کا جامہ درست ہی نہ ہو	وہ جہاں صبر سے چھوٹا فوراً صدر مقام ڈھونڈنے لگتا ہے
مر بشر را پنجه و ناخن مباد	کونہ دین اندیشہ انگہ نے سداد
بشر کے پاس پنچہ اور ناخن ہی نہ ہو	کیونکہ وہ دین کا خیال کرتا ہے نہ راتی کا
آدی اندر بلا گشتہ بہ است	نفس کافر نعمت ست و گمرہ است
آدی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے	نفس ناپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے

نفس کافر خود ہی ندہد اماں	گشت طاغی چونکہ فارغ شد زناں
نفس کافر خود ہی اماں نہیں دیتا	جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے
آدی خود مبتلا بہتر بود	زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
آدی جلا اچھا رہتا ہے	کیونکہ وہ زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے

جب مسلم ہو گیا بدوں بیع و شراء کے باطن شاہ سے اس کے باطن میں (روحانی) روزینہ (جری بکسر اول و فتح ثانی والف مقصورہ وظیفہ یعنی فیوض و برکات باطنی شاہزادہ پر فائض ہونے لگے اور ظاہر ہے کہ یہ محل بیع و شری نہیں) وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا (اور) اس کا ماہ جان ایسا ہو گیا تھا جیسا خورشید سے ماہ روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے دمبدم اس کی جان مست میں پہنچتا تھا (مست کہنا بوجہ درود سکر کے) وہ (غذا) نہیں جس کو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں (کہ وہ غذائے جسمانی ہے بلکہ) اس غذا سے کہ اس کو ملائکہ کھاتے ہیں (یعنی غذائے روحانی پس) اس (شاہزادہ) نے اپنے اندر (بوجہ حصول کمالات کے ایک) استغناء دیکھا (اور اس) استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں (پھر) کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دے رکھی ہے (اور) جب میرا ایک چاند بانور طلوع ہو چکا ہے پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں (یعنی دوسرے کے قلب سے جو شعاع پہنچے گی کہ وہ میرے چاند کے سامنے بمنزلہ غبار ہے میں اس کا کیوں اتباع کروں) پانی میری نہر میں (موجود) ہے اور (اب) وقت نار (اور استغناء) کا ہے (پھر) میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں میں سر کیوں باندھوں جب درد سر نہ رہا (یعنی امراض باطنی زائل ہو گئے پھر استفادہ عن الشیخ جو کہ اس کا علاج تھا کیوں کروں اور) روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا (یہ بھی لوازم مرض سے ہے اور) میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں تو (اپنی) دوسری دکان (الگ) کھولنا چاہئے (یعنی اب میں خود شیخ ہو کر رہ سکتا ہوں سب کا حاصل اب استفادہ میں شیخ کا محتاج نہ رہنا ہے غرض) اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا تو لا کھوں بکو اس (دل میں) بکنا شروع کیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) حرص و حسد سے اس طرف (یعنی آگے نکل کر اگر) صدمہ بیاں (بھی) ہوں (مگر) وہاں تک بھی نظر بد پہنچ جاتی ہے (یعنی بعد تہذیب اخلاص بھی اندیشہ ہے فساد حال کا اور یہ نظر بد عجب و خود بینی ہے جو اپنی ہی نظر ہے پس مامون و بے فکر نہ رہنا چاہئے اور ہر وقت یہ پیش نظر رکھے۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد یہ ہستش ورق

پھر قصہ ہے کہ بادشاہ کو کشف سے اس کی خبر ہو گئی کیونکہ (بادشاہ کا دریا (یعنی قلب) کہ ہر پانی (یعنی طالبین تابعین متعلقین کا مرجع وہ ہے کیونکہ نہ جانے گا جو کہ سیل اور نہر میں ہے) (یعنی صاحب بصیرت کو بوجہ اس کے کہ اپنے متعلقین کی طرف توجہ ہوتی ہے جو سبب ہے کشف کا ان کی ایسے حالات عیان یا وجداناً مکشوف ہو جاتے ہیں) بادشاہ کے قلب کو اس کے (اس) خیال سے تکلیف ہوئی (یعنی اس کی عطائے جدید کی ناسپاسی سے) تکلیف ہوئی اور اپنے دل میں (کہا کہ) آخر اے خسیس ست ادب یہی میرے عطا کی سزا تھی عجیب بات ہے میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے (اور) تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوسے خسیس سے میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا کہ قیامت تک



(بھی) اس کو غروب نہ ہوں گا (مراد قلب منور اور) تو نے اس نور پاک کی عطا کے عوض میں میری آنکھ میں خار اور خاک جھونک دیا (یعنی ناسپاسی سے صدمہ پہنچایا) میں تو تیرے لئے چرخ (یعنی عالم علوی) پر زربان ہو گیا (اور) تو میرے حرب میں تیر و کمان (ہو گیا غرض) شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا (غیرت اس پر کہ باوجود مجھ سے فیض لینے کے اپنے کو بے نیاز سمجھتا ہے اور ایسی بڑی نعمت کی ناسپاسی کرتا ہے اور اس) درد شاہ کا عکس (اور اثر) اس میں پہنچا (یعنی) اس کے اندر اس کا ضرر ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ (مرغ دولت) (باطنی) اس (بادشاہ) کے عتاب کے سبب (آشیانہ قلب شاہزادہ سے) متحرک ہوا (اور) اس گوشہ گشتہ (یعنی متفرد عن اشیخ کے پردہ) (قلب) کو اس (مرغ) نے پھاڑا (اور اڑ گیا) جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا (کہ) وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہو گیا (اور) اس کی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا (تب) وہ ہوش میں آیا مستی شراب (عجب) سے (اور) اس گناہ سے اس کا سر پر خمار ہوا ہوا تھا (مولانا فرماتے ہیں کہ) جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا (یعنی حقیقت اس کی نظر سے محبوب ہو گئی) میرا دشمن بھی جہان میں خود بین نہ ہو (مطلب یہ کہ دشمن جس کے لئے انسان طبعاً برائی چاہتا ہے مگر یہ خود بینی ایسی برائی ہے کہ میں اپنے دشمن کے لئے اس کو گوارا نہیں کرتا) کیونکہ خود بین (آدی) سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا۔ شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے کہ اس کو پی کر فوراً تو خود بین ہو جاتا ہے (یعنی اس کے پینے کے بعد) اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا اور یہ سب نفس خود بین سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے (یہ حکمت حرمت خمر کی قرآن مجید سے مستنبط ہو سکتی ہے قال تعالیٰ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداۃ و البغضاء فی الخمر و المیسر الایہ اور عداوت اور بغضاء کا منشا اکثر خود بینی ہے کہ اپنے کو اوروں سے زیادہ مال کا مستحق سمجھے یا جاہ کا و مثل ذلک آگے ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ بعض اوقات اہل اللہ سے بھی کلمات موہمہ عجب و دعویٰ خواہ از قبیل شطیحات یا کسی خاص کے خطاب میں صادر ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ جواب دیتے ہیں کہ منشا دعویٰ کا ہمیشہ مستی ہوتی ہے لیکن تم اپنی مستی عجب و کبر پران کی مستی حال یا مستی غیرت دین کو قیاس مت کر دو دونوں میں فرق ہے چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جو شخص اپنی (خودی کے) ساتھ شراب (انانیہ کی) پیتا ہے وہ باخود ہے (اور) ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد (طریقت) ہے (جیسا شاہزادہ شیخ سے پھر گیا اور) جو شخص اس کے ساتھ (یعنی مع الحق ہو کر) شراب (انانیہ) پیتا ہے اس کو حلال ہے اور جو شخص بدوں اس (کی معیت) کے دعویٰ (انانیہ کا) کرے اس کے لئے وبال ہے (عبر عن الاخبار بالانشاء مطلب یہ کہ اہل اللہ کا دعویٰ نفس سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ناطق بالحق ہوتے ہیں بمنزلہ حاکی عن الحق کے کما ورد کنت سمعہ و بصرہ الخ) جب وہ اس (کی معیت) کے ساتھ شراب (انانیت کی) پیتا ہے جام حق سے (وہ بزبان حال یوں کہہ رہا ہے کہ) میں آنکھ کھولتا ہوں (اور) اس (محبوب) کا جمال دیکھتا ہوں (یعنی مورد تجلیات حق ہو جاتا ہوں اور) اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہوں (یعنی فانی فی الحق ہو جاتا ہوں اور) شراب پینے سے (یعنی دعویٰ انانیت سے) میرا حاصل یہ (مقام) ہے (مطلب وہی جو ابھی لکھا گیا کہ میرے دعویٰ انانیت کا حاصل اور منشا یہ ہے کہ میں مورد تجلیات و فانی ہوں آگے اس مرتبہ کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے جان محبوب کو سپرد کر دے اے میری جان تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے (دل رنجان سے مراد ہے رنج عشق دہندہ دل اور) دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو

جا (اور) اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ (حاصل یہ کہ منقاد الحق بدرجہ فناء آگے فرماتے ہیں کہ منقاد للنفس مت ہو یعنی) اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر (اور) جلدی اس کو (لذات دنیویہ کے) دودھ سے علیحدہ کر (مثل فطام طفل کے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ دودھ سے مراد وہ ہے جس سے خود بینی کی مستی پیدا ہو خواہ مباح ہو مثل شیر و شہد کے یا غیر مباح مثل خمر کے سب کو چھوڑ اول کو انہما کا ثانی کو مطلقاً یعنی) جو چیز (مرغوبات نفس سے) ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگلیں ہو (چنانچہ) گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنا دیا (پس یاد را دے واقعہ مصرعہ ثانیہ مجہول باشد) انہوں نے گندم کھالیا حله (بہشتی) ان سے علیحدہ ہو گیا (اور) خلدان پر دست اور صحرا ہو گیا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس (شہزادہ) نے دیکھا کہ اس شربت (خود بینی لذیذ) نے اس کو بیمار کر دیا (اور) اس ماؤ من کا زہر کام کر گیا (اور اس کی) روح جو مثل طاؤس کے تہی گلزار ناز میں مثل چغند کے ہو گئی ویرانہ مجاز (یعنی دنیا یا حالت منزلہ) میں مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا جو کہ زمین میں کھیتی کے نیل کو چلاتے تھے (کما رواہ اہل السیر مطلب یہ کہ کیفیات روحانی سے علائق جسمانی میں آگرا (بس) وہ آنسو چلانے لگا (اور اپنے نفس سے کہا) کہ اے چور (جو میرے اندر چھپا ہوا تھا) اور اے معمار (جس نے خیالات فاسدہ کی تعمیر بنا کر کھڑی کر دی کذا فی الغیاب فی معنی ہندو معنی زاؤ) تو نے شیر کو (یعنی مجھ کو) دم گاؤ (یعنی علائق جسمانیہ) کا اسیر کر دیا اے نفس خبیث سر دخن (کہ تیرے اس کلام نفسانی میں کوئی گرمی و رونق نہ تھی) تو نے (اس) شاہ فریادرس (و دنگیر) کے ساتھ حفظ حق نہ کیا تو نے جال (بلائے زوال حال) کو اختیار کیا حرص گندم سے (یعنی لذت عجب سے) تجھ پر ہر گندم ایک کڑم ہو گیا تیرے دماغ میں ماؤ من کی ہوا بھر گئی اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے (جس سے رفتار ترقی باطن کی رک گئی غرض) اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا (اور اب) وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا (اور) توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا (ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے خود بادشاہ سے معاف کرانا ہے چونکہ معاف کرانے میں ذکر بھی کرنا ضروری ہے اور وہ ایسی حالت میں کہ باطن ہی میں خطا ہوئی ہے سخت دشوار ہے شاید مولانا نے عدم ذکر سے اس کی تعذر ذکر کی طرف اشارہ کیا ہو کہ تعذر سبب ہو جاتا ہے عدم ذکر کا واللہ اعلم آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو (اے مخاطب اس پر) رحم کر (یعنی وہ واجب الرحم ہے) کیونکہ وہ درد لا علاج (یعنی محسر العلاج و بطئی البر) ہوتا ہے (و هذا مشاہد ایمان سے مراد ایمان کامل یعنی عرفان و فیضان اور وحشت سے مراد وحشت کہ در مقدمہ اس ایمان بود یعنی از سلب اس عرفان و فیضان باشد اور یہ وحشت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شیخ کامل فوراً دنگیری نہ کرے تو اختلاف طبائع سے کبھی تو غم خفیف ہو کر حجاب شدید ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ بعضوں نے ایمان ہی کو جواب دیدیا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور تفصیل اقسام حجاب کی احقر نے فوائد القواد سے تعلیم الدین میں لکھی ہے جس کا اول مرتبہ اعراض اور آخری مرتبہ عداوت ہے اور کبھی اگر غم خفیف نہ ہو تو خود کشی وغیرہ کی نوبت آ جاتی ہے اور علاج اس کا صرف شیخ کامل کی تدبیر مناسب ہے آگے بعد ذم عجب بالکمال کے مذمت عجب بالمال وغیرہ اور فقدان اسباب عجب کے قابل قدر ہونے کا مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) بشر کا جامہ (یعنی سامان دنیا) درست ہی نہ ہو (کم سامانی میں رہنا اچھا ہے کیونکہ) وہ جہان صبر (کی حالت) سے (یعنی کم سامانی سے کہ وہ محل صبر ہے) چھوٹا فوراً صدر مقام (یعنی علو) ڈھونڈنے لگتا ہے (اور مراد اکثر بشر ہیں اور) بشر کے پاس



پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو (یہ ایسا مضمون ہے جیسے ہمارے محاورات میں بولتے ہیں خدا گنجے کو ناخن نہ دے) کیونکہ وہ (پھر) دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے (کیونکہ) نفس ناپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے نفس کافر (عن الکفر ان) خود (یعنی بے سامان) ہی (صاحب نفس کو) امان نہیں دیتا (اور اوپر سے) جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے (پس) آدمی (بلائے فقر وغیرہ میں) مبتلا اچھا رہتا ہے کیونکہ وہ (اس حالت میں) زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے (اور عجز و زاری کے ہوتے ہوئے مفاسد لازمہ و متعدد یہ سب کم ہوتے ہیں بخلاف اجتماع اسباب طغیان کے اس سے طغیان اکثر مسبب ہو جاتا ہے جیسا آگے نمرود کا قصہ آتا ہے کہ اس کے لئے لامان سبب طغیان کا ہو گیا وہو کما قال تعالیٰ الم تر الی الذی حآج ابراهیم فی ربہ ان اتاہ اللہ الملک الایۃ)۔

خطاب حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم بر کہ بیشتر آمد

ازیں خلایق کہ قبض جان ایشاں کردی و جواب او حضرت عزرا را

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے ان لوگوں میں سے سب

سے زیادہ کس پر رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور ان کا حضرت عزت کو جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب	بر کہ رحم آمد ترا از ہر کیب
حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار	تجھ کو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا ہے
گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد	لیک ترسم امر را اہمال کرد
انہوں نے عرض کیا سب ہی پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے	لیکن حکم کے اہمال سے ڈرتا ہوں
تا بگویم کاشکے یزداں مرا	در عوض قربان کند بہر فتا
یہاں تک کہ کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو	عوض میں قربان کر دیں اس شخص کے لئے
گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت	از کہ دل پر سوز و بریاں تر شدت
فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھ کو رحم آیا ہے	کس شخص سے تیرا دل زیادہ پر سوز اور بریاں ہوا ہے
گفت روزے کشتے بر موج تیز	من شکستم ز امر تا شد ریز ریز
انہوں نے کہا کہ ایک روز ایک کشتی موج تیز پر	میں نے کھم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی
پس بگفتی قبض کن جان ہمہ	جزرنے و طفلیکے رازان زمہ
پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے	بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے
ہر دو بریک تختہ در ماندند	تختہ را آں مویہا می راندند
دونوں ایک تختہ پر رہ گئے	تختہ کو وہ مویہیں چلاتی تھیں

چوں بسا حل او فگند آں تختہ باد	از خلاص ہر دوام دل گشت شاد
جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوا نے ڈالا	تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا
باز گفתי جان مادر قبض کن	طفل را بگذار تنہا ز امر کن
پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر	لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امر کن
چوں ز مادر بکسلیدم طفل را	خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا
جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا	خود آپ جانتے ہیں کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا
پس بدیدم درد ماتمہائے زفت	تلخی آں طفل از فکرم زرفت
پس میں نے درد اور ماتمہائے عظیم دیکھے	اس طفل کی تلخی میری فکر سے نہ گئی
گفت حق آں طفل را از فضل خویش	موج را گفتم فگن در بیشہ ایش
حق تعالیٰ نے فرمایا اس طفل کے لئے	میں نے موج کو حکم دیا کہ اس کو ایک بیشہ میں ڈال دے
بیشہ پر سوسن و ریحان و گل	پر درخت میوہ دار و خوش اکل
ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن اور ریحان اور گل سے پر تھا	درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا
چشمہائے آب شیریں زلال	پر وریدم طفل را با صد دلال
آب شیریں زلال کے چشمے	میں نے طفل کو سونار کے ساتھ پالا
ہشت روزے اندریں خط تن زیند	وز بروں مثلہ تماشای کنید
آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش رہو	اور باہر مثلہ ہونے کا تماشا دیکھتے رہو
برہوا بردے فگندے بر حجر	تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر
خلا میں لے جاتی پتھر پر پھینک دیتی	یہاں تک کہ گوشت و استخوان ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے
یک گرہ را برہوا برہم زدے	تا چونخشاش استخوان ریزہ شدے
ایک گرہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرا دیتی	یہاں تک کہ مثل خشکاش کے ہڈیاں چور ہو جاتیں
آں سیاست را کہ لرزید آسمان	مثنوی اندر نلجند شرح آں
اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے	مثنوی کے اندر گنجائش نہیں اس کے بیان کی
گر بطبع ایں می کنی اے باد سرد	گرد خط دائرہ آں ہود گرد
اے باد سرد اگر تو طبیعت سے ایسا کرتی ہے	تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ



ور بہ حرص ایں میکند گرگ نژند	گو بیادر خط راعی کن گزند
اور اگر حرص سے گرگ خشین ایسا کرتا ہے	تو کہہ کہ راعی کے خط کے اندر گزند کر
اے طبعی فوق طبع ایں ملک ہیں	یا بیاؤ محو کن از مصحف ایں
ای طبعی طبیعت سے فوق بہ ملک دیکھ	یا آ اور قرآن مجید سے اس کو محو کر دے
مقریان را منع کن بندے بنہ	یا معلم را بمال و سهم دہ
قرات والوں کو منع کر دے قید رکھ دے	یا معلم کو گوشمال دے اور ہراس دلا
عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست	عجز تو دانی ازاں روز جزاست
تو عاجز ہے اور متحیر ہے کہ یہ عجز کہاں سے ہے	تیرا عجز خوب جاں لے کہ اس روز جزا سے ہے
صد ہزاراں مرغ مطرب خوش صدا	اندر اں روضہ فگندہ صد نوا
لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے	اس باغ میں سو آوازیں ڈال رکھی تھیں
بسترش کردم ز برگ نسترن	کردم او را ایمن از صدمہ فتن
میں نے برگ نسترن سے اس کا بستر بنایا	اس کو صدمہ فتن سے ماموں بنایا
گفتہ من خورشید را کورامگز	باد را گفتہ برو آہستہ وز
میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کو مت کاٹ	ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل
ابر را گفتہ برو باران مریز	برق را گفتہ برو مگرائے تیز
ابر کو کہا کہ اس پر بارش مت برسا	برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی کے ساتھ میل مت کر
زیں چمن اے دے مبرآن اعتدا	پنجہ اے بہمن بریں روضہ ممال
اے ماہ دے اس چمن سے اعتدال مت سب کرنا	اے بہمن اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا

کرامات شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیبان کہ از گرگ عنید	وقت جمعہ بر رعا خط میکشید
مثل اس شیبان کے کہ گرگ معاند سے	جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچ دیتے تھے
تا بروں ناید ازاں خط گو سپند	نے در آید گرگ و دزد باگزند
تاکہ نہ تو اس خط سے باہر گو سفند جادے	نہ گرگ اور دزد باگزند آوے

بر مثال دائرہ تعویذ ہود	کاندراں صر صر امان آل بود
بر مثال دائرہ حصار ہود علیہ السلام کے	کہ اس صر صر میں وہ متعلقین کی پناہ تھا
عجز ہا داری تو درپیش اے لجوج	وقت شد پنہانیاں رانک خروج
تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے اے معاند	اب پنہاں چیزوں کے خروج کا وقت ہوا ہے
خرم آنکہ عجز و حیرت قوت اوست	درد و عالم خفتہ اندر ظل دوست
وہ شخص مبارک ہے کہ عجز اور حیرت اس کی غذا ہے	دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے
ہم در اول عجز خود را او بدید	مردہ شد دیں عجائز را گزید
اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا	مردہ ہو گیا عجائز کے دین کو اختیار کیا
چوں زلیخا یوسفش بروے بتافت	از عجوزی در جوانی راہ یافت
مثل زلیخا کے اس کے یوسف نے اس پر جلوہ کیا	اس نے عجوزی سے جوانی میں راہ پائی
زندگی در مردن و در محنت ست	آب حیوان در دروں ظلمت ست
زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے	آب حیات ظلمت کے اندر ہے

قصہ پروردن حق تعالیٰ نمرود را بے واسطہ مادر و دایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جان عارفاں	از سموم و صر صر آمد دراماں
حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے	سموم اور صر صر سے امن میں رہا
یک پلنگے بچہ نوزادہ بود	گفتم او را شیردہ طاعت نمود
ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا	میں نے اس کو حکم دیا اس کو دودھ دے طاعت کی
پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد	تا کہ بالغ گشت وزفت و شیر مرد
پس اس کو دودھ دیا اور اس کی بہت سی خدمتیں کیں	یہاں تک کہ بالغ ہو گیا اور فرہ اور شیر مرد
چوں فطامش شد بگفتم با پری	تادر آموزید نطق دداوری
جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا	کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ
پرورش دادم مراور ازاں چمن	کہ بگفت اندر نلنجد فن من
اس کو میں نے اس چمن سے پرورش دی	کیونکہ میرا فن گفتگو میں نہیں آتا



دادہ من ایوب را مہر پدر	بہر مہمانی کرماں بے ضرر
میں نے ایوب علیہ السلام کو باب کی سی محبت دی تھی	کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدوں ضرر پہنچانے کے
دادہ کرماں رابرو مہر ولد	بر پدر من اینت قدرت اینت ید
کیڑوں کو ان پر اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی	عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے
مادراں را مہر من آموختم	چوں بود شمعے کہ من افروختم
مادوں کو محبت میں نے سکھائی ہے	کیسی شمع ہو گی جس کو میں نے روشن کیا ہو
صد عنایت کردم و صد رابطہ	تابہ بیند لطف من بے واسطہ
میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے کئے	تاکہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے
تا نباشد از سبب در کشمکش	تا بود ہر استعانت از منش
تاکہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے	تاکہ اس کی ہر استعانت میری طرف سے ہو
تا خود از مایچ عذرے نبودش	شکوہ نبود زہر یار بدش
تاکہ خود ہماری طرف سے اس کو کوئی عذر نہ رہے	ہر یار بد سے اس کو کوہ نہ رہے
ایں حضانت دید با صد رابطہ	کہ پرور دم و را بے واسطہ
اس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کی ساتھ	کہ میں نے اس کو بلا واسطہ پرورش کیا
شکر او آں بود اے بندہ جلیل	کہ شد او نمرود سوزندہ خلیل
اس کا شکر یہ تھا اے بندہ جلیل	کہ وہ نمرود سوزندہ ظلیل ہو گیا
ہمچنان کیں شاہزادہ شکر شاہ	کرد ز استکبار و استکثار جاہ
جس طرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر	استکبار و استکثار جاہ سے کیا
کہ چرا من تابع غیری شوم	چونکہ صاحب ملک و اقبالے بوم
کہ کس لئے میں غیر کا تابع ہوں	جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں
لطفہائے شہ کہ ذکر آں گذشت	از تبختر بردش پوشیدہ گشت
شاہ کے الطاف جن کا ذکر گزر چکا ہے	تبختر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئے
ہمچنان نمرود آں الطاف را	زیر پہا بنہادہ از جہل و عی
اسی طرح نمرود نے ان الطاف کو	زیر پار کہہ دیا جہل اور کوری سے

کبر و دعوائے خدائی میکند	ایں زمان کافر شدورہ میزند
کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے	وہ اس وقت کافر ہوا ہے اور رہزنی کرتا ہے
باسہ کرگس تا کند با من قتال	رفت سوئے آسماں باجلال
تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میرے ساتھ قتال کرے	آسمان باجلال کی طرف چلا ہے
کشت وی تایا بدابراہیم را	صد ہزاران طفل بے تلومیم را
اس نے قتل کر دیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اس کو مل جاویں	لاکھوں طفل غیر قابل ملامت کو
زاد خواہد دشمنی بہر قتال	کہ منجم گفت اندر حکم سال
ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہو گا	کیونکہ منجم نے کہہ دیا تھا سال کے احکام میں
ہر کہ می زائیدی کشت از خباط	ہیں بکن در دفع آں خصم احتیاط
جو پیدا ہوتا تھا وہ اس کو خبط سے قتل کر دیتا تھا	ہاں اس خصم کے دفع میں احتیاط کر
ماند خونہائے دگر در گردش	کوری او رست طفل وحی کش
بچا رہا دوسرے ہزاروں خون اس کی گردن پر رہے	اس کی ناکامی کے ساتھ طفل جالب وحی
تا غرورش داد ظلمات نسب	از پدر یا بید آں ملک اے عجب
جس سے اس کو ظلمات نسب نے دھوکہ دے دیا	وہ سلطت باپ سے پائی تھی اے عجب
اوز مایا بید گوہر ہا بجیب	دیگراں را گرام و اب شد جیب
تو اس نے توہم سے بہت سے موتی جیب میں پائے ہیں	اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ حجاب ہو گئے ہوں
چہ بہانہ می نہی برہر قریں	گرگ در نہ است نفس بد یقیں
تو ہر قریں پر کیا بہانہ رکھتا ہے	نفس بد یقیں مرگ در نہ ہے
نفس زشت کفرناک پر سفہ	در ضلالت ہست صد کل را کلہ
نفس زشت کفرناک پر سفاہت	ضلالت میں سو گمناموں کی ٹوپی ہے
سلسلہ از گردن سگ برمگیر	زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر
زنجیر کتے کی گردن سے مت نکال	میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر
باش ذلت نفسہ کو بدرگ ست	گر معلم گشت ایں سگ ہم سگ ست
ایسا ہو کر رہ کہ جس کا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے	یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے تاہم سگ ہی ہے



فرض می آری بجا گر طاقی	برسہیلے چوں ادیم طاقی
فرض کی بجا آوری کر رہا ہے	اگر تو سہیل پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے
تا سہیلست و اخرد از ننگ پوست	تا شوی چوں موزہ ہم پائے دوست
تا کہ سہیل تجھ کو ننگ پوست سے خلاصی دے دے	تا کہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جا دے
جملہ قرآن شرح خبث نفسہاست	بنا راندر مصحف آں چشمت کجاست
تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے	قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے
ذکر نفس عادیان کالت بیافت	در قتال انبیا مومی شگافت
عاد کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلات پائے تھے	قتال انبیا میں موشگافی کرتے تھے
قرن قرن از نفس شوم بے ادب	نا کہاں اندر جہاں میزد لہب
ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے	نا کہاں عالم میں شعلہ بھڑکتا تھا

(ربط او پر بیان ہوا ہے کہ ذکر ہے طغیان نمرود کا اسباب دنیا سے اور اس کی ناسپاسی کا بآد جود حق تعالیٰ کے نعم عظیمہ کے یعنی حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار (بعض فرشتوں کے فی المناجب نقیب مہتر) تجھ کو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا ہے انہوں نے عرض کیا سبھی پر میرا دل دردے سوختہ ہوتا ہے لیکن حکم کے اہمال (وعدم امتثال سے ڈرتا ہوں) (اور دل) یہاں تک (سوختہ ہوتا ہے) کہ (کبھی دل میں) کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو عوض میں قربان کر دیں اس شخص کے لئے فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھ کو رحم آیا ہے (اور) کس شخص سے تیرا دل زیادہ پرسوز اور بریاں ہوا ہے انہوں نے کہا ایک روز ایک کشتی موج تیز پر میں نے حکم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے دونوں ایک تختہ پر رہ گئے تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوانے ڈالا تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امرکن کے جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا خود آپ جانتے ہیں کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا پس میں نے (ماں کی جان قبض کرنے کے وقت اپنے دل میں) درد اور ماتمہائے عظیم دیکھے (اور) اس طفل کی تلخی میرے فکر سے نہ گئی حق تعالیٰ نے فرمایا اس طفل کے لئے میں نے موج کو حکم دیا کہ اس کو ایک بیشہ میں ڈال دے (یعنی) ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن اور ریحان اور گل سے پر تھا (اور) درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا (اور اس میں) آب شیریں زلال کے چشمے (تھے اور) میں نے طفل کو سوناز کے ساتھ پالا (اور) لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے اس باغ میں آوازیں ڈال رکھی تھیں (اور) میں نے بزرگ نسترن سے اس کا بستر بنایا اس کو صدمہ فتن سے مامون بنایا میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کو مت کاٹ ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل ابر کو کہا کہ اس پر بارش مت برس بارق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی کے ساتھ میل مت کر (اور موسم کو حکم دیا کہ) اے ماہ دے (ماہ و ما کہہ از شہور شتاء کہ خزاں کا

مہینہ ہے) اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا (اور) اے بہن (پھاگن کہہ دے کے متصل ہی ہے) اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا (آگے تشبیہ کے لئے ایک قصہ ولی کا اور ایک قصہ نبی کا ہے کہ گرگ اور باد کو گزند پہنچانے سے منع فرما دیا تھا یعنی) مثل اس شبان (راعی) کے کہ گرگ معاند سے (محفوظ رہنے کے لئے) جمعہ کے وقت مویشی پر خط کھینچ دیتے تھے تاکہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے (اور) نہ گرگ اور ذرد باگزند (اندر) آوے بر مثال دائرہ حصار ہو و علیہ السلام کے کہ اس صرصر میں وہ (حصار) متعلقین (یعنی مومنین) کی پناہ تھا (اور فرمایا کہ) آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش (بیٹھے) رہو اور باہر (عاد کے) مثلہ ہونے کا تماشا نہ دیکھتے رہو (مثلہ کے معنی قطع اطراف آگے بیان ہے مثلہ باد کا یعنی) خلا میں (وہ ہوا) لے جاتی (اور) پتھر پر پھینک دیتی یہاں تک کہ گوشت و استخوان ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے (اور) ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرا دیتی یہاں تک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور ہو جاتیں اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے مثنوی کے اندر گنجائش نہیں اس کے بیان کی (آگے رد ہے اہل طبیعات پر جو ان آثار و افعال کو لازم ذات اشیاء کہتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) اے باد سرد اگر تو طبیعت (کے مقتضا) سے ایسا کرتی ہے (کہ عاد ہلاک ہو رہے ہیں) تو تو ہو و علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ (معلوم ہو جاوے گا کہ وہ فعل طبعی ہے یا قسری کیونکہ اگر طبعی ہے تو ایک خط طبیعت کا کیسے مانع ہو گیا خطاب ہوا سے مقصود خطاب طبعی کو ہے) اور اگر حرص (طبعی سے) گرگ خشکیس (کذا فی الغیاث احد معانی نژد) ایسا کرتا ہے تو (اس گرگ سے) کہہ کہ (شبان) راعی کے خط کے اندر (جا کر) گزند کراے طبعی طبیعت سے فوق (اور خارج) یہ ملک دیکھ (اور ان آثار کے طبعی نہ ہونے کا قابل ہو) یا آ اور قرآن مجید سے اس (قصہ) کو محو کر دے (اور) قرأت والوں کو منع کر دے (ان پر) قید رکھ دے یا معلم کو گوشمالی دے اور ہر اس دلا (قرآن مجید میں گو خط کا ذکر نہیں لیکن اصل مدعا منصوص ہے ولما جاء امرنا نجینا هوذا الذین امنوا معہ برحمة منا خواہ خط ہو یا نہ ہو سب ایک ہی جگہ موجود کسی پر ہوا اثر کرے کسی پر نہ کرے دعویٰ طبعی کے ابطال کے لئے یہی کافی ہے مگر) تو (اس سے) عاجز ہے (کہ قرآن مجید سے محو کر سکے یا مقری و معلم کو سزا دینا اس محو کے لئے مفید ہو سکے کما قال تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون) اور (تو اس سے) (متحیر) بھی ہے کہ عجز کہاں سے ہے (یعنی ان خوارق عادات ہادئہ طبیعات کے نصوص کے لئے تدابیر طبعیہ کیوں مفید و کافی نہیں باوجودیکہ بہت سے مخالفین ملت بھی ہوئے اس عجز سے تجھ کو حیرت ہے سو میں اس عجز کا سبب بتلاتا ہوں کہ) تیرا عجز خوب جان لے (حملہ لکھن علی الانشاء) کہ اس روز جزا سے ہے (یعنی اصل عجز کا زمانہ تو قیامت کا دن ہے کہ کسی کا کوئی ظاہری اختیار بھی اس دن نہ چلے گا لیکن جو اس روز ان عجزوں کو ظاہر کریں گے وہ کبھی کبھی یہاں بھی ان کا ظہور کر دیتے ہیں جیسے اسل یوم جزاء وہ دن ہے لیکن دنیا میں بھی کبھی کبھی کوئی جزا ظاہر ہو جاتی ہے پس مقصود ازاں روز جزا است سے بطور کنایہ کے انتقال کرنا ہے ازاں مالک روز جزا است کی طرف لان یوم الجزاء يستلزم مالکالہ جیسا کنایہ میں ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے) تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے اے معاند اب پنہاں چیزوں کے خروج (وظہور) کا وقت (نزدیک) ہوا ہے (قال تعالیٰ اقتربت الساعة یہاں تک اس عجز کا ذکر تھا کہ باوجود کوشش مخالفت کے اس میں ناکامی رہی اس کو عجز مذموم کہنا چاہئے آگے ایک



دوسرے عجز کا ذکر ہے کہ غایت موافقت کے لئے اپنے قدرت و ارادہ کو فنا کر دیا اور من کل الوجہ حق تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو گیا اس کو عجز محمود کہنا مناسب ہے اسی طرح حیرت دو ہیں مذمومہ جو جہل سے مسبب ہے کما فی قولہ عاجزی و خیرہ اور محمودہ جو کثرت علوم و تواتر تجلیات سے مسبب ہے اوپر مذمومہ کا ذکر ہے پس فرماتے ہیں کہ وہ شخص مبارک ہے کہ عجز (محمود) اور حیرت (محمودہ) اس کی غذا ہے (اور وہ) دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے (اور مرحوم و مقرب ہے) اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا (اور احکام حق کے سامنے مثل) مردہ (کے) ہو گیا (اور) عجائز کے دین کو اختیار کیا (کہ ان میں انقیاد و اعتقاد کا مادہ غالب ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے روایت مشہور علیکم بدین العجائز کی طرف جس کے لفظوں کا مقاصد حسنہ میں انکار کیا ہے اور معنی کو ثابت کہا ہے آگے اس فنا اور مشابہت بالعجائز کا ثمرہ بتلاتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ (مثل زلیخا کے اس) شخص کے یوسف نے اس پر جلوہ کیا (اور) اس نے عجوزی (کی صفت) سے جوانی (کی صفت) میں راہ پائی (اشارہ ہے بقاء بعد الفناء کی طرف پس) زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے (جس طرح) آب حیات ظلمت کے اندر ہے (آگے پھر عود ہے قصہ نمرود کی طرف یعنی) حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے سموم اور صرصر سے امن میں رہا۔ ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا میں نے اس کو حکم دیا (کہ) اس (طفل) کو دودھ دے (اس نے) اطاعت کی پس اس کو دودھ دیا اور اس کی بہت سی خدمتیں کیں یہاں تک کہ بالغ ہو گیا اور فر بہ اور شیر مرد (ہو گیا پھر) جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا کہ (اس کو) بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ اس کو میں نے اس چمن سے پرورش دی کیونکہ میرا فن (یعنی تصرف عجیب) گفتگو میں نہیں آتا (چنانچہ) میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدوں ضرر پہنچانے کے (ان کیڑوں کو اور میں نے) کیڑوں کو ان پر (یعنی ایوب علیہ السلام پر) اولاد کی سی مہربان پر دی تھی عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے (ایوب علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ اگر کوئی کیڑا اگر جاتا تو اس کو اٹھا کر پھر بدن میں رکھ لیتے مہر پدر سے یہ مراد ہے اور مہر ولد بر پدر کا کوئی واقعہ کیڑوں کے متعلق معلوم نہیں ہوا شاید وہ ان کی ایذا کے خیال سے نکلنا چاہتے ہوں مگر وہ نکلنے نہ دیتے ہوں واللہ اعلم) ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے کیسی شمع ہوگی جس کو میں نے روشن کیا ہو (مراد یہ کہ جو محبت میری رکھی ہوئی ہو وہ کیسی ہوگی غرض اس پر) میں نے صد ہا عنایت اور صد ہا علاقے (کرم کے) کئے تاکہ وہ میرا لطف سے واسطہ دیکھے تاکہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے (کیونکہ اسباب سے مسبب کبھی متخلف بھی ہو جاتا ہے اور اس سے تردد پیدا ہو جاتا ہے کشمکش سے یہ مراد ہے اور) تاکہ اس کی ہر استعانت میری طرف سے ہو (یعنی وہ اور کسی پر نظر نہ کرے) تاکہ خود ہماری طرف سے اس کو کوئی عذر نہ رہے (یعنی گمراہ ہونے میں کوئی عذر نہ کر سکے کہ میں اسباب پر نظر کرنے کے سبب آپ کی انعامات و آیات کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور) ہر یار بد سے اس کو شکوہ نہ رہے (کہ فلاں قرین سوء نے مجھ کو گمراہ کر دیا سواب افاضہ نعم بلا اسباب عادیہ میں اس کی گنجائش نہ رہی) اس نے یہ پرورش دیکھی صد ہا علاقوں کے ساتھ کہ میں نے اس کو بلا واسطہ پرورش کیا (مگر) اس کا شکر یہ تھا اے بندہ جلیل (عزرائیل) کہ وہ نمرود اور سوزندہ خلیل ہو گیا (آگے مولانا تشبیہ دیتے ہیں کہ) جس طرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر استکبار اور استکثار جاہ سے کیا کہ کس لئے میں



غیر کا تابع ہوں جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں شاہ کے الطاف جن کا (اوپر) ذکر گزر چکا ہے بختر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئے اس طرح نمرود نے ان الطاف کو زیر پا رکھ دیا جہل اور کوری سے (آگے تہمت مقولہ حق ہے خطاب عزرائیل میں یعنی) وہ اس وقت کافر ہوا ہے اور رہ زنی کرتا ہے (یعنی) کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے (اور) آسمان با جلال کی طرف چلا ہے تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میرے ساتھ قتال کرے (اور) لاکھوں طفل غیر قابل ملامت (یعنی بے خطا) کو اس نے قتل کر دیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اس کو مل جاویں کیونکہ منجم نے کہہ دیا تھا سال (خاص) کے احکام (وواقعات کی پیشین گوئی) میں (کہ) ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہوگا۔ ہاں اس خصم کے دفع میں احتیاط کر (پس) جو پیدا ہوتا تھا وہ اس کو خبط سے قتل کر دیتا تھا (مگر) اس کی ناکامی کے ساتھ طفل جالب وحی (اس کے ہاتھ سے) بچار ہا (اور) دوسرے ہزاروں خون اس کی گردن پر رہے (کیا) وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب جس سے اس کو ظلمات نسب سے دھوکہ دے دیا اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ حجاب ہو گئے ہوں تو اس نے تو (بلا واسطہ تربیت مادر و پدر کے خود) ہم سے بہت سے موتی (اپنی) جیب میں پائے ہیں (آگے مولانا قصہ سے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ یہ) نفس بد یقین گرگ درندہ ہے (جس نے نمرود کو بھی برباد کیا) تو ہر قرین پر کیا بہانہ رکھتا ہے (کہ میں فلانے کے سبب گمراہ ہو گیا گویا ہر اوہ سبب گمراہی کا ہو جیسا اوپر آیا تھا دیگر اں را گرام و اب شد جیب حاصل یہ کہ نمرود کو تو ماں باپ بھی حجاب نہ ہوئے اس کی گمراہی اشد تھی باقی جن کے لئے یہ حجاب ہو جاتے ہیں وہ بھی ظاہری ہیں ورنہ اصل سبب خبث نفس ہے پس اس کی گمراہی بھی شدید ہے اور) ضلالت میں (گویا) سو گنجوں کی ٹوپی ہے نفس (مذکور) زشت (اور) کفر ناک (اور) پر سفاہت (یعنی جتنے جمال دین سے خالی ہیں مثل گنجے کے ان سب کا سر تاج اور مبداء شریہ نفس ہے) میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر (کہ) زنجیر (اس) کتے کی گردن سے مت نکال (یعنی اس سگ نفس کو قید مجاہدہ میں اسیر رکھ اور اس پر بے فکر مت ہونا کہ میں اس کی تہذیب کر چکا ہوں اب اس میں شر کا احتمال نہیں رہا جیسا اس دھوکہ میں اکثر غیر تحقیقین مبتلا ہو جاتے ہیں سو سمجھ لو کہ) یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے (جیسے کلاب الصید) تاہم سگ ہی ہے (قابل اطمینان نہیں پس اس حالت میں بھی) ایسا ہو کر رہ کہ جس کا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے (پس اس کو مجاہدہ سے دبائے رکھنا ہی اسلم ہے یہاں تک تو تعلیم تھی مجاہدہ کی آگے صحبت مرشد کی ترغیب ہے کیونکہ بدوں اس کے صرف مجاہدہ اصلاح نفس کے لئے ناکافی ہے پس فرماتے ہیں کہ) فرض (طریق) کی بجا آوری کر رہا ہے اگر تو سہیل (ستارہ) پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے (آگے آمد و رفت کا فائدہ ہے یعنی) تاکہ سہیل تجھ کو تنگ پوست (سریع الفساد) سے خلاصی دے دے تاکہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جاوے (مشہور ہے کہ پوست پر سہیل کی شعائیں پڑنے سے اس کی نظافت بڑھ جاتی ہے اور تغیر سے محفوظ ہو جاتا ہے پس سہیل سے مرشد کو تشبیہ دے کر ترغیب دیتے ہیں اس کی ملازمت کی اور اس کا ثمرہ بتلاتے ہیں اصلاح اور قابلیت قرب کی مثل موزہ کے کہ اصلاح ہو کر قابل قرب قدم کا ہو جاتا ہے آگے پھر خبث نفس کا مضمون ہے جس کی اصلاح کا طریق اوپر مجاہدہ و صحبت مرشد بتلایا ہے (یعنی) تمام قرآن خبث نفس کی شرح ہے قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے (اور اس سے دیکھتا کیوں نہیں آگے مفعول ہے بنگر کا یعنی



دیکھ لے) عاد کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلات (طغیان) پالنے تھے (اور) قتال انبیاء میں موشگافی کرتے تھے (اسی طرح) ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے ناگہاں عالم میں شعلہ (فساد) بھڑکتا تھا۔ (بہت سے قرون کے قصص قرآن مجید میں بھی ہیں فظہر قولہ جملہ قران الخ آگے پھر قصہ ہے شہزادہ کا۔

رجوع بداں قصہ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان وزخم

خورد از خاطر شاہ و پیش از استکمال فضائل دیگر از دنیا برفت

اس شہزادے کے قصہ کی جانب رجوع جو اس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اس

نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھیا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کئے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصہ کوتہ کن کہ رائے نفس کور	برد او را بعد سالے سوئے گور
قصہ کوتاہ کر کہ نفس کور کی رائے	اس کو بعد ایک سال کے قبر کی طرف لے گئی
شاہ چوں از محوشد سوئے وجود	خشم مرتخیش آں خون کردہ بود
شاہ جب محو سے ہستی کی طرف آیا	تو اس کے خشم مرتخی نے اس کا وہ خون کیا تھا
چوں بترکش بنگریداں بے نظیر	دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر
جب ترکش کو اس بے نظیر نے دیکھا	تو اپنے ترکش سے ایک چوبہ تیر کم دیکھا
گفت کو آں تیر و از حق باز جست	گفت اندر خلق او آں تیر تست
کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی	ارشاد ہوا کہ اس کے خلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے
عفو کرد آں شاہ دریا دل ولے	آمدہ بد تیر او بر مقتلے
اس شاہ دریا دل نے معاف کر دیا لیکن	اس کا تیر مقتل پر آ چکا تھا
کشتہ شد در نوحہ او میگریست	اوست جملہ ہم کشندہ ہم ولی ست
وہ کشتہ ہو گیا اس کے غم میں روتا تھا	وہ جامع ہے کشندہ بھی ہے ولی بھی ہے
ورنہ باشد ہر دو او پس جملہ نیست	ہم کشندہ خلق و ہم ماتم کنے ست
اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو پس وہ جامع نہیں	وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے
شکر میکرد آں شہید زرد خد	کان بزد بر جسم و بر معنی نزد
وہ شہید زرد رخسارہ شکر کرتا تھا	کہ وہ جسم پر پڑا اور روح پر نہیں پڑا
جسم ظاہر عاقبت خود رفتی ست	تا ابد معنی بخواید شاد زیست
جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے	ابد تک روح شاد زندہ رہے گی

آں عتاب از رفت ہم بر پوست رفت	دوست بے آزار سوئے دوست رفت
وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا	محبت بے عفتوبت محبوب کے پاس چلا گیا
گرچہ او فتراک شاہنشہ گرفت	آخر از عین الکمال اورہ گرفت
اگرچہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا	آخر نظر بد سے اس نے راستہ گرفتہ کر دیا
واں سوم کابل تریں ہر دو بود	صورت و معنی بکلی اور بود
اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کابل تھا	اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا
دختر و ملک و خلافت او گرفت	می سزو گریزیں بمانی در شکفت
دختر اور سلطنت اور خلافت اس نے لی	سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے
من ز طول قصہ گشتسم ملول	من غریق بحر معنی تو عجول
میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں	میں غریق معنی ہوں تو مستعجل ہے
وانگہے از ذلت و عجز و نیاز	یافت مقصود از کریم کار ساز
اور اس وقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے	مقصود کریم کار ساز سے پایا

قصہ کوتاہ کر کہ نفس کو رکھی رائے اس (شہزادہ) کو گور کی طرف لے گئی (یعنی مر گیا) شاہ جب محو (اور سکر) سے ہستی (اور صحو) کی طرف آیا تو (دیکھا کہ) اس کے خشم مریخی نے اس کا وہ خون کیا تھا (معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو غصہ آنے کے بعد کوئی حالت غالب ہو گئی جس میں غصہ کے آثار کی طرف التفات نہیں ہوا پھر افاقہ کے بعد معلوم ہوا کہ میرے غصہ کے اثر سے مر گیا آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ) جب ترکش کو اس بے نظیر نے دیکھا تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کو دیکھا (دل میں) کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی ارشاد ہوا کہ اس (شہزادہ) کے حلق میں وہ تیر ہی تیر ہے (میرے ذوق میں اس کی تقریر یہ ہے کہ ہر کیفیت باطنی قبل ظہور کے شدید ہوتی ہے اور بعد ظہور کے خفیف اور ظہور کبھی اظہار سے ہوتا ہے کبھی بلا اظہار اس کے اثر کے نافذ ہو جانے سے۔ پس یہاں جو شاہ کو غصہ پیدا ہوا تھا اس کے بعد غلبہ حال ہونے سے تو اس کے بقاء و زوال کی طرف التفات نہیں ہوا جب شہزادہ کے مرنے کے قریب اس حالت سے افاقہ ہوا تو نفس کی طرف التفات کرنے سے غصہ نہ پایا تعجب ہوا کہ میں نے گودل میں شہزادہ کی شکایت کی مگر زبان سے ظاہر نہیں کیا پس اظہار تو ہوا نہیں پھر کیا صورت اس غصہ کے نہ رہنے کی ہوئی پھر الہام سے معلوم ہوا کہ اس کا ظہور دوسری طرح ہو گیا کہ اس کا اثر نافذ ہو گیا جس سے شہزادہ مرنے کو ہے اور چونکہ یہاں شاہ نے غصہ میں یہ قصد نہیں کیا کہ یہ مر جاوے ایسی صورت میں معصیت نہیں ہوتی اسی طرح اگر غیر صاحب تصرف دعا کرے کسی کی موت کی اس مرنے سے بھی قتل کا گناہ نہیں ہوتا کیونکہ دونوں صورتوں میں قتل کی مباشرت نہیں ہوئی بخلاف اس کے کہ صاحب تصرف ہمت بقصد قتل کے کرے اس صورت میں قتل کا گناہ ہوگا کہ مباشرت جس طرح دوسرے آلات سے مثل شمشیر و بندوق کے ہوتی ہے اسی طرح یہ ہمت



بھی ایک آلہ ہے قتل کا اس سے بھی اس کو قاتل کہیں گے احقر نے یہی مضمون لکھا تھا ایک درویش صاحب ریاضت و صاحب ریاست کے جواب میں انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ میں نے ایک شخص کو بد عادی تھی اور وہ مر گیا تو مجھ پر قتل کا گناہ ہے یا نہیں اھ اور میں اس سوال سے بے حد اس لئے خوش ہوا کہ یہ سائل کے فہم کی دلیل ہے کہ جس کو عام درویش اپنی کرامت سمجھتے ان کو اس کی معصیت ہونے کا شبہ ہوا اور میں نے جو شاہ کے افاقہ کو قبیل موت شہزادہ قرار دیا بعد موت نہیں سمجھا اس کا قرینہ یہ شعر ہے (یعنی) اس شاہ دریا دل نے معاف کر دیا لیکن اس کا تیر مقل پر آچکا تھا (اس سے صاف معلوم ہوا کہ شاہ کی یہ تحقیق کہ تیر کہاں گیا جو بعد افاقہ ہوئی تھی شہزادہ کی موت کے قبل تھی غرض تیر مقل پر پہنچنے سے) وہ کشتہ ہو گیا (شاہ) اس کے غم میں روتا تھا (اور رونے کی وجہ یہ ہے کہ) وہ جامع ہے (یعنی اگرچہ) کشندہ بھی ہے (لیکن) ولی بھی ہے (جس کے لئے رحیم ہونا لازم ہے اور رحمت مقتضی ہے بکاء کو اور نرا کشندہ و صاحب تصرف نہیں ہے کہ ایسا ہونا کچھ بھی کمال نہیں کہ کفار بھی ایسے تصرفات مکتسب کر سکتے ہیں) اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو (بلکہ صرف صاحب تصرف ہی ہو اور ولی و رحیم نہ ہو) پس وہ جامع نہیں (بلکہ ناقص ہے اور چونکہ یہ شاہ جامع ہے اس لئے) وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں ولایت کافی نہیں صاحب تصرف ہونا ضرور ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں صاحب تصرف ہونا کافی نہیں ولی ہونا بھی ضرور ہے چنانچہ میں نے اپنی تقریر ترجمہ میں اس کو واضح کر دیا ہے اور یہ شبہ کہ جب ولایت کے ساتھ تصرف نہ ہوا تو جامعیت کہاں ہوئی جواب اس کا یہ ہے جامعیت باعتبار اوصاف ولایت کے ہے نہ کہ غیر اوصاف ولایت کے مثلاً جامعیت کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہ پہلوان بھی ہو تصرف اسی مرتبہ میں ہے اس لئے احقر نے اس کی تفسیر کاملیت کے ساتھ کر دی اس عنوان ورنہ باشد ہر دو اویس جملہ نیست کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص نہایت خوشخط ہو اور لوگ اس کو جامع العلوم بھی کہتے ہوں مگر وہ عالم نہ نکلے تو یوں کہنا صحیح ہوگا کہ یہ شخص صرف خوشخطی سے جامع العلوم نہیں ہو سکتا البتہ اگر اس میں خوشخطی کے ساتھ علوم بھی ہوتے تب البتہ جامع العلوم ہوتا تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کسی عالم میں خوشخطی نہ ہو تو اس کو عالم نہ کہیں گے فافہم فانہ من منزلة الاقدام آگے قصہ ہے کہ) وہ شہید زرد رخسارہ (بوجہ شرمندگی) شکر کرتا تھا کہ وہ (عتاب) جسم پر پڑا اور روح (کی صفت یعنی ایمان) پر نہیں پڑا جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے ابد تک روح شاد زندہ رہے گی وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا (جس سے) محبت نے عقوبت (اخرویہ) محبوب کے پاس چلا گیا۔ اگرچہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا (کہ سلوک طے کروں گا) آخر (اپنی ہی) نظر بد (یعنی خود بینی) سے اس نے راستہ (سلوک کا) گزرتہ (یعنی مسدود) کر دیا (جیسا مفصل بیان ہوا یہاں تک دو شہزادوں کا قصہ ہوا) اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کامل تھا (کامل سے مراد متحمل غیر مستعجل نہ اول کی طرح کہ طبیعت میں تقاضا وصل محبوبہ کا پیدا کر لیا اور شدت اضطراب سے مر گیا اور نہ دوسرے کی طرح کہ جلدی ہی کامل ہونے کا گمان کر لیا اور ہلاک ہوا پس ایک مستعجل فی استدعاء الوصال تھا دوسرا مستعجل فی ادعاء الکمال تھا یہ تیسرا ایسا نہ تھا اس لئے) اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا (یعنی) دختر اور سلطنت اور خدانت (باطنیہ) اس نے لی سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے (کیونکہ اتنا تحمل کم ہوتا ہے اور کم چیز تعجب خیز ہوتی ہی ہے اور اس پر رسوم کا پورا قصہ اختتام میں مذکور ہے مولانا نے صرف اسی ایک شعر میں اجمالاً فرما کر آگے اپنا عذر فرماتے ہیں کہ) میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں (کیونکہ) میں غریق معنی ہوں (اس لئے قصہ کے ذرا ذرا جزء سے مضامین ارشاد یہ کی طرف منتقل ہو

جاتا ہوں اور) تو مستعجل ہے (کہ اور مضامین چھوڑ کر قصہ کہوں تو بے مضامین کے مجھ سے کہا نہیں جاتا اور مضامین کے ساتھ تجھ سے سنا نہیں جاتا اور ملالت سامع سے ملالت متکلم لازم عادی ہے اس لئے میں نے ملول ہو کر چھوڑ دیا مگر ایک شعر اس قصہ کا اور رہ گیا ہے آگے اس کو فرماتے ہیں یعنی اس تیسرے نے تین چیزیں تو شرائط طریق بجالا کر بادشاہ سے لین دین اور سلطنت اور خلافت کما ذکر اور اس وقت ذلت اور بجز اور نیاز کی وجہ سے مقصود (حقیقی یعنی رضاء و قرب و قبول کریم کار ساز سے پایا) اس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ یہ شیخ کے اختیار کی بات نہیں وہ صرف ہادی الی طریق ہے باقی موصل الی المقصود حق تعالیٰ ہیں فاحدا المعنیین للهدایة وظیفۃ الشیخ ای اراءۃ الطریق والثانی فعل الحق سبحانه وتعالیٰ ای الایصال الی المقصود پس شیخ کی اطاعت کے اور حق تعالیٰ کی اطاعت واللہ الہادے و اہب الایادے آگے بمناسبت شعروان سوم کابل الخ ایک حکایت لاتے ہیں جس میں تین کابلوں کا ذکر ہے کوئی کابل محمود تھا جو دنیا کے کام میں کابل تھا کوئی مذموم تھا جو عقبی کے کام میں کابل تھا کابل محمود اس شہزادہ سوم کے مشابہ تھا اسی سے یہ حکایت لائی گئی اور یہ بھی اختتام ہی میں اتمام کو پہنچی ہے۔

مثل وصیت کردن آں شخص کہ سہ پسر داشت و  
میراث خود را بکابل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت  
اس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اس نے اپنی  
میراث سب سے زیادہ کابل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہہ دیا

آں یکے شخصے بوقت مرگ خویش	گفتہ بداندر وصیت بیش بیش
اس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت	وصیت کے بارہ میں بیش از بیش دفعہ تھا
پسر سر بودش چوسہ سر و رواں	وقف ایشان کردہ او جان و رواں
اس کے تین لڑکے تھے مثل تین سر و رواں کے	ان پر اس نے جان و رواں وقف کر رکھی تھی
گفت ہرچہ کالہ و سیم و زرست	آں بردزیں ہر سہ کو کابل ترست
کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم و زر ہے	ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کابل ہے
گفت با قاضی و بس اندر ز کرد	بعد ازاں جام شراب مرگ خورد
قاضی سے کہہ دیا اور بہت نصیحت کر دی	بعد ازاں شراب موت کا جام پیا
گفت فرزندان بقاضی کاے کریم	نگذریم از حکم او ماسہ یتیم
فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم	ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے
سمع و طاعات می کنیم اور دست بستہ	ہرچہ او فرمود برمانا فذست
ہم سب طاعت کرتے ہیں اس کو اختیار ہے	اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے



ماچو اسماعیل زابراہیم خود	سر نہ پیچیم از چہ قرباں میکند
ہم مثل اسماعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے	سرتابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کر دے
گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش	تا بگوید قصہ از کاہلیش
قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی سے	اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے
تا بہ بینم کاہلی ہر یکے	تا بدانم حال ہر یک بے شکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں	تاکہ میں ہر ایک کا حال بدوں کسی شک کے جانوں
عارفاں از دو جہاں کاہل ترند	زانکہ بے شد یار خرمن می برند
عارفین دونوں جہان سے زیادہ کاہل ہیں	اس لئے کہ بدوں بھتی کے خرمن حاصل کر لیتے ہیں
کاہلی را کردہ اند ایشان سند	کار ایشان را چو یزداں میکند
انہوں نے کاہلی کو بھیکہ گاہ بنا رکھا ہے	چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کر دیتے ہیں
کار یزداں را نمی بیند عام	می نیاسایند از کد صبح و شام
عام کار یزداں کو نہیں دیکھتے	مخت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے
کار دنیا راز کل کاہل ترند	در رہ عقبی زمرہ گومی برند
کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں	کار عقبی میں چاند سے بھی گیند لے جاتے ہیں
ایں گزیند ہر کہ او باشد رشید	ہیں کہ دنیا رفت و عقبی در رسید
اس کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو	ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت آ پہنچی
مہتریں را گفت قاضی باز گو	قصہ از کاہلی اے مال جو
بڑے سے قاضی نے کہا کہ بیان کر	کوئی قصہ کاہلی کا اے طالب مال
ہیں زحد کاہلی گوئید باز	تا بدانم خداں از کشف راز
ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو	تاکہ میں کشف راز سے اس کی حد جان لوں
ہیں زحد کاہلی شرعے وہید	تا بدانم من بچہ حد کاہلید
ہاں کاہلی کی حد کی شرح کرو	تاکہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو
بیگماں خود ہر زباں پردہ دل ست	چوں نخبند پردہ رویت حاصل ست
بے شبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے	جب پردہ ہلتا ہے رویت حاصل ہو جاتی ہے

پردہ کو چک چو یک شرحہ کباب	می پوشد صورت صد آفتاب
ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے گلے کی برابر	سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے
گریباں نطق کاذب نیز ہست	لیک بوے از صدق و کذبش مخبرست
اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے	لیکن بواسطے صدق و کذب سے مخبر ہے
آں نسیم کہ بیاید از چمن	ہست پیدا از سموم گونخن
جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے	وہ متیز ہے سموم گونخن سے
بوئے صدق و بوئے کذب گول گیر	ہست پیدا در نفس چوں مشک و سیر
بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ حق کی پھسانے والی ہے	سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے
بوئے اخلاص و نفاق بے مزہ	ہست ظاہر ہیمجو عود و انگزہ
بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف	ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے
گرندانی یار را از وہ دلہ	از مشام فاسد خود کن گلہ
اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے	تو اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر
ورندانی تو عجز از شاہدے	بیگماں گشت ست ہشت فاسدے
اور اگر تو عجز کو محبوبہ سے پہچانے	تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد ہو گئی ہے
ور تو شناسی شکر را از صبر	بیگماں شد حس ذوق تو عذر
اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے	تو بلاشبہ تیرا ذوق بے حس ہو گیا ہے
در یکے شد صورت بلبل باغراب	ہست بیشک حس سمع تو خراب
اور اگر بلبل کی آواز غراب کے ساتھ متحد ہے	تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے
ور یکے گشت سمور و خار پشت	حس لمس تو بتو بنمود پشت
اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں	تو تیری حس لمس نے تجھ کو پشت دکھلا دی ہے
بانگ حیزاں و شجاعاں دلیر	ہست پیدا چوں فن روباہ و شیر
بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز	ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے
چارہ کار حواس خویش کن	وانگہی راہ طلب در پیش کن
اپنے حواس کا چارہ کار کر	اور اس وقت راہ طلب کو درپیش کر



یا زباں ہنجوں سردیگے ست راست	چوں بجبد تو بدانی چہ اباست
یا زباں ٹھیک مثل سردیگ کے ہے	جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے
از بخار آں بدانند تیز ہش	دیگ شیریں راز سکباج ترش
تیز ہوش اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے	دیگ شیریں کو آتش ترش سے
دست بردیگ نوی چوں زوفتی	وقت بخزیدن بدید اشکتہ را
نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا	خریدنے کے وقت و شکستہ کو دیکھ لیا
آں یکے پرسید صاحب درد را	گفت در چندے شناسی مرد را
ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا	کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو
گفت دانم مرد را در حین پوز	ورنہ گوید دامنش اندر سہ روز
اس نے کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دہن سے پہچان لیتا ہوں	اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں پہچان لیتا ہوں
واں دگر گفت ارگوید دامنش	ورنگوید در سخن پیچا نمنش
اور ایک دوسرے شخص نے کہا کہ اگر وہ بولے تب تو پہچان لیتا ہوں	اور اگر نہ بولے تو میں اس کو کسی بات میں لگا دیتا ہوں
گفت اگر ایں مکر بشیدہ بود	لب بہ بند در خموشی در رود
اس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سے ہوئے ہو	وہ لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے
گفت میروگوئی تا ہفتم زمیں	تا ابد پوشیدہ بادم حال زیں
اس نے کہا کہ تو کہہ دے کہ ساتویں زمین تک چلا جا	اب تک اس شخص کا حال مجھ پر مخفی ہی رہے
حال یک تن گرندانم چہ شود	واندر و نقصان دینم چہ بود
اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاوے گا	اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاوے گا

### مثل

آنچنانکہ گفت مادر بچہ را	گر خیالے آیت در شب فرا
جیسا کہ ماں نے بچہ سے کہا	کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آوے
یا بگورستان و جاے سہمگیں	تو خیال زشت بنی در کمیں
یا گورستان اور خوفناک جگہ میں	تو کسی خیال زشت کو کمین گاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکن حملہ برو	او بگرداندز تو در حال رو
تو دل قوی رکھنا اور اس پر حملہ کر دینا	وہ فوراً تجھ سے رخ پھیر لے گا
زانکہ بے تر سے بسولیش ہر کہ رفت	آں خیال دیوش بگریخت تفت
کیونکہ بیخوف ہو کر جو شخص اس کی طرف گیا	تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا
گفت کودک باخیال دیوش	اتپنچیں گر گفتمہ باشد مادرش
لڑکے نے کہا کہ اس خیال شیطان مثال سے	اگر اس کی ماں نے بھی یوں ہی کہہ دیا ہو
حملہ آرد افتد اندر گردنم	زامر مادر پس من آنگہ چوں کنم
وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں الجھ جاوے	ماں کے حکم سے پھر میں اس وقت کیا کروں گا
تو ہی آموزیم کہ چست ایست	آں خیال زشت را ہم مادر یست
تو مجھ کو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا	اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہو گی
دیو مردم را ملقن آں یکے ست	غالب ازوے گرد از خصم اند کے ست
آدمیوں کے شیطان کا تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے	اس سے غالب آ جاتا ہے اگرچہ یہ خصومت کنندہ ضعیف بھی ہے
تا کدا میں سوئے باشد آں یراش	اللہ اللہ رو تو ہم آں سوئے باش
خواہ کسی جانب بھی وہ توجہ ہو جاوے	اللہ اللہ تو جا اسی طرف پہنچ جا
گفت اگر از مکر ناید در کلام	حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
اس نے کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے	وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو
سر او را چوں شناسی راست گو	گفت من خامش نشینم پیش او
تو تو اس کے راز کو کیونکر پہچانے ٹھیک ٹھیک کہہ	اس نے کہا کہ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں
صبر را سلم کنم سوئے درج	تا بر آیم بر سر بام فرج
صبر کو زینہ بناتا ہوں درجہ کی طرف	تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہنچ جاؤں
ہست مر ہر صبر را آخر ظفر	ہست روزی بعد ہر تلخی شکر
ہر صبر کا انجام مراد ری ہے	ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے
چوں بجوشد در حضورش از دلم	منطقے بیروں ازیں شادی و غم
جب اس کی حاضری میں میرے دل سے	کوئی کلام جو اس شادی و غم سے خارج ہو جوش کرتا ہے



من بدانم کو فرستاد آں بمن	از ضمیر چوں سہیل اندر یمن
تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے	ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں
من بزرگی وراگردن نہم	منتے ہم بردل و برتن نہم
میں اس کی بزرگی کے دوبرو گردن جھکا دیتا ہوں	دل پر بھی اور تن پر بھی منت رکھتا ہوں
دردل من ایں سخن زان میمنہ است	زانکہ از دل جانب دل روزنہ است
میرے دل میں یہ بات اس طرف سے آئی ہے	اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزنہ ہے
چوں فتاد از روزن دل آفتاب	ختم شد واللہ اعلم بالصواب
جب روزن قلب سے آفتاب جا گرا	تو ختم ہوگئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب کیا ہے

اس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت وصیت کے بارہ میں بیش از بیش دفعہ (یعنی مکرر سہ کرر) کہا تھا اس کے تین لڑکے تھے مثل تین سرورواں کے ان پر اس نے (اپنی) جان و رواں وقف کر رکھی تھی۔ (غرض وصیت میں یہ) کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم و زر ہے ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہے قاضی سے کہہ دیا اور بہت نصیحت (اور تاکید) کردی بعد ازاں شراب موت کا جام پیا۔ فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے (غالباً یتیم بمعنی مطلق بے پدر کے ہیں گو بالغ ہوں اور یہی توجیہ ہو سکتی ہے اس وصیت للوارث کے نفاذ کی کہ تینوں نے اس کو جائز رکھا تھا اسی طرح قاضی نے جو فیصلہ کیا جو کہ اختتام میں مذکور ہے گو کاہل کے معنی عرفی کے خلاپ پر مبنی ہے اور اعتبار وصیت میں عرف کا ہوتا ہے لیکن بعد فیصلہ کے باہم توافق و تصالح اس کی بھی توجیہ ہو سکتی ہے بہر حال فرزند کہتے ہیں کہ) ہم سمع و طاعت کرتے ہیں اس کو اختیار ہے اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے ہم مثل اسماعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے سرتابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کردے قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی (اور فہم و احتیاط) سے اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں تاکہ میں ہر ایک کا حال بدوں کسی شک کے جانوں (مولانا بطور انتقال فرماتے ہیں کہ) عارفین دونوں جہان (کے لوگوں) سے زیادہ کاہل ہیں (یعنی دونوں جہان میں ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں سو ایک عالم میں تو کوئی کاہل ہے ہی نہیں قال تعالیٰ یسبحون اللیل والنهار لا یفترون دنیا میں البتہ کاہل بھی ہیں پس مطلب یہ کہ دنیا میں بھی ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں کاہلی سے مراد تقویٰ و توکل و فناء ارادات کہ صورتہ و عند العوام کاہلی بھی جاتی ہے آگے ان کی اس کاہلی کی وجہ بتلاتے ہیں یعنی یہ جو کاہل ہیں تو) اس لئے کہ بدوں کھیتی کے خرمن حاصل کر لیتے ہیں (جیسا متوکلین کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے کہ بدوں اختیار اسباب کے مقاصد میسر ہو جاتے ہیں فی الغیاث شد یا زرمینے را گویند کہ برائے زراعت بہ قلبہ رانی شگافتہ زیر و زبر کردہ باشندادہ و فی الحاشیہ شگافتن و قلبہ راندن زمین دزمینے کہ بجہت زراعت شگافتہ باشند آھ) انہوں نے کاہلی (مذکور) کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کر دیتے ہیں (اور چونکہ دوسرے) عوام (اس) کا ریزداں کو

نہیں دیکھتے (اس لئے) محنت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے (اور وہ عارفین) کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں (لیکن) کار عقبیٰ میں چاند سے بھی (سبقت کی) گیند لے جاتے ہیں (اور) اس (امر) کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو (اور یوں سمجھے کہ) ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت (قریب) آ پہنچی (جیسا کی حدیث میں اس قسم کا مضمون ہے الا ان الدنيا مدبرة الا ان الاخرة مقبلة او نحوہ) بڑے (بیٹے) سے قاضی نے کہا کہ بیان کر کوئی قصہ (اپنی) کاہلی کا اے طالب مال (اور دوسروں سے بھی کہا کہ) ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو تا کہ میں (تمہاری اس) کشف راز (و بیان حقیقت) سے اس (کاہلی) کی حد جان لوں (اور کم و بیش کا اندازہ کر لوں) ہاں (اپنی) کاہلی کی حد کی شرح کرو تا کہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو (آگے قصہ سے مولانا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت گوئید تا بدائم کے منتقل ہوتے ہیں اور اسی مضمون پر بدوں عود الی القصہ کے مثنوی ختم فرمادیں گے حاصل اس مضمون منتقل الیہ کا یہ ہے کہ کلام مطابق قول قاضی کے دلیل ہوتا ہے حال باطن پر کبھی تو الفاظ سے جیسا کہ اصل طریق اور عام عادت یہی ہے کبھی اثر سے جبکہ حکایت محکی عنہ کے خلاف ہو جبکہ سامع ذوق صحیح رکھتا ہو اور اس دوسری صورت میں اصل دال حالت ہوگی متکلم کی پس اس طور پر حال بھی مقال حکمی ہوگا جو اصل میں موضوع تھا دلالت علی الباطن کے لئے اب خواہ یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال دال ہے عام اس سے کہ حقیقی ہو یا حکمی یا یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال اور حال دونوں دال ہیں بواطن اور سرائر پر اور دلالت حال کے لئے جو ذوق صحیح کا ہونا شرط ہے اس میں زیادہ معتبر وہ صحت ہو جو اصلاح باطن سے ناشی ہوئی ہو اور اس کے درمیان میں یہ بھی بتلا دیا کہ اگر اتفاقاً کہیں یہ دلائل کافی نہ ہوں تو کسی کا اظہار کچھ ضروری بھی نہیں اس کے درپے نہ ہو کما هو مذکور فی قولہ گفت میرود الخ و قولہ حال یک تن الخ گو معاملہ میں احتیاط کا پہلو رکھنا ضروری ہوگا بس اسی مضمون پر کتاب ختم ہے اور شاید مقصود اس مضمون سے ..... دو امر پر ایک یہ کہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر نہ آنا چاہئے استدلال بالحال سے بھی کام لینا چاہئے دوسرا یہ کہ محض اپنے خیال سے کسی کے حال نیک یا بد کا جزم نہ کرنا چاہئے گو عمل میں احتیاط ملحوظ رکھی جاوے اور اس مضمون کا بوجہ بیحد اور ہر وقت مفید ہونے کے خاتمہ افادات میں قابل وصیت ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے سو اس پر کتاب ختم کر دی گئی پس فرماتے ہیں کہ) بہ شبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے جب پردہ ہلتا ہے اور داخل پردہ چیز کی (دولت حاصل ہو جاتی ہے) (زبان کی تشبیہ پردہ کے ساتھ باعتبار اس کی ذات کے نہیں ہے کیونکہ اس پر دو اشکال ہوں گے ایک یہ کہ اگر کسی کی زبان ہی نہ ہو تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کے اسرار پر پردہ نہیں اس لئے اس کے سب اسرار ظاہر ہیں سو ظاہر ہے کہ یہ خلاف واقع ہے بلکہ اس کے اسرار بہ نسبت زبان والوں کے زیادہ مخفی ہوں گے کہ کبھی احتمال ہی نہ ہوگا ظہور اسرار باللسان کا دوسرا یہ کہ اگر زبان کو خالی حرکت دی جاوے بلا تکلم کے تو پردہ تو اب بھی ہل گیا مگر اسرار ظاہر نہ ہوں گے سو یہ تشبیہ باعتبار ذات لسان کے نہیں ہے بلکہ باعتبار اس کی صفت تعلق و عدم نطق کے سو عدم نطق سکون پردہ کے مشابہ ہے اور نطق حرکت پر پردہ کے مشابہ ہے اس پر اشکال اول بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ اصل پردہ عدم نطق ہے سو وہ بیچ اپنے اثر کے صادق ہے اور دوسرا اشکال بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ یہ حرکت نطقیہ نہیں ہے اس لئے اظہار اسرار نہیں ہوا اب تشبیہ مذکور سے ایک اور سوال پیدا ہوتا تھا کہ اسرار تو بے شمار اور زبان ایک جرم



صغیر سواتنے چھوٹے پردہ کے پیچھے اتنے اسرار کیونکر آ گئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعجب مت کرو کیونکہ ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر (مثلاً ایک سرانگشت کہ کباب کے چھوٹے ٹکڑے سے بھی چھوٹی چیز ہے وہ) سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے (یہ جواب علی تقدیراً تسلیم ظاہر ہے ورنہ جب اس کی ذات پردہ نہیں ہے تو یہ سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا بہر حال یہ ثابت ہوا کہ نطق بوضوح کاشف اسرار ہے اب اس پر ایک سوال ہوتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنی مافی الضمیر کے خلاف جھوٹ آتا ہے تو وہ بیان لسان کاشف اسرار و مظہر حقیق کہاں ہوا اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے (اس کی) بواہ کے صدق و کذب سے مخبر ہے (جیسا اکثر سلیم الحس کولب و لہجہ سے اس کا ادراک ہو جاتا ہے پس نطق کاذب بھی دال ہوا ایک امر واقعی پر اور وہ امر واقعی جو متکلم کے ضمیر میں بھی ہے یہ ہے کہ اس کلام کاذب ست گودوسرے اسرار اس کلام کاذب کے مخفی عنہ واقعی کے تفصیل کے متعلق معلوم نہ ہوں سو یہ تو دعویٰ بھی نہیں کیا گیا کہ ہر نطق تمام اسرار کا کاشف بن جاتا ہے ایک سر واقعی کے لئے کاشف ہو جانا بھی اس حکم کی صحت کے لئے کافی ہے خوب سمجھ لو آگے لب و لہجہ کے مخبر عن الصدق و الکذب ہونے کی مثال ہے کہ) جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے وہ متمیز ہے سموم خن سے (کہ ایک خوشبودار فرحت بخش ہوگی ایک گرم و سوزندہ ہوگی اسی طرح) بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احق کی پھسانے والی ہے (جس کو وقت متمیز نہیں یہ صفت ہے بوئے کذب کی یعنی یہ دونوں بو) سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے (کہ کھانے کے بعد سانس لیا جاتا ہے اس میں خوشبودار بو ان کی ہوتی ہے اسی طرح تکلم میں کہ تنفس اس کا لازم عادی ہے بوئے صدق و بوئے کذب محسوس ہو جاتی ہے اور آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح لب و لہجہ سے ایک مافی الضمیر یعنی کلام کا صدق و کذب معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح ایک دوسرا مافی الضمیر معلوم ہو جاتا ہے یعنی) بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف (لب و لہجہ سے) ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے (اور) اگر تو یار (موافق) کو (یار) منافق سے نہیں پہچانے (اور اس وجہ سے تجھ کو اس حکم مذکور میں شک ہو) تو (اس حالت میں تو) اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر (صدق حکم میں شبہ نہیں ہے اس میں سلامت حواس و صحت ذوق کا اشتراط بتلایا ہے آگے مثال کے لئے اس عدم تمیز کے بعض مواد و مواقع ہیں جن کا تعلق باصرہ و ذائقہ و سامعہ و لامہ سے ہے یعنی) اور اگر تو عجوز کو محبوبہ سے نہ پہچانے تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد (الحس) ہو گئی ہے اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے تو بلاشبہ تیرا ذوق حس بے حس ہو گیا ہے اور اگر بلبل کی آواز غراب (کی آواز) کے ساتھ (تیرے نزدیک) متحد ہے تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں تو تیری حس لمس نے تجھ کو (اپنی) پشت دکھلا دی ہے (یعنی وہ حس تجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی اور جس طرح یہ سب مدارکات سلیم الحس کے نزدیک متمیز ہیں اسی طرح) بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے (کہ باہم متمیز ہیں روباہ کا فن مکرو حیلہ بصینا و شیر کا فن شجاعت و جلالت اسی طرح بوئے صدق و بوئے کذب باہم واقع میں تو متمیز ہیں لیکن اگر تجھ کو متمیز نہیں تو) اپنے حواس کا چارہ کار گر اور اس وقت راہ طلب کو درپیش کر (اس دوسرے مصرعہ میں مولانا کے اس مقصود کی تصریح ہے جس کو احقر نے تمہید مضمون منتقل الیہ میں لکھا ہے فی قولہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر انھیں وہاں لفظ شاید لکھنے کے وقت یہ مصرعہ پیش نظر نہ تھا اور اوپر تو زبان کی تشبیہ تھی پردہ



کیا تھ آگے ایک اور تشبیہ ہے کہ (یا (یوں کہو کہ) زبان ٹھیک مثل سردیگ کے ہے جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے (اور جیسے وہاں بوئے صدق و بوئے کذب کی نسیم و سموم سے تشبیہ تھی یہاں اس کو بخار سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ) تیز ہوش (آدمی) اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے دیگ شیریں کو آتش ترش سے (سکباج آتشے کہ درد سر کہ اندازند مرکب از سگ بمعنی سر کہ وبال معنی شور با اور مثال مذکور میں تو مظروف دیگ کی تمیز کا ذکر تھا آگے خود ظرف کی تمیز سے مثال دیتے ہیں کہ) نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا خریدنے کے وقت (اور اس کو بجایا) تو (اس سے) شکستہ کو دیکھ لیا (فی الممتخب فنی کریم و ترجمت باللازم اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر سلیقہ نہیں تو جب آنکھ سے درار دیکھے گا تب پہچانے گا اور ان اخیر کی امثلہ سے یہ بھی حاصل ہوا کہ اہل ادراک باہم متفاوت ہیں کہ کسی نے شور با کو ہلا کر دیکھ کر پہچانا کسی نے بھاپ سے ایسے ہی کسی نے ہنڈیا کی شکستگی کو ہاتھ سے پہچان لیا کسی نے آنکھ سے آگے اسی تفاوت پر ایک حکایت ہے کہ) ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا (اور کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو) شاید صاحب درد ہونے کو اس پہچاننے میں اس طرح دخل ہو کہ ایسا شخص سخت دل نہیں ہوتا اور قساوت قلب مانع ہوتی ہے دوسروں کی حالت کی تحقیق سے جیسا ظالموں کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ خواہ دوسروں کی جان نکل جاوے مگر ان کو ان کی بیچارگی کا احساس ہی نہیں ہوتا یا صاحب درد سے مراد صاحب باطن جس کے دل میں صرف درد عشق ہو مگر صاحب کشف نہ ہو جیسا دوسرا شخص جس کا ذکر عنقریب اس شعر میں آوے گا وہاں دگر گفت الخ صاحب کشف بھی تھا جیسا بالکل ختم اشعار کے قریب اس کا جواب اس پر دال ہے اس نے (جواب میں) کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دہن سے (یعنی کلام سے پہچان لیتا ہوں اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں (چال ڈھال سے) پہچان لیتا ہوں) سو اس شخص کے ادراک کا تو یہ درجہ تھا) اور ایک دوسرے شخص نے (جو کہ وہاں موجود تھا اور ممکن ہے کہ اس سے بھی پوچھا گیا ہو یہ) کہا کہ اگر وہ بولے تب تو (فورا) پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو میں اس کو (کسی بہانہ سے) بات میں لگا دیتا ہوں (اور اس وقت بولنے سے پہچان لیتا ہوں تو اس شخص کے ادراک کا یہ درجہ تھا تو اول میں اور اس میں ادراک کا تفاوت ہوا) اس (سائل) نے (اس دوسرے شخص سے) کہا (کہ) اگر وہ یہ تدبیر سے ہوئے ہو (کہ اس لئے بھی کلام کرایا کرتے ہیں تاکہ امتحان ہو جاوے اور اس وجہ سے) وہ (شخص) لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے (تو کیسے پہچانے گا) اس نے (جواب میں) کہا کہ تو (اس سے) کہہ دے کہ ساتویں زمین تک چلا جا (اور) ابد تک اس شخص کا حال مجھ پر مخفی ہی رہے (لیکن یہ بتلا کہ) اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاوے گا اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاوے گا (جو مجھ کو یہ احتمال مضر ہو اور مجھ کو اس کی تدبیر سوچنے اور بتلانے یا پوچھنے کی ضرورت ہو مطلب یہ کہ یہ سوال ہی لغو ہے اور اس سوال کی لغویت پر وہ شخص ایک مثل لایا کہ یہ احتمال نکال کر یہ بیہودہ سوال کرنا ایسا ہی ہے) جیسا کہ ماں نے بچہ سے (اس کے دل مضبوط رکھنے کو اور اوہام کا اعتبار نہ کرنے کو اس کے فہم و مذاق کے موافق عنوان اختیار کر کے) کہا کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آ جاوے یا گورستان اور خوفناک جگہ میں تو کسی خیال زشت کو (بزعم خود) کمین گاہ میں (مستعد حملہ کا) دیکھے تو دل قوی رکھنا اور اس پر حملہ کر دینا وہ فوراً تجھ سے رخ پھیر لے گا (اور بھاگ جاوے گا) کیونکہ بے خوف ہو کر جو شخص اس کی



طرف گیا تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا لڑکے نے کہا کہ اس خیال شیطان مثال سے اگر اس کی ماں نے بھی یوں ہی کہہ دیا ہو (اور اس لئے) وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں الجھ جاوے (اپنی) ماں کے حکم سے پھر میں اس وقت کیا کروں گا تو مجھ کو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا (مگر) اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہوگی (تو اس بچہ کی طرح تیرا سوال بھی لغو ہے آگے مولانا ایک انتقال فرماتے ہیں کہ کوئی وہمی آدمی اس مثل کو سن کر اس وہم میں نہ پڑے کہ ہم کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان سے مغلوب نہ ہونے کا طریقہ اور امر فرمایا ہے کما قال تعالیٰ انه ليس له سلطان على الذين امنوا وعليهم يتيوكلون جس سے ایمان اور توکل اختیار کر کے اس کے مقابلہ میں ہم قوی الہمت رہیں اور اس کو دفع کرنے میں اپنی کامیابی کا یقین رکھیں اسی طرح ایسا نہ ہو کہ ایسی ہی بات کسی نے شیطان کو سکھلا دی ہو اور اسی طرح وہ ہم کو دفع کرنے میں ہمت کو قوی کر لے تو اس صورت میں اس بچہ کی طرح ہم بھی پوچھتے ہیں من آنکہ چوں کہ مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ شبہ جب ہوتا جب نعوذ باللہ خدا کا کوئی مقابل ادھر شیطان کا تلقین کنندہ ہوتا یہاں تو مقابل درکنار کوئی دوسرا تلقین کنندہ بھی نہیں بلکہ) آدمیوں کے شیطان کا (یعنی اس شیطان کا جو کہ آدمیوں پر مسلط ہے) تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے (جس کی شان یہ ہے کہ) اس (کی مدد) سے (بڑے بڑے اقویاء پر) غالب آ جاتا ہے اگرچہ یہ خصومت کنندہ (مع الشیطان) ضعیف بھی ہے (اور یہ غلبہ ہر حالت میں ہے) خواہ کسی جانب بھی (اس ضعیف کی) وہ توجہ (منعطف) ہو جاوے (یعنی خواہ قوی کے دفع کی طرف توجہ کرے یا ضعیف کی دفع کی طرف فی الغیاب یا راش توجہ و نہضت پس) اللہ اللہ (یہ تخصیض و تقویت کے لئے ہے) تو جا (اور) اسی (واحد کی) طرف پہنچ جا (تا کہ شیطان پر غالب رہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہاں ملحق ایک ہی ہے اسی نے تجھ کو بھی دفع شیطان کے لئے تلقین فرمایا ہے اور چونکہ اس نے تلقین فرمایا اگر تو اس کے کہنے پر عمل کرے گا وہو معنی قولہ غالب ازوے گرد داخ اور اسی نے شیطان کو ابتلاء تصرف کی قدرت دے دی اس کی تلقین سے یہ مراد ہے نہ یہ کہ حق تعالیٰ نے اس کو مشورہ دیا کہ تو ایسا کیا کر اور یہ ظاہر ہے اور چونکہ وہ اللہ کا مخالف ہے مومن مطیع کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کی نصرت نہیں فرماتا اس لئے اس سوال کی گنجائش نہ رہی من آنکہ چوں کہ ہم کیونکہ نہ ملحق دوسرا نہ تلقین مشورہ کی اور نہ مطیع امر کے مقابلہ میں اس کی نصرت بلکہ خود ہی انسان بخوشی اس کے اضرار کو قبول کر لیتا ہے تو اس سے بچنا کچھ مشکل نہیں ہے پس یہ تو ہم ہر طرح دفع ہو گیا یہ مضمون منتقل الیہ جو بطور جملہ معترضہ کے تھا تمام ہوا آگے پھر عود ہے اس سائل اور مجیب دوم کی حکایت کی طرف یعنی) اس (سائل) نے (مکرر پوچھا اور) کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے (اس وجہ سے کہ) وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو (کما قد ذکر فی قولہ گفت اگر ایں مکر بشیدہ بوداخ) تو (پھر) تو اس کے راز (مافی الضمیر) کو کیونکر پہچانے ٹھیک ٹھیک کہہ (راست گو میں غور کرنے سے ذوقاً مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے جواب اول کو خصوصیت حال مجیب کہ وہ صاحب بصیرت ہوگا محض اس کات پر محمول کیا اور سمجھا کہ میرے طرز سوال کے ناپسندیدہ ہونے سے یا اس خیال سے کہ اس سوال سے محض تکثیر کلام مقصود ہے تحقیق مقصود نہیں اس سے ایسا خشک جواب مدافعانہ دیدیا ہے ورنہ یہ بدوں کلام کے دوسرے کسی طریقہ کشف وغیرہ سے بھی حاضر کا ایسا حال جس میں گفتگو ہے معلوم کر سکتا ہے اس لئے مکرر سوال کیا جس میں راست

گو بڑھانے سے یہ بات ظاہر کر دی کہ مجھ کو واقعی تحقیق ہی مقصود ہے اور شاید اب کے بطریق ادب پوچھا ہو آگے اس کا جواب منقول ہے کہ) اس نے (جواب میں) کہا کہ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں (اور) صبر کو زینہ (اور ذریعہ وصول) بناتا ہوں درجہ (مقصودہ) کی طرف تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہنچ جاؤں (صبر سے مراد میرے ذوق میں قلب کو خطرات سے خالی کر کے وقت معتد بہ تک مراقب خاموش بیٹھنا چونکہ دونوں امر میں مشقت ہے خطرات سے خالی کرنا بھی مجاہدہ ہے اور محبوس ہو کر بیٹھنا بھی اس کو حق تعالیٰ نے بھی صبر فرمایا ہے قال تعالیٰ واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم الا یہ پس حاصل یہ ہوا کہ اس طرح صبر بالتفسیر المذکور کر کے بیٹھتا ہوں اور صبر ایسی چیز ہے کہ) ہر صبر کا انجام مرادری ہے (اور) ہر نخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے (یہ مقدمہ خاصیت صبر میں حکم مرتب آتی فیما بعد کی لم بتلانے کو بڑھا دیا کہ اس طرح بیٹھنے کو اطلاع خواطر میں کیا دخل ہے اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس طریقہ سے کبھی تخلف مقصود کا ہوتا ہی نہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی توفی نفسہ یہی خاصیت ہے باقی کسی مانع و عارض سے تخلف ہو جاوے تو ممکن اور واقع ہے غرض یہ کہ میں اس طرح بیٹھتا ہوں اس کے بعد) جب اس کی حاضری میں میرے دل سے کوئی کلام (خواہ نفسی یا لفظی) جو اس شادی و غم سے خارج ہو (یعنی دنیوی نہ ہو) جوش کرتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں (پس) میں اس کی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں (اور) دل پر بھی اور تن پر بھی (یعنی اپنے ہر ہر بن مو پر) منت رکھتا ہوں (اور ممنون ہوتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ) میرے دل میں یہ بات اس طرف سے آئی ہے (اطلاقاً للمقید علی المطلق لان المیمنة هو الطرف الايمن خاصة ولعل تعبیرہ بالایمن لکون جانب هذا الرجل مبارکاً اور ادھر سے آنا جو سمجھتا ہوں تو) اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزن (اور منفذ باطنی) ہے (جیسا اہل کشف مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی سے اس کی جانب مقابل کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ اگر اس عمل کے بعد کوئی بڑا خطرہ آوے تو اس سے پہچان ہوتی ہے اس شخص کی حالت ناپسندیدہ کی اور اس عمل کا اثر تو اسی کو مقتضی ہے اور اس طریقہ کو اہل ریاضت نے اسی طرح لکھا ہے لیکن اس شق کو ذکر نہ کرنے کی وجہ بالقاء حق یہ معلوم ہوئی کہ اشارہ اس طرف ہے کہ چونکہ یہ طریقہ حجت شرعیہ نہیں اس لئے اس بناء پر بدگمانی جائز نہیں اور حسن ظن جائز ہے پس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اگر اس طریقہ کے بعد بھلائی آتی ہے تو اس کو اچھا شخص سمجھتا ہوں اور اگر برائی آتی ہے تو اس کو برا نہیں سمجھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا خاموش ہو کر بیٹھ رہتا ہوں اور اس کا ذکر ہی نہیں کرتا جیسا اس وقت بھی اس کا ذکر نہیں کیا یہاں یہ جواب ختم ہوا اب مولانا اوپر کے متصل مضمون پر مبنی کر کے کتاب کو ختم فرمانا چاہتے ہیں یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ دل میں روزن ہے اور واردات لے آنے کا منفذ وہی ہے پس اسی طرح اب تک آفتاب القاء میرے قلب کے مقابل تھا اور اس کی شعاعیں یعنی واردات روزن قلب سے پہنچ رہی تھیں مگر اب حکمت خداوندی وہ آفتاب افق استار میں غروب ہو گیا یعنی اب بجائے تجلی کے استار ہو گیا جیسا عارفین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں اور بعض مصالح اس میں تجلی سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہیں سو) جب روزن قلب (کی محاذ اذ) سے آفتاب (فیض زیر افق) جاگرا تو (کتاب ہذا) ختم ہو گئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب (اور مصلحت اور حکمت کس وقت کس چیز



میں) کیا ہے (پس جب وہی جانتے ہیں اور حکمت کے موافق کرتے بھی ہیں اور اس وقت انہوں نے ایسا کیا پس یقیناً اسی میں حکمت ہے اس لئے میں بھی اتباع اس حال کا کر کے جتکف کلام کرنا نہیں چاہتا ختم کئے دیتا ہوں)۔  
فائدہ:- اس مقام میں ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا اور وہ مسئلہ وہی ہے جس کی طرف دفتر اول کے خاتمہ پر بھی اشارہ تھا تو دونوں دفتروں کا خاتمہ متوافق ہونا یہ بھی عجائب اتفاق سے ہے اور اس مسئلہ کے متعلق شرح دفتر اول کے ختم کی عبارت نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ وہی ہذا۔

فائدہ:- اس مقام میں اشارہ ہے اس طرف کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہئے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم و معارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ فرما دے و فیہ قلت آنفاً

گر بگوید بگو بگوئی و بجوش در بگوید گو گوئی و خموش

### خاتمہ الترجمة من خاتمة ولده بہا والدین رحمہما اللہ تعالیٰ

شکر کایں نامہ بعنوانے رسید	گم نشد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا	نقد (گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا
نزد بان آسمانست ایں کلام	ہر کہ از ایں بر رود آید بام
یہ کلام آسمان کی سیرمی ہے	جو اس کے ذریعہ اوپر جائیگا چھت پر پہنچ جائے گا
نے بام چرخ کان احضر بود	بل بامے کز فلک برتر بود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے	بلکہ اس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے
بام گردوں را ازو آید نوا	گردش بشد ہمیشہ زان ہوا
اس کے لئے سامان گردوں کی چھت سے آتا ہے	اسی خواہش سے اس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

### تتمۃ الخاتمة من اختتام المشوی للمولوی الکاندھلوے

رو بجن آرو بکن ختم کتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
ربنا فالحمد لک فی کل حال	انت معنی السرفی المقال
انت مقصودی الیک وجہتی	خالصاً للہ کانت نہتی
یا محط الكل یا کھف الوری	یا الہ العرش یا رب الثری
کن انیس القلب اختتم لی بخیر	انت حسبی انت کافی لیس غیر

## الفوائد الختمية من المتمر جم غفرله

فائدہ اولیٰ:- الحمد للہ کہ آج تیسری جمادی الاول یوم السبت ۱۳۳۲ھ کو کہ میری عمر اس وقت ایک دن کم ایک مہینہ زیادہ ترپن سال کی ہے بوجہ اس کے کہ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو میری ولادت ہوئی ہے یہ عشر عاشربھی ختم ہوا بفضلہ تعالیٰ یہ عشر جو کہ چھ سو سے دو چار زیادہ اشعار پر مشتمل ہے کل چھ دن میں ختم ہوا جس سے سو شعر روزانہ کی شرح کا اوسط پڑتا ہے جو میری استعداد علمی و عملی سے بہت مستبعد ہے وذلک من فضل اللہ الکبر المتعال ثم من برکۃ مولانا الجلال۔

فائدہ ثانیہ:- اس دفتر میں دو قصے ناتمام رہ گئے ہیں ایک شہزادہ سوم کا دوسرا ان کا بلوں کا اس کے متعلق حضرت سلطان بہاء الدین ولد قدس سرہ نے اپنے خاتمہ میں ذکر فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے اس کے پورا نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ فرمایا۔

ہست باقی شرح ایں لیکن دروں بستہ شد دیگر نمی آید بروں

## الہ قولہ

باقی ایں گفتہ آید بے زباں دردل آنکس کہ دارد نور جاں  
اس آنکس کا مصداق مدت دراز کے بعد حق تعالیٰ نے مفتی الہی بخش کا ندھلوی قدس سرہ کو بنایا اور انہوں نے اختتام میں اس کو تمام کو پہنچایا کما انہ ذکرہ بنفسہ فی افتتاح الاختتام اور ایک بار بندہ نے شعر باقی ایں گفتہ آید ایں پر ایک حاشیہ منسوب بہ محمد افضل چھپا ہوا دیکھا چنانکہ آں باقی در مثنوی سلطان ولد قدس سرہ مذکور شدہ و قصہ شہزادگان در آں مثنوی تمام گردیدہ گویا حضرت مولانا قدس سرہ در دل سلطان ولد بے زباں فرمود آہ اس کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا اتفاق سے ایک جگہ اس مثنوی سلطان ولد قدس سرہ کا موجود ہونا سنا گیا منگا کر دیکھا حاشیہ کا مضمون صحیح نہ پایا گیا یہ مدت کی بات تھی مجھ کو یاد بھی نہ رہی اب پھر یہ حاشیہ نظر سے گزر ا چونکہ پہلا دیکھا ہوا بالکل ذہن میں نہ تھا پھر وہ مثنوی منگائی تو اس کے ساتھ میرا ایک خط بھی ہوا ہوا اسی زمانہ کا چسپاں ملا اس سے معلوم ہوا کہ میں پہلے اس کی تحقیق کر چکا ہوں اور اس خط میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہاں اس کے بعض ضروری جملے نقل کرتا ہوں۔ وھو ہذا ایک حاشیہ میں لکھا دیکھا تھا کہ دفتر ششم مثنوی مولانا رومی کا اختتام سلطان ولد کی مثنوی میں ہوا ہے۔ یہ بات دیکھنا تھی سو غلط نگلی یا تو سنی سنائی لکھ دی ہے یا کوئی اور مثنوی ہو آں یہ خط دسمبر ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا ہے البتہ یہ مثنوی سلطان ولد کی فی نفسہ بہت اچھی ہے میں تبرکاً و نیز پتہ پہنچانے کے لئے اس کے دو شعر ایک اول کا ایک آخر کا نقل کرتا ہوں۔

بشنوید از نالہ و بانگ و رباب نکتہ ہائے عشق در ہر گونہ تاب

اے خنک جانے کہ آں صحبت گزید شد ازاں صحبت مزید اندر مزید

فائدہ ثالثہ:- وھذہ آخر الفوائد بعض نے مشہور کیا ہے کہ مولانا نے خود ایک دفتر سابع بھی لکھا ہے چنانچہ میں نے ایک قلمی مثنوی اسی مثنوی کے وزن پر اولاً مکہ معظمہ میں اور ثانیاً بعد نو دس سال کے ایک دوست



کے پاس ۱۳۲۰ھ میں دیکھی اور اس کے اول ورق پر ایک بزرگ نے اس قول کے اثبات میں چند اشعار اسی وزن پر لکھ دیئے تھے میں اس قول کو بدلائل خلاف واقع جانتا ہوں اس لئے میں نے ان دوست کی درخواست پر نظم ہی میں اسی وزن پر اپنی رائے لکھ دی جو ذیل میں منقول ہے مگر افسوس ہے کہ اس وقت وہ کتاب میسر نہ ہوئی ورنہ اس کا بھی اول و آخر پتہ کے لئے لکھ دیتا غرض دفتر سابع کی نسبت مولانا کی طرف غیر صحیح ہے یہ ممکن ہے کہ کسی اور نے بطور خود لکھ کر اس کا لقب دفتر سابع رکھ دیا ہو چنانچہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی دفتر سابع لکھا ہے جس کے لکھنے کو اس نکتہ پر مبنی کیا ہے۔

گرد خانہ یار باید ہفت بار طوف کردن تا بود مقصد برآر  
اور ایک شعر اس کا احقر بھی اپنی مثنوی زیر و بم میں لایا ہے۔

چوں قلم ایں زیر و بم رافاش کرد غیرت عشقش زباں دو قاش کرد  
سو یہ اور بات ہے اب میں وہ اشعار اپنے بہ خطیہ نسبت دفتر سابع بجانب مولانا الجلال نقل کرتا ہوں۔

رائے اشرف علی تھانوی در انتساب کتاب مشہور بدفتر ہفتم مثنوی

معنوی بمولانا رومی اثباتاً و نفیاً و کل رای لا یحب ان یقبل

حمد نذر بادشاہ ذوالجلال	صدور دے بر رسول خوشخصال
پس ازیں نازیم بخت خویش را	کین سخن صافی گذشت از چشم ما
گوینا جزوے ز عین مثنویست	چونکہ شانش چوں کلام معنوی ست

پھر اتفاق سے رجب ۱۳۳۶ھ میں وہ کتاب مکرری سید نور الحسن صاحب رئیس رتھیری ضلع مظفر نگر کے پاس مل گئی اب اس کا اول و آخر پتہ کے لئے لکھتا ہوں۔

آغاز خطبہ:- مجلد ہفتم از جملہ دفاتیر مثنوی و طوایر معنوی کہ خزینہ از ہارامانی و گنجینہ انوار معانی اسرار اللہ است چشمہ زندگانی زندہ دلان خضر قدمان آگاہ ست الخ۔  
آغاز نظم:-

دوست پائندہ فقرت بر مزید  
بر فراز چرخ ہفتم کن مقرر  
آنچنین ہفت دگر مولائے روم  
باتو دادیم اے قدیم کردگار ۱۲ منہ

اے ضیاء الحق حسام الدین سعید  
چونکہ از چرخ ششم کردی گزر  
شعر پنجم ہم ضیاء الحق ہفت اندر علوم  
ختم نظم:- جسی اللہ ما عنان اختیار

می نهد برگام مولانا قدم	گویا هست ایں و آں از یک قلم
نیست لیکن از کلام آں همام	شاهدے چندیں بریں دارد قیام
اولا ایراد برہان کثیر	کہ عدد ہفت ست گویا ناگزیر
ایں بعید از طرز مولانا ست ہاں	بہر تائید شمار دفتر اں
ثانیاً دورست از اہل علوم	خویش رادادن لقب مولائے روم
یا کہ خود را مولوی کردن خطاب	یا ز خود منت کشیدن در کتاب
ثالثاً کردے ششم را اختتام	باز ہفتم را نمودے انصرام
رابعاً من دیدہ ام ایں نسخہ را	نزد حضرت حاجی امداد ما
لیکن با ایں اہتمامے کان صفی	داشت در طبع کلام مولوی
ہم ز بہر طبع ایں نسخہ نداد	پس نہ دانستش ز مولانا ئے راد
پس یقین شد کایں سخن ز اں شاہ نیست	ہاں مگر از غیر حق آ گاہ نیست
آئینہ از تاب خورشیدار پرست	آئینہ خور نیست لیک چوں خورست
ورتو گوئی کاں دو بیت اولیں	میدہد از جزو بودن او یقین
پس بداں کہ ایں خطاب شاعری ست	غائبان را نے دلیل حاضری ست
گفتہ ام انچہ کہ ذوق من بگفت	باز جوش طبع در نظم مش بسفت



## تمہید حصہ کلید مثنوی متعلقہ اختتام از مولانا کاندھلوی

بعد الحمد والصلوة یہ احقر عرض رسا ہے کہ کلید مثنوی شرح دفتر سادس مثنوی کی تمہید میں اس شرح سے بھی پہلے چند بار خاتمہ مثنوی مصنفہ حضرت مولانا الہی بخش کاندھلوی خاتم المثنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لکھنے کا خیال پیدا ہونے کا ذکر کر چکا ہوں اور اس وقت تک یہی قصد تھا کہ اصل دفتروں کی شرح کا جو طرز اختیار کیا گیا ہے اسی طرز پر اسکو بھی لکھا جاوے لیکن بعد اتمام شرح دفتر سادس کے خاتمہ موصوفہ پر جو نظر متانف کی تو بوجہ غیر غامض و غیر دقیق ہونے کے بجائے شرح بطرز مذکور کے اس کا حل بطور تحشیہ کے جہاں جہاں ضرورت واقع ہو کافی معلوم ہوا نیز قلت فرصت احقر بھی اس اختیار کا مرجع ہوا اور اس صورت میں اس حل کے حامل الممتن ہونے کی بھی حاجت نہیں صرف پتہ بتلانے کے لئے اولاً ایک سرخی پھر اس کے ذیل میں جو اشعار حل طلب ہیں خواہ لغت و ترکیباً خواہ تحقیقاً للمقام و تہذیباً ان کو کہیں تام کہیں غیر تام نقل کر کے حل ضروری لکھ دیا جاوے گا اسی طرح پھر دوسری سرخی اور اس کے اشعار اور چونکہ نسخہ کشوری ہر شخص کو بآسانی میسر ہو سکتا ہے اس لئے سرخیاں اسی نسخہ سے نقل کی گئی ہیں کہ اشعار کاملنا سہل ہو واللہ المستعان فی کل حال و زمان۔

نمقہ

اشرف علی عفی عنہ

عشرہ اخیر شعبان سنہ ۱۳۳۳ھ

قال الخاتم ناثر افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا اختتام مثنوی معنوی

قال ناظماً حذب ذوق الخ قلت فعل میکشد کی نسبت اس جذب کی طرف یا فرضی اور شاعرانہ ہے یا مثل فیضان مولانا رومی کے جس کا ذکر اشعار مقام میں ہے مولانا حسام الدین کا بھی کچھ فیضان ہوا ہو احتمالاً قال پر تو خور الخ قلت داد آفتابی میں داد بمعنی عطا ہے مراد شعاع قال ہر زمانم الخ قلت یعنی بام دل پر کھڑے ہوئے اشارہ کرتے ہیں الخ قال چونکہ حد خود الخ قلت تن زدم خاموش شدم قال چونکہ قول الخ قلت پاک نظر قال ناثر آغاز داستان بیان کردن قال ناظماً تشنہ گشتم الخ قلت قولہ اشم پردود گشت یعنی بخارات بدماغ رسید و قولہ برکوه و دشت مراد اعضاء قال نفس نالان الخ قولہ سینگ فی الغیاث بالکسر و یائے معروف و کاف عربی مفتوح و فتح نون و کاف عربی دیگر بمعنی آہستہ و این لفظ ترکی ست از لغات ترکی نوشتہ شد اھ قال از گرانی جامہ الخ قلت تو جہش از تکلف خالی نیست اظہر نسخہ دیگر ست از گراں جانی بخواب الخ قال از عطش البتین الخ قولہ برد با فتح بمعنی سردی یعنی میں نے سردی ظاہری کو باطن کی طرف اپنے خیال میں منصرف کر لیا اور یہ تجویز کر لیا کہ یہ سردی وجود ظاہری کی حرارت باطنی کے لئے کافی ہو کر اس کو زائل کر دے گی۔ قال کاہلی از آب الخ قلت

فی المنہیۃ علی المصرع الثانی یعنی اسباب برودت باطنی کہ آب بود و درست داشتہ اما بسبب کابلی نتوانستم نوشید آہ منہ قدس سرہ قال نفس را بکشند الخ قولہ یک دمے آبے فی المنہیۃ یعنی چنانچہ شراب نفس را بر شورش می آرد چنانچہ زباد آب را می پندارند آہ قال امر نفس خویش الخ قلت کشاؤنی الغیث کشاؤنا مہ بضم کاف عربی و فارسی فرمان بادشاہی الخ یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو مثل فرمان شاہی کے واجب الاتباع سمجھتا ہے کہ اس کی ہر بات کو مان لیتا ہے۔ قال زین تردد الخ قلت اشجان جمع شجن بمعنی غم و فی الحاشیہ راخ درد و غم آہ لکن لم ارہ قال کرد پس الخ قلت مصرع ثانی صحیح آنچنین ست کش ثواب بدنہ آمد الخ قال بانیا ز الخ قلت جزع مراد ترس قال گفت زن را الخ قلت ددہ بمعنی درندہ قال زین سبب الخ قلت مصرع ثانی صحیح بدین سان ست کہ انتک الخ۔

قال ناثر احوکایت قال ناظماً چوں نہ تنہی الخ قلت مصرعہ ثانی کے معنی یہ ہیں کہ تیری نماز کا ناہی عن الفحشاء نہ ہونا مخبر و مشعر اس سے ہے کہ بجائے ترقی کے رجعت و واپسی ہو رہی ہے قال آنچنین شد الخ قلت ایک نسخہ میں بے ریا کی جگہ پیر ہا واقع ہوا ہے حاصل دونوں کا ایک ہے کہ پیروں کے حکم ترک کرنے کا یہ انجام ہے اسی حکم کو بے ریا کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں۔ قال ناثر ارجوع بحکایت قال ناظماً گفت خوب آید الخ قلت یعنی اگر میں اس کو دور کر دوں اور وہ دور بھی ہو جاوے تو سب سے بہتر تو یہی ہے لیکن اگر وہ نہ ہے اور حاصل ہی ہو جاوے تو اس کو کور یعنی آخرت کے لئے صرف کر دوں گا قال مال دنیا الخ قلت اندازی بخاک کا بیان شعر آئندہ میں ہے یعنی بہر گور خود الخ قال یعنی بہر گور خود الخ قلت انباز بمعنی شریک یعنی دوسرے اعمال بدنہ کے ساتھ اس طاعت مالیہ کو بھی شریک کر لے و فی بعض الحواشی فراہم آوردن و ہذا بعید من التکلف ان ثبت قال کاہ بسیار ست الخ قلت بگاوان یعنی مع گاوان یعنی ان کو لے کر چرانے آئے اور ان کو حلوب بالقوۃ کہا ورنہ دسویں شعر میں بے شیر ہونا مصرح ہے قال چوں زاکل الخ قلت مستطع از افعال من السطوع قال گفت درویش الخ قلت بدوش ازدوشیدن یعنی سب میں سے کیف ما اتفق کسی ایک کو وہ لے قال راہ حق را چوں الخ قلت چوں بمعنی چرا قال رو برو الخ قلت یعنی دامن علاقہ دنیویہ کو قطع کر ڈال تا کہ طے مسافت کے وقت تیرے دونوں پاؤں میں وہ دامن نہ الجھ جاوے اور شعر آئندہ میں جملہ گرتو بے جامہ روی اس میں صریح ہے قال ورنہ بے مشید الخ قلت خارہ سنگ سخت کذا فی الغیث قال تیشہ چہ بود الخ قلت ایک نسخہ میں ہے آں زلفی توجیہ یہ ہے کہ اس زکو بیان کہا جاوے آں کا اور مصرعہ ثانی کی اصل یہ ہے کہ سنگ غیریت بر تابد ز راہ اور یہ صفت سے نفی لا الہ کی یعنی جو سنگ غیریت کو راہ سے ہٹا دیتی ہے۔

قال ناثر اقصہ دوشیدن گاؤنا زادہ از راہ امتحان و سوء الاعتقاد قال ناظماً خالطوہم الخ در حق ایشان زدند یعنی در حق ایں علماء گفتند پس زدند بمعنی سخن زدند یا مثل زدند و فاعل زدند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجمعیۃ للتعظیم یا محدثین و اسناد سوائے ایشان باعتبار نقل ست قال چونکہ سلطان الخ قلت تشبیہ چوں شکر باعتبار زیادت دخل و خصوصیت کے ہے قال آنچنین مردے الخ قلت شہر شہ نشین یعنی شہر یکہ بائے تخت بادشاہ بود قال مدتے بگذشت الخ قلت عین الوصول بمعنی چشمہ وصول و عرفان یا بمعنی عین و اصل۔ قال میزداد کشکج الخ قلت فی الغیث بضم اول و سکون شین معجمہ و فتح کاف عربی و سکون نون و جیم عربی مکسور و یاے معروف و راء مہملہ چیز یکہ بداں دیوار قلعہ



می شکند و بمعنی توپ مجازست و اس مخفف کوشک انجیرست و معنی ترکیبی اس لفظ قلعه شگافست از جہا نگیری و سراج و در مویذ بمعنی گولہ نوشتہ آہ قال بر مشیت ہائے او الخ قلت در بعض نسخ بر مشیت ہائے او و اغلب آ نکہ غلط باشد یا معنی آ نکہ بر چیز ہائیکہ او ثبت فرمودہ قال لا جرم الخ قلت مصرعہ ثانیہ بردوگون ست اول باز غار چوں حرا بیروں کشید و دیگر باز غار چوں حرار بر گزید و تو جیمش آ نکہ در شہر ہم خلوت را اختیار کردہ کہ مشابہ غار حرا بود قال گر کنی راوی الخ قلت یعنی اگر تو حصول مال و سامان کے وقت جو انہر دی و ہمت ایثار کی کرے تو تو مشابہ سکندر کے ہے ورنہ جیفہ پر مثل کلب شیزندہ کے ہے بلغند رلفت میں نہیں ملا حاشیہ میں اس کے معنی الحاج کنندہ و ابرام نمایندہ و چسپندہ و ستیزندہ لکھے ہیں قال ابتلاء الخ قلت یعنی واقع میں تو یہ سیم و زر روی اور خیس ہے لیکن شیطان جو اس کے ذریعہ سے اغوا کر سکتا ہے حق تعالیٰ نے امتحان شیطان کو یہ تصرف دیدیا ہے اس تصرف دینے کو مجازاً سیم و زر دادن کہہ دیا قال ناثر ا در بیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الآخرة و تفصیل آں قال ناظما کسہ الخ قلت فی الغیاث در تحقیق کستی ماخوذ از کستن کہ بمعنی مالیدن ست و بمعنی کوفتن نیز آہ و در بعض نسخہ کفتہ بمعنی کوفتہ و فی الحواشی کشمان بمعنی مزرعہ و کشار بمعنی مرغ بکل آہ و لم اظفر بہمانی کتب اللغۃ قال گر تو غافل الخ قلت کسیرج مروارید مراد ایمان۔ قال ناثر ارجوع بدستان درویش و وداع گردانیدن دنیا از اس مرد حقیقت اندیش قال ناظما چوں رود الخ قلت بلخاک فی الحواشی شور و غوغا و کشتن فی الغیاث بفتح تین و در آخر نون بروزن چمن و فتح اول و سکون ثانی نیز بمعنی بسیاری و انبوی و گنجان از ہر چیز کہ باشد آہ قال شیرج و کسہ الخ قلت شیرج روغن کنجد و کسہ فی الغیاث کسب بالضم کنجارہ روغن و آن ثقل روغن ست مراد یہ کہ تعلقات جو روغن و کنجارہ کی طرح متلاصق ہیں کیسے جدا ہو جاویں گے یرغ فی الحواشی شکنج و شکن و پیشانی چین زدہ اور جوان سے مراد بادشاہ قال گر چہ زائد الخ و در بعض نسخ کز چہ زائد و لا یتظہر و جہہما و عندی انہ کہ چہ زاید یعنی کونسی بات پیدا ہو جاوے گی و اں دوم الخ قلت پیل سے مراد مضمون یعنی میرا مضمون کہ قوت اور روانی میں مثل پیل کے ہے کاہلان دنیا کی مزید کاہلی کا سبب ہو گیا قال نا تو ا بیان نمودن آں پس دوم حال کاہلی خود با قاضی قال ناظما نصرت الداخل الخ فی الحاشیہ شکلے ست در علم رمل سعد الخ قال شاہ ہر شب الخ قلت بیان ہے بانگ مذکور شعر بالا کا و در ثم فی الغیاث بفتح تین و زائے فارسی بمعنی افسردہ و اندوہمیں و بکسر اول و فتح ثانی آشفۃ آہ ملخصاً قال نار و جنت الخ قلت مصرعہ ثانی میں تازیانہ جنس اور مراد اس سے جمع ہے یعنی تازیانہ ہاپس خبر میں ناقلند کا آنا صحیح ہوا اور بعض نسخوں میں کاہل ست اور ناقل ست واقع ہے اور یہ اظہر ہے۔ قال اسپ بحر الخ قلت یعنی اسپ مشابہ بحر در تیز روی۔ قال ناثر ا حکایت کردن آں پس سوم الخ قال ناظما دوم بردم الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں کا و بمعنی کاوش و فحش یعنی اس بحس کیلئے کہ یہ گائے کہاں تک جاتی ہے میں پاسانی کرتا تھا قال خود چراں الخ قلت امر ہے چریدن سے یعنی وہ گھاس چر کہ اس میں خار نہیں ہے مراد وہ منافع جس میں تبعہ نہ ہو خار و اڑوں فی الحواشی درخت چر چٹ آہ و واڑوں بودند مشاہدست و قنادہ فی المنتخب بالفتح درختے ست سخت و خاردار آہ قال ناثر ارجوع کلام بحکایت آں پس سوم الخ قال ناظما در گزر زیں الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں ترددہ کے معنی دہندہ تردد مراد حق تعالیٰ قال روز من شد در الخ قلت فی الغیاث دیر شدن بمعنی تمام شدن و خراب شدن ست بعد از اس بمعنی فوت شدن مستعمل شدہ آہ قال ناثر ا حکایت در بیان



آنکہ دنیا طالب ہارب خود و ہارب از طالب خود ست قال ناظماً کفرے الخ قلت فی الحاشیہ کبوتر اور مصراع  
ثانی میں از ہر سہ کے یہ معنی نہیں کہ وہ تینوں سے آگے تھا کیونکہ وہ تین تو اس سمیت تھے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان تینوں  
میں سے وہ آگے تھا قال در بے عاجز الخ قلت عاجز صفت مقدم ہے مرغ کی اور یہاں مرغ کے معنی حاشیہ میں تیز  
رو اور دوندہ کے لکھے ہیں قال کافراں گفتند الخ قلت خی بمعنی خفی مراد عالم غیب قال دانہ در معنی الخ قلت گرد  
بمعنی خاک وغبار یعنی فرشتہ نبی کے سامنے گرد ہے یعنی مفضول ہے کما ہو مقرر فی کتب الکلام قال ناثر اُجواب گفتن  
آں صوفی الخ قال ناظماً لیک زیہما الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں زد بمعنی زد و قال زاغ یعنی الخ قلت فرہ بمعنی غلبہ و  
سبقت وظفر کذا فی الغیاث قال ناثر اُ در بیان معنی ایں حدیث الدنیا جہن المومن الخ قال ناظماً ہیج باری یاد الخ  
قلت مصرعہ ثانیہ میں کشت بمعنی زرع و سبزہ اور گہدانہ بمعنی مزیلہ جو حاصل ہے خضراء الدمن کا قال خویش را الخ  
قلت گردہ جو مصرعہ ثانیہ میں واقع ہے اس کے معنی غیاث میں ہیں گر وہ بالفتح و دال مہملہ خاکہ نقاشان و آں زغال  
سودہ است کہ در پارچہ بستہ باشد و بر کاغذ یکہ کہ در اں بنفشہ گلہا و تصویرات سوزنہا زدہ باشند مانند تازاں سوراخہا  
طرح نقش بر کاغذ دیگر نشیند و آں کاغذ سوزن زدہ را نیز گردہ گویند آہ قال ناثر اُ حکایت بر سبیل تمثیل گوید قال  
ناظماً چونکہ دید غیر الخ قلت ساز در مصرعہ ثانیہ بمعنی سامان قال کلکے داری الخ قلت فی الحاشیہ کاف برائے تصغیر  
بمعنی داغ شاید یہ حکم بمعنی جرح سے ہو اور مستقلاً کہیں نہیں ملا قال تافشک الخ قلت فشک فی الحاشیہ دیوک بحر بی  
ارضہ کہ بخ درختان می خورد آہ کہ بعضے آنرا دیمک گویند و کشمان بمعنی زرع و قد مر فی عنوان بیان معنی آں حدیث  
کہ الدنیا مزرعة الاخرۃ یعنی جب تک زرع ہستی میں حب غیر کی دیمک موجود ہے اس میں حب اللہ کا دانہ  
بونا غیر مفید ہے قال ایں سخن پایاں الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں قد فاعل ہے بستہ کا اور مراد قد و حدث قال ناثر اُ  
رجوع بحکایت شاہزادہ سوم الخ قال ناظماً اے ضیاء الحق الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں چوں بادیمن کے معنی یہ ہیں  
کہ چنانچہ بادیمن جان پیغمبر را جذب میکرد و بچنیں تو جان مرا اور یہ اشارہ ہے حدیث انی لا جدد نفس الرحمن  
من قبل الیمن کی طرف قال بے تکثر الخ قلت مصرعہ اول بیان ہے حیرت مذکورہ شعر کا اور مصرعہ ثانیہ جواب  
ہے اس تردد کا یعنی ایں وحدت ہستی مطلق را ہست آنرا ہوش دارد و تکثر درمرا یا است قال پوتہ و پوتک الخ قلت فی  
الحواشی خزینہ و گنجینہ آہ شاید کاف برائے تصغیر باشد و پوتہ بایں معنی از نظر نگذشتہ و در غیاث ست پوت بواد مجہول و  
تاے فوقانی بمعنی جگر و احشا یعنی در سینہ و شکم باشد آہ شاید کہ گنجینہ را تشبیہاً گفتہ باشند مراد یہ کہ بڑا خزانہ اور چھوٹا  
خزانہ سب اس کے سپرد کر دیا قال بر بٹائی ورنہ الخ قلت خفوق در مصرعہ ثانیہ بالضم غروب کردن ستارہ الخ کذا فی  
المنتخب قال زاضطراب عشق الخ قلت چکرہ فی الغیاث بالفتح و کاف عربی بمعنی رشحہ یعنی آبیکہ قطرہ بچکد آہ و را بمعنی  
برائے قال زن نباشد الخ قلت یعنی اگر نباشد و احواء بمعنی احاطہ و ذائقہ بمعنی کج شوندہ یعنی زن اگر استعداد حمل  
بسبب بلوغ و حیض نہ داشتہ باشد از گرد آ و ردن نطفہ در رحم کجی و میلی پدید آید پس استعداد در ہر کار شرط ست قال  
ناثر اُ داستان آں مطبخ الخ قال ناظماً چوں لیکرم الخ قلت یعنی یہ مضمون نشتر سے بھی زیادہ دل میں کو نکل رہا تھا  
پس عجول بمعنی شتابندہ تر قال نیمراش کفتم الخ قلت معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ وہ شخص وصال حیرت میں فائز  
ہوا یعنی وہ بھی وصال تھا مگر معرفت تامہ نہ ہونے سے اس وصال و قرب کا اثر حیرت تھی۔ قال ناثر اُ بیان حال



شہزادہ سوم و اکتساب اوقال ناظماً بے طلب بخشد الخ قلت بتوراک فی الغیاث طبل کو چک کہ مزارعان دارند  
بجہت رمانیدن طیور قال ہر چکا دے را الخ فی الحاشیہ تارک سر را گویند و فی الغیاث بدال مہملہ بمعنی پیشانی و چکا دک  
مرغیست از کنج شک اندک بزرگ و خوش آواز و تاج بر سر وارد بہندی چند دل گویند اھ و ہر دو لغت ماخذ منی حاشیہ  
میتواں شد قال نیست یکتا رہ الخ قلت فی الغیاث یکتا رکنا یہ از اندک آھ و فی الحاشیہ جگاہہ نجیم عربی و کاف فارسی  
را بہائے مختلف را گویند یعنی در سوال بطریق مختلف چہ ادم آھ و در بعض نسخ چکارہ نجیم فارسی و کاف عربی بمعنی ہچکارہ  
و بکار قال گفت پیغمبر الخ قلت فی الحاشیہ ..... یکسر نون و ضاء معجمہ مشدودہ زر غیر مضروب و فی المختب نض و ناض  
بالفتح و تشدید ضاد درم و دینار نقد شدہ آھ قال دیدکان الخ قلت سر دیگر نہ پخت یعنی دوسرا خیال نہیں پکایا بر نہال  
نہال درخت بر نہ پخت یعنی ثمرہ دیگر پختہ نہ شد قال شاہ گفتا قلت فی الغیاث بالضم و واو معروف معرب توئی کہ  
بتائے فوقانی و واو مجهول ست در ترکی شادیو عروسی را گویند قال ناثر التمثیلات چند الخ قال ناظماً ہر کہ باتو  
دوست ترا الخ زو بر یعنی زود بر بندہ است قال صحبت عامی الخ قلت عین بمعنی چشم و غین بمعنی ابرو و استرا فعل التفضیل  
ساتر قال غین رین الخ قلت رین بمعنی زنگ و منہ قولہ تعالیٰ بل دان علی قلوبہم اس میں اشارہ ہے حدیث  
انہ لیغان علی قلبی کی طرف اور قرص آفتاب سے مراد قلب نبوی یعنی جب وہاں اس اختلاط کا موافق رتبہ  
کے اثر ہوتا ہے تا بجا چہ رسد قال ناثر ا چند نالہ زار الخ قال ناظماً رفتہ رفتہ الخ قلت شد کی ضمیر وجود کی طرف  
اور اس کا ملکوت ہونا مراد اس سے یہ کہ اس کا ظہور ملکوت میں ہونا قال لیک اقسام عروج الخ قلت اس در سے مراد  
باب عروج خواہ اضطرابی ہو خواہ اختیاری اور خواہ جلال کی طرف ہو کمال الکفار یا جمال کی طرف کمال المؤمنین  
اور فیض عام ہے مطلق تصرف کو نہ کہ مخصوص تصرف نافع کے ساتھ اور اس کو فیض اس لئے کہا کہ اس میں بھی افاضہ  
ہے بعض اسماء کے آثار کا قال واں عروج دو عین الخ قلت یہ دو عین بعد میں مذکور ہے سابق میں مذکور نہیں اور اس  
شعر کے بعد تین شعر نسخہ کشوری میں کم ہیں اور ضروری ہیں ان کو نقل کرتا ہوں۔

از رہ علم و عمل عارج شدند	پس بموت معنوی خارج شدند
پیش مردن مردہ گرد و شوفنا	تا عروجے حاصل آید مرترا
از منازلہا کہ سالک آمدہ است	جہد کردہ ہم بدانسو پا زدہ است

بعد ازیں اس شعر ست تا کہ وجہ حق الخ و احدی احدی بیائے معروف و تقدیر عاطف بینہما قال نے مشابہ  
آنکہ الخ قلت یعنی نہ بمرتبہ آنکس کہ مطلوب کار او آخر کند باجبتائے محض چنانکہ انبیاء علیہم السلام و بعض اولیاء را  
انفار قال بر سبخی الخ فی الحاشیہ خوشی را گویند و ستاغ فی الحاشیہ زن عقیقہ قال در رغارہ الخ قلت فی الحاشیہ رغارہ زمین  
نمناک مراد لحد و زخارہ شاخ درخت و سان سان پارہ پارہ آھ و فی الغیاث سان پارہ و حصہ آھ قال سایہ عہد الخ  
قلت فی الحاشیہ زخہ شعلہ آتش و چنگاری و باد کن یعنی از ہوائے طاعت آتش تیز نما۔ قال مہر چوں آئینہ الخ قلت  
بسیط بمعنی منبسط یعنی خورشید کہ نورش منتشر ست یعنی بوجہ کمال تعلق جس طرح آفتاب متجلی تھا اب یہ آئینہ بھی متجلی ہو  
گیا قال شعلہ عشق الخ قلت مراد از احمد مطلق عارف قال شد گر بیان الخ قلت من کجا الخ کے معنی یہ ہیں کہ میں



اور میری ہستی اس عشق کے سامنے کہاں قائم رہ سکتی ہیں قال قارعة آمد الخ قلت مینا شیشہ قال نائراً و نکون  
الجبال کالعهن المنفوش قال ہر زمان از فیض الخ قلت یعنی ہر آن میں اس فیض سے جو موجود سابق کے  
متعلق ہوا تھا موجود لاحق ہو جاتا ہے اور یہ فیض واحد بالذات ہے صرف متعلق کے اعتبار سے اس میں تعدد ہے  
قال موجد و مفتی الخ قلت معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ اس کا موجد و مفتی ہونا یعنی مظہر و مبطن ہونا ایسا متقارن  
ہے جیسے اس کا اختفاء یعنی بطون اس کے ظہور کے ساتھ ایسا متقارن ہے کہ گویا وہ اختفاء بنفسہ و بعینہ اس کا ظہور ہے  
قال مستمر بنی الخ قلت مستمر حال ہے اور عدم بمعنی معدوم مفعول ثانی ہے بنی کا یعنی اعیان کو تم علی الاستمرار معدوم  
دیکھنے لگو قال نائراً فاما من ثقلت موازینہ قال ناظماً ہر کر اور ضربت الخ قلت مرا ع مخفف مراعی اسم  
مفعول از مراعاة یعنی ثابت ماند و انا الحق ثقلت قال و انکہ شد میزان الخ قلت مصرعہ ثانیہ کے یہ معنی ہیں کہ در جام  
عشق از حد رفت آں تک ظرف قال شعلہ الخ قلت مصرعہ ثانیہ کے معنی یہ ہیں کہ آتش عشق نے اس کو سوز کا تاج  
دیا قال تیز تر شد قلت سوختہ مصرعہ ثانیہ میں مفعول ہے یافت کا اور مراد سوختہ سے آتش کیرندہ قالس البتین آتش  
سوزندہ الخ از لہیب آتش الخ قلت مطلب یہ کہ ایسا شخص وصال کامل سے مشرف نہ ہوگا اور یہی ہجران ہے اور  
چونکہ یہ شخص عاشق بھی ہے گو واصل کامل نہیں اس لئے اس آتش میں دو صفتیں ہیں یہ آتش ہجران بھی ہے اور اس  
اعتبار سے اس کی سوزندہ ہے اور اس اعتبار سے سوزندہ پر و سیر بھی ہے کہ مانع ترقی ہو گئی اور آتش عشق بھی ہے اور  
اس اعتبار سے سوزندہ غیر بھی ہے پس دونوں شعر کے دونوں حکم صحیح ہو گئے اور ٹمس سے دیدہ دوختن یہی ہے کہ  
واجب و ممکن میں تمازنہ کیا۔ قال اے ایاز ار حد الخ قلت یعنی اگر اپنی حد پر رہتا تو واصل کامل ہوتا قال نائراً باز  
رجوع نمودن بتفصیل الخ قال ناظماً نفس را پروردی الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں شاؤ بہمزہ دواؤ بمعنی قدم قال  
چوں ستا کے الخ قلت فی الغیاث ستاک بکسر اول و کاف عربی شاخ نورستہ و نازک از درخت دوستانہ فی الحاشیہ  
خانہ یک ستون چوں بگلہ و غیرہ قال سنگ را سبیدی الخ قلت فی الحاشیہ سوراخ کردی و گور بمعنی بہرام گور اور مراد  
اس سے دونوں مصرعہ میں یہ ہے کہ فرض کردم قال آخر انفاست الخ قلت سکجید ن فی الحاشیہ بضممتین و سین مہملہ و  
کاف عربی تراشیدن و گزیدن و سرفیدن دور بخا معنی اخیر مرادست یعنی دم تو آخر بوقت مرگ در گلو گرفتہ خواہد شد و  
فی الغیاث فصل الشین المعجمہ مع کاف عربی سکجید ن بکسر اول و ضم ثانی گرفتن عضوے باشد بسرناخن آہ و اینجا ہر دو  
نسخہ موجب است و فی الغیاث چنوک بفتح سرخاب و بمعنی گجشک آہ باید کہ چنک مخفف آں باشد و فی الغیاث  
چغیدن کشیدن دوم زدن آہ و چغزیدن باید کہ مزید آں باشد قال رفت رفت الخ قلت یعنی انچہ رفت رفت  
از و بحث نیست قال نفس تو ہچوں پدر الخ قلت شروع است در تطبیق قصہ قال معصن دین الخ قلت بار بمعنی بارگاہ  
کذا فی الغیاث قال تاکہ طوعاً الخ قلت انوس من الالس قال ہست اینجا الخ قلت مراد بمعنی تلخی قال ماندہ دررہ الخ  
قلت یعنی صرف جرعہ نوشید و بکمال نہ رسید قال چوں نظر الخ قلت ستر حال یعنی باطناً و پنہاں قال و آں دورا الخ  
قلت ان دونوں کو یہ حصہ ملا کہ دختر کے طالب تھے کہ یہ بھی ایک تعلق و تلبس ہے جس کا یہ ثمرہ ہوا کہ بادشاہ تک  
رسائی ہوئی اور مورد عنایت ہوئے اگرچہ اپنے نقصان کے سبب کمال فوز میسر نہیں ہوا قال ناقصہ را الخ قلت یہ  
متعلق ہے ماقبل کے اور اس میں بیان اس کا ہے کہ جس کو قرب میسر ہوا وہ بھی اس کا استحقاق نہیں محض فضل ہے



قال چلیجہ الخ قلت فی الحاشیہ جانورے خردست کہ بہندی انجہاری گویند کرم رازیر خودی پرورد آہ زادی آخری  
 ودر چند روز بر شکل خود میگرداند قال گفت باشہزادہ الخ قلت پوپ تاج کہ بر سر طاؤس وغیرہ باشد آہ و فی آخری  
 سر تاج جملہ خدام ست قال غیر خدمت نے تتر بولیش الخ قلت فی الحاشیہ بازی و ہزل را گویند آہ قال تار و مارش  
 الخ قلت فی الغیاث تار مار بمعنی زیروز بروکج مچ و پریشانی و پراگندہ گاہے بیکمیں معنی تال مال نیز می آید آہ قال  
 شاہ گفت الخ قلت روز بازار بمعنی گرمی درونق بازار قال لطف فرمود الخ قلت ہر دو برادر متونی کا تابع باعتبار ترتیب  
 زمانی کے کہا کہ ان کی نوازش زمانا مقدم تھی ورنہ ترتیب رتبہ کے اعتبار سے ان دونوں پر یہ سابق ہے چنانچہ شعر  
 آئندہ قصر ہا الخ اس کی دلیل صریح ہے یا ایک خاص اعتبار سے اس کو تابع محض بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجاہدہ کیا ہو انہ  
 تھا چنانچہ یہاں سے چودھویں شعر میں اس کی تصریح ہے چوں نبودایں شاہ ملحق را جہاد اور اس صورت میں شعر قصر ہا  
 الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے اندازہ و حوصلہ سے زیادہ دیا گوان دو سے کم ہو۔ قال مرد باش الخ قتل بے مرد  
 گرد یعنی مرد کے پیچھے اور تابع پھریا ہو جا اور مصرعہ ثانیہ میں پوتک و پتہ کے معنی حاشیہ میں خزانہ و دولت لکھے ہیں  
 قال گر خلد خارے الخ قلت تارہ فی الحاشیہ سوزن قال ناثر اختتام کلام الخ قال ناظماً بشنواز نے الخ قلت  
 مراد زیدایت مبداء و قصد کردن منتہی مراد را ظاہر ست قال دورہ میم الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں لکن مرکب ہے لا  
 اور کن سے یعنی فنا کر اور آلات مرکب ہے الا اور تائے خطاب سے قال اللہ اللہ کومن الخ قلت لفظ کو اللہ اللہ کی خبر  
 نہیں من کی خبر مقدم ہے قال ناثر مناجات الخ قال ناظماً دوست را بر من الخ قلت فی عبارت تو خشن حاصل  
 کردن و خواستن و جمع کردن و بمعنی ادا کردن قال شکر احسان الخ قلت سر کردن شروع کردن و با تمام رسانیدن  
 کذانی الغیاث۔ قال اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق الخ قلت فی المنتخب روق بالفتح الی قولہ خوش آمدن و بہ شگفت  
 آوردن الخ غالباً دریں تصرف کردہ رواق ساختہ است قال اللہ اللہ ایں چہ احسان کردہ الخ مراد از چنین برزخ اسم  
 اللہ است کہ اسم من حیث ذاتہ ظاہر ست و من حیث کون مدلولہ باطناً باطن ست قال اللہ اللہ لیس غیر کہ الخ قلت ہل  
 تری میں خطاب مطلق رائی کو ہے اور دیر بمعنی مطلق دار مجازاً اور معنی معروف اس کے دار عبادت نصاریٰ قال اللہ  
 اللہ لا الخ قلت اس میں سوال ہے اور شعر آئندہ میں جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نفی اس لئے ہے کہ جو  
 چشم کہ ظاہراً غیار کو دیکھ رہی ہے وہ اس نفی سے ان اغیار کو مرتفع کردے اور اس کی ہمت اسی قدر ہے نہ یہ کہ بالکل  
 غیر کو نظر میں نہ آنے دے پس مقل مصرعہ اول میں بمعنی بردارندہ کمائی قولہ اقلت الغمراء اور ثانی میں بمعنی ذی  
 قلت۔ قال چوں بر آرم الخ قلت لبتنی کنت تراباً را بر بمعنی تاویلی فرود آ ورنہ یعنی کاش خاک پائے قابل  
 شدے قال اللہ اللہ مستم الخ قلت راق بمعنی شراب مجازاً کذانی الغیاث قال انت مقصودی الخ قلت

فہممت فی المنتخب قصد و ہمت و هذا الاختتام بعون اللہ المفضل

الانعام والیوم یوم الاربعاء الثالث والعشرون من شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۳ھ

من الهجرة فقط.

”کلید مثنوی“ شرح مثنوی کی تکمیل کے بعد کچھ اشعار اصل مثنوی متن سے باقی تھے اُن کو اصل سے مکمل کر دیا گیا ہے۔

اُن کا ترجمہ حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ کے ترجمہ سے لیا گیا ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین (ناشر)

خاتمہ لولدہ العارف اکامل المحقق مولانا بہاء المملۃ والدین قدس سرہ  
ان کے صاحبزادے عارف کامل محقق مولانا بہاء المملۃ والدین قدس سرہ کا اختتام

مدتے زیں مثنوی چوں والدہ دم	شد خمش کفتم وراکے زندہ دم
میرے والد جب ایک مدت تک اس مثنوی سے	خاموش رہے میں نے ان سے کہا اے زندہ دم
از چہ رو دیگر نمی گوئی سخن	بہر چہ بستی در علم لدن
آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟	علم لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟
قصہ شہزادگان نامہ بسر	ماندنا سفتہ در سو میں پسر
شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا	میرے لڑکے کا موتی بغیر بندھا رہ گیا
گفت نظم چوں شتر زیں پس بخت	عیستش با پچکس تا حشر گفت
فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کی طرح ہو گئی	اس کی حشر تک کسی سے بول ہال نہیں ہے
ہست باقی شرح ایں لیکن دروں	بستہ شد دیگر نمی آید بروں
اس کی شرح باقی ہے لیکن وہ اندر	بند ہو گی اب وہ باہر نہیں آتی ہے
ہمو اشتر ناطقہ اینجا بخت	او بگوید من وہاں بستم ز گفت
وقت گویائی اس جگہ اہل کی طرح سو گئی	وہ ’گویائی‘ کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے منہ بند کر لیا
وقت رحلت آمد و جستن زجو	کل شیء ہالک الا وجہہ
کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آ گیا	بجز اس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	دردل آنکس کہ دارد زندہ جاں
اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آ جائے گا	اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہے
گفتگو آخر رسید و عمر ہم	مژدہ آمد وقت آں کز تن رہم
بات ختم ہو گئی اور عمر بھی	اس وقت کی خوشخبری آ گئی جبکہ میں جسم سے مہوؤں کا
در جہان جاں کنم جولان ہے	بگذرم زیں نم در آیم دریے
جان کے جہاں میں جولائی کروں گا	اس نمی سے گزر جاؤں گا سمندر میں پہنچ جاؤں گا



زائکہ ایں عالم زخم زندہ ست و خوش	از یسے نم یافت زان خوب ست و گش
کیونہ یہ جہاں کی سے زندہ اور خوشنا ہے	اس نے سمندر سے نمی پائی ہے اس لئے اچھا اور خوش ہے
چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بود	در جہان یم ہمیں تاچوں شود
جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے	غور کر سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی
یم چو شہرست و چودروازہ ست نم	نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم
سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح	نمی کو قطرے کی طرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے
زیں نمی کو ہچو جانست اندر آ	دریم جاں کہ تاییابی بقا
اس نمی سے جو جان کی طرح ہے اندر آ	جان کے سمندر میں تاکہ تو بقا حاصل کر لے
چونکہ نم از بحر جانست ایں طرف	پس زراہ جاں طلب کن آں شرف
چونکہ اس جانب جان کے سمندر کی نمی ہے	تو اس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر
تاترا آنجا برد کو بودہ است	جستن اندر خاک یم بیہودہ است
تاکہ تجھے اس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے	خشکی میں سمندر ڈھونڈنا لغو ہے
جزو ہر خاکے بخاکستاں برد	موج بحر جاں سوی جاناں برد
ہر خاک کا جز خاکستاں کی جانب لے جاتا ہے	جان کے سمندر کی لہر جانوں کی طرف لے جاتی ہے
پس زجاں کن وصل جاناں را طلب	بے لب و بے کام می گونام رب
جانوں کے وصل کو دل و جان سے طلب کر	بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے
تارہی زیں جس و ایں فانی جہاں	در جہان جاں بمانی جادواں
تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے	ہمیشہ جان کے جہاں میں رہے
نغمہائے عمر را در شورہ خاک	می بکاری تا شوی آخر ہلاک
مر کے بچوں کو شور زمین میں	تو بو رہا ہے تاکہ تو بلا آخر ہلاک ہو جائے
ایں چنین عمر عزیز بے بہا	بے عوض ضائع کنی ہر دم چرا
ایسی قیمتی پیاری عمر کو	تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟
غبن می ناید ترا اے مرد کار	تا وہی گلزار و گیری خار زار
اے کام کے آدمی کیا تجھے ٹوٹا نہ ہوگا؟	کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے
عمر کاں شد صرف در دنیا نماند	خرم آنکش حق بسوی خویش خواند
جو عمر دنیا میں صرف ہوئی نہ رہی	مبارک ہے وہ جس کو اللہ (تعالیٰ) نے اپنی جانب بلا لیا
عمر محدود شمرده چوں دہی	در رہ حق گرود آں تا منتہی
تو جب گئی جتنی عمر دے دے گا	اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں وہ لانا تھا ہو جائے گی
بے شمار و بے حد و بے عد شود	عمرده روزہ کہ در طاعت رود
بے شمار اور بے حد اور ان گنت ہو جائے	وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

ہیں تجارت کن دریں بازار تو	صد ہزاراں گل بر از یک خار تو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کر لے	تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا
از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار	دانہ بر گیری ز فضل کردگار
تو جو ایک دانہ بوئے لاکھوں	دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کر لے
خود شمار آنجا بود کا خر بود	بیشمار ست آں طرف کاں بر بود
شمار وہاں ہوتا ہے جہاں آخر ہو	وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو
سوی کل خود رو اے جزو جدا	از خودی بگذر گریز اندر خدا
اے علیحدہ جزا اپنے کل کی جانب جا	خودی سے گزر جا خدا کی پناہ میں بھاگ جا
در تن ہچو سبو ہستی چو آب	گفتگو و صلح و جنگت چوں محباب
تو ٹھلیا جیسے جسم میں پانی کی طرح ہے	تیری گفتگو اور صلح اور جنگ جلیے کی طرح ہے
چوں حبابست ایں نقوش و ایں صور	برسر آب دروں اے نامور
یہ نقوش اور یہ صورتیں جلیے کی طرح ہیں	اے نامور اندرونی پانی کے اوپر
یا چو کفے برسر آب دروں	تا شود سر دروں پیدا بروں
یا اندرونی پانی پر بھاگ کی طرح	تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے
از نف و از کف و از بوی قدور	می نماید خور دینہا در تنور
گرمی سے اور بھاگ سے اور ہانڈیوں کی بو سے	تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں
تاکہ شیرینی و یاترشی ست آں	می شود ظاہر برپیز و جواں
کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی	بوزے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے
ہچنین از فعل و قول مردماں	می شود پیدا کہ چہ سانسٹ جاں
اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے	ظاہر ہو جاتا ہے کہ جان کیسی ہے
جان او در مرتبہ چونست چیست	مومن ست و یا کہ کافر یا ولی ہے؟
اس کی جان درجہ میں کیسی ہے کیا ہے	مومن ہے یا کافر یا ولی ہے؟
آب را اندر سبو بے یم مدار	تا گردد آب شیریں ناگوار
ٹھلیا میں پانی بغیر سمندر کی مدد کے نہ رکھ	تاکہ ٹھلیا پانی ناگوار نہ بن جائے
کا ساکن بے مدد ناخوش شود	رنگ و بوی و طعم خوب از وے رود
بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی برا ہو جاتا ہے	اس میں سے اچھا رنگ اور بو اور مزہ جاتا رہتا ہے
گفت احمد ہر کہ دور وزش یکسیت	ہست مغنون و گرفتار شکست
(حضرت) احمدؑ نے فرمایا کہ جس شخص کے دور روز یکساں ہوں	وہ نونے میں اور شک میں گرفتار شکست
بے یقینے می زید در الہی	پر زبادے ہچو انبان تہی
بے یقینی میں بغیر یقین کے جی رہا ہے	خالی تھیلے کی طرح ہوا سے پر ہے



ہر دے پس میرود از پیش صف	می شود صافیش در دے ہچو کف
صف کے آگے سے ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے	اس کا صاف جھاگ کی طرح تلخت بن رہا ہے
رنج اوہر لحظہ بد تر می شود	ہر دے او زشت و ابتر می شود
اس کا رنج ہر لمحہ بد تر ہو رہا ہے	وہ ہر لحظہ برا اور ناقص ہو رہا ہے
سوی دوزخ میرود آں ردباب	بے عذاب بحر درنار و عذاب
وہ مردود بارگاہ دوزخ کی جانب جاتا ہے	بغیر سمندر کے شیریں انی کے آگ اور عذاب ہیں
پیش از انکہ کار تو آنجا رسد	ہر دے غفلت ترا واپس برد
اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے	(اور) غفلت کا ہر سانس تجھے الٹا لوٹائے
رو بسوی اصل خود ہچو خلیل	بگذر از استارہ و چرخ چو نیل
(حضرت) خلیل کی طرح اپنی اصل کی جانب جا	ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گزر جا
پائے ہمت بر خورو برماہ نہ	سربراں ایوان و آں درگاہ نہ
ہمت کا پاؤں سورج اور چاند پر رکھ دے	اس بارگاہ اور اس درگاہ پر سر رکھ دے
ایں خودی را خرج کن اندر خدا	تائمنانی ہچو اہلیے جدا
اس خودی کو خدا میں صرف کر دے	تاکہ تو شیطان کی طرح جدا نہ رہے
آب جاں را ریز اندر بحر جاں	تاشوی دریائے بیحد و کراں
جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہا دے	تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے
قصہ کوتہ کن کہ رستم در حجاب	ہیں نمش واللہ اعلم بالصواب
قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا	ہاں چپ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
شکر ایں نامہ بعنوانے رسید	گم نقد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا	نقد گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا
نزد بان آسمانست ایں کلام	ہر کہ از ایں بررود آید بام
یہ کلام آسمان کی بیزمی ہے	جو اس کے ذریعہ اوپر جائے گا محبت پر پہنچ جائے گا
نے بام چرخ کاں اخضر بود	بل بامے کز فلک برتر بود
آسمان کی محبت پر نہیں جو سبز ہے	بلکہ اس محبت پر جو آسمان سے اونچی ہے
بام گردوں را ازو آید نوا	گردشش باشد ہمیشہ زان ہوا
اس کے لئے سامان گردوں کی محبت سے آتا ہے	اسی خواہش سے اس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

## اختتام مثنوی مولوی معنوی

افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا اختتام مثنوی معنوی مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ  
از حضرت مولانا مفتی الہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذب ذوق و شوق مولانا حسام	میکشد مارا بسوئے اختتام
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش	میں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے
اختتام مثنوی معنوی	میکشد جاں را براہ مستوی
مثنوی معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا	جان کو سیدھے راستے پر کھینچ رہا ہے
می تراود خود بخود از لب سخن	آنچہ خواہی اے ضیاء الدین بکن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے	اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں
چوں زمام عقل من در دست تست	ہر کجا خواہی بخش جاں مست تست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے	جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں جان آپ سے مست ہے
پرتو خور چوں در آبے او فاد	آب داد آفتابے را بداد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا	پانی نے سورج کی عطا کی داد دی
روح مولانا جلال الدین روم	مہر برج معرفت بحر علوم
مولانا جلال الدین رومی کی روح	جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے برج کے چاند ہیں
پرتوے زد چونکہ برطور دلم	گشت نورانی تن آب و گلم
جب میرے دل کے (کوہ) طور پر عکس ڈالا	میرا آب و گل کا جسم نورانی بن گیا
ہر زمانم آں مہ چرخ بریں	میزند چشمک بام دل کہ ہیں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لمحہ	بام دل پر اشارہ کرتا ہے کہ ہاں
اختتام مثنوی آغاز کن	نامہ سربستہ ام را باز کن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر	میرے سربستہ نامہ کو کھول
آں حکایت گو کہ ناگفتہ بماند	نظم کن آں در کہ ناسفہ بماند
وہ حکایت کہہ جو بغیر کہی رہ گئی	اس مثنوی کو پڑھ جو بغیر پڑھا رہ گیا
زود در سلک بیاں درکش درا	در رسد فیضان روحانی زما
جلد اس کو لڑی میں پرو	ہمارا روحانی فیضان (ضرور) پہنچے گا
چونکہ حد خود ندیدم تن زدم	بردرش از عذر سر را من زدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہو گیا	عذر سے میں نے اپنا سر ان کے در پر رکھ دیا
چونکہ قول آں ایاز پاک دید	در نگاہ دیدہ دل میں خلید
چونکہ اس پاک نظر ایاز کا قول	دل کی آنکھ کی نظر میں چھ رہا تھا



کاشکن امر از گهر دشوار تر	لاجرم بستم بامر او کمر
کیونکہ حکم کا توڑنا موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار ہے	لاحالہ میں نے ان کے حکم سے کمر باندھ لی
اے خدا اے قادر بیکون و چند	راز ہا کردی درون سینہ بند
اے خدا اے بے کم و کیف پر قادر	تو نے سینہ میں راز بند کر دیئے ہیں
سینہ را صندوق سرہا کردہ	داند راں مخزوں گہرا کردہ
تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے	اور اس میں موتی خزانہ کر دیئے ہیں
رابط دادی سینہ را با سینہ	رابط ایں آئینہ با آئینہ
تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے	جس طرح اس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے
نقش ایں آئینہ در دیگر پدید	کردی از صنع خود اے رب مجید
اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر	کر دیا اے رب مجید تو نے اپنی کارگیری سے
آب از جوئے بجوئے می رود	باز یکسو گشتہ تا دریا دود
پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جاتا ہے	پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے
رفت چوں در بحر آب جویہا	جملہ یکذات و یک آبست اے فتا
جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا	اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے
با تو رمزے کفتم اے جاں گوش کن	جملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کن
اے جان سن میں نے تجھ سے ایک رمز رکھ دی	مجسم جان بن جا اور جان کو ہوش بنا لے
روبسوئی آں وصیت باز گرد	ز انتظار آں سہ پسر را دل بدرد
پل اس وصیت کیجاب پلٹ	ان تین لڑکوں کے دل انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیان کردن آں سہ پسر کاہلی خود را و طلب حکم از قاضی بصدق و صفا

ان تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلی خود شما	سر بسر گوئید تفصیلاً بما
قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی	پوری پوری تفصیل سے ہم سے کہو
ہر یکے باید کہ گوید حال خویش	تا بدانم کاہلی کیست بیش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہئے	تاکہ میں سمجھ لوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے
در سخن پنہاں ست حال مرد ماں	مرد در زیر سخن باشد نہاں
انسانوں کی حالت منگھو میں پوشیدہ ہے	انسان منگھو میں پوشیدہ ہوتا ہے
حقہ سربستہ جان آدمی ست	باز مفتاحش زبان آدمی ست
انسان کی جان ایک سربستہ ذبہ ہے	پھر اس کی کنجی آدمی کی زبان ہے
آدمی را از سخن باید شناخت	غیر کشتی برسر دریا کہ تاخت
آدمی کو منگھو سے پہچاننا چاہئے	کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

اولیں گفتا بداں حد کاہم	کاؤ ستاد و تنہاں را تبلم
پہلے نے کہا میں یہاں تک کاہل ہوں	کہ استاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں
ہیں تو بشنو حال مارا اے سنی	بد شب باران و فقد روشنی
اے بزرگ تو ہمارا حال سن لے	بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی
برف می بارید و باراں ز مہریر	عالی مانند بخ بستہ قریر
برف برتی تھی اور بارش (اور) جاڑا	جہاں جھے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا
تشنہ گشتم آتشم پر دودگشت	آتش باطن بزد بر کوہ و دشت
میں پیاسا ہو گیا میری آگ دھویں سے بھر گئی	باطن کی آگ پہاڑ اور جھل میں جا گئی
نفس نالاں درپے آب خنک	تنہلی ام گفت بنشین سیکنک
ٹھنڈے پانی کے لئے نفس نالاں تھا	میری کاہلی نے کہا آہستہ بیٹھ ٹھہر جا
از گراں جانی بخواب اندر شدم	گشتہ کاہل پای بر بستر زدم
میں سستی کی وجہ سے سونے لگا	کاہل بن کر میں بستر پر چڑھ گیا
خواب نامہ اندراں عطشانیم	دمبدم افزود سرگردانیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی	لحہ بہ لحہ میری پریشانی بڑھی
آخرش برخاستم بہر وضو	قصد کردم جانب آب و سیو
بالآخر میں وضو کے لئے اٹھا	پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا
یاد من آمد حدیث از انسؓ	اسبغ امر آں رسول خوش نفس
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی	اس خوش دم رسول کا حکم کہ "وضو مکمل کر"
طالب غر محجل گشتہ زود	در وضو گشتم شتاباں اے دودو
میں فوراً غر محجل کا طالب بن کر	اے محبت! جلد وضو میں لگ گیا
کردم اسباغ وضو ز اں آب سرد	سردی او دست و پا بیکار کرد
میں نے اے ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی	اس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیئے
غالب آمد کاہلی بر من چناں	کہ نکردم جرعه ز اں اندر دہاں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی	کہ اس کا ایک گھونٹ منہ میں نہ ڈالا
از عطش می مردم و اعضاء چو برف	برد ظاہر را بباطن کردہ صرف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضاء نے	ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا
از کسالت کفتم ایں برد وجود	حر باطن عاقبت خواہد ربود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا یہ جسم کی ٹھنڈک	انجام کار باطن کی گرمی کو دور کر دے گی
کاہلی از آب خوردن منع کرد	آب در دست و بدست اسباب برد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا	پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں



لیک از دشم دہاں بس دور بود	از کساکت کے مرا مقدور بود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دور تھا	کالی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟
گفت رمزے گفتہ ام زان کاہلی	قاضیا تو فہم کن گر عاقلی
اس نے کہا میں نے اس کی طرف ایک اشارہ کر دیا ہے	اے قاضی اگر تو سمجھ دار ہے تو سمجھ لے
زاہداں درکار دنیا کاہل اند	در ادای بار عقبی کامل اند
زاہد دنیا کے کام میں کامل ہیں	آخرت کا بوجھ اتارنے میں کامل ہیں
نفس را بکشد بہر ناں و آب	یکدم آبی بود شاں را شراب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں	پانی کا ایک گھونٹ ان کے لئے شراب ہے
نفس کافر را بس ست از فرہی	آنکہ بہر ہر عطش آتش دہی
کافر نفس کے مٹاپے کے لئے کافی ہے	یہ کہ ہر پیاس کے وقت اسے پانی دے دے
نفس سرکش را بسند ست ز قساؤ	کو خورد آبے بہر رغبت چوگاؤ
قنات کی وجہ سے سرکش نفس کے لئے کافی ہے	کہ وہ ہر خواہش کے وقت تیل کی طرح پانی پی لے
امر نفس خویش را دانی کشاؤ	میسرد ہر سوترا ایں نفس گاؤ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے	یہ تیل جیسا نفس تجھے ہر جانب لے جاتا ہے
کار مرداں کاہلی درکار تن	چاکی جستن بطاعت در محن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کالی ہے	(اور) مشقتوں میں فرمانبرداری کے ساتھ چستی تلاش کرنا
باش کاہلی بلکہ میرکاہلاں	از ہمہ تدبیر دنیا اے فلاں
کامل بن جا بلکہ کاملوں کا سردار	اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے
کار عقبی میکند دنیات خوب	روز راہ دیں در دنیا بکوب
آخرت کا کام تیری دنیا کو اچھا کر دے گا	جا دین کے راستے سے دنیا کا دروازہ کھٹکنا
گفت پیغمبر کہ ہرکس منقطع	سوئی حق شد گشت کارش مجتمع
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ جو شخص انقطاع کر لینے والا	اللہ کی جانب ہوا اس کا کام مجتمع ہو گیا
سوئی دنیا ہرکرا شد انقطاع	گشت تفویض بدنیا بے نزاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا	بلا اختلاف اس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

### داستان بر سبیل تمثیل کہ اختیار کار عقبی بر کار دنیا اولیٰ ست

مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بود مرد صالحے با زہد و ورع	داشت وجہ قوت خود از حرث و زرع
ایک شخص نیک زاہد اور پرہیز گار تھا	جو اپنی روزی کی کھل کھیت اور کھیتی سے رکھتا تھا
بودیک اشتر مر او را بس حروں	بارہا بگرمتختے کردے زبوں
اس کا ایک بہت سرکش اونٹ تھا	بارہا ہماگ جاتا عاجز کر دیتا

اتفاقاً روز جمعہ آمد بہ پیش	اشترش بگریخت از مرعای خویش
اتفاق سے جمعہ کا دن آ گیا	اس کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا
واندراں جمعہ اش مقای زرع بود	آب نہر آں روز بہرہش میکشود
اور اس جمعہ کو اس کی کھیتی کو پانی دینا تھا	اس روز اس کیلئے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا
مرد حیراں گشت و گفتا یا خدا	نوبت سقی آمدہ اکنون مرا
مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا	اب میری سیرابی کی باری آ گئی
گرسقايت ميکنم اشتر کجا	ہم کجا یا ہم نماز جمعہ را
اگر میں سیرابی کروں اونٹ کہاں ہے؟	نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟
ور کنم اندر سقايت من درنگ	میشود از بیس کار زرع تنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں	تو خشکی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائیگا
بہر اشتر رو بصرہا گر کنم	وز تفحص در بیاباں برتم
میں اگر اونٹ کی خاطر جنگل کا رخ کروں	اور جستجو میں جنگل میں پھروں
پس نماز و زرع ہر دو میرود	وہ نمیدانم کہ عالم چوں شود
تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں	ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہو گا؟
زیں ترددہا دل او شاخ شاخ	رہن صد گونه ز اشجاں بود و راخ
اس تردد سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا	غموں اور درد میں سو طرح گردی تھا
عاقبت بعد از تردد گفت خوب	بہر جمعہ رو در حق را بکوب
انجام کار تردد کے بعد بولا ہاں	جمعہ کے لئے جا اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکنا
کیں متاع باقی و آں فانی ست	دل بفانی بستن از نادانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے	فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے
ابن عباسؓ از معتمرؓ نقل کرد	ہست جمعہ حج مسکیناں فرد
(حضرت) ابن عباسؓ نے معتمرؓ سے نقل کیا ہے	جمعہ یکسا مسکینوں کا حج ہے
کرد پس تبکیر مسجد اختیار	کش ثواب بد نہ آمد در شمار
اس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا	کیونکہ شمار کرنے میں اس کے لئے اونٹ کا ثواب آیا ہے
رفتہ در مسجد بحق مشغول شد	جملہ ز افکار جہاں معزول شد
مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کے ساتھ مشغول ہو گیا	دنیا کی تمام فکروں سے جدا ہو گیا
بانیاز دل بصد جزع و خضوع	گشت باحق در سجود و در رکوع
دل کے نیاز کے ساتھ سیکڑوں خشوع اور خضوع سے	اللہ (تعالیٰ) کے لئے سجود اور رکوع میں (مشغول) ہو گیا
چوں فراغت یافت از ورد و نماز	مرد کرد آہنگ خانہ زود باز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا	اس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا



تا دریں دم کار دنیا ہم کند	یک زمانے برمکاسب برتند
تاکہ اس وقت دنیا کا کام بھی کرے	تھوڑی دیر کے لئے کمائی میں مصروف ہو جائے
دید اشتر برمنانش بسته است	بس غریب و عاجز و تن خستہ است
اس نے دیکھا اونٹ اپنے بازے میں بندھا ہے	بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے
گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ	گفت ایں را خستہ آوردہ دودہ
اس نے بیوی سے کہا یہ اونٹ کیسے آیا؟	اس نے کہا اس کو درندہ زخمی کر کے لایا ہے
درپئے او گرگ زفت آفادہ بود	تا بدینجا ایں حروں را رہ نمود
موتا بھڑیا اس کے پیچھے پڑا تھا	حتیٰ کہ اس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی
مرد را ہر مو زبان شکر گشت	کایں شتر را حق بیا وردہ زدشت
مرد کا ہر ہر روٹکا شکر کی زبان بن گیا	کہ اس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے
بایدم حالا بسوی زرع رفت	تا دہم آبے بکشت خویش تفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہئے	تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے لوں
آنچہ ناید کل آں در دست تو	ہیں تو مگزار اے برادر جزو او
جس کا کل تیرے ہاتھ میں نہ آئے	خبردار اے بھائی! اس کے جز کو نہ چھوڑ
آخرش شد سوئی کشت خود دواں	دید خوش سبز و دراں آبے رواں
بلاخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا	اس نے بہت سبز دیکھا اور اس میں پانی جاری تھا
در تعجب آمد آں مرد خدا	کیں زراعت را چگونہ شد سقا
وہ مرد خدا تعجب کرنے لگا	کہ اس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟
نیست در ہمسایہ احساں آں قدر	کو دہد آں آب را ایں سو گذر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے	کہ وہ پانی کو اس جانب گزرنے دے
آخرش پرسید از جار عقار	کایں زراعت را کہ آورد آبشار
بلاخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا	کہ اس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟
گفت حقا کہ عجب کار شگرف	خود بخود گردید ایں سو آب صرف
اس نے کہا یقیناً عجب معاملہ ہے	پانی خود بخود اس جانب پھر گیا
آب را میراندم اندر کشت خویش	آں رواں می شد بزراعت پیش پیش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا	وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا
منع میکردیم و پشتہ میزدیم	چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
میں روکتا تھا اور پشتہ باندھتا تھا	جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آ گیا
حکم حق ایں آب در کشت تو راند	مرد شاداں گشت والحمد نے بخواند
اس پانی کو اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلا دیا	مرد خوش ہو گیا اور الحمد پڑھی

ہر کہ کار دیں کند دنیایِ دوز	بر سرش ریزد زبون و سرنگوں
جو شخص دین کا کام کرتا ہے کینی دنیا	عاجز اور سرنگوں ہو کر اس کے سر پڑتی ہے
وربدنیا سرفرو آرد ز شک	لایبال اللہ فی وادھلک
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکتا ہے	اللہ (تعالیٰ) پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا
زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	کہ انتک راغماً من نفسہا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی
در بیان ایں شنو یک داستاں	کاتچنیں باشد طریق راستاں
اس کے بیان میں ایک داستان سن لے	کہ بچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیان حال آں درویش کہ از دنیا عزلت گزیدہ بود

و دنیا رو بدو آورد و سولیش دوید ہر چند کہ او پاکشید بیشتر رسید

اس درویش کے حال کے بیان میں حکایت جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور دنیا نے اس کا رخ کیا اور اس کی جانب دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بود درویش بے صاحب دل	در رہ حق چست و چابک کالمے
ایک درویش بہت صاحب دل تھا	اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں پورا چست اور تیز تھا
روز این و آن خلقاں تافتہ	جاں بتار و پود وحدت بافتہ
خلوق کے اس اور اس سے اس نے منہ موڑ لیا تھا	جان کو وحدت کے تانے بانے سے بنا تھا
خلق را بگذاشت در غار نے نشست	در بردی خلق و عالم جملہ بست
اس نے مخلوق کو چھوڑا ایک غار میں بیٹھ گیا	مخلوق اور جہاں پر دروازہ بند کر لیا
در فضای تہ و صحرائی بعید	قرب یزداں را بخاطر برگزیدہ
تہ کی فضا اور دور جنگل میں	اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا
بود در صحرا یکے غار نہاں	مختفی گردید عارف اندراں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا	عارف اس میں چھپ گیا
بر نمی آمد ازاں در ہیج گاہ	جز کہ اغراض ضروری گاہ گاہ
اس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا	بھی بھئی ضروری غرضوں کے سوا
در حرا ہچوں نبی بگرفت جا	دل خنیدہ از جہان بے وفا
اس نے جگہ پکڑ لی جس طرح نبیؐ نے غار حرا میں	بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہو کر
بعد ہفتہ قوت او برگ شجر	کترک خوردے تحفے تا سحر
اس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے	تھوڑے سے کھاتا صبح تک نہ سوتا
مدتے ز انساں دراں صحرا و دشت	آں غزال راہ دیں آوارہ گشت
اس صحرا اور دشت میں ایک زمانہ تک اسی طرح	دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہ



واندراں آوارگی تعمیر بود	گونه گونه نور را تیسیر بود
اور اس آوارگی میں تعمیر تھی	قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی
ہر کہ برد زیں جہاں آنسو رود	فصل اینجا وصل عقبی میشود
جو اس دنیا سے کٹتا ہے اس جانب جاتا ہے	اس جگہ (دنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بن جاتی ہے
فصل وصل آمد برش پیوند گشت	شہر ویرانہ ست معمست دشت
فراق وصل بنا جدائی جوڑ بنی	شہر ویرانہ ہے جنگل آباد ہے
نعل معکوس ست جملہ ایں جہاں	تانہ پے ہرگز برد کس رایگاں
یہ دنیا سب الٹا نعل ہے	تاکہ خواہ خواہ کوئی پتہ نہ لگائے
جدو کوشش شرط راہ دوست ست	جاہلوا مغرست باقی پوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جدوجہد ہے	انہوں نے کوشش کی مغر ہے بقیہ چمکا ہے
سخت باریک ست راہ آں حبیب	کے رود بر استقامت جز لبیب
اس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے	عقلمند کے سوا سیدھا کی کیا سمجھ کون جا سکتا ہے؟
ہست عقبات اندریں راہ گراں	طے نگرود بے قلاؤز اے فلاں
اس سخت راستہ میں گھٹائیاں ہیں	اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی
زیں سبب فرمود آں شاہ شفیق	کارفریق اول بود ثم الطريق
اسی لئے اس مہربان شاہ نے فرمایا ہے	کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے
رہبرے جوتا روی تو راہ راست	در نہ در رہ بس مغاک و چاہ ہاست
کوئی رہبر تلاش کر لے تاکہ تو سیدھا راست چلے	ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنویں ہیں
ہچمو پرکارے ہمیشہ در ذہاب	لیک یک جاماندہ بے انقلاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے	لیکن بغیر جگہ بدلے تو ایک جگہ پڑا ہے
سالہا کردی نماز و روزہ را	نور آں صوم و صلوة تو کجا
تو نے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا	تیری اس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟
جملہ عمرت در عبادتہا گذشت	زانچہ اول بود حال دل گشت
تیری تمام عمر عبادتوں میں گزری	دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا
گر کنی عادت بہ تیر دیا بہ تیغ	از خدا قہات خلقے در دریغ
اگر تو تیر یا تموار کی عادت ڈالتا ہے	تیری مہارتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے
تاچہل سال ایں عبادت کردہ	تاکنون حرص و ہوا را بردہ
تو نے چالیس سال یہ عبادت کی	تو اب تک حرص اور خواہش نفس کا غلام ہے
چوں نمازت فحش و منکر را نبرد	داں کہ در خم تو خالص ہست ورد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو جدا نہ کیا	سمجھ لے کہ تیرے منکے میں خالص تلخٹ ہے

چوں نہ نہیت زوعن الفحشا بود	منہی ست او زانکہ رجعت میشود
جبکہ اس کی وجہ سے تیرا لمس سے رکاوٹ نہ ہو	وہ تجھے آگاہ کرنے والا ہے کہ واپسی ہو رہی ہے
ہیچو قوم موسیٰ اندر تہ و دشت	واں مناخ کہنہ منزل گاہ گشت
(حضرت) موسیٰ کی قوم کی طرح تہ اور صحرا میں	وہی پرانا پڑاؤ منزل گاہ بنی ہے
اتباع آں قلاؤز را بکن	تا بمنزل گہ رسی تو بے سخن
تو اس رہنما کا اتباع کر	تاکہ تو لاکھام منزل گاہ تک پہنچ جائے
ورنہ چوں آں قوم موسیٰ اے سفیہ	مدتے آوارہ در جوف تہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰ کی اس قوم کی طرح	تو تہ کے اندر ایک مدت تک آوارہ ہے
از سحر تا شب ہی رہند شاں	باز شب را بر مناخ خود ہماں
وہ صبح سے شام تک چلے رہے تھے	پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے
ایں چنین شد ترک امر پیرہا	بے کماں پرد چگونہ تیرہا
یہاں کے حکم کا چھوڑنا ایسا ہی ہے	تیر بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟
چچ تیرے دیدہ باشی بے کماں	کہ رسد او بر ہدف یا گرد آں
تو نے بغیر کمان کے بھی کوئی تیر دیکھا ہے	کہ وہ نشانہ پر یا اس کے آس پاس پہنچے
ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں	حال آں درویش را بشنو بجاں
یہ بہت لمبی بات ہے ہاں	اس درویش کا حال دل سے سن لے

### پیش آمدن دنیا بصورت زن نازنین در پیش آں مرد خلوت نشین

اس خلوت نشین مرد کے سامنے دنیا کا نازنین عورت کی صورت میں آنا

در میان غار تنگ آں خوش لقا	ہیچو ابراہیم کردہ بود جا
اس پاک سیرت نے تنگ غار میں	(حضرت) ابراہیم کی طرح جگہ بنا لی تھی
مدتے وہ سال بد مصروف کار	پاز سرکردہ بیامد پیش یار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا	سر کے بل یار کے سامنے پہنچا
ناگہاں روزے زن نے صاحب جمال	باہزاراں خوبی و عینج و دلال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت	ہزاروں حسن اور ناز و ادا سے
غرق گوہر بود از پاتا سرش	باج عالم بود ہر یک زیورش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی	اس کا ہر ایک زیور جہان کا خراج تھا
آمد و در خدمت او ایستاد	دست بست و از ادب لب برکشاد
آئی اور اس کی خدمت میں کھڑی ہو گئی	ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی
گر نہی دست قبولی برسر	نبود اے سلطان دیں دور از کرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیں	اے شاہ دین کرم سے بعید نہ ہو گا



حاضر در خدمت تو صبح و شام	وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
میں صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوں	جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گی
مرد کامل از رہ نور دروں	یافت کیں پیش آدم دنیائے دوں
مرد کامل نے ہلنی نور سے	محسوس کر لیا کہ یہ کینی دنیا میرے سامنے آئی ہے
گفت نے نے سوئی من ہرگز میا	کہ مطلق کردہ ام چوں من ترا
فرمایا نہیں نہیں میری طرف بھی نہ آ	کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے
من گریزاں از تو اینجا آدم	دور گشتم از تو در غارے شدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں	تجھ سے دور ہوا ہوں غار میں آ گیا ہوں
بازی آئی تو اینجا اے پلید	اے زکرت خائف آمد ہر سعید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آ رہی ہے	اے وہ کہ تیرے کمر سے ہر نیک خائف ہے
گفت اے درویش ایک آدم	من بحکم آل شہ ملک قدم
اس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں	ازلی ملک کے شاہ کے حکم سے
منع تو درباب من اکنون چہ سود	چونکہ حکم حاکم اینست اے وود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟	اے محب! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے
این بگفت و از نظر مفقود گشت	واقعہ را دید و بس مرعود گشت
اس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی	اس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا
گفت خوب آید اگر دورش کنم	ور نگرود مصرف گورش کنم
اس نے کہا اگر میں اس کو دور کروں تو بہتر ہو گا	اور وہ نہ لوٹے تو اس کو قبر کا خرچہ بناؤں گا
صرف سازم در رہ عقبی و دیں	تا شود در عاقبت مارا معیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کروں گا	تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار ہے
مال دنیا ہست زہر سہناک	گر بیابی بازش اندازی بخاک
دنیا کا مال خوف ناک زہر ہے	اگر تو پائے (اور) پھر اس کو خاک میں ملا دے
یعنی بہر گور خود انباز کن	دفن کن اینجا و آنجا باز کن
یعنی اپنی قبر کا سامنی بنا لے	اس جگہ دفن کر دے اس جگہ کھول لے
گر در اینجا بہر حق سازی تو صرف	حق دہد آنجا عوض صد بار ثرف
اگر تو اس جگہ خدا کے لئے صرف کرے گا	اللہ (تعالیٰ) اس جگہ سو گناہ دار عوض دے گا
اقرضوا اللہ راز قرآں برگزین	وز حرف غیر از سخاوت بر مچیں
"اللہ کو قرض دو" قرآن سے اختیار کرے	اور ہنروں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر
چونکہ چیزے خواہد آں رب مجید	میکند در ظاہر اسبابش پدید
وہ رب مجید جب کوئی چیز چاہتا ہے	ظاہر میں اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

تابدہ سال اندراں غار آں فقیر	بود در یاد خدائے مستحیر
وہ فقیر اس غار میں دس سال تک	یاد خدا میں پناہ گزین تھا
می نیامد اندراں صحرا کسے	زانکہ دور از عامرہ بود او بے
اس جگہ میں کوئی نہ آتا تھا	کیونکہ وہ آبادی سے بہت دور تھا
اشتر دگاؤ و خر از بہر چرا	ہم نمی آمد در آنجا مطلقاً
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لئے	بھی اس جگہ مطلقاً نہ آتا تھا
از قضا قحطے بسالے او قنادر	کاه و زرع از خشکی آمد در فساد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا	گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آ گئی
راعیان بہر چراگاہ از بعید	قصد میکردند سوی ہر صعید
چرواہے چراگاہ کے لئے دور سے	ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے
چند چوپاں در جوار غار او	بہر کاہے آمدند از جستجو
چند چرواہے اس کے غار کے پڑوس میں	گھاس کی جستجو کے لئے آ گئے
کاه بسیار ست و مرغی نیز خوب	آمدند آنجا بگاوان حلوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے	وہ اس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے آئے
روزے از تقدیر ربانی فقیر	بہر حاجت بیروں آمد زان نفیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش	اس غار سے ضرورت کے لئے باہر آیا
دید چندے از بنی نوع بشر	جمع گشتہ باسوام گاو و خر
اس نے چند انسان دیکھے	چرنے والی گایوں اور گدھوں کے ساتھ جمع ہیں
چوں ز اکل و شرب بود او منقطع	نور حق بود از جبینش مستطیع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جدا تھا	اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کی پیشانی سے طلوع کرنے والا تھا
جملہ چوپانوں بدو راغب شدند	با ہزاراں خواہش طالب شدند
سب چرواہے اس کی جانب راغب ہو گئے	لاکھوں خواہشوں کے ساتھ اس کے طالب بن گئے
مرد فارغ در تبہل فرد بود	پیش او ایں چاہلوسی سرد بود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا	اس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی
آخرش از راہ عجز و صد نیاز	جملہ گفتندش کہ شاہ پاکباز
بالآخر عاجزی اور سیکڑوں نیاز مندوں کے ساتھ	سب نے اس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!
گردلت چیزے بخواد حکم کن	تا بجا آرم در چوں امر کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دے دے	تاکہ ہم کن کے حکم کی طرح اس کو بجا لائیں
دید چوں درویش ز ایش خواہشے	وز غناؤ کبرشاں را کاہشے
جبکہ درویش نے ان کی خواہش دیکھی	اور استغناء اور تکبر سے ان کا گھٹاؤ



گفت اگر شیرے بود قدرے بیار	تا بزم زہر ایں نفس چومار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ	تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اماروں
عرض کردندش کہ از قحط مطر	جملہ بے شیر اندچہ گاؤ چہ خر
انہوں نے ان سے عرض کیا کہ بارش کے قحط سے	سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی
بعد چندیں عجزو زاریہائے ما	خواتی واں راندارم وائے ما
ہماری اسی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد	آپ نے چاہا اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے ہم پر افسوس ہے
گفت درویش از ہمہ یک را بدوش	حق کند اتمام لیکن تو بکوش
درویش نے کہا سب سے ایک کو دودھ لے	اللہ (تعالیٰ) پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر
جہد شرط کار آمد اے عزیز	جہد میکن جہد گرداری تمیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے	اگر تجھے تمیز ہے تو کوشش کر کوشش کر
گفتہ است آل سید پاکیزہ خو	المجاہد من یجاہد نفسہ
پاکیزہ خلعت سید نے فرمایا ہے	مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے
بے مساعی کس نہ منزل طے نمود	برسر راہے نشستی چہ سود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے	کیا فائدہ تو سر راہ بیٹھ گیا ہے؟
رد قدم برگیرد قطع راہ کن	بعد ازاں منزل بقصر شاہ کن
جا قدم اٹھا اور راستہ طے کر	اس کے بعد شاہ کے محل میں پڑاؤ کر
مردہ رو را کجا آرام و خواب	در قلق بایددش از اضطراب
مسافر کے لئے آرام اور نیند کہاں ہے؟	پریشانی سے اس کا دل مضطرب رہنا چاہئے
راہ حق را چوں تو آساں دیدہ	از سفر داماں چرا واپیدہ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟	سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟
رہ برو دامن ببر در راہ شو	تانہ پیچد درد و گام اے راہرو
جا دامن چمزا راستہ اختیار کر	تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے
منزلے بس پر خطر باخارہاست	گر تو بے جامہ روی دروے بجاست
منزل بہت خطروں بھری کانٹوں والی ہے	اگر تو اس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

جامہ ہای جسم را کوتاہ کن	بادل فارغ تو قصد راہ کن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کرے	تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر
راہ بس دورست ہر سو بیشہ است	گر توانی روچو باتو تیشہ است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے	اگر تیرے ساتھ کھانا ہے تو چل سکے گا
ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شود	مسد راہت سنگ و ہم خارہ شود
ورنہ بغیر کھانے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا	تیرے راستہ کی روک پتھر اور (سنگ) خارہ ہو گا
تیشہ چہ بود آں زلفی لا الہ	سنگ غیریت کہ برتابد زراہ
کھانا کیا ہوتا ہے؟ وہ لا الہ کی نفی کا ہے	جو غیریت کے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیتا ہے
خیمہ را در قصر اللہ کن	سیر آنجا بادل آگاہ کن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا	باخبر دل سے اس جگہ کی سیر کر
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	قصہ درویش را بشنو تو نیز
اے پیارے اس بات کی انتہا نہیں ہے	تو درویش کے قصہ کو بھی سن لے

### قصہ دوشیدن گاؤنارادہ

#### از راہ امتحان وسوء اعتقاد

بغیر بیماری ہوئی گائے کا آزمائش اور بد اعتقادی کی وجہ سے دودھ نہ پانے کا قصہ

زاں شباں برخاست یک ژولیدہ مرد	رفت سوئی گاؤ بکرے قصد کرد
ان چرواہوں میں سے ایک ابھرا ہوا انسان	گائے کی جانب چلا بے بیای کا ارادہ کیا
تا بگیرد امتحان آں فقیر	کش ز پستان توکل ہست شیر
تاکہ اس درویش کو آزمائے	جس کے لئے توکل کے پستان سے دودھ ہے
زد بہ پستانش چودست امتحاں	جوی شیرے زاندروش شد رواں
جب اس کے تھن پر آزمائش کے لئے ہاتھ مارا	دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی
عاجزانہ پیش درویش آمدند	وز عقیدت سربہ پای او زدند
وہ نیاز مندی سے درویش کے سامنے آئے	اور عقیدت سے اس کے پاؤں پر سر رکھ دیئے



شیر آوردند و صوفی نوش کرد	باز سوی آں حرا روپوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا	پھر اسی حرا کی جانب روپوش ہو گیا
جوق چو پاناں بشہر اندر شدند	لیک زیں خرق آں ہمہ معجب بدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا	لیکن اس کرامت پر سب تعجب تھے
چند روزے زیں نمط برمی گذشت	آمدندے را عیاں برغار و دشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے	چرواہے غار اور جنگل میں آ جاتے
رفتہ رفتہ درمیان شہر ہم	یافت شہرہ قصہ شیر و نعم
آہستہ آہستہ شہر میں بھی	دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑ لی
بر زبان خلق افتاد ایں سخن	تا بگوش شہ رسید از شاخ و بن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آ گئی	حتیٰ کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں پہنچ گئی
گفت شہ او را زیارت کرد نیست	در جہاں دیگر بہ ازوے مرد نیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے	دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے
نزد درویش آمد و تشویش داد	صحبت میرو وزیر آمد فساد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا	امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے
مرد باید کز سلاطین وارہد	وز امیراں ہنجو تیراں بر جہد
انسان کو چاہیے کہ بادشاہوں سے جدا رہے	سرداروں سے تیروں کی طرح کد جائے
باعث تشویش وقت اند ایں گروہ	گشت شیطاناں ہم ز مکرشاں ستوہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے	شیطان بھی ان کے مکر سے عاجز ہے
کبر و نخوتہا بخاطر پرورند	ہر دے چوں گرگ میثے بردرند
انہوں نے دل میں تکبر اور نخوتیں پالی ہیں	ہر وقت بھیڑیے کی طرح بھیڑ کو پھارتے ہیں
پیش سلطان و امیراں پس مرو	تا بکے باشی رعونت را گرو
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا	تو تکبر کا کب تک گردی رہے گا؟
صحبت شاں کبر و غفلت آورد	واں قباہای قناعت برورد
ان کی صحبت تکبر اور غفلت پیدا کرتی ہے	اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے
زیں جہت فرمود سلطان زماں	سید عالم نبیؐ ذومکال
سلطان دوراں نے اسی لئے فرمایا ہے	عالم کے سردار رجبے والے نبیؐ نے
عالمائے ہستند امین دین حق	با امیراں گرنباشند ہم طبق
علامہ دین حق کے امین ہیں	اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں
خالطوہم پس لصوص دیں شدند	فاحدروہم در حق ایاش زدند
وہ ان سے گھٹے ملے تو دین کے ڈاکو بنے	پس ان سے بچ ان کے بارے میں فرمایا ہے

چونکہ سلطان بعد عجز ولایت	یافت رہ چوں قد درد و شاہ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد	راستہ پا لیا جیسے کہ شکر انجور کے شیرے میں
پیش درویش آمدن آغاز کرد	مکر دیگر از سر نو ساز کرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا	از سر نو ایک مکر تیار کیا
گفت بادستور خود کالے پر خرد	گر بشہر خود بریمش خوش بود
اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عہد!	اگر ہم اسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہوگا
باعث برکات رحمانی ویت	سایہ سد رات ربانی ویت
وہ خدائی برکتوں کا کرب ہے	وہ خدائی سدرۃ (الستی) کا سایہ ہے
اتچنیں مردے بشہر شہ نشیں	زیب شاہی ہست و فر چتر دیں
ایسا انسان پایہ تخت میں	بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان و شوکت ہے
الغرض آمد وزیر حیلہ جو	کرد با صوفی ازیں رو گفتگو
الغرض بہانہ باز وزیر آیا	صوفی سے اس طرح کی بات کی
مرد درویش از ہمہ آزادہ بود	گفت مارا در خلش رفتن چہ سود
درویش مرد سب سے آزاد تھا	کہا ہمیں خلش میں جانے سے کیا فائدہ؟
میل طبعم سوئی ویرانہ بے ست	طالب آرام خود راہر کسے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے	ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے
طالب آرام نفس خود نیم	طالب آرام جاں روحانیم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں	میں روحانی جان کے آرام کا طالب ہوں
در حق من مصلحت عزلت نمود	درمیان گاؤ و خرماندن چہ سود
میرے بارے میں تمہاری مناسب نظر آتی ہے	گاؤ و خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟
گفت پیغمبر سلامت وحدت ست	آفت جان مہاں ایں کثرت ست
پیغمبر نے ایسا تمہاری سلامتی ہے	بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے
گفت اگر بگزیدے عزلت را رسول	کے رسیدے دیں بفرعاں از اصول
اس نے کہا اگر رسول تمہاری اختیار فرماتے	دین اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟
اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید	راہ حق بااہل عالم چوں رسید
اولیاء اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے	دنیا والوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا؟
سنت پیغمبراں دعوت بود	آں دلی ہم برطریق او رود
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے	وہی بھی انہی کے راستہ پر چلتا ہے
گفت پیغمبر کہ مہدی اللہ بک	خیر من حمرالعم انکان لک
پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ سے ہدایت دے دے	تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر وہ تجھے حاصل ہوں



گفت درویش این همه حق ست و لیک	ہر کہ بیمارست گو پرہیز نیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے لیکن	جو بیمار ہے کہ دے پرہیز اچھا ہے
ورنہ پرہیز زجاں دستے بشو	رنج زائد گشت و صحت شد فرو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھولے	بیماری بڑھی اور صحت کمئی
وانکہ صحت یافت مطلق از مرض	بادوا وحمیہ او را چہ غرض
اور جس نے مریض سے پوری صحت پالی	دوا اور پے سے اسے کیا غرض؟
انبیاء و اولیائی را سخاں	رستہ انداز رنج مطلق اے فلاں
انبیا اور بچے ولی	اے فلاں! بیماری سے بالکل بچ گئے ہیں
لیک درمن شمع بیماری ست	زیں سبب از حمیہ ام ناچاری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے	اس لئے میرے لئے پرہیز ضروری ہے
باز فرمود آل وزیر نیک خو	کیں ہمہ از ہضم نفس خود گو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا	یہ سب اپنی کسر نفسی سے نہ فرمائیے
ترک دنیا دادی و خود نامدی	ماہہ پشت آدمیم از عامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دنیا کی جانب) نہیں آتے	ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں
نفس پاکت جان ماروش نمود	آفتابے گشت گرچہ تیرہ بود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح روشن کر دی	اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی
در حضورت از ہوا و از ہوس	می نماوند در دل کس ہنجو خس
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس	کسی کے دل میں بچکے کی برابر نہیں رہتی
چونکہ خیر الناس من ینفع شد ست	تو بدیں جبل امتیں آویزدست
چونکہ لوگوں میں وہ بہتر ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے آیا ہے	آپ اس مضبوط رسی کو پکڑ لیں
غافلاں از فیض تو ذاکر شوند	داں کفوران نعم شاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے	اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے
گفت صوفی چاہ برتشہ نرفت	تشہ را باید کہ آید چست و تفت
صوفی نے کہا کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا ہے	پیاسے کو چاہیے کہ چست اور جلد آئے
دردل ہرکس کہ میل و رغبت ست	گویا کایں گوی و ایں میدان ہست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو	کہہ دے آ جا یہ گیند اور یہ میدان ہے
مدتے بگذشت تا عرض قبول	می نکرد آں صوفی عین الوصول
ایک زمانہ گزر گیا کہ اس کی گزارش قبول	نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ
آخرش چوں دید ابرام وزیر	کرد دردل حیلہ آں مرد بصیر
بالآخر جب اس نے وزیر کا اصرار دیکھا	اس مرد بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

گفت خوب امروز بہر فرح تو	سوئی قصر شاہ گرم راہ جو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر	راستہ تلاش کرتا ہوا شاہ کے قلعہ کی جانب آجاؤں گا
بعد ازاں ہرچہ صلاح وقت ہست	حسب حالت در عمل آوردن ست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہو گا	حسب حال عمل میں لانا ہے
رفت آں درویش ہمراہ وزیر	سوئی دولت خانہ شاہ کبیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا	سلطان معظم کے دولت خانہ کی جانب
چوں زدورث دید شہ از جابجست	بہر استقبال ایستاد او چو مست
جب بادشاہ نے اس کو دور سے دیکھا کھڑا ہو گیا	وہ بے خود کی طرح استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا
بہر استخلاص خود آں پیر مرد	سنگہا بر تافتن آغاز کرد
اس پیر مرد نے اپنے چمکارے کے لئے	پتھر پھینکنے شروع کر دیے
بے محابا بازو بسلاطین آنچناں	کو فراری گشت زان سنگ گراں
بادشاہ کے بے تکلف اس طرح مارے	کہ وہ اس بھاری پتھر سے فرار کرنے والا بن گیا
رفت زان صفہ بروں بگریخت تفت	تارہد زان سنگہائے کنگ و زفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا	تاکہ ان سونے بھاری پتھروں سے بچ جائے
مرد درویش از ہنر مستانہ وار	سنگ پرتابید از یک تا ہزار
درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار	ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے
میزد او کشکبجر و صد منجیق	سوئی آں شاہ وفادار عشیق
وہ کولہ اور سینکڑوں کوپھن پھینکتا تھا	اس وفادار عاشق شاہ کی جانب
کہ بدیں حیلہ خلاص من شود	خواندم دیوانہ ترک من دہد
کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے	مجھے دیوانہ کہہ دے مجھے جھوڑ دے
شاہ چوں بیروں برآمد زان مکاں	حیلہ دیگر بیامد ز آساں
بادشاہ جب اس مکان سے باہر نکلا	آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی
سقف آں خانہ فتاد از بخ و بن	جز کہ نامے نہ ازاں سور کہن
بخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی	اس پرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا
شاہ دانست ایں ہمہ از لطف بود	در شکست او ہزاراں ہست سود
شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی	اس کے گر جانے میں ہزاروں فائدے ہیں
او خلاصی جست و شد زنجیر چست	ایں چنین حکم قضا بود از نخست
اس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہو گئی	قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا
آمد و از صدق در پایش فتاد	کہ نہاں در جور تو صد لطف و داد
آیا اور سچائی سے اس کے پاؤں پر گر گیا	کہ آپ کے قلم میں سینکڑوں مہربانیاں اور عطائیں



خضر کشتی را شکستے میدہد	وز شکستش کشتی از ظالم رہد
خضر کشتی کو توڑتے ہیں	ان کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے
تو مرا چوں خضر پر ساحل کشتی	از ہزاراں و رطہ قاتل کشتی
تو مجھے خضر کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے	ہزاروں قاتل گڑھوں سے کھینچتا ہے
گفت صوفی ایں ہمہ حکم خداست	رفت چوں حکم خدا چارہ کجاست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے	جب خدا کا حکم ہو گیا تدبیر کہاں ہے؟
بر مشیتہائے او باید تنید	چند روزے زہر ہم باید چشید
اس کی مشیتوں پر چلنا چاہئے	چند دن زہر بھی پکھنا چاہئے
لاجرم گفت شہنشاہ را شنید	پازغار چوں حرا بیروں کشید
اس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی	حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا
شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت	وز درو گنج و گہر بے حد نواخت
بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنا دی	اور بے شمار موتی اور خزانہ اور جواہر سے نوازا
کرد صوفی را کین آں مکاں	بچو مہ در خرمن ہالہ چماں
صوفی کو اس مکان کا کین بنا دیا	چاند کی طرح ہالہ کے خرمن میں ٹپکنے والا
آں فقیر پاک جان ور استباز	شد بظاہر در جوار عز و ناز
وہ پاک جان اور راستباز فقیر	بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آ گیا
لیک پنہاں از ہمہ در حجرہ	زاش جو پیش کشیدے سفرہ
لیکن ایک حجرے میں سب سے چمپ کر	آش جو کا دستر خوان اپنے سامنے بچاتا
پوتین و دلق را کردے ببر	در جہاد نفس بودے مسمر
پوتین اور گدڑی کو پہناتا	نفس کے جہاد میں لگا رہتا
چوں ایاز آں چارق و آں پوتین	در مقفل حجرہ چوں گنج دفین
ایاز کی طرح وہ چل اور وہ پوتین	مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے
عشق با آں پوتین خوش باختے	خویش را بر فقر محکم ساختے
اس پوتین کے ساتھ اچھا شوق رکھتا	اپنے آپ کو فقر پر مضبوط بناتا
ہج زیں دولت نبودش حاصلے	غیر ایثار فقیرے فاضلے
اس دولت سے اس کو کچھ حاصل نہ تھا	فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ
گرچہ دنیا ہست ملعون ازل	لیک دارالحمہ شد بیت العمل
اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے	لیکن عمل گاہ دارالحمہ ہے
مال دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست	چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست
دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے	اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

گرگنی رادی شہ اسکندری	ورنہ بر جیہ سگ بلفندری
اگر تو سعادت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے	ورنہ تو مردار پر چھپنے والا کتا ہے
مال دنیا را بقائے گرچہ نیست	بہر صید مرغ عقبی خوش فنی ست
دنیا کے مال کے لئے اگرچہ بقاء نہیں ہے	آخرت کے پرند کے شکار کے لئے بہترین ترکیب ہے
ابتلا و امتحان ایزدی	داد شیطان راز روسیم ردی
خدائی آزمائش اور امتحان نے	شیطان کو برا سونا اور چاندی دے دیا
بودن دنیا بدان خوشتر ست	زانکہ جاہل را خود اوسم و ضرست
عقلمند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے	کیونکہ وہ جاہل کے لئے خود زہر اور نقصان ہے
ہر کہ افسوں داند از مارش چہ ضرر	مار او را یار باشد بے خطر
جو شخص منتر جانتا ہے اس کو سانپ سے کیا نقصان؟	سانپ اس کے لئے بے خطر دوست ہو گا
در ندانی تو فسوں گردش مگرد	تانبازی جان خود را بے نبرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اس کے گرد نہ مگھم	تاکہ تو بغیر جگ کے اپنی جان نہ ہار دے

### در بیان معنی آں حدیث کہ دنیا مزرعة الآخرة و تفصیل آں

اس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	مزرعة الآخرة ہست ایں سرا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے
گرز دستت میشود تخمے بکار	تا بر آری خرمنے روز شمار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو ج بوج ہو	تاکہ حساب کے دن تو کھلیاں اٹھا لے
ورنہ کاری مفلسی یوم التئاد	گشتہ مغبون و خاسر بے مراد
اور اگر تو نہ ہوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے	تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا بن گیا
تخم را میکارد آبے ہم بپاش	تا بری یوم الحصاد از غلہ ہاش
ج بوج اور پانی بھی چھڑک	تاکہ کائے کے دن تو اس کی پیداوار اٹھائے
ور نمی کاری چہ برداری ازو	روز محشر اے غسل وائے عمو
اور اگر تو نہ ہوئے گا تو اس سے کیا اٹھائے گا؟	محشر کے دن اے ستھگار اور اے سرکش!
بیج من یعمل بقرآن خواندہ	ایں چنین کابل چرا وا ماندہ
تو نے بھی من بھل "قرآن میں پڑھا ہے	تو ایسا کابل کیوں پڑا ہے؟
ہست حکم پاک او شرأ یرہ	باز بہر صالحاں خیرأ یرہ
اس کا پاک حکم "شرایہ" ہے	پھر نیکوں کے لئے "خیرایہ" ہے
ور نپاشی آب داند خشک شد	واں ہمہ رنج و تعب خود لغو بد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا ج سوکھ جائے گا	وہ سب تکلیف اور محنت لغو تھی



آب ده از چشمه چشم اے جواں	تا شود حرف تو سبز و کامراں
اے جواں آکھ کے چشمے سے پانی دے	تا کہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو
ہم زرد اے جان من غافل مباش	تا نبرد خام را آں بدقماش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ	تا کہ وہ بدفطرت کھیتی نہ کاٹ لے
دزد پنہاں از نظر ہای عوام	میدود در فکر زرعیت صبح و شام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا	تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے
پس ہمہ شب کن حراست دار پاس	تا نہ متاصل کند دزدش زد اس
پس تمام رات حفاظت کر خیال رکھ	تا کہ چور اس کو درانی سے نہ اکھاڑ لے
گردے غافل شوی از پاس او	می نہد درکشت تو صد اس او
اگر تو اس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کے لئے غافل ہو گا	تو وہ تیری کھیتی میں سینکڑوں درانیاں رکھ دے گا
کستہ خرمن راز کشمانت برد	یک بیک اعضا چو کشتارت برد
تیرے روندے ہوئے کلیمان کو تیرے کھیت سے لے جاتا ہے	تیرے ایک ایک عضو کو مرغ بھل کی طرح کاٹ دیتا ہے
گر بغفلت خفتی ورلیج تو رفت	یہ بہ نسیاں شد گناہے از تو زفت
اگر تو غفلت سے سو گیا اور تیری پیداوار چل گئی	یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا
با خود آزود و ندامت پیشہ کن	وز حساب روز حشر اندیشہ کن
جلد ہوش میں آ جا اور ندامت اختیار کر	حشر کے دن کے حساب سے ڈر
گر تو غافل گردی او زراعت برد	بلکہ از تو آں کسیرج را برد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا	بلکہ تجھ سے وہ موٹی لے جائے گا
کار باہشیاری و بیداری ست	ہر کہ غافل گشت میداں ناری ست
معاذ ہوشیاری اور بیداری کا ہے	جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے
پاسبان تو بہ را بروے گمار	تا بوقت خواب تو آید بکار
توبہ کا محافظ اس پر مقرر کر دے	تا کہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے
تو بخواب او خوش نگہبانی کند	ایں چنین حارس خدا مارا دہد
تو نیند میں ہے وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے	خدا ایسا نگہبان ہمیں عطا کر دے
ایں سخن پایاں ندارد نیک مرد	سوی حال صوفی خود باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے نیک مرد!	اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

رجوع بد استان درویش و وداع شدن دنیا ز اں مرد حقیقت اندیش

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہو جانا

مدت ده سال ہم زینساں گذشت	پنج صوفی از طریق خود نگشت
دس سال اسی طریقہ سے گزرے	پنج صوفی اپنے راستے سے نہ ہٹا

بود رسم شہ چو او گشتے سوار	بہر نظم ملک یا سوی شکار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا	سلطنت کے انتظام کے لئے یا شکار کی جانب
وقت رجعت سوی درویش آمدے	وقفہ کردے زائر آں مہ شدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا	ظہر تا اس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا
ہم بریں منوال بودش کاروبار	بود برمہر فقیر او جاں شمار
اس کا کاروبار اسی طریقہ پر تھا	وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا
وندریں اثا شہ آں کار و زار	داشت با پروردگار خود نیاز
اور اس اثاء میں وہ کار و زار کا شاہ	اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا
ناگہاں آں زن کہ اول آمدش	بار دیگر گشت پیدا از درش
اچانک وہ عورت جو اس کے پاس پہلے آئی تھی	اس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی
گفت صوفی ہے چہ آوردی بگو	چست باز ایں سو چرا کردی تورو
صوفی نے کہا ہائیں کیا لائی ہے بتا؟	کیا ہے؟ تو نے پھر اس طرف رخ کیوں کیا؟
گفت بہر رخصت تو آدم	الوداع اے جاں کہ من رخصت شدم
اس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کے لئے آئی ہوں	اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں
گفت دور اے بیوفا مکار زال	صد ہزاراں دام داری زیر چال
اس نے کہا اے بے وفا مکار بوڑھی! دور ہو جا	تو کنویں کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے
تو فسوں خود بہر کس میدی	گشت چوں رام تو آخر می رمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے	وہ جب تیرا فرمانبردار ہو گیا انجام کار تو بھاگ جاتی ہے
ہاں برد کایں دلچ من ویں پوشیں	ہر دو موجودست پیش من بہیں
ہاں چلی جا کیونکر یہ میری گدڑی اور یہ پوشیں	دیکھ لے دونوں میرے سامنے موجود ہیں
من فریب از غدر تو کے خوردہ ام	پے بضعف عہدت اول بردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟	میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتہ لگا لیا ہے
زود باش اے بے حیا زیں جا برو	تا بکے داری بافسونم گرو
اے بے حیا! جلدی کر اس جگہ سے چلی جا	مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟
از نظر غائب شد آں فتنہ زن	در تفکر رفت صوفی از فتن
وہ فتنہ میں جتلا کرنے والی عورت نظر سے غائب ہو گئی	فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا
چوں رود ایں شورش بلغاک من	چوں گشتہا کم شود زیں انجمن
یہ میرے غوغا کی شورش کیسے جائے گی؟	اس محفل سے جھگڑنے کیسے جائیں گے؟
شیرج و کسبہ چساں گردد جدا	یرغ بروی جواں افتد چرا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟	جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑے گی؟



کز چه زاید تا همه دولت رود	آفتاب عز من کاسف شود
کس بات سے ہو گا کہ تمام دولت چلی جائے گی؟	میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائے گا
خواند لاحول و بخت مشغول گشت	کان امر اللہ چوں مفعول گشت
اس نے لاحول پڑھی اور اللہ (تعالیٰ) سے مشغول ہو گیا	خدا کی حکم تھا جبکہ واقع ہوا
چوں قضا آید شود برعکس کار	جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
جب قضا آتی ہے کام الٹا ہو جاتا ہے	تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں
حق چو میخواید کہ کارے را کند	سلسلہ اسباب را جنبش دہد
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے	اسباب کے سلسلہ کو حرکت دے دیتا ہے
از قضا در صبح آں روز سعید	شاہ سوئی کوہ شد بہر مصید
تقدیر سے اس اچھے دن صبح کو	بادشاہ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گیا
مخسے بسیار کرد و رنج برد	ہیچ باصیدے در آنجا وانخورد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی	کوئی شکار اس جگہ نہ ملا
تعب بجدے چشید و رنج سخت	شد زتاب مہر جانں لخت لخت
بجد محنت اور سخت تکلیف چھی	سورج کی گرمی سے اس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی
درایاب آں شاہ بر رسم قدیم	قاصد درویش شد او زان رقیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں	اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنے والا بن گیا
آمدہ برپای صوفی او فتاد	بوسہازد بردو پایش ز اعتقاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا	اعتقاد سے اس کے دونوں پاؤں چوے
وقت گرما بود و تاباں آفتاب	اند کے آسودہ شاہ زان حر و تاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا	اس گرمی اور تابش کی وجہ سے شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا
تکیہ بردیوار زد خوابش ببرد	سوی سایہ ہر کسے رہ می سپرد
دیوار کا سہارا لیا اس کو نیند آ گئی	سایہ کی جانب ہر شخص رات اختیار کرتا ہے
شاہ تنہا ماند و آں صوفی صاف	از میان شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ اور صوفی صاف تنہا رہ گئے	شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر
در تقلبها فتادش بر شکم	مرد درویش از رہ لطف و کرم
کردنیں لینے میں اس کے پیٹ پر گر گیا	درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر
خواست کاں را از شکم یکسو کند	جائی دیگر دور تر ازوے نہد
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے	دوسری جگہ اس سے دور رکھ دے
چشم شہ یکبارگی بیدار شد	دید چوں خنجر برہنہ زار شد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی	جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

زود برجست و بقصر خویش رفت	لیک جانس از غضب سوزاں و نفت
فورا اٹھا اور اپنے قلعہ میں چلا گیا	لیکن غصہ سے اس کی جان جل بھن گئی
گفت زود آرید آں دستور را	تا برانداز و سر ایں بے نور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ	تاکہ وہ اس بے نور کا سر اڑا دے
من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام	بارہا سر را پپایش کردہ ام
میں نے اس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں	بارہا اس کے قدم پر سر رکھا ہے
پس سزای نیکوئی زینساں بود	کز برای کشتنم خنجر کشد
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے ؟	کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سونے
شد وزیر آگاہ و استغفار کرد	در شفاعت پیش شہ اصرار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی	شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا
گفت بخشیدم بتو جانس خموش	کن بدروے را بیک بنی دوگوش
اس نے کہا کہ میں نے تیری وجہ سے اس کی جان بخشی کی خاموش ہو جا	اس کو ایک ناک دوکان کے ساتھ نکال دے
ایں بود صدق و وفای پر دول	کز پئے و ہے بعد داں شد بدل
دولتمندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے	کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا
دل منہ بر لطف میران و وزیر	دردے خلد اندو در دیگر سعیر
سرداروں اور وزیر کی مہربانی سے دل نہ لگا	گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دروزخ ہیں
از یکے وہم آں تملطف کینہ شد	ہمچو کانوں در تلمب سینہ شد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی	لپٹیں مارنے میں سینہ بھنی بن گیا
می نہ بندی دل بآں سلاط چرا	کو ہزاراں جرم بخشد از عطا
تو اس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا ؟	جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہے
جرمہا دیدہ وظیفہ می دہد	از چنیں جود و عطا کس چوں جہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے	ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے ؟
ہر خطا کردی و بازار آمدی	از خواص خاص دربارش شدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا	اس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا
مال دنیا را وفا خود ایں بود	دل دروہستن ز نقص دیں بود
دنیا کے مال کی بھی وفاداری ہوتی ہے	اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے
جاں بہر از مکر دنیا مرد خوش	چوں نہ بست او دلبراں مغرورکش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچا لے گیا	چونکہ اس نے اس فریب خوردہ کو قتل کرنے والی سے دل وابستہ نہ کیا
گر فتادے اندر و گشتے ہلاک	ہمچو بلعم می شدے مسجون خاک
اگر اس میں جلا ہو جاتا ہلاک ہو جاتا	بلعم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا



زیر تیغ بید رنخ شاہ دوں	میشدے درویش بس زار و زیوں
کینہ بادشاہ کی بے دریغ تلواری کے نیچے	درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا
چونکہ حزم و احتیاطے کردہ بود	میل سوی مالہانا وردہ بود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی	مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا
جاں سلامت برد ازیں خداعہ او	دل بزہر او مہند اے یار تو
وہ اس دھوکے باز سے جان بچا لے گیا	اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر
باز سوی داستان خود روم	وہ چرا از نصیح تو غافل شوم
میں پھر اپنی داستان کی جانب کوٹا ہوں	ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل ہوئی
باز سوی داستان من آدم	وہ دریں دریا چہ دست و یازدم
میں پھر داستان کی جانب آ گیا	ہائے اس دریا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے
واں دوم کابل شد از تطویل من	کابلوں کا کابل پیل من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کابل بن گیا	کابلوں کو میرے ہاتھ نے کابل بنا دیا

### بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود با قاضی

دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دو می گفتا کہ بشنو حال من	قرعہ میراث زن در فال من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سن	میری فال پر میراث کا قرعہ نکال دے
نصرت الداخل نگر در بیت مال	تا بیایم از پدر مال و منال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر	تاکہ میں باپ کی جانب سے مال و منال حاصل کر لوں
گفت من تنیل ترم از تنبلاں	ہستم از کوہ گراں ترہم گراں
اس نے کہا میں تمام کابلوں سے زیادہ کابل ہوں	میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں
گرفتہ کوہے نجیم از مکان	یا برد سیلاب ما را رائگاں
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں	یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے
یا چو ابراہیم گر آتش بود	می نتابم سر از وہم تا ابد
یا (حضرت) ابراہیم کی طرح اگر آگ ہو	میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا
یا چوزکریا شکافد ارہ	برندارم من سر خود ذرہ
یا (حضرت) زکریا کی طرح اگر آہ چر دے	میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اٹھاؤں
یا چو اسماعیل زیر خنجرے	برندارم من سر خود از مرے
یا (حضرت) اسماعیل کی طرح خنجر کے نیچے سے	جھڑے سے میں اپنا سر نہ اٹھاؤں
گر بریزد بر تنم صد بار نیش	یا شود سر تا قدم از تیغ ریش
اگر سو بار میرے جسم پر نشتر لگے	یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے

من زنتیل بر نہ جنبانم دودست	مردد گو برسرمن ہرچہ ہست
میں کالی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں	کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گزر جائے
گربہ پرد سوئی من صد تیر راست	از کسالت بر نگردم چپ و راست
اگر میری طرف سے تیر سیدھے آئیں	میں کالی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں
برسرمن آنچہ بہ پسندی رواست	حکم حکم تست بندہ خود فناست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے	حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے
جملہ خواہشہا دراں خواہش گم ست	صلح و تدبیر و ہمہ چالش گم ست
تمام خواہش اس خواہش میں گم ہیں	صلح اور تدبیر اور پورا اڑ کر چلتا گم ہے
چوں جمادم حرکت و خواہش نماند	تنبلیم دست از عالم فشانند
جب پھر کی طرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی	میری کالی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا
ہچو میت درید غسال شو	از ارادت وز تکلم لال شو
مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں مردے کی طرح بن جا	ارادہ ہے اور بولنے سے گونگا بن جا
چوں کفیل من شد او در کارہا	پس چرا چوں خر کشم من بارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا	تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اٹھاؤں؟
بہ زمن تدبیر من میدانند او	ہر بلا راہہ زمن میراند او
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے	وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر جانتا ہے
پس چرا در نفع و ضرر خود تنم	از کف ہای حمایت چوں پریم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاٹوں؟	انہایت کے پہلو سے کیوں اڑوں
ایں سخن پایاں ندارد الغرض	گفت باقاضی کہ اے دفع المرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض	اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!
درمیان ہر سہ تن کابل ترم	وز ہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
تینوں مفصوں میں میں زیادہ کابل ہوں	اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں
سود و نقصان دو عالم ہرچہ ہست	کالی من زہر دو بہتر ست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے	میری کالی دونوں سے بہتر ہے
در بیان ایں شنو یک قصہ	تا بری از تنبل من حصہ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے	تاکہ تجھے میری کالی کا حصہ حاصل ہو جائے
بہر کارے آدم در ملک خوز	در رباطے گشتم آسودہ دوروز
میں ملک خوز میں ایک کام لے آیا	ایک سرائے میں دو دن آرام کیا
شاہ آنجا بس سخی و بحر جود	کان لطف و معدن احسان بود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا	مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا



چاؤش او ہر زماں کردے گزر	بانگہا کردے برائے کور و کر
اس کا نقیب ہر وقت گزرتا	اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا
شاہ ہر شب برسر تخت کرم	می نشیند اے گدایان دژم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو	بیٹھا ہے اے عملکن فقیر!
ہر کہ را میلے بمال وجاہ است	دین و دنیا در رکاب شاہ ہست
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے	دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے
ہر کہ بکشاید لب انبان خویش	پر کند دروے درومر جان خویش
جو بھی اپنے تجیلے کا منہ کھولا ہے	وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے
سیم و زر بس در و گوہر ہای سود	ہر کہ بکشودہ زباں بیشک ربود
چاندی اور سونا نفع کے لئے بہت سے موتی اور جواہر	جس نے زبان کھولی بیشک حاصل کر لے
خوان یغمالیش بدشمنہا و دوست	صرف محتاجاں بود با مغز و پوست
اس کا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کے لئے ہے	مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا
آنچہ خواہد از درش ہر کس برد	نیست با اعدای خود او را حسد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے	اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے
دوست دشمن پرورد از لطف وجود	ہر کہ لابہ کرد پیشش یافت سود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے	جس نے اس کے سامنے خوشامد کی نفع پایا
دمبدم طول و سخالیش در وفور	نیست در انبان جود او فتور
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے	اس کی سخاوت کے تجیلے میں کمی نہیں ہے
جنبش لب کافی آمد بردرش	بہر استمطار غیث ہامرش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے	اس کی بننے والی بارش کے برسوانے کے لئے
بردرش آید کسے گر صبح و شام	کار او یابد بکلی انتظام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آ جائے	اس کا کام بالکل منظم ہو جائے
گر بیائی برادر او صبح گاہ	آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے در پر آئے	تو جو چاہے وہ بادشاہ دے دے
گر کسے در نیم شب کو بدرش	میدہد گوہر بہ از میم و زرش
اگر کوئی آدمی رات کو اس کا دروازہ پیچے	وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دے دیتا ہے
جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند	وز خبر گیری خلقاں عاطلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں	اور لوگوں کی خبر گیری سے معطل ہیں
شاہ ما بیدار و ہر دم ہوشیار	عالی را خود بذات او پاسدار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے	وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے

بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند	میل آں شہ دردم انداختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا	انہوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کر دی
برورش رتم شبان و صبح گاہ	آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچا	میں نے اس کی چوکٹ کو سجدہ گاہ بنایا
روی او دیدہ ز خود رفتن چناں	کہ نیامد حرف اعط بر زباں
اس کا رخ دیکھ کر میں ایسا بے خود ہو گیا	کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا
مدتے بگذشت و من از کاہلی	ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
ایک مدت گزر گئی اور میں کاہلی سے	حیرت اور بے مرادی میں رہا
کاہلی من زبانم را بہ بست	ہمچو محوہ بادۂ مست البست
میری کاہلی نے میری زبان بندی کر دی	الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح
کاہلی من مرا رخصت نداد	کہ بخواہم از شہ باوجود و داد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا	کہ میں نکی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں
واصلان یںگونہ از ہر دو جہاں	کاہلند و غافلند اے زاہداں
واصل (تجن) لوگ اس طرح سے دونوں جہان ہے	اے زاہدو! کامل ہیں اور غافل ہیں
نہ ز حق خواہند دنیا نہ بہشت	ہر دو را بہر خدای خود بہشت
اللہ (تعالیٰ) سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت	دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے
جز خدا را از خدا خود خواستن	نیست افزونی بود جاں کاستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا	بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے
گر خدا را بہر جنت عابدی	در رفاہ نفس خود بس قاصدی
اگر تو جنت کے لئے خدا کا عبادت گزار ہے	تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنے والا ہے
حسن ذاتی الوہیت چہ شد	آہ آں حق ربوبیت چہ شد
خدا کی ذات حسن کیا ہوا؟	انوس وہ پرورش کا حق کیا ہوا؟
ہست او معبود بالذات اے پسر	درمیانش پس وسائط را مخر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے	تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر
مر خدا را بہر او عابد شوید	نہ کہ بہر حور و جنت میدوید
خدا کے عبادت گزار اس کے لئے ہی بنو	نہ کہ حور اور جنت کے لئے تم دوڑتے ہیں
حق آں ذات خدای پاک او	خود بدہ انصاف پاخ را بگو
اس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟	تو خود انصاف کر لے جواب دے
گر پرستی بہر نار و یا جناں	عابد اینہا شدی اے کامراں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لئے عبادت کرتا ہے	اے کامیاب! تو ان کا عبادت گزار بنا



گر نبودے جنت و نار اے لئیم	بود معبود حقیقی آں رحیم
اے کمینا اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی	وہ رحیم (پھر بھی) حقیقی معبود ہوتا
نار و جنت ہر دو سوط کاہل ست	کاہلاں را تازیانہ ناقل ست
جہنم اور جنت دونوں کاہل کے لئے کوزا ہیں	کاہلوں کو کوزا چلانے والا ہے
اسپ بحر از تازیانہ بر جہد	خود بخود پا در رہ عجلت نہد
نیز گھوڑا کوزے سے بدلتا ہے	وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے
طفل را گویند در مکتب برو	جوز و لوزے میدہم ہاں زود شو
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا	میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں ہاں جلد جا
پیش استا خوان نعمتہا بے ست	فاکہہ و اعناب بہر ہر کسے ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں	پھل اور انگور ہر ایک کے لئے ہیں
گر روی پیشش نوازہ مرترا	ورنہ بد بد زیں تغافلہا سزا
اگر تو اس کے پاس جائے گا وہ تجھے نوازے گا	ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا
از طبانچہ روی گلگونت کند	سخت زندانی و محزونت کند
طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا	تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا
طفل ازاں ترغیب و ترہیب پدر	رو سوئی مکتب نماید سر بسر
بچہ باپ کے اس پھلانے اور ڈرانے سے	پورا رخ مکتب کی جانب کرتا ہے
چونکہ طفل رفت و آمد عقل خوب	نیست محتاج رغوب و ہم رہوب
جب بچہ جاتا رہا اور خوب عقل آگئی	تو وہ پھلا دوں اور ڈرا دوں کا محتاج نہیں ہے
خود بخود در پیش استا میرود	ہر سحرگاہے بسویش میدود
وہ خود بخود استاد کے سامنے چلا جاتا ہے	ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے
حسن ذاتی بین و حق سائبش	غرق شودر بحر ہیچوں مابیش
ذاتی حسن اور اس کی شایہ کا حق دیکھ	سندر میں اس کی پھل کی طرح ڈوب جا
بے خودی شود ز خودی یکسر بر آ	از برای حق خدا را داں خدا
بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل	خدا کے لئے خدا کو خدا جان
مطلب دنیا و عقبی را بہل	ہر دو انہاں راہبند از از بغل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ	بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے
بہر او او را عبادت کرد نیست	عابد جنت طلب ہم مرد نیست
اس کی عبادت اس لئے کرنے کی ہے	جنت کے لئے عبادت کرنے والا مرد نہیں ہے
او بذات خود عبادت را سزا ست	نز برای نار و جنت وے خداست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے	نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے

اعبد الله له يا ذا النہی	واطرحو الاغيار عن عين الدها
اے عظمت اللہ کی عبادت اس (اللہ) کے لئے کر	عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو بھینک دو
فامح نقش الغير عن نوح الصدور	انه المعبود من غير الفتور
غیر کا نقش سینوں کی گنتی سے مٹا دے	بلکہ بغیر نقصان کے وہی معبود ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	منہی حال خود ست آں سوم نیز
اے پیارے یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودن آں پسر سوم کاہلی خود را بہ پیش قاضی کاہل

بکار دین و چابک بکار دنیا بود و آنست بیکار و کاہل حقیقی

اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے سامنے پیش کرنے کی حکایت جو

دین کے معاملہ میں کاہل اور دنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور بیکار و حقیقی کاہل رہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کائے فلاں	کاہلی خود بہ پیشم کن بیاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا کہ اے فلاں!	اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر
گفت قاضی! تنبل من بیشتر	بہجو آتش ہست پر دود و شر
اس نے کہا (اے) قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے	جو کہ آگ کی طرح دھوئیں اور چنگاریوں سے بھر ہے
در بیانش داستانے میزنم	حال مخفی بر تو روشن میکنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں	چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں
دوش بردم سوی صحرا گاؤ را	پاسبانی می نمودم کاؤ را
میں کل ایک تیل کو جنگل میں لے گیا	میں کوشش کی گھمرائی کر رہا تھا
برسر جوی کہ بد سبزہ رغید	گاؤ خود بگذاشتم او می چرید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا	میں نے اپنا تیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا
در چ می گشت تدریجاً بعید	سبزہ ترمی یافت ہر جا میدوید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دور ہو رہا تھا	جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا
بود سبزہ پہن و صحرائی دراز	می چرید او دور دور از راہ آرز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا	وہ لالچ کے طور پر دور دور چر رہا تھا
چیت دنیا سبزہ زار خوش فضا	تو چوگاؤے اندراں مرعی چرا
دنیا کیا ہے؟ عمدہ فضا والا سبزہ	اس چراگاہ میں تو تیل کی طرح ہے
خود چر آں کا ہے کہ دروے خار نیست	خار واژون و قتادہ زار نیست
تو وہ گھاس چر جس میں کانٹا نہیں ہے	وہ چرچہ اور قتادہ اگنے کی جگہ نہیں ہے
تاگیرد در گلویت خار او	روز محشر گردی آخر زار او
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں نہ لگ جائے	ہلاخبر محشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے



ی چہد ایں گاؤ نفس اندر جہاں	سبز کا ہے ہر کجا بیند عیاں
یہ نفس کا تیل دنیا میں جہ رہا ہے	سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکتا ہے
دیں نداند از شکم پروردنی	کیں مرا شد خوردنی ناخوردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا	کہ یہ نہ کھانے کی چیز میرے کھانے کی چیز بن گئی
آخرش درد شکم آرد ترا	تخمہ آرد خیرہ گرد اند ترا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے	تخمہ لگا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے
گر خوری آں را بحکم آں حکیم	کو سمیع ست و بصیر ست و علیم
اگر تو اسے اس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے	جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم
تخمہ و قونج و ہیضہ ناورد	بیچ نفعی در شکم نے بیچ درد
وہ تخمہ اور قونج اور ہیضہ نہ لائے گی	نہ پیٹ میں اٹھارہ نہ کوئی درد
بہر ایں حکمت رسیدند انبیاء	تا تو در تخمہ نیفتی اے کیا
انبیاء اسی حکمت کے لئے آئے ہیں	اے صاحب تاکہ تو تخمہ میں جلا نہ ہو
تو مریضی جسم تو یک سر سقیم	روپرہیز و بہ پرس از ہر حکیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے	جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کر لے
بھجو گاؤے خود سری ہرگز مکن	برخلاف نفس خود کن ہر سخن
تیل کی طرح بھی خود سری نہ کر	ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنی ایں حدیث ان لکل ملک وحمی وحمی  
 اللہ محارمہ رواہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ  
 اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ کا ایک حمی ہے اور اللہ کا  
 حمی اس کے محرمات ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے

نفس سرکش را عنان گروا دہی	میرود او تا چراگاہ شہی
اگر تو سرکش نفس کی ہاک ڈھیلی بھڑ دے گا	وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا
رفتہ رفتہ در حمای شہ رود	گوشالیہا بے زان شہ خورد
آہستہ آہستہ شاہ کے حمی میں پلچ جائے گا	اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا
بہر ایں فرمود خیر الانبیاء	خاص باشد بہر ہر سلطان حما
اسی لئے خیر الانبیاء نے فرمایا ہے	ہر بادشاہ کا ایک خاص حمی ہوتا ہے
از حمی اللہ آں محارم آمدہ	حمید اصل کل مکارم آمدہ
محرمات خدا کا حمی ہیں	تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے
تاج کرمنہ بسرا فراشتی	لیک برسر خاکہا اپناشتی
تو نے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا	لیکن سر پر بہت خاک ڈال لی

ان اکرم عندہ اتقاگو	ہست کرنا تقویٰ اے عمو
اس کے نزدیک زیادہ مقل زیادہ بھلا ہے" کا قائل ہو جا	اے بچا! ہم نے عزت دی" تقویٰ کی وجہ سے ہے
گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر	گوش کن بل ہم اضل اے دیدہ ور
اگر تو تقویٰ نہیں رکھتا تو تیل سے بدتر ہے	اے دیدہ ور! بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوع کلام بحکایت آں پسر سوم و دور تر رفتن گاواو  
کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور اس کے تیل کا دور چلا جانا

ہیں بیاکاں گاؤ او بس دور رفت	میرود آں گاؤ سوی سبزہ تفت
ہاں آ کہ وہ اس کا تیل بہت دور چلا گیا	وہ تیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے
گاؤ می شد دور و من از کاہلی	می نمودم در رجوعش غافل
تیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے	اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا
در تردد می روم باز آرمش	یا ہمیں از دور پاسے دارمش
تردد میں میں جاؤں اس کو واپس لاؤں	یا اسی طرح دور سے اس کی تمہانی کرتا رہوں
می فشردم در تردد سخت سخت	شد دلم از کاہلی بس لخت لخت
میں تردد میں سخت سخت بھیج رہا تھا	کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا
ایں تردد ہست بنیاد غموم	بر تو می آرد المہا زد ہجوم
یہ تردد غموں کی بنیاد ہے	اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں
رد تو یکدل باش و مرد عزم باش	نقش ایں و آں ز لوح دل خراش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن	اس اور اس کا نقش دل کی سختی سے پھیل دے
در گزر زان کیں بہ است و آں بہ است	از ہمہ بہ آں تردد ہادہ است
اس سے گزر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے	وہ تردد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے
از عدم بر تو تردد ریختند	امتحان را حیلہ انگینند
انہوں نے عدم سے تیرے اوپر تردد بہایا ہے	آزمائش کے لئے ایک حیلہ پیدا کر دیا ہے
زین و آں بگور بداں سوکن شتاب	کہ بہر کارے الی اللہ المآب
اس اور اس سے گزر جا اس جانب جلدی کر	کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے
از سحر تا شام من در فکر گاؤ	برہماں جو بودم و دل فتنہ کاؤ
میں صبح سے شام تک تیل کی فکر میں	اسی نہر پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں
ظہر و عصر من دریں غم شد قضا	گر روم در سجدہ گردم زو غمی
ظہر و عصر (کی نماز) اسی فکر میں قضا ہو گئی	کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو اس سے اندھا ہو جاؤں گا
من شوم گر در نماز و در نیاز	گاؤ گیرد آں طرف راہ دراز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں لگوں گا	تیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا



آخرش چوں قرص خورشید در غروب	گشت ضو از زنگی ظلمت هر وب
بلاخر جب سورج کی کئیہ غروب میں جلی گئی	روشنی ہار کی کے جشی سے بھاننے والی بن گئی
چشم من شد خیرہ از دیدار گاؤ	می ندیم ہیچ میں ز اثار گاؤ
میری آنکھ تیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی	میں نے تیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا
چشم من از دید او تاریک شد	گاؤ زان مرعاش در تحریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی	تیل جی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا
رفت آں گاؤ و نشاں معلوم نے	وآں کدمن جملہ جز معدوم نے
وہ تیل چلا گیا اور پتہ معلوم نہیں	اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں
روز من شد دیرد گاؤ از دست شد	سہ نماز من قضا چوں مست شد
میرا دن برباد ہوا اور تیل ہاتھ سے گیا	دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں
اہل دنیا در چنیں اشغالہا	می کند ایثار دنیا اے کیا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں	اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں
مرد آں باشد کہ عقبی راتند	کار دنیا را چو جیفہ رد کند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لئے کوشش کرے	دنیا کے کام کو مردار کی طرح رد کر دے
اے برائی گاؤ نفس بے حیا	می کنی ہر دم نمازے را قضا
اے (مخاطب)! بے حیا نفس کے تیل کے لئے	تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے
یاد او ہچو نماز فرض داں	می کنی تو کابی غافل ازاں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ	تو اس سے غافل ہو کر سستی کرتا ہے
در جہاں فانی چنیں فانی شدی	کز رہ عقبی ز نادانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا	تو نادانی سے آخرت کے راستہ سے ہٹ گیا
گر برای حق ز دنیا بگذری	پشت آید زال دنیا سرسری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لئے دنیا سے گزر جائے گا	تیرے سامنے بوزمی دنیا آسانی سے آ جائے گی

### در بیان آنکہ دنیا طالب ہارب خود و ہارب از طالب خودست

اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفی صاحب دلے اندر رباط	بدشستہ ہچو گل باصد نشاط
ایک صاحب دل صوفی سرائے میں	پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا
جمع رمطے مستفیداں برسرش	معتقد بودند ہچوں حیدرش
مریدوں کا ایک مجمع اس کے پاس	حضرت علیؑ کی طرح اس کے معتقد تھے
ناگہاں سہ جانور از سمت شرق	آمدند از سرعت طیراں چو برق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے	تیز پرواز سے بجلی کی طرح آئے

ہر یکے زان دیگرے بد در گریز	واں دگر در جستجویش تیز تیز
ان میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا	اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا
کفترے بس لاغرے ژولیدہ	پی پیش از ہر سہ بد پریدہ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان	تینوں میں سے آگے آگے اڑ رہا تھا
در پس او بود زریں مرغ و زفت	با ہزاراں زیب و زینت گرم و تفت
اس کے پیچھے موٹا زریں مرغ تھا	ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ گرم اور تیز
درپے آں مرغ زریں زاغ شوم	ہچمو باد تند میرفت آں غشوم
اس زریں مرغ کے پیچھے منخوس کوا	وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا
ہر یکے زیں مرغ کردے جہد نیک	یک دگر را می نیابیدند لیک
ان پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا	لیکن ایک دوسرے کو (پکڑ) نہ پاتے تھے
حاضراں گفتند کائے قطب زماں	زیں عجب ترماندیم از جہاں
حاضرین نے کہا کہ اے قطب زماں	دنیا میں میں نے اس سے زیادہ عجیب نہیں دیکھا
درپے عاجز کبوتر چست مرغ	وزپے مرغست چوں ایں زاغ یرغ
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟	اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوا کیوں ہے؟
کفترے را مرغ پس روشد چہ خاست	زاغ لاغی تابع مرغی چراست
مرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟	بکواسی کوا مرغ کے پیچھے کیوں ہے؟
جنس ہای مختلف را چہ فقاد	اتباع یک دگر چوں دست داد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟	ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟
ہر کے مرغ جس خود را طالب ست	جنس ہا مرغ جس ہارا جالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے	جنس جنس کو کھینچنے والی ہیں
جنس سوی جس دارد خود میل	روز باروزست و بالیست لیل
جنس جس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے	دن دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ
میل مومن سوی مومن می شود	میل کافر سوی کافر می رود
مومن کا میلان مومن کی جانب ہوتا ہے	کافر کا میلان کافر کی جانب جاتا ہے
صاگھاں با ہ لھاں منضم شوند	طالحاں با طالحاں محرم شوند
نیک نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں	برے بروں کے محرم ہوتے ہیں
زاغ با زانغاں کند پرواز ہا	بلبلے با بلبلان آواز ہا
کوا کوؤں کے ساتھ اڑائیں بھرتا ہے	بلبل بلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے
انبیا زیں رہ بشر ہا بودہ اند	از تجانس راہ حق بنمودہ اند
انبیاء اسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں	ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا راستہ دکھایا ہے



بوی جنیت رسد فیض شتاب	از ملک آدم نکشے بے حجاب
جنیت کی بے کافین جلد پہنچتا ہے	فرشتہ سے انسان بے تکلف نہیں ہوتا
کافراں گفتند در حق نبی	کاں فرشتہ چوں نیامد از نحی
کافروں نے نبی کے بارے میں کہا	کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟
ایں نہ فہمیدند کیس جسم بشر	بہر روپوش جہولست اے پر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انسان کا جسم	اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لئے ہے
جاہلاں چوں از ملائک می رمند	انبیاء از بوی جنیت کشند
نادانف چونکہ فرشتوں سے بھانجتے ہیں	انبیاء جنیت کی بے کاشی سے سمجھتے ہیں
ورنہ در معنی ملک گرد وے ست	چوں نبی در قرب و عرفاں او کے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اس کی گرد ہے	وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟
یک خلاف جنس آمد صد حجاب	وز تجانس می شود صد فتح باب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے	اور ہم جنس ہونے سے بیگانوں دروازے کھلتے ہیں
روح چوں از عالم امر آمدہ است	زاں بطاعات و ہدیٰ راغب شدہ است
روح چونکہ عالم امر سے آئی ہے	اسی لئے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوئی ہے
جسم چوں از عالم خلقت باز	سوی خواب و خور کشد بے امتیاز
بہر جسم چونکہ عالم خلق سے ہے	(اس لئے) بلا امتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے
زیں دو چوں زاید نتیجہ نفسہا	ہر دو خو زابوین در طبعش سزا
نفس چونکہ ان دونوں سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں	ماں باپ کی طرف سے دونوں حصتیں اس کی طبیعت کے مناسب ہیں
گر بسوی خاک سفلی میرود	آں زماں وے نفس امارہ شود
اگر وہ سفلی خاک کی جانب جاتا ہے	تب وہ نفس امارہ بن جاتا ہے
ور بسوی روح علوی سرکشد	آں زماں لواہمہ گشت و بارشد
اور اگر علوی روح کی جانب رخ کرتا ہے	تب وہ لواہمہ اور باہدایت بن جاتا ہے
میل ملک امر چوں زاید درو	سوی لواہمہ برآید سرخوش او
جب اس میں عالم امر کی خواہش پیدا ہوتی ہے	وہ مست ہو کر (نفس) لواہمہ کی جانب آ جاتا ہے
گرز کوشش سوی لا ہوتی تند	دم بسوی ملہمہ وا میزاند
وہ اگر کوشش سے (عالم) لاہوت کی جانب چلتا ہے	ملہمہ کی جانب سانس لیتا ہے
بعد تہذیب و کمال اجتہاد	مطمئنہ گردد و اہل سداد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد	درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے
ایں سخن را نیست پایاں اے فتا	سوی شرح آں سہ طائر باز آ
اے جوان! اس بات کا آخر نہیں ہے	ان تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

## جواب گفتن آں صوفی برائے تسکین خاطر مریداں و شرح

### حال آں سے طائر کہ یکے درپے دیگری بود

اس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے لئے جواب دینا اور ان تین پرندوں کے حال کی شرح جو ایک دوسرے کے پیچھے رہتا تھا

بر دل صوفی ندا آمد نہاں	کیس سے مرغ آمد مثال آں کساں
صوفی کے دل پر غلی آواز آئی	کہ یہ تین پرند ان لوگوں کی مثال ہیں
کہ زدنیا ہارب اند و طالب اند	جملہ مثال یک دگر را جالب اند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں	سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں
می گریزد ایں کبوتر از ہمہ	از فسون مرغ زریں دمدمہ
یہ کبوتر ان سب سے بھاگ رہا ہے	مرغ زریں کے منتر (اور) مکر سے
مرغ زریں درپیش جویان او	میدود ہر سو بدل قربان او
زریں مرغ اس کے پیچھے اس کا جویاں ہے	ہر جانب دوڑ رہا ہے دل سے اس پر قربان ہے
زاغ بہر مرغ زریں می پرد	در پیش از حرص ہر سو می دود
کوا زریں مرغ کے لئے اڑ رہا ہے	لاچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے
لیک زمینہا یک دگر را کس نیافت	گرچہ در پرو از ہر یک زوشافت
لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا	اگرچہ ہر ایک نے اڑنے میں جلدی کی
ہست عارف چوں کبوتر در گریز	دائمأ سوئی خدا زیں خاک بیز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے	ہمیشہ خدا کی جانب اس خاک چھاننے والے سے
در پیش دنیا کہ زریں مرغ او ست	می دود ہر سو و گرم جستجو ست
اس کے پیچھے دنیا ہے جو زریں مرغ ہے	ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے
زاغ یعنی اہل دنیا از شرہ	می دود بروے نمی یا بد فرہ
کوا یعنی دنیا دار حرص کی وجہ سے	دوڑ رہا ہے اس پر غلبہ نہیں پاتا ہے
اہل دنیا درپے دنیای دود	می دوندو می پرند اے ذوفنوں
دنیا دار کہینی دنیا کے پیچھے	اے ہنرمندا دوڑتے ہیں اور اڑتے ہیں
لیک آں مکارہ زیناں می رمد	درپے آں مرد حقانی دود
لیکن وہ مکارہ ان سے بھاگتی ہے	رہانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے
می رمد آں مرد حقانی ازو	جستجویش می کند آں زشت خو
وہ رہانی مرد اس سے بھاگتا ہے	وہ بد عادت اس کی جستجو کرتی ہے
می کند او درپیش پرواز ہا	لیک دے برمی جہد چوں بازہا
وہ اس کے پیچھے اڑائیں بھرتی ہے	لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے



ہابیہا کاں سے پسر از کاہلی	طالب حکم اند زان قاضی ولی
ہاں آ وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ	اس صاحب اختیار قاضی سے فیصلہ کے طلبکار ہیں

## عرض نمودن آں سے پسر بجناب قاضی

### پر ہنر فتویٰ خواستن در باب میراث پدر

ان تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہر سے با قاضی بگفتند اے حمید	حال ما اینست کن حکم رشید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!	ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کر دے
خلق بہر حکم او شد مجتمع	ہر یکے ایں ماجرا را مستمع
لوگ اس کے فیصلہ کے لئے جمع ہو گئے	ہر ایک اس قصہ کو سننے والا تھا
تا بدانند آنچه قاضی حکم کرد	می چه گوید اندریں آں مرد فرد
تا کہ قاضی جو فیصلہ کرے اس کو جان لیں	وہ دیکھتا انسان اس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟
گفت قاضی ایں ہمہ مال پدر	مرسوم را گشت از حکم قدر
قاضی نے کہا باپ کا یہ سارا مال	مقرر کے فیصلہ سے تیرے کا ہو گیا
خلق آمد در فغاں زیں ماجرا	کیں سخن را شرح کن بہر خدا
لوگ اس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے	کہ خدا کے لئے اس بات کی تشریح کیجئے
عالمے زیں حکم حیرت ور شدند	کیں دو چوں محروم مال و زر شدند
ایک جہان اس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا	کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟
کاہلی ہر سے شد باہم قریب	وجہ ترجیش چه باشد اے لبیب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے	اے عقلمند! اس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟
گفت قاضی ہست کاہل ترسوم	شد فزوں تر اوز اول وز دوم
قاضی نے کہا تیرا زیادہ کاہل ہے	وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے
زانکہ ایں کاہل بکار اخرویت	چست و چابک در امور دنیویست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے	دنیوی معاملوں میں چست اور چالاک ہے
برگزیدہ او کار دنیا بر نماز	ایں بود خود کاہلی اہل آرز
اس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی	اہل حرص کی کاہلی بھی ہوتی ہے
کاہلی درکار دنیا چستی ست	کاہلی از نار و جنت سستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے	جہنم اور جنت سے کاہلی سستی ہے
مرد کاہل بہر حق کاہل بود	کاہل از دارین بس عاقل بود
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے	دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقلمند ہوتا ہے

بہر ذات حق گزارد ہر دو را	ایں چنین کابل بود مرد خدا
اللہ (تعالیٰ) کی ذات کے لئے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے	مرد خدا ایسا ہی کابل ہوتا ہے
کابلی اولیں در زہد برد	کرد اسباغ وضو قطرہ نخورد
پہلے کی کابلی زہد میں لی گئی	اس نے وضو مکمل کیا ایک قطرہ نہ پیا
برامید جنت او بردے کشید	نفس را ہم از عطش گردن برید
اس نے جنت کی امید پر سردی برداشت کی	پپاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی
واں دوم از بہر حق کابل شدست	از متاع ہر دو کوں غافل شدست
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کے لئے کابل بنا	دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا
غیر حق را چوں ندید او ہیج قدر	کابلی او ست از چستی و مکر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی	اس کی کابلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے
کابلی عقبی مرادم چابکی ست	در توکل کابلی و بے تکی ست
آخرت کے کام میں کابلی سے میری مراد چستی ہے	(کیونکہ) کابلی اور توکل نہ ہونا توکل کی وجہ سے ہے
مال عقبی بہر ایں کابل بود	مال دنیا بہر آں کابل بود
آخرت کا مال اس کابل کے لئے ہوتا ہے	دنیا کا مال اس کابل کے لئے ہوتا ہے
وایں سوم کو کار حق را خوار کرد	بہر گاوے شد فدا روض بدر
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا	بیل کے لئے اس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا
کابل و جاہل ز جملہ ایں کس ست	دولت دنیا مر ایں کس را بس ست
سب سے زیادہ کابل اور جاہل یہ شخص ہے	دنیا کی دولت اس کے لئے کافی ہے
داں دو را عقبی و ایں را دولت ست	غیبت ایں دولت پیاں ذلت ست
ان دونوں کے لئے آخرت اور اس کے لئے (دنیا کی) دولت ہے	انجام کا یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے
زیں سبب فرمود پیغمبر مگر	انہ لو کان للدنیا قدر
شاید پیغمبر نے اسی لئے فرمایا	بیشک اگر دنیا کی قدر ہوئی
ماسقی منها لکافر شربۃ	بلکہ می انداخت بروے صد محن
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا	بلکہ اس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

در بیان معنی ایں حدیث کہ الدنیا بجن المومن و جنة الکافر

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنت آں کفار را	اہل فسق و ظلم و آں اشرار را
دنیا کافروں کے لئے جنت ہے	فاسقوں اور ظالموں اور ان شریروں کے لئے
بہر مومن ہست زنداں ایں مقام	نہست زنداں جای عیش و احتشام
یہ جگہ مومن کے لئے قید خانہ ہے	قید خانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے



جہد کن تا خود ازیں زنداں رہی	مخلصی جاں را ازیں محبس دہی
کوشش کر تاکہ تو اس قید خانہ سے نجات پالے	جان کو اس قید خانہ سے چھٹکارا دے دے
زود فکر ژرف می باید گزید	پا ازیں زنداں بروں باید کشید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہئے	اس قید خانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہئے
آشیان تست عرش اعتلا	چوں بیفتادی دریں دام بلا
تیرا آشیان بلندی کا عرش ہے	تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟
ہیج ناری یاد ازاں کاشانہ	مست گشتی چوں بریں گہدانہ
تو بھی اس محل کو یاد نہیں کرتا ہے	تو اس پائے خانہ پر کیا مست ہو گیا ہے؟
می دہندت دانہ عمرت می خرنند	گا و گردوں زرع عمرت می چرنند
تجھے دانہ دے دیتے ہیں تیری عمر خرید لیتے ہیں	آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں
روزی ہر روزہ پنداری تو مفت	عمر ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے	ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے
تو بدانہ دام را بگزیدہ	وز کیمی برے پیچیدہ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے	اور کینہ پن سے جال میں الجھ گیا ہے
روبداں سو پر بزن کاشانہاست	آں سوئی چرخ بریں بس دانہاست
جا اس جانب پرواز کر معات ہیں	اس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں
لب بہ بند از گفتگوی این و آن	تا بیابی نور حق دردل عیاں
اس اور اس کی بات سے ہونٹ بند کر لے	تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے
خویش را رسوای عالم کردہ	بہر تصویر جہاں چوں گردہ
تو نے اپنے آپ کو رسوائے عالم بنایا ہے	جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لئے نقشہ ہے
لوح تو پر از خیالات جہاں	فکر و ذکرش چوں شود دردل جہاں
تیری گنتی دنیا کے خیالات سے پر ہے	اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہونے والا ہو گا؟
از ہمہ می بر بدو پیوند کن	بر در یک یار خود را بند کن
سب سے کٹ جا اس سے جڑ جا	ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر
یار ہرجائی ترا مرغوب نیست	کے سزد آں را کہ چوں او خوب نیست
ہرجائی یار تجھے پسند نہیں ہے	اس کے لئے کب مناسب ہو گا جس کی طرح کا کوئی حسین نہیں ہے

### حکایت بر سبیل تمثیل

#### تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بدزنی سیمیں تنے عشوہ گرے	بر زمیں تاباں چو فرخ اخترے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی	زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن

زلف و رخسار و لب او رشک حور	درزخداش دل خلقه حضور
اس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حور کا رشک (تھے)	اس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گھرا ہوا (تھا)
از تبختر چوں تدرد خوش نہاد	برسر کوی گزارے او فقاد
ناز سے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی)	اسکا کوچہ پر سے گزر ہوا
اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل	شد دوچار اوز دستش رفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل	اس کے سامنے آ گیا اس کا دل بے قابو ہو گیا
دید او را گشت تصویر خیال	رفت ہوش از سر بجانش صد نکال
اس نے اس کو دیکھا تصویر خیال بن گیا	ہوش سر سے رانہ ہو گیا اس کی جان میں سو عذاب پیدا ہو گئے
گشت چوں تصویر حیراں اندرو	چشم برہم می نزد از شوق او
اس میں تصویر کی طرح حیران ہو گیا	اس کے شوق سے ہلک نہ جھپکاتا تھا
زن چو او را والد و شیدا بدید	تیر عشق او بجان زن رسید
عورت نے جب اس کو عاشق اور شیدا دیکھا	اس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا
گفت اے سادہ چہ می بینی بگو	از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رو
اس نے کہا اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟	اے آئینہ رو تو کس چیز سے حیران ہو گیا ہے؟
رو برای کار خود آمادہ باش	پا بزنجیرے منہ آزادہ باش
جا اپنے کام پر آمادہ رہ	پاؤں میں زنجیر نہ ڈال آزاد رہ
گفت عشقت ہوش و عقل من ربود	کو مرا پردای کار نفع و سود
اس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل نے بڑا	مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پردا کہاں ہے؟
جز تو کار دیگرم باقی نماند	عشق تو در بسترم خارے فشاند
میرے لئے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا	تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیئے
کاروبار من بجز عشق تو نیست	حسن تمثیل تو جاں را رہز نیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے	تیری تصویر کا حسن جان کا رہزن ہے
گفت ہیں واپس نگر ہمیشہ من	از عقب می آید آل غنچہ دہن
اس نے کہا خبردار پیچھے دیکھ میری ہمیشہ	پیچھے آ رہی ہے وہ غنچہ دہن
صد رہ از من در جمال او خوب تر	کہ نیرزد پیش روی او قمر
وہ مجھ سے حسن میں سو گنا بڑی ہوئی ہے	کیونکہ اس کے رخ کے مقابلہ میں چاند کی قیمت کا نہیں ہے
آں جوان سادہ رو ازوے بتافت	سوی محبوبے نشان کزوے نیافت
اس بھولے جوان نے اس سے منہ موڑ لیا	اس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا
زن بردیش زد طپانچہ آنچناں	کہ برو صد رشک بردے ارغواں
عورت نے اس کے منہ پر ایسا طپانچہ مارا	کہ گل باہونہ اس پر سو رشک کرے



گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی	در بیان دعوی خود صادقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے	اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے
سوی غیر من چرا کردی نظر	دعویٰ عشق میں بود اے خیرہ سر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟	اے پرانگندہ دماغ عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے
ایں چنین باشد وفای عاشقان	رو بغير آرنده ظاہر یا نہاں
عاشقوں کی وفا ایسی ہوتی ہے	ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رخ کرتے ہیں؟
چونکہ دید غیر در عشق مجاز	نگ عشق آمد حقیقت را چہ ساز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا	عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق؟
عاشقی حقی و بنی غیر را	کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را
تو اللہ (تعالیٰ) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے	تو کعبہ چاہتا ہے؟ جبکہ سحانہ کا ارادہ کرتا ہے
کلمے داری بردی دل ز غیر	ونگہاں خواہی بکوی دوست سیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے	پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے
تافشک داری بکشمان وجود	حب حب اللہ درو کشتن چہ سود
جب تک تو وجود کے کیمت میں دیکھ رکھتا ہے	اس میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟
غیر او را از نظر بیرون فلک	چشم دل نہ بر جمال ذوالکمن
اس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے	احسانوں والے کے حسن پر دل کی آنکھ رکھ
کیست دیگر در جہاں غیر از خدا	از چہ احوال گشتہ اے ژاژ خا
دنیا میں خدا سے علاوہ دوسرا کون ہے؟	اے بیہودہ گویا تو بھیجہ کیوں ہوا ہے؟
خود توئی گر غیر حق خود را بسوز	چشم دل بر وحدہ ہر دم بدوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلا دے	دل کی آنکھ ہر وقت اس تجہا پر لگا
جزو وجود مطلق و ہستی پاک	آنچہ آید درم خیالت ہست خاک
وجود مطلق اور پاک ہستی کے سوا	جو کچھ تیرے خیال میں آئے خاک ہے
تو کجا و من کجا عالم کجا	ہست یک نور منزہ اے فتا
تو کہاں اور میں کہاں عالم کہاں؟	اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے
ظاہر و باطن نہاں و آشکار	شمع یک شمع ست قدیلش ہزار
ظاہر اور باطن پوشیدہ اور کھلا	شمع تو ایک شمع ہے اس کے قدیل ہزار ہیں
در ہزاراں آئینہ یک صورت ست	زین تکرہ ہم خرد را حیرت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے	اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے
کثرت آئینہ آمد از کجا	ایں ز اسما و صفات ست اے کیا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟	اے بزرگ! یہ اسماء اور صفات کی وجہ سے ہے

اس سخن پایاں ندارد لب بہ بند	ہر دولہای مر ابر بستہ قد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کر لے	شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیئے ہیں
زیں شکر ہر دو لب من بستہ شد	وز قیود گفتگو دل رستہ شد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہو گئے	اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پا گیا

رجوع بحکایت شاہزادہ سوم کہ از بادشاہ شرف قرابت و عزو

وجاہت یافت و بمنزل گاہزو جناہم بحور عین شتافت

تیسرے شاہزادے کی حکایت کی طرف رجوع جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور عزت اور وجاہت پائی، ہم کے حور عین سے ان کی شادی کر دی، کی منزل گاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حسام الدین شہ ملک یقین	حال شاہزادہ سوم برگو تو ہیں
اے حسام الدین ملک یقین کے شاہ	ہاں آپ تیسرے شاہزادے کا حال بیان کریں
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن	جذب جاں کردی تو چوں بادیمین
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!	آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کر لی
می کشد مارا ابر عرش علا	پر پروازت چو جبریل صفا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے	تیرا پر پرواز جبریل باصفا کی طرح
بردہ جاں را تو درباغ خلود	سینہ ام پر گل ازانت اے وود
آپ جان کو بھٹی کے باغ میں لے گئے	اے محبوب اسی لئے میرا سینہ پھولوں سے پر ہے
خود ز تست ایں گفتگوئے پر شکر	کز زبانی می ترا و د شعر تر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے	کہ میری زبان سے تازہ شعر فک رہے ہیں
حال خود را بر زبانی گفتہ	خود تو دانی چونکہ ایں در سفتہ
آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے	چونکہ آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے
من نے خالی بدم نائی توئی	مثنوی را گر بیفرائی توئی
میں خالی نے ہوں نوازنے والے آپ ہیں	اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں
نالہ من از دم گرم تو ہست	لطف تو ایں تہمتے برمن بہ بست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے	آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے
اختتام مثنوی خود کردہ	خود تو میگوئی ولے در پردہ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے	خود آپ کہہ رہے ہیں لیکن آپ پردے میں ہیں
ایں من و ماجز کہ پردہ بیش نیست	پیش آں عقل مآل اندیش نیست
من و ما پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے	انجام سوچنے والی عقل اس کے سامنے نہیں ہے



در صور گر کثرتے بنی عیاں	معنی جملہ یکست اے نکتہ داں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے	ایک نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے
شمع در آئینہ خانہ گر نہی	پیش ہر آئینہ اش را ہے وہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے	ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو رات دے دے گا
در حقیقت یک بود اے ہوشیار	پیش چشم تو نمایاں صد ہزار
اے ہوشیار حقیقت میں وہ ایک ہے	تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں
ذات شمع آں یک بود از کثرتے	مر ترا ز آئینہ باشد حیرتے
شمع کی ذات ایک ہے کثرت کی وجہ سے	تجھے آئینہ سے حیرت ہو گی
بے تکرار شمع یک چوں شد ہزار	وحدت ہستی مطلق ہوشدار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہو گئیں	مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے
گر ہری آئینہ شد از کجا	شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟	وہ شمع خود قدیم اور منور ہے
آئینہ داں جملہ اسما و صفات	اقتضا کردند فضل کائنات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ	جنہوں نے بقیہ کائنات کو چاہا
زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سوم	چوں شنید از مرگ آں داور دوم
اس بات سے گزر کیونکہ تیسرے شہزادے نے	جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سنا

بیان حال شہزادہ سوم کہ بعد مرگ برادر دوم تقریب سلطان و قرب و عرفان یافت

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا تقریب اور قربت و معرفت حاصل کر لی

حاضر آمد در جناب پادشاہ	طالب محبوب خود با در دو آہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا	اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بن کر
پس معرفت گفت بہر مصلحت	کیں سوم بیش ست جائے مرحمت
مصلحت کے طور پر تعارف کرانے والے نے کہا	کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے
ہر دو بازویش بعشق تو شکست	مر شکستش راجیرہ بستن ست
اس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکست ہو گئے	اس کی شکست پر اپنی باندھنی ہے
شاہ رحمت کرد او را پیش خواند	وز تلطف بر سریر خود نشاند
شاہ نے رحم کیا اس کو آگے بلایا	اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا
گرچہ میدانست حالش را بکشف	جملہ می پرسید باری شگرف
اگرچہ وہ اس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا	عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا
آنچنان از لطف پرسشها نمود	کاں غم و کربت ز جان او ربود
مہربانی سے اس قدر پرسش کی	کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

آں برادر مردہ را تدفین نمود	زندہ را با روح خود تضمین نمود
اس نے مردہ بھائی کی تدفین کر دی	زندہ کو اپنی روح سے وابستہ کر لیا
بعد چندیں صحبت او گرم شد	شاہ را بروے بے دل نرم شد
تھوڑے دن بعد اس کی صحبت گرم ہو گئی	اس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہو گیا
پوتہ و پوتک مراو را جملہ داد	داخل شاہانہ بہر او کشاد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا	دیوان خانہ اس کے لئے کھول دیا
از دم جاں بخش شاہ بحر جود	غنیچہ او در شکفتن رونمود
سقاوت کے سمندر جان عطا کرنے والے شاہ کے دم سے	اس کا غنیچہ کھلنے لگا
راز ہا اندر دلش تخمیر گشت	ہمچو آں دو میں ہمہ تنویر گشت
اس کے دل میں بہت سے راز پوشیدہ ہو گئے	وہ بٹھلے بھائی کی طرح مجسم نور بن گیا
منزل قرب وجود و معرفت	بیشتر زان دو سیمیں شد در صفت
قرب و جود اور معرفت کی منزل میں	صفت میں اس بٹھلے بھائی سے زیادہ ہو گیا
کسب ہامی کرد و رہ طے می نمود	جہد ہامی کرد و نورش می فروز
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا	وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھ رہا تھا
لیک او خود عبرتے بگرفتہ بود	زاں دوادر پندہا پذیرفتہ بود
لیکن اس نے خود ایک عبرت حاصل کر لی تھی	ان دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کر لی تھی
عقیہائے راہ وا دانستہ بود	حزمہامی کرد و بد شایستہ خود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا	احتیاطیں برتا تھا اور خود شائستہ تھا
دید کاں اول ز عجلت جاں بداد	واں دوم را عجب در گورے نہاد
اس نے دیکھا کہ اس پہلے نے جلدی میں جان بد دی	اور اس دوسرے کو خود پندی نے قبر میں رکھ دیا
مرد را باید کہ اندر راہ یار	در تانی کو شد و صبر و قرار
انسان کو چاہیے کہ یار کے راستہ میں	آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے
زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	رفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
احمد مجتبیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے	اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے
ابن مسعودؓ از پیغمبرؐ نقل کرد	نصف ایمان ست صبر اے نیک مرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے	ایک نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے
ورنہ حسن یار نور مطلق ست	چشم دل اندر جمالش مندق ست
ورنہ یار کا حسن نور مطلق ہے	اس کے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے
تاب ناری دیدش را یک بیک	آئینہ مصقول میکن سیک
تو یک بیک اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا	آئینہ پر آہستہ آہستہ صقل کر



ایں تانی بہر استعداد ہست	کے جمال بے حجابش در بہ بست
یہ آہستہ روی استعداد کے لئے ہے	اس کے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے؟
یار چوں شمس ست در وسط السماء	لیک اے خفاش کو چشمے ترا
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے	لیکن اے چکاڈڑا تیری آنکھ کہاں ہے؟
رو تو اول چشم را پیدا بکن	بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکن
جا تو پہلے آنکھ پیدا کر	اس کے بعد اس کی طرف آنکھ کھول
برنتابی ورنہ آں نور و شروق	نجم تو گردد ز مہر ش در خضوق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لائے گا	اس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائے گا
یا بگیری یا شوی دیوانہ خود	زیں سیمہا اکثرے مجذوب شد
یا تو مر جائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا	اسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہو گئے ہیں
برنتابد کاہ بار کوہ را	مرد باید ایں غم و اندوہ را
تکا پہاڑ کا بوجھ نہیں سہا سکتا	اس رنج و غم کے لئے مرد چاہئے
آں نخستیں دادرش تعجیل کرد	وصل عریاں را طپاں تحصیل کرد
اس کے پہلے بھائی نے جلدی کی	عریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا
چوں نبود آں وصل لب در خورد او	در طپش افتاد و خست و مرد او
چونکہ خالص وصل اس کے مناسب نہ تھا	وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا
تا کہ رفع ایں حجاب تن نشد	وصل عریاں کے بدست آید زلد
جب تک جسم کا یہ پردہ نہ ہٹے	جھڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے؟
لیک شیر عشق چوں تازد شتاب	لقمہ گردد عاشق او را چوں کباب
لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑ پڑتا ہے	عاشق کباب کی طرح اس کا لقمہ بن جاتا ہے
ز اضطراب عشق جلدیہا کند	چکرہ را ہچموں صدف لب واکند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے	سیب کی طرح قطرے کے لئے منہ کھول دیتا ہے
لیک پیش از ابر نیساں فتح لب	نیست زان حاصل بجز رنج و تعب
لیکن ابر نیساں سے پہلے منہ کھولنا	اس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں
زن نباشد طامشہ یا بالغہ	باشد از احوائے نطفہ زائفہ
جو عورت طامشہ یا بالغہ نہ ہو	وہ نطفہ کے گھیرنے میں کجروہ ہوتی ہے

داستان آں مطہی کہ بدوں استعداد از راہ تعجیل دل بوصل عریاں نہاد و جاں بداد

اس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر استعداد کے جلد بازی کے طور پر وصل عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان دے دی

عارفے را مطہی ہمسایہ بود	بس خنی و عاقل و پرمایہ بود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا	بہت خنی اور عقلمند اور سرمایہ دار تھا

اکثر استفسار کردے حال شیخ	بستہ بودے چشم بر احوال شیخ
اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا	شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا
چونکہ فقر از شان فخر اولیاست	افتقار از سنت خیرالوری ست
چونکہ فقر اولیاء کے فخر کی شان ہے	حاجت مندی خیرالوری کی سنت ہے
باوجود حزم اخفای کمال	گرشدے احیاناً او دانای حال
باوجود کمال کے اخفاء کی ہمت کاری کے	اگر وہ بھی حال کا واقف کار بن جاتا
خدمتے کردے بصد عجز و نیاز	باکمال اعتقاد و امتیاز
سنگڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا	پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ
اتفاقاً چند مہمان عزیز	شد قفق روزے باں صاحب تمیز
اتفاقاً چند معزز مہمان	ایک روز ان صاحب تمیز کے مہمان بن گئے
چونکہ فقد نزل بود وہم عشا	مرد عارف گشت در رنج و عنا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا	(وہ عارف) مرد رنج اور تکلیف میں (جتلا) ہو گیا
چونکہ لیکرم ضیفہ حکم رسول	دردل عارف ز نشر بدعجول
چونکہ چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرنے "رسول کا حکم ہے	وہ عارف کے دل میں نشر سے زیادہ جلدی کرنے والا تھا
یک دوبار از خانقہ تاخانہ رفت	تا کند مہمانی شاں چست زفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا	تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں
لیک در خانہ یسار او نبود	زیں سب تشویش وقت او فرود
لیکن ان کے گھر میں مالداری نہ تھی	اس لئے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی
مطہنی آں شیخ را بر غم طبع	دید گہ در خانقہ گاہے برلع
ان ہائی نے شیخ کو ان کے مزاج کے خلاف	بھی خانقاہ میں بھی گھر میں دیکھا
بر در او آمد و تفتیش کرد	ماجرا دریافت و بس تشویش کرد
وہ ان کے دروازہ پر آیا اور جستجو کی	معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا
زود از دوکان تہماج و ثرید	نان و قلیہ ماہی بریاں گزید
فورا دکان سے دلیا اور غیر	روٹی اور شوربا بھنی ہوئی بھی لی
برد نزد شیخ کالے مرد خدا	صرف کن ایں جملہ اے نورالہدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مرد خدا	اے نور ہدایت اس سب کو خرچ کر لےجے
ہر کجا خواہی مر آں را صرف کن	جملہ کردم ملک تو از بنخ و بن
آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کر لیں	میں نے جڑ اور بنیاد سے آپ کی ملک کیا
شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت	جملہ رازاں خوان نعمت سیر ساخت
شیخ خوش ہو گئے مہمانوں کو نوازا	اس خوان نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا



آنچه باقی ماند بخشد اہل را	رفت تشویش و دلش آمد بجا
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا	ان کی پریشانی رفع ہوگئی اور دل ٹھکانے آ گیا
مطمنی را گفت چہ خواہی بگو	ہر درے خواہی ازیں دریا بگو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟	تجھے جو موتی چاہئے اس دریا میں تلاش کر لے
بحر من در جوش آمد ایں زماں	آنچه می خواہی بگیر و داستاں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آ گیا ہے	تو جو چاہے ہاصل کر لے اور لے لے
مطمنی گفتا کہ از لطف شما	ولد و مال و جاہ شد حاصل مرا
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے	اولاد اور مال اور رتبہ مجھے حاصل ہے
نیست در دنیا بچیزے حاجتم	از رہ شکر و قناعت ساکت
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے	شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں
حق چو بیش از حاجت من رحم کرد	چوں کنم دیگر طلب اے نیک مرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا ہے	اے نیک مرد! پھر اور کیا طلب کروں؟
باز چوں دریائی حق در جوش بود	عارف اندر خواہ خواہش میفرزود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا	شیخ (اس سے) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کرتے
مطمنی گفتا کہ می خواہم شہا	ہمچو خود عارف کنی بے فرقہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں	بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے
غیر ازیں دیگر مرا حاجت چون نیست	زیں عطایم گر نوازی خوش فنیست
اس کے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے	اگر آپ اس بخشش سے مجھے نواز دیں تو بہتر کام ہے
عارف اندر فکر رفت و گفت ہیں	زیں سوال خام رو دیگر گزیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار!	اس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کر لے
گفت نے نے من ہمیں را خواستم	وز سر مال و جہاں برخاستم
اس نے کہا نہیں نہیں میں یہی چاہتا ہوں	مال اور دنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں
گفت عارف گر چو من عارف شوی	غرق بحر لاشوی دز خود روی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا	"لا" کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اپنے سے جاتا رہے گا
تار و پود اسطقت بگلشد	طوطی تو ایں قفس دردم ہلد
تیرے عناصر کا تار پودا بکھر جائے گا	تیری طوطی فوراً بنجرے کو چھوڑے دے گی
گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم	واصل حق گشتہ بر خیزم سلیم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہو گا؟	واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا
گفت عارف اندرون حجرہ آ	ساعتی بنشین مراقب پیش ما
شیخ نے فرمایا حجرے کے اندر آ جا	تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا

خلوتے کردند آں عارف تمام	صرف ہمت کرد در سقی المدام
ان شخص نے پوری خلوت کر لی	شراب (معرفت) پلانے میں توجہ لگا دی
بعد یک ساعت چو بیروں آمدند	صورت و معنی ہمہ یکساں شدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے	ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے
خلق ہم از جمع مثلین خیرہ شد	عقل جزوی از تمیز تیرہ شد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے	جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی
آخرش بعد از زمانے مطہی	در طیش جاں داد چوں مرغ اے انی
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد تابائی نے	اے بھائی مرغ کی طرح تڑپنے میں جان دے دی
الغرض جاں را بجاناں باز داد	ہمچو شہزادہ تختیں بے مراد
الغرض اس نے جان جاناں کو واپس دے دی	پہلے بے مراد شہزادے کی طرح
نامرادش گفتنم در صورت است	ورنہ در معنی وصال حیرت است
اس کو میرا نامراد کہنا ظاہر میں ہے	ورنہ حقیقت میں وصال حیرت ہے
حبذا خرمن کزیں برق او بسوخت	تیر آں دلدار مرغ جانش دوخت
وہ کلیان کیا ہی اچھا ہے جو اس بجلی سے جل گیا	اس محبوب کے تیر نے اس کی جان کے پرند کو بوندہ دیا
صورت تکمیل اگرچہ تام نیست	وصل حاصل شد بمعنی خام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے	وصل حاصل ہو گیا حقیقت میں ناقص نہیں ہے
حبذا جانے کہ در راہش دی	مرحبا آں سرکہ در کولیش نہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اس کی راہ میں دے دے	قابل تحسین ہے وہ سر جس کو تو اس کے کوچہ میں رکھ دے
بہر او مردن بہ از صد زندگیست	کایں چنین موت ست بس فرخندگیست
اس کے لئے مرنے جانا سو زندگی سے بہتر ہے	کیونکہ اس طرح کی موت بہت مبارک ہے
ایں سخن را اند کے کوتاہ کن	وز حدیث آں سوم آگاہ کن
اس بات کو قصہ سا مختصر کر دے	اور اس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

بیان حال شہزادہ سوم اکتساب او مر کمالات صوری و معنوی و صبر کردن

اواز بیان حاجت خود و محبوب خود رسیدن

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اس کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور اس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سوم شہزادہ با صد حزم و صبر	می کشید از یم عرفاں ہمچو ابر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے	عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچتا تھا



ہر شبے تازے ز صحبت ہای شاہ	دردش ز انوار وحدت ہاپگاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دوڑتے	صبح کو وحدت کے انوار اس کے دل میں
کسب استعداد و توفیر حکم	می نمود از فیض شاہ او دمبدم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی	اس کے لئے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوئی
دردش ہر دم ز سلطان چوں قمر	نور نو وارد شدے شام و سحر
چاند جیسے شاہ کی جانب اس کے دل میں ہر وقت	صبح و شاہ نے نور وارد ہوتے
دم نمی زد لیکن از مطلوب خود	داشت دردل شعلہ محبوب خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کی وجہ سے	اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا
باچنیں شاہ پر از جود و سخا	حرف مطلب بر زباں آرم چرا
ایسے جود اور سخا سے پر بادشاہ سے	میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟
لطف او بے گفتہ صد نعمت دہد	سوی گفتن چوں دل من بر جہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سینکڑوں نعمتیں دیتی ہے	کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟
بے طلب بخشد چوں جان و تنم	بر درش پس چوں تبو را کے زخم
جبکہ اس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا فرمایا	پھر اس کے دروازے پر ڈھیری کیوں بجاؤں؟
شاہ ما آئینہ صافی دل ست	خطرہ ام را در دل شہ منزل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے	شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے
گر سزاوارم بدال در شمس	خود شہم بنوازد از لطف گزیں
اگر میں اس قیمتی موتی کے لائق ہوں	پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا
لف او ہر صاحب استعداد را	حسب حالش میدہد بے امترا
اس کی مہربانی ہر صاحب استعداد کو	بے شک اس کے حسب حال عطا کر دیتی ہے
ہر چکا دے را کہ اہلیت بود	چتر شاہی بر سرش از شہ رسد
جس سزای میں اہلیت ہوتی ہے	شاہ کی جانب سے اس کے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے
نیست یکتا رہ برآں شہ چوں خفا	در طلب پویم جگاہ من چرا
اس شاہ پر جب سوئی کا کھوا بھی مٹتی نہیں ہے	میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟
از فضولی چوں خن پیشش کنم	از چہ پیدا حاجت خویشش کنم
اس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کریں؟	اس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟
شاہ ما روشن ضمیر ست و خبیر	میدہد آخر مراد دل بدیر
ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے	انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے
صبر کن اے دل کہ مفتاح خوشی ست	درمیان صبر بس عیش و گشی ست
اے دل صبر کر کیونکہ وہ خوشی کی لکھی ہے	صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

شاہ روزے گفت کائے جان کرم	بحر صبر و حلمی و کان گرم
ایک دن شاہ نے کہا اے جان کرم	تو صبر اور حلم کا سمندر اور کرم کی کان ہے
خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ است	دل بخت اوج وحدت بستہ است
میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے	وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے
جانشین من شود خود کامراں	تارہم من از خراش این و آں
میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا	تاکہ میں اس اور اس کی غلش سے نجات پا جاؤں
رو بخلوت خانہ خاصے کنم	از سخن گفتن من اکنون تن زخم
میں اب خاص خلوت خانہ کا رخ کرتا ہوں	میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں
گفت پیغمبر کلام از فضلہ است	مر سکوت از تیر خالص فضلہ است
پیغمبر نے فرمایا کلام خواہ چاندی ہے	خاموشی بغیر ان گمراہ خالص سونے سے ہے
تخت ارشاد ست اگرچہ بس سنی	لیک اندر بے خودی صدر روشنی
رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے	لیکن بے خودی میں سیکڑوں روشنیاں ہیں
از تفکر ہا ولم خالی شود	مظہر انوار اجلائی شود
میرا دل فکر سے خالی ہو جائے گا	انوار اجلائی کا مظہر ہو جائے گا
فکر ساعت بہتر از طاعات سال	ایں تفکر ہست حیرت در جمال
ایک گھنٹہ کا فکر سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے	یہ فکر جمال میں حیرت ہے
چونکہ شہزادہ شنیدہ ایں ماجرا	زد ز تعظیم ادب سر را پرا
جب شہزادے نے یہ قصہ سنا	ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا
کہ مباد آں دم کہ از مسند روی	یا بخلوت خانہ گردی منزوی
خدا کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں	یا خلوت خانہ میں خلوت نشیں ہوں
سایہ تو بر سر من متدام	ظل گستر باد تو یوم القیام
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سر پر	قیامت تک سایہ ظن ہو
تاج ایں سر سایہ اقبال تست	سلم من پایہ اقبال تست
اس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے	میری بیزمی آپ کے اقبال کا پایہ ہے
یار ہم ہرگز بقا چنناں مباد	کہ بہ بینم مسند شہ را خمداد
اے خدا میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو	کہ میں شاہ کی مسند کا بچھاؤ دیکھو
زیں نعت بیاری شد گفتگو	لیک شہ از امتحاں در جستجو
اسی طریقہ پر بہت گفتگو ہوئی	لیکن شاہ امتحان جستجو میں تھا
کہ درادردل بود از حب جاہ	یا شکوہ سلطنت مانند شاہ
کہ اس کے دل میں حب جاہ ہو	یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو



ہج دردل عجب یا پندار ہست	یا دروش از مئے شوقست مست
دل میں کوئی تکبر یا غرور ہے؟	یا اس کا باطن شوق کی شراب سے مست ہے؟
دیدکاں در سرسر دیگر نہ پخت	بر نہالش جز نیازے بر نہ پخت
اس نے دیکھا کہ اس نے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا	اس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں پکا
حب جاہ و شاہی و حرص و ہوا	در سرش راہے ندارد ما سوا
رتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش	اس کے سر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا
جز خدا و و حب خاصان خدا	دردل او نیست راہے ہج را
خدا اور خاصان خدا کی محبت کے علاوہ	اس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے
جملہ احوال بطریق وضع یافت	ہر قدم بر شاہ راہ شرع یافت
اس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے	ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا
دردش میلے بسوی ملک نے	طالب بحرست و رہن فلک نے
اس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے	سمندر کا طالب ہے اور گشتی کا گردی نہیں ہے
برمحک امتحاں بس آزمود	غیر زردہ دہی آں جانبود
اس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا	سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا
گفت با اصحاب شہ کیوں نوجواں	می نیر زد جز بآں دخت چو جاں
شاہ نے معاصیوں سے کہا کہ یہ نوجوان	اس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے
ماہ را با مہر پیوندی خوش ست	جسم را با روح پابندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے	جسم کی روح سے وابستگی بہتر ہے
ایں مراو را او مرایں را لائق ست	ہر یکے اقران خود را فائق ست
یہ اس کے اور وہ اس کے لائق ہے	ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے
اتچنین دختر مر اینکس را سزا ست	آنچنان فص اندریں خاتم روا ست
ایسی لڑکی اس شخص کے مناسب ہے	دیا جمک اس انگوٹھی میں درست ہے
جملگی تحسین را لیش را بدل	کردہ گفتند العجل نعم الحجل
سب نے دل سے اس کی رائے کی تحسین	کر کے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے
شاہ گفتا محلے آراستہ	بزم طوکی بس سنی افراشتہ
بادشاہ نے حکم دیا انہوں نے مجلس آراستہ کی	شادی کی محفل بہت اعلیٰ قائم کی
ہر دو مشتاق ازل یک جان و دل	گشت ایجاب و قبول مستحل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا	عالم کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا
ہر یکے زان دیگرے سرست شد	جاں بجان و دل بدل پیوست شد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا	جان جان سے اور دل دل سے جڑ گیا

از تانی کار دارین ست راست	زین سب تعجیل از شیطان بخواست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں	اس لئے جلد بازی شیطان سے پیدا ہوئی
صبر را فرمود حق عزم الامور	می برد بے ریب ارب خود صبور
اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا	بے شبہ صابر اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے
ہر کہ رنجے برد گنجے ہم بہ برد	وانکہ کامل گشت در سختی ببرد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا	اور جو کامل بنا وہ سختی میں مرا
لیک کامل دنیا خوش ست	عجلت اندر کار دنیا ناخوش ست
لیکن کامل دنیا کا کامل بہتر ہے	دنیا کے کام میں عجلت بری ہے
صبر کن توکیل دنیا کن بدو	خیر و شرت را بہ از تو داند او
صبر کر دنیا اس کے سپرد کر دے	وہ تجھ سے زیادہ تیرا برا بھلا جانتا ہے
کامل دنیا شود چابک بدیں	بہجو آل شہزادۂ کاں سو میں
دنیا کا کامل دین میں چست ہوتا ہے	اس شہزادے کی طرح جو تیرا ہے

تمثیلات چند در بیان آنکہ کار دنیا جملہ برعکس کار ہاست  
چند مثالیں اس بیان میں کہ دنیا کے سب کام کاموں کے بالعکس ہیں

کار دنیا جملہ عکس کار ہاست	در خوشی غم ہست و زغم فرح خاست
دنیا کے سب کام کاموں کے الٹے ہیں	خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے
ہر کہ گریان ست او خنداں بود	وانکہ شاداں زیست او گریاں بود
جو روتا ہے وہ ہنستا ہے	اور جو خوش گیا وہ رونے والا ہوتا ہے
نعل معکوس ست نقش ایں جہاں	میل ہر چیزے بسوی ضد بداں
اس دنیا کا نقش الٹا نعل ہے	ہر چیز کا میلان ضد کی جانب سمجھ
ہر کہ را خوانند سلطان او گداست	زانکہ و طرش کامل از او طارماست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے	اس لئے کہ اس کی حاجت ہماری حاجتوں سے بڑھی ہوئی ہے
کاں فلاں را ایں رعایت کردن ست	دز فلاں مال فلاں نے بردن ست
کہ اس کلاں کی یہ رعایت کر لی ہے	اور فلاں سے فلاں مال لیتا ہے
گر گدا را بنی او سالمان وقت	مالک وقت و پدر شد زان وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے	وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کی وجہ سے باپ بن گیا ہے
خود ابوالوقت ست در احوال خویش	نے چو سلطان ابن وقت و حال خویش
وہ اپنے حالات میں ابوالوقت ہے	بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں ہے
بہچیں بجل و سخارا در نگر	نام برد آمد اے نیکو سیر
اسی طرح بجل اور سخاوت کو سمجھ	اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے



از بخیل آمد سخی تر گو کدم	مال خود را می گزارد بہر عام
تا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے؟	وہ اپنا مال عوام کے لئے چھوڑ جاتا ہے
نفس خود را جملہ زو محروم داشت	بہر خرج وارثاں معصوم داشت
اپنے نفس کو اس سے بالکل محروم رکھا	وارثوں کے خرچ کے لئے محفوظ رکھا
خود نخورد و تابکس از دست داد	کیں دو راجع سوی او ہست المراد
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا	کیونکہ یہ وہ (ہی) اس سے متعلق ہیں المراد
ہر کہ را خوانی سخی او شد بخیل	زانکہ غیرے رانداں او یک فیل
تو جس کو سخی کہا ہے وہ بخیل ہے	کیونکہ اس نے غیر کو قلیل چیز بھی نہ دی
یا بدنیا خود خورد یا میدہد	بہر عقبی در لحد یکسر نہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے یا دے دیتا ہے	آخرت کے لئے سب قبر میں رکھ دیتا ہے
دیگرے از مال او نفعی نہ بردہ	ہم خورانیڈ او بمسکین یا بخورد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اٹھایا	اس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا
صرف در راہ خدا بہر خود ست	تا بوقت بے کسی آید بدست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے ہے	تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے
چونکہ در محشر درم دینار نیست	دیں دو موزوں را در آنجا بار نیست
چونکہ محشر میں درہم دینار نہیں ہے	ان دونوں تلے والی چیزوں کا وہاں کا دھل نہیں ہے
اندر اں و قش رسد آں مال او	پر شود میزان فرخ فال او
اس کا وہ مال اس وقت میں پہنچ جاتا ہے	اس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے
دوستی و دشمنی ایں جہاں	بہمنیں برعکس آمد اے فلاں
اس دنیا کی دوستی اور دشمنی	اے فلاں! اسی طرح الٹی ہے
ہر کہ با تو دوست تر دشمن ترست	نخل عمرت را بافسوں زو برست
جو تیرا زیادہ دوست ہے وہ زیادہ دشمن ہے	وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے
ہر کہ دشمن گشت نامد سوی تو	نامد او گاہے ندید او روی تو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا	نہ وہ بھی آیا نہ اس نے تیرا چہرہ دیکھا
در حقیقت او بود از دوستاں	نقد عمرت رانکشتہ او ہتاں
در حقیقت وہ دوستوں میں سے ہے	وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا
دوستاں قضیع عمرت می کنند	در فساد وقت و حالت می تنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں	تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں
بر تو حالے آمد او آمد ز دور	حال دل برگشت و پیدا شد نفور
تیرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور سے آیا	دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

بر تو حالے آمد او آمد ز در	بہر گفت بیہودہ بہر سمر
تیرے اوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا	بیہودہ باتیں کرنے کے لئے (اور) قصہ گوئی کے لئے
صحبت عامی بلای اکبر ست	بہر عین قلب غین استرست
عوام کی صحبت بڑی مصیبت ہے	دل کی آنکھ کے لئے بہت چھپانے والا ابر ہے
غین رین آمد بقرص آفتاب	پس دل مہ را بازو چہ بود حساب
سورج کی نکلیا پر سیاہی کا ابر آیا	تو چاند کے دل کو اس سے کیا واسطہ؟

در بیان مغلوبیت حال خود و پر تو نور اجلال مولانا

جلال الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا کاشانہ سوز خودی گشتہ

اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان اور مولانا جلال الدین قدس سرہ کے نور اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر کو جلانے والا بن گیا

جلوہ برق تجلی جلال	آتش اندر خرمم زد چیت حال
تجلی جلال کی برق کے جلوے نے	میرے کھلیں میں آگ لگا دی کیا حال ہے؟
نور اجلال از جلال الدین روم	مخزن اسرار حق صدر انجوم
(حضرت) جلال الدین رومی کا نور اجلال	جو کہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ ستاروں کے صدر ہیں
از درونم خود بخود سری زند	ز آشیانم باز شہپر می زند
میرے باطن سے خود بخود ابھرتا ہے	پھر میرے آشیانے سے بازو پھڑپھڑاتا ہے
من ندانم من کیم گویندہ چیت	ویں شرر در پنبہ ام از برق کیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں کہنے والا کیا ہے؟	یہ چنگاریاں میری رومی میں کس کی برق ہیں؟
نالہ من از کدا میں پردہ است	حیرتم در بحر عمال بردہ است
میرا نالہ کون سے پردے سے ہے	حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے
می ترا ود بے من و بے سعی من	از نئے دل نالہ موزوں پر فجن
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر نکلتا ہے	دل کی نئے سے غموں سے بھرا موزوں نالہ
قافیہ مضمون پئے روپوش ہست	معنی از دل ہنچو شیر از بیشہ جست
مضمون کا قافیہ پردے کے لئے ہے	دل میں سے معانی جھاری سے شیر کی طرح نکلتے ہیں
ہم مرا خوردی وہم وہم خوردی	اے حسام الحق مگر در من شدی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی	اے حسام الدین شاید آپ میرے دل میں پہنچ گئے ہیں
آمدی در من مرا بردی تمام	اے تو شیر حق مرا خوردی تمام
آپ مجھ میں آ گئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا	آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے پورا کھل لیا
من چہ دانم آنچہ می دانی گبو	شد بدست تو زمام اے نیک خو
میں کیا جانتا ہوں آپ جو جانتے ہیں کہیں	اے نیک فطرت؟ باگ آپ کے ہاتھ میں ہے



از چه رو کردی مرا روپوش خود	من ندارم از سروپا ہوش خود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟	مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

چند نالہ زار کہ از نے بے قرار در آثار غمگسار سرزده و بیان

منازل کلی وجود و عروج و نزول اطوار ہستی بر مرتبہ شہود

چند نالہ زار جو غمگین در آثام بے قرار رو سے نکلے اور وجود

کے تمام منازل اور عروج اور ہستی کے شہود کے مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نے چوں حکایت میکند	قصہ ہجراں روایت میکند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے؟	جدا کی کا قصہ بیان کر رہی ہے
کز وجود مطلق چوں کندہ اند	من بگریہ مردماں در خندہ اند
کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جدا کیا ہے	میں رونے میں لوگ بننے میں ہیں
حال زار من نمید اند کے	ہستم اندر آتش غم چوں خستے
کوئی میرا حال زار نہیں جانتا	میں غم کی آگ میں جھکے کی طرح ہوں
چونکہ از قوس احد منزل شدم	خود بختم واحدیت حل شدم
جب میرا قوس احد سے تنزل ہوا	میں خود واحدیت کے تھکے میں مکمل مہی
منزل لاہوت را کردم عبور	کردم از جبروت اکی ہم مرور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا	میں "اکی جبروت" سے بھی گزر گئی
رفته رفته عالم ملکوت شد	عالم روحانی منوعوت شد
رفتہ رفتہ "عالم ملکوت" ہو گیا	موصوف "عالم روحانی" بن گیا
بعد ہ در عالم ملک و شہود	گشت ظاہر جملہ اطوار وجود
اس کے بعد "عالم ملک و شہود" میں	وجود کے تمام مراتب ظاہر ہو گئے
منتہائش عالم ناسوت گشت	زیں تنزلہا دلم مبہوت گشت
اس کا منہا "عالم ناسوت" ہو گیا	ان تنزلات سے میرا دل حیران ہو گیا
کے بود یارب کے معراجے شود	روح سوی قوس احدیت رود
اے خدا کب ہو گا کہ "معراج" ہو گی؟	روح "قوس احدیت" کی جانب جائے گی
ہر تنزل را عروجے لازم ست	قطرہ سوی بحر اخضر عازم ست
ہر تنزل کے لئے عروج ضروری ہے	قطرہ بحر اخضر کے لئے ارادہ کرنے والا ہے
لیک اقسام عروج ایجاں سہ است	برکس از فیض خدا ایں در نہ بست
لیکن اے جان عروج کی تین قسمیں ہیں	خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا
شد عروج عامہ مرگ جسم خاک	بس تعرج ہست در موت و ہلاک
عوام کا عروج خاکی جسم کی موت ہے	موت اور ہلاکت میں عروج ہے

قدر مرگ خود نمیدانی چرا	میدهد در مرج لاهوتی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟	وہ تجھے "لاہوتی" چراگاہ میں خوراک دیتی ہے
موت قبل الموت اگر دستت نداد	میکند کارت اجل حسب المراد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا	موت مراد کے مطابق تیرا کام کر دیتی ہے
موت جس ر موصل آمد سوئی یار	مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پل ہے	اے ہوشیار موت کے لئے آمادہ رہ
دہ چہ خوش باشد کہ سوی شہ روم	واصل درگاہ آں بیچوں شوم
واہ کیا اچھا ہو گا کہ میں شاہ کی جانب جاؤں گا	اس بے چوں کے دربار سے متصل ہو جاؤں گا
وقت آمد کز جہان بیکسی	پای کوہاں سوی بام او ری
وقت آ گیا کہ بے کسی کی دنیا سے	تو رخص کرتا ہوا اس کے بالا خانہ کی جانب پہنچ جائے
زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	تحفۃ المؤمن کہ الموت اے فتا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	اے نوجوان! موت مؤمن کا تحفہ ہے
گر نبودے موت در دنیای دول	سخت می کشتم عاجز بس زبول
اگر کہنی دنیا میں موت نہ ہوتی	ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے
شکر حق کو مخلصی بہادہ است	غرفہ سوی آں جہاں بکشادہ است
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھ دیا ہے	اس جہان کی جانب کھڑکی کھول دی ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	از عروج بعد مردن گو تو نیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا
زاں عروجے کردہ در برزخ رود	درمیان قبر تا محشر بود
اس کے ذریعہ عروج کر کے برزخ میں جاتا ہے	قبر کے اندر محشر تک رہتا ہے
پس عروجے ہست در محشر پدید	بعد ازاں درنار یا جنت کشید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے	اس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لے جاتا ہے
پس بسوی واحدیت تا احد	سربرآرد از تعین می رہد
پھر "واحدیت" کی جانب "احد" تک	سر اٹھارتا ہے تعین سے نجات پا جاتا ہے
منتہی سوی خدا شد زیں سبب	ہست رہی سوی او خود بے طلب
اس لئے منتہی اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہوا	خود بغیر مانگے اس کی جانب واپس ہے
مومن از نور جما لے می رسد	ثمرہا از باغ رویت می پشد
مومن کو نور جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے	دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے
کافر از نور جلالی گورسید	لیک محبوب ست و خسرانے کشید
کافر گویا نور جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے	لیکن وہ محبوب ہے اور اس نے نقصان اٹھایا ہے



معنی کل الینا راجعون	فہم کن واللہ اعلم بالفنون
"ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے" کے معنی	سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے
ایں عروج اضطراری عام ہست	بہر ہر ناچختہ و ہر خام ہست
یہ اضطراری عروج عام ہے	ہر نہ کچے ہوئے اور ہر کچے کے لئے ہے
زیں سبب فرمود آں احمد لیب	موت جبر موصل آمد تا حبیب
ان عہد احمد نے اسی لئے فرمایا	موت دوست تک پہنچانے والا بل ہے
وال عروج دومی شد ز اختیار	اولیاء و انبیاء را ز اعتبار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا	اولیاء اور انبیاء کے اعتبار سے
از رہ علم و عمل عارج شدند	پس بموت معنوی خارج شدند
وہ علم و عمل کے راستہ سے عروج حاصل کرنے والے ہیں	وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے
پیش مردن مردہ گرد و شو فنا	تا عروج حاصل آید مر ترا
مرنے سے پہلے مردہ بن اور فنا ہو جا	تاکہ تجھے عروج حاصل ہو
از منازلہا کہ سالک آمدست	جہد کردہ ہم بدانسو پازدست
سالک جن مراتب سے آیا ہے	کوشش کر کے اسی جانب قدم بڑھایا ہے
تاکہ وجہ حق برو ظاہر شود	در تجلی واحدی احدی رود
تاکہ اس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے	"واحدی احدی" تجلی میں چلا جائے
خود فنا گردد بقا حاصل کند	قطرۂ را تا بحر کل واصل کند
خود فنا ہو جائے بقا حاصل کر لے	قطرے کو بحر کل سے جوڑ دے
سو میں معراج جذب ایزدی	کو کشد در لمحہ سوی بے خودی
تیری معراج ایزدی جذب ہے	جو ایک لمحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے
چوں رسول مجتبیٰ در یک نفس	وارہید از قید ایں نازک نفس
جس طرح رسول تھے ایک سانس میں	اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے
دفعۂ تاقاب قوسین او پرید	راہ صد سالہ بیک جنبش برید
دفعۂ وہ تاب قوسین تک اڑے	سو سالہ راستہ ایک جھپٹ میں طے کیا
در دم از ظاہر سوی باطن رود	وال کثافت خود لطافتہا شود
فورا ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے	وہ کثافت خود لطافتیں بن جاتی ہے
ظلمت خاکی ز جسم تو رود	نور یزدانی بہفت اعضا دود
خاک ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے	خدا کی نور سات اعضاء میں دوز جاتا ہے
لیکن ایں در اختیار عبد نیست	بندہ را فعلی بجز در جہد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے	بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

ز اجتہا گشتہ محبوباں مصیب	واں دگرہا گشتہ بھدی من ییب
محبوب "اجتہا" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں	اور وہ دوسرے "وہ اس کو ہدایت کرتا ہے جو جوع کرتا ہے" کے صدق ہے
ہر مرید آخر مرادے می شود	طالبے مطلوب رادے می شود
ہر مرید آخر میں مراد بن جاتا ہے	طالب جوان کا مطلوب بن جاتا ہے
نے مشابہ آنکہ کار آخر کند	ہر مرید ایں اجتہارا کے سزد
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کر دے	ہر مرید اس "اجتہا" کے لائق کہاں ہے
قدر حال خود مرید آمد مراد	زیں سبب فزود آں رب العباد
مرید اپنے حال کے اندازہ سے مراد بنتا ہے	اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
من تقرب شبر باعاً کنت لہ	من اتی یشی اتیت ہرولہ
جو ایک باشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا	جو چل کر آیا میں ہماگ کر آیا
جہد کن کز جہد ہا عارج شوی	ز آشیان آب و گل خارج شوی
کوشش کر کیونکہ مجاہدوں سے تو صاحب معراج ہو گا	آب و گل کے آشیانہ سے نکل جائے گا
از چہ نور پاک و خوش آمد ملک	از چہ صاف و روشن آمد ایں فلک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے	یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟
زانکہ از خاک مکدر برتر اوست	زانکہ از نفس دنی مطہر اوست
اس لئے کہ مکدر خاک سے وہ بالا ہے	اس لئے کہ وہ کمینہ نفس سے پاک ہے
نفس خیرہ خاک تیرہ شد بہم	بر بلا آمد بلا اے خوش قدم
بے پاک نفس اور مکدر مٹی اکٹھے ہوئے	اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت ہوئی
جہد کن تا خاک را صافی کنی	زیں ہمہ آلودگی ہا برکنی
کوشش کرتا کہ تو مٹی کو صاف کر لے	تو ان سب آلودگیوں سے جدا ہو جائے
نفس خیرہ را بدہ بس گوشال	تا دم از خاک جسمت صد نہال
بے پاک نفس بہت سزا دے	تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سینکڑوں پودے اگیں
جہد کن اندک زمانہ روز چند	چند شب گریہ بکن باقی مخند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کرے	چند راتیں رولے باقی نہیں
زیں سبب فرمود قرنی اویش	شاعتہ دنیا و فیہا الروح لیس
اسی لئے اویش قرنی نے فرمایا	دنیا کچھ وقت ہے اور اس میں آرام نہیں ہے
کاہلی درکار دنیا در سپار	چاہکی میکن پے روز شمار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر	حساب کے دن کے لئے چستی بہت
زہد در دنیا چہ جای فخر تست	میل سوی جیفہ ننگ و خسر تست
دنیا میں زہد تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟	سردار کی طرف میلان زلت اور ٹوٹا ہے



قدر او تھا چو پرپشہ نیست	پیش بحر آں جہاں جزر شہ نیست
بھینا اس کی قدر مجھ کے پر کی طرح (بھی) نہیں ہے	اس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینے کے سوا نہیں ہے
کرد احسانے خدا وند بلند	زہد ایں ناچیز را از ما پسند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا	کہ اس ناچیز سے ہماری بے رغبتی پسند کر لی
زہد نامرغوب چیزے بس حقیر	از کرم بنوشت او شینا کثیر
بہت حقیر نامہندیدہ چیز سے بے رغبتی کو	کرم سے اس نے "کمٹی چیز" لکھ دیا
از عنایتہای خاص ایزدست	کو شبہ گیرد دہد گوہر بدست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے	کہ وہ پتھ لے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے
عمر محدود قلیلے بے ثبات	طاعتے کردی و رفتی در حیات
ناپائیدار تھوڑی گہنی جتنی عمر	تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا
آں حیات باقی بے انتہا	نے عدم گردش بگردد نے فنا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی	جس کے چاروں طرف نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا
لا یحوم حوله الاعدام قط	صرت روحاً باقیاً حیاً فقط
نیمتیاں اس کے گرد بھی پکر نہیں کاہنیں	تو بس باقی رہنے والی زندگی روح بن گیا
عمر دنیا پیش عقبی ساعت ست	ساعتے را ناہی راحت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عمر ایک گھڑی ہے	ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے
ہے کجائی فہم و عقل تو چہ شد	پاس انفاس چو گوہر دار خود
بائیں تو کہاں ہے؟ تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟	اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ
ہر نفس بہر مسیحات چست	گر نداری پاس او از جہل تست
ہر سانس تیری مسیحات کے لئے تیار ہے	اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے
قیمت یک دم جہانے گروہی	نیست ممکن کز اجل یکدم رہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دنیا لے	ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کے لئے موت سے نہات پائے
انچنین انفاس خوش ضائع مکن	غفلت اندر شہر جاں شائع مکن
ایسی بہتر سانس ضائع نہ کر	جان کے شہر میں غفلت کو رائج نہ کر
برسپرنی سہ روزہ می تنی	چوں ستاع آخر بپاسے برزنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے	بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گر جائے گا
درز غارہ چوں زخارہ سان ساں	بند بندت گردد آخر اے فلاں
نمناک مٹی میں سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے	بالآخر تیرا جوڑ جوڑ ہو جائے گا اے فلاں!
سامہ عہد ازل را یاد کن	رنشہ فطرت چو داری باد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کر	جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے ہوا دے

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست	در صلوة و صوم میقاتے شدست
ہر عبادت کا اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے وقت مقرر ہے	نماز اور روزے کا ایک وقت معین ہے
ہم زکوٰۃ و حج فرض وقتی ست	غفلت اندر وقت آں بدبختی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے	اس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے
جز کہ ذکر آں خدائے پاک ذات	نیستش وقت معین از خدات
اس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا	خدا کی جانب سے تیرے لئے اس کا وقت معین نہیں ہے
نوط ذکر حق بہ نسیاں داشتند	ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کر دیا	ذکر کو بھول میں دائر کر دیا
گفت اذکر ربک آں شاہ جہاں	وقت نسیاں اذنسیت را بخواں
اس شاہجہان نے "تو اپنے آپ کو یاد کر" فرمایا	بھول کے وقت جبکہ تو بھولے پر پڑھ لے
ظفر اذکر اذنسیت آمدست	پس بہر نسیاں قریں ذکرے شدست
"تو ذکر کر" کا وقت "جبکہ تو بھولے" آیا ہے	تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے
ہر گہمت نسیاں بتازد ذکر گو	تا نماند غیر ذکر و فکر ہو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر	تا کہ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے
جز خدائے وحدہ چہ بود دگر	نام او بر جان و دل شیر و شکر
خدائے وحدہ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟	اسی کا نام جان اور دل کے لئے شیر و شکر ہے
ذکر کن مذکور تا گردد عیاں	نے ہمیں ذکر کہ باشد بر زباں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہوا مشاہد ہو جائے	نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو
ذکر لفظی غیر عارض بیش نیست	ذکر روحی جز فن درویش نیست
لفظی ذکر ایک عارض سے زیادہ کچھ نہیں	روحی ذکر درویش کے ہنر کے سوا نہیں ہے
چونکہ بر باید ترا سلطان ذکر	آں زماں گشتی سراپا کان ذکر
جب سلطان الذکر تجھے اڑا لے	اس وقت تو مجسم ذکر کی کان بن گیا
ذاکر و مذکور و ذکر آید یکے	غیر حق باقی نماند بے شکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا	بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہے گا
عالے دیگر بدل زائد ترا	کیں سما و ارض شد آنجا ہبا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہو گا	کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرہ ہیں
آفتاب دیگر از مشرق تند	ذرہ ات اشراق خورشیدے کند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا	اس کا ایک ذرہ سورج کو روشن کر دے گا
مہر چوں آئینہ را گردد محیط	آئینہ خود جلوہ گر شد ز اں بسیط
سورج جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے	اس پہلے ہوئے سے خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے



بعد ازیں گفتن اجازت کے بود	نخن اقرب ہر زمانم دے بود
اس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟	ہر وقت تیرے لئے "ہم زیادہ نزدیک ہیں" وہ ہوتا ہے
در رگ و در پوست و اندر استخوان	برق زد چندانکہ رفت از من نشان
رگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں	ایسی بجلی گری کہ میرا نشان مٹ گیا
شعلہ عشق از گریباں سر برد	احمداً اکنون مجو غیر از احد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر اہمارا	اے احمد! اب احد کے غیر کو تلاش نہ کر
شد گریباں صورت مقراض لا	من کجا و ہستی فانی کجا
گریبان "لا" کی پہنچی کی صورت بن گیا	(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟
قارع آمد ز عشق ذوالجلال	ریزہ ریزہ کرد مینای خیال
ذوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی	جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا
در قیامت راز عشق ست اے فلاں	صد قراع چوں کتاب الاماں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے	لکھنوں کو سو مرتبہ کھٹکانے کی طرح الاماں

### درتاویل برتصوف سورة القارعة وما درک القارعة

تصوف کے اعتبار سے اس سورت کی تفسیر القارعة کیا ہے القارعة اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعة

قارعہ دانی کہ چہ بود قارعہ	ہست بہر کوب دلہا سارعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟	دلوں کو کوٹنے کے لئے جلدی کرنے والی ہے
پس چہ آگاہی بگوزاں قرع سخت	کو کند دلہائے عاشق لخت لخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟	جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے کر دیتا ہے
قرع عشق آں روز باشد بردلت	تا بدیں نوبت رساند منزلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اس روز ہو گا	حتیٰ کہ تیرا مقام اس نوبت پر پہنچا دے گا
پیش تو شاہ دامیر و ہر کبیر	جملہ چوں پردانگاں باشد حقیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہر بڑا	سب پردانوں کی طرح حقیر ہوں گے
در نظر کسی را نباشد وزن جو	دل نباشد با کسے ہرگز گرد
نظر میں کسی کا جو برابر وزن نہ ہو گا	دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہو گا
روزن عجب دریا مسدود شد	تا ترا خلق از نظر مفقود شد
نکبر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا	حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گم ہو گئی
غیر حق را قدر نبود در دلت	مردہ گردد خواہش آب و گلت
تیرے دل میں حق کے خیر کی قدر نہ ہو گی	تیری آب و گل کی خواہش مردہ ہو جائے گی

## وتكون الجبال كالعهن المنفوش

اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح

کوہاں سخت چوں پنبہ شود	از نظر ہچوں سحابے میرود
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے	نظر کے سانے ابر کی طرح چلیں گے
عالمے گردو ہبا پیش نظر	غیر حق را مرتفع گردد اثر
آنکہ کے سانے عالم ذرات بن جائے گا	حق کے غیر کا اثر اٹھ جائے گا
حیث عالم آں عرضہا مجتمع	در یکے عین بسیط متع
عالم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں	ایک وسیع چوڑے عین میں
نیست چوں اعراض را ہرگز بقا	ہر چہ مودست ہست اکنون فنا
چونکہ اعراض کے لئے ہرگز بقا نہیں ہے	جو موجود ہے اب فنا ہے
عالم امواجیت در بحر وجود	لیک چوں آپست سیال اے وود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں	لیکن اے دوست پانی کی طرح بہنے والا ہے
ہچو آں جوالہ شعلہ دائرہ	در نظر آید بسرعت سائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ	نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے
نیست در واقع بجز نقطہ دگر	ایں فساد از حس تو شد اے پر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے	اے بیٹا! یہ فساد تیری حس سے ہوا
ہچناں کہ قطرہائے نازلہ	نزد تو شد مستقیم واصلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات	تیرے نزدیک سیدھا (خط) اور جڑے ہوئے ہیں
بسکہ او جنبش بسرعت میکند	حس تو بر فقد او کے می تند
وہ صرف تیزی سے حرکت کر رہے ہیں	تیرا حس اس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے
ہست در تجدید اکواں ایں جہاں	میشود مثلش مجدد ہر زماں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے	اسی جیسا ہر لمحہ نیا آجاتا ہے
لیک حس ظاہرت از اشتباہ	دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
لیکن تیری ظاہری حس اشتباہ کی وجہ سے	ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے
در نظر آمد نظام متق	ہست در ہر آں و لیکن ممحق
نگاہ میں متصل نظام ہے	جو ہر آن موجود ہوتا ہے لیکن مٹنے والا ہے
نیست در یک لمحہ عالم را قرار	ہچو موج آب دائم در فرار
عالم کو ایک لمحہ کے لئے قرار نہیں ہے	پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے
ہر ماں از فیض سابق لاحقہ	ہچو او موجود گردد فائقہ
ہر لمحہ پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے	ایک بڑھا ہوا اس جیسا موجود ہو جاتا ہے



موجد و مفنی ہماں یکذات دوست	انقفا باخود ظہور نور اوست
پیدا کرنے والی اور فنا کرنے والی دوست کی وہی ایک ذات ہے	اس کا مفعول ہوتا خود اس کا ظہور ہے
سرعت کون و فساد ایں سحر کرد	شد ز حس مشترک تمیز فرد
بنے اور مٹانے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے	حق حس مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے
کل شیء ہالک الا وجهہ	ایں زمانہ ست آشکارا اے عمو
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات	اے بچا! اسی وقت ظاہر ہے
لیک فیض حق مدد آرد زجود	ہر دُش بخشد سر نو نو وجود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا فیض پہنچاتا ہے	اس کو ہر دم از سر نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے
ہر دمت اے جاں فنا و زندگیت	غیر وجہ اللہ کرا پایند گیت
اے جان تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے	اللہ کی ذات کے سوا کس کے لئے بقا ہے؟
قارعہ ایناں چو برجانت زند	ضربت آل یتشہ ہستت را کند
کمز کرنے والی (قیامت) اس طور پر جب تیری جان پر پڑتی ہے	اس یتشہ کی ضرب تیری ہستی کو اکھاڑ دیتی ہے
مستمر بنی عدم اعیان را	نیست موجودے بجز ذات خدا
تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا	خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے
کوہبا گردد ترا مرالسحاب	مرتفع شد چونکہ از پشت حجاب
پہاڑ تیرے لئے ابر کا چلنا ہو جائے گا	جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

### فاما من ثقلت موازینہ فہو فی عیشۃ راضیۃ الی آخرہ

لیکن وہ شخص جس کی ترازوئیں بھاری ہوئیں پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہر کرا در ضربت عشق و قراع	کفہ میزان عقلش شد مراع
عشق اور کمز کرنے کی ضرب میں	جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا ہو گیا
کفہ میزان عقلش شد گراں	از نہیب عشق نامد در زیاں
اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا	عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا
گرچہ کنت سمعہ ہی یسمع اوست	خود کہ بی بیصر وہی یبطش زدوست
اگرچہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وہ ہے	وہ خود دوست کی جانب سے "میر سذر بید کہتا ہے اور میر سذر بید کہتا ہے"
لیک در شور فنا از جانشد	در مقام جمع صلح افزانشد
لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا	وہ جمع کے مقام میں خلاف شریعت بات بڑھانے والا نہ بنا
حد خود را داشت مطموح نظر	آنچہ می بیند نگفت او از حذر
اس نے اپنی حد کو منظور نظر رکھا	جو کچھ وہ دیکھتا ہے احتیاط کی وجہ سے اس نے وہ نہ کہا
اوست در عیش پسندیدہ مدام	در مقام خلعت از کاس الکرام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے	"فلت" کے مقام پر خمیوں کے پیالہ میں

وانکہ شد میزان عقل او سبک	رفت در جام از حد آں ظرف تنگ
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی	وہ کم ظرف (ایک) جام سے حد سے گزر گیا
شورشے دو شتے آغاز کرد	خویش را باقرص خور انباز کرد
شورش اور دشت شروع کر دی	اس نے اپنے آپ کو اپنی نگہ کے ساتھ شریک کر لیا
گشت در آئینہ تاباں آفتاب	محو شد آئینہ رخشاں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا	آئینہ محو ہو گیا سورج روشن ہے
خود گمان آفتابے او نمود	لیک در واقع بجز عکس او نبود
اس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا	لیکن واقع میں اس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا
گشت منصور و سرے برباد داد	وز شرار عشق آتہا فداد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا	عشق کی چنگاریوں سے آگیں نکلیں
برق از جان و دلش سربرزند	شعلہ شوقش چو خاکستر کند
اس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے	اس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے
شعلہ غیرت بدل گرم او فداد	آتش عشق افر سوزش بداد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا	عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا
تیز تر شد برق عشق بے نشان	سوختہ چوں یافت سورد بیگماں
بے نشان عشق کی بجلی زیادہ تیز ہو گئی	جب اس نے ایندھن پایا وہ یقیناً جل جائے گا
پس شود جای دلش در ہادیہ	ہیچ میدانی چه باشد ماہیہ
اس کے دل کی جگہ ہادیہ ہو گئی	تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"
آتش سوزندہ نقش غیر را	کہ بسوزد پر طیر و سیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ	جو اڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے
از لہب آتش ہجراں بسوخت	ہر کہ زان شمس مشعع دیدہ دوخت
وہ ہجر کی آگ کی لہب سے جل گیا	جس نے اس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی
اے ایاز ارحد خود شناختی	جاں بجان شاہ بے حد ساختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا	جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

باز رجوع نمودن بتفصیل و تاویل قصہ شہزادگان و تطبیق نمودن او بر منازل عرفان  
شہزادہ کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اس کی عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصہ شہزادگان	باز گردانم بسوی آں عنان
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا	اس کی جانب پھر ہاگ موڑتا ہوں
اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام	تا بری زیں داستاں حصہ تمام
اس قصہ سے پوری مہرت حاصل کر لے	تاکہ تو اس داستان سے پورا حصہ حاصل کرے



مرد را باید کہ کار خود کند	نے برافسون و فسانہ برتند
انسان کو چاہئے کہ انجام کام کرے	نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انھار کرے
عمرہا کردی در افسانہ تمام	صبح نزدیک ست بر خیز از منام
تو نے عمر افسانہ میں ختم کر دی	صبح قریب ہے نیند سے بیدار ہو جا
صبح پیری آمد و وقت رحیل	در اساطیر و سمر کم شود حیل
بڑھاپے کی صبح آگئی اور کوچ کا وقت ہے	کہانیوں اور قصہ میں دخل نہ دے
آں بکن کہ زاد راہے باشدت	در لحد روشن چوماہے باشدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو	جو چاند کی طرح تیرے لئے قبر میں روشن ہو
شام شد آمد غروب آفتاب	وقت بیگہ شد بخانہ روثاب
شام ہوگئی آفتاب کے غروب کا وقت ہو گیا	دیر ہو گئی جلد گھر جا
نان و حلوا خوردہ تو مدتے	بیچ زان دیدی بباطن عدتے
تو نے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے	اس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟
نفس را پروردی و گاوے شدی	کے بمنزلگاہ خود شادے زدی
تو نے نفس کو پالا اور بتل بن گیا	تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟
چوں ستا کے تازہ سر افراختی	خود ستادندے معلے ساختی
تو نے نئی شاخ کی طرح سر اٹھار	اپنے آپ کو ادباً بگھ بنایا ہے
سنگ را سنبدی از ناخن بزور	شیر را رنجانندی ازا قوت چو کور
تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پھر میں سوراخ کر دیا	تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو کورخر کی طرح ستایا
آخر انفاست سکنجیدن کند	چوں پھک در مرگ پغزیدن کند
بالآخر تیرے سانس سٹپ ہو گئے گئے	جہاں کی طرح مرتے وقت ڈریں گے
پس بکن امروز بہر مرگ ساز	در گزری سوی حقیقت از مجاز
پس تو آج موت کے لئے تیاری کر لے	مجاز سے حقیقت کی جانب چلا جا
نان و حلوا خوردی و کمتر شدی	در و حلہای گنہ چوں خرشدی
تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو مٹا ہو گیا	گناہ کی کچھڑوں میں گدھے کی طرح رہ گیا
نعمت الوان دیگر خوردہ گیر	خویشتن را آخر اے جاں مردہ گیر
فرض کر لے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں	اے جان بالآخر اپنے آپ کو مردہ فرض کر لے
چرب و شیریں خوردہ گیر اے شیر زفت	در دو روزہ تب ہمہ آں زور رفت
اے موٹے شیر فرض کر لے تو نے چکنی اور میٹھی غذائیں کھائیں	دو دن کے بغار میں وہ سب طاقت ختم ہو گئی
آں بخور کاں نور دل افزایشت	غرفہ سوی آں جہاں بکشایدت
وہ کھا جو تیرے دل کا نور بڑھائے	اس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے

رفت عمر بے بہادر کاہلی	چند روزے ماندہ است و غافل
تیری قیمتی عمر سستی میں ختم ہوئی	چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے
رفت رفت اکٹوں بیاہم سوی دوست	تیز تر نہ گام اندر کوی دوست
جو گزرا سو گزرا اب بھی دوست کی جانب آ جا	دوست کے کوچہ میں تیز قدم اٹھا
آنچہ باقی ماندہ از دستت مدہ	پاز سرکن سر بہ پائے یار نہ
جو کچھ باقی ہے اس کو ہاتھ سے نہ دے	سر کے بل چل سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے
آنکہ گر صد سال عصیان کش کنی	باز در بازست چوں حلقہ زنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اس کی نافرمانی کرے	پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکتائے
زیں چنیں یارے نکو بربیدہ	خاک بر فرقت کہ بد فہمیدہ
تو ایسے بھلے دوست سے کتنا ہے	تیرے سر پر خاک تو غلط سمجھا ہے
کار حق بر طاق نیایا داشتی	در ہوا چندیں علم افراشتی
تو نے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاق لیاں میں رکھ دیا	تو نے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کئے
پنبہ غفلت بدر از گوش کن	پندم ایجاں بشنو اندک ہوش کن
غفلت کی روٹی کان سے نکال	اے جان! میری نصیحت سن لے تھوڑا سا ہوش کر
چیت روح آل طائر قدسی صفت	در نفس محبوبوں بہر معرفت
روح کیا ہے؟ وہ قدسی صفت پرند ہے	معرفت کے لئے بھڑے میں بند ہے
چیت روح آل طائر قدسی نژاد	بہر کسے اندریں زنداں فقاد
روح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے	کمانی کے لئے اس قید خانہ میں پڑا ہے
بہر تعلیم ست طوطی در نفس	تابیا موزد صغیر از خوش نفس
طوطی بھڑے میں سکھانے کے لئے ہے	تاکہ وہ خوش آواز سے سنی (بجاتا) سکھ لے
آمدہ بہر تجارت از عدم	روباں سو باشد او را دمبدم
تجارت کے لئے عدم سے آئی ہے	اس کا رخ ہر وقت اس جانب ہے
نفس تو ہچھو پدر در تربیت	میکند منع از حصار مدہشت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے	تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے
نفس امارہ بعصیاء راندت	سوئی فسق و کفر و طغیاں خواندت
نفس امارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے	تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے
منع آرد زان حصار پر صور	کاں ربايد ہوش دنیا سربر
اس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے	کہ وہ دنیاوی عقل بالکل اڑا دیتا ہے
حسن دین احمدی بابر ج دبار	می ربايد ہوش دنیا ز اعتبار
برج اور بزرگی والا احمدی دین کا قلعہ	عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اڑا دیتا ہے



اندران تصویر شاہ و دخت او ست	ذکر حور و جنت و عشق نکوست
اس میں شاہ اور اس کی دختر کی تصویر ہے	حور اور جنت اور اچھے عشق کا ذکر ہے
چونکہ زوجنا بحور عین گفت	گوہر دل را بتار طمع سفت
چونکہ ”ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کر دی“ فرمایا	دل کے موتی کو لالچ کے تار سے گوندھ دیا
چونکہ انسانیت مجبول از ازل	سوی جلب نفع و دفع ہر خلل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے	نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب
زیں سبب در حصن شرع خوش نظر	کردہ انداز رغبت و رہبت صور
اسی لئے شریعت کے قلعہ میں	رہبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنا دی ہیں
گم زراہ طمع بر راہ آورند	گاہ خوف قعر دوزخ میدہند
بہی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں	بہی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں
تازیانہ نفسہای سرکشاں	جبر و کرہا می برد سوی شہاں
سرکش نفوس کو کوزا	جبرا اور قہرا شاہوں کی طرف لے جاتا ہے
تا کہ طوعاً یا کہ کرہاً ایں نفوس	سوی شاہ و دخترش گردد انوس
تا کہ یہ نفس خوشی سے با جبرا	شاہ اور اس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں
لیک چوں شہزادگان یعنی بشر	برسہ قسم انداز سلوک اے دیدہ ور
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان	اے دیدہ ور سلوک میں تین قسم کے ہیں
ظالم متہمم لنفسہ مقصد	سابق بالخیر بعضے شد زجد
ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور میانہ رو ہے	بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا بنا
اولیں شہزادہ کشت او نفس خود	از گروہ ظالمان نفس شد
پہلا شہزادہ اس نے اپنی جان کو ہلاک کیا	وہ نفس پر ظلم کرنے والوں کے گروہ میں سے ہو گیا
در طش آں در جانں از کف فداد	داد کسب و معرفت ہرگز نداد
اس کی جان کا موتی طش میں ہاتھ سے گر گیا	اس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی
لیک لطف شاہ دستش را گرفت	شد ز منظوران درگاہ ایں شگفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اس کی دھیری کی	وہ مقبولان بارگاہ میں سے ہو گیا یہ تعجب ہے
ہر کہ بہر ش جاں دہد جانں دہند	وانکہ یاقوتے دہد جانں دہند
جو اس کے لئے جان دے دیتا ہے وہ اس کو جان دے دیتے ہیں	اور جو ایک یا قوت دیتا ہے اس کو کان دے دیتے ہیں
سوخت از یک شعلہ چوں پروانگاں	در چہ افاد چوں دیوانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شعلہ سے جل گیا	دیوانوں کی طرح ایک کنویں میں گر گیا
مرد باید در نبرد شیر عشق	تا بقدر وسع گردد سیر عشق
عشق کے شیر کی جگ میں بہادر درکار ہے	تا کہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو

گر بگردن یار درد ست آمدے	پس رہ حق سخت آساں تر بدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آ جایا کرتا	تو خدا کا راستہ بہت آسان ہوتا
ہست اینجا ہرکس مر گے دگر	کز مراش موت دارد صد خطر
یہاں ہر دم ایک دوسری موت ہے	جس کی نفی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے
واں دوم تحصیل کرد و اجتہاد	لیک در عجب فساد و در فساد
اور اس دوسرے کے تحصیل اور کوشش کی	لیکن تکبر میں اور فساد میں پڑ گیا
خویش رابا آفتاب انباز کرد	دعویٰ قول انا الحق ساز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا	"انا الحق" کے قول کا دعویٰ شروع کر دیا
در رہ اوہم توقف بیش شد	منزل داراں سرش را پیش شد
اس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا	سولی کی منزل اس کے سر کے سامنے آئی
ماند در راہ از کمال احمدی	جرعہ نوشید از جمال احمدی
کمال احمدی سے راستہ میں رہ گیا	اس نے احمدی جمال کا ایک گھونٹ پیا
لطف شد او را بجاں مقبول کرد	باوصال خویشتن مشغول کرد
شاہ کی مہربانی نے اس کو (دل و ) جان سے مقبول بنایا	اپنے وصال میں مشغول کر دیا
نے ز استعداد و استحقاق بود	ایں ہمہ لطف شد خلاق بود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا	یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی
واں سوم شہزادہ بود از سابقاں	گشت از ہر دو برادر سابقاں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لے جانے والوں میں تھا	وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا
از طریق معرفت آگاہ شد	باحقیقتہای شد ہمراہ شد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا	شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا
کرد جہد و کسب عرفانی نمود	قرب آں شد دمہم برمی فرود
اس نے مجاہدہ اور کسب کیا عرفان ظاہر ہوا	دمہم اس شاہ کا قرب بڑھ رہا تھا
چوں ز ترغیب اہل ایمان میروند	سوی شاہ از عشق دختر میدوند
چونکہ اہل ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں	شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں
چوں نظر برشہ فقاد از خود شدند	عشق دختر مستتر بر شد زدند
جب ان کی نظر شاہ پر پڑی از خود رفتہ ہو گئے	پوشیدہ لڑکی کا عشق شاہ سے وابستہ کر دیا
چونکہ استعداد کامل دید شاہ	در جہالش داد دخترز اغتباہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی	آگاہی کی وجہ سے لڑکی اس کے نکاح میں دے دی
واں دوراہم شد ز دختر گو نصیب	لیک کوں آں رتبہ و قرب عجیب
اگرچہ ان دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا	لیکن وہ رتبہ اور عجیب قرب کہاں؟



ناقصے را شاہ برمند نشاند	خویش خواند و بر سرش ز رہا فشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مند پر بٹھایا	اپنا کہا اور اس کے سر پر زر افشانی کر دی
ہست از نقصان خود او منفعل	بر سر یہ سلطنت محزوں تجل
وہ خود اپنی کی سے شرمندہ ہے	وہ سلطنت کے تحت پر عملیں شرمندہ ہے
دردش از زلت خود خارہا	می کشد زان منقصت آزارہا
اس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں	اس کی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیرالبشر	نیست غم در جنت از غفلت مگر
اسی لئے خیر البشر نے فرمایا	جنت میں کوئی غم نہیں ہے مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بخت رہ دہند	چتر سلطانی و قصر شہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں	شہی چتر اور شاہی قلعہ دے دیتے ہیں
ہچو طاؤس اوز پای زشت خویش	منفعل دارد سر افگندہ بہ پیش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے مور کی طرح	شرمندہ ہے سامنے کو سر لٹکائے ہوئے ہے
زنگی راز آئینہ خانہ چو سود	ہر طرف آئینہ ہست او را حسود
صبی کو قیش کل سے کیا فائدہ؟	اس کے لئے ہر جانب حاسد آئینہ ہے
صورت زشتش در آئینہ بلاست	دیدن خود بر سر او ارہاست
اس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے	اس کا خود دیکھنا اس کے سر پر آرے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے عمو	حال آں سلطان کہ شد لاحق بگو
اے بچھا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	اس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ ملا

رجوع آوردن حکایت آں بادشاہ کہ در اثنای

راہ ترک سلطنت کردہ ملحق بایں سہ گردیدہ بود

اس بادشاہ کی حکایت کی جانب رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان راستہ میں ان تینوں سے آملتا تھا

اے ضاء الحق حسام الدین حسن	باز گو حال شہ چارم بمن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!	مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کیسے
چونکہ شد او تارک آں سلطنت	ماند باشہزادگان در مسکنت
جبکہ وہ اس سلطنت کو چھوڑنے والا بن گیا	وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا
ملک را بگذاشت شد شاں را رفیق	ہم رہی میکرد در قطع طریق
اس نے سلطنت کو چھوڑا ان کا ساتھی بن گیا	راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا
خدمتے میکرد سرگرم وفاق	بادل خالص منزہ از نفاق
موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا	نفاق سے پاک خالص دل سے

پرتوے از عشق شاں او را ربود	در سفر باہر سہ ہمراہی نمود
ان کے عشق کے پرتو نے اس کو اچک لیا	سفر میں ان تینوں کی ہمراہی دکھائی
عشق رازینساں بے تاثیر ہاست	مردل آزادہ را زنجیر ہاست
عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں	آزاد دل کے لئے زنجیریں ہیں
صحبت عاشق ترا عاشق کند	صحبت فاسق ترا فاسق کند
عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے	فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے
ہر کے کے از دیگرے خوی برد	خریزہ از خریزہ بوی برد
ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے	خریزہ خریزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے
منکر از تاثیر صحبت جاہل ست	ہر کہ از صحبت رمدلس غافل ست
صحت کی تاثیر کا منکر نادان ہے	بد صحبت سے بھاکے وہ بہت غافل ہے
رنگ گیرد خریزہ ران دگر	صحبت انساں نہ بخشد چوں اثر
خریزہ دوسرے خریزے سے رنگ پکڑتا ہے	انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟
ہمرہ اصحاب کہف آں کلب شد	تا سگی ازوے بکلی سلب شد
وہ کتا اصحاب کہف کا ہمراہی بنا	حتیٰ کہ اس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا
باش مردان خدا را خاک پا	تارسد از مہر او نورے ترا
مردان خدا کے پاؤں کی خاک بن جا	تاکہ تجھے اس کے چاند سے نور حاصل ہو
زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	لا تصحب انت الامومنا
اس لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	تو ہجو مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر
مشک گرداند معطر طبلہ را	پشک بخشد مثنیہاز بلہ را
مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے	میگی کڑی کو بدبوئیں بخشتی ہے
چونکہ روغن کرد خود را صرف گل	گشت در طیب رواج ظرف گل
جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صرف کر دیا	وہ خوشبودوں میں پھول کا ظرف بن گیا
چلچلہ از صحبت خود بیضہ را	می کند مانند خود بے امرا
انجن ہاری اپنی صحبت سے انڈے کو	پشک اپنی طرح (انجن ہاری) بنا لیتی ہے
بود آں شہ ہمرہ شہزادگان	تا دودادر زیں سہ تن دادند جاں
وہ شاہ شہزادوں کے ساتھ تھا	جب ان تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دے دی
گشتہ باشہزادہ سوم رفت	ہر نفس حاضر بہ پیشیش چوں عشیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا	ہر دم اس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا
واں سوم چوں گشت صہر شاہ چیں	درخواست بود ایں مرد گزیں
وہ تیسرا جب شاہ چین کا داماد بن گیا	یہ برگزیدہ مرد اس کے خواص میں سے تھا



شاہ چیں چوں دید خلعتش بیش	اختصاص خاص با محبوب خویش
شاہ ہمیں نے جب اس کی بہت محبتیں دیکھیں	اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت
یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دو را	میل شد شہ را بسویش از ولا
اس نے جب دونوں کو ایک جاں دو قالب پایا	شاہ کا دوستی سے اس کی طرف میلان ہو گیا
گفت ہاشمزدہ از روی کرم	کیں رفیق تست پوپ ہر خدم
اس نے از روی کرم شہزادے سے کہا	کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کھلی ہے
غیر خدمت نہ تتربولش نہ لاغ	در خیالت وارد از عالم فراغ
خدمت کے علاوہ اس کا مزاج ہے دل گلی	تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے
آنچیں کس رانوازش لازم ست	کو ہوائے نفس خود را عادم ست
ایسے شخص کو نوازا ضروری ہے	جو اپنے نفس کی خواہش کو محذوم کر دینے والا ہے
در ہوائی تو ہوائی خویش باخت	آنچیں کس را بے باید نواخت
تیری مرضی میں اپنے مرضی کو ہار دیا	ایسے شخص کو بہت نوازا چاہئے
کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت	آشکارا بر تو ہر چہ ازمانہفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا	جو ہم سے مخفی ہے آپ پر واضح ہے
چوں باامید تقریبہای شاہ	از وطن آوارہ افتادم براہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر	میں وطن سے آوارہ راہ پر پڑا
ایں کہ شاہ کامران ملک بود	در رفاقتہائے ما چستی نمود
یہ جو ملک کا کامیاب بادشاہ تھا	اس نے ہماری رفاقتوں میں چستی دکھائی
ملک و دولت بہرما بگذاشت	در وفاق از دل علم افراشت ست
اس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑی ہے	موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے
تار و بارش بہر ما بسیار شد	ملک خود در باخت مارا یار شد
ہماری وجہ سے اس پر بہت نشیب و فراز آئے	اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا
آنچہ لطف شہ تقاضا می کند	جائے لطف و مرحمت ہست اے سند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے	اے مستند! لطف و رحم کا مقام ہے
شاہ گفتا ملک وادراش کنند	درخور او روز بازارش کنند
شاہ نے کہا اس کو ملک اور عطا کردیں	اس کے مناسب گرمی بازار دیں
لطف فرمود و زحد بنواختش	تلو آں ہر دو برادر ساختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اس کو نوازا	اس کو ان دو بھائیوں کا تابع بنا دیا
قصر ہا و ملکبا اندازہ بیش	از طفیل ایں سوم آورد پیش
اندازہ سے زیادہ قلعے اور ملک	اس تیرے کے طفیل وہ سامنے لے آیا

آنچه لائین رأت او رابداد	وانکہ لا اذن سمع پیشش نہاد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اس کو دے دیا	اور جو کچھ کان نے نہ سنا اس کے سامنے رکھ دیا
گشت آں شہ واصل مقصود نیز	چوں طفیلی باکہ مہمان عزیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا	جیسے کہ طفیلی کس کے ساتھ؟ معزز مہمان کیساتھ
زیر سبب فرمود آں شاہ رئیس	کہ ہم قوم فلا یشتی جلیس
اس شاہ رئیس نے اسی لئے فرمایا ہے	کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہمیشہ محرم نہیں رہتا
پاس دلہا کردن و خدمت گری	سازدت مخدوم و بخشد سروری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گزاری	تجھے مخدوم بناتی ہے اور سرفرازی بخش دیتی ہے
خاصہ خدمتگاری مرد خدا	خوش قبولی بخشدت نزد خدا
خصوصاً مرد خدا کی خدمتگاری	تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کردیتی ہے
ہر کہ شد مقبول مقبول آلہ	لطف حق مبذول او گردد ز شاہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے	اس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف خرچ ہوتا ہے
ہر کہ شد مقبول مقبولان حق	گردد او لطف خدارا مستحق
جو شخص خدا کے مقبولوں کا مقبول بن جاتا ہے	وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہو جاتا ہے
ہر کہ مردان خدا را دل بکست	در ادای خدمت شاں گشت چست
جس شخص نے مردان خدا کی دلداری کی	ان کی خدمت گزاری میں چست بنا
گشت ملحوظ عنایہای حق	مست و محفوظ از حمایہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظور نظر بنا	وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا مست اور حق دار بنا
ابن مسعود از پیمبر نقل کرد	مرء رافع من احب اے نیک مرد
(حضرت) ابن مسعود نے پیمبر سے نقل کیا ہے	اے نیک مرد! انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے
من احب القوم منہم آمدہ	حب اہل اللہ نور جاں شدہ
”جس نے جس قوم سے محبت کی وہ ان میں سے ہوتا آیا ہے	اہل اللہ کی محبت جان کا نور بنی
حب للہ بغض للہ کن شعار	تابیابی برادر دلدار بار
محبت اللہ کے لئے بغض اللہ کے لئے شعار بنالے	تاکہ تو دلدار کے در پر ماریاب ہو
چو نبود ایں شاہا ملحق را جہاد	حب پاکاں شمع برراہش نہاد
جب کہ اس سہمی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا	پاکوں کی محبت نے اس کے راستہ پر شمع رکھ دی
کو نبودش جہد و استعداد کوب	صحت مرداں بکار آمد فحسب
وہ جس کے لئے مجاہدہ اور استعداد اور کسب نہ تھی	مردوں کی صحت کام آئی اور بس
جہد کن تا خود ز مقبولاں شوی	یا بمقبولان حق شو منظوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہو جاوے	یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہو جا



مرد باش و یا کہ خود پئے مرد گرد	پوتک و پوتہ رسد زال مرد فرد
مرد بن جا یا خود مرد کے پیچھے گردش کر	بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکساں انسان سے ملے گا
زیں دو کس یک ہم گراے جاں نیستی	روز محشر سخت رسوا نیستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے	تو محشر کے دن سخت رسوا اٹھے گا
زیں سبب فرمود در قرآن خدا	خود طلب میکن وسیلہ در ہدی
اسی لئے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا	ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر
بے مربی کس مربا چوں خورد	مرغ بے پرور ہوا گوچوں پرد
ترہیت دینے والے کے بغیر مربا کس نے کھایا ہے	بتا پرند بغیر پر کے کیسے اڑے؟
دشت پر خون مست و پردام دودست	ہر طرف راہ کثری پیدا شد ست
جگل خون سے بھرا اور جال اور درندے سے بھرا ہے	ہر جانب کچی کا راستہ کھلا ہے
دشت پرمار و بہر سو سبزہ زار	بے فسوں گر پامنہ گردی تو زار
جگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے	بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ پرکھ تو عاجز آ جائیگا
ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار	دشت پرخوں راہ دیں را می شمار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے	دین کے راستہ کو پر خون جگل سمجھ
گرگزرد مارت شوی خستہ ملول	بے فسوں گز ایمنی ہستی تو گول
اگر تجھے سانپ ڈس لے گا تو خستہ (اور) ملول ہو	تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے تو احمق ہے
گر خلد خارے پپای دل ترا	تارہ گر نبود برآری چوں درا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چھ جائے	اگر سوئی کی نوک نہ ہو تو اس کو تو کیسے نکالے گا؟
فکر تارہ کن فسوں را یاد گیر	رہبرے جو تا بری راہ عسیر
سوئیں کی نوک کی فکر کر منتر یاد کر لے	کوئی رہبر تلاش کر لے تاکہ تو دشوار راستہ طے کر لے
دشت پر خار و بہر سو راہباست	برسر ہر ہر قدم میں چاہباست
جگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے	دیکھ ہر ہر قدم پر کنویں ہیں
دشت بس خونخوار و رہزن محنتی	رہبرے جو باش ویرا مفتی
جگل بہت خونخوار ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے	کوئی رہبر تلاش کر لے اور اس کا قمع بن
راہ بس دشوار غولے ہر طرف	برسر رہ میزند صد چنگ و دف
راستہ بہت دشوار ہے ہر جانب چھلدا ہے	جو راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے
راہ بس سخت و شب تاراست پیش	گر نگیری دست کس رفتی ز خویش
راستہ بہت دشوار اور سامنے تاریک رات ہے	اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا اپنے سے گیا
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	مثنوی را ختم باید کرد نیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہئے

کار حق را نیست پایاں اے غلام	مثنوی را کردہ باید اختتام
اے لڑکے! اللہ (تعالیٰ) کے کام کا خاتمہ نہیں ہے	مثنوی کو ختم کرنا چاہئے
اختتام	مثنوی معنوی
مثنوی معنوی کا خاتمہ	مولوی اولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتام کلام بہ پریدن طائر روح خود کام بسوی شاہ عالی مقام  
خود پسند روح سے پرند کی پرواز عالی مقام شاہ کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

بشنو از نے چوں حکایت میکند	منتہی قصد ہدایت می کند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے	آخر ابتدا کا ارادہ کر رہا ہے
باز شہ اکنوں سوی سلطان پرید	پردہاں عاریت را بر درید
شاہ کا باز اب شاہ کی جانب از گیا	عارضی پردوں کو پہاڑ دیا
ہست چوں کل الیناراجعون	می شوم مراصل خود را سرگون
سب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں جب ہے	میں اپنی اصل کے لئے سرگون ہوتا ہوں
شد نے من خالی از صورت انا	خالی از خود گشت و درنائی فنا
میری نے "انا" کی آواز سے خالی ہو گئی	خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی
شد تہی از خود نے من گشت نیست	جز نشت فیہ دروے ہیچ نیست
میری نے خودی سے خالی ہو گئی نیست ہو گئی	"میں نے اس میں پھونکا" کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے
سو ختم ایں نے و خاکستر شدم	در نیستار رتم و مضمحل شدم
میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا	میں نیستار میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا
احمد چوں دورہ میم از تو رفت	ماند احد دیگر مشو تو گرم و تقست
اے احمد! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا	احد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں
دورہ میم آں تعین ہائے تست	لاکن ایں راتا شود آلات چست
میم کا دائرہ تیرے تعینات ہیں	ان کو "لا" بنا تاکہ تیرا چست ہو جائے
وقت آں آمد کزیں فح بر پریم	رخت سوی ملک لاہوتی بریم
وہ وقت آ گیا کہ میں اس جال سے پرواز کر جاؤں	لاہوتی ملک کی جانب سامان لے جاؤں
ہم کز اں جا آدم آنجا روم	باجمال یار بے پردہ شوم
جس جگہ سے میں آیا ہوں اسی جگہ چلا جاؤں	یار کے حسن کے ساتھ بے پردہ ہو جاؤں
چوں تجلی کرد برطور وجود	گشت کاہ کوہ جسمانی چو دود
جب اس نے وجود کے طور پر تجلی کی	جسمانی پہاڑ کا تنکا دھویں جیسا ہو گیا
خر موئی صاعقا خاموش شد	رفت عقل جزوی و بیہوش شد
موتی بے ہوش ہو کر گرے خاموش ہو گئے	جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے



اللہ اللہ غیر اللہ نیست کس	اللہ اللہ گشت مارا ہم نفس
اللہ اللہ کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے	اللہ اللہ ہمارا ساتھی ہو کیا
اللہ اللہ من کجا و ایں خطاب	ختم کن واللہ اعلم بالصواب
اللہ اللہ میں کہاں اور یہ خطاب کہاں؟	ختم کردے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

ارجاع کلام باستمد اور روحانی از جناب مولانا جلال الدین ہمام قدس سرہ علی الدوام  
کلام کا لوٹنا اور روحانی مدد حاصل کرنے کیلئے جناب مولانا جلال الدین بزرگ سے ہمیشہ کے لئے ان کا راز مقدس کیا گیا

شمس حقانی جلال الدین ہمام	چونکہ خود فرمود وقت اختتام
خدائی سورج جلال الدین بزرگ	چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انہوں نے فرمایا
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	دردل آں کس کہ دارد زندہ جاں
اس کا باقی بغیر کہے آ جائے گا	اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہو گا
خواستم از روح پاک او مدد	خود وفائے وعدہ ہم زان معتمد
میں نے ان کی پاک روح سے مدد مانگی	(اور) ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی
وعدہ اہل کرم گنجے بود	وعدہ نااہل چوں رنجے بود
اہل کرم کا وعدہ خزانہ ہوتا ہے	نااہل کا وعدہ رنج جیسا ہوتا ہے
کہ شمع زان بحر بر جانم بریخت	رشتہ ماء و من مارا کیسخت
اس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے	ہمارے ماء و من کے دھاگے کو توڑ دیا
بازبان بے زبانی خود بگفت	درہائے نغز را در سلک تفت
انہوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا	قیمتی موتی لڑی میں پروئے
حد سعی من نبود ایں گفتگو	خود تو ایں ڈر را چو آوردی زجو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے	خود آپ جبکہ اس موتی کو دریا سے لائے
گر اجازت باشد اظہارش شود	ویں سفینہ ہم بہ بحر تو رود
اگر اجازت ہو تو اس کا اظہار ہو	یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے
بے اجازت ذرہ را یا را کجاست	کوز خورشیدے بجوید نور چاشت
بغیر اجازت کے ذرہ کی طاقت کہاں ہے؟	کہ وہ سورج سے چاشت کا نور طلب کرے
خود تو دانی از تو شدرد و قبول	من چہ گویم پیش تو حرف فضول
آپ خود جانتے ہیں کہ زد اور قبول آپ کی جانب سے ہے	میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟
آنچہ در پردہ بگفتی اے ہمام	ساز مقبول اے ضیاء الحق حسام
اے بزرگ آپ نے جو کچھ در پردہ فرمایا	اے ضیاء الحق حسام اس کو قبول فرمالیں

## مناجات بجناب قاضی الحاجات

### قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا

اے خدا سازندہ عرش بریں	شام رادادی تو زلف عنبریں
اے بلند عرش کو بنانے والے خدا	تو نے شام کو عنبریں زلف عطا کی
روز را با شمع کافور اے کریم	کردہ روشن تر از عقل سلیم
اے کریم دن کو کافوری شمع کے ساتھ	تو نے عقل سلیم سے زیادہ روشن کر دیا
خون بناف نافہ مشکے کئی	سنبل و ریحان چرد مشکے کئی
تو ناف کے خون کو مشک کا سا بنا دیتا ہے	وہ سنبل اور ریحان چرتا ہے تو میٹھی بنا دیتا ہے
قادرا قدرت تو داری بر کمال	انت رہی انت حسبی ذوالجلال
اے قادرا! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے	اے ذوالجلال تو ہی میرا رب ہے تو ہی مجھے کافی ہے
اے خدا قربان احسانت شوم	کان احسانی بقربانت شوم
اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں	تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں
معدن احسانی و ابر کرم	فیض تو چوں ابر ریزاں بر سرم
تو احسان کی کان اور کرم کا ابر ہے	تیرا فیض میرے سر پر ابر کی طرح برستا ہے
از عدم دادی بہ ہستی ارتقا	زاں سپس ایمان و نور ابتدا
تو نے عدم سے وجود کو ترقی عنایت کی	اس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور
اے خدا احسان تو اندر شمار	کے تو انم بازبان صد ہزار
اے خدا! تیرا احسان شمار میں	لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟
من بخوان و پاسان من توئی	من چو طفل و حرز جان من توئی
میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے	میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے
من بعصیاں صرف وقت خود کنم	بنی و از حلم می پوشی برم
میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں	تو دیکھتا ہے در بردباری سے میری پردہ پوشی کرتا ہے
روزیت را خورده عصیاں میکنم	نعمت از تو من بغیرے می تنم
تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں	نعمت تیری ہے میں بغیر کے چکر کاٹتا ہوں
جملہ میں بنی نگیری انتقام	از در حلم و کرم آئی مدام
تو سب کچھ دیکھتا ہے بدلہ نہیں لیتا	تو ہمیشہ بردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے
بر دل من سہ ضد و شصت از نظر	می کئی ہر روز اے رب البشر
میرے دل پر تین سو ساٹھ شفتیں	اے رب البشر! تو ہر دن کرتا ہے
لیک من غافل ز لطف بیکراں	چشم دارم ہر زماں بایں و آں
لیکن میں ”بے حد مہربانی سے غافل ہوں	میں ہر وقت اس اور اس سے امید باندھتا ہوں



دوست را بر من نظر شد دوخته	حیف من بادیگراں دل توخته
دوست کی نگاہ مجھ پر جمی ہوئی ہے	انہوں میں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے
من گنہ آرم تو ستاری کنی	جرم من دارم تو معذاری کنی
میں گناہ کرتا ہوں تو پردہ پوشی کرتا ہے	میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے
جرمہا بنی و خشم ناوری	اے بقربانت چہ نیکو داوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا	میں تجھ پر قربان تو کس قدر اچھا خدا ہے
در مصائب در حوادثہائے زار	چونکہ بر من تنگ شد از درد کار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کرنے والے حوادث میں	جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا
یار و خویشانم مرا بگذاروند	زار در دست غم بسا روند
اپنے اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا	مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا
جز تو کے دیگر دریاں سختی رسد	در متاعبہا تو کشتی مدد
اس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟	تکالیف میں تو مدد دیتا ہے
در رسیدی زود بگرفت مرا	وارہاندی از ہمہ سختی مرا
تو جلد پہنچا تو نے مجھے پکڑا	مجھے تمام غمتوں سے رہا کر دیا
چوں شمارم من ز احسان تو چوں	گر زباں ہر موشود لطف فزوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ	اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑی ہوئی ہے
شکر و احسان ترا چوں سرکنم	اندریں رہ گو قدم از سرکنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟	اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بتا لوں
جان و گوش و چشم و ہوش و پا و دست	جملہ از درہائی احسانت پرست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں	سب تیرے احسان کے موتیوں سے پر ہیں
ایں کہ شکر نعمت تو می کنم	ایں ہم از تو نعمتے شد مغنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکر یہ ادا کرتا ہوں	یہ بھی تیری ایک نعمت نعمت ہے
شکر ایں شکر از کجا آرم بجا	من کیم از تست توفیق اے خدا
اس شکر کا شکر یہ کہاں سے بجا لاؤں؟	میں کون ہوتا ہوں؟ اے خدا توفیق تیری جانب سے ہے
دست و پاؤں ایں زبان و لفظ شکر	عاریت از تست بے از ہیج نکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظ شکر	بغیر کسی انکار کئے تجھ سے مانگے ہوئے ہیں
طاعت و توفیق طاعت ہم ز تو	لطف تو برما نوشتہ صد نکو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے	تیری مہربانی نے ہم پر سیکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں
خود چہ شیریں ست نام پاک تو	خوشر از آب حیات ادراک تو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟	تیری معرفت آب حیات سے بہتر ہے

نام تو چوں بر زبانم می رود	ہر بن مو از غسل جوی شود
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے	ہر ہال کی جز شہد کی نہر ہو جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام	شیر و شکر می شود جانم تمام
اللہ اللہ یہ نام کس قدر میٹھا ہے	میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق	حرف فرش میدہد جانرا رواق
اللہ اللہ یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے	اس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے
اللہ اللہ ایں چہ احساں کردہ	در چنین برزخ چساں درپردہ
اللہ اللہ یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟	ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟
ایں چنین جبل امتیں دادی مرا	کاعصامش عرش راشد مرقی
تو نے مجھے ایسی مغبوطی عطا فرمائی	کہ اس کے پکڑنے سے عرش تک رسائی ہوئی
اللہ اللہ خود چہ نیکو کردہ	آشکارا ہستی و درپردہ
اللہ اللہ تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے	تو ظاہر ہے اور درپردہ ہے
وہ چہ بدکارم کہ جملہ عیستم	پس چرا پشت بہ ہستی ایستم
ہائے میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں مجسم نیستی ہوں	تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں
اللہ اللہ انت لی نعم الوکیل	انت ربی انت حبیبی یا جلیل
اللہ اللہ تو میرے لئے بہترین وکیل ہے	اے جلیل تو میرا رب ہے تو مجھے کافی ہے
اللہ اللہ لیس غیرک فی الوجود	هل ترى الدیار فی دیرالشہود
اللہ اللہ تیرے سوا کوئی وجود میں نہیں	شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟
اللہ اللہ لا الہ بہر چیست	چونکہ الا اللہ خورشید جلیست
اللہ اللہ لا الہ کس لئے ہے؟	جبکہ "الا اللہ" روشن سورج ہے
چشم ظاہر میں بھی آمد مقل	می تو اں کردن ملی جہد المقل
ظاہر میں آنکھ لگی کے ذریعہ رفع کرنے والی ہے	(تاکہ) تادار کی کوشش "ملی" کہہ سکے
اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست	اسم اعظم از برائے قرب اوست
اللہ اللہ دوست کا پاک اسم ذات	اسم اعظم اس سے قرب کے لئے ہے
اللہ اللہ گو برد تاسقف عرش	پیش معراج تو گردد چرخ فرش
اللہ اللہ کہ عرش کی مہمت تک لے جائے گا	تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بن جائے گا
چوں بر آرم دم باللہ الصمد	چرخ نعرہ لیتنی کنت زند
جب میں "اللہ الصمد" کا نعرہ لگاتا ہوں	آسمان "کاش میں ہوتا" کا نعرہ مارتا ہے
اسم اعظم ہست اللہ العظیم	جان جان و محی عظم ریم
اللہ العظیم! اسم اعظم ہے	جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کر دینے والا ہے



اللہ اللہ مستم از نام خدا	مے چکد از ہر رگم راوق جدا
اللہ اللہ میں خدا کے نام سے مت ہوں	میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر چلتی ہے
ساقیم آں بادہ اندر جام کرد	کہ زماؤ من برآوردست گرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے	جس نے "مادمن" کی گرد اڑا دی ہے
ریخت در جام مے از کاف و نون	لیس فیہا غول ولا ہم ینزفون
"کاف و نون" کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے	جس میں نہ بلیٹھن ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں
ببخودم زان بادہ واکنوں مرا	نیست فرں از جان و تن و ز سر ز پا
میں اس شراب سے بخود ہوں اور اب میرے لئے	جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے
ریخت در کام جلالے جرعہ	میزنم بر لوح وحدت قرعہ
"جلال" نے میرے خلق میں ایک گھونٹ ڈال دیا	میں وحدت کی گنتی پر قرعہ ڈالتا ہوں
رشم بحر جلالش بردلم	آمد و بربود ازیں آب و گلم
اس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر	آیا اور مجھے اس آب و گل سے اچک لے گیا
شورش بحر حسای آمدست	زیں صدف ایں در کہ نامی آمدست
"حسای" سمندر کی ایک شورش آتی ہے	اس سیپ سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے
فیض مولانا جلال و ہم حسام	نخل جان راداد سیرابی تمام
مولانا جلال کے فیض احمد حسام نے	جان کے پودے کو فوری سیرابی دے دی ہے
نور مہر و مہ بطور دل بتافت	سنگ من زان تاب یا قوتی بیافت
سورج اور چاند کا نور دل کے ظہور پر چکا	میرے پتھر نے اس گرمی سے یاقوت بن جانا پا لیا
برادیم تافت چوں نجم یمن	عنبریں شد جملہ چوں مشک ختن
یمن کے ستارے کی طرح میری اھڑی پر چکا	وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبو دار بن گئی
پیش ازیں خلقے ز انفاس خوشش	مقتبس از نور عرفاں گشت و خوش
اس سے پہلے بہت سے لوگ ان کے اچھے سانسوں سے	معرفت کے نور کے حامل کر لینے والے اور بھلے بنے
صد ہزاراں یافتند از مثنوی	ارتقا سوی صراط مستوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی	سب سیدھے راستہ کی جانب بلندی
من ہم از فیضان انفاس جلال	در رسیدم تا جلیل ذوالجلال
میں بھی جلال کے سانسوں کے فیضان سے	جلیل ذوالجلال تک پہنچ گیا
نیست دور از لطف اخوان الصفا	در رسید ایں بندہ ہم سوی خدا
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے	یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا
چہ عجب شمس ار نواز و ذرہ را	ابر خوش سیراب سازد ترہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرے کو نوازے	ابر ہیزی کو اچھی طرح سیراب کر دے

روحِ آرد بکن ختم کتاب	دم وزن واللہ اعلم بالصواب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رخ کر اور کتاب ختم کر دے	دم نہ مار اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
ربنا قالمحمد لک فی کل حال	انت معنی السر فی کل المقال
اے ہمارے رب ہر حال میں تیرے ہی لئے تعریف ہے	ہر قول میں معنی راز تو ہی ہے
انت مقصودی الیک و جہتی	خالصاً للہ کانت نہمتی
تو ہی میرا مقصود ہے تیری طرف میرا رخ ہے	میرا ارادہ خالص اللہ کے لئے ہے
یا محیط الکل یا کھف الوری	یا الہ العرش یارب الوری
اے سب کو محیط اے مخلوق کے کھف	اے عرش کے خدا اے زمین کے رب
کن انیس القلب واختم لی بخیر	انت حبیبی انت کافی لیس غیر
تو دل کا منوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر	تو مجھے کافی ہے تو میرے لئے کفایت کرنے والا ہے دوسرا نہیں ہے

### در ختم و سال تاریخ اختتام مشنوی مذکور میشود ۱۲۱۶ ہجری

ختم شد ایں نسخہ در سال غیور	غیرت حق داردش از غیر دور
(لفظ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا	اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اس کو غیر سے دور رکھے
دست غیر از دامن او دور باد	ہر کہ از نورش رمد بے نور باد
غیر کا ہاتھ اس کے دامن سے دور رہے	جو اس کے نور سے بھاگے خدا کرے بے نور رہے
غیر آں کز یاد حق بیگانہ است	در پئے دنیائی دول دیونہ است
غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے	کسینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے
در پئے مال جہاں مجنون بود	حب جاہ او را بدل مکنوں بود
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو	اس کے دل میں رتبہ کی محبت پوشیدہ ہو
انما اموالکم اولادکم	فتنہ فرمود حق ذوالحکم
بیک تمہارے اموال تمہاری اولاد	حکمتوں والے اللہ تعالیٰ نے (ان کو) فتنہ فرمایا ہے
تا توانی غیر حق را دور کن	بعد ازاں عزم دژ آں سور کن
بتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دور کر	اس کے بعد اس فتنہ کے قلعہ کا ارادہ کر
با خودی بنی اگر ایں اختتام	خود برون در بمائی والسلام
اگر تو اس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا	خود باہر رہ جائے گا والسلام
وز خودی بیروں برآویار باش	وربہ پندار خودی اغیار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن	اور اگر تو خودی کے غرور میں تاکہ غیروں میں سے رہ
بہر یک رنگ ایں سخن یک رنگ شد	بہر رجم آں شیاطیں سنگ شد
یک رنگ کے لئے یہ کلام یک رنگ ہے	ان شیطانوں کے سنگسار کرنے کے لئے پتھر ہے
دخل غیر اندر چنیں حصن حصیں	کے شود بے صلح و رفع حرب و کیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل	بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے؟



بادل صاف از برای حق نہیں	از گل او تابری بوی یقین
خدا کے لئے صاف دل کے ساتھ دیکھ	تاکہ تو اس کے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے
ورنہ در چون و چرا آزار ہاست	ہر کجا گل ہست آنجا خار ہاست
ورنہ چوں و چرا میں تکلیف ہیں	جہاں کہیں پھول ہے وہاں کانٹے ہیں
لفظ روپوش ست مقصد معنی ست	غیر حق جستن ازیں لایعنی ست
لفظ نقاب ہے اور معنی مقصود ہیں	اس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے
حق بحد حق بگوو حق بخواں	ہر زماں حق حق بگو حق رابداں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ	ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان
ہر کہ حق را جست حقانی ست او	رحمت حق باد رحمانی ست او
جس نے حق کو تلاش کیا وہ حقانی ہے	وہ اللہ کی رحمت خدا کی ہوا ہے
کار شیطانی مکن شیطاں مباش	بر غبار جان کس آبے پباش
شیطانی کام نہ کر شیطاں نہ بن	کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر
وقت را با غیر حق ضائع مکن	بطن را پر روح را جالعی مکن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر	پیٹ کو پر اور روح کو بھوکا نہ بنا
پردہ پندار تست ایں نقش غیر	نیست جز آں یک صنم در جملہ دیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے	تمام بت خانہ میں اس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے
فانی از خود شوبشو باقی بحق	سردہد از باطن رب الفلق
اپنے اعتبار سے فانی بن باقی باللہ بن	رب الفلق تیرے اندر سے نمودار ہو گا
مثنوی در شش مجلد یک نواست	حاصل آں غوطہ در بحر فناست
چھ دفعوں میں مثنوی کی ایک آواز ہے	اس کا خلاصہ فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے
گر رہ حق بایت ہشیار باش	غفلت از خود دور کن بیدار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیے ہوشیار بن	اپنے اندر سے غفلت دور کر بیدار بن
باش اول بر شریعت استوار	بعد ازاں سوی طریقت رویار
پہلے شریعت پر استقامت کر	پھر طریقت کی جانب رخ کر
گام اول مستقیم شرع شو	بعد ازاں راہ طریقت را برو
پہلے قدم پر شرع پر جم	اس کے بعد طریقت کا راستہ چل
تخلیہ با تحلیہ باید ضرور	تائمنائی بحر عرفاں را عبور
آرامی کے ساتھ صفائی ضروری ہے	تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے
این سخن را نیست ہرگز اختتام	پس سخن کوتاہ باید والسلام
اس بات کا بھی خاتمہ نہیں ہے	تو بات کو مختصر کر دینا چاہئے والسلام

سلسلہ التبلیغ کا چھبیسواں وعظ مسمی بہ

## شکر المثنوی

یہ وعظ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بتقریب اختتام کتاب شرح مثنوی مدرسہ امداد العلوم میں (بتاریخ ۲ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ) فرمایا تھا جس کو حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ نے ضبط کیا۔

**وضاحت:** حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ "شکر المثنوی" اپنے نام سے واضح ہے جو حضرت نے تکمیل شرح مثنوی پر شکر خداوندی کے طور پر ارشاد فرمایا۔ چونکہ یہ وعظ "کلید مثنوی" سے متعلق اہم بنیادی نکات اور تعارف پر مشتمل ہے۔ اس لئے کلید مثنوی کی جدید طباعت پر ہم بھی شکر خداوندی بجالاتے ہوئے اس مبارک وعظ کو "کلید مثنوی" کے آخر میں شامل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ اس سعی کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمیں بھی اپنی محبت و معرفت کا کوئی ذرہ نصیب فرمائیں۔ آمین (ناشر)



اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم  
ما یفتح الله للناس من رحمة فلا ممسک لها و ما یمسک فلا  
مرسل له من بعده وهو العزیز الحکیم

### سبب وعظ

ایک عرصہ سے احباب کا تقاضا تھا کہ مثنوی کی شرح کی ضرورت ہے اس لئے اس کے تمام دفتروں کی شرح ہونی چاہئے اس لئے میں نے اس کا کام شروع کیا۔ اور جس طرح ہوسکا دفتر اول اور دفتر ششم کی شرح کی باقی دفتروں کی شرح کا سرانجام چونکہ بعض عوائل کی وجہ سے مجھ سے بلا استعانت نہ ہوسکتا تھا اس لئے میں نے اس کی تکمیل میں اپنے بعض احباب سے مدد لی اور بحمد اللہ اب مکمل ہو گئی چونکہ یہ انعام تھا حق سبحانہ کی طرف سے اور ہر نعمت شکر کو مقتضی ہوتی ہے اس لئے ضرورت تھی کہ حق سبحانہ کے اس انعام کا شکر یہ ادا کیا جاوے پس یہ جلسہ اس کے شکر کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ (جس میں تداعی و اہتمام وغیرہ کو دخل نہیں) لیکن جو آیت اس وقت اختیار کی گئی ہے اس پر بادی النظر میں عدم مناسبت بمقصد و جلسہ کا شبہ ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں بیان ہے حق سبحانہ کے تفرد بالغلبة والقدرة والحکمة کا جس کو شکر سے بظاہر کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتی اس لئے قبل اس کے کہ نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے یہ بتلادینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیت متلوہ مقصود جلسہ سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو اس سے ایک نما مض اور باریک تعلق ہے۔

### شکر کا مفہوم

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شکر کے معنی ہیں منعم کے۔ انعام کے جواب میں منعم کا دل سے یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے منعم کی عظمت ظاہر ہوتی ہو پس اس وقت ہمارا حق سبحانہ کے انعام کے جواب میں اس آیت کا تلاوت کرنا جو کہ اس کی توحید صفاتی پر دلالت ہے اور اس کی تفرد بالقہر والغلبة والقدرة والحکمة کا دل اور زبان سے اقرار کرنا اس کلمے کا ایک فرد اس مقسم کی ایک قسم ہوگا اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ صرف اسی آیت کا نہیں بلکہ ہر ایسی آیت جس سے حق سبحانہ کی توحید اور عظمت و جلالت شان ظاہر ہو اس کا تعلق شکر سے ہے۔ اس سے نہایت واضح طور پر آیت متلوہ کا تعلق مقصد جلسہ سے ظاہر ہو گیا اب نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے اس آیت کا تعلق توحید سے ہے اپنی ذات سے بھی کیونکہ اس میں بیان ہے تفرد بالقدرة والغلبة والحکمة جو کہ توحید صفاتی کا فرد اور اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی ہے۔

## توحید ذاتی صفاتی اور افعالی

کیونکہ اس سے قبل حق سبحانہ نے فرمایا ہے الحمد لله فاطر السموات والارض جاعل الملكة رسلاً اولی اجنحة مثنی وثلث و رباع یزید فی الخلق ما یشاء ان الله علی کل شیء قدیر اس میں انہوں نے اپنی ان صفات و افعال کا بیان کیا ہے جو ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں پس اس کا تعلق توحید صفاتی و توحید افعالی دونوں سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا ہے یا ایہا الناس اذکروا نعمت الله علیکم هل من خالق غیر الله یرزقکم من السماء والارض لا اله الا هو فانی توفکون اس میں توحید ذاتی و توحید صفاتی و توحید افعالی تینوں کا بیان ہے پس ان تینوں کا تعلق توحید سے ہے۔ یہاں توحید کے بعد حق سبحانہ نے مسئلہ رسالت کو بیان فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک والی الله ترجع الامور (اس کے بعد معاد کا بیان فرمایا ہے)۔

## تین امہات مسائل

اور ارشاد فرمایا ہے یا ایہا الناس ان وعد الله حق فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور (یہ تینوں مسئلے امہات مسائل میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن پاک میں ان تینوں کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ان پر زبردست براہین قائم ہیں امام رازیؒ نے اس پر جا بجا تنبیہ کی ہے اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تینوں مسئلے اصل ہیں اور باقی مسائل ان کی فروع اور یہ مضمون بالکل ٹھیک ہے جو شخص بامعان نظر قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس کو اس کی قدر ہوگی اور وہ اس کی تصدیق کرے گا ان تینوں میں سب سے اہم مسئلہ توحید ہے اس کے بعد مسئلہ رسالت اس کے بعد مسئلہ معاد اس لئے حق سبحانہ نے اس مقام پر اول مسئلہ توحید کو بیان فرمایا اس کے بعد مسئلہ رسالت کو اس کے بعد مسئلہ معاد کو۔ اس گفتگو کا تعلق تو نوعیت مضمون آیت سے تھا۔ اب اس کا مضمون شخصی بیان کیا جاتا ہے اس آیت میں جو حق تعالیٰ شانہ نے ما یفتح الله للناس من رحمۃ فرمایا ہے جس میں انہوں نے کلمہ بالاستعمال فرمایا ہے جو ابہام کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے پھر اس ابہام کی توضیح میں من رحمۃ فرمائی ہے۔

پس حاصل اس جملہ کا یہ ہوگا کہ حق سبحانہ جس رحمت کو بھی کھول دیں اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

## اللہ تعالیٰ کا کمال غلبہ و قدرت

اس سے حق سبحانہ کا کمال قدر و غلبہ ظاہر ہوا اور معلوم ہو گیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی قوت اور قدرت والا نہیں جو اس کا مزاحم ہو سکے اور گو واقعی طور پر اس پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا مگر سطح نظر میں اور محض احتمال عقلی کے طور پر شبہ ہو سکتا تھا اس سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ فتح حق سبحانہ کے بعد کوئی روکنے والا نہیں لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے روکنے کے بعد کوئی کھول بھی نہیں سکتا اس لئے حق سبحانہ نے اس احتمال کو ہی دفع کر دیا اور فرمایا وما یمسک فلان رسل له یعنی جس کو وہ روک لیں اس کو کوئی چھوڑنے والا بھی نہیں۔ اب یہی ایک احتمال عقلی تھا وہ یہ کہ اس سے تو



معلوم ہوا کہ اس کے فتح اور امساک کے بعد اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود فتح و امساک کی حالت میں بھی اس کا کوئی مزاحم ہو سکتا ہے یا نہیں اس احتمال کے اٹھانے کے لئے فرمایا وهو العزيز یعنی عزت و غلبہ عین منحصر ہیں اس کی ذات میں اور وہی ہر حیثیت سے سب پر غالب ہے اس پر کسی طرح بھی کوئی غالب نہیں اب تمام احتمالات کا خاتمہ ہو گیا اور اس کا تفرد بالغلبۃً باکمل وجہ ظاہر ہو گیا۔ یہ تو ہو گیا مگر اس پر ایک شبہ اور ہو سکتا تھا وہ یہ کہ جب اس کو ایسی قدرت اور قوت حاصل ہے اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا تو شاید اس کی بھی وہی حالت ہو جو بااقتدار انسانوں کی ہوتی ہے کہ بلا لحاظ مصلحت و منفعت جو جی میں آیا کر بیٹھے اس کے دفع کے لئے الحکیم بڑھا دیا اور ظاہر کر دیا کہ ہمارے افعال لا ابالی حکام و سلاطین کے سے نہیں بلکہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہم کو مصلحت و حکمت ملحوظ ہوتی ہے۔ سبحان الذی تکلم بهذا الکلام البلیغ الدقیق الاسرار۔

### آیت مبارکہ کے دقیق نکات

اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ جملہ مایممسک فلا مرسل لہ اور وهو العزيز الحکیم یہ دونوں جملہ تاکید میں مضمون ما یفتح اللہ للناس من رحمة فلاممسک لہا کی کہ جن سے مقصود تمام اوہام و شکوک کو زائل کر کے اپنی کمال قدرت و حکمت کا ظاہر کرنا ہے جو اصل مقصود ہے اس آیت کا تو یہ بیان تھا حق سبحانہ کے عموم و کمال قدرت کا جو کہ اس آیت سے مقصود ہے اب سنئے کہ رحمت کے لغوی معنی رقت قلب اور نرم دلی ہیں حق سبحانہ چونکہ دل اور نرمی سے جو کہ ایک خاص قسم کا تاثر اور انفعال ہے پاک اور منزہ ہیں اس لئے یہ لفظ اس مقام پر یا جہاں کہیں وہ حق سبحانہ کے لئے استعمال کیا جاوے جیسے رحمٰن رحیم وغیرہ اپنے معنی لغوی میں مستعمل نہیں ہو سکتا بلکہ مجازاً بعلاقہ سمیت اثر رقت قلب یعنی فضل و انعام احسن مراد ہوگا۔ اس مقام پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حق سبحانہ نے ما یفتح اللہ للناس من رحمة فرمایا اور من خیر نہیں فرمایا حالانکہ مطلب من خیر کا بھی وہی ہے جو من رحمة کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت میں اشارہ ہے اس طرف کہ حق سبحانہ کے تمام انعامات بلا استحقاق منعم علیہم ہیں اور یہ اشارہ لفظ خیر میں نہ تھا اس لئے اس کے بجائے اس کو اختیار کیا چونکہ اس مضمون کو سن کر کہ حق سبحانہ کے تمام احسانات بلا استحقاق منعم علیہم ہیں کسی کو خلجان ہوتا اس لئے میں اس کو بھی زائل کئے دیتا ہوں یہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کے انعامات کو بندوں کے مماثل سمجھا گیا ہے اور اپنی طاعت کو طاعت عباد کی مانند خیال کیا گیا لیکن خود یہ قیاس ہی غلط ہے کیونکہ آدمی جب بندہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ اپنے قویٰ اور اعضاء وغیرہ کو ایک ایسے شخص کے کام میں لگاتا ہے جو اس کے مملوک و مصنوع ہیں اور اس لئے اس کو ان سے انتفاع کا کوئی حق بھی نہیں ہے اس بناء پر خادم مخدوم سے معاوضہ کا مستحق ہوتا ہے بخلاف اس کے کہ جب وہ سبحانہ کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے تو وہ خود حق سبحانہ کی مملوک چیزوں کو اس کے کام میں لگاتا ہے اور وہ خود بھی حق سبحانہ کا مملوک ہے ایسی صورت میں وہ اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ مملوک من حیث ہو مملوک کا مالک پر کوئی حق نہیں یہ مضمون آپ کی سمجھ میں یوں آسانی سے آجائے گا کہ جب کوئی شخص کسی کی ملازمت کر لیتا ہے تو اب وہ من حیث الخدمت اس کا مملوک ہو جاتا ہے خواہ عارضی ہی طور پر سہی پس جب وہ

کوئی اپنا فرض منصبی انجام دیتا ہے تو اس کے معاوضہ میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا ایسی حالت میں اگر آقا اس کی خدمت کا کوئی صلہ دے تو وہ اس کا انعام اور احسان سمجھا جاتا ہے اور اپنی خدمت کو اپنا فرض منصبی خیال کیا جاتا ہے پس جب کہ اس کمزور اور برائے نام ملک کا یہ اثر ہے تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ملک حقیقی پر اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کیا حق رکھ سکتا ہے اب ہم کو یہ ثابت کرنا رہ گیا کہ بندہ حق سبحانہ کا مملوک محض ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز کسی کی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے کیونکہ وہ ابتداء میں معدوم محض اور اپنے تمام کمالات حتیٰ کہ اپنی ہستی سے بھی عاری تھا۔ ایسی حالت میں اس کی کوئی چیز خود اس کی ذاتی کیسے ہو سکتی ہے پس لامحالہ اس کی تمام چیزیں کسی دوسرے کی مملوک ہیں اور خدا کے سوا اگر کوئی اس کے مالک ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے تو اس کے ماں باپ ہو سکتے ہیں کیونکہ ان سے زیادہ اس کے ہستی میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس دخل کی بناء پر بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا اور وہ اپنا خالق اپنے ماں باپ کو سمجھ بیٹھے ہیں۔

### اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل

چنانچہ جس زمانہ میں میرے ماموں منشی شوکت علی صاحب مدرسہ سرکاری میں مدرس تھے اس زمانے میں ایک انسپٹر مدارس مدرسہ میں امتحان کے لئے آئے اثنائے امتحان میں انہوں نے لڑکوں سے اپنے منصب کے خلاف سوال کیا کہ بتلاؤ خدا کی ہستی کی کیا دلیل ہے لڑکے بیچارے کیا جواب دیتے وہ تو خاموش رہے ماموں نے فرمایا کہ جناب مجھ سے پوچھئے میں جواب دوں گا۔ انسپٹر صاحب اپنی افسری کے گھمنڈ میں تھے انہوں نے ناخوشی کے لہجہ میں فرمایا کہ اچھا آپ ہی جواب دیجئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ خدا کی ہستی کی دلیل یہ ہے کہ پہلے تم معدوم تھے اور اب موجود ہو اور ہر حادث کے لئے کوئی علت ہونی چاہئے وہ علت خدا ہے اس نے جواب دیا کہ ہم کو تو ہمارے ماں باپ نے پیدا کیا ہے نہ کہ خدا نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ آپ کے ماں باپ کو کس نے پیدا کیا اس نے کہا کہ ان کو ان کے ماں باپ نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو الٰہی غیر النہایہ یوں ہی سلسلہ چلا جاوے گا یا کہیں جا کر ختم ہوگا پہلی صورت میں تسلسل لازم آتا ہے جو کہ محال ہے دوسری صورت میں خدا کا وجود ماننا پڑے گا اس کا اس سے کچھ جواب نہ آیا اور اس نے کہا کہ آپ تو منطق کی باتیں کرتے ہیں لوگوں کا مذاق بگڑ گیا ہے کہ دقیق اور گہرے مضامین کو ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور سطحی اور پیش پا افتادہ باتوں کو دلائل خیال کرتے ہیں غرض کہنے لگا کہ ہم ان منطقی باتوں کو نہیں جانتے وہ یہ کہ اچھا اگر خدا ہے تو آپ اپنے خدا سے کہئے کہ ہماری آنکھ درست کر دے یہ انسپٹر کا ناتھا ماموں صاحب نہایت ظریف تھے انہوں نے کہا بہت بہتر ہے ابھی کہتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر کے آسمان کی طرف منہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے انسپٹر صاحب سے کہا کہ میں نے عرض کیا تھا مگر وہاں سے یہ جواب ملا ہے کہ ہم نے اس کو دو آنکھیں عطا کی تھیں اس نے ہماری نعمت کی ناشکری کی اور کہا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمیں اس پر غصہ آیا ہم نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی اب اس سے کہو کہ اس آنکھ کو اپنے انہیں ماں باپ سے بنوا جنہوں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس جواب پر اس کو بہت غصہ آیا اس کا اور تو کچھ بس نہ چلا مگر معائنہ خراب لکھ گیا اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر درد اٹھا اور ہلاک ہو گیا۔



## قہر کی دو قسمیں

یاد رکھو کہ حق سبحانہ کا قہر دو طرح کا ہوتا ہے کبھی تو صورتاً بھی قہر ہوتا ہے اور کبھی قہر بصورت لطف ہوتا ہے یہ قہر قہر اول سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

کیونکہ اس میں توبہ اور انابت الی الحق کی طرف توجہ بہت کم ہوتی ہے اس لئے کہ انابت الی الحق اور توبہ تو اس وقت ہو جب کہ آدمی اس کو قہر سمجھے اور جبکہ لطف سمجھتا ہے تو وہ توبہ کیسے کرے گا اور حق سبحانہ کی طرف کیسے رجوع ہوگا بعض مرتبہ بعض سالکین کو یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے ذوق و شوق و احوال و مواجید میں کچھ فرق نہیں آتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نسبت مع اللہ بہت قوی ہے کہ معصیت سے اس کو صدمہ نہیں پہنچتا۔ اس سے وہ معاصی پر اور دلیر ہو جاتے ہیں واضح ہو کہ یہ قہر بصورت لطف ہے اور قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے۔ سالکین کو اس سے نہایت ہوشیار رہنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ نسبت احوال مواجید کا نام ہے بلکہ وہ ایک خاص تعلق ہے جو کہ عبد طالع کو حق سبحانہ سے اور حق سبحانہ کو اپنے مطیع بندہ سے ہوتا ہے۔ احوال مواجید سو یہ غالب احوال میں اس تعلق کی امارات ہوتی ہیں نہ وہ عین تعلق خاص ہیں اور نہ اس تعلق کو مستلزم ہیں اور اگر بالفرض احوال و اذواق ہی کو تعلق مع اللہ یا اس کو مستلزم کہا جاوے تو اس سے صرف یہ لازم آئے گا کہ اس کو خدا کے ساتھ تعلق ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خدا کو بھی اس سے تعلق ہو پس ایسے سالک کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے طالب علم سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہاری شادی ہو گئی یا نہیں اس نے جواب دیا آدھی ہو گئی اور آدھی نہیں ہوئی اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے تراضی طرفین کی ضرورت ہے سو میں تو رضامند ہوں مگر وہ رضامند نہیں پس جس طرح اس طالب علم کی رضامندی بغیر شہزادی کی رضامندی کے بے سود اور کالعدم تھی یونہی اس سالک کا تعلق بغیر حق سبحانہ کے تعلق کے بے کار ہے۔

## مستی روحانی اور مستی شہوانی میں فرق

پس خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ ہرگز باقی نہیں رہ سکتی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک مقام پر مہمان گیا میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے ہم نے ایک مسجد میں سونے کا ارادہ کیا اتفاق سے اس روز محلہ میں گانا بجانا بھی ہو رہا تھا مجھ کو آواز پہنچی میں نے سونے کے لئے دوسری جگہ تجویز کی مگر میرے ساتھی مسجد ہی میں رہے صبح کو ان صاحب نے مجھ سے کہا کہ رات جس قدر میرا نوافل میں جی لگا ہے اور جس قدر مجھے مزہ آیا ہے اتنا کبھی نہیں آیا محلہ سے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں جس سے ذوق و شوق کو حرکت ہو رہی تھی اور میں اسی ذوق و شوق میں نماز پڑھ رہا تھا اور مجھ پر ذوق و شوق کا ایسا غلبہ تھا کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے میں نے کہا کہ جناب یہ تو صحیح ہے کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ وہ کس چیز سے دفع ہوئے تھے اور مستی ذوق و شوق کس چیز کا تھا۔ یہ مستی روحانی نہ تھی بلکہ شہوانی تھی جو راگ باجے سے ببعث ہوئی تھی پس دافع خطرات خود خطرات سے زیادہ خطرناک تھا ایسی حالت میں یہ اندفاع خطرات کیا قابل قدر ہو سکتا ہے اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی کے

بچھو کاٹ لے اور وہ رفع تکلیف کے لئے سانپ سے کٹوالے ایسا کرنے سے وہ تکلیف تو ضرور جاتی رہے گی مگر جان کے لالے پڑ جائیں گے پس یہ کہنا کہ گانے سے خطرات دفع ہو گئے تھے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

### عذر گناہ بدتر از گناہ کا مفہوم

اسی مثال پر ایک حکایت یاد آئی وہ ہے تو غیر مہذب مگر موضح خوب ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ملا دو پیازہ سے بادشاہ نے پوچھا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے کیا معنی ہیں انہوں نے اس وقت اس کا جواب نہیں دیا اور موقع کے منتظر رہے۔ ایک روز بادشاہ آگے آگے جارہے تھے پیچھے سے ملانے ان کی پشت میں انگلی سے اشارہ کر دیا اس نے منہ موڑ کر دیکھا اور تیز لہجہ میں کہا یہ کیا نالائق حرکت ملانے جواب دیا کہ قصور معاف ہو میں سمجھا کہ بیگم صاحبہ ہیں اس پر وہ اور بھی برا فروختہ ہوا تب ملانے کہا کہ یہ معنی ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ کے اس طرح ان صاحب کا یہ عذر کہ مجھ کو خطرات بند ہو گئے اسی مثل کا مصداق ہے۔

### اصرار معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہتی

خلاصہ یہ ہے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہ سکتی اور ذوق و شوق کسی معصیت سے پیدا ہو یا معاصی کی حالت میں باقی رہے وہ قہر بصورت لطف ہوتا ہے جو قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے خوب سمجھ لینا چاہئے اور کبھی یہ قہر بصورت قہر ہوتا ہے۔

### موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں

جیسے اس منکر تو حید کو پیش آیا ہاں ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر خدا کے سوا کسی پر مالک ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو ماں باپ ہو سکتا ہے جیسے اس منکر نے اپنی بکو اس میں کہا تھا لیکن ماں باپ بھی مالک نہیں ہو سکتے کیونکہ گوان کو ان کی ہستی میں گونہ دخل ضرور ہے مگر وہ اس کے خالق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ امر مشاہد ہے کہ اس کے وجود میں ان کے اختیار کو کچھ دخل نہیں چنانچہ بہت لوگ عمر بھر اولاد کے متمنی رہتے ہیں اور اولاد نہیں ہوتی اور بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے اولاد نہ ہو مگر ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ ماں باپ کو بچے کی ہستی میں محض برائے نام دخل ہے اور موثر حقیقی اور مفیض وجود فقط حق سبحانہ ہیں پس وہ ہی اس کی تمام چیزوں کے مالک ہوں گے اور جب وہ مالک ہیں تو بندہ کو اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کچھ استحقاق نہیں ہے جیسا کہ ہم پیشتر اس کی تفصیل کر چکے ہیں اور جب کہ اس کا کوئی استحقاق نہیں تو حق سبحانہ کے انعامات اس کا فضل محض ہوں گے اس لئے بجائے من خیر کے من رحمۃ فرمایا ہے یہاں تک معلوم ہو گیا کہ رحمت سے مراد انعام خداوندی اور اس کا فضل و احسان ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لفظ رحمت کو لفظ خیر پر کیوں ترجیح دی گئی۔

### لفظ رحمت کا مفہوم

اب ہم رحمت و فضل و احسان و انعام و ارفاد فی الآیہ کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مفسرین نے بیان کیا ہے



کہ یہاں رحمت عام ہے صحت، امن، علم، عمل، غرض کہ ہر مفید چیز کو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی حتیٰ کہ روح المعانی نے عروہ بن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ شغوف بھی رحمت ہے کیونکہ اس سے سفر میں راحت پہنچتی ہے مگر لوگ معمولی چیزوں کو نعمت نہیں سمجھتے بلکہ صرف بڑی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں جو کہ بڑی مشقتوں کے بعد ملتی ہیں۔ اسی لئے وہ چھوٹی نعمتوں پر شکر ہی نہیں کرتے یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے میں جس زمانہ میں تفسیر لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں شاید سہارن پور ریلوے تیار ہو رہی تھی حسن اتفاق سے جس روز میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا اسی روز ہماری عید گاہ کے سامنے پٹری بچھائی جا رہی تھی اس وقت مجھے عروہ کا قول دیکھ کر خیال ہوا کہ ریل بھی خدا کی نعمت اور وہ بھی رحمت میں داخل ہے۔

### تھانہ بھون میں ریل جاری ہونے کی تاریخ

پس میں نے اس مقام پر اس واقعہ کا بھی تذکرہ حاشیہ میں کر دیا اور ریل کے تھانہ بھون پہنچنے کی تاریخ بھی لکھ دی تاکہ بیک کرشمہ دوکار ہو جاوے۔ آیت کی تفسیر بھی ہو جاوے اور تاریخ بھی منضبط ہو جاوے۔ اب اگر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے کہ ریل تھانہ بھون میں کب جاری ہوئی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میری تفسیر دیکھ لو وہ متحیر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو تفسیر سے کیا مناسبت ہے تو میں ان سے واقعہ بیان کر دیتا ہوں میں ریل کے نعمت ہونے کی ایک سند ایک بڑے شخص سے بھی رکھتا ہوں جب میری عمر ۱۴ برس کی ہوگی اس زمانہ میں مولانا شیخ محمد صاحب کے وعظ میں حاضر ہوتا تھا ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ ریل بھی خدا کی نعمت ہے۔

### بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے نعمت

گو دوسروں کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ نعمت بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے پہنچتی ہے شاید کسی کو سن کر استعجاب ہو اس لئے میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر پس جب کہ کافر کے ہاتھ سے دین کی تائید واقع ہے تو کفار کے ہاتھ سے دنیوی نعمت کا پہنچنا کیوں مستبعد ہے اس مقام پر ایک حکایت یاد آگئی ایک شیخی نے ایک عالم سے کہا آپ لوگ حضرت عمرؓ کی اشاعت اسلام پر فخر کرتے ہیں اور اس کو ان کے کامل مسلمان ہونے کی دلیل بتاتے ہیں حالانکہ اس سے ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس سے اتنا تو ثابت ہوا کہ جس دین کی وہ مدد کرے گا وہ دین اسلام اور دین حق ہوگا اب اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا مصداق بناتے ہو تو اس سے اتنا تو لازم آیا کہ انہوں نے دین الہی میں مدد کی ہے اب یہ دیکھ لو کہ جس دین کی انہوں نے مدد کی ہے وہ شیعوں کا دین ہے یا سنیوں کا تم ضرور یہی کہو گے کہ سنیوں کا پس سنیوں کے مذہب کا حق ہونا ثابت ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین بھی یہی تھا لہذا ان کا مسلمان اور کامل الایمان ہونا بھی ثابت ہو گیا یہ سن کر وہ شیعی صاحب مبہوت ہو گئے۔ خیر تو ہم نے کہا تھا کہ ریل بھی رحمت میں داخل ہے۔

### قرآن میں ریل کا ذکر

اب ہم کہتے ہیں کہ اس بناء پر اگر یوں کہا جاوے کہ منجملہ اور نعمتوں کے ریل کا ذکر بھی قرآن میں ہے تو

ایک حد تک صحیح ہے اور یہ امر کوئی قابل اعتراض نہیں ہے اجمالی ذکر کا انکار محض بلاوجہ ہے اس کا اجمالی ذکر صرف اسی آیت میں نہیں ہے بلکہ دوسرے علماء نے اور آیت میں بھی اس کو داخل کیا ہے مثلاً حق سبحانہ مراکب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں ویخلق مالا تعلمون اس آیت کے عموم میں ریل بھی داخل ہے کیونکہ اوپر سے سواری اور بار برداری کے جانوروں کا تذکرہ آ رہا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ ولکم فیہا جمال حین تریحون و حین تسرحون و تحمل اثقالکم الی بلدکم تکنونوا بلغیہ الالبشق الانفس ان ربکم لرؤف الرحیم والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون۔ پس گویا حق سبحانہ تعالیٰ نے ایجاد ریل کی خوش خبری بھی سنادی اور حاصل یہ ہوا کہ مذکورہ بالا سواری اور بار برداری کے جانور تو ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے ہی ہیں ان کے علاوہ ہم ایک اور بار برداری کی (ریل) پیدا کریں گے جس کا اب تم کو علم بھی نہیں ہے۔ اس سے کسی قدر زیادہ واضح طور پر اس کو ایک مقام پر ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے وایت لہم انا حملنا ذریتہم فی الفلک المشحون و خلقنا لہم من مثله ما یرکبون کیونکہ ریل بہ نسبت چوپاؤں کے کشتی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے 'ولکن لایناسب ہذا المحمل قوله تعالیٰ و خلقنا الا ان یؤول والتاویل بعید فلیتأمل) خیر تو جبکہ ریل اور شغوف وغیرہ نعمائے دنیویہ بھی رحمت میں داخل ہیں تو نعمائے اخرویہ مثل علم وغیرہ بالاوے اس رحمت میں داخل ہوں گے خصوصاً علم کا عموم رحمت میں داخل ہونا ایک دوسری آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام پر اپنے انعام و احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فوجدنا عبداً من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علماً اس سے علم کا ایک رحمت کبریٰ اور موہبت عظمیٰ ہونا ظاہر ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ رحمت ہر مفید چیز کو شامل ہے خواہ دنیوی ہو یا دینی اور چھوٹی ہو یا بڑی اس بناء پر حق سبحانہ نے بعض جگہ اپنے کلام میں نبوت کو کہ اکمل فرد ہے علم کی رحمت سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

### رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہے

اہم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینہم معیشتہم تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو علاوہ اور اعتراضوں کے کفار نے کہا تھا کہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا اور اس کو کیوں نہ نبی بنایا گیا حق سبحانہ ان کے اس قول کو نقل فرما کر اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت یعنی نبوت کو کیا یہ لوگ اپنی تجویز سے تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حق نہیں ہے کیونکہ سامان معیشت سی ادنیٰ چیز کو تو ہم تقسیم کرتے ہیں اور اس کے تقسیم کا ان کو اختیار نہیں دیا ہے نبوت سی عظیم الشان شے کو یہ خود کیوں کر تقسیم کریں گے اور ان کو اس کے تقسیم کا کیا حق ہوگا جب یہ معلوم ہو گیا کہ رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہوا ہے تو اس سے ایک دوسری آیت کی تفسیر بھی ہوگئی اور ایک بڑا معرکہ الارامقام حل ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذا لامسکم خشیۃ الانفاق وکان الانسان قتوراً اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے پہلے بھی رسالت



کا ذکر ہے اور بعد کو بھی یہ بیچ میں انسان کے بخل کا ذکر کیسے آ گیا مفسرین نے اس کے متعلق کوئی تسکین بخش بات نہیں لکھی امام رازی نے گو اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے مگر انہوں نے بھی کوئی شانی بات نہیں لکھی لیکن جب کہ رحمت سے نبوت مراد لی جاوے اس وقت آیت مذکورہ بے تکلف اپنے ماقبل و مابعد سے مرتبط ہو جاوے گی۔

### حافظ قرآن ہونا علم تفسیر میں معین ہے

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مفسر کے لئے علاوہ دیگر شرائط کے حافظ ہونا بھی معین ہے کیونکہ القرآن بعضہ یفسر بعضاً مسلم ہے پس حافظ کی نظر چونکہ پورے قرآن پر ہوتی ہے اس لئے جس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ مقصود آیت کی توضیح وہ کر سکتا ہے اس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ غیر حافظ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تفسیر کے وقت ایک مضمون کی تمام آیتوں کو ذہن میں متحضر کرے گا اس کے بعد تفسیر کرے گا برخلاف غیر حافظ کے کہ اس کی نظر صرف ایک ہی آیت تک محدود ہوگی اور وہ جو کچھ سمجھے گا اسی ایک آیت سے سمجھے گا البتہ غیر حافظ مولویوں کے لئے تفسیر ابن کثیر زیادہ مفید ہے کیونکہ وہ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں اس مضمون کی تمام آیتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اس کے بعد تفسیر کرتے ہیں لیکن جس قدر تفسیر ابن کثیر سے غیر حافظ مولویوں کے لئے آسانی ہوتی ہے اسی قدر بخاری کی کتاب التفسیر سے ان کو پریشانی بھی ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا ہے کہ جس صورت یا آیت کی تفسیر کے لئے انہوں نے باب منعقد کیا ہے بعنوان صریح اس کی تفسیر کریں بلکہ وہ ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک سورۃ کے ذیل میں بلا تصریح دوسری سورۃ کے کسی لفظ کی تفسیر کر جاتے ہیں طالب علم اس لفظ کو اس سورۃ میں تلاش کرتے ہیں جب وہ نہیں ملتا تو پریشان ہوتا ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کو یہ پریشانی نہیں ہو سکتی میں اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ سنو امام بخاری نے باب منعقد کیا ہے باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب اور اس باب میں لکھا ہے الدین الجزاء فی الخیر والشر کما تدین تدان قال مجاہد بالدين بالحساب مدینین محاسبین پس جب طالب علم قال مجاہد بالدين بالحساب پر پہنچتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ بالدين سورة فاتحہ میں کہاں ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کا ذہن فوراً رائیت الذی یکذب بالدين کی طرف منتقل ہو جائے گا اور سمجھ لے گا یہ لفظ فلاں سورت میں واقع ہوا ہے اور وہاں اس کی تفسیر منقول ہے اس تفسیر سے مالک يوم الدين کی تفسیر ہے علی ہذا جب وہ مدینین محاسبین پر پہنچے گا اور مدینین کو سورة فاتحہ میں نہ پائے گا تو متحیر ہوگا لیکن حافظ کا ذہن فوراً لولا ان کنتم غیر مدینین الخ کی طرف جو کہ سورة واقعہ میں ہے منتقل ہوگا اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ تفسیر دوسری سورۃ سے متعلق ہے اس سے آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ مولویوں اور طالب علموں کے لئے حفظ قرآن کی نہایت شدید ضرورت ہے اسی واسطے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی شخص عربی پڑھنے کا ارادہ ظاہر کرتا تو آپ فرماتے تھے کہ بتلاؤ کہ تم حافظ بھی ہو یا نہیں اس کے جواب میں اگر وہ یہ کہتا جی ہاں میں حافظ ہوں تو آپ فرماتے تھے کہ میں تمہارے مولوی ہونے کا ذمہ کرتا ہوں اور کہتا کہ حافظ تو نہیں ہوں تو فرماتے اچھا کوشش کرو میں بھی دعا کروں گا اور تم بھی دعا کرنا چونکہ اوپر رحمت کی تفسیر میں نبوت و مطلق علم کا فرد رحمت ہونا مذکور تھا جس سے علم کا نبوت کی ساتھ ملا بس ہونا معلوم ہوتا ہے۔

## نبوت ناقابل انقسام منصب ہے

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ایک کام کی بات بتلا دی جاوے نبوت ایک منصب خاص ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو بالتخصیص عطا ہوتا ہے بعض چیزیں اس کے لوازم یا مناسبات میں سے ہوتی ہیں جو حقیقتہً نہ عین نبوت ہوتی ہیں نہ جزو نبوت مثلاً علم یا رویائے حقہ وغیرہ بعض لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے اور وہ نبوت کو قابل انقسام سمجھ کر اور اس کے حصے اور اجزاء متعین کر کے اپنے کو جزوی نبی کہنے لگتا ہے یہ ایک سخت مغالطہ ہے اس سے آگاہ رہنا چاہئے۔

## رویائے صالحہ کے نبوت کے چالیسواں جزو ہونے کا مفہوم

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چالیسواں جزو ہے وہ محمول برحقیقت نہیں ہے بلکہ شدت ملا بست کی وجہ سے اس کو جزو کہہ دیا گیا ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ نبوت قابل انقسام ہے تب بھی ایسے شخص کو دعوت نبوت کا حق نہیں ہے کیونکہ بعض چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں جن کے اجزاء نام میں اپنے کل کی شریک نہیں ہوتی مثلاً اینٹ اور گھر تو رویائے صالحہ وغیرہ کے اجزاء نبوت ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ جس میں کوئی جزو نبوت پایا جاوے وہ نبی کہلا سکتا ہے یہ تفصیل تھی اس آیت کے متعلق جس کو شکر کے لئے اس جلسہ میں تلاوت کیا گیا تھا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود مثنوی کے متعلق بھی کہ علم نافع کا ایک مادہ تحقیق ہے اور اس کی شرح اور شاحین کے وشرکاء جلسہ کے متعلق بھی کچھ بیان کر دیا جاوے۔

## مثنوی مولانا روم مضامین حقہ سے لبریز ہے

مثنوی ایک ایسی کتاب ہے جو مضامین حقہ سے لبریز مولوی جامی نے اس کی نسبت فرمایا ہے۔

ہست قرآن در زبان پہلوی مثنوی مولوی معنوی

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس میں اسرار و دقائق قرآنیہ کو بیان فرمایا ہے یہ معنی ایسے ہیں جن سے عوام کو وحشت نہیں ہو سکتی اور دوسرے معنی وہ جن میں عوام کے توحش کا خطرہ ہے اور وہ وہ ہیں جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حال میں بیان فرمائے ہیں یعنی مثنوی حق سبحانہ کا الہامی کلام ہے اور اس مقام پر قرآن سے کلام معروف حق سبحانہ مراد نہیں ہے بلکہ مطلق کلام حق مراد ہے گو بالوحی نہ ہو بالاہام ہو حق سبحانہ کا کلام فی نفسہ تو حرف و صوت سے پاک ہے مگر جس طرح وہ لباس عربیت میں جلوہ گر ہوا ہے یوں ہی لباس فارسی میں بھی جلوہ گر ہو سکتا ہے اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ کلام حق ہے تو اس کے لئے بھی وہی احکام ثابت ہوں گے جو قرآن کے ہیں کیونکہ قرآن کا کلام الہی ہونا قطعی ہے اور مثنوی کا کلام الہی ہونا قطعی نہیں ہے اس لئے دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا قرآن اپنے مرتبہ میں رہے اور مثنوی اپنے مرتبہ میں بلکہ دوسری کتب سماویہ خود کلام قطعی بھی ہیں ان کے لئے بھی کسی حکم کا ہونا محتاج دلیل مستقل ہوگا خیر یہ وہ معنی ہیں جو حضرت حاجی صاحب نے غلبہ حال میں بیان فرمائے ہیں۔



## اہل کمال اور غیر اہل کمال کے غلبہ حال میں فرق

اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے پھر حاجی صاحب کیسے مغلوب ہوئے کیونکہ یہ خود قاعدہ ہی صحیح نہیں کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے ضرور ہوتے ہیں مگر ان میں اور غیر اہل کمال میں فرق یہ ہوتا ہے کہ جن احوال سے غیر اہل کمال مغلوب ہو جاتے ہیں اہل کمال ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ ان کے مغلوب کرنے والے احوال دوسروں کے احوال سے اتوی ہوتے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ اہل کمال کی مغلوبیت کم ہوتی ہے اور غیر اہل کمال کی زیادہ مگر ان کی نفس مغلوبیت کا انکار مشکل ہے انبیاء سے زیادہ کون صاحب کمال ہو سکتا ہے لیکن جب ان کے حالات میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاثر من الحال وہاں بھی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی اللھم ان تھلک هذا العصابة لم تعبد بعد الیوم۔ اب آپ خیال کر لیجئے کہ اگر غلبہ حال نہ ہوتا تو کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عنوان سے دعا فرماتے جس میں ابہام ہے حق سبحانہ کی احتیاج الی العبادات کا گو آپ کا مقصود یہ نہیں بلکہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اے اللہ آپ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے گو آپ کو ان کی احتیاج نہیں ہے اور نہ آپ کا کچھ نفع ہے پس اگر تیرے بندوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہوگئی تو میرے خیال میں پھر حق کی اشاعت نہ ہو سکے گی اور انسانوں کی پیدائش سے جو مقصود ہے وہ فوت ہو جاوے گا اس لئے آپ اس جماعت کو بچا لیجئے علی ہذا موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں رب لو شئت اهلکتهم من قبل وایای اهلکنا بما فعل السفهاء منا ان ہی الا فتک نضل بها من نشاء و تھدی من نشاء یہ اگر غلبہ حال نہ تھا تو کیا تھا یہ واقعات محض تائید کے درجے میں ہیں اگر ان کو کوئی نہ مانے تو اس کو خود غیر انبیاء اہل کمال کا اعتراف تو ماننا ہی پڑے گا۔

## عارف رومی اور ان پر غلبہ حال

حضرت مولانا مثنوی معنوی میں جگہ جگہ اپنی مغلوبیت کا اظہار فرماتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔  
چوں بگو شمش تا سرش پنہاں کنم سر بر آرد چوں علم کا نیک منم  
غم انم گیر دم ناگہ دو گوش کائے مدغ چوں ہی پوشی پوش  
دوسری جگہ کہتے ہیں۔

اے بروں از وہم و قال و قلیل من خاک بر فرق من تمثیل من  
بندہ تشکبد ز تصویر خورش ہر زماں گوید کہ جان مفرشت

علیٰ ہذا اور بہت سے مقامات پر مولانا نے خود اعتراف فرمایا ہے اس تقریر سے من عرف کل لسانہ کے معنی بھی ظاہر ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ اس کمال میں کلال سے کلال اضافی مراد ہے نہ کہ عدم افشاء مطلقاً اس مقام پر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہ مقولہ دو طرح سے منقول ہے اول یوں کہ من عرف کل لسانہ اور دوسرے یوں کہ من عرف طال لسانہ ان دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں کیونکہ من عرف طال

لسانہ ابتدائی حالت پر محمول ہے اور من عرف کل لسانہ انتہائی حالت یعنی عارف ابتدا میں ضبط اسرار پر قادر نہیں ہوتا اس لئے اس وقت اس کی زبان کشادہ ہوتی ہے لیکن جب وہ پختہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کی زبان گنگنی ہو جاتی ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ غالب اوقات میں۔ ہاں تو مشنوی مضامین حقہ سے لبریز ہے مگر وہ عوام کی کام کی نہیں ہے کیونکہ اس کے مضامین دقیق ہیں اور مولانا کا کلام ذوق جوہ ہے ہر خیال کا آدمی اس کے مضامین کو اپنے خیالات پر منطبق کر سکتا ہے اس لئے اس میں یصل بہ کثیرا و یهدی بہ کثیرا کی شان ہے اس لئے مولانا فرماتے ہیں۔

نکتہا چوں تیغ پولادست تیز چوں نداری تو سپر واپس گریز  
پیش ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را نبود حیا

### مشنوی کا ایک خاص کمال

مشنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے مضامین حافظہ میں ضبط نہیں ہو سکتے حالانکہ میں اس کی شرح بھی لکھ چکا ہوں اور متعدد بار پڑھنے پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا ہے لیکن جب اٹھا کر دیکھتا ہوں تو ہر مرتبہ وہ مجھے نئی معلوم ہوتی ہے اور جن اشعار کے جو مضامین میں نے پہلے سمجھے تھے وہ یاد نہیں آتے بلکہ نئے مضامین یاد آتے ہیں کبھی کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا اور خود اپنی شرح کو دیکھنا پڑتا ہے یہ ہی حالت قرآن شریف کی ہے کہ جب دیکھئے نیا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لئے ہی مجھے اپنی تفسیر دیکھنی پڑ جاتی ہے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف مشنوی شریف بخاری شریف یہ تینوں کتابیں البیلی ہیں یعنی ان تینوں کتابوں کا کوئی ضابطہ نہیں ہے جس کا احاطہ ہو سکے مشنوی اور قرآن کے اس تشابہ طرز بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مشنوی الہامی کلام حق ہے مشنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وقت و علوصولت و شوکت معانی کی طرح اس میں شوکت و صولت الفاظ بھی ہے جو اور کتابوں میں نہیں دیکھے جاتے اور اس کا فیصلہ ذوق صحیح کر سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ذوقی بات ہے نہ کہ استدلالی دیکھو ایک بلغاء عرب تھے جن پر قرآن کریم کی بلاغت نے وہ اثر کیا ہے کہ باوجود کمال مخالفت و عناد و حق پوشی کے ان کو جرات نہ ہو سکی وہ جھوٹوں بھی کوئی کلام بنا کر اس کے مقابلہ میں لے آئیں اور کہہ دیں کہ یہ اس کے ہم پلہ ہے اور ایک آج کل کے حمقاء ہیں جو مقامات حریری کو بکے خود اپنے کلام کو قرآن کے برابر بتاتے ہیں یہ تفاوت کیوں ہے محض اس لئے کہ بلغاء عرب کا ذوق صحیح تھا اور ان کا ذوق فاسد ہے ان کا ذوق صحیح ان کو اعتراف اعجاز پر مجبور کرتا تھا اور ان کا فساد مذاق اس بیہودہ دعوے پر جرات دلاتا ہے دیکھو بلغاء تصریح کرتے ہیں کہ قرآن میں ابلغ لا آیات یہ آیت ہے۔ یا ارض ابلعی ماء ک و یا سماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر و استوت علی الجودی و قیل بعد اللقوم الظالمین۔

### صحت و فساد مذاق

مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کی نسبت سنایا گیا ہے کہ جب وہ اس آیت کو پڑھتے تھے تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حالانکہ ہم لوگوں کو کچھ بھی لطف نہیں آتا یہ فرق کیوں ہے۔ فلذلک فادع فاستقم کما امرت ولا تتبع اہواءہم و قل آمنت بما انزل اللہ من کتاب و امرت لاعدل



بینکم اللہ ربنا و ربکم لنا اعمالنا و لکم اعمالکم لاحجة بیننا و بینکم اللہ یجمع بیننا و الیہ المصیر اتنا عمر بھر میں کسی آیت میں نہیں آیا لیکن اگر پوچھتے کہ کیوں تو میں اس کی وجہ نہیں بیان کر سکتا کہ اس لئے کہ یہ ذوقی امر ہے اور امر ذوقی بیان میں نہیں آ سکتا۔

### حسن معنوی ایک ذوقی امر ہے

چنانچہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو اور اس سے پوچھا جاوے کہ تو اس پر کیوں عاشق ہے تو وہ اس کی پوری اور مفصل وجہ نہیں بیان کرتا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس میں فلاں خوبی ہے مثلاً اس کی آنکھ اچھی ہے یا بال اچھے ہیں وغیرہ مگر جب اس سے پوچھا جاوے کہ اس میں کیا اچھائی ہے اور وہ کیوں اچھی ہے تو وہ اس کی وجہ بیان کرنے سے عاجز ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن معنوی کی طرح حسن صوری بھی درحقیقت ذوقی ہے نہ کہ مدرک بالبصر ہاں حسن صوری کو معلوم کرنے کے لئے حسن ظاہر شرط بے شک ہے مگر شرط ہونا اور چیز ہے اور مدرک ہونا اور شے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسن دو قسم کا ہے حسن صوری اور حسن معنوی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدرک دونوں کے لئے ذوق ہے فرق اتنا ہے کہ حسن معنوی کے ادراک کے لئے حسن ظاہر شرط نہیں ہے اور حسن ظاہر کے ادراک کے لئے شرط ہے۔

### ادراک حسن کے لئے بصارت شرط نہیں

اور اسی سے اس کا راز بھی معلوم ہو گیا کہ اندھے کسی پر کیوں عاشق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ ادراک حسن کا مدار آنکھ پر نہیں ہے بلکہ بعض خوبیاں بدوں آنکھ کے بھی معلوم ہو سکتی ہیں۔ پس اندھے ان پر ان خوبیوں کی بناء پر عاشق ہوتے ہیں جو بلا توسط آنکھ کے مدرک ہو سکتے ہیں جیسے آواز یا کوئی عادت و خصلت ہے وغیرہ وغیرہ اندھوں کے عاشق ہونے پر ایک اندھے کا قصہ یاد آ گیا لڑکوں کو پڑھاتا تھا ایک لڑکے کی ماں خوشامد میں اس اندھے معلم کے پاس اپنے بچے کے ہاتھ کبھی کبھی کھانا وغیرہ بھیج دیا کرتی تھی کبھی سلام کہلا بھیجتی اندھے نے سمجھا کہ عورت مجھ سے محبت کرتی ہے اس لئے اس کو بھی اس سے محبت ہو گئی۔

ایک روز اس نے اس لڑکے کے ہاتھ اس کی ماں کے پاس اظہار عشق کے ساتھ درخواست ملاقات کا پیام کہلا بھیجا عورت پارسا تھی اسے ناگوار ہوا اس نے اپنے خاوند سے تذکرہ کیا ان دونوں میں یہ طے ہو گیا کہ اندھے کو اس کا مزہ چکھانا چاہئے اور اس کی صورت بھی تجویز کر لی گئی اس کے بعد اس عورت نے حافظ جی کو لڑکے کے ہاتھ بلوا بھیجا حافظ جی وقت معہود پر پہنچ گئے۔

اتنے میں باہر سے آواز آئی کوڑا کھولو حافظ جی یہ سن کر گھبرائے عورت نے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں ابھی انتظام کئے دیتی ہوں تم یہ دوپٹہ اوڑھ کر چکی پیسنے لگو حافظ جی نے ایسا ہی کیا اس نے جا کر کوڑا کھول دیئے خاوند اندر آیا ملی بھگت تو تھی ہی۔ پوچھا یہ کون عورت ہے کہا ہماری لونڈی ہے آٹے کی ضرورت تھی اس لئے بے وقت چکی پیس رہی ہے۔ وہ خاموش ہو رہا حافظ جی نے کیوں چکی پیسی تھی آخر تھک گئے اور ہاتھ ست چلنے لگا یہ دیکھ کر خاوند اٹھا اور کہا مردار سوتی ہے پیستی کیوں نہیں یہ کہہ کر چند جوتے رسید کئے اور آ کر اپنی جگہ لیٹ رہا۔ حافظ جی نے قہر درویش برجان درویش پھر پیسنا

شروع کیا تھوڑی دیر پینے کے بعد پھر ہاتھ ست چلنے لگا خاوند نے پھر وہی کیا جو پہلے کیا تھا۔ غرض صبح تک حافظ جی سے خوب چکی پسوائی اور خوب جوتہ کاری کی جب یہ دیکھا کہ حافظ جی کو کافی سزا مل چکی ہے تو حسب قرار داد خاوند وہاں سے مل گیا عورت نے کہا حافظ جی اب موقعہ ہے آپ جلدی سے تشریف لے جائیں۔ ایسا نہ ہو وہ ظالم پھر آ جاوے حافظ جی وہاں سے بھاگ گئے اور مسجد میں آ کر دم لیا یہ قصہ تو رفت گذشت ہوا اس کے بعد عورت کو شرارت سو جھی اور اس نے لڑکے کے ہاتھ پھر سلام کہلا بھیجا حافظ جی نے کہا ہاں میں سمجھ گیا آنا نہیں رہا ہوگا خیر یہ مضمون تو استطراد ہی تھا۔

### مثنوی سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت

کہنا ہم کو یہ ہے کہ مثنوی میں حسن صوری بھی ہے اور معنوی بھی مگر اس کے سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت ہے یہ سب کچھ ہے مگر اس کے مضامین کی وقت اور اس کے ذوق جوہ ہونے نے اس کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ عوام کے ہاتھوں میں رہے کیونکہ اس سے لوگوں کو گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اس بناء پر جی یوں چاہتا ہے کہ اس کو یوں پردہ میں چھپایا جاوے کہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگے کیونکہ گو مثنوی اپنی ذات سے ایک کتاب ہدایت ہے اور اس سے جو گمراہی پھیلتی ہے اس کی ذمہ دار خود لوگوں کی نااہلیت ہے مگر جس وقت کہ اس کی اشاعت میں ایک مفسدہ ہے گو خارجی ہے اور شیوع اس کا ضروری نہیں تو اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ اس کو شائع نہ کیا جاوے اس لئے کہ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ جس بات سے کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے اور وہ خود ضروری نہ ہو تو اس کو روک دیا جاتا ہے ہاں اگر وہ امر خود ضروری ہو اور اس میں کوئی مفسدہ بھی ہو تو خود اس کو نہ روکا جاوے گا بلکہ اس وقت خود مفسدہ کو روکا جاوے گا لیکن اس وقت اس کے اشاعت کا بند ہونا تو ناممکن ہے کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے حکومت کی اور حکومت ہے نہیں تو اشاعت کیونکہ رکے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو مثنوی سے بالکل تعرض نہ کیا جاوے اور اس پر جو مفسدہ مرتب ہوں ہونے دی جاوے یا ان مفسدہ کو دور کرنے کی کوشش کی جاوے پہلے صورت کچھ اچھی نہ معلوم ہوتی تھی اس لئے جی چاہتا تھا کہ مثنوی کی کوئی ایسی شرح ہو جاوے جو اس کے مضامین کو شریعت پر منطبق کر دے مگر اس طرح کہ حق بھی نہ چھوٹے پائے تاکہ ایک حد تک مفسدہ کا انسداد ہو جاوے۔

### کلام کی شرح لکھنے کے لئے مذاق سخن شرط ہے

اب تک جو لوگوں نے حواشی و شروح لکھے وہ فرد افراد تو کافی نہیں کیونکہ بعض تو فن کو چھوڑ دیا ہے جیسے محض اہل علم ظاہر اور بعض نے شریعت کو چھوڑ دیا جیسے ولی محمد اور بعض ایسے ہیں جن کو مذاق سخن حاصل نہیں ہے اور جب تک مذاق سخن نہ ہو اس وقت تک کسی کے کلام کی شرح ناممکن ہے غرض کہ جہاں تک ہم نے غور کیا ہم کو کوئی شرح یا حاشیہ ایسا نہ ملا جو ان تمام باتوں کا جامع ہو یہ ممکن ہے کہ ان سب کے مجموعہ سے مقصود حاصل ہو جاوے مگر اس میں اول تو یہ وقت ہے کہ ہر شخص کے پاس اتنا ذخیرہ جمع ہونا مشکل پھر اگر جمع بھی ہو جاوے تو ہر شخص میں تنقید کی قابلیت کب ہے۔

### کلید مثنوی لکھنے کا سبب

اس بنا پر جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسی شرح ہو جاوے جس میں ان تمام باتوں کا حتی الامکان لحاظ رکھا گیا ہو۔ لیکن



احباب کیا صرار سے یہ بار خود مجھ ہی کو اٹھانا پڑا اور میں نے دفتر اول کی شرح پوری کر دی اس کے بعد کئی سال تک ہمت پست رہی پھر احباب کے طرف سے بھی اصرار ہوا کچھ آمادگی ہوئی لیکن یہ امید نہ ہوئی کہ میں اس کو پورا کر سکوں گا اس لئے خیال ہوا کہ کچھ اور لکھ دیا جاوے اور میں نے حاجی صاحب سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اصرار بہت ہیں اس لئے خیال ہوا کہ دفتر ششم کی شرح بھی ہو جاوے تو اچھا ہے اس بنا پر میں نے دفتر ششم کی شرح شروع کی اور بدقت تمام اس کو ختم کیا اب تو ہمت بالکل ہی پست ہو گئی لیکن احباب کا اصرار کسی طرح بھر ہوا تب خیال ہوا کہ اس کو پورا ہونا چاہئے اور ہمت تھی نہیں اس لئے اس کے لئے یہ تدبیر بتلائی کہ میں پڑھا دوں اور پڑھنے والے ضبط کر لیں چنانچہ دفتر ثالث نصف اول دفتر رابع اول دفتر خامس کی شرح اس طرح تحریر مولوی حبیب احمد و مولوی شبیر علی تمام ہو گئی۔

### مولانا حبیب احمد صاحب کو مثنوی سے مناسبت

اس کے بعد بعض عوارض کی وجہ سے اس کے درس کا سلسلہ موقوف ہو گیا مگر اس کی تحریر موقوف نہیں ہوئی یعنی میں نے مولوی حبیب احمد کو بوجہ اس کے کہ میرے خیال میں ماشاء اللہ ان کو مثنوی سے پوری مناسبت تھی اجازت دے دی کہ تم خود لکھ لو اور جو مقام حل نہ ہو یا جہاں کہیں کوئی شبہ ہو مجھ سے پوچھ لو نصف ثانی دفتر رابع رابع ثانی و ثالث و رابع دفتر خامس کی شرح اس طرح تمام ہوئی۔ غرض چار دفتر تو یوں تمام ہوئے اور دو دفتر میں خود لکھ چکا تھا اس لئے اب بفضلہ تعالیٰ پوری مثنوی کی شرح ہو گئی چونکہ حق سبحانہ کا یہ ایک بہت بڑا انعام اور احسان تھا اس لئے جی چاہا کہ اس کے ادائے شکر کے لئے بے تکلف و اہتمام خاص ایک جلسہ کیا جاوے جس میں حق سبحانہ کی اس نعمت کو ظاہر کیا جاوے کیونکہ اظہار نعمت بھی شکر ہے اگر بہ نیت تفاخر نہ ہو چونکہ بعض وہ احباب موجود نہ تھے جن کے شریک کرنے کو جی چاہتا تھا اس لئے اس میں ذرا تاخیر ہو گئی آج وہ بھی اتفاقاً آگئے اور احباب غیر متوقع بھی آ گئے اس لئے خیال ہوا کہ یہ کام آج ہی ہو جاوے تو اچھا ہے اس لئے یہ مختصر اور بے تکلف جلسہ منعقد کیا گیا گو شرح مثنوی کا کام ہمارے کئی کے ہاتھوں انجام پایا جائے۔

### چھوٹی اور بڑی ہر نعمت پر اظہار شکر کی ضرورت

مگر ہمیں اس پر ناز نہ ہونا چاہئے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَ مَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ یعنی حق سبحانہ جس چھوٹی یا بڑی نعمت کو کھول دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دیں اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب مطلق اور حکیم مطلق ہیں نیز فرماتے ہیں مَا آصَابَكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ یعنی جو نعمت تم کو ملی وہ حق سبحانہ کی طرف سے ہے ان نصوص میں تصریح ہے کہ ہر نعمت خواہ علم ہو یا کچھ اور اسی کے اختیار میں ہے اور بدوں اس کے دیئے کسی کو نہیں مل سکتے پس بجائے اس کے ناز کیا جاوے ہم کو حق سبحانہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم پر انعام کیا اور ہم سے یہ خدمت لی ہم کو ناز کا کیا حق ہو سکتا ہے جب کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوتا ہے وَلَنَنْشُنَا لِنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

## شارحین مشنوی کی شکرگزاری اور انہیں ہدیہ سے نوازنا

پس ہم کو خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے یہ مضمون تو حق سبحانہ کے شکر سے متعلق تھا اب میں کہتا ہوں کہ حدیث میں من لم يشكر الناس لم يشكر الله اس لئے مجھے شارحین کی شکرگزاری کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ان سے مجھے اس مقصد میں مدد ملی ہے سوائیک تو ان کی شکرگزاری کی یہ ہی صورت ہے کہ ان کی ثنا کی ساتھ ذکر ہو رہا ہے اور دوسری صورت ان کی شکرگزاری کی یہ کہ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان پر حق تعالیٰ اپنی رحمت فرماویں اور ان کو تقویٰ حقیقی نصیب فرمائیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ میں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز کروں سو مولوی شبیر علی تو میری مثل جز کے ہیں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز کرنا تو خود اپنے لئے تجویز کرنا ہے اور مولوی حبیب احمد میرے دوست ہیں گو وہ بھی میرے لئے من وجہ جز وہی کی مثل ہیں مگر پھر بھی دونوں میں بہت فرق ہے اس لئے میں ہدیہ رسم صالحہ کے طور پر صرف مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کرتا ہوں اس تفریق کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لو کان بعدی نبی لکان عمراً اور یہ نہیں فرمایا لکان ابو بکر اس کی وجہ استادی علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ابو بکر صدیق بوجہ شدت تعلق برسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملحق برسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حکماً بعد کے مضاف الیہ میں داخل ہیں گو حیثیات الحاق دونوں واقعوں میں جداگانہ ہیں مگر اس سے اصل مقصود پر اثر نہیں پڑتا دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ یہ ہنس کر فرمایا کہ مولوی حبیب احمد نے شرح کو پورا کیا ہے اور مولوی شبیر علی نے پورا نہیں کیا اس کی ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جو بات محبت سے ہو وہ خود بھی محبوب ہے خواہ فعل ہو خواہ ترک ہو کیونکہ کبھی فعل مودی ہوتا ہے معنی کی اور کبھی ترک۔

## مولانا حبیب احمد صاحب کو مفتاح مشنوی کے لقب سے نوازنا

خیر جو تحفہ میں نے مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کیا ہے وہ اب میں پیش کرتا ہوں برگ سبز ست تحفہ درویش اس تحفہ کو حقیر نہ سمجھئے یہ میری ٹوپی ہے جس میں یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

گشتہ مفتاح باب مشنوی اے حبیب مولوی معنوی

اس میں لفظ حبیب مضاف ہے مگر بشکل موصوف اس کو عربی میں یوں پڑھا جاسکتا ہے۔

صرف مفاہل باب المشنوی یا حبیب المولوی المعنوی

میں نے اس پر ۱۳۳۶ھ بھی یادداشت کے لئے لکھ دیا ہے اور میں حبیب احمد کو مفتاح المشنوی کا لقب دیتا ہوں اور صلاح اعمال کی دعا کرتا ہوں اس کے بعد اتمام ذرہ نوازی کے لئے اس نا اہل کو اپنے دست مبارک سے ٹوپی اوڑھادی حبیب احمد میں شارحین کو حق سبحانہ کا ارشاد ما یفتح الله للناس من رحمة فلا ممسک لها وما یمسک فلا مرسل له

پھر یاد دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ اس پر ناز نہ کریں بلکہ خدا کا شکر ادا کریں کیونکہ یہ ان کا انعام ہے جو ان پر کھولا گیا ہے اگر وہ بند کر لیتے تو پھر اس کا کوئی کھولنے والا نہ تھا۔



## وعظ کا نام شکر المثنوی تجویز فرمانا

اس لئے میں اس وعظ کا نام شکر المثنوی رکھتا ہوں اور حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ مثنوی کے سبق کے بعد یہ دعا کیا کر دو کہ اے اللہ جو کچھ اس میں ہے ہمیں بھی نصیب ہو سبحان اللہ کیسی مختصر اور جامع دعا ہے اور ایک دفعہ اس دعا کے بعد فرمایا تھا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کو ایک ذرہ محبت عطا ہوگا آپ نے تو یہ بشارت دی تھی کہ جتنے لوگ اس جلسہ میں شریک ہیں سب کو اس میں سے حصہ ملے گا ہم بشارت کے قابل نہیں ہاں ہم کو حق سبحانہ کے فضل سے امید ہے کہ جتنے اس جلسہ میں شریک ہیں ان کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس سے حصہ ملے گا۔

## کلید مثنوی کی تکمیل پر تقسیم مٹھائی

اس جلسہ میں تقسیم کے لئے مٹھائی بھی منگائی گئی جو تقسیم ہونے والی ہے جو لوگ اس تقسیم میں ایسے ہیں جن کو مٹھائی دینے سے ثواب ملے اے اللہ اس کا ثواب حضرت مولانا رومی کو پہنچے یہ فاتحہ مروجہ نہیں ہے کیونکہ اس میں اور فاتحہ مروجہ میں بہت فرق ہے۔ اہل بدعت کی شیرینی وغیرہ ان کے آگے ہوتی ہے ہماری مٹھائی بائیں طرف رکھی ہے وہ کسی شے پر فاتحہ دے کر خود ہی کھا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس شے کا ثواب مردہ کو پہنچ جاوے گا ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے ایک عورت کا قصہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز پکاتی تو اس کو چند پیالوں میں اتارتی اور کہتی کہ یہ فلاں کے نام کا ہے اور یہ فلاں کے نام کا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے اور اس کا فلاں کو کہہ کر خود کھا جاتی سو ہمارے فاتحہ تو ایسی نہیں اہل بدعت کے یہاں ثواب کی تین قسمیں ہیں ایک مستحقین کو دینے کا اور ایک غیر مستحقین کو دینے کا ایک خود کھانے کا اس لئے ان کے مردوں کو ثواب بھی کم پہنچتا ہے کیونکہ جو غیر مستحقین کو دیا گیا ہے اس میں اگر خلوص نہ تھا جو کہ اغلب ہے کیونکہ ان کے ایصال ثواب میں یاریا و تقاخر ہوتا ہے یا محض پابندی رسم و تقلید آباء تو وہ یوں اکارت گیا۔ اب بتلائیے مردوں کو کیا پہنچا برخلاف اہل حق کے کہ جبر وہ ایصال ثواب کریں گے تو اس میں اس کی شرائط کا لحاظ رکھیں گے اس لئے سارا ثواب مردوں کو پہنچے گا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص نے منت مانی تھی منت کا کھانا جن لوگوں کو کھلایا گیا ان میں کوئی تحصیلدار تھا کوئی پیش کار غرض کہ سب اغنیاء تھے ایک شخص نے کہا بھائی جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں اس جلسہ میں دیکھ لے اگر کسی کو ہمارے مولانا کو ثواب پہنچانے پر یہ شبہ ہو کہ وہ تو خود بزرگ ہیں ان کو ثواب پہنچانے سے کیا فائدہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک فائدہ تو خود بزرگوں کا ہے وہ یہ کہ مراتب بلند ہوں گے اور ان کے تقریب خداوندی میں اضافہ ہوگا جس کے وہ ہم سے زیادہ طالب ہیں دوسرا فائدہ خود ہمارا ہے کہ ان کے تعلق سے حق سبحانہ کو ہم سے تعلق ہوگا کیونکہ وہ خدا کے دوست ہیں اور دوست کا دوست دوست ہوتا ہے۔

## آیت مملوہ کی عجیب و غریب تفسیر

اب میں آیت مملوہ کے متعلق تھوڑا سا مضمون اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد اس بیان کو ختم کر دوں گا وہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے جس طرح اس آیت میں اپنے عموم قدرت و قہر غلبہ کو صراحتاً بیان فرمایا ہے یوں ہی انہوں نے اس میں اپنے کمال جو دو کرم کی

طرف بھی اشارہ فرمایا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت میں جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک لائے ہیں اور امساک کے مقابلہ میں فتح اور جملہ ثانیہ میں امساک کے مقابلہ میں ارسال لائے ہیں اور ارسال کے مقابلہ میں امساک۔

پس اس میں دو امر خلاف ظاہر ہیں ایک تو جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک اور امساک کے مقابلہ میں فتح لانا کیونکہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک اور امساک کا مقابلہ ارسال ہے نہ کہ فتح اور دوسرا یہ کہ جملہ ثانیہ مقابل ہے جملہ اولیٰ کا اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک۔

پس جملہ اولیٰ میں ما یفتح اللہ فرمایا اور اس کے مقابلہ میں جملہ ثانیہ میں ما یمسک فرمانا خلاف مقتضائے تقابل ہے اس بنا پر آیت مذکورہ پر شبہ ہوتا ہے کہ اس میں رعایت نہیں رکھی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رعایت معنوی چونکہ رعایت لفظی پر مقدم ہے اور رعایت معنوی عدم لحاظ تقابل میں تھی اس لئے اس کا لحاظ نہیں کیا گیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت سے جس طرح اظہار کمال قدرت مقصود ہے یوں ہی اس میں غایت کرم اور کمال جود کی طرف بھی اشارہ ہے پس جملہ اولیٰ میں بجائے لفظ ارسال کے فتح کا لفظ اس واسطے استعمال کیا گیا ہے کہ گو یہ دونوں لفظ اطلاق پر دلالت کرتے ہیں مگر جود دلالت اطلاق پر لفظ فتح کرتا ہے وہ دلالت لفظ ارسال نہیں کرتا اس لئے ما یفتح اللہ میں اشارہ ہوگا اس طرف کہ جب حق سبحانہ کسی پر رحمت کرتے ہیں تو بہت اور بے دریغ کرتے ہیں اور یہ اشارہ ارسال میں نہ تھا اس لئے بجائے ارسال کے فتح لایا گیا اور بجائے غلق کے امساک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ جس قدر کمال قدرت نفی مسک سے ظاہر ہوتا ہے اس قدر نفی غلق سے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ غلق خاص ہے اور امساک عام اور نفی عام تو نفی خاص کو مستلزم ہے مگر نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں اور جملہ ثانیہ میں لفظ امساک بجائے غلق کے اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دلالت کرتا ہے کرم پر کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق سبحانہ جب کسی پر انعام نہیں کرتے تو یہ اس کا بند کرنا نہیں ہوتا کہ نہر جاری نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے عارضی طور پر روک لینا ہوتا ہے اور زوال عارض کے بعد پھر اس کا اجراء ہو جاتا ہے۔

ما یفتح اللہ للناس من رحمة فلا غلق لہا اس لئے نہیں کہا کہ اس میں گو کثرت جود کی طرف اشارہ ہے مگر اس سے کمال قدرت کا اظہار نہیں ہوتا کیونکہ نفی غلق کے لئے نفی مسک لازم نہیں اور ما یوسل اللہ للناس من رحمة فلا یمسک لہا اس واسطے نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے مگر اس سے کمال جود مفہوم نہیں ہوتا اور ما یوسل اللہ للناس من رحمة فلا غلق اس واسطے نہیں فرمایا کہ نہ اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے اور نہ کمال جود کی طرف اشارہ اور ما یغلق فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ حق سبحانہ کی طرف سے غلق رحمت نہیں ہوتا بلکہ فقط امساک ہوتا ہے۔ جو کہ ادنیٰ ہے غلق سے نیز اس میں کمال قدرت پر بھی دلالت نہیں ہے کیونکہ نفی فاتح مستلزم نفی مرسل نہیں ہے۔

ما یغلق فلا مرسل لہ اس واسطے نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت پر دلالت ہے مگر حق سبحانہ غلق رحمت نہیں فرماتے اور ما یمسک فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ اس میں کمال قدرت پر دلالت نہیں ہے۔ اس تفصیل کے بعد آیت کا حاصل یہ نکلا کہ حق سبحانہ جب کسی پر کوئی عنایت کرتے ہیں تو بے دریغ کرتے ہیں اور خود ان کی طرف سے کوئی روک نہیں ہوتی اور جس کسی پر وہ عنایت کرتے ہیں اس کا کوئی بند کرنے والا تو درکنار روکنے والا بھی



نہیں ہوتا اور جس پر وہ رحمت نہیں کرتے تو وہ اس کو بند نہیں کرتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روک لیتے ہیں اور اگر وہ عارض زائل ہو جاوے تو پھر جاری فرما دیتے ہیں اس سے اہل سلوک کو خاص طور پر سبق لینا چاہئے اور اگر کسی وقت احوال و مواجید اور ذوق شوق میں کمی آ جاوے یا وہ بند ہو جاوے تو مایوس نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ نہایت کریم ہیں اس لئے کسی نعمت کو خود نہیں روکتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روکتے ہیں اور عارض کبھی معصیت ہوتا ہے اور کبھی غیر معصیت پس اگر معصیت ہو تو اس کا توبہ و استغفار سے تدارک کرنا چاہئے حق سبحانہ پھر اس کو جاری فرما دیں گے اور غیر معصیت ہو تو سمجھنا چاہئے کہ یہ روکنا کسی خاص مصلحت سے ہے اور مفید ہے نہ کہ مضر اس لئے اس کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے کیوں حق تعالیٰ حکیم ہے یا نہیں۔

### حق تعالیٰ شانہ کے ہر امر میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے

چنانچہ اسی آیت میں وهو العزيز الحكيم فرمایا ہے اسی لئے ان کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں جب کہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومیؒ سے مشورہ لو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے ہی صفحہ پر اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کئے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کی سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ یہ ہیں۔

چارہ میجوید پے من درد تو	می شنو دم دوش آہ سرد تو
می تو انم ہم کہ بے اس انتظار	رہ نمایم دادہم راہ گزار
تا ازیں طوفان دوراں دارہی	بر سر گنج و صالم پانہی
لیک شیرینی و لذات مقرر	ہست بر اندازہ رنج سفر
انگہ از فرزند و خویشاں بر خوری	کز غریبی رنج خستہا بری

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ تمہاری درد عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے اس میں میرا مقدمہ اولیٰ تسلیم کیا ہے اور میں کل رات تمہاری آہ سرد کو سنتا بھی تھا (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے) اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تم کو اپنے وصال کی طرف رہنمائی کروں اور تمہیں آنے کے لئے راستہ دے دوں تاکہ تم گردش کے طوفان سے نجات پاؤ اور میرے گنج وصال پر پہنچ جاؤ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تصریحاً اور رابعہ کو اشارۃً تسلیم کیا ہے لیکن کسی قدر تاخیر کے بعد کیونکہ قاعدہ ہے کہ گھر کا مزہ اور اس کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف اٹھائی ہو اور تم کو اپنے بال بچوں اور عزیز واقارب سے مل کر لطف تام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑی اس مضمون میں ایک مقدمہ خامسہ بتلایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں۔ اس توقف میں یہ

مصلحت ہے کہ جب تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تمہیں اس کی قدر ہو واقعی بات یہ ہے کہ جو راحت بہت سی تکالیف کے بعد حاصل ہوتی ہے اس میں نہایت ہی لطف آتا ہے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجھے مولوی ناظر حسن کی بارات میں شریک ہونا چھوڑ دیا ہے بارات دیر میں رخصت ہوئی اور راستہ ہی میں رات ہو گئی مینہ اور آندھی رعد و برق کے ساتھ جو آئی لوگ اپنی اپنی گاڑیاں اڑالے گئے ہماری گاڑی بھی اکیلی رہ گئی غرض بے حد تکلیف ہوئی اللہ کر کے تھانہ بھون آیا جب میں گھر پہنچا ہوں میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت مجھے کس قدر لطف آیا ہے اور کس قدر راحت حاصل ہوتی ہے اسی پر ان سالکین کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے جو بہت سی تکالیف برداشت کرنے کے بعد مقصود تک پہنچتے ہیں۔ اب ایک بات اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد بیان کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ وما یمسک فلامرسل له من بعدہ من بعدہ میں مضاف محذوف ہے اے من بعد امسا کہ چونکہ مضاف بلا ذکر بھی سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کو حذف کر دیا گیا غرض کہ قرآن میں لفظی اور معنوی دقت و محاسن بے انتہا ہیں مگر جس قدر ان کو اہل زبان سمجھ سکتے ہیں غیر اہل زبان نہیں سمجھ سکتے ایک شاعر کا واقعہ ہے کہ اس نے بڑی محنت اور دماغ سوزی کے بعد ایک شعر کہا اور اس پر بہت خوش ہوا شعر یہ تھا۔

یہ چوری بدست آں نگاری نازنین دیدم    بشاخ صندلیں پیچیدہ مار آتشیں دیدم  
اور بہت فخر کے ساتھ ایک اہل زبان شاعر کو سنایا۔ اس نے سنتے ہی ناک چڑھائی اور بجائے اس کے کہ  
تعریف کرتا یہ کہا کہ تم نے شعر کا ناس کر دیا۔ نازنین دیدم آتشیں دیدم کیا کہو۔  
یہ چوری بدست آں نگارے    بشاخ صندلیں پیچیدہ مارے  
اس اصلاح نے شعر کو کہیں پہنچا دیا۔ واقعی زبان کا لطف اہل زبان ہی کو حاصل ہوتا ہے غیر اہل زبان کو وہ  
لطف نہیں آتا۔

### خاتمہ بر دعائے خیر

اچھا اب دعا کرو مولانا رومی کے لئے اور وعظ لکھنے والوں کے لئے بھی اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی اور  
شارحوں کے لئے بھی کہ خداوند تعالیٰ ہر غلطی سے بچائیں آمین۔